قومی راج

اصلاح انتظامیہ۔ خصوصی نمبر

ایک اچھے کاؤنٹر کی موجودگی میں کام تیزی اور ہمواری سے انجام پاتا ہے
ہر کاؤنٹر کے عقب میں، کام میں مصروف ایک مستعد عملہ ہوتا ہے

جلد نمبر ۱۳ شمارہ ۱ و ۲
مشترکہ شمارہ
۱۰ر جنوری اور ۲۵ر جنوری ۱۹۸۶ء

قومی راج

انگریزی، مراٹھی، ہندی، گجراتی، سندھی اور اردو زبان میں
ہر ماہ کی ۱۰ر اور ۲۵ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ دس روپے : قیمت فی کاپی : ۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر: ر. شانتارام سگنے

مینیجنگ ایڈیٹر: ر. ی. منس احمد خاں
ایڈیٹر: فیروزہ فیاض خان

شرح خریداری

سالانہ	دس روپے
۲ سال کے لئے	بیس ۲۰ روپے
۳ سال کے لئے	ستائیس ۲۷ روپے
۴ سال کے لئے	چھتیس ۳۶ روپے
اور	
۵ سال کے لئے	پینتالیس ۴۵ روپے

ترسیل زر کا پتہ:-

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
بیرک ۱۹، مقابل سروجی بلڈنگ
نزد منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۴۰۰۰۳۲
فون نمبر ۲۰۲۰۱۵۳

فہرست

صفحہ نمبر

ایل۔کے۔مٹاٹکر
(خصوصی نامہ نگار دی اکانامکس ٹائمز)

حکومتِ مہاراشٹر کے انتظامیہ کو مثالی انتظامیہ بنانے کا عزمِ مصمم

SVOR

شری بی جی، دیشمکھ، چیف سکریٹری مہاراشٹر سے ایک ملاقات

حکومتِ مہاراشٹر نے منترالیہ میں اپنے انتظامیہ میں بہتری کے لئے ایک نئے تجربے پر عمل آوری شروع کی ہے جس کی سربراہی اہم ایگزکیٹیو شری بھال چندر دیشمکھ کر رہے ہیں۔ اس منصوبے کو ترتیب دینے کا مقصد یہ ہے کہ انتظامیہ کو کس طرح سے لے کر سچیوالیہ کی سطح تک کارگر اور مزید موثر بنایا جا سکے۔

اس وسیع اور جامع کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا، انتظامیہ کے مختلف پہلوؤں کو بہ نظر غائر کئی زاویوں سے دیکھا اور پرکھا جاسکا اور اب دیگر ریاستوں کے انتظامیہ کے لئے یہ وقت آگیا ہے کہ وہ اس تجربے کا نہ صرف جائزہ لیں بلکہ ابتداً سے انتہا تک اس تجربے بغور مطالعہ ومشاہدہ کریں تاکہ اس منصوبہ کی تقلید کرکے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

احمد نگر میں کئے گئے اس اولین تجربے سے دوسری ریاستوں کے انتظامیہ کو نئی تحریک ملی اور مزید تجربوں کے لئے راہ بھی ہموار ہوگئی۔ اور اس کے بعد جہاں تک نئی اسکیموں کو بروئے کار لانے کا معاملہ رہا ہے۔ اس ضمن میں مہاراشٹر نے ماضی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔ نئے انتظامی وضع پر مبنی اور جدید ترین تکنیک سے آراستہ ان اسکیموں کو جدید ترین اور سائنٹفک طریقۂ کار سے عمل میں لایا گیا ہے۔

درج ذیل سوال وجواب پر مبنی یہ انٹرویو نامہ نگار نے ریاستی چیف سکریٹری شری بھالچندر دیشمکھ سے لیا ہے جن کی سربراہی میں ایک مثالی انتظامیہ بنانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

سوال:۔ احمد نگر کے تجربے پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟ یہ ایک اچھا نمونہ ہونے کی حیثیت سے کیا آپ یہ بتائیں گے کہ اس تجربہ پر مہاراشٹر کے دیگر علاقوں میں کس طرح عمل درآمد ہوگا؟

جواب:۔ یہ تجربہ صرف احمد نگر کے علاقے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق ریاست کے تمام محصولیاتی

توجی رلج

اضلاع پر ہوگا۔ بے شک ۔۔۔۔ مگر چند تبدیلیوں
کے ساتھ ۔۔۔۔۔ یہ عام چلن ہے کہ ایک ہی طریقہ کار
حکومت کے تمام شعبوں میں دہرایا جاتا رہا ہے مگر یہ
ضروری نہیں ہے کہ اس کی اندھی تقلید کی جائے جو کہ
اس سے قبل بھی کی جاتی رہی ہے۔ ہمارا نیا منصب ہے کہ
تجربہ کی اس طرح تکمیل کریں کہ انتظامیہ میں ہر وقت
کسی بھی سطح پر تبدیلی کی گنجائش باقی نہ رہے۔

سوال :۔ "ڈیسک سسٹم" جسے سابق وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی
چوان جو اب مرکزی وزیر داخلہ ہیں نے متعارف و
جاری کروایا تھا۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ڈیسک سسٹم
سے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور اونچی سطح سے لے کر
نچلی سطح تک ریاستی انتظامیہ کی کارکردگی بہتر ہوئی ہے

جواب :۔ "ڈیسک سسٹم" مہاراشٹر میں پچھلی دہائی میں متعارف
کیا گیا تھا اور یہ سسٹم جوش، شوق، انہماک اور سرگرمی
کا مستحق تھا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس
پر سنجیدگی سے توجہ دی جائے تاکہ اس کی تاثیر قوت

چیف سیکریٹری شری بی۔ جی۔ دیشمکھ، لکھینا طرز پر
دفتر کی ترتیب سے قبل اس کا معائنہ کرتے ہوئے۔

شری بی جی۔ دیشمکھ، چیف سیکریٹری، دفتر کی
از سر نو ترتیب کے بعد اس کا معائنہ کرتے ہوئے۔

اور افادیت میں اضافہ ہو۔

سوال :۔ آپ کی سربراہی میں جو انتظامیہ کی نئی بنیادیں پڑی
ہیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی مقصدیت عوامی
مقبولیت کا سبب بنے گی اور کیا اس کے خوشگوار
نتائج برآمد ہوں گے۔

جواب :۔ لامرکزیت اور کام کی ٹھیک اور صحیح تقسیم کے سلسلے
میں حکومت کے مختلف افسران اور تمام سطح کے
سرکاری ملازمین کے کانوں پر یہ بات بار بار ڈالی
جا رہی ہے۔ انتظامیہ کی اکائی گرام پنچایت، ضلع
پریشد، تعلقہ اور اضلاع ہیں جس میں کلکٹر اور
ڈویژنل کمشنر بحیثیت سپروائزر اور ایگزیکٹو کام
کرتے ہیں اور جو منترالیہ میں بیٹھ کر پورے انتظامی
ڈھانچے کی پالیسی کو جاری کرنے اور اسے پھیلانے
کا کام انجام دیتے ہیں۔ سچوالیہ کی مشنری محض
ناگہانی اور ہنگامی حالات میں مدافعت کا کام
انجام دیتی ہے نہ کہ معمولی ناکارہ اور غیر متعلق
معاملات میں۔

انتظامیہ میں الگ جگہوں پر کام کرتے ہوئے

میدان میں کام کرنے والے عملے کی بڑی ذمہ داری رہتی ہے کیونکہ وہ عوام کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لامرکزیت کے طریقۂ کار سے جب عوام کے مسائل اسی جگہ پر حل ہو جاتے ہیں تو لال فیتہ شاہی اور اقرباء پروری جو انتظامیہ میں کسی نہ کسی طریقے پر در آتے ہوتے ہیں، بھی کم ہو جاتے ہیں اور اس طرح انتظامیہ کو صحت مند طور پر چلانے کے لئے ایک اہم کردار انجام دیتے ہیں۔

محصول کے شعبے میں اچانک معائنے کے بعد تین مہینوں میں ایک دل چسپ چیز کا انکشاف ہوا۔ تقریباً ۴۰ فیصد کیس ایسے تھے کہ وہ انتظامیہ کی نچلی سطح پر ہی حل کئے جا سکتے تھے اور بالائی سطح پر نہیں آتے تھے کیونکہ فیلڈ افسران جو ضلعی اور ڈیویژنوں کی سطح پر کام کرتے تھے وہی ان کیسوں کو حل کرنے کے مجاز تھے۔ اصلاح شدہ انتظامیہ کے طریقوں سے تو نیا طریقۂ کار جس کی سب سے زیادہ مانگ کی جا رہی ہے۔ وہ ہے عوامی شکایتوں اور فائیلوں کا معائنہ کر کے اور ان پر غور و فکر کر کے ان کی قلم کی جنبش کے ذریعے اور ایک متعین وقت میں ازالہ کیا جائے۔ زور اس بات پر ہونا چاہیئے کہ مسائل کے حل آمنے سامنے بغیر کسی وجہ کے ایک دوسرے پر کام کو ڈھکیلنے کے بجائے حل کیا جائے جس میں عوامی خدمات اور انصاف کا جذبہ موجود ہو۔ حکومت کی نئی تبدیل شدہ پالیسی یہ ہے کہ کسی خاص شکایت کے لئے اس میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ اس کا مقصد عوامی شکایات کا فوری ازالہ ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ جس سطح پر ان پر غور و فکر کیا جا رہا ہے۔ وہ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔

سوال :۔ انتظامیہ اور اس کو چلانے والے عملے کی کارکردگی کا اندازہ لگانے کے لئے آپ کون سا پیمانہ استعمال کریں گے؟

جواب :۔ مختلف قسم کے معاملوں کی مثالوں کا مطالعہ جو شعبہ جاتی سطحوں سے جاری کئے گئے تھے ان سے تعجب خیز اور انکشافاتی نتائج برآمد ہوئے ہیں جو

سندری بی۔ جی۔ دلیشماکھ چیف سیکریٹری پی۔ ڈبلیو۔ ڈی دفتر واقع ناشک میں کام کاج کیلئے سمجھنے کے لئے انتظام کا معائنہ کرتے ہوئے۔

مستقبل میں غلطیوں سے بچنے کے لئے ان کو درست کرنے کے لئے کام آ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر تحقیق کرنے کے باوجود یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ محصول کے کیس ایک ہی وقت میں دو سال تک کیوں باقی رہتے ہیں جس کے لئے حکام کی جانب سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل رہے تھے۔ خیر خواہی کے جذبے کو تقویت دینے کے لئے چیف سیکریٹری کو اپنی سطح پر روابطی کوششوں سے کام لیتے ہوئے غیر فیصل شدہ مسائل جو (۱) پنشن (۲) متوفی ملازمین کی ان کی بیوہ کو ملنے والی پنشن۔ (۳) پروو ڈنٹ فنڈ کے معاملات اور (۴) تاخیر، لال فیتہ شاہی، اقرباء پروری اور بدعنوانی کی دوسری مثالوں پر توجہ دینی پڑی۔ خاص مسائل پر عوامی شکایات کو نمٹنے کے لئے جو انتظامیہ کی نچلی سطح پر حل نہ ہوتے

جالناؤں کے کلکٹر کے دفتر میں بنائے اور نئے طرز پر بیٹھنے کیلئے انتظام کا ایک منظر

ہوں، ان کے لئے چیف سکریٹری کی سرکاری مشنری کے لئے یہ صلاح ہوگی کہ وہ دو ہفتوں کے وقفے میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق شکایات کی چھان بین اور جانچ پڑتال کریں۔ متعلقہ دفاتر میں جہاں کیس پیدا ہوتے ہیں انہیں صحیح معلومات کے لئے یاددہانی کے خطوط روانہ کریں اور ان کا تصفیہ کرنے کے لئے تین ہفتوں سے زیادہ کا وقت نہ لیں۔ شکایات کے موصول ہونے کے بعد ان سے آخری تصفیے تک کی کارروائی میں ۲+۱ کل ۳ مہینوں سے زیادہ کا وقت نہ لگے۔

اکیسویں صدی کی طرف بڑھتی ہوئی اور نئی صدی کے جذبے کو لے کر چلتی ہوئی نسل کے ساتھ ساتھ وقت کی رفتار کو دیکھ کر نئی ٹکنالوجی خصوصاً کمپیوٹر کو کام میں لانا چاہیئے۔ سیکریٹریٹ کے مرکزی اعداد و شمار کی تنظیم کے تحت ایک کمپیوٹر یونٹ کے قیام کے ساتھ شروعات ہو چکی ہے — تاکہ مختلف النوع انتظامیہ کے کام کو نپٹایا جا سکے۔

اس اقدام کے ساتھ اور اونچی سطح پر جلد از جلد فیصلے کرنے کے لئے ایک جدید ترین کمپیوٹر نصب کیا جارہا ہے تاکہ مختلف سرکاری محکموں سے اور اندرونی علاقوں سے چیف سکریٹری کے دفتر کو موصول ہونے والی انتظامی معلومات کا جواب دینے کے لئے روزانہ ایک پرنٹ آؤٹ کا کام کرے جو چیف ایگزیکیٹو سے لے کر مہاراشٹر حکومت تک کی سطح کا احاطہ کرتے ہوئے جلد از جلد صحیح فیصلوں کی بنیاد بنے مستقبل کی یہ ترقی دور رس نگاہ رکھنے والے لوگوں کو جو مہاراشٹر کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے ہیں خصوصاً وہ جو حکومت کی پالیسیوں کو تشکیل دیتے اور ان کو عمل میں لاتے ہیں۔ ان کے لئے ایک نشانِ راہ ہے۔

درحقیقت بہتر کارکردگی کے ساتھ اور زیادہ سے زیادہ محنت کی گنجائش کے ساتھ اگر یہ طریقہ نجی اور پبلک سیکٹر میں رائج کیا جائے اور ساتھ ہی تمام جدید سازوسامان

کی مدد کی جائے تو اس سے نہ صرف رفاہِ عامہ بلکہ عام معاشی حالت میں بھی سدھار ہو سکتا ہے۔

سوال :۔ آپ کے خیال میں پانچ دن کے ہفتے سے سرکاری انتظامیہ کا کس قسم کا سدھار ممکن ہے؟

جواب :۔ پانچ دن کے ہفتے کا تجربہ ابھی نیا ہے۔ کام کو گھنٹوں میں مدتِ ایام میں ناپنا ٹھیک نہیں۔ اصل بات سرکاری ملازمین میں تحفظ روزگار کا احساس اور فرائض کا کا احساس پیدا کرنا ہے۔ اس کے لئے انہیں کام کیلئے اچھا ماحول، بہتر تنخواہ اور ترقی کے مواقع مہیا کرنا ضروری ہے۔ ترقی کے سہل اصول اور فرائض کی بہتر انجام دہی پر ملازمین کی حوصلہ افزائی کی گنجائش پیدا کرنے سے ہی ملازمین نہ صرف اپنے فرائض پر زیادہ دھیان دیں گے بلکہ کام تیزی سے نمٹایا جا سکے گا۔
یہ دراصل ایک نفسیاتی علاج ہے اس مسئلے کا۔

سوال :۔ آپ کی رائے میں کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے جس سے ملازمین کے دل میں اپنے کام سے لگاؤ اور دلچسپی پیدا ہو سکے۔ کس طرح سے ان میں فرض کا احساس اور سخت محنت کا جذبہ پیدا کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔ سرکاری امور کے محافظ ہونے کی حیثیت سے بہتر یہ ہوگا کہ ملازمین کے ساتھ سزا اور جزا کا دوہرا رویہ اپنایا جائے محکمے کے سربراہوں کے ذمہ ملازمین کے کام کی نگرانی کے ساتھ ساتھ سرکاری اخلاقی اصول کے تحت ان کی کارکردگی پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے۔ بہتر نتائج کی امید کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ایک نیا اصول اپنایا جائے کہ جو ملازمین نااہل ہیں یا جن کی کارکردگی اطمینان بخش نہیں انہیں پچاس سال کی عمر تک پہنچنے پر ملازمت سے سبکدوش کیا جائے۔ اس طرح انتظامیہ میں بہتری پیدا کی جا سکتی ہے

سوال :۔ دیگر برائیاں مثلاً فائل بندی، طرفداری، رشوت ستانی، کاہلی، نااہلیت، غفلت وغیرہ جو سرکاری امور میں آج کل عام ہے۔ اس کا ذکر کریں۔ ان معاملات میں انتظامیہ کی ہر سطح پر کس طرح ہنگامی احساسِ ذمہ داری پیدا کی جا سکتی ہے؟

اس قسم کے بورڈ اس بات سے متعلق اطلاعات فراہم کرتے ہیں کہ مختلف دفاتر کہاں اور کس منزل پر واقع ہیں۔ تاکہ کم سے کم پوچھ تاچھ کی جائے۔

جواب :۔ حالانکہ ایسا کوئی معجزاتی طریقہ نہیں ہے جس سے فوری طور پر کام لیا جا سکے لیکن صحیح مشورہ یہ ہے کہ سرکاری ملازمین کو بہتر کارکردگی کا اہل بنانے کے لئے ہر سطح پر اچھی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اس حصولِ مقصد کے لئے پونے میں واقع اسٹاف ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کی کارکردگی میں سدھار پیدا کیا جائے۔ اسی طرح مخصوص محکمہ جاتی کاموں مثلاً سیلز ٹیکس محکمے میں خاص مہارت کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ ایسے محکموں میں خود ملازمین کی تربیت کا شعبے کی سطح پر ہی انتظام ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں پانچ یا چھ ایسے رہنمایانہ اصول مرتب کئے جائیں جس

دفتر میں کس کا عہدہ کیا ہے۔ اس قسم کے بورڈ ملاقاتیوں کو معلومات بہم پہنچانے میں بے حد معاون ہوتے ہیں۔

کے تحت ملازمین اپنے فرائض کی انجام دہی کے ذریعے خود کو اور مجموعی طور سے ریاست مہاراشٹر کو فیضیاب کرسکیں۔ اس طرح یقینی طور سے عوامی انتظامیہ میں داخل کئی برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

سوال :۔ کیا آپ کوئی طریقہ بطور تقلیدی آزمائش تجویز کرسکتے ہیں جسے اول مہاراشٹر میں اور بعد میں پورے ملک میں نافذ کیا جاسکتا ہے ؟

جواب :۔ ہر سرکاری محکمہ اپنا خود ایک منصوبہ مرتب کرے جسے صدر دفتر سے لے کر علاقائی، ضلع اور ڈیویژنل سطحوں پر مقررہ میعاد تک آزمایا جاسکے۔ اس کے بعد منترالیہ جو کہ حکومت مہاراشٹر کا صدر نشین دفتر ہے، یہاں ماڈل ڈسک قائم کیا جائے جسے علاقائی اور ضلع سطح کے ساتھ ساتھ پنچایت سطح پر بھی متعارف کیا جائے۔ زیادہ اور بہتر انجام دہی کے لئے ترغیبی اسکیم مثلاً مخلص، وفادار اور قابل ملازمین کے لئے انعامی اسکیم کا نفاذ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح تمام ملازمین میں مقابلہ آرائی کا حوصلہ پیدا ہوگا اور نتیجے میں ریاستی انتظامیہ میں بہتری پیدا ہوگی۔ لہٰذا سال ۱۹۸۶ء کو اس حصول مقصد کے لئے منتخب کرتے ہوئے حکومت کے تمام سکریٹریوں اور محکمہ کے سربراہوں پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے کہ وہ پانچ یا چھ رہنمایانہ اصول کی مدد سے ایک صاف ستھرے انتظامیہ کی تعمیر کریں۔ مثال کے طور پر زراعتی پیداوار میں اضافہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف دھان یا باغبانی پر توجہ دی جائے بلکہ ایسے پروگرام مرتب کئے جائیں جس کے ذریعے قطعۂ زمین کی دیکھ بھال اور تمام ذرائع آبپاشی کا استعمال ٹھیک طرح سے کیا جاسکے اور اس طرح مہاراشٹر کی زراعتی زمین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہوسکے۔

کوئی سرکاری اسکیم کس حد تک کامیاب ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے لاگت اور منافع کا اصول کسوٹی کی حیثیت ہے۔ مثال کے طور پر دودھ کی پیداوار ہو یا محکمہ سول سپلائز کے تحت اشیائے ضروریات کی عوامی طریقہ تقسیم کا سوال دونوں میں لاگت اور منافع کو دھیان میں رکھتے ہوئے متعلقہ پیداوار کے حصول سے لے کر اس کی تقسیم تک تجارتی نقطۂ نظر سے تمام امور کی انجام دہی ہونی چاہئیے۔ اگر مال غیر ضروری طور پر طویل عرصے سے گودام میں بند پڑا ہو تو اس کا مطلب ہے سرکاری سرمایہ کا انجاد کئی دفعہ ہنگامی، معاشی معاملوں میں حکومت کشمکش میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ ان حالات میں صحیح وقت پر صحیح فیصلے سے ہی مسئلہ کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے

اس طرح شری دیشمکھ کی رائے میں سرکاری امور میں بہتری کے لئے مندرجۂ ذیل پابندیوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) معینہ امور کے لئے مرتب کردہ کارآمد اصول۔
(۲) عوام کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے ذمہ دار افسران کا رویہ کارکردگی۔
(۳) کم از کم اخراجات کی کوشش۔
(۴) جدید طریقۂ انتظام۔
(۵) شرائط ملازمت برائے سرکاری ملازمین کے تحت اسٹاف کی فلاح و بہبودی کا خیال۔

ہم میں سے ہر ایک پر سماج کی بہبودی کی ذمہ داری عائد ہے۔ اسی سمت میں کام کرتے ہوئے ہمیں یہ بھی دھیان رکھنا چاہیئے کہ ہماری کارکردگی سے سرکاری محکموں کا نام اونچا رہے اور انصاف پسندی سے امور طے ہو سکیں۔

سوال :۔ وہ کیا طریقہ ہو سکتا ہے جس کے ذریعے وزیراعظم شری راجیو گاندھی کی خواہش کے مطابق ۲۱ ویں صدی میں ہندوستان کی پیش قدمی ہو سکے۔؟

جواب :۔ سرکاری امور میں جس کا تعلق رفاہِ عامہ سے ہے کوئی زود روش اپنائی نہیں جا سکتی۔ وزیراعظم نے اپنا پیغام ہر خاص و عام کو سنا دیا ہے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے سمجھیں اور اسے تکمیل تک پہنچائیں۔ ہمیں ملک کو سائنس اور تکنیک کی مہارت میں بہت ہی اعلیٰ بنانا ہے تاکہ صرف ۲۱ ویں صدی کے لئے باقی ماندہ پندرہ سالوں میں ملک ترقیات کے اس دور میں قدم رکھ سکے۔

سوال :۔ صرف پندرہ سال کے عرصے میں ۲۱ ویں صدی کے لئے آج کے انتظامیہ کو کس طرح تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے آپ نے کون سی تجویز سوچی ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں؟

جواب :۔ ہمیں ہنگامی ضرورت کے احساس کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ ہر سرکاری دفتر کا ہفتہ میں ایک بار مکمل معائنہ کیا جانا چاہیئے۔ یہ کام محکمہ بہ محکمہ کیا جانا چاہیئے تاکہ کام کاج معمول کے مطابق بھی چلتا رہے۔ اس سلسلے میں مرتب کردہ بیس سالہ کارکردگی منصوبے میں شعبۂ زندگی کے تمام پہلو بشمول زراعت ٹھیک طرح سے شامل ہونی چاہیئے۔ اگر زراعتی شعبے میں ہمیں ریاست مہاراشٹر کو خود کفیل بنانا ہے تو اس کے لئے مقررہ مدت کے لئے بتدریج ترقی کا اصول اپنایا جانا چاہیئے۔ ایک بار زراعتی پیداوار کا مسئلہ حل ہو گیا تو ریاست میں واقع قابلِ کاشت زمین کی ترقیات پر دھیان دیا جانا چاہیئے۔ زراعت کے بعد صنعتی فروغ کے لئے تمام متعلقہ اصولوں پر عمل ضروری ہے۔ تعلیمی میدان میں ہمیں تقریباً آئندہ دو سالوں کی حد تک اعلیٰ ترقیات حاصل کرنی ہیں۔ الیکٹرونک کے تعلق سے مہاراشٹر میں خوش قسمتی سے ترقیات کے بہتر وسائل موجود ہیں۔ اس لئے ہمارا نشانہ ہے کہ ہم الیکٹرونک صنعت میں کم از کم چار گنا زیادہ ترقی حاصل کریں۔

شری دیشمکھ نے بار بار اس امر کا اعادہ کیا ہے کہ اگر ہمیں ترقی کی جانب پیش قدمی کرنی ہے تو پھر ہچکچاہٹ اور رکاوٹ کیوں۔ اب ہمارے سامنے یہی نظریہ ہے کہ کاموں کی تمام منصوبہ بندیوں میں چاہے وہ جنگلات پر مبنی ہو یا خشک زراعت یا ماہی گیری سے متعلق ہو، صرف پیش قدمی ہی کرنی چاہیئے اور اس درمیان کوئی رکاوٹ حائل ہونے نہیں دی جانی چاہیئے۔ پیش قدمی پورے عزم اور اعتماد کے ساتھ جاری رہے۔ شہروں میں اضافہ ہمارے منصوبہ بند کاموں اور اسکیمات کے لئے مسئلہ نہیں بنے یہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ ہماری اسکیمات جن میں دوہرے شہر کی اسکیم بھی شامل ہے ہمیں اس مسئلہ کا حل مہیا کرتی ہے۔ ایک بار ہم نے آگے قدم رکھ دیا تو پھر پیچھے مڑ کر ہمیں نہیں دیکھنا ہے۔ ہمارے منصوبہ بند امور میں صنعتی ترقیات میں ودربھ، مراٹھواڑہ، کوکن اور معاشی اعتبار سے کمزور تمام مغربی مہاراشٹر کے علاقے شامل ہونے چاہئیں۔ اگر منصوبہ بندی پر ہم محنت کریں تو یقین ہے کہ ذرائع کا مسئلہ کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ حکومتِ مہاراشٹر کے چیف سکریٹری کی یہ زبردست خواہش ہے کہ الیکٹرونکس اور کیمیکل صنعت کے معاملے میں مہاراشٹر ہی ملک کو اعلیٰ ترین مقام تک پہنچانے کے لئے پیش رو ثابت ہو۔

*

ڈی وی چپلون کر
ڈائریکٹر آف ایجوکیشن، مہاراشٹر، پونے - ۴۱۱۰۰۱

معقول تعلیمی انتظامیہ کی ضرورت

برِّصغیرِ ہند کو آزادی حاصل کئے ہوئے ۳۸ برس گذر چکے ہیں۔ اس دوران ملک نے یقیناً کئی میدانوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور جمہوری طرز کو اپناتے ہوئے ان ترقیات کے ذریعے اپنا ایک مقام دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں بنا لیا ہے۔ ان ترقیات کے باوجود ماہر معاشیات کے بموجب ہندوستان کی تقریباً نصف آبادی خطِ غربت کے نیچے زندگی گذار رہی ہے۔ ناخواندہ لوگوں کا فیصد تو کچھ اور بھی زیادہ ہے۔ ہمارا معاشرہ یا سماج اب بھی غربت، جہالت، ناخواندگی و توہمات کے اندھیارے میں ڈوبا ہوا ہے۔

تعلیمی نظام میں مناسب انداز میں تبدیلیاں لانے کے لئے قومی سطح پر گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے اور کوشش یہ ہے کہ ملک کے شہریوں کو ۲۱ ویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار کیا جائے۔ اس بات سے تو کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ تعلیم، سماجی ترقی کے لئے ایک اہم زینہ ہے۔ اس لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ تعلیمی میدانوں میں ایسی تبدیلیاں لائی جائیں جو تمام میدانوں میں ترقیات کی ضروریات کی تکمیل کر سکیں۔ اس لحاظ سے سماج کی ترقی کے لئے تعلیمی نظام کی درستی کلیدی حیثیت رکھتی ہے تاہم یہ بات ہمارے پیش نظر ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی اور معاشی مشکلات کے اس دور میں تعلیم کے لئے سازگار ماحول نہیں مل پا رہا ہے۔ بلاشک و شبہ یہ بات انتظامیات کے لئے امتحان سے کم نہیں ہے کہ ماہرین کیونکر دستیاب انسانی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ترقیاتی منزلوں کو طے کر سکتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی لازم ہے کہ انتظامی کارکردگی میں مناسب تبدیلیاں لائی جانی چاہئیں۔ گرچہ کمیاب معاشی وسائل کی وجہ سے انسانی وسائل متاثر ضرور ہوتے ہیں اور نتیجتاً ان مادی سہولتوں اور لوازمات کا فقدان پڑ جاتا ہے جو متعلقہ انتظامی کارکردگی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے حالات میں بھی، کم سے کم سہولیات کی فراہمی اور موجودہ سہولتوں کی خاطر خواہ نگہداشت اور دستیاب وسائل کو بہتر انداز میں استعمال کے لائق بنانا، بہت لازم ہو جاتا ہے۔ کسی بھی میدان میں کام کرنے والے شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ متعلقہ میدان میں مہارت رکھتا ہو لیکن اس مہارت سے زیادہ اہم پہلو یہ ہے کہ مذکورہ شخص اس میدان کی 'انتظامی صلاحیتوں' پر پوری طرح حاوی ہو۔

اگرچہ قوم کو ترقیاتی محاذ پر بڑے بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے لیکن انتظام کاروں کو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ وہ ایک آزاد قوم کے لئے انتظامی کارکردگی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اگر انھوں نے اس نکتہ کو نظر انداز کر دیا تو فاتح و مفتوح کا سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ چونکہ ملک کی تقریباً نصف آبادی جہالت و غربت کے اندھیارے میں پڑی ہوئی ہے اور آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح اور ساتھ ہی ساتھ سماجی نابرابری کے رجحان کے سبب وسائل کی تقسیم کاری میں زبردست تناؤ پایا جاتا ہے۔ کسی بھی ترقی پذیر قوم کا انتظامیہ 'اقتدارانہ رجحان' یا 'جمودی انداز' کو اپنائے ہوئے نہیں ہونا چاہیے۔ برخلاف اس کے اس انتظامیہ کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جو "امیر و غریب" کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے کا منظم انداز میں تعمیری فرض انجام دے۔ یہ ضروری ہے کہ غیر ملکی تسلط والے انتظامیہ اور ایک آزاد انتظامیہ

میں واضح فرق نظر آئے۔ انتظامیہ کا مقصد تعمیر شخصیت کی تعمیر ہونا چاہیئے۔ غیر آزاد انتظامیہ کی تعلیم بڑی بڑی مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔

غیر ملکی تسلط والے انتظامیہ اور ایک آزاد ملک کے ترقی یافتہ قوت عمل رکھنے والے اور اثر آفریں انتظامیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اول الذکر کے سامنے مادّی وسائل اور کاغذات کی اہمیت ہوتی ہے۔ جب کہ آخر الذکر کے سامنے 'انسان' کی اہمیت ہوتی ہے۔ ترقی پذیر انتظامیہ کے نزدیک 'انسان' قدر و منزلت کا مقام رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف معاندانہ رجحان کا حامل انتظامیہ انسانی تفریق پر کلیتاً بھروسہ کرتا ہے جب کہ ترقی پذیر قسم کا انتظامیہ باہمی رواداری و اعتماد کی فضا میں اپنا کام انجام دیتا ہے غیر آزاد انتظامیہ میں انفرادی مسابقت پائی جاتی ہے جب کہ ترقی پذیر انتظامیہ میں باہمی تعاون کی فضا کو تقویت دی جاتی ہے۔ غیر آزاد انتظامیہ میں پرانے اور رفتہ رفتہ تبدیل پذیر قوانین اہمیت رکھتے ہیں لیکن ترقی پذیر انتظامیہ میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور مفادات کے لئے قوانین کی تشکیل ہوتی ہی رہتی ہے۔ ترقی کی راہ میں روڑا بننے والے قوانین فوراً تبدیل کر دیئے جاتے ہیں تاکہ ترقی کی راہ صاف ہو جائے۔ مخالف طرز کے انتظامیہ میں تعطیلات اور وظائف کی بھرمار ہوتی ہے جب کہ ترقی پذیر انتظامیہ میں ان افراد کے لئے جن کی کم سے کم ترقی انتظامیہ کے پیش نظر ہوتی ہے۔ انھیں ابتدائی ذمہ داری سمجھ کر اولیت دی جاتی ہے تاکہ متعدد ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد ہو سکے۔ غیر آزاد انتظامیہ خوف پر مبنی ہوتا ہے جب کہ ترقی پذیر انتظامیہ مختلف احکامات و قوانین پر عمل آوری کے لئے ایک رجحان پیدا کرتا ہے۔ مختلف سطوح پر کام کرنے والوں کے درمیان احساس کمتری اور احساس برتری اپنا تسلط رکھتا ہے۔ لیکن ترقی پذیر انتظامیہ، کم سطح کے ملازمین کو بھی بلا خوف و تردد کام کرنے کی یقین دہانی دلاتا ہے۔ غیر آزاد انتظامیہ میں اعلیٰ سطح سے فیصلوں کا صدور ہوتا ہے جب کہ ترقی پذیر انتظامیہ میں فیصلے کے معاملے میں، مختلف سطوح پر آزادی دی جاتی ہے۔ اول الذکر معاملے میں دوسروں کی غلطیوں کو اچھالنے کا رجحان پایا جاتا ہے لیکن آخر الذکر معاملے میں ساتھیوں کی غلطیوں کو دوستانہ ماحول میں ہر ایک کی غلطی تصور کی جاتی ہے۔ مختلف سطوح پر کام کرنے والے افسران کو یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بنی نوع انسان کا دماغ تین بنیادی ضروریات کا خواہاں ہوتا ہے۔

"باہمی رواداری" باہمی ربط' اور تحفظ اور وہ اپنے برتاؤ اور طور طریقوں کے ذریعے ان صفات کا اظہار کرتا ہے۔

ترقی پذیر انتظامیہ کا مقصود، بلاشک و شبہ ایسا انتظامیہ ہوتا ہے جو انسانوں کی بھلائی کے لئے انتظامیہ کے متعلقہ افراد انسانیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے انجام دیتے ہیں۔ غیر آزاد انتظامیہ میں منصوبہ بندی اور انتظامیہ صرف کمزور اور ناکشتی ہوتا ہے۔ اس کی قدر صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ خیالات کا ڈھیر، اعداد و شمار اور ڈھیر ساری رپورٹوں و کاغذات کا انبار رہتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو جن کے لئے یہ تمام کارروائیوں اور اعداد و شمار اکٹھا کئے جاتے ہیں۔ بالکل نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کا بہر حال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیم یافتہ، محفوظ اور منظم عناصر اور ناخواندہ، غیر محفوظ اور غیر منظم عناصر کے درمیان حائل خلیج بڑھتی ہی جاتی ہے۔

مادّی حالات و وسائل میں اصلاحات بہت ضروری ہیں اور اسی طرح ہر سطح پر اس انتظامیہ مشینری میں منہمک تمام اشخاص اور عملہ کے رجحان میں بھی اصلاحات و سدھار ہونا ضروری ہے ہمیں ایسا ترقی پذیر انتظامیہ اپنانا چاہیئے جو آزادی، مساوات بھائی چارگی اور سماجی انصاف کے جذبات سے معمور ہو اور وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہمہ تن مصروف رہے۔

ہم نے ہمارا اسٹیٹ میں انتظامیہ کی مرکزیت کو ختم کرنے کا آغاز سنہ ۱۹۶۲ء سے شروع کر دیا ہے۔ ہمیں اس سمت نمایاں کامیابیاں اور اچھے نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ بلاشک و شبہ ہمیں اس سلسلے میں بہت ساری دشواریاں پیش آ رہی ہیں اور اس مشنری کو متعدد چیلنجوں کا سامنا کرنا ابھی باقی ہے۔ ہر اس انتظامیہ کو جو اصلاحات کی طرف رخ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس قسم کے چیلنجوں کا ضرور مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ کہیں تو اور زیادہ بہتر ہوگا کہ یہ عزم "بڑھتے رہو" کی نشاندہی کرتا ہے۔ یقیناً یہ بات قابل تعریف ہے کہ ہمارا اسٹیٹ نے کئی میدانوں میں ترقیاں کی ہیں۔ انتظامیہ مشنری میں خارجی تبدیلیاں کرتے ہوئے ہمیں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ انتظامیہ کے اندرونی معاملات میں سدھار برقرار رہے۔

اس سلسلہ میں ہر شخص کو معتدل رویہ اختیار کرنا چاہیئے
تعلیمی میدان میں کام کرنے والے ہر شخص کے لئے درج ذیل رہنمایانہ خطوط مفید ثابت ہوں گے۔:

(۱) ہمیں سماجی اصلاحات کو تعلیمی انتظامیہ کا حتمی مقصد قرار دینا
ئے۔

(۲) سماج کے سرمائے سے قائم کئے ہوئے ہر ادارہ کو ترقیات کا
، ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اس ادارہ کو مزید تقویت بہم
نے کے لئے وسائل کی فراہمی کرنی چاہیئے۔

(۳) ہمیں "فرد" کو بطور مرکزی نقطہ سمجھتے ہوئے تمام
سیوں کو جاری رکھنا چاہیئے اور تمام سطوح پر تقاضۂ انسانیت
، ہمارے پیش نظر رہنی چاہیئے۔

(۴) ہمیں باہمی تعاون اور ایک ساتھ کام کرنے کے جذبے کو
یت دینی چاہیئے۔

(۵) ہمیں اپنی اصلاح اپنے کاموں کا جائزہ لے کر کرنی چاہیئے
ہم کی کوشش تعلیمی اضافی افسران کے معاملات میں کی
، ہے

ایک منتظم جو تعلیمی میدان میں جٹا ہوا ہے اسے سات قسم کے
رنبھانا چاہیئے۔ سب سے پہلے ان طور طریقوں کو جو بتدریج روایتی
ر اصلاح میں لائے گئے ہیں، انھیں جاری رکھنا چاہیئے اس
علاوہ اسے اس بات پر ہمیشہ غور کرتے رہنا چاہیئے کہ نئے نئے
ے ان روایتی طریقوں میں کیونکر شامل کئے جا سکتے ہیں — یہ
قہ "پرموٹر" کا ہوتا ہے۔ ایک منتظم کو ہر اصلاحی کام میں رو ڑا
ت ہونے والے مسائل کا جائزہ لینا چاہیئے اور ان کی وجوہات
م کرنی چاہیئیں۔ یہ کام چھان بین کے کام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے
صرف مسائل کا جائزہ لینے سے مسائل سے نپٹنے کی ذمہ داری سے
سبکدوشی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اسے ایک اصلاح کار اور نئی
باتوں کو نئے نئے طرز عمل کو شامل کرنے کا کام بھی انجام دینا
ہے جو ترقی کی راہ کو ہموار کر سکیں۔ ایسے کامیاب مہم جو یا نہ کام
ساتھیوں تک ضرور پہونچایا جانا چاہیئے جو ان طرز کو بروئے کار
تے ہوئے اصلاحی کاموں سے منسلک ہیں۔ یہ رول "ٹرانسمیٹر"
جائے گا۔ ان تمام رول کی ادائیگی کرتے ہوئے اسے ماہرانہ انداز
، ان اشخاص کی شناخت کر لینی چاہیئے جو ان میدانوں میں
کر رہے ہیں لیکن دوسروں کی نظر سے پوشیدہ ہیں اسے ایسے
ر افراد کو اکٹھا کرنا چاہیئے اور اس طرح ایک آرگنائزر کا فرض
م دینا چاہیئے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے ان تمام چیلنجوں کا مقابلہ
چاہیئے جو انتظامیہ کو اونچا مقام دینے میں رکاوٹ بنے ہوئے
۔ اس سلسلے میں اسے عملی و قولی طور پر سامنے آجانا چاہیئے

اور اس طرح ایک مثالی فرد بن کر کردار ادا کرنا چاہیئے۔ اسے شدید
مخالفانہ حالات کا بحسن وخوبی مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ ترقیاتی راستے
ہموار ہوتے جائیں اور مطلوبہ مقصد میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

اب تک ہمیں اس مقولے کے مطابق تعلیم دی گئی تھی کہ
"سطحی مقصد ناکامی نہیں بلکہ جرم ہے"۔ وہ انتظامیہ جو ناخواندہ افراد
کے سدھار اور نظر انداز کردہ آبادی کو ترقی کی راہوں سے
ہمکنار کرنے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہے اسے اس مقولے کو یوں
بدل دینا چاہیئے کہ "ناکامی ہی جرم ہے نہ کہ سطحی مقصد" اور اس
کے حصول کے لئے ایک نشانہ واضح دینا چاہیئے۔ اس طرح
ہم ان افراد کا اعتماد حاصل کر لیں گے جن کے سدھار اور فلاح و بہبود
کے لئے ہم ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس طرح ہم میں خود اعتمادی
بڑھتی جائے گی اور ہمارے رفقائے کار میں اضافہ ہوتا جائے گا اور
ہم اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر پائیں گے۔ ہمارے ان بڑھتے
ہوئے قدم کے لئے تین رہنمایانہ خطوط یہ ہیں:

(۱) اپنی کاوشوں کے دوران جو لوگ سدھار، اصلاحات و
ترقیات کے کاموں میں رکاوٹوں سے دوچار ہو رہے ہیں، اُن سے
رکاوٹوں کو ہمیں دور کر دینا چاہیئے۔

(۲) راہوں کی ان رکاوٹوں کو دور کر دینے کے بعد ہمیں
لوگوں کو ان راہوں پر گامزن ہونے کی ہمت افزائی کرنی
چاہیئے۔

(۳) ہمیں ہمارے پیش نظر چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے نئے
نئے دریچے کھولتے جانے چاہیئیں۔

انتظامیہ میں تبدیلی لاتے وقت یہ بہت ضروری ہے کہ
ہم تعلیمی میدان میں مادی وسائل کا اضافہ کرتے جائیں۔ اسی طرح ہمیں
بدلتے ہوئے حالات کے تقاضے کے تحت جدید انتظامی تکنیکوں
کو شامل کرنا چاہیئے۔ تعلیمی میدان کے ہر انتظام کار کو منصفانہ رویہ اختیار
کرنا چاہیئے۔ اسے نڈر رہنا چاہیئے اور نامساعد حالات میں بھی جمہوری
نظام کے تحت اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے کسی قسم کا خوف
نہیں کھانا چاہیئے۔ اس میں قدرے خوش بیانی بھی پائی جانی چاہیئے جو عام
انسان کو حکومت کی نئی نئی اسکیمات کی جانب راغب کر سکے۔ اسے
ہر نئی تکنیک کو راضی و خوشی اپنانے والا ذہن حامل ہونا چاہیئے۔
اس کے علاوہ اسے خوش مزاج اور پر اعتماد ہونا چاہیئے تاکہ اس
کے اور اس کے ساتھیوں کے درمیان کسی قسم کی خلیج نہ پڑ سکے۔ اس
طرح کے مسرور و شاداں اور زندہ دل ماحول میں عام آدمی ہر طرح کے
مشکل کاموں سے نپٹنے کا حوصلہ پا سکے گا۔ اور مقولہ بھی ہے "ایک مسکراہٹ میلوں کا سفر آسان کر دیتی"

★ ڈاکٹر (شریمتی) ایم۔ آر۔ چندراکپورے
(ڈائرکٹر ہیلتھ سروسیز)

صحتی خدمات میں مشغول اِنتظامیہ عملہ

آزادی سے پہلے ہیلتھ سروسیز کا سارا زور شفابخش پہلوؤں پر تھا۔ اور روک تھام کرنے والی / صحت بڑھانے والی باتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ بھور کمیٹی کی رپورٹ موصول ہونے کے بعد سے روک تھام کرنے والی / صحت بڑھانے والی دواؤں اور مرکبات پر بھی کافی توجہ دی جانے لگی ہے۔ اور حکومت نے اب صحتی اداروں کا ایک جال سا بچھا دیا ہے۔ جیسے ضلعی اسپتال، قصباتی اسپتال، دیہی اسپتال، ابتدائی مراکزِ صحت وغیرہ۔ قدرتاً ہیلتھ سروسیز اور ڈپارٹمنٹ کے عملے میں وسیع پیمانے پر اضافہ دکھائی دینے لگا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ڈپارٹمنٹ کے افسران اور عملے میں اب اضافہ کی صورتِ حال یوں ہے :-

درجہ اوّل	درجہ دوم	درجہ سوم
۵۶۲	۴۳۸۱	۲۱۰۰۰ (تقریبًا)

لیکن ہماری قوت کا خاص رُخ تعداد کی یہ کثرت نہیں ہے بلکہ وہ مختلف اور متعدد خدمات ہیں جو اتنی بڑی تعداد انجام دیتی ہے۔ آج اس محکمے کے ماتحت مذکورہ بالا تینوں درجوں کے میڈیکل ادارے، روک تھام کرنے والی بیماریوں کے میڈیکل ادارے اور معادنین ہیں اور ایسے مختلف درجے جو کام کی نوعیت کے لحاظ سے بنائے گئے ہیں۔ وہ ۱۵۰ ہیں۔ درجوں کی یہ عددی تقسیم ہیلتھ سروسیز میں انتظامی عملے کی وسعت کی شاہد ہے۔

جب اِنتظامی مسئلہ پیچیدہ ہو جائے تو اس کو سلجھانے کا بہترین طریقہ یہی ہوا کرتا ہے کہ اُسے اصولوں اور پالیسیوں کی بنیاد پر حل کیا جائے۔ لہٰذا اس محکمہ نے اس قسم کے اصولوں اور پالیسیوں کی تشکیل کی اور ان کو سختی کیساتھ نافذ اور عمل درآمد کیا، چونکہ ہمارے افسروں اور عمال و معادنین کی بڑی تعداد میڈیکل اداروں اور بیماریوں کی روک تھام کرنے والے عمال پر مشتمل ہے۔ اس لئے محکمے کو اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ وہ اچھی اور کافی ٹریننگ پائیں تاکہ اپنے فرائض کے میدان میں بہتر خدمت انجام دے سکیں۔ اس بنا پر، ہمارے یہاں کے اکثر و بیشتر عہدوں پر تقرری کے لئے پیشہ وارانہ تربیت ایک لازمی لیاقت ہے لیکن تقرری کے بعد کی تربیت ہمارے

محکمے کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ پبلک ہیلتھ انسٹیٹیوٹ چار علاقائی خاندانی بہبودی کے تربیتی مراکز، نرسنگ ٹریننگ اسکول، ضلعی ٹریننگ ٹیمیں ان تنظیموں میں سے ہیں جن کے ذریعے تقرری کے بعد کی یہ ٹریننگ دی جاتی ہے۔

خاص ٹریننگ کے لئے اور اعلیٰ پیشہ وارانہ ٹریننگ کے لئے محکمہ مستحق و قابل امیدواروں کو مختلف یونیورسٹیوں میں بھیجتا ہے۔ چنانچہ کلینیکل مضامین میں ڈی۔ پی۔ ایچ، ایم۔ ڈی اور ایم ایس کے لئے قابل امیدوار روانہ کئے جاتے ہیں۔ پوسٹ گریجویشن کے لئے سرکاری خرچ پر اس طرح کی روانگی بھی مضبوط اصولوں اور پالیسیوں پر مبنی ہوا کرتی ہے۔

محکمے کو اس بات کا بھی احساس ہے کہ جو تعلیم اس طرح روانہ کئے جانے والوں نے حاصل کی ہے وہ جدید ترین (اپ۔ ٹو۔ ڈیٹ) ہو۔ اس لئے افسران کو باقاعدہ طور پر ایسے مختلف سیمیناروں، ورکشاپوں وغیرہ میں بھیجا جاتا ہے۔ جن کی تنظیم ایسے قومی ادارے کرتے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

- نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ اینڈ فیملی ویلفیر، نئی دہلی
- انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ، بنگلور،
- مہاراشٹرا انسٹی ٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ ایڈمنسٹریشن پونے
- نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف رورل ڈیولپمنٹ حیدرآباد
- انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ ایڈمنسٹریٹیو، نئی دہلی
- نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف نیوٹریشن، حیدرآباد
- منسٹری آف پرسنل ٹریننگ اینڈ ایڈمنسٹریٹیو ریفارمس، نئی دہلی۔
- این۔ آئی۔ ڈی۔ ڈی۔ کلکتہ، وغیرہ

علاوہ ازیں محکمہ خود اپنے طور پر عملہ کے ارکان کے فائدہ کے لئے ورکشاپس چلاتا اور سیمیناروں کا قیام عمل میں لاتا ہے۔ اس طرح پر سیمیناروں اور ورکشاپوں میں شرکت، خواہ وہ شریک ہونے والوں کی حیثیت سے ہو، خواہ فیکلٹی کے ممبران کی حیثیت سے، ہمارے افسران اور عملہ کے ارکان کو، اس میدان میں جدید ترین ترقیات سے باخبر رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

صلاحیت کا حصول یا برقراری تب تک ممکن نہیں جب تک اسے عملاً یا تسلیم کرانے مناسب تعلیم کے ذریعے، برقرار رکھنے کا خیال نہ رکھا جائے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے عمل کو تسلیم و تعریف کریں اور جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ ایسا کیا جائے گا تو شخص مذکور عمل میں دل و جان سے کوشش کرتا اور سونپے گئے کام کو بہترین ڈھنگ سے انجام دینا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ محکمہ اپنے افسروں اور عملے کے ارکان کی حوصلہ افزائی پر پوری توجہ صرف کرتا ہے۔

سب سے اہم اور حوصلہ افزائی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ڈبلیو، ایچ، او (ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن) کے "فیلو" کی حیثیت سے سمندر پار ملکوں کی طرف وفد کی شکل میں بھیج دیا جائے۔ البتہ یہ خوش قسمتی ٹیکنیکل افسران ہی کے حصے میں آتی ہے۔ لیکن ہم نے افسران کو ڈبلیو۔ ایچ۔ او کے فیلو کے بطور کولمبو پلان کے تحت، مختلف ملکوں کو جیسے امریکہ، انگلستان، سوئٹزرلینڈ، سویڈن، جاپان اور افریقہ کے جنوب مشرق کے ممالک کی طرف بھیجے ہیں۔ ہمت افزائی کے دوسرے طریقوں یعنی تنخواہوں میں پیشگی اضافے اور مستحق اشخاص کو بعض اہم عہدوں پر ترقی سے بھی کام لیا گیا ہے۔ محکمہ اس بات کی بہترین کوشش بھی کرتا ہے کہ قاعدے کے مطابق زیادہ سے زیادہ لوگوں کی تنخواہوں میں پیشگی اضافے بھی عطا کرے۔ اہم عہدوں پر ترقی میں، کلیدی عہدے یا افسروں کی پسند کے عہدے شمار کئے جاتے ہیں۔ ایسے عہدوں میں ممکن ہے کہ وہ عہدے بھی آجائیں جو (اس افسر کے) وطنی قریوں یا قصبوں یا شہروں میں ہوں اور جہاں تعلیمی سہولتیں دستیاب ہوں یا جہاں وطنی مقام سے قریب ہونے کی سہولت حاصل ہو۔ ہمارے تجربے کے مطابق، ان حوصلہ افزائیوں سے فیضیاب کرنا، دراصل ان اشخاص کی دماغی قابلیت، صلاحیت اور اہلیت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے دوسروں کو محنت اور لگن سے کام کرنے کا حوصلہ اور اپنی خوبیوں کو نمایاں کرنے کا موقع ملتا ہے، اور نتیجے نہایت اطمینان بخش ثابت ہوتے ہیں۔

لیکن صرف انسان دوستی کی بنیاد پر ہی محکمے کو چلایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا قدرتاً حوصلہ افزائیوں کے ساتھ حوصلہ شکن امور بھی ہوا کرتے ہیں۔ محکمے نے درجہ بندی کا ایک طریقہ ایجاد کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ افسران کی ماہانہ / سالانہ کارکردگی کی بنیاد پر ان کے درجے بڑھائے جاتے ہیں۔ سالانہ خفیہ رپورٹیں اس درجہ بندی میں کوئی بڑا رول ادا نہیں کرتیں۔

سال بھر میں بارہا نیچے درجے کے افسران کو وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جاتا ہے اور اگر یہ لوگ اپنی اصلاح نہیں کر لیتے اور بہتر کارکردگی پیش نہیں کرتے۔ تو وہ حوصلہ شکنی کی زد میں آتے ہیں۔ حوصلہ شکن اُمور میں —— کلیدی عہدوں سے ہٹا دینا اور تعزیری تبادلے شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے افسروں کو سمندر پار ملکوں کی طرف فیلوشپ سے نوازا نہیں جا سکتا۔ ایفیشنسی بار (صلاحیتی جانچ) اور پروبیشنری پیریڈ (آزمائشی میعاد) پر سختی کے ساتھ عمل درآمد بھی محکمے کی جانب سے ہوتا رہتا ہے۔ ان حوصلہ افزائیوں پر انصاف کے ساتھ عمل نے محکمے میں افسروں کو چاق و چوبند رکھنے میں مدد دی ہے۔

تبادلے اور نئے عہدوں پر تقرری ایسے اُمور ہیں جو ہر افسر اور رکن عملہ کے لئے دلی پسند کا سبب ہوا کرتے ہیں۔ تاکہ بے اُصولی اور مطلق العنانی راہ نہ پائے اور محکمے کی ضروریات بھی پوری ہوں۔ محکمہ نے تبادلوں پر عملدرآمد کے لئے مستقل اُصول اور پالیسی وضع کی ہے۔ اس مقصد کے لئے افسروں کی درجہ بندی میدان میں اور بیورو میں ان کی قابلیت اور موزونیت کے مطابق کی ہے، اور عہدوں کے لئے مناسب افسروں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ وہ افسران جو میدان میں بہترین صلاحیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن جن کی صلاحیت دفتری یا ٹیبل پرفارمنس کی بجا آوری میں (جو زیادہ تر اکاڈیمی نوعیت کے ہوتے ہیں۔) شک و شبہ سے بالاتر ثابت نہیں ہوتی۔ انہیں آفس کے کام کے لئے انتخاب نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں میدانی کام ہی سونپے جاتے ہیں۔ بعض افسروں کو دونوں میدانوں میں بہترین صلاحیت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ قدرتاً ایسے ہی افسران ہر بیورو یا، پروگرام افسر کی نظر میں ان کے تحت کام کے لئے نہایت پسندیدہ اور مطلوب ہوا کرتے ہیں۔ محکمے نے اس ایک طریقہ کو بھی، رواج دے رکھا ہے کہ تبادلے کے بعد تقرری میں ترجیح کسے دیا جانا چاہیئے۔ ان ترجیحات پر حتمی طور پر توجہ دی جاتی ہے جس وقت تبادلے کے احکامات صادر کئے جاتے ہیں اور ان کو باعث عزت سمجھا جاتا ہے۔ جب کبھی انہیں انتظامی ضروریات کے مطابق خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن ترجیحات کو، اس وقت قطعًا نظرانداز کیا جاتا ہے۔ جب تبادلے تعزیری مقاصد کے تحت کئے جاتے ہیں۔

اس محکمہ کے ملازمین (خواہ وہ درجۂ چہارم کے ہوں، خواہ افسر کے مرتبے کے) ریٹائر ہونے یا انتقال ہو جانے کے بعد ہماری توجہ پدری سے محروم نہیں رہتا۔ محکمہ ہذا کئی فائدوں کی توسیع کا حامل ہے۔ جن سے ریٹائر ہونے والے ملازمین کو۔ یا سرکاری ملازمت میں رہتے ہوئے انتقال ہو جانے والے ملازمین کے خاندان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔ اس محکمے نے خود اپنے طور پر ایسے احکامات کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔ جن میں متعدد رعایتوں اور فائدوں کی وضاحت ہے جو ملازمت کے دوران، فوت ہو جانے والے سرکاری ملازمین کے خاندانوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس کتابچہ کی ایک عدد کاپی فوت ہونے والے ملازم کے خاندان کو، محکمہ کے تعزیتی پیغام کے ساتھ روانہ کی جاتی ہے۔ اور خاندان کے ممبران سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ ان میں مذکور متعدد فائدوں سے فیضیاب ہوں۔ عموماً خاندان کے لوگوں کو ان کے حقوق اور فائدوں کی معلومات نہیں ہوتی لیکن ہماری طرف سے یہ سلسلہ انہیں اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ:

(۱) :- وہ اس معاملے سے پوری طرح باخبر ہوں۔

(۲) :- وہ اس کے لئے عرضی دیں۔ ہم پانچ اہم فائدوں کو جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ آخرکار کہیں مستحکم ہوں اور جم جائیں۔

ڈائرکٹوریٹ ھذا کو خوشی ہے کہ عملہ کے لئے انتظامی پالیسی سے جیسا کہ اس کی طرف سے پیش کیا گیا ہے، اچھے نتیجے برآمد ہوئے ہیں۔ اس میں بہتری لانے کی ہماری کوششیں آئندہ بھی جاری رہیں گی۔ ★★

(مترجمہ:- عبدالخالق)

بی۔ پی۔ شرما، سکریٹری
جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ

احمد نگر تجربہ اور اس کے ثمرات

اگرچہ اپنے انتظامیہ کا ابتدائی مقصد عام آدمی کی ضرورتوں کی تکمیل کرنا اور اُن کی خدمت کرنا ہے۔ ایک اوسط درجے کا شہری عموماً حکومت کی مشینری کو اور اُس کی کارکردگی کو بڑے ہی شک وشبہ کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ حکومت کی کارکردگی اُسے بڑی ہی تعجب خیز اور انوکھی نظر آتی ہے اور وہ اپنے آپ کو حکومت کے مختلف سطوح پر کام کرنے کے طور طریقوں سے الگ تھلگ رکھتا ہے جو درحقیقت عوام کی ایک کثیر تعداد کے مفادات کی نگرانی رکھنے کی ضامن ہوتی ہے۔ اس رویئے یا اس رجحان کے تاریخی اسباب میں اور اس ضمن میں اصلاح کا کام انجام دینے، نئی نئی تبدیلیاں لانے اور عام آدمی کی سہولتوں اور اس کی ضروریات کو پیش نظر رکھنے کے تصوّر کو تقویت پہنچانا بہت ضروری ہے۔

احمد نگر کلیکٹوریٹ میں انتظامی اصلاح کی شروعات کی گئی جس کا حوالہ عموماً "احمد نگر تجربہ" کے نام سے دیا جاتا ہے۔ اس تجربہ کی روشنی میں یہ بات عام آدمی کو ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ کیونکر با مقصد رہنمائی اور حکومت کے دفتروں میں مل جل کر کام کرنے کا جذبہ ابھارا جاسکتا ہے اور کیونکر حکومت اور اس کے ملازمین کے تئیں غلط خیال کو دور کیا جاسکتا ہے۔ عوام کے ذہنوں میں یہ خیال جاگزیں کیا جاسکتا ہے کہ حکومت کے ملازمین ان کے دوست اور ان کے کام کی انجام دہی میں ہمیشہ خلوصِ دل سے معاون ومددگار رہتے ہیں۔

اس "احمد نگر تجربہ" کا سہرا ایک جواں سال انڈین ایڈمنسٹریٹیو سروس کے افسر شری اے کے لکھینا کے سر جاتا ہے جو اُس وقت احمد نگر کے کلکٹر تھے۔ شری اے۔ کے لکھینا کے اس تجربے سے اس بات میں کامیابی مل سکی کہ دفتروں میں عام رائج طریقہ کار میں خاطر خواہ مثبت انداز میں تبدیلی آگئی ہے۔

تمام مشقوں کو جن طریقوں سے ڈھالا گیا ہے وہ یوں ہیں: ——————

۱۔ کلرک اور عوام میں تعلق کی اصلاح۔
۲۔ دفتروں کے کام کرنے کے طور طریقوں اور دستاویزات کی حصولی ـــ عملہ اور عوام دونوں کے لئے ـــ اطمینان بخش انداز میں کام کی انجام دہی۔
۳۔ کام کرنے کے بہتر حالات، اور اچھے ماحول کو پیدا کرنا۔

عملہ کی بامقصد کارکردگی:

یہ تجربہ ۱۹۸۲ء سے شروع کیا گیا۔ اُس وقت کے کلکٹر احمد نگر نے جنوری ۱۹۸۲ء میں ستارا ضلع کا دورہ کیا تھا۔ اور اُس ضلع میں انتظامیہ کے کام میں کی گئی اصلاح کا بغور معائنہ فرمایا تھا۔ ستارا ضلع میں کی گئی اصلاح سے متاثر ہوکر انھوں نے اپنے ضلع میں بھی اسی قسم کی اصلاح کرنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے بڑا اور اہم کام جو اس اصلاح کو رائج کرنے میں درپیش تھا وہ یہ کہ افسران اور عملہ کے درمیان مل جل کر کام کرنے کا جذبہ تقویت پائے۔ اس سلسلے میں ممبرانِ عملہ کے خیالات معلوم کرنے کا ارادہ کیا گیا اور اُن

ممبران سے بلا کسی خوف اور تردد کے اپنے خیالات کے اظہار کی اجازت دی گئی۔ اُن پر یہ بات واضح کر دی گئی کہ اس کام کے لیئے سخت محنت، لگن، اور ہمہ تن مصروف رہنے کے جذبہ کو اُجاگر کرنا ہے اور یہ بات ذہن نشین کرا دی گئی کہ اگر تمام عملہ اس سلسلے میں تعاون پیش نہیں کرے گا تو مطلوبہ نتائج حاصل کرنا بہت مشکل امر بن جائے گا۔ کلکٹر کی رہنمائی کا تمام افسران اور عملہ نے خیر مقدم کیا اور تمام لوگوں نے یہ بات واضح کر دی کہ ثمر آوری کے لیئے وہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ساتھ دیں گے اور وہ اس بات سے متفق ہو گئے کہ اصلاح کے لیئے آگے قدم بڑھایا جائے۔ عمل درآمد میں دوسری کامیابی یوں ہوئی:

(الف) کلکٹر، افسران اور عملہ کے ممبران کے درمیان مسلسل گفت وشنید کا سلسلہ قائم کیا گیا۔

(ب) تمام عملہ میں یکجان ہو کر کام کرنے کا جذبہ پیدا کیا گیا۔

(ج) عملہ کی جانب سے اچھے اور نت نئے خیالات پیش کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

(د) عملہ کی جانب سے کی گئی کوششوں کی سراہنا کی گئی۔

(ھ) عملہ میں یہ خیال جاگزیں کرایا گیا کہ وہ جو کچھ کام انجام دے رہے ہیں وہ ان کی اپنی اصلاح ہے اور ساتھ ہی ساتھ انتظامیہ کو عوام کی نظر میں مقبول بنانا ہے۔

(و) کلیکٹوریٹ اور دوسرے محکمہ جات وسائل بڑھانے جیسے محکمۂ رفاہ عامہ وغیرہ کے اور اس طرح ماحولیاتی اصلاح پذیری کے کام کی انجام دہی کرنا بھی شامل کیا گیا۔

کلرک، پبلک رابطہ میں اصلاح:-

بڑھتی ہوئی ترقیاتی سرگرمیوں کے پیش نظر یہ محسوس کیا گیا کہ مختلف قسم کے عوام دفتروں کے عملہ سے رابطہ کے خواہاں

اُٹھنے بیٹھنے کے لیئے نئے ٹیبل کرسی کی نئی ترتیب کی بنا، یہ عملے کو کئی سہولتیں حاصل ہوئی ہیں۔
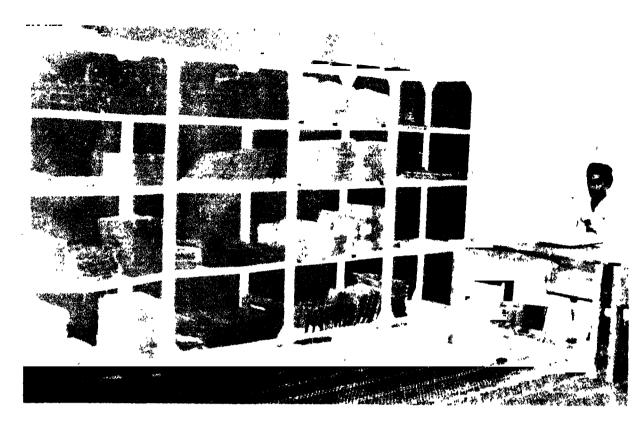
لاتور ڈسٹرکٹ دفتر کا ایک منظر۔

ہوتے ہیں۔ وہ یا تو عوام کے نمائندے یا ٹھیکیدار یا بزنس مین یا عام آدمی ہوتے ہیں۔ عوام کا متعلقہ کلرک سے ملنے کے عام رجحان سے دفتروں میں شور وغل اور گڑبڑ جیسا سماں پیدا ہو جاتا ہے اسے صحیح ڈھنگ پر لانے کی ضرورت ہے۔ ملاقاتیوں کو اطمینان بخشنے اور متعلقہ کلرک کے توسط سے ان کے معاملات کو نپٹانے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے گئے۔

(الف) اس سلسلے میں عام آدمی کی ضروریات اور ان کے کام کی انجام دہی میں پائی جانے والی دشواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کے حالات کا مطالعہ کیا گیا۔ اس مطالعہ کی بنیاد پر عملے کے بیٹھنے کی جگہوں کو از سر نو متعین کیا گیا۔ تمام عملہ کو ایک قطار میں ایک طرف چہرہ کئے ہوئے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا

(ب) ہر متعلقہ عملہ کے ممبر کو یکساں نوعیت کا ایک چھوٹی میز اور ایک کرسی مہیا کی گئی۔

(ج) ہر میز پر کاغذات کی ترتیب انڈورسن کے رائج کردہ طریقہ سے چھ بنڈلوں میں کی گئی۔ اور غیر متعلقہ کاغذات کو ہٹا دیا گیا۔

(د) ہر کمرہ میں ہوا اور روشنی کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا۔

(ہ) ملاقاتیوں کے لئے خصوصی طور پر احاطہ بندی کا انتظام کیا گیا۔ اور اس طرح وہ صرف متعلقہ افسر انچارج سے ہی ملاقات اور رابطہ پیدا کرنے کے قابل ہو گئے۔

(و) برانچ کے افسران کے لئے آر پار دیکھے جانے والی کانچ والا کیبن نما احاطہ دیا گیا تاکہ وہ اپنی برانچ کے کاموں پر نظر رکھ سکیں۔

(ز) کچھ مخصوص خدمات کے لئے جیسے لائسنسوں کی تجدید اور اجراء کے لئے ایک کاؤنٹر سسٹم اپنایا گیا جہاں سے ایک شخص اپنے تمام معاملات کے بارے میں بات چیت کر سکتا ہے اور ایک میز

بہت سے معاملات صرف اس لئے التوا میں پڑ جاتے ہیں کہ ان معاملات کو نمٹانے کے لئے متعلقہ احکامات، سرکولر اور قوانین دستیاب نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات کئے گئے۔

(الف) جریدوں اور رجسٹر وغیرہ کی تجدید۔
(ب) رائج احکامات، فائلوں وغیرہ کو ہموار بنایا گیا۔
(ج) ڈیسک مینوئل اور نئی فائلوں کو تیار کیا گیا۔ اور
(د) فائلوں کو فہرست کی صورت میں لکھا گیا اور انھیں سال بہ سال نمبر وار رکھا گیا۔

ایسا محسوس کیا گیا ہے کہ کام کے دوران الماریوں میں رکھی گئی فائلیں نظروں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ اس لئے کاغذات کو آگے بڑھانے یا ان کے سلسلے میں مختلف کارروائیاں کرنے میں کبھی کبھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے جہاں جہاں ممکن ہوا کھلے ریکوں (RACKS) سے ایسی الماریوں کو بدل دیا گیا۔

عوام کی پہنچ میں مختلف قسم کے ریکارڈوں کو لانے کیلئے ضلع کے ریکارڈ کمرے کی از سر نو ترتیب بندی کی گئی اور غیر ضروری کاغذات کو ہٹا دیا گیا۔ ریکارڈ روم میں اچھی روشنی اور ہوا کا انتظام

بہتر طریقہ سے بنایا گیا اور ترتیب دیا گیا ریکارڈ روم، تاکہ کم از کم وقت میں کام انجام دیا جائے۔

نئے طرز پر بیٹھنے کے انتظامات سے جگہ کی بچت ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دفتر کی ہموار کارکردگی میں مدد ملتی ہے۔

سے دوسری میز پر دوڑ لگانے سے بچ سکتا ہے

ٹھوس اقدام:-

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جن معاملات سے عوام کا تعلق ہوتا ہے اور جس شخص کے پاس دفتر میں ایسے معاملات ہوتے ہیں ایسے شخص کو عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی میز سے بہت کم لوگ واقفیت رکھتے ہیں۔ اس سے عوام کی نظروں میں دفتر کی تمام کارروائیاں ایک معمہ بنی رہتی ہیں۔ حکومت کی کارکردگیوں کے بارے میں عوام کے دلوں میں اعتماد پیدا کرنے کے لئے ان تمام کارروائیوں کو صیغۂ راز میں رکھنے کی بجائے عوام کی نظروں میں اجاگر کرنا اشد ضروری ہے۔ مختلف معاملات جیسے لائسنسوں کی وصولی، فیئر پرائز۔ دوکانوں کے لئے درخواستیں دینا۔ آراضی کو مختلف طور پر استعمال کرنے کے لئے اجازت دینا۔ وغیرہ کے سلسلے میں طرح طرح کے کتابچے شائع کروانے کی کوششیں بھی کی گئیں تاکہ عوام مختلف طریقوں اور اپنے کاموں کو متعلقہ دفتروں میں متعلقہ میز سے انجام دینے کے بابت ان کتابچوں سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

کیا گیا۔ تمام ریکارڈوں کی از سرِ نو فہرست سازی کی گئی اور اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ کسی بھی مطلوبہ فائل کو منٹوں میں تلاش کر لیا جاتا ہے۔

بہتر کام کے حالات: یہ بات خصوصی طور پر محسوس کی گئی ہے کہ عملہ کام کرنے کے حالات اور دفتر کے اطراف کے حالات سے اپنے کام میں تیز گامی لاتا ہے اس لئے اس سلسلے میں اقدامات کئے گئے ہیں۔ بعض اقدامات یوں ہیں:

(الف) آفس کمپاؤنڈ میں دھول غبار کو دور رکھنے کے لئے تمام کھلے علاقوں کو سیاہ رنگ دیا گیا۔
(ب) کمروں پر ہلکے رنگ کا روغن لگایا گیا۔
(ج) غیر ضروری اور بدنما اور بے ڈھب فرنیچر وغیرہ کو کمروں سے ہٹایا گیا۔
(د) کمروں میں ہوا اور روشنی کا بہتر انتظام کیا گیا۔
(ہ) ملاقاتیوں اور عملہ کے ممبران کے لئے پینے کے پانی کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا۔
(و) حاجت خانوں میں پانی کا انتظام رکھا گیا تاکہ وہ ہر وقت صاف ستھرے رہیں۔

احمد نگر ضلع میں انتظامیہ کی اصلاح کا کام صرف کلیکٹوریٹ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ان اصلاحات کو دوسری ذیلی ڈویژن آفسوں میں بھی لاگو کیا گیا۔ تعلقہ کے دفتروں اور گاؤں میں واقع دفتروں میں بھی ایسی اصلاح کی گئی۔ یہ دفتر حکومت اور عام آدمیوں کے درمیان رابطہ کی اہم کڑی ہوا کرتے ہیں۔ دوسرے اضلاع کے دفتروں میں بھی جیسے جنگلات، محکمۂ رفاہ عامہ، آبپاشی وغیرہ میں بھی ایسی اصلاحات لائی گئیں۔

احمد نگر ــــ ایک مثالی ضلع

احمد نگر تجربے کی کامیابی سے عوام کی ایک کثیر تعداد پر اچھے تاثرات مرتب ہوئے۔ اس کلیکٹوریٹ میں رائج کردہ اصلاحوں سے متعلق اخبارات میں مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کئی افسران جنھوں نے ان کاموں اور اصلاحوں کے بارے میں پڑھا، وہ بھی ایسی اصلاحوں کو اپنے دفتروں میں رائج کرنے کے خواہاں ہو گئے۔ اسلئے حکومتِ مہاراشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ان اصلاحات کو مہاراشٹر کے مختلف ضلعی کلیکٹوریٹ میں مختلف مرحلوں پر رائج کرے گی۔ پہلے مرحلے کے بطور، مہاراشٹر کے چھ اضلاع ۔ ہر ایک مالیاتی ڈویژن سے جیسے ناشک، پونے، رتنا گری، لاتور، ایوت محل اور بھنڈارا، کو اس تجربے کو اپنانے کے لئے منتخب کیا گیا۔ ان اضلاع کے کلیکٹروں کو اپنے ڈپٹیوں سمیت احمد نگر ضلع کا دورہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ انھوں نے احمد نگر کلیکٹوریٹ کے ہر ایک سیکشن کا معائنہ کیا اور وہاں کام کرنے والے ملازمین اور افسروں سے گفتگو بھی کی اور اس تجربے کے مختلف پہلوؤں سے شناسائی حاصل کی۔ یہ طریقہ عموماً حکومت کے دیگر دفتروں میں اب تک رائج نہیں تھا۔ اس لئے ان پر تنقیدانہ نظر سے غور و خوض کیا گیا تاکہ آئندہ مرحلے پر اس تجربے کو اپنانے میں ہر قسم کی خامیوں کو دور کیا جا سکے۔ ان چھ اضلاع میں کام کی شروعات ۸۴-۱۹۸۳ء میں ہوئی اور بہت سے اضلاع میں اس طرح کام کی اصلاح کو سراہا گیا۔ ان چھ اضلاع میں حاصل مفید اصلاح کے پیش نظر حکومت مہاراشٹر نے اپریل ۱۹۸۵ء سے احمد نگر تجربے کی بنیاد پر دوسرے تمام ضلعی کلیکٹوریٹ میں انتظامی اصلاحات رائج کر دی۔

یہ محسوس کیا گیا کہ دوسرے دفتروں میں بھی ایسی اصلاحات رائج کرنا چاہیے جس میں منترالیہ کے محکمہ جات میں شامل ہیں احمد نگر تجربہ دوسرے تمام کلیکٹوریٹ کے لئے ایک نمونہ بن گیا ہے۔ اسی طرح منترالیہ کے دوسرے محکمہ جات میں اصلاحوں کو رائج کرنے کے لئے ایک نمونہ بنانا ضروری تھا اس لئے حکومتِ مہاراشٹر نے یہ حکم صادر فرمایا کہ منترالیہ کا ہر محکمہ کم از کم ایک ڈسک منتخب کرے جو نمونہ کے بطور ہو۔ تمام محکموں میں ایسے مثالی ڈسکوں کا انتخاب ہو چکا ہے اور دفتروں میں مقررہ میعاد میں کام پورا کرنے کے سلسلے میں کارروائیاں بھی ہو چکی ہیں، درحقیقت بہت سے دفتر ایسے مثالی بن چکے ہیں اور ان میں کاموں میں تیز گامی آ چکی ہے۔ ضلع پریشد اور پنچایت سمیتیوں کے دفتروں میں اصلاح پذیر کام کی انجام دہی شروع ہو چکی ہے۔

اس تجربے نے ملک کی دوسری ریاستی حکومت کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی ہے۔ دوسرے قومی اور بین الاقوامی ادارے بھی اس تجربے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ریاست گجرات کیرالا، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، اتر پردیش، اڑیسہ، بہار

جموں اور کشمیر، ہریانہ اور دہلی، ترقیاتی اتھارٹی، اور انڈین انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن کے نمائندوں نے بھی احمد نگر تجربہ کا معائنہ کرنے کے لئے احمد نگر کا دورہ کیا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملک کی مختلف ریاستوں سے لوگ احمد نگر تجربہ کا معائنہ کرنے آرہے ہیں جس سے متعلق انھوں نے اخبارات و رسائل میں پڑھا تھا۔ ان مضامین کو مختلف صحافیوں نے احمد نگر کا معائنہ کرنے کے بعد لکھا تھا۔ مختلف شخصیتیں جن کا انتظامیہ سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا، جیسے ڈاکٹر وی، ایم ڈانڈیکر، ڈائریکٹر گوکھلے اسکول برائے اقتصادیات، شری سیتو مادھو راؤ پاگڑی، مورخ، شری شانتی لال سومیا صدر انڈین مرچنٹس چیمبر، امریکن سفارت خانہ کے جنرل شری جوزف، شری اسپر نگر لوتھنسا ورلڈ ریلیف، شری ٹیری الی منڈ، سینٹ کلاؤڈ اسٹیٹ یونیورسٹی (یو۔ ایس۔ اے) انسٹی ٹیوٹ برائے مینیجمنٹ احمد آباد، شری بابو راؤ ڈھما لنے، قانون ساز اسمبلی کے حزب مخالف کے لیڈر، شری نریندر تڑکے (حالیہ وزیر مہاراشٹر) شری شیام بینگل۔ فلم ڈائریکٹر، شری وجے ٹینڈولکر اور شری وجے پرولکر، ممتاز مصنف اور شری رام تکوتے، وائس چانسلر پونے یونیورسٹی نے احمد نگر ضلع کا دورہ کرکے وہاں کام کرنے کے طریقوں کا معائنہ فرمایا تھا۔ اس کلکٹوریٹ کے دفتر میں رکھی ہوئی ملاقاتیوں کی ڈائری، ریاست کے مختلف اعلیٰ عہدے داران گورنر، اور وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کے ستائشی کلمات سے بھر چکی ہے۔

فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا، پونے اور آئی، ایس، آر، او، احمد آباد نے احمد نگر میں اصلاح کئے گئے کاموں پر فلم سازی کی ہے۔ شری باسو بھٹا چاریہ جو کہ مشہور فلم پروڈیوسر ہیں، نے احمد نگر تجربہ پر فلم سازی کا کام شروع کر دیا ہے۔

حکومت ہند نے احمد نگر تجربہ کی بہت ستائش کی ہے اور وہ اس طرح اصلاح پذیر کاموں کو ملک کے دوسرے علاقوں میں رائج کرنا چاہتی ہے۔ جولائی اور اگست ۱۹۸۶ء میں حکومت ہند نے ملک کے مختلف حصوں میں دو تربیتی کورسوں کی شروعات کی اور ان کورسوں کا اہتمام مہاراشٹر انسٹی ٹیوٹ برائے ترقیات انتظامیہ، پونے کے ذریعے کیا گیا۔

احمد نگر تجربے سے برآمد اچھے نتائج کی وجہ سے دوسرے

تمام دفتر اس طرح کے نمونے رائج کرنے کے خواہاں نظر آرہے ہیں۔ یہ کامیابی دراصل مقصد کی حصولی، صحیح ڈھنگ سے منصوبہ بندی اور ان پر عملدرآمد کے لئے اچھے طور طریقوں کا استعمال دستیاب عملہ، اشیاء اور مالی وسائل کا جائزہ اور ان تمام دستیاب وسائل وغیرہ کا مناسب طور پر کام کرنے کے لئے استعمال اور کلکٹر کی عمدہ رہنمائی کا اور اس کے عملے کی انتھک محنت کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔

اس تجربہ پر بعض حلقوں سے تنقیدیں بھی کی گئیں۔ ناقدین نے یہ سوال اٹھایا کہ اس تجربے سے یا اس طرح لائی گئی اصلاح سے کام میں کس قدر تیزی آئی ہے اور عوام کی کس طرح بہتر خدمت کی جا رہی ہے۔ کسی دفتر کی بہتر کارکردگی کو یا کسی سسٹم کو بہتر گرداننے کے طور طریق کو کسی ٹھوس الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا یا اس کی پیمائش نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً ایسے نظام کا معائنہ یا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا ہے اور انتظامیہ سسٹم میں اصلاح لانے کے طریقوں پر از سر نو غور کیا جا سکتا ہے۔ حکومت مہاراشٹر اصلاح کے کام کو تیز تر کرنے کا تہیہ کر چکی ہے اور اس کو ایک تحریک کی شکل دینا چاہتی ہے۔ اگر ہمیں عوام کو مکمل اطمینان بخش کام فراہم کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہے تو حکومت کی ہر سطح والے محکمے میں ہمیں بنیادی رجحان اور سسٹم میں تبدیلی لانی ہوگی۔

قومی راج کے بارے میں اپنی رائے ضرور لکھیے اور دوستوں کو خریداری کے لئے توجہ دلائیے۔
(ادارہ)

پی۔ ایم۔ راؤت
صنعتی مشیر، سندھو فارمیسی، بمبئی

"اٹھو، جاگو"

نوجوانوں کو سوامی وویکانند کی پکار

'اٹھو، جاگو اور اس وقت تک مت رکو جب تک تمہارا مقصد پورا نہ ہوجائے'
یہ وہ پیغام بیداری تھا جو سوامی وویکانند نے بھارت کے نوجوانوں کو غیر ملکی
حکومت کے ذریعے ذہنی، سماجی اور معاشی استحصال سے آزاد ہونے کے لئے
دیا تھا۔ انہوں نے نہ صرف ملک کے روحانی شعور کو ابھارا بلکہ ملک کی
سائنسی اور تکنیکی ترقی کے لئے بھی آواز دی کہ یہی چیزیں
ملک کے سماجی اور معاشی مسائل کے حل ہیں۔

سوامی جی نے نوجوانوں کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی
تربیت پر زور دیا۔ اسی لئے اس میں کوئی تعجب کی بات
نہیں کہ مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، اندرا گاندھی جیسی نامور
ہستیوں نے وقتاً فوقتاً سوامی جی کے نظریات، 'اپنی مدد آپ'،
خود پر بھروسہ کرنا، معقول اندازِ فکر اور سائنسی مزاج پر بار بار
زور دیا۔ اسی لئے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی جنہوں نے بھارت
کے نوجوانوں کی ترقی کے لئے پروگرام مرتب کرنے اور ان
پر عمل درآمد کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ۱۲ر جنوری ۱۹۸۵ء کو
جو کہ سوامی وویکانند کی پیدائش کی سالگرہ کا دن ہے، اسی روز
بین الاقوامی نوجوانوں کا سال منانے کا جو اعلان کیا وہ ایک
برمحل اقدام تھا۔

جوانی زندگی کا ایک ایسا مرحلہ ہے جب جسمانی اور دماغی
دونوں توانائیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔ یہ ایک فطری امر ہے
کہ نوجوان تبدیلیوں کے خواہاں ہوتے ہیں اور زندگی میں ان کی
بڑی آرزوئیں اور نصب العین ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری ہے
کہ ان کی توانائیوں کو تعمیری اور ملکی ترقی کی خاطر مختلف ذرائع
سے استعمال کیا جائے اور یہ خصوصاً بھارت کے سلسلے میں
سچ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پاس ۲۲ کروڑ سے زیادہ
نوجوان ہیں یعنی ۱۵ تا ۳۵ سال کے درمیان کی عمر کی تقریباً
۳۲ فی صد آبادی۔ نوجوانوں کی آبادی کی کل تعداد میں
سے تقریباً ۷۳ فی صد یعنی دیہی علاقوں میں رہنے والے
نوجوان ۱۶ کروڑ ہیں۔

۱۹۸۵ء کو 'بین الاقوامی نوجوانوں کا سال' کا اعلان
اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نوجوان سماج کے لئے
ایک چیلنج ہیں اور شاید وہ اس کے سب سے بڑے وسائل بھی
ہیں۔ اس بین الاقوامی سال کا تکونی موضوع، شرکت، ترقی اور
امن، اس چیز کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دنیا کے نوجوانوں کو اچھی
اور بامعنی زندگی گذارنے کے لئے کون کون سے مقاصد کے
لئے سعی کرنی چاہئے۔ بھارت میں نوجوانوں کے سال کے
مندرجہ ذیل خاص مقاصد ہیں:۔

[۱] نوجوانوں کے مسائل کے حل کی واقفیت کو بڑھاوا دینا۔
[۲] نوجوان جو کہ سماجی اور معاشی ترقی کا ایک اٹوٹ
حصہ ہیں، کے تعلق سے پالیسیوں اور پروگرام کو بڑھاوا
دینا۔ اور
[۳] سماج میں نوجوانوں کی زیادہ سے زیادہ شرکت
کو بڑھاوا دینا اور بالخصوص امن کی ترقی اور اسد

کا حصول اور نوجوانوں کے متعلق مسائل پر ہر سطح پر شرکت کی حوصلہ افزائی۔

بہتر ماحول

نوجوان توانائی اور طاقت کی نشانی ہے۔ ہمارے جیسے ترقی پذیر ملک میں بہتر ماحول کو بنانے کے لئے وہ ایک مثبت کردار ادا کرسکتا ہے۔ شجرکاری اور انسانی آبادی میں پودے لگانے کے پروگراموں کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے تاکہ جانداروں کی زندگی کے توازن کو برقرار رکھنے کے علاوہ لوگ زیادہ آمدنی حاصل کرنے کے قابل ہوسکیں۔ فضائی اور آبی آلودگی کو قابو میں کرنے کے لئے نوجوان ہر سطح پر نہ صرف جدید تکنیک بلکہ قانون کے ذریعے بھی کوشش کر سکتے ہیں۔ وہ کامیابی کے ساتھ غیر روایتی توانائی کے ذرائع جیسے بایوگیس، شمسی توانائی، بغیر دھوئیں کے چولہے، ہوا اور طاقت وغیرہ کے استعمال کی لوگوں میں تشہیر کر سکتے ہیں۔ وہ جنگلی جانوروں اور نباتات و پرندوں کی نایاب قسموں کو بچانے اور ان کی حفاظت کرنے میں بھی مدد کر سکتے ہیں تاکہ جانوروں کی زندگی کا توازن برقرار رہے اور اس کے لئے 'نیچر کلب' قائم کئے جائیں۔ مختلف نعرے جیسے "شہر کو صاف ستھرا رکھو"، "خوبصورت بستی، سبز بستی" پر عمل درآمد کرنے کے لئے نوجوان سب سے بڑی طاقت کا ذریعہ ثابت ہوں اور جھونپڑ پٹیوں اور دیہاتوں میں صحت افزا ماحول پیدا کریں۔

روزگار

ملک کی ۷۵ فی صد سے زائد آبادی گاؤں میں اور تقریباً ۴۰ فی صد لوگ غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کرتے ہیں خشک سالی، سیلاب اور دوسری قدرتی آفات جو بار بار آتی رہتی ہیں زمینوں کی غیر متناسب تقسیم، تکنیکی علوم کی ناکافی واقفیت نے بے روزگاری اور ناقص روزگاری کو جنم دیا ہے۔ اس کا ایک حل تو یہی ہے کہ نوجوانوں کو مختلف کاروبار میں ٹریننگ دے کر مناسب روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ وہ ملازمت کی تلاش میں شہری علاقوں کا رخ نہ کریں اور اپنی زندگی کو ابتر نہ بنائیں۔ مستقبل کی نئی تعلیمی پالیسی جو تعلیمات میں روزگار کرنے اور جدیدیت پر زور دیتی ہے۔ وہ بے روزگاروں کے لئے یقیناً راحت کا باعث بنے گی کیونکہ "خود روزگار" تکنیکی اداروں میں ٹریننگ کی اچھی کوالٹی اور عورتوں اور معذور نوجوانوں کے لئے خصوصی ٹریننگ کے اداروں کے قیام کے ساتھ وقت کی ضرورت بنے گا۔ اس کے علاوہ نوجوانوں کو مختلف اونچی اسامیوں کی صلاحیت اور بڑے کاموں کو ہاتھ میں لینے کی صلاحیت کے بارے میں معلومات اور کافی مالیاتی مدد اور بہت ساری دیگر سہولتیں ان کو خود روزگار بنانے کے لئے دی جائیں گی۔

کاٹیج اور دیہی صنعتوں کو مضبوط کرنے پر نوجوان گھریلو عورتیں اپنی خاندانی آمدنی کو بڑھا سکیں گی۔ کسانوں کو نئی تکنیک میں مسلسل ٹریننگ ایک مزید کارآمد چیز ہوگی جس سے نوجوانوں کو نئے نئے روزگار کے مواقع حاصل ہوں گے۔

سماجی ذمہ داری

نوجوانوں کی سماجی اور معاشی تبدیلیوں کو تیز تر کرنے کے لئے ایک محوری کردار ادا کرنا پڑے گا۔ انہیں نہ صرف چھوت چھات کو ختم کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارنا ہوگا بلکہ سماجی برائیاں جیسے جہیز، نسل پرستی، بچوں کی شادی، شراب نوشی اور منشیات کا استعمال وغیرہ کو بھی ختم کرنے کی کوشش کرنی ہوگی اور خود کو سماجی انصاف اور عدم مساوات کی گہری نیند سے خود کو بیدار کرنا پڑے گا۔ ہمارے بڑے مصلح جیسے گاڈگے مہاراج، مہارشی کروے وغیرہ نے اس کے لئے جنگ کی ہے نہ صرف یہ کہ غیر قوم میں اور دوسری ذاتوں میں شادیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ ان کے روپئے پیسے سے مدد کی جائے تاکہ اندرونی یکجہتی برقرار رہے۔ سماجی قوانین جیسے جہیز اور نشہ بندی کو صرف قانونی الماریوں میں ہی سجا کر نہ رکھا جائے بلکہ ان کا سختی سے نفاذ کیا جائے۔ اگر غیر شادی شدہ مادریت تسلیم کرلی جائے تو نوجوانوں کے غلط راہ پر گامزن ہونے کے مسئلے کو ختم کیا جا سکتا ہے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ نوجوانوں کی غلط روش، منشیات کا استعمال اور شراب نوشی یادِ پارینہ بن جائیں۔ الغرض ایک سماج شناس نوجوان سیکولرازم، جمہوریت اور سوشلزم کو قائم کرسکتا ہے جو کہ ہمارے آخری نصب العین ہیں۔ اس سے انہیں بھارتی کہلانے اور اپنے ملک کے ناتے پر فخر محسوس ہوگا۔

یں ہے۔ چند دیگر انعامات حاصل کرنے
ے 'پولیین' گجرات (ریاستی حکومتوں
ے درجے میں) لارسن اینڈ ٹوبرو
پرائیویٹ انڈسٹریز) اور کھادی اینڈ
لیج انڈسٹریز کمیشن (پبلک انڈرٹیکنگ)

شری مرلی دیورا، ایم۔ پی، مہاراشٹر کے ڈپٹی ڈائریکٹر برائے نمائش شری رمیش وانگاڈیکر کو شیلڈ دیتے ہوئے یہ شیلڈ مذکورہ نمائش میں ریاستی حکومتوں کے درجے میں حکومت مہاراشٹر کو "بہترین پویلین" کے لئے انعام حاصل کرنے پر دیا گیا۔

مہاراشٹر پویلین کی جھلکیاں

مہاراشٹر کے چیف سکریٹری
شری مہاچند رپشکمر "مہا...
کا معائنہ کر رہے ہیں۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی، روایتی دیپ جلا کر "کانگریس صد سالہ نمائش" کا افتتاح کر رہے ہیں

مہاراشٹر پویلین، کا بیرونی منظر

مہاراشٹر کے وزیر صنعت، شری سدھاکر راؤ نائیک، مرکزی وزیر برائے پارلیمانی امور شری سیتا رام کیسری، "مہاراشٹر پویلین" میں۔

"قومی نواجوانان ہفتہ" کے دوران
اوپر :- این۔سی۔سی کیمپ اکولہ میں حصہ لینے والی لڑکیاں
اور
نیچے :- جسمانی کرتب اور کسرتی جسم کے مقابلے میں حصہ لیتے ہوئے نوجوان۔

ترقیاتِ بالذات

قومی اسپورٹس پالیسی کے ذریعے نوجوان مختلف کھیلوں اور کھیلوں کے مقابلے میں شرکت کر کے جسمانی طور پر صحت مند اور دماغی طور پر چاق و چوبند رہ کر اپنی خودی کی ترقی کر سکتا ہے۔ کھیل کے میدانوں کی تعمیر اور ان کی ترقی نوجوانوں کو مختلف کھیلوں میں شرکت کرنے کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے بچوں کو کھیلوں میں شرکت کرتا ہوا دیکھنا نوجوانوں کے لئے خودی کی ترقی کا باعث بنے گا۔

ٹریننگ میں یک جہتی

اس کے علاوہ نوجوانوں کو ترغیب دی جا سکتی ہے کہ وہ ان پروگراموں میں شرکت کریں جن میں ان کے فائن آرٹس اور ثقافت کی تصویر کشی کی گئی ہو۔ گاؤں کے آرٹس، گاؤں کے نغمے، ڈرامے۔ آرٹس اور کرافٹ کے قدیم طرز کے نمونے قومی یک جہتی کو فروغ دینے میں بڑے کار آمد ثابت ہوں گے جن کے ذریعہ مختلف گروہوں میں مفاہمت بڑھے گی اور اس طرح یہ اپنے پروگرام کو تیار کرنے کی بنیاد پر ڈرامہ تھیٹروں میں یا تہواروں کے موقعوں پر دکھا سکیں گے۔ آل انڈیا ریڈیو اور ٹی۔وی اس قومی یک جہتی کو بڑھانے کے لئے ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

لوگوں کی صحت اور بہبودی

لوگوں کی صحت ایک دوسرا موضوع ہے جسے نوجوان اپنا سکتے ہیں۔ صحت کے وسائل کی ترقی کی نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ نوجوان صحت کی نگہداشت کی حوصلہ افزائی کے لئے مسلسل کوشش کر سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کے بنیادی صحت کے مسائل، صحت کی تعلیم اور فرسٹ ایڈ کے طریقوں کے ذریعے حل کر سکتے ہیں۔ وہ بیماریوں سے بچاؤ اور خون جمع کرنے کی مہم میں خود کو مصروف رکھ سکتے ہیں۔ جراثیم سے پاک پینے کا پانی، فضائی صفائی غذائیت، خاندانی منصوبہ بندی کی تعلیم اور بچوں کی بہبودی وغیرہ ان کے نصب العین ہونے چاہئیں۔ اگر نوجوانوں کو آبادی سے متعلق ٹریننگ دی جائے تو وہ خاندانی منصوبہ بندی اور خاندانی بہبود کو کامیاب بنانے کے لئے کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

قومی یک جہتی

" قومی یک جہتی " جو آنجہانی وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو بہت پیاری تھی اسے نوجوان مختلف ذرائع سے کامیابی کے ساتھ نبھا سکتے ہیں۔ مذہبی، لسانی اور علاقائی اختلافات قومی یک جہتی کے لئے رُکاوٹ بنتے ہیں۔ اس کے لئے پورے ملک میں بہت سارے کیمپ این ایس ایس، این سی سی اور " این یو " کے کی مدد سے لگائے جا سکتے ہیں تاکہ نوجوانوں میں باہمی مفاہمت، دوستی امن اور ہم آہنگی کو فروغ ملے۔ نوجوانوں کے بین الریاست تبادلے سے یک جہتی کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔ بین مذہب اور بین عقیدہ سیمنار سے مناسب سمجھ بوجھ، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی قوت کو فروغ ملے گا۔
۱۲ر جنوری کو یعنی دویکانند کی پیدائش کی سالگرہ کے دن جو " قومی دن " منایا گیا۔ اس کے برق رفتار اثرات تمام نئی نسلوں پر پڑے۔ بڑے فلاسفر سوامی دویکانند نے نوجوان بچوں کو یوں ہی نہیں مشورہ دیا کہ " اگر گناہ کوئی لفظ ہے تو وہ ہے کمزوری، کمزوری موت میں پوشیدہ ہے۔ یہ اپنشد کا سب سے بڑا سبق ہے۔ خوف سب سے بڑا گناہ ہے۔ خوف برائی، گریہ اور تاسف کو جنم دیتا ہے۔ آج ہمارے ملک کو فولادی عضلات اور اسٹیل کے رگ و ریشے کی ضرورت ہے تاکہ ہر طاقت کا مقابلہ کر سکیں حتیٰ کہ انہیں سمندر کی تہہ تک جا کر موت کے منہ میں کیوں نہ جانا پڑے۔"
اس لئے سوامی دویکانند کی تعلیمات کو ملک کی سماجی، سیاسی اور معاشی برائیوں کے لئے اکسیر اعظم سمجھا جا سکتا ہے۔
(ترجمہ: سید روشن عبدالقادر)

مضمون نگار حضرات سے

گذارش ہے کہ صرف غیر مطبوعہ تخلیقات کاغذ کے ایک ہی طرف لکھ کر مرحمت فرمائیں۔ مسودہ صاف ستھرا ہو تاکہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔
آخر میں اپنا نام و پتہ پن کوڈ ضرور تحریر فرمائیں۔ (ادارہ)

سرکاری انتظامیہ میں کمپیوٹر کا استعمال

ٹیکنولوجیکل ترقی اور سماجی طور پر اسے قبول کر لینا دونوں ہی باتیں ایک جیسی اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ ربط بھی بڑا عجیب ہے۔ ایک طرف تو سماجی ماحول ہی ٹیکنولوجیکل ترقی کی مانگ کرتا ہے تو دوسری طرف بے حد دقیانوسی سماج میں ٹیکنولوجی کی ترقی قابلِ قبول نہیں ہوتی اس لئے جہاں نئی ٹیکنولوجی کو فوری طور پر قبول کر کے عمل میں لانا چاہیئے وہیں اِس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اسے سماجی طور پر قبول کیا جا رہا ہے یا نہیں؟

انتظامیہ میں ٹیکنولوجی کا استعمال یا فیصلے کرنے
لیے نئی ٹیکنولوجی کی ضرورت کے لئے بالکل صحیح اداد وشمار
ل کے ذریعے متعلقہ معلومات) چاہیئے موجودہ مواصلاتی
ور تربیت دینے کے اعلیٰ ٹیکنولوجیکل طریقوں سے فیصلے
یں مدد ملتی ہے مثلاً INSAT کو شروع کرنے کا مقصد
ن کے لیے اس کا استعمال تھا اور اس کے لیے زرعی زمین
رجات آبپاشی سائیکلز وغیرہ کا اعداد وشمار حاصل کرنا ضروری
چنانچہ نئی ٹیکنولوجی سے اعداد وشمار حاصل کرنے کے بعد
ں پر عمل آوری میں سہولت ہوتی ہے۔

ایک زمانہ وہ بھی تھا جب سماجی اہمیت کی نوعیت کے
م فیصلوں کے لئے معمولی تعداد میں یا کسی ایک سیکشن کا اعداد
جمع کر کے نتیجہ اخذ کیا جاتا تھا مگر آج مواصلاتی نظام میں اتنی
بہتری آگئی ہے کہ اعداد وشمار کی فراہمی میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ آج کل ان تمام اعداد وشمار کو الیکٹرونیکل کے ذریعے اطلاعات میں بدلا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے دور کو اطلاعاتی دور بھی کہتے ہیں۔ ایک بکس طور پر کمپیوٹر کے ذریعے حاصل شدہ معلوماتی نظام پرانے طریقے کی بہ نسبت کافی بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں غلطیوں کا خطرہ دور ہو جاتا ہے۔ اور اسے ادارے کے مختلف درجوں میں استعمال میں لایا جا سکتا ہے تیسرے یہ کہ ایک ہی اعداد وشمار کے سیٹ سے ہم مختلف قسم کی رپورٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ کمپیوٹر کے ذریعے انتظام کو چلانے میں گڑبڑ کا خطرہ نہیں ہوتا اور مختصراً رپورٹ نیز تفصیلی رپورٹ حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی

ج

خصوصی رپورٹ ضروریات کے مطابق بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

ایک اچھے طریقہ سے چلائے جانے والے کمپیوٹرائز مینیجمنٹ انفارمیشن طریقہ اعداد و شمار پر مبنی مینیجمنٹ طریقہ کار کی ضرورت رکھتا ہے۔ اعداد و شمار اور کچھ نہیں بلکہ نہایت نفیس طور پر جمع کی گئی فائل ہے۔ جو تمام ریکارڈ جمع کرلیتی ہے اس طرح استعمال کرنے والوں کے لئے کمپیوٹر فی الفور اطلاعات فراہم کرتا ہے۔

ہندوستان میں الیکٹرانک اعداد و شمار پروسسنگ اور مینیجمنٹ میں مخصوص انفارمیشن سسٹم کا مختلف سیکٹروں میں استعمال یا پھر سرکاری انتظامیہ میں ہی اس کا استعمال معاشی وجوہات کی بنا پر ہی ہے۔ البتہ موجودہ چند مہینوں میں اس طریقہ کار میں تبدیلی رونما ہوئی ہے۔

کمپیوٹر ایم آئی ایس برائے انتظامیہ

حکومتِ ہند کی نومبر ۱۹۸۴ء میں کمپیوٹر پالیسی میں نرمی یا ترمیم کرنے کے باعث نیز اعلیٰ و معیاری مائیکرو اور منی کمپیوٹر جو کہ زیادہ مہنگے نہیں۔ ان کی فراوانی نے حالات میں کافی تبدیلی پیدا کی ہے

اطلاعاتی طریقہ کار میں حکومت مہاراشٹر نے کمپیوٹروں کی مدد کو بے حد مفید جانتے ہوئے انتظامیہ کے لئے کمپیوٹرائز مینیجمنٹ سسٹم کی عمل آوری کا فیصلہ کیا ہے۔ زیادہ تر محکمہ جات کمپیوٹرائز طریقہ کار سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

انتظامیہ میں کمپیوٹر کے استعمال کو تقریباً دس سال ہوچکے ہیں۔ اکونومکس اسٹاٹسٹک بیورو نے اپنے اسٹاٹیکل رپورٹنگ طریقہ کار کو کمپیوٹرائز کرلیا ہے لیکن تکنیکی و سماجی و معاشی وجوہات کی بنا پر یہ طریقہ زیادہ نہ پھیل سکے۔ پچھلے چند برسوں میں اس سلسلہ میں کافی تبدیلی کی گئی ہے خاص طور سے نومبر ۱۹۸۴ء کے بعد سے کمپیوٹر سروس کو سستا بنانے کی کوشش کی بنا، زیادہ فروغ نہ پاسکا۔ اس لئے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ مختلف محکمہ جات کے انتظامیہ سے متعلق اطلاعات مستقبل میں کمپیوٹر سے ہی حاصل کی جائیں گی۔

ایک مرتبہ اس طریقہ کار کو اپنا لیا گیا تو اس سلسلے میں دوسرا اہم قدم یہ ہوگا کہ ہر ضروری نکتہ پر جہاں کہ اعداد و شمار جمع کیا جاتا ہے کمپیوٹر کو نصب کیا جائے یعنی ڈسٹرکٹ اور تحصیل کی سطح پر بھی کمپیوٹر لگائے جائیں۔ اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ درمیانی سائز کے مائیکرو کمپیوٹر ضلعی کلکٹریٹ پر اعداد و شمار جمع کرنے میں بے حد معاون ثابت ہوئے ہیں اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ ضلعی سطح پر کمپیوٹر کا استعمال سنہ ۱۹۸۶ء سے ہونا شروع ہوجائے گا۔ مختلف اضلاع میں اعداد و شمار جمع کرنے کے بعد اسے ہیڈ کوارٹرز پہنچایا جائے گا جو کہ میگنیٹک ڈسک کی شکل میں ہوگا اور جس میں اعداد و شمار جمع ہوں گے۔

دوسرا اہم قدم ان تمام کمپیوٹروں میں ربط قائم رکھنا ہے تاکہ اطلاعات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکے اور کمپیوٹر مشینوں کا ایک جال سا بچھ جائے گا۔

الکٹرونک کے محکمے نے قومی اعداد و شمار مواصلاتی جال (این آئی سی این ای ٹی) کی تشکیل کے فیصلے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح ایک مرکز تیار ہوگا جو بڑے پیمانے پر اعداد و شمار فراہم کرے گا۔

اس طرح بمبئی اور دیگر ضلعی ہیڈ کوارٹروں میں لگے ہوئے کمپیوٹر نیشنل انفارمیشن سینٹر این آئی سی این ای ٹی سے منسلک ہوں گے۔

آج کل اس قسم کے ملے جلے مینیجمنٹ انفارمیشن سسٹم کو بنانا نسبتاً زیادہ آسان ہوتا ہے مگر دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ اوّل ملازمین پر اس بات سے ہونے والے اثرات اور دوم اس کی عملی آوری۔ اس سلسلے میں محض اسی سال کے اعداد و شمار نہیں بلکہ پچھلے ۱۰ — ۱۵ سالوں کا اعداد و شمار جمع کرنا چاہیے اس لئے اگر درخواستوں کا انبار لگ جائے تو اسے دور کرنے کے لئے اہم کیسوں کو فوقیت دی جائے۔ اور انھیں کو پہلے چھانٹا جائے جس کے لئے ملازمین میں کم از کم ۱۲۰۰ ملازمین کو کمپیوٹر سسٹم میں پیشہ ورانہ تربیت دے کر کمپیوٹر نظام کو چلایا جائے۔

سرکار نے اس سلسلے میں تربیتی ادارہ جات قائم کرنے کے لئے اقدام کئے ہیں۔

کمپیوٹر ہمارے سامنے ہے اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ سماج کی بہتری کے لئے ان کا کس طرح استعمال کرتے ہیں تاکہ ٹیکنولوجی کے ذریعے بہتر سے بہتر کارکردگی پیدا ہوسکے۔ اور پورے سماج کا فائدہ ہوسکے۔

عدالتی اصلاحات

سماجی و اقتصادی ترقی کے لئے محرکات

" قانون بادشاہوں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ بہت زیادہ سخت اور بادشاہ سے زیادہ طاقت ور۔ ایک شہنشاہ کی طرح قانون سے زیادہ کوئی قوی تر نہیں ہوسکتا جس کی مدد سے ایک ناتواں بھی ایک توانا پر غالب آجاتا ہے"
(اپنشد)

عدالتی اصلاحات کا نچوڑ اور مقصدیہ ہیکہ

ایک عام آدمی اور سوسائٹی افادیت حاصل کرے اور انسانی قدر وقیمت اور آزادی سے ہمکنار ہو۔ دستور ساز اسمبلی کی معمولی ترمیمات کے بعد اپنے دستور کی تمہید ہی ترقی کے مواقع بھکم پہونچاتی ہے اور مساوات عطا کرتی ہے۔

جب تک ہم سوسائٹی کی خامیوں پر نظر نہ رکھیں اور
تک سوسائٹی میں عزت کا خیال نہ کریں اس وقت تک
ماجی انصاف اور عدالتی اصلاحات پر بحث و مباحثہ کسی
یت کا حامل نہیں ہوسکتا۔ عوام کی کثیر تعداد اتنی تباہ
زندگی گذار رہی ہے کہ وہ انسانی وقار کو قائم نہیں رکھ سکتی
زندگی گذارنا تو دور کی بات ہے۔ اپنی جمہوری پالیسی کی یہ
اچھی علامت نہیں ہے کہ 35 سال کی سیاسی آزادی کے
ی ہم اپنی آزادی کو ایک مستحکم اقتصادی حقیقت میں تبدیل
کرسکے۔

سماجی تبدیلیاں اور نئے مسائل

فی الحال ججوں کو انسانی حقوق، اقتصادی ترقی، سماجی
یاں اور حالات کی نزاکت جیسے مسائل درپیش ہیں۔ آج کی
سائٹی ٨۰ فیصدی غربا پر مشتمل ہے۔ جہاں تک انصاف
لق ہے ملکیت اور طریق عمل عوام سے کم اہمیت کے حامل
۔ ناانصافی اس وقت ظہور پذیر ہوتی ہے جب غیر مساوی
ادی کا درجہ دیا جاتا ہے۔ انصاف اور قانون میں جو طریقے

آج کل مروج ہیں وہ غربا کے لئے غیر موزوں ہیں ایک معمولی آدمی مثلاً مزدور یا کسان اپنے معاملات کے لئے وکیل کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ انصاف کے لئے زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرسکتا۔ ایک خاوند اور بیوی سے جو آپس میں نباہ نہیں کرسکتے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا مزید وقت حصول حقوق یا طلاق حاصل کرنے میں ضائع کریں، ایک آدمی جو بدقسمتی سے کسی شدید حادثہ کا شکار ہوگیا ہو حق معاوضہ اور اس کے حصول کیلئے سالہا سال انتظار نہیں کرسکتا۔ ایک معمولی انسان کو محض اس وجہ سے قانون کی افادیت سے متروک نہیں کیا جاسکتا کہ وہ قانون کے مطابق شہادتیں پیش کرنے کی حیثیت میں نہیں ہے۔

بنیادی اصول

اشاراتی اصول سماجی و اقتصادی کے محرک سمجھے جاتے ہیں دستور ہند کے حصۂ چہارم میں آرٹیکل اے ۳۹ کی تشکیل محض اس وجہ سے کی گئی تھی کہ حکومت خصوصاً محکمۂ عدلیہ کے ذریعے سماجی انصاف کی رکھوالی کرسکے۔ اس کے مطابق سرکار اس بات کا خیال رکھے گی کہ بذریعہ قانونی کارروائی مساوی بنیادوں پر انصاف کی

جانب قدم اٹھایا جائے خصوصاً قانون میں اس قسم کی ترمیم کی جائے کہ قانونی امداد مفت حاصل ہوسکے اور وہ بھی اس یقین کے ساتھ کہ مالی یا دیگر کمزوریاں حصولِ انصاف میں رکاوٹ نہ ہونگی۔ ان بنیادی اصولوں کا مقصد سماج کی از سرِ نو تنظیم ہے اور ہندوستانی عوام کو ایک طویل طویل جمود سے چھٹکارا دلوانا۔ اس آرٹیکل کو طریق انصاف سے سماجی انصاف کو منسلک کرنے کا اقدام تصور کرنا چاہئے۔ بغیر عوام کے استعمال اور حصولِ افادیت کے جمہوری پالیسی میں قانون اور کچہریوں کو دور آزمائش سے گذرنا ہوگا۔ ویسے بھی بعض عوامی رہنما الزام لگاتے ہیں کہ قانون اول درجہ کے لوگوں کی افادیت پر منطبق ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے خیالات کی تصحیح کریں اور مقاصد کو تبدیل کریں تاکہ وکلاء اور قانونی طریقِ عمل دستوری انقلاب کے گرد گردش کریں۔ بدقسمتی سے ہم قدیم آوازوں پر لبیک کہتے ہوئے اس قانون پر عمل کرنا چاہتے ہیں جو عدم تخلیق ہے اور قرونِ وسطیٰ سے متعلق جس کی تشکیل ہر گز اس لئے نہیں کی گئی تھی کہ جس سے 700 ملین افراد کی حقوق کا تحفظ کیا جاسکے یہ ہمیں بے محل اور غیر متعلق بنا دیتا ہے اور بحیثیت صاحب قانون ایک وکیل کو ناگزیر بنانے کے لئے اپنی ہر کوشش انسان دوستی پر منطبق قانون پر ہونی چاہئے۔ جب ہم متعدد تنازعات کا تصور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں وکلاء اور ججوں کی تعداد نسبتاً معمولی ہے اس لئے ہم عوام سے وابستہ سماجی بنیاد پر انصاف کی باقاعدگی کے خواہاں ہیں۔

انسانی حقوق

عدالتی اصلاحات کا حوالہ دیتے ہوئے سپریم کورٹ کے جسٹس کرشنا آئر نے کہا ہے کہ ہم انسانی حقوق کے دھماکہ خیز دور میں ہیں اور قومی اور عبوری کارناموں سے گذر رہے ہیں۔ بحیثیت ججوں اور وکلاء کے یہ ہمارے لئے باعث تشویش ہونا چاہئے کہ ظاہری تناقص صاف ہوجائے اور عوام کو سماجی انصاف حاصل ہو۔ ہمارے بنیادی اصول اور حقوق زبانی جمع خرچ نہیں ہیں بلکہ دستور اور قوم کے درمیان عہد و پیمان ہیں۔ ہمارے بنیادی حقوق کے حصے میں اسٹیٹ پالیسی کے اشاراتی اصول کے ساتھ آفاقی انسانی اصولوں کا اعلان پڑھا جائے۔ سپریم کورٹ نے خصوصی طور پر تسلیم کیا ہے کہ حصہ سوم (Part-III) حصہ چہارم (Part-IV) سے برتر نہیں ہے لیکن ملکیت والے طبقہ کے محنت کش طبقہ میں پروپیگنڈے کی وجہ سے اس قسم کے غلط العوام فصیح عقائد مشکل ہی سے معدوم ہوتے ہیں۔ مساوی افراد میں متحرک مساوات کا حق اس تنگ توازن سے وسیع تر ہے جو مساوات کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے جس کو ملک کی سب سے بڑی کورٹ کی نیم دلانہ قبولیت حاصل ہے۔ مساوات کے محرکات کے تیقن میں مساوی کرنے کا طریق عمل اور غرباء کا اونچی سطح پر لانا شامل ہے۔ شیر اور بکری مساوی نہیں ہیں اور شیر و بکری کو ایک دوسرے کے برابر کہنا حماقت ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ دستور میں ایسا طریق عمل متعین کیا جائے جس کے ذریعہ غربت ہٹائی جاسکے۔ زمین کی تقسیم کی جائے، دولت کا کسی ایک جگہ جمع نہ ہو اور ملک کے ذرائع آمدنی کی مساویانہ تقسیم ہو۔ دستور میں انسانی حقوق کے جذبہ پر مبنی اس ایک نئی اسکیم کا تصور کرتا ہوں جس میں جمہوری عدلیہ علاج کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ دنیا سے عدلیہ میں دستور کے تحت ہمارے ملک کی کورٹ کو ایک خصوصی درجہ حاصل ہے جو بالکل انوکھا ہے۔ یہ ملک کی نگہبان ہے۔ غرباء اور بےکس لوگوں کے حقوق کا تعین کرتی ہے اور انتظامیہ کے کنٹرولر کے طور پر کام کرتی ہے۔ اس طرح ہمارے یہاں کے ججوں کو غیر ممالک کے ججوں سے زیادہ اہم اور حساس رول ادا کرنا پڑتا ہے۔ اہم یہ کہ میں بھی قانون میں انقلاب لایا گیا اور ججوں کو طرز زندگی کے سدھار میں ایک حصہ دار بنایا گیا۔ جب لوگ رشوت ستانی، مالی خرد برد، جانبدارانہ رویہ اور طاقت کے ناجائز استعمال کی شکایت کرتے ہیں۔ تو یہ کورٹ کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کا ایک مطالبہ ہوتا ہے اور اطمینان حاصل کرنے کا ذریعہ۔

مشترکہ کانفرنس

مسئلہ کی نزاکت اور خصوصیت کا خیال کرتے ہوئے وزرائے اعلیٰ، قانون کے ریاستی وزراء، ہائی کورٹ کے چیف جسٹس، ان سب کے اشتراک سے اپنی قسم کی ایک پہلی کانفرنس طلب کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ متعدد مقدمات جو کورٹوں میں فیصلوں کے منتظر پڑے ہیں کیسے کم کئے جائیں۔ ساتھ ہی ساتھ کورٹ کے طریق عمل کو بھی سیدھا سادا بنانا زیر بحث تھا۔ قانون میں اصلاحات کے علاوہ یہ بھی زیر بحث تھا کہ قابل جج کس طرح حاصل کئے جائیں۔ یہ مشترکہ کانفرنس ۳۱ اگست سے پہلی ستمبر ۱۹۸۵ء نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے ہمارے پرکشش اور نوجوان وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے اس بات کی

یاد دہانی کرائی کہ اپنے یہاں کی عدالتیں دنیا میں سب سے زیادہ خود مختار ہیں اور مزید کہا کہ ملک کے قانون میں بالغ نظری وسعت ، اور گہرائی ہے۔ اب صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ حقوق نسلوں اور محسوب جہات کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اس کو عمل میں لایا جائے۔ انھوں نے کہا کہ میرا خیال ہے حکومت اور محکمہ عدلیہ میں کوئی بنیادی تفریق نہیں ہے۔ محفوظ سرمایہ کی طرح مقدمات کے انبار کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے امید ظاہر کی کہ کانفرنس کچھ ایسے طریقوں کی نشاندہی کرے گی جن سے ان مقدمات کے مسئلہ کو حل کیا جا سکے۔ اور ایسا طریق عمل بنائے گی جس سے مستقبل میں پھر مقدمات کا ڈھیر نہ جمع ہو۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ کورٹوں کی تعداد کے مسئلہ کا بھی حل کرنا ضروری ہے اور اس انداز پر عمل کیا جائے جس سے عدلیہ سیاسی اثرات اور قانونی رکاوٹوں سے بے نیاز ہو کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔ بیرون صوبے سے چیف ججوں کے تقرر کے سلسلہ میں وزیر اعظم نے کہا کہ اس پالیسی میں نقصانات سے زیادہ فوائد ہیں۔ تبادلہ کے نتائج کے مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے وزیر اعظم نے اس پر زور دیا کہ گورنمنٹ کو مکان اور بچوں کی تعلیم کے لئے مناسب سہولتیں مہیا کرنی چاہیئے اور یہ ہر حالت میں ہو کیونکہ جج کو اپنے پیشہ کی سمت طبع آزمائی کے لئے وقت اور چھوٹی چھوٹی پریشانیوں سے چھٹکارا ملے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ان کے تمام مسائل خاطر خواہ حل کئے جائیں خواہ وہ مکان کے ہوں تنخواہ کے ہوں کہ الاؤنس کے، گورنمنٹ فنڈ کے ان عظیم رقوم کا حوالہ دیتے ہوئے جو مقدمہ بازی سے جامد ہو گئی ہیں — وزیر اعظم نے تشریح کی کہ اس طرح غربا کو نقصان نہیں ہوا ہے، بلکہ بڑے بڑے صنعت کاروں اور متمول کمپنیوں کو جن کی مالی حالت طول طویل مقدمات کی پیروی کر سکتی ہے۔

مرکزی وزیر قانون و انصاف عزت مآب اشوک سین نے ججوں کے لئے تربیتی ادارہ کی تجویز پیش کی۔ یہ درس گاہیں ججوں کے لئے جدید طرز پر تدریس اختیار کرے گا نہ صرف ان کے تقرر کے وقت بلکہ دوران ملازمت میں بھی وقتاً فوقتاً انھوں نے اس بات پر مزید روشنی ڈالی کہ اس درس گاہ کو قابل اساتذہ فراہم کئے جائیں گے جو موجودہ ججوں اور پنشن یافتہ ججوں پر مشتمل ہوں گے۔ موجودہ ججوں سے درخواست کی جائے گی کہ وہ طویل تعطیلات میں خصوصی مضامین پر لکچر دیں۔ تربیت کے لئے تربیتی مقدمات (Trial Courts) بھی منظم کئے جائیں گے۔ انھوں نے اس بات پر مزید روشنی ڈالی کہ نہ صرف ذہین افراد منتخب کرنے کے لئے بلکہ قومی اتحاد کی خاطر بھی آل انڈیا جوڈیشیل سروس All India Judicial Service کی تجویز گورنمنٹ کے زیر غور ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ موثر قانونی امداد مہیا کرنے کی خاطر گورنمنٹ کا قانون بنانے کا ارادہ ہے۔

مرکزی وزیر داخلہ شری ایس۔ بی چوہان نے مشکلات کو دور کرنے اور سزاؤں کو حقائق پر مبنی کرنے کے لئے کریمنل پروسیجر کوڈ اور انڈین پینل کوڈ کی مجوزہ ترمیم کی جانب اشارہ کیا۔ اس ترمیم کا خاص مقصد یہ ہے کہ بد سے بد تر مجرموں کو بھی غیر جانبدارانہ انصاف حاصل ہو سکے ساتھ ہی ساتھ اس کا بھی یقین کیا گیا ہے کہ کوئی بھی قانونی کارروائی کا غیر ضروری فائدہ نہ اٹھا سکے

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے اس بات کا مشورہ دیا کہ مقدمات کے انبار کو کم کرنے کی خاطر رٹ پٹیشن Writ Petition سے منسلک دستور کی آرٹیکل 226 اور 227 تک محدود کر دی جائیں۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ جب تک متعلقہ پارٹی کے لئے تمام متبادل قانونی راستے مسدود نہیں ہو جاتے ہائی کورٹ کو رٹس [illegible] جاری کرنے کی اتھارٹی استعمال نہیں کرنی چاہیئے۔ کانفرنس نے تمام عدلیاتی طرز لائحہ عمل کی جانچ پڑتال کر کے ٹھیک کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ جلد سے جلد تر انصاف کیا جا سکے۔ اور کورٹوں میں مقدمات کے انبار کم ہو جائیں۔

حاصل مطلب

یہ بات نوٹ کرنی چاہیئے کہ ہندوستانی دستور کا مطلب ہندوستانی عوام کی سماجی اقتصادی اور سیاسی ترقی ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ فرد متعلقہ مزدور ہے یا قیدی ہے یا بیوہ، طالب علم ہے یا کوئی دوسرا۔ جب بھی ممکن ہوا اور جہاں بھی ممکن ہوا، انڈیا کی سپریم کورٹ ایک عام آدمی کی مدد کے لئے دوڑی ہے۔ قانون اور قانونی اداروں کو چاہیئے کہ وہ ہندوستانی دستور کے دیباچہ میں مندرج اصولوں پر منطبق سماجی اور اقتصادی انقلاب لائیں اور سماجی اور اقتصادی اور سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں جسٹس کرشنا آئر اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس پی۔ این بھگوتی قانون سے متعارف کرانے اور قانون کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے قانونی امداد مہیا کرنے کے لئے ہندوستان کے دور دراز دیہاتوں میں ایک مشینری کی طرح گھوم رہے ہیں۔ شریمتی اندرا گاندھی نے

۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو مجھے جو لیٹر لکھا تھا اس میں بھی لوگوں کو اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ اصلاحات عدلیہ کے سلسلہ میں بنیادی اصول، جنگ آزادی کے خواب کی تعبیر کے لیے اچھے ذرائع ثابت ہونا چاہیے۔

جسٹس سی۔ این۔ وید یا نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ دستور اور قانون قوم کی امیدوں اور قربانیوں کی بنیاد پر مدون کیے گئے ہیں۔ عدلیہ کو قوم کے ساتھ ساتھ انصاف، آزادی، مساوات، اتحاد اور یک جہتی کی حفاظت اور ترقی کے لئے گامزن ہونا چاہیے۔ عدلیاتی اصلاحات کے تحت سماجی و اقتصادی امداد کا لائحہ عمل رابندر ناتھ ٹیگور کے الفاظ میں بھی دہرایا جا سکتا ہے جس نے کہا ہے:

"Into the mouths of these
Dumb, pale and meak,
We have to infuse the
language of the soil,
Into the hearts of these,
Weary and worn, dry and
forlorn,
We have minstrel the
language of humanity".

منظوم ترجمہ

دہنِ عاجز کو اور گونگے کو
بخشنا ہے زبانِ گنگ و جمن،
روح ان کے دلوں میں پھونکنی ہے
جو ہیں بیکس، مریض، خستہ بدن

سو، آئیے!
ہم رابندر ناتھ ٹیگور اور بھارت واسیوں کے خواب کی تکمیل کریں۔

آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی کے ۶۸ ویں جنم دن یعنی ۱۹ نومبر کو اوبیرائے ٹاورس میں ایک مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ممتاز شعراء نے شرکت فرمائی اس موقع پر وزیر اعلیٰ شری شیوا جی راؤ پاٹل نلنگیکر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

پروفیسر جاوید خان، وزیر مملکت برائے تعلیم، شری سنیل دت ایم، پی۔ اور شری سردار جعفری بھی تصویر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مہاراشٹر کے مقبول افسانہ نگار

قاضی مشتاق احمد

★

قصہ کہانی بہت پرانی چیز ہے۔
اس کی ابتدا نسلِ انسانی کی ابتدائی ترقیوں میں گم تھی۔
انسان، وہ تہذیب یافتہ ہو یا وحشی۔ بچہ ہو یا بوڑھا، کہانیوں کا فطری طور پر شائق نظر آتا ہے۔ کہانی، کہنے اور سننے کے دور سے آگے بڑھی تو لکھنے کے دور میں داخل ہوئی۔ اس کا ذمہ اُن ہوش مندوں نے اپنے سر لیا جنھیں خدا نے بصیرت دی تھی اور جو یہ سمجھتے تھے کہ اس صنفِ ادب میں راہِ نجات مضمر ہے۔ مختصر افسانے کی ہیئت پاکر صنف اپنی فنی خوبیوں اور بیداری کی حِس کی محرک بن کر مقبول ہوتی رہی اور چھٹی دہائی تک پہونچتے پہونچتے اس میں حقیقت نگاری بانکپن اور شگفتگی کی جڑیں اس قدر مضبوط ہو گئیں کہ اس کی اہمیت سے انکار کرنا گناہ تصور کیا جانے لگا

قاضی مشتاق احمد بھی چھٹی دہائی کے افسانہ نگار ہیں اور آج جب کہ یہ صنف آٹھویں دہائی میں داخل ہو چکی ہے ان کی مقبولیت ویسی کی ویسی ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی کہانیوں میں "زمانہ" اور "زندگی" کے اشتراک سے ہمیشہ ایک توازن قائم رکھا۔

افسانہ محض زندگی کا عکاس نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں زندگی چلتی پھرتی، بولتی چالتی، ہنستی کھیلتی اور روتی رُلاتی نظر آتی ہے۔ زندگی کی عکاسی کچھ زیادہ مشکل نہیں، لیکن زندگی کی ادب میں زندہ تخلیق نہایت دشوار ہے۔

موصوف کی کہانیوں کو میں نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا ہے۔ ان کی کہانیوں میں واقعہ، کردار اور فضا ایک حیرت انگیز معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی نگاہیں بہت تیز اور باریک ہیں اور جن موضوعات کو انھوں نے اپنے قلم کی نوک پر بطور پرچمِ احتجاج اٹھایا ہے اُن کا تعلق عصرِ حاضر سے تو ہے ہی، ان میں آج کے ایک سچے اور ایک جھوٹے انسان کا دل بھی دھڑکتا ہے۔ قاضی صاحب کے قلم نے اپنی وفاداری کا ثبوت 'مقصدیت' کے ہاتھوں بیعت کر کے پیش کیا۔

قاضی مشتاق احمد کی ادبی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ اُن کی کہانیاں 'کتابِ ادب' کے وہ فن پارے ہیں جو تاریخی اور تحقیقی اہمیت کے حامل ہیں۔ اُن کی مقبولیت کے شاہد مقتدر اور مقبول جرائد، ہزاروں قارئین اور وہ انعامات ہیں جو انھیں اب تک مل چکے ہیں۔

سیف الرحمٰن عباد
غازی پور (یوپی)

شفیع اللہ خاں راز آبادی
کٹرہ شیر دل خاں۔ اٹاوہ۔ (یوپی)
۲ - ۰۰۱

جس قدر بھی سبھی ہیں تصویریں
نامکمل سبھی ہیں تصویریں

دیکھنے والوں کی نگاہوں کا
جائزہ لے رہی ہیں تصویریں

خوب صورت ضرور ہیں لیکن
دوستو عارضی ہیں تصویریں

داستاں کہہ رہا ہے سناٹا
غور سے سن رہی ہیں تصویریں

ظالموں کے مکان تو دیکھو
بے کسوں کی سبھی ہیں تصویریں

ہر مصور کا زرد ہے چہرہ
خونِ دل پی گئی ہیں تصویریں

مجھ سے تنہائیوں کے عالم میں
پیار سے بولتی ہیں تصویریں

خامشی میں ہے گفتگو پنہاں
راز یہ کہہ رہی ہیں تصویریں

غزلیں

نذیر بنارسی

پانڈے حویلی، وارانسی ۔ (یو۔ پی)

اک چندر مکھی ہنستی ہے پونم کی فضا میں
چاندی کے ورق اڑتے ہیں رہ رہ کے ہوا میں

یہ ماں ہی کی ممتا ہے جو جاڑے کی ہوا میں
بچے کو چھپائے ہوئے بیٹھی ہے ردا میں

سورج کی انگیٹھی میں بدن تاپ رہا ہوں
دوڑاتا ہوں خوں صبح کی برفیلی ہوا میں

منہ موڑا نہ سورج سے کبھی سُورج مکھی نے
اک پھول بھی انسانوں سے آگے ہے وفا میں

جس شہر میں بھی جاتا ہوں دم گھٹتا ہے اپنا
حل ہوگیا کیا زہر زمانے کی ہوا میں

حقدارِ محبت ہیں وہ ننگِ محبت
جو فرق کرے ان کی جفا اور وفا میں

جو دیدے بھلا اس کا نہ دے اس کا بھی بھلا
کیا شکر کا انداز ہے سائل کی صدا میں

وہ منزلِ اول تھی تو یہ منزلِ آخر
تب یادِ بتاں میں تھا تو اب یادِ خدا میں

سمہ بہ ہو نذیر اپنے اجل لب پہ تبسم
جینے کی ادا چاہیے مرنے کی ادا میں

نسیم سامانی

۵۰۵ ۔ خوانی پور، گورکھپور (یو پی)

★

یہ بات ٹھیک نہیں دوسروں کے گھر میں ملو
خود اپنے جسم کے ٹوٹے ہوئے کھنڈر میں ملو

جو ایک عمر کے ساتھی ہیں بس وہ کافی ہیں
کسی سے اور نہ اس شہر فتنہ گر میں ملو

یہ بھیڑیوں کے لبادے اتار کر لوگو!
جو مل سکو تو کبھی پیکرِ بشر میں ملو

ہر ایک بات یہاں پر فسانہ بنتی ہے
نہ بے حجاب کبھی مجھ سے رہگذر میں ملو

نہ ہو جو قوتِ پرواز مت بڑھو آگے!
ملو تو لوگوں سے اپنے ہی بال و پر میں ملو

تمھارا پھول سا چہرہ جھلس گیا آخر
کہا تھا کس نے کہ اس دھوپ کے نگر میں ملو

نہ کچھ ہو پاس تو دو بول پیار کے دیدو
نسیم جب بھی کسی سے کبھی سفر میں ملو

سمیع الدین انصاری شہرت

کھیری ٹاؤن ۔ لکھیم پور کھیری، (یو پی)

★

ترے لب تو چپ ہیں لیکن ترے دل میں بیکلی ہے
ترے دل کی بات ناداں ترے رخ سے کھل گئی ہے

تجھے یہ خبر نہیں ہے مجھے غیر کہنے والے
کہ ترے ہی نام لکھی مری ساری زندگی ہے

یہ اصول سجدہ ریزی کوئی بندگی ہے زاہد
جو اسے پسند آئے وہ ادا ہی بندگی ہے

تمہیں یہ پتہ نہیں ہے مجھے قتل کرنے والو
جسے موت کہہ رہے ہو وہی میری زندگی ہے

مرے عشق پر یہ شہرت کرے طنز کیوں زمانہ
کہ یہی ہے میرا ایماں یہی میری بندگی ہے

★

پروفیسر ڈاکٹر نورالسعید اختر ★

فلیٹ نمبر ۳ ۔ "نشاط" رسی والا کمپاؤنڈ،
اناساگر مارگ، سی ایس ٹی روڈ ۔ کرلا ۷۰

ہے پیاس کی شدت کہ گلا خشک ہوا ہے
پھر بھی سرِ میخانہ وہ چُپ چاپ کھڑا ہے

دروازے پہ دستک کی صدا کون سُنے گا
ہر فرد کھڑا موڑ پہ جب چیخ رہا ہے

لاغر ہے بدن اس کا تو ہے ذہن بھی مفلوج
یہ دقت کا عفریت مرے گانہ مرا ہے۔

ہم لوگ تو مٹی کو بنا دیتے ہیں سونا
کیا ہم کو ڈرائے گا جو شعلوں سے بنا ہے

اپنی ہی خطا تھی جو اُتر آئے زمین پر
اختر ہمیں دنیا سے نہ شکوہ نہ گلہ ہے!

بطرز میرؔ

اگر آؤ گے میرے گھر کی طرف
ارم ہی ارم ہے ادھر کی طرف

نظر دل پہ ہے، دل نظر کی طرف
بگولہ سا اُٹھتا ہے گھر کی طرف

مزاج سمندر نہیں معتبر
وہ کیوں دیکھتے ہیں بھنور کی طرف

گناہ و سزا کی ہے میراث کیا
نوازش ہے اس کی بشر کی طرف

جلا کر مرا دل نہ تسکیں ہوئی
نگہ تاکتی ہے جگر کی طرف

نشاں سا مرے آشیانے کا تھا
گری برق سی ہے شجر کی طرف

وطن میں حوادث نے مہلت نہ دی
نہ مائل ہوئے ہم سفر کی طرف

چلو دشتِ ویراں میں اختر ابھی
ہے زہرِ ہلاہل نگر کی طرف[۱]

---

[۱] :۔ (بھوپال کے المناک واقعہ کی طرف اشارہ)

حیات وارثی

باغ انوار ۔ لکھنؤ ۔ ۳

جو دے رہے تھے اذیت انہیں دعا دی ہے
مرے بزرگوں کا کردار انفرادی ہے

کبھی خیال ترا ہم سفر، کبھی یادیں
جب ایک شمع بجھی دوسری جلا دی ہے

رہِ عمل میں نہیں ہم کو نقشِ پا کی تلاش
ہمارا جو بھی قدم ہے وہ اجتہادی ہے

نہ سائے بانٹ سکے تاڑ کے بلند درخت
غرور اصل میں احساسِ نامرادی ہے

تمام لوگ تو اک دوسرے سے واقف ہیں
وہ کون شخص ہے جو شہر میں فسادی ہے

اسی کے شعلوں کی زد میں ہماری نسلیں ہیں
وہ آگ برسوں جسے ہم نے خود ہوا دی ہے

وفا، خلوص، محبت، حیات قصے ہیں
ہمارے عہد کا ہر جذبہ اقتصادی ہے

▲ قمر سنبھلی

۱۵۳۸۔ نئی سڑک۔ دہلی ۶

تمام عمر کا حاصل، وقار کھو بیٹھا
وہ آبِ آئینۂ اعتبار کھو بیٹھا

عجب متاعِ غریب الدیار کھو بیٹھا
کہ لطفِ مشغلۂ انتظار کھو بیٹھا

ہر ایک چیز ہوئی اپنے وصف سے محروم
مہک گلاب، چبھن اپنی خار کھو بیٹھا

مقیم ہو گئی پت جھڑ کی رت مرے گھر میں
بھری بہار میں آنگن میں بہار کھو بیٹھا

زباں سے حرفِ صداقت نکل گیا اس کی
ہنر وروں میں وہ اپنا وقار کھو بیٹھا

نہ بچ کے آسکا خوش فہمیوں کے جنگل سے
رداۓ سر کا وہ ایک ایک تار کھو بیٹھا

نہ سمجھا کوئی بھی میری شکستگی کا سبب
میں اپنی ذات سے راہِ فرار کھو بیٹھا

ہے آج بجم و قمر پر تو دسترس میری
خود اپنے دل پہ مگر اختیار کھو بیٹھا

▲ بے حس الہ آبادی

مسلم آباد ہوٹل، مصطفیٰ بازار
مجگاؤں۔ بمبئی ۱۰

ستمگروں کا عجب سلسلہ ہے
جسے دیکھئے، وہ ستمگر بنا ہے

یہ دورِ تنزل ہے یا ارتقاء ہے
جو سر آج انسانیت کا جھکا ہے

یہ دار و رسن عاشقوں کے لئے ہیں
جہانِ محبت کا یہ فلسفہ ہے

سلیقے سے سمجھا کے کر دیجئے رخصت
کوئی بن بلائے جو مہماں بنا ہے

انہیں کی نگاہِ کرم نے شفا دی
جو کہتے رہے یہ مرض لا دوا ہے

نہ مقبولیت کچھ زمانے میں پائی
مری شاعری یوں تو سب سے جدا ہے

یہ کہہ کے مجھے کس نے بے حس بنایا
تم اچھے ہو لیکن زمانہ برا ہے!

▲ سوز ملیح آبادی

پاکیزہ مارکیٹ، دکان نمبر ۷
مولانا شوکت علی روڈ، بمبئی نمبر ۸

دریا کی ریت سے کہیں تالاب پٹ نہ جائے
پستہ قدوں کو فکر ہے قد ان کا گھٹ نہ جائے

تم گا رہے گا ہے میری طرف دیکھتے رہو
یہ شاخ دوستی کی تغافل سے کٹ نہ جائے

وہ فاصلہ جو ہوتا ہے مرگ و حیات میں
وہ فاصلہ کہیں تری دوری سے گھٹ نہ جائے

دامن کو اپنے رکھو مری چشمِ تر سے دور
اٹھی ہے جو گھٹا وہ ہواؤں سے چھٹ نہ جائے

لب کھولنے سے پہلے رہے سوز یہ خیال
خارِ طلب سے دامنِ احساس پھٹ نہ جائے

غزلیں

جوہر ہاشمی

جوہر منزل، ۱۰/اے رایم ۱/۴۲۳ - ۷ - ۱۸
بیرون کٹہ تالاب، میر جملہ،
حیدرآباد (اے پی)

نیم وا چشم کا پڑھتا ہوا جادو کاٹے
جیسے طوفان کی ہر موج لبِ جو کاٹے

زلف ارمانوں کو دل کو خمِ ابرو کاٹے
دھڑکنوں کو تری پازیب کے گھنگھرو کاٹے

[illegible] کو سہارا جو بڑھے دستِ خرد
جوشِ وحشت میں جنوں نے وہیں بازو کاٹے

زخم گہرے ہوئے کچھ اور شبِ فرقت میں
افقِ دل پہ چمکتے ہوئے جگنو کاٹے

حسن سے ہو نہ سکا عزمِ محبت ناکام
کیسے ممکن ہو کہ فولاد کو گل رو کاٹے

رخِ روشن کیلئے ہوں جو نگاہیں بیتاب
ایک اک تارِ نظر کو شبِ گیسو کاٹے

صبحِ عشرت میں مہکنے لگیں جب لالہ و گل
دشتِ تنہائی کو تخئیل کا آہو کاٹے

موسمِ گل میں بھی تنہائی کو میری جوہرؔ
تیری زلفوں کی مہکتی ہوئی خوشبو کاٹے

عاجز ہنگن گھاٹی

ہنگن گھاٹ، ضلع وردھا۔

خود کو حالات کا احساس دلاؤں کہ نہیں
زندگی تجھکو بھی اب ہاتھ لگاؤں کہ نہیں

خواب جلتی ہوئی آنکھوں کے جھلس جائیں گے
نیند کے جسم کو پلکوں سے اٹھاؤں کہ نہیں

گاؤں سے شہر کا رشتہ ہے پرانا لیکن
اجنبی پیاس کو پنگھٹ پہ بلاؤں کہ نہیں

وہ جو اک شخص تعارف میں نمایاں ٹھہرا
میں اسے اپنی بھی پہچان بتاؤں کہ نہیں

فاصلہ جسم و ہوس میں ہے فقط مرضی کا
تو ہی بتلا کہ تجھے! تجھ سے ملاؤں کہ نہیں

اپنے سورج کے لرزتے ہوئے نیزوں سے کبھی
اس کی دیوار کے سائے کو اٹھاؤں کہ نہیں

لوگ اس راہ سے آئے گئے کتنے عاجزؔ
سوچتا رہ گیا میں بھیڑ میں جاؤں کہ نہیں

محبوب راہی

گلزاری مسجد،
پوسٹ: بارسی ٹاکلی، ۴۴۴۴۰۱
ضلع: اکولہ (مہاراشٹر)

موت بھی آس پاس ہے کہ نہیں
زندگی بے اساس ہے کہ نہیں

اپنے اپنے لباس کے اندر
ہر کوئی بے لباس ہے کہ نہیں

رشتے ناطے، خلوص، پیار، وفا
کانچ کا اک گلاس ہے کہ نہیں

دل کی حالت نہ پوچھیے کہ یہ دل
آج خوش ہے کل اداس ہے کہ نہیں

دعوئے رہبری تو سب کو ہے
کوئی منزل شناس ہے کہ نہیں

اس کا باطن تو جو ہے سو ہے، مگر
آدمی خوش لباس ہے کہ نہیں

تو سمندر تو ہے، مگر، بتلا
تیرے اندر بھی پیاس ہے کہ نہیں

ہے بظاہر تو خوش مگر ہر شخص
اندر اندر اداس ہے کہ نہیں

آج بھی کہہ رہا ہے یہ راہیؔ
اس کو ہوش و حواس ہے کہ نہیں

خبریں - تصویروں میں

وزیرِاعظم شری راجیوگاندھی بمبئی سے جے پور کے لئے ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کو روانہ ہوئے۔ ایئرپورٹ پر گورنر شری کونا پربھاکر راؤ اور وزیراعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر نے انہیں الوداع کہا۔

گورنر شری کونا پربھاکر راؤ نے شریف ڈاکٹر بی۔ ٹے لڈپے (سابق وائس چانسلر بمبئی یونیورسٹی) کو راج بھون میں حلف وفاداری دلواتے ہوئے۔

مہاراشٹر این۔ سی۔ سی افسران اور کیڈٹس نے جو کہ نئی دہلی یوم جمہوریہ کی پریڈ میں حصہ لینے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں، وزیراعلیٰ سے حال ہی میں ملاقات کی۔ وزیرِ تعلیم شری رام میگھے بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی، سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خان جو کہ کانگریس کے صد سالہ جشن کے موقع پر ہندوستان میں آئے ہوئے تھے، سانتا کروز ایرپورٹ پر خیر مقدم کرتے ہوئے۔ گورنر شری کونا پربھاکر راؤ اور وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری کونا پربھاکر راؤ نے حال ہی میں ۳۶ طلبا میں میڈل اور سرٹیفکیٹ بل گریج ہائی اسکول بمبئی میں تقسیم کئے۔ یہ انعامات طلبا کو معذوروں کی بحالی کے لئے بمبئی میں تمام کالجوں سے زیادہ سے زیادہ چندہ جمع کرنے پر دئے گئے۔

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر نے مہاراشٹر کے کھلاڑیوں کو جنہوں نے نیشنل اسپورٹس میلے میں کامیابی حاصل کی، مبارکباد دی۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ، شری رضا شیرازی کو مبارکباد دے رہے ہیں۔ تصویر میں وزیر اسپورٹس شری وجے سنگھ موہیتے پاٹل اور وزیر مملکت برائے اسپورٹس شری نکل پاٹل بھی نظر آرہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر
شری کونا پربھاکر راؤ نے حال ہی میں راج بھون
میں بمبئی عظمیٰ میں ہیلتھ سروس کی یکم فروری ۱۹۸۶ء
سے شروعات کے لئے ایک میٹنگ بلائی۔
تصویر میں بائیں سے دائیں گورنر شری
کونا پربھاکر راؤ، وزیر صحت شری
بھائی ساونت، وزیر مملکت برائے اطلاعات
ورابطہ عامہ، ڈاکٹر ایم منوہر ترپاٹھی، میئر شری
چھگن بھجبل، چیف سکریٹری شری
بھالچندر دیشمکھ، سکریٹری برائے صحت
شری ٹی۔ ڈی جوزف اور سکریٹری برائے
عمارات و اطلاعات اور شری دنیش افضل پورکر۔

مرکزی وزیر مملکت برائے پارلیمانی امور
شری غلام نبی آزاد اور مہاراشٹر کے
وزیر محصول شری سدھاکر نائیک کا آکولہ
میں ایک ترقیاتی نمائش کے موقع پر شری
سدھاکر کا دھارو ڈسٹرکٹ انفارمیشن افسر
نے خیر مقدم کیا۔ اس نمائش کا اہتمام ڈائریکٹوریٹ
جنرل برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ کے
ذریعے کیا گیا تھا۔ اس نمائش کو تقریباً ایک
لاکھ لوگوں نے دیکھا۔

گورنر شری کونا پربھاکر راؤ نے مہاراشٹر
راجیہ مہیلا پریشد کا بین الاقوامی سال نوجوانان
کے موقع پر بطور مہمان خصوصی کے ایک مخصوص
تقریب میں شرکت کی۔ شریمتی موہنی ماتھر،
صدر برائے پریشد اور شری دجے مرچنٹ
مشہور سماجی کارکن بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

وزیراعلیٰ گجرات شری امر سنگھ
چودھری، بمبئی میں بمبئی عظمیٰ گجراتی سماج
سنستھا کا افتتاح کرتے ہوئے شری
یوگیندر مکوانا، مرکزی وزیر مملکت برائے
زراعت اور وزیراعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل
نیلنگیکر بھی نظر آرہے ہیں۔

شری سوشیل کمار شندے وزیر مالیات
نے این۔ ایم انسٹی ٹیوٹ فار مینیجمنٹ،
ویلے پارلے کے ذریعے منعقدہ "جائنٹ
سیکٹر اور نیو اکونومکس آرڈر" پر سیمینار
کا افتتاح، اوبیرائے ٹاور ہوٹل بمبئی میں
کیا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر۔

شری چھگن بھجبل میئر بمبئی نے بمبئی
میونسپل کارپوریشن کی جانب سے بابا آمٹے
کی عزت افزائی کی جو کہ ایک مخلص سماجی
کارکن ہیں۔ اس موقع پر انہیں شال، ناریل
اور ایک سپاسنامہ دیا گیا۔ تصویر میں
بائیں سے دائیں، شریمتی سادھنا تائی،
بابا آمٹے کی بیگم، بابا آمٹے اور شریمتی بھجبل
نظر آرہے ہیں۔

شری بھالچندر دیشمکھ، چیف سکریٹری مہاراشٹر نے 'دھم کیتو' کے سائنس خصوصی نمبر کا اجراء کیا۔ اور نوتن ودیالیہ کے طلبہ میں انعامات تقسیم کئے (بائیں سے دائیں جانب) میں شری ایچ۔ ڈی۔ گوکھلے اگزیکیٹو چیرمین شری ایس۔ ایس۔ ٹھاکر، پرنسپل شری بھالچندر دیشمکھ، اور اور شری موہن گووندی۔

وزیراعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر نے حال ہی میں اپنی رہائش گاہ "ورشا" میں "مہاراشٹر اور بھارتیہ سوتنترتا سنگرام آندولن" نامی کتاب کا اجرا کیا۔ یہ کتاب ڈائرکٹوریٹ برائے اطلاعات و رابطہ عامہ کے ذریعے شائع کی گئی تھی۔ اس موقع پر وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطہ عامہ ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی، سکریٹری برائے اطلاعات و رابطہ عامہ شری دنیش افضل پرکر اور شری کے۔ کے چودھری بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

شریمتی دمینتی دیش بھرتار وزیر مملکت برائے سماجی خدمات نے دلت ورکروں کے ساتویں کل ہند کنونشن کا افتتاح کیا جس کا اہتمام بھارتیہ سماج انتی منڈل نے بھیونڈی میں کیا تھا۔

شریمتی اوشا تائی جادھو، منڈل کے بانی، شری باپوراؤ بھاسکر، چیرمین ضلع ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور شری وی۔ ایس۔ دھانے، چیرمین برائے منڈل بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے
"Best Productivity Award"
سٹی ٹرانسپورٹ سروس میں شری
بی۔جی۔ متھ بندرے جنرل مینجر بی۔ای۔ایس۔ٹی
کو دیا۔

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر نے
"چیتر شہ صا" نام کی کتاب کی پہلی جلد
کا افتتاح اپنے مکان ورشا، بمبئی
میں کیا۔ پروفیسر رام میگھے بھی تصویر میں
نظر آرہے ہیں۔

ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی، وزیر مملکت برائے
اطلاعات ورابطۂ عامہ نے بورندی پر
بنائے گئے پل کا ضلع وردھا میں افتتاح کیا
پل کی تصویر بائیں جانب ہے۔
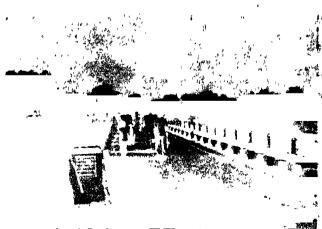
وزیرِ اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر "دلِت مترا" ٹائیٹل سے شری ڈی ایس پاگے کو نوازتے ہوئے۔ شری پاگے کو ناریل اور شال پیش کیا گیا۔

پروفیسر جاوید خان وزیرِ مملکت برائے تعلیم نے بھور میں مجوزہ "پریہ درشنی اندرا گاندھی گرلز ہوسٹل" کا سنگِ بنیاد رکھا۔

شریمتی سیلن ڈی سلوا، وزیرِ مملکت برائے مالیات، شری آر۔ بی۔ گوہل ایل۔ آئی۔ سی کی ایک ایجنٹ کو سب سے زیادہ بزنس کرنے پر ریڈیو کلب بمبئی میں مبارکباد دے رہی ہیں۔

راسٹٹر پنچایتی راج اسسمنٹ کمیٹی جو یہ
تھان کا دورہ کر رہی ہے نے گورنر
تھان شری وسنت راؤ پاٹل سے راج بھ
ں میں ملاقات کی۔ تصویر میں شری
ت راؤ پاٹل، کمیٹی کے صدر پردیپ
ی۔ پاٹل اور دیگر ممبران کے ساتھ
آ رہے ہیں۔ ↑

شری دجے سنگھ موہتے پاٹل نے حال
ہی میں پونے میں نیشنل ینگ ویمنس کونیشن
کا افتتاح کیا جس کا اہتمام ریاستی ڈائریکٹوریٹ
آف اسپورٹس اینڈ یوتھ سروسس نے
بین الاقوامی سال نوجوانان کے موقع پر
کیا تھا۔ شری آر۔ این جنگلگند کے ڈائریکٹر
برائے اسپورٹس وبہبود نوجوانان شریمتی
انوتائی داگڑ، سماجی کارکن اور شری
کے۔ ایس۔ سدھو، پونے کے کمشنر بھی اس
موقع پر موجود تھے۔ حصہ لینے والے
حضرات کی تصویر دائیں جانب ہے ↓

ڑوی سیرانین، وزیر عمارات نے
پھر اور سول انجینرنگ یو ایس ایس آر
ر ایک نمائش کا افتتاح جہانگیر
ٹ گیلری، بمبئی میں کیا اس نمائش کا
سوویت کے قونصل خانے کے ثقافتی
ے نے کیا تھا۔ ←

قارئین کی رائے

★ شفیع اللہ خاں راشد آبادی
الیس۔ این۔ کالج۔ کٹرہ مردول خاں، اٹاوہ۔ یوپی ۲۰۶۰۰۱

دل موہ لینے والی نرالی آن بان کے ساتھ "قومی راج" مسلسل موصول ہو رہا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ "قومی راج" علمی و ادبی خدمات کا ایسا عکس ریز ہے جس میں بے مثل ندرت و انفرادیت کے ایسے دائمی نقوش جلوہ گر ہیں کہ جن کو حالات زمانہ کی گرد کبھی نہیں ڈس سکتی ہے۔

"قومی راج" کے تاریخی و ادبی نمبر اپنا جواب نہیں رکھتے۔ یقین کامل ہے کہ "قومی راج" کا یہ سرچشمہ آئندہ بھی تشنگان علم و ادب کو سیراب کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حوصلے جوان رکھے۔

★ عبدالمجید سرور ایڈیٹر سلسبیل
۱۶۷/۱۱۶ سلامت آباد، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

ان دنوں "قومی راج" خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ریاستی سرکار کی اسکیموں اور پروگراموں سے اردو والوں کو واقفیت تو ہوتی ہی ہے۔ "آج کل" "قومی راج" علمی و ادبی شعبے میں بھی خاصا وقیع اور معیاری ہو چکا ہے۔ آپ کی مشاطگی، ترتیب اور سلیقہ ہر طرح قابل داد ہیں۔

★ عبدالصمد رضا
سکریٹری انجمن پاسبان ادب، امراوتی
معرفت: ستار پان سینٹر۔ پٹھان چوک۔ امراوتی (مہاراشٹر) ۴۴۴۶۰۱

★

"قومی راج" آپ کی ادارت میں روز افزوں ترقی کرتا جا رہا ہے جس میں تمام تر لوازمات مثلاً تبصرے، مقالات، نظمیں، غزلیں، قطعات اور حکومت کی معلوماتی اسکیمیں قابل ستائش۔ آپ کا کہنہ مشق شعراء و ادباء کے ساتھ ساتھ نو مشق اور غیر معروف شعراء کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔

خداوند قدوس سے دعا ہے کہ آپ کی اور قومی راج کے معاونین کی عمریں دراز کرے تاکہ اس اردو کے رسالے "قومی راج" میں اور بھی نکھار آئے اور قوم، زبان اور ادب ان تمام کی ترقی ہو۔
(آمین)

★ ضیاء القمر رشید احمد
خیرآباد۔ اعظم گڈھ (یوپی) ۲۷۶۴۰۳

۱۰ اکتوبر ۸۵ء کا شمارہ "نوجوان اور عادت نشہ سے پاک نمبر" موصول ہوا۔ یہ نمبر ہر لحاظ سے ایک بہترین ادبی مرقع ہے۔ سرورق فریم کرنے کے لائق ہے۔ شری جواہر لال درد، شری وجے مرچنٹ، محترمہ مہ جبیں اور راحمد اللہ خاں صاحب کے مضامین بہت پسند آئے۔ تمام مضامین مجموعی حیثیت سے بے حد معلوماتی، حقیقت افروز اور مثالی ہیں۔

رسالہ ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہونے کا اعلان ہے لیکن شکایت ہے کہ ۱۰ اکتوبر کا شمارہ ۲۴ دسمبر کو موصول ہوا۔
امید ہے کہ ہر ماہ مستعدی کے ساتھ "قومی راج" روانہ فرمائیں گے۔

قومی راج

کے بارے میں اپنی رائے بطور خاص روانہ فرمائیے اور حلقۂ احباب میں متعارف کرانے کے ساتھ ہی خریداری کے لئے بھی توجہ دلائیے۔

شرح خریداری

ایک سال کے لئے دس روپے ★ ۲ سال کے لئے بیس روپے
تین سال کے لئے ۲۷ روپے ★ ۴ سال کے لئے ۳۶ روپے
اور
پانچ سال کے لئے ۴۵ روپے ـــــ ہے جو بذریعہ منی آرڈر بھجوائیے۔ کوپن منی آرڈر پر پتہ صاف صاف لکھئے اور اردو کے ساتھ ہندی، مراٹھی یا انگریزی میں بھی تاکہ صحیح پتے کا اندراج کیا جا سکے
پتہ کی تبدیلی کی اطلاع نمبر خریداری کے ساتھ لکھئے۔

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS, PUNE-1986

1F

منظم ڈھنگ سے
بیٹھنے کی جگہیں
(اوپر سے)
افسران کے لئے
ملاقاتیوں کے لئے
اور
عملے کے لئے

سابق چیف سکریٹری، شری رام پردھان نے شری لکھینا کے ہمراہ، احمد نگر کے
ریکارڈ روم کا معائنہ فرمایا۔ شری لکھینا نے اس نئے طرز کی شروعات کی تھی

ناشرہ :— ڈائرکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

قومی راج
۱۰ فروری ۱۹۸۶ء
10/2/86

18 MAR 1986

جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۳ ۱۰ فروری ۱۹۸۶ء

قومی راج

ہندی، انگریزی، مراٹھی، گجراتی، سندھی اور اردو زبان میں
ہر ماہ کی ۱۰، ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

10/2/86

ترتیب

قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

زر سالانہ

ایک سال کے لئے	دس روپے
دو سال کے لئے	بیس روپے
تین سال کے لئے	ستائیس روپے
چار سال کے لئے	چھتیس روپے
پانچ سال کے لئے	پینتالیس روپے

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام، پتہ، اور پن کوڈ نمبر صاف صاف تحریر کیجئے۔ زر سالانہ میں رعایت کے بارے میں اپنے دوستوں کو بتلائیں اور زیادہ سے زیادہ خریدار فراہم کرکے ادب نوازی کا ثبوت دیجئے۔

ترسیل زر کا پتہ:-

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
بیرک نمبر ۱۹، مقابل سرو چی بلڈنگ، نزد منترالیہ
بمبئی ۴۰۰۰۲۹ - فون نمبر ۲۰۲۰۱۵۳

مینیجنگ ایڈیٹر ریاض احمد خان ایڈیٹر فیروزہ فیاض خان

مراسلت کا پتہ:- ایڈیٹر قومی راج، ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، مقابل منترالیہ، بمبئی ۳۲ ۴۰۰۰

عوام کی خوشحالی ریاست کی ترقی سے وابستہ

یوم جمہوریہ کے موقع پر گورنر شری کوناپربھاکر راؤ کا

پیغام

گورنر مہاراشٹر شری کوناپربھاکر راؤ

مہاراشٹر کے گورنر شری کوناپربھاکر راؤ نے جمہوریہ ہند کی ۳۶ ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے پیغام میں عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ترقی کے مقدس فریضے کے لئے وقف کردیں کیونکہ ریاست کی ترقی سے ہی عوام کو خوشی اور خوشحالی نصیب ہوگی۔ اس کے لئے انہیں مذہب، ذات پات اور لسانی اختلافات کو فراموش کردینا ہوگا۔

ریاست کے بعض اضلاع میں خشک سالی کی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اپنے اس اعتماد کا اظہار کیا کہ عوام اور ریاست اپنی دیرینہ قوتِ ارادی کے سہارے اس دشوار صورت حال پر قابو حاصل کرلے گی۔

"ریاست نے اپنی ۲۵ ویں سالگرہ کے موقع پر عوام کی بہبودی کے لئے خصوصی پروگرام وضع کئے ہیں اور علاقائی عدم توازن کو ختم کرنے کے لئے خصوصی ترقیاتی پروگرام بنائے ہیں اور اس مقصد کے لئے ۱۵ سو کروڑ روپئے کی رقم وقف کردی ہے۔

مجھے جمہوریۂ ہند کی ۳۶ ویں سال گرہ کے موقع پر مہاراشٹر کے عوام کو اپنی گرم جوش مبارکباد پیش کرتے ہوئے اور ان کے لئے ایک ترقی یافتہ، پُرامن اور خوشحال مستقبل کی تمنا کرتے ہوئے مسرت کا احساس ہورہا ہے۔

"جمہوریت ہند نے گذشتہ ۳۶ سالوں میں ترقی کی شاہراہ پر زبردست پیش قدمی کی ہے۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ہماری ترقی نے ہمیں دنیا میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ کئی آفات ارضی وسماوی نازل ہوئیں لیکن ہندستانی عوام نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ترقی کی جانب پیش قدمی کی۔

نقرئی تقریبات کا یہ سال مہاراشٹر کے لئے زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ اس عرصہ میں مہاراشٹر نے مختلف شعبوں میں زبردست ترقی کی ہے۔ حکومت صرف تقریبات منعقد کرنے میں یقین نہیں رکھتی بلکہ اس نے عوامی بہبود کے لئے کئی نئے پروگرام وضع کئے ہیں۔

ہمارا ساتواں منصوبہ دس ہزار پانچ سو کروڑ روپئے کی مالیت کا ہے اور اس سلسلے میں کئی رہنما اصول ہمارے پیش نظر ہیں۔ ریاست میں ایک بار پھر خشک سالی کے حالات پیدا ہوگئے ہیں۔ حکومت عوام کی دشواریاں دور کرنے کے لئے ہر ممکن اقدام کررہی ہے۔ ضرورتمندوں کے لئے روزگار، غذا اور پینے کا پانی نیز جانوروں کے لئے چارے کی فراہمی کے انتظامات کئے جارہے ہیں۔

غربت کے خلاف جدوجہد میں ہمارا خصوصی ہتھیار ہمارا بیس نکاتی پروگرام ہے جس کا مقصد غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والوں کو اوپر لانا ہے۔ گذشتہ دو سال میں ہماری ریاست اس پروگرام کے نفاذ میں سرفہرست رہی ہے۔ ترقی کے راستے پر ہم اسی وقت آگے بڑھ سکتے ہیں جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملاکر آگے بڑھیں۔"

قومی راج

شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر ، وزیر اعلیٰ

انتشار پسند طاقتوں سے ہشیار رہیے

یوم جمہوریہ کے موقع پر وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر کا

عوام کے نام پیغام

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے جمہوریۂ ہند کی ۳۶ ویں سال گرہ کے موقع پر عوام کے نام اپنے پیغام میں ان سے اپیل کی ہے کہ وہ انتشار پسند طاقتوں سے ہشیار رہیں جو فرقہ پرستی، علاقہ پرستی، مذہب اور زبان کے پردے میں سرگرم ہیں تاکہ ہماری آزادی، اتحاد اور قومی یک جہتی کو نقصان نہ پہونچے۔

"میں اس جمہوریۂ ہند کی اس ۳۶ ویں سالگرہ کے موقع پر مہاراشٹر کے عوام کو اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ یہ بات اس لئے بھی اہم ہے کہ ریاست مہاراشٹر اس سال اپنے قیام کا نقرئی جشن منارہی ہے۔

۱۹۴۷ء میں حصولِ آزادی کے بعد ہمارے ملک کو ایک فلاحی ریاست بنانے کی دانستہ کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کے عوام کی بہبود کی خاطر عوام کی جانب سے بلائی جانے والی جمہوری ریاست ہونے کے نظریے کو قبول کرلیا تاکہ ہماری حاصل کردہ آزادی ہمارے عوام کی ہمہ جہتی ترقی کا ایک ذریعہ بن جائے اور ہر ایک شہری کو اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرکے ملک کو طاقتور اور متحد بنانے کا موقع ملے۔ اس مبارک موقع پر ہمیں اپنی اب تک کی حاصل کردہ ترقی کا جائزہ لینا چاہئے اور مزید ترقی کرنے کے لئے کمربستہ ہوجانا چاہئے۔

ماضی میں ہندوستان نے کئی موقعوں پر ساری دنیا کو دکھا دیا ہے کہ جمہوریت کی جڑیں اس ملک میں کتنی گہری ہوچکی ہیں اور کئی آزاد ممالک ہمارے ملک سے رہنمائی حاصل کررہے ہیں۔ ——— گذشتہ ۳۶ سال سے ہمارے ملک نے مختلف شعبوں مثلاً زراعت، صنعت، تجارت، آبپاشی، تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی، صحت نیز سماجی بہبود میں زبردست ترقی کی ہے اور ہم ایک خوشحال مستقبل کی جانب بڑھ رہے ہیں ——— ہم نے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کی قیادت میں اکیسویں صدی میں ایک نیا ہندوستان تعمیر کرنے کا عہد کرلیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں شری راجیو گاندھی جیسا فعال رہنما ملا ہے ——— انھوں نے صرف ایک سال کی مدت میں کئی پیچیدہ اور نازک مسائل کو حل کرکے اپنے تدبر کا ثبوت دے دیا ہے ——— گذشتہ ایک سال میں ریاست مہاراشٹر کو کئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ریاست کے مختلف حصوں میں قلت جیسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ ریاستی حکومت ان مشکلات پر قابو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ مجھے یہ اعتراف کرتے ہوئے شدت کا احساس ہورہا ہے کہ عوام نے اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ پورا تعاون کیا ہے ——— ہم ریاست کے مختلف علاقوں کی متوازن ترقی کے لئے پوری پوری جد وجہد کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے مختلف علاقوں کے لئے علاحدہ علاحدہ پروگرام وضع کئے ہیں۔ ان پروگراموں کے نفاذ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی ——— "جبکہ ہم اپنے ملک کیلئے ایک خوشحال اور روشن مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں۔ ہماری راہ میں کئی دشواریاں بھی حائل ہیں۔ ہمیں ان مسائل کی جانب سے پوری طرح بیدار رہنا ہوگا۔

ودربھ میں ترقی کیلئے ۳۳ نکاتی پروگرام

ودربھ کی ترقی کے لئے وزیراعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے ریاستی وزراء کی میٹنگ کے بعد ۹ دسمبر ۸۵ء کو ایک نئے ۳۳ نکاتی پروگرام کا اعلان کیا ہے ۔۔۔۔۔۔ اس پروگرام میں کالی سرار، بینج، لوور اُنّا، ارونا وتی اور اپّر وردھا آب پاشی کے ان عظیم منصوبوں کی تکمیل نیز دیگر ۱۳ درمیانی منصوبوں کی ۱۹۹۰ء تک تکمیل کی تیاری ہے علاوہ ازیں ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت زیر تعمیر آنے والے ریاستی سطح پر چھوٹے پروجیکٹ کی تکمیل کے منصوبوں کے ناموں کی تخصیص کر لی گئی ہے۔

ریاست میں راستوں کی ترقی کے لئے ایک سو پچاس کروڑ روپے خرچ ہوں گے ان میں سے ۴۷ کروڑ روپے ودربھ میں راستوں کی تعمیر پر خرچ ہوں گے۔ اس کے علاوہ ضمانت روزگار اسکیم میں ۲۵ کروڑ روپے راستوں کی ترقی کے لیے خرچ کیے جائیں گے۔ اس پروگرام کے تحت دو سو راستوں اور پلوں کی نئی تعمیر کی جائے گی ان میں سے ایک سو پچاس تعمیرات ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے اواخر میں مکمل ہوں گی۔

ناگپور شہر کے راستوں کی تعمیرات نیز درستی کے لئے ۱۹۸۵ — ۸۶ء میں ایک کروڑ روپے کی امداد دی جائے گی۔ ودربھ کے بارہ گاؤں میں مزید پانی کی فراہمی کی اسکیم ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران تکمیل کو پہونچے گی۔

آئندہ تین برسوں میں ودربھ میں ۲۶ چھوٹی صنعتی بستیاں قائم کی جائیں گی اور گیارہ امداد باہمی شکر کارخانے اور چھ سوتی کپڑوں کی ملوں کے لیے مرکزی حکومت سے کوشش کی جائے گی۔

راج ماتا جیجا بائی کے وطن سندکھیڑ راجا (ضلع بلڈانہ) کو ترقی دی جائے گی۔ اسی طرح سیاحتی مراکز رام ٹیک اور چکھلدرا اور سیواگرام، پونار، نوے گاؤں، باندھ، ناگ جھیری، ماہور اور کاسٹ کھیری مقامات کی فوری ہمہ گیر ترقی کے لیے ایک کمیٹی متعین کی گئی ہے۔

یہ مکمل پروگرام حسب ذیل ہے

(۱) (الف) وردھا ضلع کی ترقیاتی اسکیم کا ۱۸۳،۸۴ کروڑ روپے کا مسودہ منصوبہ بندی کمیشن کی منظوری کے لئے پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ منظوری حاصل کرنے کے لئے مرکزی حکومت سے رجوع کیا جائے گا۔

(ب) ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں وردھا منصوبہ کے لئے سترہ کروڑ روپے فراہم کئے گئے ہیں جن کے تحت کون سے پروگرام زیر عمل ہوں؟ اس پر غور و خوض کرنے اور اس کے متعلق تفصیلی منصوبہ تیار کرنے

قومی راج

کے لئے صنعت، محصول اور سماجی بہبود کے وزیر شری سدھاکر راؤ نائیک کی صدارت میں مجلس وزرار کی ایک ضمنی کمیٹی بنائی گئی ہے۔ وزیر تعلیم پروفیسر رام میگھے اور وزیر برائے شہری ترقیات ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی اس ضمنی کمیٹی کے رکن ہیں۔

(ج) وردھا ضلع میں مختلف النزع منصوبوں پر عمل کرتے وقت، خطِ غربت کے نیچے زندگی گذارنے والے خاندانوں کو خطِ غربت سے اونچا اٹھانے کا حکومت کا نصب العین پیشِ نظر رہے گا۔

بند کی تعمیر

۲ — کالی سرار پروجیکٹ کا کام جنگل کی زمین مل جانے کی صورت میں سنہ ۱۹۸۶ء تک مکمل ہو جائے گا۔

۳ — [illegible] پروجیکٹ کی تعمیر ۸۷ — ۱۹۸۶ء تک تکمیل کو پہونچے گی۔

۴ — اپر وردھا اور ارنا وتی پروجیکٹ کے کام، سنہ ۱۹۹۰ء تک مکمل کرنے کا عزم کیا گیا ہے۔

۵ — اپر وردھا بند اور نہر کا کچھ کام سنہ ۱۹۹۰ء تک پورا ہو جائے گا اور بقیہ کام سنہ ۱۹۹۵ء تک مکمل کرنے کا منصوبہ ہے۔

۶ — سنہ ۱۹۸۲ء میں ۳۸ درمیانی درجہ کے پروجیکٹ سنہ ۱۹۹۰ء تک مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ ان میں سے مکر، دھوکرا، موردھام نالا، بیٹیکر دھوتلی، پیگیار، پاکھ کنالا، پال ڈھگ، مانڈوا، کیسر نالا، کا بھولی، سونل وینا ندی، چندائی نالا، شیک دری، دیگاؤں ٹینک، منس، اڈما اور کوراڑی۔ ان اٹھارہ پروجیکٹ کا کام پورا کر لیا گیا ہے۔

۷ — اکل نالا، واگھاڑی، کولار، گوکی، پوتھرا، انتر گاؤں، کھوکرا نالا، لوورپل، دھام، بورگاؤں، پکڑی، گوڑام، شاہ نور، اور اُرن۔ یہ ۱۳ درمیانی درجہ کے پروجیکٹ سنہ ۱۹۹۰ء تک مکمل کئے جائیں گے۔

۸ — پینڈھار والا، جینا ندی، کاروا اپا نالا، لون سراڈ، اومر جھرتی، مدن ٹینک اور ڈونگر گاؤں یہ بقیہ سات پروجیکٹ کی تکمیل جنگل کی زمین کی عدم حصولیابی کے سبب سنہ ۱۹۹۰ء تک ہونا مشکوک ہے۔ لہٰذا ان سات پروجیکٹ کے بجائے حکومت نے دیگر سات نئے درمیانی درجے کے پروجیکٹ کا ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران آغاز کرکے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ کیا ہے۔ جن کے نام اس طرح ہیں:

کار (وردھا) سائکی (ناگپور) تورنا (بلڈانہ) بورگاؤں (ایوت محل) وشواج متری (اکولہ) چارگڑھ (امراوتی) اور گھوپڑوھ (ایوت محل) عام طور پر اس پروجیکٹ کو منتخب کیا جائے گا جس میں جنگلاتی زمین کی اڑچن نہ ہو۔

۹ — ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت حکومت ریاستی سطح پر درج ذیل سترہ چھوٹے بندوں کی تعمیر کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتی ہے اور ان میں سے بیشتر منصوبے مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ اکولا ضلع میں دھارور تالاب، اسولا تالاب، داپور (کوبہا پور طرز کا بند) بلڈانہ ضلع میں ماتلا تالاب، آمبورا تالاب وردوبا تالاب، ایوت محل ضلع میں دہیرگاؤں تالاب مانجری تالاب، وادھونا تالاب، چندرپور ضلع میں پمپری دکشت تالاب، ہیراپور تالاب، ناگپور ضلع میں کورس ری نال تالاب، گھاٹے وڑ تالاب، اور بھنڈارہ ضلع میں مان کوڑی تالاب، دیکھے ٹولا تالاب، پانونڈی اور بوچرا تالاب (ریاستی سطح پر چھوٹے بند کا پروجیکٹ)۔

۱۰ — یو۔ ایس۔ ایڈ۔ پروگرام کے تحت درج ذیل سترہ بندوں کی تعمیر کی اسکیم زیر عمل ہے جس کو ساتویں پنج سالہ منصوبہ تک مکمل کیا جائے گا۔ پروجیکٹ کا نام اور ضلع اس طرح ہیں:

چاری (بلڈانہ) راجورا (ایوت محل) بھٹالا (چندرپور) جنونا (بلڈانہ) دیاگر نالا (بلڈانہ) موکھڑ پمپری (اکولہ) بوراڑی (ایوت محل) گندھیری (امراوتی) جوتا پانی (امراوتی) بورجیولا (بلڈانہ) کاٹا واڑا (بلڈانہ) پانچ بہود (ایوت محل) تلہارا (ناگپور) کوراڑ (بھنڈارا) واکیشور (ناگپور) وڑگاؤں (ناگپور) پنڈکیپار (بھنڈارا)۔

اسی طرح حکومت نے کل ۴۳ منصوبوں کو

ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں مکمل کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔

ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت
کنہان بین الریاستی پروجیکٹ کا آغاز

۱۱ ـــ کنہان، مدھیہ پردیش اور مہاراشٹر کا بین الریاستی پروجیکٹ ہے۔ حکومت کو یقین ہے کہ اس پروجیکٹ کے تحت "تیمورڈدھ" بند کی تعمیر حکومت مدھیہ پردیش کی تائید وحمایت سے ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران شروع کی جائے گی۔

۱۲ ـــ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ریاست کے راستوں کی ترقی میں حائل مشکلات کو دور کرنے کے لئے حکومت نے ایک سو پچاس کروڑ روپے خرچ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں سے ۴۷ کروڑ روپے ودربھ میں خرچ ہوں گے۔ ہر ضلع میں راستوں کی ترقی میں حائل دشواریوں کے مطابق رقم خرچ کی جائے گی۔ علاوہ ازیں ضمانت روزگار اسکیم میں سے پچاس کروڑ روپے راستوں کی ترقی کی غیر متوازن صورت حال کو ختم کرنے کے لئے خرچ کئے جائیں گے۔ اس رقم میں سے بھی تقریباً ۲۵ کروڑ روپے ودربھ میں خرچ کئے جائیں گے۔ اس اسکیم کے تحت ودربھ میں تقریباً دوسو راستوں اور پلوں کے نئے کام کئے جائیں گے اور ان میں سے تقریباً ایک سو پچاس کام ساتویں پنج سالہ منصوبے کی مدت کے دوران پورے کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ دیگر تقریباً سات سو راستوں اور پلوں کے کام تیزی سے مکمل کئے جائیں گے۔

۱۳ ـــ ناگ پور فراہمی آب اسکیم کے تحت آب رسانی کے نظام کی اصلاح کے لئے ۲۲ کروڑ روپے کا منصوبہ زیر عمل ہے جس پر مارچ ۱۹۸۵ء تک گیارہ کروڑ روپے خرچ ہو چکے ہیں اور ۸۶-۱۹۸۵ء میں اس پر چھ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے یہ منصوبہ مارچ ۱۹۸۷ء تک مکمل ہو جائے گا۔

۱۴ ـــ "پینچ منصوبہ" کے دوسرے مرحلہ کا کام ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے مدت کے دوران شروع کیا جائے گا۔ اس منصوبہ پر تقریباً ۲۷ کروڑ روپے خرچ ہوں گے اور یہ منصوبہ پورا ہو جانے پر ناگپور شہر کی آب رسانی میں روزانہ ایک سو بارہ (۱۱۲) ملین لیٹر کا اضافہ ہوگا۔

۱۵ ـــ ناگپور شہر کے جس حصے میں آب رسانی کا نظام نہیں ہے وہاں ہینڈ پمپ کے ساتھ ۸۰ بورنگ کنویں کھودے جائیں گے۔ اسی طرح ایک سو پچاس کنووں پر بجلی کے پمپ لگائے جائیں گے۔ اس کام پر تقریباً ۴۲ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ ضرورت محسوس ہوئی تو اس کام کے لئے مزید رقم فراہم کی جائے گی۔

۱۶ ـــ کنہان ندی پر واقع فراہمی آب مرکز کی بجائے پانی کی کم سے کم سطح برقرار رکھنے کے لئے بند کے کام کا عملدرآمد کیا جائے گا۔

۱۷ ـــ ناگپور شہر میں راستوں کی تعمیر اور درستی کیلئے ایک کروڑ روپے کی امداد ۸۶-۱۹۸۵ کے مالی سال میں دی جائے گی۔

۱۸ ـــ ناگپور شہر میں روشنی کی بتیوں میں باقاعدگی لانے کے لئے پچاس لاکھ روپے فراہم کئے جائیں گے۔

۱۹ ـــ ناگپور شہر میں ترقی سے متعلق تمام سوالات پر غور کرنے کے لئے چیف سکریٹری کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ یہ کمیٹی ناگ پور شہر کے اطراف رنگ روڈ، پانچ بڑی برفلائی اوور کی تعمیر اور ناگپور شہر میں واقع گندی اور غیر قانونی بستیوں کو سہولیات فراہم کرنا وغیرہ اہم امور پر غور کر کے جنوری ۱۹۸۶ء کے اواخر تک اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔

۲۰ ـــ ودربھ کے درج ذیل شہروں میں پانی کی مزید فراہمی کی اسکیم ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران شروع کر کے مکمل کی جائے گی۔

اکولہ، پوسد، داروا، ایوت محل، چکھلی، دیول گاؤں راجہ، امریڑ، ساونیر، کاٹول، چندر پور، گڑھ چرولی اور دھامن گاؤں۔

۲۱ ـــ آئندہ تین برسوں میں علاقہ ودربھ میں ایم۔ آئی۔ ڈی۔ سی

ودربھ کا ایک پروجیکٹ
پنچ پروجیکٹ

سی کے تحت ۲۶ چھوٹی صنعتی بستیاں قائم کی جائیں گی۔

۲۲ ——— ودربھ میں زیرِ قیام پانچ امداد باہمی کارخانوں کے علاوہ مزید گیارہ امداد باہمی شکر کارخانوں کی تجویز حکومت مہاراشٹر نے مرکزی حکومت کو منظوری کے لئے روانہ کردی ہے۔ اس تجویز کو منظور کرانے کے لئے مرکزی حکومت کی توجہ مبذول کرائی جائیگی۔

۲۳ ——— ودربھ میں ۶، امدادِ باہمی سوتی کپڑوں کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ مزید چھ کارخانوں کے قیام کی تجویز کے لئے مرکزی حکومت نے ہنوز منظوری نہیں دی ہے۔ ان تجاویز کے لئے مرکزی حکومت تک رسائی کی جائے گی علاوہ ازیں ایوت محل ضلع میں صدنی صدنی بنیاد پر دو امدادِ باہمی سوتی کپڑوں کے کارخانے قائم کرنے کے لئے بھی مرکزی حکومت سے کوشش کی جائے گی۔

۲۴ ——— ناگپور میں "مہاراشٹر راجیہ ہاتھ ماگ مہامنڈل" کے تحت "ہاتھ ماگ پرکریا کیندر" قائم کیا جائے گا۔

۲۵ ——— ودربھ میں بُنائی کا کام کرنے والے کے لئے "ورک شیڈ کم ہاؤس" کے منصوبہ پر عمل درآمد کیا جائے گا جس سے ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں تقریباً ۱۷۲۵ بُنکر مستفیض ہوں گے۔ جن دیہی و شہری علاقہ میں بنکروں کی تعداد زیادہ ہے۔ ایسے علاقوں میں اس منصوبوں کا نفاذ ہوگا۔ اس منصوبہ کے تحت بنکروں کو "ہڈکو" کی جانب سے قرض اور مرکزی و ریاستی حکومت سے امداد فراہم کروائی جائے گی۔ اس کے علاوہ تقریباً ۱۷۲۵ بنکروں کو گھر اور ورک شیڈ تعمیر کرنے کے لئے پلاٹ دیئے جائیں گے۔ ان دونوں اسکیموں پر ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ریاستی حکومت کے تقریباً ۴۸ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

۲۶ ——— "مہاراشٹر راجیہ تیل بیج اور ادیوگ وکاس مہامنڈل" کے تحت ناگپور میں ایک "سویابین پروجیکٹ" پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

۲۷ ——— سنتروں کی پیداوار میں اضافہ کرنا حکومت کا مقصد ہے۔ اس کے پیش نظر سنتروں کی پیداوار کرنے وال

کی ضروریات اور مشکلات پر غور کرنے کی غرض سے اور ان مشکلات کو دفع کرنے کے لئے ضروری اقدامات سجھانے کی خاطر حکومت نے چیف انجینئر (پاٹ بندھارے) ناگپور کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم ہے۔ پھل کے باغات کے ڈائرکٹر یا ان کا نمائندہ، بھوجل سروئیشک اور وکاس یتر نا کے ڈپٹی ڈائرکٹر اور پنجاب راؤ کرشی ودیا پیٹھ کا نمائندہ، یہ اس کمیٹی کے اراکین ہوں گے۔ کمیٹی کو اپنی رپورٹ دسمبر ۱۹۸۵ء کے آخر میں پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ پر غور و خوض کر کے سنتروں کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے۔

۲۸ ——— شری چھترپتی شیواجی مہاراج کی والدہ جیجا بائی کے گاؤں سندکھیڑ راجا (ضلع بلڈانہ) ہے۔ اس تاریخی گاؤں اور اس کے اطراف واکناف کا "ویرول پرجا" کی زمین کو ترقی دی جائے گی۔ اسی طرح سندکھیڑ راجا کی ہمہ گیر ترقی کا خاکہ بھی تیار کیا جائے گا۔

۲۹ ——— رام ٹیک اور چکھلدارا مقامات کی سیاحتی مراکز کے طور پر ترقی کے لئے وزیر سیاحت شری جواہر لال دردا کی صدارت میں ایک ضمنی کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ وزیر جنگلات شری سروپ سنگھ نائک وزیر شہری ترقیات ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی اور ریاستی وزیر مالیات شریمتی سیلن ڈی کلواکر ضمنی کمیٹی کے اراکین ہوں گے۔ یہ کمیٹی تین مہینے میں اپنی رپورٹ مجلس وزراء کو پیش کرے گی۔

۳۰ ——— سیواگرام، پونار، نوے گاؤں، باندھنا گھیری، ماہور، اور کامٹی کھیری مقامات کے اطراف واکناف کی ہمہ گیر ترقی کے لئے ضروری خاکہ، وزراء کی مذکورہ ضمنی کمیٹی تین مہینے میں مجلس وزراء کو پیش کرے گی۔

۳۱ ——— ناگپور میں ڈگری طبی تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کر کے حکومت نے اس کی عمارت کی تعمیر کا کام سنہ ۸۴-۱۹۸۳ء مالی سال میں شروع کیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے پہلے مرحلہ کی تعمیر (اندازاً خرچ ۲،۷۲ کروڑ روپے) اسا تویں پنج سالہ منصوبہ کی مدت کے آخر تک مکمل کرنے کا حکومت نے فیصلہ کیا ہے۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ڈاکٹر بی. سی. رائے کی یاد میں ایک ڈگری طبی تعلیمی ادارہ کے قیام کا مرکزی حکومت ارادہ رکھتی ہے۔ یہ ادارہ دوسری جگہ قائم کرنے کی بجائے اس ادارہ کے لئے مخصوص رقم ریاستی حکومت کے ناگپور کے ادارہ کے لئے فراہم کی جائے گی۔ اور مرکزی حکومت کے ماتحت ناگپور میں ڈگری میڈیکل کالج کے پروجیکٹ پر عملدرآمد کو ریاستی حکومت اولیت دیگی۔

۳۲ ——— امراوتی میں ایک "ہوائی جہاز رن وے" تعمیر کیا جائے گا۔

۳۳ ——— کامٹی میں فوجی اسکول شروع کرنے کے لئے مرکزی حکومت کی رسائی کی جائے گی۔

مترجم: عبدالغنی محمد شریف
انجمن خیر الاسلام اردو ہائی اسکول مدنپورہ بمبئی ۸

فوری توجہ کے لئے

اپنے پتے کی تبدیلی کی اطلاع "حوالہ نمبر" (جو آپ کے پتے کے اوپری حصے پر درج ہوتا ہے) کے ساتھ لکھئے۔ نئے پتے کے ساتھ پرانا پتہ بھی لکھئے تاکہ آپ کو نئے پتے پر فوری رسالہ جاری کیا جا سکے۔
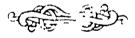
جواب طلب امور کے لئے جوابی خط بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام خطوط کے جوابات توجہ کے ساتھ ادارے کی طرف سے بھجوائے جاتے ہیں

(ادارہ)

ڈاکٹر ایچ۔ وی۔ سردیسائی
ایم۔ ڈی۔ ایف آر سی پی۔
ایف اے آئی ڈی ڈی پونے

تندرست جوان قوم کا سرمایہ

ہندوستان کی آرزو ہے کہ مستقبل قریب میں شاندار مقام تک پہونچ جائے ہم بجا طور پر اپنی اس ثقافت وروایات پر نازاں ہیں جو ہمیں اپنے ماضی سے وراثت میں ملی ہے۔ فی الحال ہم دشوار گذار مرحلوں سے گذر رہے ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سے مسائل ہیں لیکن اپنے وسائل سے کام لے کر ہم ان پر غالب آسکتے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہمارے جوان ہیں کیونکہ ہمارے جوان ہی قوم کی رہنمائی خوشحالی کی طرف، تندرستی کی طرف اور ایک مالا مال ثقافت کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ ایسا کرنے کیلئے ہر ایک جوان کا تندرست ہونا لازمی ہے۔

تندرست ہونے کے کیا معنی ہیں ؟

تندرستی — جس طور پر اس کی تعریف "عالمی صحت کی تنظیم" نے کی ہے، صرف اس بات کا نام نہیں ہے کہ بیماریاں غائب ہوجائیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تندرستی جسمانی، نفسیاتی، اور سماجی حالت کا یقینی مظاہرہ ہو۔ ہم اکثر اپنی تندرستی کی قدر و قیمت تب کرتے ہیں جب اسے کھو دیتے ہیں۔ تندرستی کی اہمیت ہم اس وقت سمجھتے ہیں جب جسمانی طور پر غیر تندرست ہوجاتے ہیں، جب ہم بخار، درد، دردِ سر، متلی، سانس پھولنے کی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جب ہم بیمار نہیں ہوتے اس وقت شاید ہی ہم اس بات کی فکر کرتے ہوں کہ ہم میں بجا طور پر تندرستی کے تمام لوازمات موجود ہیں۔

ایک تندرست آدمی یقینی تندرستی کا تجربہ یوں کرے گا کہ اس میں طاقت، زور، توانائی کے احساسات یقینی طور پر موجود ہوں اس میں اپنا کام انجام دینے کے لئے کافی قوت اور مہارت ہو، وہ تیز رفتاری کے ساتھ اور صحیح طور پر کام کرسکے، وہ معاملہ کو جلد سمجھ لے اور اس کی قوتِ حافظہ اعلیٰ ہو، اس کے جسمانی اعضائے کوشش اپنا فعل انجام دیتے ہوں، اس کی جسمانی ساخت اچھی اور مضبوط ہوگی۔ اس کا چہرہ دمکتا ہوا در ہر عمل میں اس کا انداز قدرتی ہو۔

تندرستی کا دوسرا پہلو جسمانی تندرستی ہے۔

ہم میں سے اکثر چھوٹی یا بڑی پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں جو مزید پرانی فکروں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ نڈھال ہوتے اور مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں اور زندگی کی مختلف دلچسپیوں کو بھی فراموش کردیتے ہیں۔ بعض خود اپنے متعلق اپنی صلاحیتوں سے متعلق، اپنے آس پاس کے لوگوں کے متعلق غیر حقیقی خیالات رکھتے ہیں، بعض غیر معمولی طور پر شکی مزاج طبیعت

رکھتے ہیں۔ ایک عام نوعیت کا شخص قدرتاً اس قسم کی نفسیاتی وذہنی اختلال سے پاک ہوا کرتے ہیں۔ بایں ہمہ جسمانی طور پر تندرست ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ ایک صحت مند جوان کا دماغ پرسکون ہونا چاہیئے۔ اس میں زندگی کے اکثر پہلوؤں سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیئے اس میں اپنے متعلق اور اپنے ماحول سے متعلق حقیقت پسندانہ خوشیوں کو قبول کرنے کا رجحان ہونا چاہیئے۔ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق ذمہ داریوں کو قبول کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہو اور زندگی کو بامقصد بنانے کا حامی ہو اور خود اپنی اور دوسروں کی ضروریات کو سمجھتا ہو یا سمجھنے کی کوشش کرتا ہو۔

تندرستی کا تیسرا پہلو معاشرتی یا سماجی پہلو ہے جسے بہت سے لوگ نظرانداز کر دیتے ہیں۔ معاشرے افراد کی طرح پیدا ہوتے ہیں، بڑھتے، مضبوط اور تن و مند بنتے ہیں بہتیرے بیماری میں مبتلا ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ بہت سے معاشرے بنے، بڑھے، مضبوط ہوئے اور پھر انھیں گھن لگ گیا اور دیکھتے دیکھتے فنا ہو گئے۔ معاشرہ اس وقت تک صحت مند نہیں ہو سکتا جب تک اس کے افراد میں غیر محفوظ ہونے کا یا کمتری کا احساس ہوگا کیونکہ یہی افراد معاشرہ کے اعضاء ہیں اور ان کے جذبات کی کمزوری معاشرہ کی کمزوری پر منتج ہوگی۔ اگر کسی معاشرہ میں جرم، زنا، قتل، چوری، طبقاتی اونچ نیچ جیسی خرابیاں ہوں گی تو اس کا نتیجہ لوٹ کھسوٹ ہوگا اور وہ معاشرہ بیمار معاشرہ ہوگا۔ تندرست معاشرہ کا طرۂ امتیاز بیماروں کی باہمی دیکھ ریکھ، بے سہارا چھوٹے بڑوں پر توجہ اور ان کی خبرگیری ہونی چاہیئے۔ ایسا ہی معاشرہ اس شاندار ثقافت و روایت کا وارث قرار دیا جا سکتا ہے جس کی عکاسی ہمارے ادب، فنون، باصلاحیت کارناموں کی تفصیلات میں پائی جاتی ہیں جن پر ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ ایسے معاشرے میں علم کو نشو و نما اور ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اور تکنیکی امور کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ تب ہم یہ آس لگانے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ ہمارے جوان تنومند ہوں، اچھی دماغی قابلیت و صلاحیت رکھتے ہوں اور معاشرے پر اپنے افعال کے ردِعمل کو بخوبی سمجھتے ہوں۔ صرف ایسے اشخاص ہی جو بہر حال تندرست ہوں اپنے شخصی، گھریلو اور معاشرتی معاملات میں توازن برقرار رکھنے پر قادر ہو سکتے ہیں۔

نوین راج

انسانی زندگی کے تین رخ ہیں۔

پہلا رخ طولِ حیات کا ہے۔ بعض، بلکہ اکثر لوگ طویل زندگی کے لیئے کئی طرح کی کوششیں کرتے ہیں۔ موت کا ڈر، سرگرمی پر آمادہ کرنا اور کئی طرح کے مقاصد کے حصول میں معاونت کرتا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی بیشتر ترقیاں جنگوں کی مرہون ہیں، بہت سی کیمیاوی ترقیاں مریضوں کو صحت مند بنانے اور بیماریوں کو نابود کرنے کی کوششوں کے سبب وجود میں آئی ہیں۔ ایسی کئی ایجادات نے طولِ حیات کی طرف رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ موجودہ صدی کے دوران پر انسانی زندگی جتنی تھی اب اس سے بڑھی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ماؤں کی بہتر دیکھ بھال اور مناسب دواؤں کی فراہمی کے سبب بچوں کی اموات کم ہو چکی ہیں۔ ٹھیک طور پر بچوں کو بیماریوں سے بچانے والی دواؤں کے بروقت استعمال سے چیچک، بچوں کے فالج، خسرے، کالی کھانسی اور گلے کی بیماری خناق (ڈفتھیریا) نیز ماحول کی صفائی کے سبب آلودگیوں سے پیدا ہونے والی بہت سی بیماریاں دفع کی جا چکی ہیں۔ گھروں کو حادثات سے بچانے کے لیئے زیادہ سے زیادہ احتیاط ضروری ہے۔ راستوں پر کام کی جگہوں پر یا سیر و تفریح کے اور کھیل کود کے موقعوں پر صحت کے اصولوں کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ ضروری ہے کہ صحت افزا عادات اور طریقے اختیار کیئے جائیں اور کھلی جگہوں پر باقاعدہ ورزش کو معمول بنایا جائے۔ کسی نوعمر کو یا جوان کو تمباکو نوشی (سگریٹ، بیڑی وغیرہ) شراب نوشی اور دوسرے منشیات کی عادتیں ہرگز اختیار نہ کرنی چاہئیں اس لیئے کہ جسم کے نشو و نما کو پھیپھڑوں کو اور دیگر اعضائے رئیسہ کو ان سے بڑھ کر نقصان پہنچانے والی دوسری کوئی شئے نہیں۔ ان چیزوں کا تھوڑی مقدار میں بھی استعمال کرنا صحت کو دائمی نقصان پہنچاتا ہے۔ عنفوان یا آغازِ شباب میں ہی احتیاط برتنے سے ایسی بہت سی بیماریاں لاحق نہیں ہوتیں جو بعد میں جسم پر حملہ آور ہوتی ہیں اور عمروں کو گھٹاتی ہیں کیونکہ ابتدائی عمر میں اگر ان ناکارہ بنانے والی عادتوں کے بیج انسان کی اندرونی ساخت میں بوئے جا چکے تو ان کا اثر آخر عمر میں سخت پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے اور زندگی گھٹ جاتی ہے۔ عمر کی ہر منزل

میں نہایت ضروری ہے کہ غذا عمر کی مناسبت سے ہو اور متوازن ہو۔ باقاعدہ ورزش کی عادت ڈالنا اور اسی لحاظ سے موزوں خوراک، طریقۂ ورزش، صفائی، نقصان رساں عادات سے پرہیز لازمی ہے۔ اپنی صحت پر باقاعدہ توجہ دینا، حادثات اور تکلیف دینے والی باتوں سے بچنا نہ صرف صحت کو قائم رکھنے میں مفید ہوتا ہیں بلکہ اتنی معمولی سی توجہ سے زندگی بڑھتی ہے۔

بایں ہمہ، طویل عمر ہی انسانی زندگی کا اکیلا پہلو نہیں ہے، اس میں چوڑائی کا ہونا بھی، جیسا کہ ابتدا میں بیان ہوا، ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر، فرد اور اس کا خاندان مطمئن نہیں رہ سکتا۔ ہر جوان کے لئے مثبت کوششوں کے ذریعہ اپنی تندرستی کو ہر پہلو سے قائم رکھنا لازمی ہے۔ خاص طور پر نفسیاتی صحت کی برقراری بہترین مثبت کوششوں کے ذریعہ نہایت اہم ہے، جس طرح صفائی، متوازن غذا اور موزوں جسمانی ورزش صحت کے لئے لازم وملزوم ہیں اسی طرح دماغی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

انسان میں یہ صلاحیت ہونی چاہئے کہ دماغ کو ٹھنڈا رکھے اور روز بروز کے واقعات سے اثر نہ لے اور برافروختہ نہ ہو۔ اس کیلئے انسان کو خود اپنے دماغی عمل پر غور کرنا اور طبیعت پر قابو رکھنے کی مشق کو بڑھانا ہوگا۔ یہیں سے غور وفکر کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص اپنی دماغی کیفیت کو سمجھ لے تو لامحالہ دوسروں کی کیفیات بہتر طور پر سمجھی جاسکیں گی۔ کیونکہ بنیادی جذبات یعنی غصہ، خوف، بے چینی، خلل، انسان کے خود مختارانہ جذبات ہیں۔ انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ تو یہ ہے کہ خود اختیار کردہ جذبات پر قابو پائے، یوں جذبات پر قابو پانے کے بعد، انسان کو دماغی رجحانات کا صحیح تجربہ وفہم اور اس زندگی کا حقیقی لطف میسر آئے گا۔

انسانی زندگی کا تیسرا پہلو، خود پسندی اور ''ماورائے ادراک اشیاء'' پر انحصار رکھتا ہے۔ تب اس شخص میں محسوس کرنے، سوچنے اور عمل کرنے کی وہ قوتیں بیدار ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے اہل خاندان، ذات، قوم اور انسانیت کی بھلائی کی باتیں سوچ سکتا ہے۔ اس صفت سے جو متصف ہوگا وہ خود اپنی نہیں دوسروں کی بھلائی کے لئے سوچے گا۔ لیکن انسانی زندگی کا یہ پہلو بہترین تو ہے لیکن کمیاب بلکہ تقریباً نایاب ہے۔ یہی وہ صفت ہے جو "انسان" کو حیاتیاتی جانوروں کے زمرے سے الگ اور ممتاز کرتی ہے۔

اگر جوان کو ہم اپنی قوم کا سرمایہ بنانا چاہتے ہیں تو ہر فرد کو ہر رُخ سے، صحت مند بننے کی کوشش کرنی ہوگی ہم سبھوں کو "طویل زندگی"، "اچھی زندگی" اور "دوسروں کے لئے زندگی" پر عمل کرنا ہوگا۔ یہ باتیں صرف کہنے کی نہیں ہیں اور نہ کتابوں کی زینت بڑھانے کے لئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ان کو عملی جامہ پہنایا چنانچہ ان کے نام، ان کی اعلیٰ مثالیں ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

"گفتار نیک"، "پندار نیک"، "کردار نیک" کے ذریعے جو سنسکرت کے ایک دعائیہ کلمے کے مفہوم کے مطابق ہے، سو سال کی اچھی زندگی، زبانوں سے سنائی اور کہی جانے والی سو سال کی نیک نام زندگی، آنکھوں کو چند صیا دینے والی سو سال کی رہنما یا نہ زندگی، کانوں کو بھلی لگنے والی سو سال کی بے غرضانہ زندگی پانے اور جینے کے اگر خواہش مند ہیں تو ہمیں روشن دماغی اختیار کرنی ہوگی۔ تاکہ ہم بھی سو سال سے زیادہ کی طویل زندگی حاصل کریں۔ کیونکہ ہماری زندگی کا اصلی مقصد بھی تو یہی ہے۔ اگر ہمارے جوان صحت مند رہے اور زندگی کے اس مقصد کے مطابق جینا اختیار کیا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے تو ان کی زندگی ان کے لئے بھی اور سب کے لئے بھی روشنی بخش ہوگی۔

ترجمہ: ایم۔ ایچ شیخ، بمبئی

لبنیٰ ادھم

ساوتری بائی پھلے ـ لے پالک اسکیم

مہاراشٹر میں لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے آج سے تقریباً ڈھائی سال قبل منگلا جادھو بچھڑے طبقے کی ایک لڑکی کو گود لیا گیا تاکہ ساوتری بائی پھلے لے پالک اسکیم کی شروعات کی جائے۔

آنجہانی ساوتری بائی پھلے مشہور سماجی کارکن جیوتی با پھلے کی نصف بہتر تھیں اور انھوں نے مہاراشٹر میں خواتین کے لئے بہت کچھ کیا۔ اس اسکیم کا نفاذ ضلع ستارا کے نائے گاؤں میں جو کہ ساوتری بائی پھلے کا مقام پیدائش ہے، اپریل ۱۹۸۳ء میں ہوا۔

اس اسکیم کے نفاذ سے مہاراشٹر کے لوگوں کا ساوتری بائی پھلے کی جاری کردہ اسکیم کو آگے بڑھانے کا عزم ظاہر ہوتا ہے۔

انسانی ترقی و سماجی تبدیلیوں میں تعلیم کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ دستور کے تحت ۱۴ سال کے بچوں کو مفت ولازمی تعلیم کی گنجائش ہے۔

۲۰ نکاتی پروگرام اور پلاننگ کمیشن نے اول ترین ضروریات پروگرام میں تعلیمی پہلو پر خصوصی نظر رکھی ہے۔

سماجی ڈھانچے میں خاندان اور خاندان میں عورت کی اہمیت کے سبھی قائل ہیں۔ دو خاندانوں کو جوڑنے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر سماج میں بہتری کے لیے تبدیلیاں لائی جائیں تو اس کے لئے سب سے پہلے خواتین کو تعلیم دی جانی چاہئے۔ سماج میں خواتین کی تعلیم کی ضرورت کو مان لیا گیا ہے مگر اس سلسلے میں تاخیر کی وجوہات معاشی دشواریاں، سماجی رسم و رواج اور خاندان کی جانب سے، خواتین کی جانب سے بے نیازی کا رویہ ہیں۔ حکومتِ مہاراشٹر نے اس ضمن میں انقلابی قدم اٹھایا ہے اور بارہویں جماعت تک خواتین کے لئے مفت تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس موقع کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ لڑکیوں کو کم از کم ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنے میں مدد کی جائے۔ بہت سی لڑکیوں کے لئے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنا بھی معاشی دشواریوں کی بنا پر کٹھن ہے لہٰذا ان لوگوں کو جو تعلیم حاصل کر چکے ہیں انھیں چاہئے کہ وہ آگے آئیں اور کمزور طبقے کی کم از کم ایک لڑکی کو تعلیم دلانے کی ذمہ داری قبول کریں۔ ہر ایک شخص کی ایک لڑکی کو تعلیم دلانے کا بیڑہ اٹھانے میں اس اسکیم کا مقصد ہے۔

اس اسکیم کے ذریعے خواتین کی تعلیم کی راہ میں جو بھی رکاوٹیں آئی تھیں انھیں دور کرنا ہے۔

مہاراشٹر میں ۲۱ لاکھ لڑکیاں ۶ سے ۱۴ سال کی عمر کی ہیں جو کہ اسکول نہیں جاتی ہیں۔ اس کی وجہ غربت ہے اور یہی وجہ ہے کہ درمیان تعلیم یہ لڑکیاں اسکول چھوڑ دیتی ہیں اگر ان کے غریب والدین کو تھوڑی بہت مدد مل جائے تو وہ اپنی لڑکیوں کو خوشی خوشی اسکول بھیجیں گے۔ ساوتری بائی پھلے لے پالک اسکیم ایسے ہی بچوں کے لئے ایک اچھی اسکیم ہے۔

اس اسکیم کے تحت لے پالک ماں باپ اپنی بیٹی کو نقد یا جنس میں ہر ماہ کم از کم ۲۵ روپے کی امداد کریں، مواضع [illegible]

سالوں میں لڑکی کو پرائمری تعلیم یعنی ساتویں جماعت تک تعلیم مکمل کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

ایسی لڑکی جس کا اسکول میں نام درج ہے یا وہ لڑکی جو کہ بعض معاشی وجوہات کی بنا پر درمیان میں تعلیم بند کر دیتی ہے انہیں اس اسکیم کے تحت گود لیا جاتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر، ٹیچر اور علاقائی تعلیمی افسران کی مدد سے لڑکی کو گود لینے میں مدد ملتی ہے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر ضرورتمند لڑکیوں کے بارے میں معلومات مہیا کر سکتے ہیں۔

گود لی ہوئی لڑکی کو معاشی امداد دینے کا بہتر طریقہ بذات خود اس کے ماں باپ کو جا کر دینا ہے اس طرح دو خاندان ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اس طرح سے جذباتی یک جہتی کو بھی فروغ ملتا ہے اور سماجی ذمہ داریوں میں مکمل حصہ لینے کا موقع بھی ملتا ہے۔

ایسی صورت میں جب ذاتی طور پر تعلقات ممکن نہ ہوں تو منی آرڈر وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ یا تو یہ رقم سال میں ایک مرتبہ یا قسط وار دیا جا سکتا ہے ہر صورت میں اس امداد کی رقم کو کم از کم سالانہ ۳۰۰ روپیہ ہونی چاہیئے۔

اس سلسلے میں اسکول کے سربراہوں اور محکمۂ تعلیم کو چاہیئے کہ وہ ہر ممکن اقدام کریں کہ ایک مرتبہ جاری کردہ معاشی مدد بند نہ ہو جائے جب تک کہ لڑکی کی ابتدائی تعلیم ختم نہیں ہو جاتی ہے۔

اساتذہ کا رول

اس تحریک میں اساتذہ اہم کردار انجام دے سکتے ہیں۔ اساتذہ سے یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ خود لڑکیوں کو گود لیں مگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو اس میں کوئی قابل اعتراض نکتہ نہیں ہے مگر انھیں بصورت دیگر ضرورت مند لڑکیوں کے لئے ایسے ماں باپ تلاش کرنا چاہیئے جو کہ انھیں گود لے لیں۔ اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر ایسی لڑکیوں کی تعلیمی ترقی اور حاضری پر دھیان دیں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے ایسی بچیوں کے لئے علاحدہ ٹیوشن وغیرہ کا انتظام کر دیں۔

۸۴-۱۹۸۳ء میں ۷۰۰۰ لڑکیوں کو گود لیا گیا۔ ۸۵-۱۹۸۴ء میں یہ تعداد ۱۲۸۲۰۰ ہو گئی۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ تعداد ۳ لاکھ تک پہونچ جائے۔

پورے ملک میں مہاراشٹر پہلی ریاست ہے جہاں پر اس قسم کی اسکیم کا نفاذ کیا گیا ہے جو کہ خواتین کی تعلیم سے متعلق ہے۔ اور مہاراشٹر کے عظیم سماجی رہنما مہاتما پھلے اور ساوتری پھلے۔ بابا صاحب امبیڈکر۔ شاہو مہاراج کرم ویر باپو راؤ پاٹل وغیرہ کی روایت کو برقرار رکھا گیا ہے۔

ساوتری بائی پھلے بالک اسکیم ریاست میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور بہت سی دیگر ریاستوں کی توجہ بھی اپنی جانب مبذول کرا چکی ہے۔ مرکزی وزارت تعلیم نے اس اسکیم کے نفاذ کے لئے دیگر ریاستوں سے بھی سفارش کی ہے۔

ماں بچے کو بڑا کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ونوبا بھاوے نے کہا ہے:-

"بچے کو غذا اور تعلیم ماں کے ذریعے ملنی چاہیئے۔" لہٰذا لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لئے غریب کو ڈھونڈ نکالا جائے، اس سے رابطہ قائم کیا جائے اور اس کی مدد کرنے کے لئے حصہ لیا جائے۔

❀

مضمون نگار حضرات سے گذارش

★ فل اسکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف صاف اور خوشخط تحریر فرمایئے۔

★ کاربن کاپی یا زیروکس کاپی کی بجائے اصل مسودہ روانہ فرمایئے، اور آخر میں اپنا نام اور پتہ ضرور لکھ دیجئے۔

★ صرف غیر مطبوعہ تخلیقات روانہ فرمایئے۔ مضامین کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیئے۔

غیر طلبیدہ تخلیقات کا معاوضہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ ادارہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں توجہ یا کسی یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہے۔

(ادارہ)

★ شری شیواجی راؤ دیشمکھ
(وزیر زراعت)

مہاراشٹر میں آبپاشی ترقیات

زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے جو بھی تدابیر اختیار کی جائے، اس میں آبپاشی کو کلیدی مقام حاصل ہوگا، اور مہاراشٹر جیسی ریاست میں، جس کا ایک تہائی سے زیادہ رقبہ عموماً قحطِ باراں سے متاثر رہا کرتا ہے۔ آبپاشی کی ترقی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ریاست کے باشندے پانی کی قدروقیمت سے باخبر ہیں، اور ان فائدوں سے بھی جو اس کے استعمال سے برآمد ہوتے ہیں تب ہی تو سہیادری کی وادیاں ہزاروں سال سے آباد ہیں اور اراضی کو زراعت کے تحت لانے کے لئے چشموں پر بند باندھ دیئے گئے ہیں۔

آزادی سے پہلے آب پاشی ایک محفوظ ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ملک کے بڑے بڑے انجنیئرنگ کارخانے جیسے بھنڈاردارہ، بھاٹگھر، کرشنا نہریں، درنا، راملٹیک اور ضلع بھنڈارہ میں آبپاشی کے دوسرے کارخانے، جواب سے پہلے صوبۂ مدھیہ پردیش اور برار کا حصہ تھے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں، اور بیسویں صدی کے اوائل میں بنائے گئے تھے۔ نئے بڑے پروجیکٹ جاری کئے گئے ہیں۔ جنہیں سنہ ۱۹۵۴ء کے گنگاپور پروجیکٹ میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ تاہم آزادی کے بعد سے پہلے جیسی لگن کی کیفیت باقی نہیں رہی۔ آب پاشی اب ترقیات سے وابستہ ایک سرگرمی ہے اور بس۔

ریاستِ مہاراشٹر، جو موجودہ شکل میں مئی سنہ ۱۹۶۰ء میں بنی۔ اس میں کچھ حصے اس وقت کی بمبئی، مدھیہ پردیش اور برار صوبوں کے ہیں، اور ریاست حیدرآباد کے بھی۔ اسے وراثت میں آبپاشی کی ترقی مختلف سطحوں اور درجوں میں ملی جیسی کہ اس وقت ان کی کیفیت تھی جس وقت سنہ ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی تنظیمِ نو عمل میں آئی۔

جس وقت سے مہاراشٹر کی الگ ریاست بنی تب ہی سے ریاستی حکومت کی نظر میں تمام دستیاب زمینی اور آبی وسائل سے پورا فائدہ اٹھانا اور بہترین ڈھنگ پر ان کا انتظام کرنا، ایک اہم ذمہ داری رہی ہے۔ ریاستی آبپاشی کمیشن کا تقرر، جو نئی ریاست کے وجود میں آنے کے چھ مہینے کے اندر ہی عمل میں آیا تھا۔ اس ذمہ داری کے احساس کی علامت ہے اور اس بات کی شہادت بھی کہ ریاستی پالیسی میں آبپاشی کو زبردست ترجیح دی جا رہی ہے تاکہ خود ریاست ترقی کرے۔ بلند پیمانے پر سرمایہ کاری مسلسل قائم رکھی گئی ہے

مقابلے میں زیادہ مہنگا بنا دیتا ہے۔ قبل از پلان مدت کے دوران ریاستی سیکٹر کے وسائل کے ذریعے ۴ء۲ لاکھ ہیکٹر کی آبپاشی کے امکانات پیدا کئے گئے تھے۔ پلان والی مدت میں آب پاشی کی ترقی میں کافی تیزی آگئی جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے جو اگلے صفحہ پر دیا جا رہا ہے۔

آبپاشی کی باقاعدگی کے ساتھ ترقی، جس کا آغاز تقریباً ۸ کروڑ روپیہ کی سرمایہ کاری سے ہوا تھا، اور جو ریاستی سیکٹر کے ذرائع کی وساطت سے پہلے پنج سالہ پلان (۱۹۵۶ء-۱۹۵۱ء) میں ۴ء۰ لاکھ ہیکٹر کے اضافی آبپاشی کے امکانات کی تشکیل و تعمیر پر منتج ہوا تھا۔ اب شکافی اہمیت حاصل کر چکی ہے۔ چنانچہ چھٹے پلان (۱۹۸۵ء-۱۹۸۱ء) کے دوران یہ مرحلہ تقریباً ۱۴۳۱ کروڑ کی امکانی سرمایہ کاری تک جا پہنچا ہے اور مزید ۵۰ء۵ لاکھ ہیکٹر کی آبپاشی ان ہی ذرائع کی وساطت سے عمل میں آچکی ہے

یکم اپریل سنہ ۱۹۸۰ء کو ختم ہونے والے سال پر یعنی چھٹے پلان کی ابتدا میں ۱۴ بڑے، ۱۰۵ درمیانی درجے کے (قبل از پلان مدت کے ۵ بڑے اور ۱۵ درمیانی درجے کے پروجیکٹوں سمیت) اور ۱۰۹۱ ریاستی سیکٹر والی چھوٹی آبپاشی کی اور ۳۴۰ لفٹ آبپاشی کی اسکیمیں پوری کی جا چکی تھیں۔ اس وقت ۵ بڑے، ۱۶ درمیانی درجے کے اور ۳۵ چھوٹے آبپاشی کے پروجیکٹ زیر تعمیر تھے۔ ان کے علاوہ ۹ بڑے، ۴۲ درمیانی درجے کے اور ۴۰۲ چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ تفصیلی تحقیق کے بعد تیار تھے۔ چھٹے پلان کی ابتدا میں ۲۰ء۷ لاکھ ہیکٹر کی مجموعی آبپاشی پیدا کی جا چکی تھی۔

چھٹے پنج سالہ پلان میں (یعنی ۱۹۸۱ء-۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۵ء-۱۹۸۴ء تک)، ۵۰ء۵ لاکھ ہیکٹر کے مقررہ نشانہ کے اضافی آبپاشی امکانیات ریاستی سیکٹر کے وسائل کے ذریعے پوری طرح حاصل کئے جا چکے تھے۔ جس کی بدولت ۲۲ء۷۰ لاکھ ہیکٹر کے مجموعی آبپاشی امکانیات کا حصول جون ۱۹۸۵ء تک ممکن ہوا۔

تاکہ ان دستیاب وسائل پر بھی توجہ دی جا سکے۔ جن پر سرمایہ لگانا ضروری ہے اور پلان کی یکے بعد دیگرے میعادوں پر بھی جن میں مذکورہ امور کی تکمیل دور رس نتائج کی حامل و ضامن ہوگی۔

ریاستی آبپاشی کمیشن نے آبپاشی کی ترقی اور اس کے انتظام کے تمام پہلوؤں کا وسیع مطالعہ کیا اور ایسی قیمتی تجویزیں پیش کیں جن کا ریاست کی آبپاشی پالیسی پر دور رس اثر مرتب ہوگا۔ آبپاشی کمیشن نے سنہ ۱۹۶۲ء میں جو رپورٹ حکومت کو پیش کی تھی اس میں اس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بالائے سطح سے اور اندرون سطح سے یعنی ہر دو وسائل سے انتہائی آبپاشی کے لئے پانی کی دستیابی کے جو امکانات ہیں اور اس کی مقدار تقریباً ۶۱ء۰۷ لاکھ ہیکٹر ہے جس میں سے ۶۱ء۵۲ لاکھ ہیکٹر کی دستیابی وسائل سے ممکن ہے جو سطح کے اوپر ہیں اور ۸ء۱ لاکھ ہیکٹر ان وسائل سے جو اندرون سطح ہیں بالائے سطح جو وسائل ہیں ان سے ۶۱ء۵۲ لاکھ ہیکٹر کی انتہائی آبپاشی کے امکانات ہیں جس میں ۲۷ء۴۳ لاکھ ہیکٹر بڑے اور درمیانی پراجیکٹوں سے ۶۸ء۸ لاکھ ہیکٹر ریاستی سیکٹر کے چھوٹے ورکس سے اور ۶۶ء۳ لاکھ ہیکٹر مقامی سیکٹر کے چھوٹے ورکس سے ملنے والی پانی کی مقدار شامل ہے۔ انتظامی طور طریقوں میں بہتری آنے پر آب پاشی کے لئے پانی کی وہ مقدار جس کا اندازہ یا امکان آب پاشی کمیشن نے پیش کیا یا ظاہر کیا ہے۔ بڑھ بھی سکتی ہے۔

ریاست مہاراشٹر میں، بارش سال بھر میں صرف ۳ یا ۴ مہینے ہوتی ہے، اور اس مدت پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا پھر بارش ہر مقام پر یکساں بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے مہاراشٹر میں بارش کے پانی کو ذخیرہ کیا جاتا ہے تاکہ سال کے دوسرے مہینوں میں کام دے۔ ریاست مہاراشٹر کے جغرافیائی حالات پر نگاہ ڈالئے تو زمین ناہموار اور گہرے نشیب رکھتی ہے جس کے سبب ندی یا دریا کے ہر دو طرف کے سواحل پر زمین کی باریک پٹی ندی ہی کی نذر ہو جاتی ہے اور لمبی نہریں بن جاتی ہیں لہٰذا شدید بارش والے منطقوں میں پانی کے ذخیرے کرنے کی ضرورت اور ناہموار زمین پر سے نہروں کے ذریعے پانی لے جانا اور کم بارش والے منطقوں کی اس نہری پانی سے آبپاشی کرنا، ریاست میں آبپاشی کے کام کو، شمالی ہند کے

نمبر شمار	مدت	ریاستی سیکٹر کے کاموں میں پلان پر خرچ (جس میں ماسی اے ڈی کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ورلڈ بینک کی مدد والے پراجیکٹس شامل ہیں۔) (روپیہ کروڑ میں)	ریاستی سیکٹر کے وسائل کے ذریعے آبپاشی کے امکانات	
			پلان کی مدت کے دوران پیدا کئے گئے امکانات۔ (لاکھ ہیکٹر میں)	مجموعی طور پر پیدا کئے گئے امکانات۔ (لاکھ ہیکٹر میں)
۱	۲	۳	۴	۵
۱	قبل از پلان ۱۹۵۱ء	۱۶ء۶۰	۲ء۷۴	۲ء۷۴
۲	پہلا پنجسالہ پلان (۱۹۵۱-۵۶) ریاست کی تشکیلِ نو)	۱۱ء۸	۰ء۴۰	۳ء۱۴
۳	پلان کی میعاد (۱۹۵۶-۱۹۸۰)	۱۱۲۴ء۶۷	۱۴ء۰۶	۱۷ء۲۰
۴	سالانہ پلان (۱۹۸۰-۱۹۸۱)	۱۸۹ء۱۷	۱ء۰۵	۱۸ء۲۵
۵	سالانہ پلان (۱۹۸۱-۱۹۸۲)	۲۲۸ء۳۳	۱ء۱۵	۱۹ء۴۰
۶	سالانہ پلان (۱۹۸۲-۱۹۸۳)	۲۹۶ء۹۳	۱ء۲۵	۲۰ء۶۵
۷	سالانہ پلان (۱۹۸۳-۱۹۸۴)	۳۳۰ء۵۰	۱ء۲۵	۲۱ء۹۰
۸	سالانہ پلان (۱۹۸۴-۱۹۸۵)	۲۹۶ء۰۰	۰ء۸۰	۲۲ء۷۰
۹	چھٹا سالانہ پلان (۱۹۸۰-۱۹۸۵) متوقع کامیابی	۱۳۴۱ء۰۰	۵ء۵۰	۲۲ء۷۰

اسی عرصے میں ۳ بڑی، ۳۵ درمیانی درجے کی، ۲۷۴۲ چھوٹی اسکیمیں ریاستی سیکٹر میں اور ۱۴ لفٹ آبپاشی اسکیمیں مکمل کی گئی ہیں۔ ریاستی سیکٹر میں ۲ بڑی، ۷۵ درمیانی درجے کی اور ۴۷۶ چھوٹی آبپاشی اسکیموں کی، جن پر لاگت کا اندازہ ۸۱۸ کروڑ روپیہ لگایا گیا تھا، اور ۵ر۵۱ لاکھ ہیکٹر کی ایک امکانی اسکیم کی تھی، منتظمہ طور پر ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء تک کے لیے منظوری مل چکی تھی۔ لیکن انہیں بجٹ میں شامل نہیں کیا جاسکا تھا۔

یکم اپریل ۱۹۸۵ء کو جن پروجیکٹس پر عمل درآمد جاری تھا ان کی موٹی تفصیلات یوں تھیں۔

آبپاشی کی چھوٹی اسکیمیں

آبپاشی کی چھوٹی اسکیمیں اہم رول ادا کرتی ہیں کیونکہ ان کے ذریعے نہ صرف یہ کہ نتیجے جلد برآمد ہوتے ہیں، بلکہ آبپاشی کی سہولتیں ان الگ تھلگ ٹکڑوں تک بڑھائی جا سکتی ہیں جہاں تک آبپاشی کے بڑے اور درمیانی درجے کے پروجیکٹوں کے ذریعے ان سہولتوں اور فائدوں کو کفایت کے ساتھ نہیں بڑھایا جا سکتا۔

ریاستی سیکٹر کے ذریعے چھوٹی آبپاشی اسکیموں سے آبپاشی کے انتہائی امکانات جو ریاستی آبپاشی کمیشن

نمبر شمار	تفصیلات	عدد	اندازاً جملہ لاگت، ۱۹۸۵-۸۶ کے سالانہ پلان کے بموجب	کام میں نہ آنے والا پانی نکالنے کی لاگت یکم اپریل ۱۹۸۵ کی شرح کے مطابق	اخراجات ۱۹۸۶ء ۱۹۸۵ء
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	آبپاشی کے بڑے پراجیکٹ	۴۵	۴۹۳۲	۳۴۴۲	۱۶۶ر۹۹
۲	درمیانی درجے کے آبپاشی پراجیکٹ	۹۲	۷۹۷	۵۱۱	۵۰ر۳۸
			حصول اراضی اور بازآبادکاری	۲۰ر۶۳	
۳	ریاستی سیکٹر درمیانی آبپاشی پراجیکٹ	۵۱۰	۲۲۹	۱۸۰	۲۴ر۰۳
			۵۹۵۸	۴۱۳۳	۲۶۲ر۰۳

کے تخمینہ کے مطابق ۶۸ء۸ لاکھ ہیکٹر تھے۔ اب اس کے مطابق ۱۱،۰۹ لاکھ ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ ریاستی سیکٹر کی ۳۲۶۲۳ چھوٹی آبپاشی اسکیموں کی (یعنی ایسی اسکیمیں جو انفرادی طور پر ۲۰۰۰ ہیکٹر سے زیادہ کی آبپاشی کرتی ہیں۔ جون ۱۹۸۵ء تک مکمل کی جا چکی ہے۔ جون ۱۹۸۰ء کے آخر تک ، ۱۰۹۱ چھوٹی آبپاشی اسکیموں کی تکمیل کی جا چکی تھی اور ان پر ۵۰ کروڑ روپیہ بطور سرمایہ لگایا جا چکا تھا۔ چھٹے پلان پر ۱۱۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ اور ۴۰۲۷ چھوٹی آبپاشی اسکیموں کی تکمیل ہو چکی ہے۔

تمام ضلعوں میں چھوٹی آبپاشی اسکیموں کے لئے ماسٹر پلان تیار کئے جا چکے ہیں۔

پیمائش کرنے کا گز (یارڈ - اسٹک) شرح پر نظر ثانی

تعمیرات کے اخراجات میں اضافہ ہو جانے کے سبب نیز چھوٹی آبپاشی اسکیموں کے لئے موجودہ شرح پیمائش کے حساب سے مناسب نئی جگہوں کی دریافت میں دشواریوں کے پیش نظر، حکومت اپریل ۱۹۸۴ء سے یارڈ - اسٹک کی شرح میں ، بڑھانے کے انداز میں اضافہ کر چکی ہے۔ جو اس طرح سے ہے۔

- (۱) :- ۲۱۲۰ روپیہ فی ٹی سی ایم (ایک ہزار مکعب میٹر) گروس اسٹوریج کی جائے۔ ۳۰۰۰ روپیہ فی ٹی سی ایم ، عام منطقوں کے لئے۔
- (۲) :- ۲۴۷۰ روپیہ فی ٹی سی ایم گروس اسٹوریج کے بجائے ۳۵۰۰/ روپیہ فی ٹی سی ایم، پہاڑی قبائلی اور قحط بارش سے متاثر علاقوں کے لئے۔
- (۳) :- ۳۵۳۰ روپیہ فی ٹی سی ایم کی بجائے ۴۴۰۰ روپیہ فی ٹی سی ایم گروس اسٹوریج ، کوکن کے علاقوں کے لئے۔
- (۴) :- ۳۵۳۰ روپیہ فی ٹی سی ایم کی بجائے ۴۶۰۰ روپیہ فی ٹی سی ایم گروس اسٹوریج "پرکیولیشن ٹینکوں"

اور "لوکل سیکٹر" میں چھوٹی آبپاشی کاموں کے لئے۔

- (۵) :- ۱۵۹۰ روپیہ فی ٹی سی ایم کی بجائے ۲۱۰۰/ روپیہ فی ٹی سی ایم برائے کے ٹی ویئرس جن کی اندرونی گنجائش ۶۰۰ ٹی سی ایم یا اس سے زیادہ ہو، اور جن کے ٹی - ویئرس کی اندرونی گنجائش ۶۰۰ ٹی سی ایم سے کم ہو۔ تو ان کے لئے یارڈ - اسٹک کی شرح کو بڑھا کر ۲۵۰۰/ فی ٹی سی ایم کر دیا گیا ہے۔ بمقابل موجودہ یارڈ اسٹک شرح کے جو ۱۵۹۰/ روپیہ فی ٹی سی ایم ہے۔

بیرونی امداد

عالمی بینک اور انٹرنیشنل فنڈ فار ایگریکلچرل ڈیولپمنٹ (ردم) یونائیٹڈ اسٹیٹ ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ (یو ایس اے آئی ڈی) جیسے بیرونی مالیاتی اداروں سے ریاستوں کے توسط سے امداد لی جا رہی ہے۔ جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

- (۱) :- مہاراشٹر نے جائیکواڑی پروجیکٹ اور پورنا پروجیکٹ کی جدید کاری کے لئے سال ۸۴-۱۹۸۰ء کے دوران عالمی بینک سے ۷۰ ملین ڈالرس (تقریباً ۶۳ کروڑ روپے) کی امداد بطور قرض حاصل کی۔
- (۲) :- ایم سی آئی پی II :- کرشنا، کوکاڈی، اپر پین گنگا، اپر وردھا، ورنا اور مولا اور گرنا..... پروجیکٹوں کی جدید کاری کے لئے اکتوبر ۱۹۷۹ء سے دسمبر ۱۹۸۵ء کے دوران ۲۱۰ ملین ڈالرس کی امداد عالمی بینک سے بطور قرض حاصل کی۔ اس مدد کو پوری طرح استعمال میں لائے جانے کی امید ہے۔

• (۳) :- اگریکلچرل ڈیویلپمنٹ (ردم) کے لئے عالمی فنڈ سے ۵۰ ملین ڈالرس کی امداد بطور قرض اکتوبر ۱۹۷۸ء سے ستمبر ۱۹۸۴ء کی مدت کے دوران لی گئی جو بھیما پروجیکٹ کی تکمیل کے لئے تھا۔ اس امداد کو کلی طور پر استعمال میں لیا گیا۔

• (۴) :- یونائیٹیڈ اسٹیٹ ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ (یو ایس اے آئی ڈی) نے ۱۳ درمیانی پروجیکٹوں کی عمل آوری تربیت اور خصوصی مطالعہ کے لئے علی الترتیب اپریل ۱۹۸۲ء سے مارچ ۱۹۸۷ء تک کی مدت کے دوران کے لئے ۴۰ ملین ڈالر اور ۱۰٫۵ ملین ڈالرس کی رقم بطور قرض دی ہے۔

• (۵) :- مہاراشٹر پانی استعمال پروجیکٹ (ایم ڈبلیو یو پی) عالمی بینک نے مہاراشٹر پانی کے استعمال پروجیکٹ کی عمل آوری کے لئے ستمبر ۱۹۸۳ء سے پانچویں پنج سالہ پلان کے دوران ۵۴٫۷۰ کی ملین ڈالرس (تقریباً ۵۴ کروڑ روپے) کی رقم بطور امداد دینا منظور کیا ہے۔

• (۶) :- یو ایس اے آئی ڈی نے مہاراشٹر چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ کے لئے ۶ سال کی مدت تک کے لئے ۴۶ ملین ڈالرس اور ۴ ملین ڈالرس گرانٹ ایڈ کی رقم بطور امدادی قرض دینا منظور کی ہے۔ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء کو معاہدہ جو دستخط کئے جا چکے ہیں، اور اس کے تحت یو ایس اے آئی ڈی ۹۰ نئے چھوٹے آب پاشی اسکیموں کی تعمیر کے لئے قرض فراہم کیا جائیگا ان اسکیموں کی صلاحیت ۳۱۰۰۰ ہیکٹر ۱۲ موجودہ چھوٹی آبپاشی اسکیموں اور تحقیقاتی اور ٹکنولوجی کی ترقیات ہوگی۔ اس پروجیکٹ پر ۹۲٫۶۰ ملین ڈالر خرچ کا اندازہ ہے۔

• (۷) :- یو ایس اے آئی ڈی نے ڈبلیو اے ایل ایم آئی ایکشن ریسرچ وغیرہ کے لئے سات سال کی مدت جو سنہ ۱۹۹۰ء کے اخیر میں ختم ہوگی۔ اس کے لئے حکومت ہند کو ۸۵ء۵ کروڑ روپے کی رقم بطور قرض دی ہے۔

• (۸) :- یو ای اکنامکس کمیونٹی (ای ای سی) نے سال ۱۹۸۵-۹۰ء کی مدت کے دوران، کھار اراضی کی ۱۰۰۰۰ ہیکٹرس کے سدھار کے لئے ۲۰ کروڑ روپے کی ایک مدد دینا منظور کی ہے۔

• (۹) :- حکومت ہند نے بیرونی مالیاتی ایجنسیوں سے ساتویں پنج سالہ کی عمل آوری کے لئے امدادی قرض دینے کی درخواست کی ہے تاکہ ۲۵ بڑے ۱۵ درمیانی پروجیکٹوں کی تکمیل کی جا سکے۔

• (۱۰) :- عالمی بینک نے حال ہی میں یہ منظور کیا ہے کہ وہ ۱۶۰ ملین ڈالر کا قرض فراہم کرے گی۔ اس کے تحت کمانڈ ایریا ڈیویلپمنٹ اور جائیک واڑی پروجیکٹ کے ان کاموں کی تکمیل کی جائے گی جو ایم سی جے آئی یا ایم ڈبلیو یو پی کے تحت انجام نہیں دیئے گئے ہیں۔

سروے اور چھان بین

کرشنا گوداوری، تاپی، نرمدا اور ان کی معاون ندیاں ریاست میں پانی کے وسائل کا خاص ذریعہ ہیں۔ یہ ندیاں پڑوسی ریاستوں سے بھی ہو کر بہتی ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ تمام منصوبوں کی سنہ ۱۹۹۰ء تک سروے کر کے پوری طرح سے چھان بین کی جائے۔

بین الریاستی پروجیکٹ

ریاستی حکومت پڑوسی ریاستوں کے تعاون سے

بے شمار بین الریاستی پروجیکٹوں کی عمل آوری کر رہی ہے ۔ جس میں پنچ کالی سرار اور بگوننت تھاڈی آبپاشی پروجیکٹ خاص ہیں ۔

میکانیکل آرگنائزیشن

بڑے، درمیانی اور چھوٹے آبپاشی پروجیکٹوں کے زمینی کاموں کی عمل آوری کرنے کے لئے ایک میکانیکل آرگنائزیشن کے ذریعے عمل آوری کی جارہی ہے ۔ اور یہ کام ریاست کی تشکیل کے وقت سے ہی جاری کردیا گیا ہے

سینٹرل ڈیزائن آرگنائزیشن

گزشتہ ۲۶ سالوں سے ایک سینٹرل ڈیزائن آرگنائزیشن نے تمام بڑے بندھوں، پاور ہاؤس، نہروں کی تعمیر اور ان کے دروازوں کے لئے ڈیزائن سازی کا کام شروع کردیا ہے ۔

بندھوں کی حفاظت

ریاست میں آبپاشی اور پاور کی پیداوار کے لئے تقریباً ۱۰۰۰ بڑے ڈیموں کی تعمیر کی گئی ہے اور جن کی نگرانی میں ذرا سی بھی غفلت سے کئی انسانی جانوں اور مالوں کی تباہی ہوسکتی ہے ۔

سپرنٹنڈنگ آف انجینئر کی قیادت میں ایک ڈیم سیفٹی آرگنائزیشن ۱۹۸۰ء میں مستقبل میں تعمیر کئے جانے والے بندھوں کی نگرانی کے لئے قائم کی گئی ۔

ایم ای آر آئی

مہاراشٹرا انجینئرنگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ایم ای آر آئی)، ناشک میں ریسرچ کے کاموں کے لئے قائم کی گئی یہ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۵۹ء میں قائم کیا گیا جس میں ۴ ریسرچ ڈویژن اور ایک میکانیکل ڈویژن تھا جیسے جیسے کام بڑھتا گیا ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا فی الحال یہاں چودہ ڈویژن اور ایک میکانیکل ڈویژن ہے

ریسرچ اور ڈیولپمنٹ

ناشک میں ایم ای آر آئی کے علاوہ سپرنٹنڈنگ آف انجینئرنگ کی قیادت میں ایک اری گیشن ریسرچ ڈیولپمنٹ ڈائرکٹوریٹ ۱۹۶۹ء میں قائم کیا گیا ہے ۔

انجینئرنگ اسٹاف کالج

ناشک میں مئی ۱۹۶۴ء کو انجینئرنگ اسٹاف کالج قائم کیا گیا ۔ جس میں مختلف محکموں کے ملازمین کی تربیت کی جاتی ہے ۔ فی الحال اس اسٹاف کالج کی سرگرمیاں اپنے شباب پر ہیں اور اس میں مختلف ٹکنیکل مضامین میں اسسٹنٹ انجینئر کلاس I اور کلاس II ایگزیکیٹو انجینئر اور ڈپٹی انجینئروں کی تربیت کی جارہی ہے ۔

کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ

بند کی تعمیر اور نہر نظام جس کے ذریعہ ۲۰ ہیکٹ اراضی کی سینچائی کی جائے گی وہ تکمیل کے مراحل میں ہیں ۔ ا ۱۹۸۰ء سے میدانوں میں نہروں کی تعمیر کا کام حکومت کررہی ہے ۔ جس کے بے شمار فوائد ہیں ۔

ماسٹر پلان

کرشنا گوداوری اور تاپی دریاؤں میں پانی کے ب حصہ کی تقسیم کے لئے ماسٹر پلان کوکن ریجن میں مغر بہنے والی ندیوں کے لئے مرتب کیا گیا ہے ۔

1

لفٹ آبپاشی

آبپاشی اسکیمات کی ترقی کے لئے پرائیویٹ سیکٹروں
[..]آپریٹیوز میں لفٹ آبپاشی اسکیمات کی ہمت افزائی
[..]ی ہے۔

حکومت کے خرچ پر بڑی لفٹ آبپاشی اسکیمات۔
خشک سالی سے متاثرہ علاقہ قبائلی علاقہ اور پہاڑی علاقوں
[..]پاشی کی جائے گی، اور ان علاقوں میں جہاں ۳۷۵ ایم ایم
[ک]م بارش ہوتی ہے وہاں ٹینکروں کی مدد سے پینے
[..]ی کی فراہمی کی جا رہی ہے اور پانی کی قلت سے وہاں کی
[..]ی کے ہجرت کرنے کا اندیشہ ہے۔ وہاں ان کاموں پر
[..] دی جائے گی۔

ڈبلیو اے ایل ایم آئی

گھریلو، زراعتی اور صنعتی کاموں میں پانی کے استعمال
[..]ھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر پانی کا زیادہ استعمال بھی
[..]کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے پانی کا
[..]ح استعمال ضروری ہے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ
[..]صل کیا جا سکے۔

ریاست میں پانی کی تربیت اور لینڈ مینجمنٹ کی سہولتیں
[د]ستیاب نہیں تھیں اس لئے ریاست میں سال ۸۱-۱۹۸۰ء
[کے] دوران اورنگ آباد میں مہاراشٹرا انسٹی ٹیوٹ (ڈبلیو اے
ایم آئی) فار لینڈ اینڈ واٹر کا عالمی بینک کی امداد سے
[..]ی کیا گیا جس میں کم مدتی اور طویل مدتی کورس جاری
کئے گئے جس سے بے شمار افسران نے استفادہ حاصل کیا

متوازن ترقی۔

۱۹۵۶ء میں ریاست کی دوبارہ تشکیل کے وقت
سے ریاست کے سیکٹر میں آبپاشی کے ذرائع ۱۴ء۳۲ لاکھ
ہیکٹرس میں تھے۔ از سر نو تشکیل کردہ ریاست مہاراشٹر
نے ریاست کے مختلف ترقی پذیر علاقوں میں متوازن ترقی
کی اہمیت پر زور دیا گیا۔

ریاستی حکومت نے پانچویں پلان میں ریاست کے
مختلف حصوں میں متوازی ترقی کی گنجائش رکھی ہے۔

وزیر آبپاشی کی صدارت میں ایک اعلیٰ اختیاری کمیٹی
اکتوبر ۱۹۸۰ء میں قائم کی گئی ہے۔ جس کی سفارشات
حکومت کے نزدیک زیر غور ہے۔

تقریباً ریاست کا تیسرا حصہ خشک سالی کا شکار
ہے۔ حکومت نے ایک اعلیٰ اختیاری کمیٹی تعلقہ واری،
ماسٹر پلان کے لئے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں
راحت فراہم کرنے کی غرض سے قائم کی ہے
کمیٹی کی رپورٹ کا انتظار ہے۔

۲۰ نکاتی پروگرام

نئے ۲۰ نکاتی پروگرام میں آبپاشی پر زور دیا گیا ہے۔ VI منصوبہ
کے دوران تقریباً ۱۳۱ کروڑ روپے اس سلسلے میں خرچ کئے گئے ہیں
چھٹے پلان کے دوران ریاستی سیکٹر کے ذریعہ ۵ء۵۰ لاکھ مزید اراضی
پر بھی آبپاشی کی تکمیل کی جا چکی ہے۔

جامعی ترقی کے ذریعہ دیہاتوں کی ترقی ہونی چاہیئے اور ذہنی طور پر خود اعتمادی پیدا ہونا چاہیئے۔

ہر گاؤں کے اندر ماہرین کا ہونا ضروری ہے۔ جو نئے زرعی آلات نیز برقی اور میکانکی ساز و سامان کو درست رکھ سکیں۔

دیہی نیتاؤں کو صحت و صفائی، خاندانی منصوبہ بندی اور تمام دستیاب قدرتی ذرائع کی حفاظت
اور استعمال کے بارے میں پوری طرح متحرک ہونا چاہیئے۔

— آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی

★ ڈاکٹر خواجہ جلیل نعیم
ریڈر مرہٹواڑہ زرعی یونیورسٹی، پربھنی۔

مہاراشٹر میں غیر آبی فصلوں کی کاشت

بنی نوع انسان نے سب سے پہلے اندازاً نو ہزار سال قبل زاگروس کی پہاڑیوں پر زمین میں بیج بویا اور فصل کی کٹائی کی۔ یہ فصل مکمل طور پر بارش پر منحصر تھی۔ اس کے بعد کاشت کے طریقوں میں مختلف تبدیلیاں آئیں۔ اور آج دو قسم کی فصلیں کھیتوں پر کی جاتی ہیں۔ جس میں ایک غیر آبی یعنی جس کو پانی مصنوعی طور پر نہیں دیا جاتا۔ اور ایسی فصلیں صرف بارش کے پانی پر منحصر رہتی ہیں۔ دوسری فصلیں، عام طور پر کنوئیں، نہر، ندی، نالے وغیرہ کے پانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ جو آبی فصلیں کہلاتی ہیں۔

آبی فصلوں کی پیداوار زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا انسان کے قابو میں ہے۔ لیکن اس کے برعکس غیر آبی فصلیں مکمل طور پر رحمت باراں پر منحصر ہوتی ہیں اور اگر کسی سال بارش کم ہو اور بہت زیادہ ہو تب بھی فصلیں ناکام ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً خشک سالی یا سیلاب کے اثرات رونما ہوتے ہیں۔

غیر آبی فصلوں کی کاشت ہندوستان میں تقریباً ۷۰ فیصد علاقہ پر کی جاتی ہے اور ہماری غذا کا تقریباً ۴۰ فیصد حصہ ایسی ہی فصلوں سے دستیاب ہوتا ہے۔ آئندہ سنہ ۲۰۰۰ء (?) تک یہی کیفیت رہنے کے امکانات ہیں کیونکہ آبی زمین میں اضافہ بہت کم ہوگا۔ موسم کے اتار چڑھاؤ سے بھی پیداوار میں اچھی خاصی کمی و زیادتی واقع ہوتی ہے۔

امسال حکومت ہند نے خریف فصلوں سے تقریباً ۹۰ کروڑ ٹن (?) اناج حاصل کرنے کا نشانہ قائم کیا ہے۔ چونکہ موسم برسات ابھی تک پوری طرح سے وقوع پذیر نہ ہو سکا۔ ممکن ہے قائم شدہ نشانے سے کافی حد تک کمی واقع ہوگی۔ اور کرناٹک، آندھرا، مہاراشٹر وغیرہ دیگر علاقوں میں ماہ جولائی میں بارش بہت ہی کم واقع ہوئی۔ جس کے مضر اثرات خریف فصلوں پر نمایاں واقع ہو رہے ہیں۔ اور پیداوار میں کافی کمی ہونے کے قوی امکانات بھی ہیں۔

سنہ ۱۹۷۰ء (?) سے آج تک اگر موسمیات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کی تاریخ میں دو بڑے خشک سال یعنی

۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۹ء میں وقوع پذیر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء کا خشک سال عام لوگوں پر اثر انداز ہوا۔ لیکن ۱۹۷۹ء کا کچھ زیادہ اثر انداز نہیں ہوا۔ کیونکہ حکومت ہند اور کاشتکاروں کے پاس غلہ کا کافی ذخیرہ موجود تھا۔ اور آج بھی تقریباً آئندہ پانچ سالوں کے لئے حکومت کے پاس کافی غلہ موجود ہے۔ ان دو بڑے خشک سالوں کی وجہ سے اٹھارہ بیس کروڑ ٹن اناج کی پیداوار گھٹ کر رہ گئی۔

موسم ہر سال الگ الگ ڈھنگ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی شروع ہی سے بارش کثرت سے ہو جاتی تو کبھی درمیان میں اور کبھی آخر وقت میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ کسان جس کے پاس صرف غیر آبی زمین کاشت کے لئے ہے وہ ہمیشہ صرف رحمت باراں (بارش) کے لئے متفکر ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال پر ابھی تک سائنس دانوں نے کوئی قابو نہیں پایا لیکن غیر آبی حالات میں کن فصلوں اور کون سے اقسام اور مختلف کاشت کے نت نئے طریقوں کے بارے میں تحقیقات کی گئی ہیں۔ اس لئے امسال کی مناسبت سے قارئین کے لئے غیر آبی فصلوں کی کاشت پر مبنی ایک مقالہ پیش خدمت ہے۔

ہمارے ملک میں سب سے پہلے پونا کے قریب مانجری فارم پر ڈاکٹر تامنے جنہوں نے غیر آبی حالات پر تحقیقات شروع کی۔ اس کے بعد حکومت ہند نے مختلف مقامات مثلاً سولاپور، روہتک، بیجاپور، رائچور، ہیگاری (Hegari) پر بھی تحقیقاتی ادارے و مراکز قائم کئے۔ جس کی وجہ سے بمبئی، حیدرآباد اور مدراس میں غیر آبی فصلوں کے کاشت کے طریقہ عمل میں لائے گئے۔

۱۹۳۳ء سے ۱۹۵۴ء کے درمیان سب سے پہلے کھیتوں کے حدود کی درستگی (بنڈنگ) کئے ہوئے، کھاد کا استعمال تین سال میں ایک بار کھیت کو گہرا کرنا، درمیانی فصلوں کی کاشت کم بیج کا تناسب اور دو فصلوں کی قطاروں کا زیادہ فاصلہ جس کی وجہ سے ایک سرکاری اندازے کے مطابق ۱۵ تا ۲۰ فیصد فصلوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ لیکن ان سفارشات کو کثیر تعداد نے پسند نہیں کیا۔

۱۹۵۴ء کے بعد باقاعدہ حکومت ہند نے اس کام کے لئے علاقائی لحاظ سے بڑے بڑے مراکز تمام ہندوستان میں قائم کئے۔ جس کی وجہ سے غیر آبی فصلوں کی کاشت کے تحقیقات میں کافی نمایاں ترقی ہونے لگی۔ لیکن جلد آنے والی فصلوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ جوں ہی ۱۹۶۵ء میں مختلف نئے قسم کے سفارش شدہ مکئی، جوار، باجرہ، کپاس، کی مخلوط فصلوں کا استعمال ہوا۔ اور تمام ہندوستان میں سبز انقلاب آیا۔ یہ تمام فصلیں جلد تیار ہونے لگی" اور گیہوں کے نئے اقسام کی وجہ سے بھی سبز انقلاب میں چار چاند لگ گئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے ملک میں اناج کی فراوانی ہوئی۔ آج ہمارا ملک بیرونی ممالک کو اناج درآمد کرنے کے قابل ہوگیا۔ ۱۹۶۵ء سے ۱۹۸۵ء کے دوران نئے نئے اقسام کی ایجاد اور فصلوں کے نت نئے طریقوں سے یقیناً پیداوار میں اضافہ ہوا۔ لیکن بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ہمیں غیر آبی فصلوں کی کاشت پر زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

غیر آبی فصلوں کی کاشت،

اور اُن کا طریقہ کار :-

غیر آبی فصلوں کی پیداوار کے اضافے کے لئے مندرجہ ذیل تین بنیادی اصول اہم ہیں۔

(۱) زمین اور زمینی رطوبت کی حفاظت۔

(۲) ان کا فصلوں کی پیداوار کے لئے اچھے ڈھنگ سے استعمال۔

(۳) ناگہانی موسمیات کے لئے خصوصی فصلوں کی منصوبہ بندی۔

۱:- زمین (کھیت) اور زمینی رطوبت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی بارش کا پانی ہو اسے زمین میں جمع رکھنے کے طریقے عمل میں لانا، جیسے زمین کے اتار چڑھاؤ پر بندھ تعمیر کریں اور کھیت کا پورا قطعہ ممکنہ طور پر سطح کریں۔

جن علاقوں میں بارش کا اوسط کم ہو ایسے علاقوں میں تخم ریزی بارش کے آغاز سے ہی کریں۔ اور کم مدت میں تیار ہونے والی مختلف فصلوں کی ذاتوں کا استعمال کریں۔ تاکہ ربیع کے موسم میں فصل ماہ جنوری کے دوسرے ہفتہ میں کٹائی کے لئے تیار ہو۔

۲ :- فصلوں کی زیادہ سے زیادہ پیداوار بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اُمور پر دھیان دینا چاہیئے۔

عمدہ اور مکمل اُبھنے والے بیجوں کا استعمال ضروری ہے۔ جس کے لئے سند یافتہ بیج خریدیں۔ تخم ریزی یا بوائی وقت پر کریں۔ جُوں ہی ماہِ جون میں بارش کا آغاز ہو اولین اوقات میں تخم ریزی یا بوائی وقت پر مکمل کرلیں۔ تاکہ جلد سے جلد کھیت ہرے بھرے نظر آئیں اور خصوصاً آئندہ ہونے والی بارش سے فصلیں تندرست ہری بھری اور لہلہاتی ہو۔ تخم ریزی میں ہلکی زمین پر جلد بازی کرنا چاہیئے۔ تاکہ اول آنے والے ننھے ننھے پودے طاقتور صحتمند ہونگے تاخیر سے تخم ریزی کرنے میں پودوں پر کیڑے اور بیماریوں کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔

سنہ ۱۹۶۵ء کے بعد جوار، باجرہ، مکئی، گیہوں، دھان کے نئے اقسام بوائی کے لئے سفارش شدہ ان تمام اقسام کی تعداد فی ایکڑ بہ نسبت دیگر قدیم علاقائی اقسام کے زیادہ ہونے پر بھی فصل کی پیداوار میں اضافہ کرتے ہیں اسی طرح بوائی سیڈ ڈریل (تین مندالے) یعنی پٹھن سے کریں اور ساتھ میں مٹی سے قطاروں کو ڈھانکیں۔

آج تک ہمارے کسان غیر آبی فصلیں بغیر کیمیائی کھاد کے کھیتوں میں اگاتے ہیں۔ لیکن جدید تجربات نے یہ ثابت کر دیا کہ کچھ حد تک کیمیائی کھاد کا استعمال فصل کی پیداوار میں اضافے کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگر زمین بھاری اور درمیانی بھاری جس میں زمینی رطوبت کی مقدار کافی ہو تب کیمیائی کھاد کا استعمال جوار، باجرہ، دھان، کپاس پر ضرور کریں۔

اگر بارش اچھی ہو رہی ہو تو تب نائیٹروجن کو دو حصوں میں تقسیم کر کے فصل کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر بارش کی مقدار خاطر خواہ ہو۔ پہلا حصہ بوائی کے وقت اور دوسرا حصہ عام طور پر ۳۵ تا ۴۰ دن کے بعد دیں۔

آخر کا اہم کام فصل کے دوران دیگر پودوں کی صفائی کرنا۔ اس کے لئے چھوٹے بکھر فصل کے قطاروں کے درمیان چلائیں۔ یہ ممکن نہ ہو تو کیمیائی دواؤں کا استعمال کر کے ان پودوں کا صفایا کریں۔

قومی راج

علاقائی سفارشات :-

(آکولہ ڈویژن)

اکولہ، امراؤتی کے کچھ حصے وردھا، ایوت محل، اور مغربی خاندیش کے کچھ اضلاع میں جہاں بارش ۸۵۰ ملی لیٹر یا اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہاں کی زمین عام طور پر بھاری، درمیانی بھاری پائی جاتی ہے۔ جس میں زمینی رطوبت زیادہ دن تک قائم رہتی ہے۔ اسلئے ایسے علاقوں کے لئے مندرجہ ذیل فصلوں کی ذاتوں کیلئے سفارش کی جاتی ہے۔

جوار :- ہائبریڈ نمبر ایک، پانچ اور ایس پی وی ۱۰۲
مونگ :- کوپر گاؤں
اُوڑد :- ٹی نمبر ۹، یوپی یو - ۱
کپاس :- ڈی ایچ وائے ۲۸۶، ایچ فور، ایل ۱۴۷، ایس آر ٹی ایک اور روہنی۔
مونگ پھلی :- ایس بی نمبر ۱۱، جے ایل ۲۴
تور :- سی ۱۱، ایچ وائے ۲، بی ڈی این، ایک اور دو۔
کرڈی :- این ۷
ربیع میں گیہوں :- اجنٹا

فصلوں کی ترتیب :-

مونگ (خریف) کرڈی ربیع گیہوں اجنٹا، اُوڑد (خریف) کرڈی، ربیع گیہوں اجنٹا (خریف) جوار ہائبریڈ ۱ کرڈی ربیع۔

درمیانی فصلیں :-

کپاس کی دو قطاروں اور مونگ کی ایک قطار، کپاس دو قطاریں اور مونگ پھلی کی ایک قطار، جوار کی دو قطاریں اور مونگ کی دو قطاریں (۳۰ اور ۶۰ سینٹی میٹر جوار کی دو قطاریں اور اوڑد کی دو قطاریں (۳۰ اور ۶۰ سینٹی میٹر جوار کی دو قطاریں، ایک قطار تور ۴۵ سینٹی میٹر پر

بیجوں کا تناسب	فی ہیکٹر
جوار	۔ اکیلو فی ہیکٹر (کاربوفیوران) کا عمل کر کے

باجرہ	۴ کیلو
کپاس	۱۰ کیلو
مونگ پھلی	۱۰۰ کیلو
تور	۱۰ کیلو

مونگ پھلی	ایم ۱۳، ایس بی نمبر ۱۱، جے ایل نمبر ۲۴
سورج مکھی	ای . ایس ۶۹۸۷۴
ارنڈی	گریجا - اروناا
جوار	ایس پی وی ۲۹۷، ایس پی وی ۲۴۶
گھانس	مارویل

قطاروں کی ترتیب	صرف ایک فصل کیلئے	دیگر فصل کیلئے
دو فاصلہ		
جوار	۴۵ سینٹی میٹر	۱۵ سینٹی میٹر
باجرہ	۳۰ "	۱۵ "
کپاس	۹۰/۱۲۰ "	۶۰/۳۰ "
مونگ پھلی	۳۰ "	۱۰ "
تور	۶۰ "	۳۰ "

کھاد کا استعمال	نائیٹروجن	فاسفورس
خریف جوار	۸۰ کیلو	۴۰ کیلو
ربیع گیہوں	۲۰ کیلو	۱۰ کیلو

مہاراشٹر کا دوسرا اہم قطعہ سولاپور ڈویژن ہے جس میں سولاپور، احمدنگر، ناسک، پونے، ستارہ، سانگلی ڈھولے، اور مرہٹواڑہ ڈویژن میں اورنگ آباد، بیڑ، عثمان آباد اور لاتور ہیں - جہاں ۷۰۰ ملی لیٹر سے بھی کم بارش ہوتی ہے۔ اس علاقہ کی زمین ریتیلی یا کھرک اوپری حصے میں ہوتا ہے - مٹی میں نائیٹروجن اور فاسفورس کم مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر ربیع کی فصلیں کی جاتی ہیں -

خریف فصلیں	ذاتیں
باجرہ	بی جے ۱۰۴، ایم بی ایچ ۱۱۰
تور	نمبر ۱۴۸، ٹی ۲۱، بی ڈی این نمبر ۱ اور نمبر ۲

ربیع فصلوں کی تخم ریزی جلدی کرنا چاہیئے - عموماً ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں جوار، کرڈی اور چنا کی بوائی کی سفارش کی گئی ہے -

ربیع جوار	ایس پی وی ۸۶، ہائبریڈ ۱۰۲، ایم ۳۵
کرڈی	این ۶۲ - ۸، ایس - ۴
گیہوں	اجنتہ، این ۵۹
چنا	این ۵۹، بی ڈی این ۹ - ۳ - بھولے پرگتی

ربیع موسم :-

اگر ماہ ستمبر میں بارش ہو تو تب جوار، کرڈی، چنا، اور یہ بارش مسلسل اکتوبر تک جاری رہے - تب گیہوں کی نئی قسم اجنتہ کی بوائی کریں - ستمبر میں بارش نہ ہو لیکن اکتوبر کے دوسرے ہفتے تک بارش بہت ہی اچھی ہو تب جوار، کرڈی، چنا زیادہ سے زیادہ ۲۰ راکتوبر تک کریں - ۲۰ راکتوبر کے بعد گیہوں کی طرف توجہ دیں - نومبر، دسمبر میں تخم ریزی کرنا ہو تب کرڈی کی جوار، چنا، اور گیہوں کی تخم ریزی کر سکتے ہیں -

عام طور پر سولاپور، احمدنگر، کے علاقے میں بارش ستمبر میں ہوتی ہے - اس لئے وہاں بوائی ستمبر میں ہی شروع کریں -

غیر آبی فصلوں کے لئے خاص خیال زمین کی رطوبت کا رکھیں ایسے موسم میں دو قطاروں کے درمیان اگر گھانس یا دھان کے سوکھے پودے بچھا دیں - اگر آبپاشی کی سہولت ہو تب ایک پانی ۴۰ تا ۴۵ دن کے بعد دیں - زمینی رطوبت کے مطابق غیر آبی فصلوں کو کیمیائی کھاد ۲۰ کیلو نائیٹروجن فی ایکڑ اور ۱۰ کیلو فاسفورس فی ایکڑ بوائی کے وقت دیں -

اس طرح جہاں تک ممکن ہو ایسی فصلوں کی کڑی نگہداشت رکھیں اور موسم کے مطابق اور حالات کے پیش نظر وقت پر محنت کریں تو زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے - ••

تبصرہ

تبصرہ نگار
بشیر نواز

فن اور شخصیت کے خصوصی شمارے

ساحر لدھیانوی نمبر

میرے سامنے "فن اور شخصیت" کے دو انتہائی خوبصورت، ضخیم اور پُر وقار شمارے ہیں۔ ہر شمارہ ٹائیٹل سے بیک کور ترتیب و تہذیب کا ایک فنکارانہ معیار پیش کرتا ہے۔ انہیں دیکھ کر صابر دت کی فنکاری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ صابر نے اردو رسالوں کی ترتیب و تزئین کو ایک فن بنا دیا ہے۔ کسی بھی نمبر کی ترتیب میں صابر دت ریاض، لگن اور خلوص کے انہیں مرحلوں سے گزرتے ہیں جن سے گزرے بغیر کوئی فن پارہ معرض وجود میں نہیں آسکتا۔ نرگس اور ساحر لدھیانوی سے متعلق یہ دو نمبر کئی اعتبار سے گزشتہ نمبروں سے زیادہ بہتر اور وقیع ہیں۔ یہ اس لیے حیرت ناک بات ہے کہ عام طور پر ابتدائی کچھ نمبروں کے بعد رسالوں اور پرچوں کی چمک دمک ماند پڑنے لگتی ہے یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

فن اور شخصیت کا تازہ ترین شمارہ ساحر لدھیانوی نمبر تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور ظاہری و معنوی اعتبار سے ایڈیٹر کے ذوق، نفاست پسندی اور محنت کی زندہ شہادت ہے۔

اس شمارے میں ہند و پاکستان کے تقریباً سبھی جانے پہچانے فنکار شریک ہیں۔ مضامین سے ساحر کی زندگی کے مختلف پہلو روشن ہو جاتے ہیں، اور بہت ساری ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو آج تک سامنے نہ آسکی تھی۔ حافظ لدھیانوی نے ساحر کی کئی نظموں کے پس منظر سے واقف کروایا ہے اور ان ہدمانی محرکات کی نشاندہی کی ہے جن کی وجہ سے کئی مقبول نظمیں معرض وجود میں آئیں۔ حمید اختر، ابراہیم جلیس،

کرشن ادیب اور پرکاش پنڈت کے مضامین ساحر کو ایک دوست کی حیثیت سے بھرپور انداز میں پیش کرتے ہیں ان مضامین میں خلوص محبت زیادہ اور تنقیدی نقطہ نظر کم ہے۔

علی سردار جعفری، ظ انصاری، کیفی اعظمی اور شاہد صدیقی کے مضامین تنقیدی انداز کے ہیں اور ان میں شاعر کے فن پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے باوجود کسی بھرپور تنقیدی مضمون کی کمی بُری طرح کھٹکتی ہے۔

ساحر لدھیانوی کی بہنوں انور سلطانہ اور سرور شفیع کے مضامین ساحر کی گھریلو زندگی سے پوری طرح روشناس کرواتے ہیں۔

کشمیری لال ذاکر نے اپنے مخصوص افسانوی انداز میں ساحر کی زندگی کے کچھ گوشے پیش کئے ہیں۔

جاں نثار اختر، عزیز قیسی، یوسف ناظم اور واجدہ تبسم کے مضامین تاثراتی نوعیت کے ہیں۔ ندا فاضلی، شاد اور بلونت سنگھ کے انٹرویوز ساحر کے ذہنی رویوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ساحر نمبر کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ساحر کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ساحر کے مقبول اور ادبی فلمی گیتوں کا انتخاب بھی شمارے کو وقیع بناتا ہے۔ یہ نمبر ساحر کی شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کو ایسا بھرپور مواد دیتا ہے کہ اس کے بعد ساحر کی شاعری کے دوسرے مجموعوں سے رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

ساحر کی تقریباً اسّی تصویریں، کچھ تنہا اور کچھ معصروں کے ساتھ رسالے کی خوبصورتی میں اضافے کے ساتھ ساتھ گزشتہ چالیس برس کی اردو ادب کی داستان سناتی ہیں۔ اس کے علاوہ ساحر کے اسکول، کالج، ڈرائنگ روم، لباس، قلم، ماں باپ، ماموں اور بہنوں کی تصاویر بھی ہیں، گویا ساحر کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر رشتے کو تصویروں میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ساحر کی زندگی اہم واقعات کو تاریخی اعتبار سے ترتیب دے کر تحقیق کرنے والوں کی مشکلیں آسان کر دی گئی ہیں۔

یہ نمبر یقینی طور پر ساحر کی شخصیت کو پوری طرح اجاگر کرتا ہے۔ ان کے فن اور ادبی قد و قامت کا تعین تو ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا کہ ساحر کا کلام بھی موجود

ہے گا اور ادب کے نقادوں سے بھی دنیا خالی نہ ہوگی لیکن ان کی شخصیت کے جو پہلو اس نمبر میں سامنے آئے ہیں، وہ اگر سامنے نہ آتے تو شاید کبھی بھی ہم ان تک رسائی حاصل نہ کر سکتے کہ ساحر کی طرح ان کے قریبی دوست احباب اور رشتے دار بھی بہرحال فانی ہیں۔

صابر دت واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس دور کے سب سے مقبول شاعر کو ایک انتہائی خوبصورت خراجِ عقیدت پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور اسے اردو والوں کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیئے کہ انہیں ان کے محبوب شاعر کی حیات و شاعری سے روشناس ہونے کا ایک حسین موقع ملا ہے۔

نرگس دت نمبر

اس نمبر میں بھی کتابت، طباعت اور ترتیب و تزئین کا وہی حسن اور سلیقہ ملتا ہے جو "فن اور شخصیت" کا نشانِ امتیاز بنتا جا رہا ہے۔ یہاں بھی رسالے کے مدیر جناب صابر دت کی محنت اور سلیقے کی مہر ہر صفحہ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس نمبر کی ترتیب و اشاعت میں صابر کو پرنٹنگ، بائنڈنگ اور کتابت وغیرہ کی پریشانیوں کے علاوہ ایک اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اور وہ پریشانی ہے مضامین کا حصول۔

عام طور پر اردو قارئین اور خاص طور پر اردو کے لکھنے والے ادیب اور وہ بھی اردو ادب کی حدوں سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ وہ صرف اردو شاعری، افسانہ اور تنقید ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اسی مناسبت سے وہ شاعر، ادیب، یا نقاد پر نکلنے والے نمبر کو تو اہم بھی سمجھتے ہیں اور ضروری بھی، لیکن فنونِ لطیفہ کی دوسری شاخوں مصوری، موسیقی، سنگ تراشی اور اداکاری کو یا تو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں یا ان تک رسائی ہی نہیں رکھتے۔ کسی اداکارہ کے فن اور شخصیت پر قلم اٹھانے کی بات تو الگ ہی ہے۔ یہاں صابر دت کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے نرگس دت پر تقریباً ساڑھے تین سو صفحات کا مواد اکٹھا کر لیا ہے۔ لکھنے والوں میں نرگس کی شخصیت سے عقیدت رکھنے والے بھی ہیں اور ان کے فن کے پرستار بھی.....

اردو میں اس نمبر سے پہلے کسی اداکار یا اداکارہ پر منٹو کے علاوہ شاید ہی کسی نے قلم اٹھایا ہو۔ نرگس نمبر کی وجہ سے کئی لکھنے والے اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اس قسم کے مضامین لکھوا لینا کا سہرا "فن اور شخصیت" ہی کے سر جاتا ہے۔

"نرگس نمبر" میں بھی شخصیت پر زیادہ اور فن پر کم توجہ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ہم عصر فنکاروں پر قلم اٹھاتے ہوئے بہت سارے نقاد کتراتے ہیں کہ نجی تعلقات اور زمانی قرب، بے لاگ تنقید کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس قسم کے نمبر یوں اہم ہو جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے قارئین اور آنے والے نقاد بھی فنکاروں کی زندگی سے واقف ہو جاتے ہیں اور اسی توسط سے مختلف واقعات و حالات کی روشنی میں فنکار کے فن کو سمجھنا آسان بھی ہو جاتا ہے اور مفید بھی کہ محض قیاسی نتائج اکثر گمراہ کر دیتے ہیں۔

مختلف شخصیتوں سے متعلق فن اور شخصیت کے شمارے آج بھی اہم ہیں اور آئندہ اس سے زیادہ اہم یوں ہو جائیں گے کہ یہ ان فنکاروں کی جیتی جاگتی زندگی کے سب سے زیادہ معتبر دستاویزات کی حیثیت اختیار کریں گے کہ ہمعصری یا زمانی قربت ان کا سب سے بڑا وصف ہے۔ جو باتیں ان نمبروں میں جمع کر دی گئی ہیں وہ بصورتِ دیگر شاید وقت کے دھندلکوں میں گم ہو جاتیں۔

اس اعتبار سے "فن اور شخصیت" ادب و فن کی ایک بیش قیمت خدمت انجام دے رہا ہے کہ اس نے آئندہ کی تحقیق و تنقید کے لئے کافی روشن اور واضح نقوش یکجا کر دیئے ہیں۔

قوی راج

غزلیں

شوق ماہری

مرگھٹ روڈ۔ کھنڈوا - (ایم پی)

۴۵۰۰۰۱

بحث و مباحثہ ہے وہی ردّ و کد وہی
جاری ہے اب بھی کشمکشِ نیک و بد وہی

مدت کے بعد ان سے ملے اور تڑپ گئے
تیور وہی، شباب وہی، خال و خد وہی

دل کی تباہیوں پہ زمانہ گذر گیا
اب تک ہے بدگمانیٔ ہوش و خرد وہی

دیتے ہیں دل کو ترکِ محبت کا مشورہ
ہے دل کے ساتھ قدغنِ ہوش و خرد وہی

یارب! مرے چمن کے گل و نسترن کی خیر
ہے زورِ آندھیوں کا وہی شدّ و مد وہی

چھونے کا شوق کیسے صنوبر قدوں کا ساتھ
دیوانہ پن وہی ہے ابھی جزر و مد وہی

غفار شاکر ناگپوری

۳۴۵ - سساں -
بلیو شاب کے پیچھے،
صدر ناگپور ۴۴۰۰۰۱

رقصِ شب میں سحر کی بات کریں
عزمِ قلب و جگر کی بات کریں
تذکرہ ان کے حسن کا کب تک
اپنے حسنِ نظر کی بات کریں
شکوۂ کج رویٔ رہبر کیا
کیوں نہ خود رہگذر کی بات کریں
کب تلک خوف و یاس و محرومی
آؤ تیغ و تبر کی بات کریں
ہم کریں ناز دل کی دولت پر
جن کو کرنی ہے زر کی بات کریں
آؤ ان ظالموں کی بستی میں
اک سہانے نگر کی بات کریں
جس نے طے کی ہے راہِ عرشِ بریں
شاکرؔ اس راہبر کی بات کریں

ضیا زخمی کھام گانوی

کھام گاؤں۔ (مہاراشٹر)

زندگی کی راہ میں ایسے مقام آتے رہے
ہر قدم پر حادثاتِ غم سے ٹکراتے رہے

اک فقط برقِ تپاں ہی پر نہیں ہے منحصر
باغباں کے نام سے پھول تھرّاتے رہے

ہم نے جھیلی ہیں مسلسل سختیوں پر سختیاں
کیسے کیسے حادثاتِ غم سے ٹکراتے رہے

غیر سے ملتے رہے بے باک و بے پردہ مگر
آپ اپنوں سے ملے جب بھی تو شرماتے رہے

زندگی میں الجھنیں درپیش نہ آئیں کبھی
گیسوئے ہستی کو ہم اس طور سلجھاتے رہے

ہائے قسمت آج اس نے بھی نگاہیں پھیر لیں
وہ ضیاؔ زخمی ہمیشہ جس کے کہلاتے رہے

شہر میں جموں و کشمیر کے پھلوں کی نمائش
وزیر اعلیٰ نے افتتاح فرمایا

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے حال ہی میں حکومت جموں و کشمیر کی طرف سے شلپی کیندرا (مجسٹک ہوٹل کے احاطے) میں منعقدہ پھلوں کی نمائش کی افتتاحی تقریب کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ بمبئی جیسے کاسمو پولیٹن شہر میں ایسی نمائش کا اہتمام مختلف پھلوں سے رغبت کرنے والے عوام کی تسکین کا نہ صرف ذریعہ بنے گا بلکہ ان سے پھلوں کی تشہیر بھی ہوگی آپ نے مزید فرمایا کہ اگر پھلوں کی بات کی جائے تو اس شہر کے عوام کوکن کے آم، ناگپور کے سنترے، سیب اور کشمیر اور نادرتھ کی ریاستوں کے سوکھے ہوئے میووں کو ترجیح دیں گے۔

حکومت، جموں و کشمیر کی حکومت کو اس پھلوں کی نمائش منعقد کرانے پر مبارکباد دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ حکومت مہاراشٹر نے محکمۂ باغبانی کا ایک علیحدہ ڈائریکٹوریٹ قائم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ساتویں پنج سالہ منصوبے میں اس مقصد کے تحت ۳۲ کروڑ روپے مختص کئے جائیں گے۔

ابتدا میں جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ شری جی ایم شاہ نے اس پھلوں کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ ریاست کشمیر باغبانی کی دولت سے ہمیشہ مالا مال رہی ہے اور ہمارے یہاں کی عوام کا یہ ذریعۂ معاش بھی ہے، آپ نے بمبئی کے عوام اور حکومت کی متعلقہ ایجنسیوں اور خاص طور سے پھلوں کے تاجروں سے اپیل کی کہ وہ ریاست سے تجارتی تعلقات قائم کریں۔

ابتدا میں جموں و کشمیر کی باغبانی کے ڈائریکٹر شری جی جے ہوی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور شکریہ بھی ادا کیا۔ یہ نمائش بمبئی میں ۱۵ دسمبر ۱۹۸۵ء تک جاری رہے گی۔

وزیر ہاؤسنگ کے ہاتھوں
چار کوپ کے پلاٹوں کی قرعہ اندازی کے ڈرا کا افتتاح

وزیر ہاؤسنگ ڈاکٹر ڈی سبرامنین نے ، اردسمبر کو گرہا نرمان بھون میں کاندیولی چارکوپ کا ایک کمپیوٹرائزڈ ڈرا کا افتتاح کیا۔

اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے ڈاکٹر سبرامنین نے کہا کہ کمپیوٹر کے ذریعہ قرعہ اندازی کے طریقہ سے عوام کے ذہنوں سے شک و شبہات کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اور ایک طرح سے ہم عوام کا اعتماد بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ آپ نے مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی (ایم۔ایچ۔ڈی۔اے) کے اس جدید طریقہ کے اپنانے پر ستائش کی۔

اس ڈرا کی نگرانی کے فرائض ایم۔ایچ۔اے۔ڈی۔اے کے سکریٹری شری ڈی۔این۔ شرنگار پورے عوام کے دو نمائندے شریمتی ششما تا کلکرا اور شری مدن میڈ ریجہ پرمشتمل ججوں کے ایک پینل نے انجام دیے۔

اگر اس کو بنا کمپیوٹر کے ذریعہ کیا جاتا تو ایک مہینے یا اس سے زائد کی مدت درکار ہوتی۔ لیکن ... ۹ پلاٹوں کے سلسلے میں موصول ہونے والی ...,۲۹ درخواستوں کے اس کام کو کمپیوٹر کے ذریعہ صرف دو دن میں مکمل کیا جا سکا ہے۔

اس ڈرا کے لئے کمپیوٹر سسٹم کا کام رولٹا کمپیوٹرس اینڈ انڈسٹری کے ذریعہ مکمل کیا گیا ہے۔ پلاٹوں کے "اے" اور "بی" درجوں کے فارم کی درخواستیں پلاٹوں کے نمبر کے مساوی ہیں اس لئے اس کام کی قرعہ اندازی نہیں کی گئی۔ بلکہ پلاٹوں اور "ڈی"، "سی" کے درجوں کے لئے صرف قرعہ اندازی کی گئی۔

اس قرعہ اندازی میں بڑی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

درخواست کنندگان کی جانب سے شریمتی ورشا ہنڈریکر، شری اشوک باندیکر، شری ماروتی سوناونی اور دیگر نے کمپیوٹر کے ذریعہ قرعہ اندازی کے طریقۂ کار کی سراہنا کی۔

اس موقع پر ایم۔ایچ۔اے۔ڈی۔اے کے ایڈمنسٹریٹر شری پی ایس اے سندرام۔ عالمی بینک پروجیکٹ کے ڈائریکٹر شری وی۔ کے دلسے اور ڈرا کے ججوں کے پینل کے ہیڈ شری ڈی۔ این۔ شرنگار پورے، ورلڈ بینک پروجیکٹ کمیونٹی ڈیولپمنٹ ونگ کی چیف شریمتی پرتیما پانوالکر موجود تھے۔

ابتدا میں ورلڈ بینک پروجیکٹ کے پبلک ریلیشنز افسر شری ایس۔ جی سہسرا بھوجنی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور ڈرا کے طریقۂ کار کی تفصیلات پیش کیں۔

سرکاری افسران کے تبادلے

حکومت مہاراشٹر نے مندرجہ ذیل افسران کے تبادلے کیے ہیں:

شری پی۔ پی دیوکو ڈائریکٹر جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور محکمۂ جنرل ایڈمنسٹریشن کا بہ لحاظ عہدہ جوائنٹ سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

شری ایس۔ کے سگنے ڈائریکٹر جنرل انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز اور محکمۂ جنرل ایڈمنسٹریشن بہ لحاظ عہدہ ڈپٹی سکریٹری رخصت پر جا رہے ہیں رخصت پر سے واپس آنے پر انھیں یکم فروری ۱۹۸۶ء سے محکمۂ صنعت، انرجی اور محنت کا ڈپٹی سکریٹری (انڈسٹری) مقرر کیا گیا ہے۔

شری آر۔ ڈی۔ واگھ ممبر (ایڈمنسٹریشن) اور سکریٹری مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹرک سٹی بورڈ کا تبادلہ کرکے انھیں یکم فروری ۱۹۸۶ء سے زراعت اور امداد باہمی کا ڈپٹی سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

شری جے۔ پی بدھونت کو محکمہ میڈیکل ایجوکیشن اور ڈرگس کا ڈپٹی سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

سیلز ٹیکس بمبئی کے ڈپٹی کمشنر این۔ راما راؤ کا تبادلہ کرکے انھیں محکمہ پبلک ہیلتھ میں ایڈیشنل فیملی ویلفیر کمشنر اور جوائنٹ سکریٹری کے عہدے پر مقرر کیا گیا ہے۔

شری ڈی۔ ایچ۔ ساکھالکر ڈپٹی سکریٹری (انڈسٹریز) آئی ای اور ایل۔ ڈی کا تبادلہ کرکے انھیں یکم فروری ۱۹۸۶ء سے ایم ایس ای جی کے ممبر (ایڈمنسٹریشن) اور سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

ضلع احمد نگر میں راہوری سب ڈویژن کے سب ڈویژنل افسر شری گوتم جرماجی کی ترقی کرکے انھیں ضلع تھانے پریشد چیف ایگزیکٹیو افسر مقرر کیا گیا ہے۔

شری اے۔ کے جین سب ڈویژنل افسر سولاپور سب ڈویژن سولاپور کی ترقی کرکے انھیں آئی۔ اے۔ ایس کا سینئر ٹائم اسکیل اور ناندیڑ ضلع پریشد کا چیف ایگزیکٹیو افسر مقرر کیا گیا ہے۔

راج بھون گورنر سکریٹریٹ کی انڈر سکریٹری شریمتی ٹی ایف تھلیکرا کو بمبئی بی۔ ایس۔ ڈی کا ایڈیشنل کلکٹر مقرر کیا گیا ہے۔

شری چاندگول کو بھنڈارا کا کلکٹر مقرر کیا گیا ہے۔

ناندیڑ کے ضلع پریشد چیف ایگزیکٹیو افسر کو محکمہ شہری ترقیات کے ڈپٹی سکریٹری کے عہدے پر فائز کیا گیا ہے۔

کنٹرولر آف راشننگ بمبئی شری ڈی۔ ڈی اپادھیائے کو ناشک ڈویژن ناشک کا ایڈیشنل کمشنر مقرر کیا گیا ہے۔

ناشک ڈویژن ناشک کے ایڈیشنل کمشنر شری ڈی۔ بی پٹیل کو ناشک کا کلکٹر مقرر کیا گیا ہے۔

گورنمنٹ لیبر افسران

آجرین کو آگاہی

بمبئی کے کمشنر نے مختلف اداروں کے مالکان کو آگاہ کیا ہے کہ وہ گورنمنٹ لیبر افسران سے ان کے شناختی کارڈ اور ان کا حلقۂ اختیار جہاں انسپکٹروں کو تعینات کیا ہے طلب کریں۔

لیبر کمشنر کے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ کچھ افراد بحیثیت گورنمنٹ لیبر بمبئی عظمیٰ کے مختلف اداروں میں غیر قانونی طور سے دورہ کر رہے ہیں اور مالکان کو غیر ضروری طریقہ سے پریشان کر رہے ہیں۔

تمام گورنمنٹ لیبر افسران کو فوٹو لگے شناختی کارڈ بھی لیبر کمشنر کی دستخط کے ساتھ جاری کئے گئے ہیں اور وہ انھیں اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران پیش کرتے ہوتے ہیں اور انھیں انسپکشن کرنے کے لئے مخصوص علاقے بھی دئے گئے ہیں۔

وزیر مملکت

مسز مارگریٹ الوا کے اعزاز میں استقبالیہ

مرکزی وزیر مملکت یونتھ افیئرس اسپورٹس اینڈ ومن شریمتی مارگریٹ الوا اور شری اوسکر فرنانڈیس ایم۔ پی کے اعزاز میں انڈین کرسچن کانگریس کی ایگزیکٹیو کمیٹی کی جانب سے ۲۹ دسمبر کو ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی۔

ریاستی وزیر مملکت برائے مالیات منصوبہ بندی اور سیاحت شریمتی سیلین ڈسلوا نے اس تقریب کی صدارت کی۔

اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے شریمتی الوا نے کرسچن کمیونٹی کی تعلیم صحت عامہ اور سماج کی سیوا کے میدانوں میں ایک اہم رول ادا کرنے پر سراہنا کی۔

اس موقع پر شری فرنانڈیس نے مشہور کانگریسی ورکر شری لوریٹا بی لوگیوریا کو ایک میڈل پیش کیا۔

شری فیلاسی پنٹو اور شریمتی کٹھاکر نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ انڈین کرسچن کانگریس کے جنرل سکریٹری شری ہربرٹ۔ ڈی۔ بریٹو نے شکریہ ادا کیا۔

شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر، وزیر اعلیٰ
مہاراشٹر کے ہاتھوں ضلع ایوت محل میں
پوسد مقام پر پریہ درشنی شریمتی اندرا
گاندھی طلبہ کے ہوسٹل کا افتتاح حال ہی
میں ہوا۔ اس موقع پر لی گئی تصویر میں
محصول و صنعت کے وزیر شری سدھاکر راؤ
نائیک، وزیر برائے توانائی شری جواہر لال
۔۔دا، وزیر برائے امداد باہمی شری
۔زمیندر ترڑکے اور وزیر تعلیم پروفیسر
۔ام میگھے نظر آرہے ہیں۔

مہاراشٹر کے چیف سکریٹری شری
بھالچندر۔ دیشمکھ نے ضلع وردھا
میں پوہنا مقام پر پرائمری ہیلتھ سنٹر
کا معائنہ کیا۔ اس موقع کی تصویر۔

خبریں۔ تصویروں میں

نسدی ۔۔۔ میں بھنداردرا مقام پر
قائم کردہ بدھ وہار کا دلائی لامہ کے
ہاتھوں افتتاح ہوا۔ اس موقع پر مہاتما
بدھ کا مجسمہ نصب کیا گیا۔ تصویر
میں سابق وزیر داد اصاحب روتے
اور ڈاکٹر آنند کوشلیا نندہ وزیر مملکت
برائے زراعت، شری مدھوکر پیچیڈ بھی
نظر آرہے ہیں۔

ناگپور میں انجینئرنگ کالج گورنمنٹ روڈ
جوان انجینئرنگ کے نام سے منسوب
کرنے کی تقریب گورنر مہاراشٹر شری
کونا پربھاکر راؤ کے ہاتھوں انجام پائی
تصویر میں نگر لوک سنستھا کے
رکن شری دتا مینگھے، وزیر تعلیم پروفیسر
رام میگھے، وائس چانسلر، ڈاکٹر مدھو مدار،
چانسلر کرد، ودھان سبھا کے حزب
مخالف کے نیتا شری شرد پوار نظر
آرہے ہیں۔

امراوتی ضلع میں بھات کلی نل پانی
فراہمی اسکیم کی بھومی پوجا کی تقریب وزیر
برائے دیہی ترقیات شری بھائی ساونت
کے ہاتھوں انجام پائی۔ ڈاکٹر انیل ورہاڑے
ایم۔ ایل۔ اے اور ایم۔ پی بشری
اوشا چودھری وغیرہ تصویر میں نظر
آرہے ہیں۔

گوا کے وزیر برائے توانائی شری
ہریش چندر مٹکے ساونت واڑی میں
ڈویژنل نشن مہاراشٹر کے
اطلاعات دفتر کا دورہ کیا۔ اس وقت
آپ مہاراشٹر سے نکلنے والے سرکاری
رسالے لوک راجیہ کی ورق گردانی
کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

27 MAR 1986
قومی راج
۲۵ فروری سنہ ۱۹۸۶ء
25/2/86
13/4 - 1986

महाराष्ट्र शासन
विभाग धरणाचे

महाराष्ट्र राज्य विद्युत मंडळ

جلد نمبر ۱۳ شمارہ [illegible]

25/2/86

۲۵ فروری ۱۹۸۶ء

سالانہ: دس روپے

قیمت فی کاپی: پچاس پیسے

ہندی، انگریزی، مراٹھی، گجراتی، سندھی اور اُردو چھ زبانوں میں ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

چیف ایڈیٹر:- پی۔ اے۔ مانے

مینیجنگ ایڈیٹر۔ ریاض احمد خاں

ایڈیٹر۔ فیروزہ فیاض خان

سب ایڈیٹر عبداللہ

شرح چندہ

ایک سال کیلئے ۱۰ روپے

دو سال کیلئے ۲۰ روپے

تین سال کیلئے ۲۷ روپے

چار سال کیلئے ۳۶ روپے

اور

پانچ سال کیلئے صرف ۴۵ روپے

مراسلت کا پتہ:-

ایڈیٹر "قومی راج"

ڈائرکٹوریٹ آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،

گورنمنٹ آف مہاراشٹر،

۱۵واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ،

مقابل منترالیہ، ممبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰۳۲

فون نمبر:- ۲۰۲۰۶۵۱ - ۲۰۲۳۹۵۷

ترتیب

SPH 1

جمہوریۂ ہند: چھتیسواں ۳۶ جشن

۲۶ جنوری کا دن، جدید ہندوستان کی زندگی کا مبارک ترین دن ہے۔ ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو جمہوریہ ہند کا قیام عمل میں آیا۔ اور جمہوریۂ ہند کے نئے نظام کا وجود ہوا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اسی دن جمہوریۂ ہند کے پہلے صدر کی حیثیت سے، ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور دستورِ ہند کی رو سے ملک میں، بلا اختیار مذہب و ملت عوامی اور سماجی جمہوریت کے قیام کے منصوبہ کا اعلان کیا گیا۔

۲۶ جنوری ۱۹۸۵ء کو جمہوریۂ ہند نے اپنے ۳۷ ویں برس کی دہلیز پر قدم رکھا ہے۔ اسی دن جمہوریۂ ہند کا ۳۶ واں جشن ملک بھر میں بے پناہ جوش و خروش اور پُر مسرت ماحول میں منایا گیا۔

۲۶ جنوری۔ یومِ جمہوریہ کیوں؟

ہندوستان کی جنگِ آزادی میں، ۲۶ جنوری کے دن کی ایک عظیم اہمیت ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں اسی دن، سارے ملک نے برٹش سامراجیت کے سامنے اعلانیہ، حصولِ آزادی کی قسم کھائی، اور آزادی کے حصول کے لئے ملک گیر عظیم تحریکیں عمل میں لائی گئیں۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء لاہور میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں کانگریس کی ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں مکمل آزادی کی تجویز منظور کی گئی۔ ۲ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء کو کانگریس کی انتظامیہ کی نشست میں۔ ۲۶ جنوری کا دن یومِ آزادی کی صورت میں منانے کی تجویز منظور کی گئی۔ اس موقع پر ساتنے گروجی نے ایک نظم بھی قلم بند کی:

قومی راج

بے پناہ خوشی لایا ہے
ہمارے لئے
یہ مقدس ن !
مبارک ہے
ہماری مادرِ وطن
جو آج آزاد ہو گئی
اس کی عظمت اور سربلندی کے
آؤ ہم نعرے لگائیں !

اسی دن سے، ۲۶ جنوری، آزادی کے دن کی حیثیت سے منایا جانے لگا۔ اور پھر حصولِ آزادی کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے لاہور کانفرنس میں منظور شدہ تجویز کے تحت ۲۶ جنوری کو "یومِ جمہوریہ" قرار دیا۔ اس دن بھارت مکمل طور پر ایک جمہوری مملکت بن گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی "عوامی حکومت" اس نام سے ساری دنیا نے اعزاز بخشا۔ جمہوریۂ ہند کی شان کو دوبالا کرنا، عوام میں یکجہتی اور اخوت پیدا کرنا، سائنس کے فروغ کے ساتھ ۲۱ ویں صدی میں پیش قدمی کرنا، یہ تمام باتیں ملک کی جواں نسل کے اہم فرائض میں داخل ہیں۔

یوم جمہوریہ کے موقع پر

وزیراعظم شری راجیو گاندھی نے مہاراشٹر کے مختلف کیڈٹوں، کماری زرین جیتر والا، بمبئی کے ونئے کمار بٹردھن اور ناگپور کے اے۔ آر۔ دھور کر کو انعامات سے نوازا

دلی میں جشن جمہوریہ!

یہ ۳۶ واں جشن جمہوریہ، دارالخلافہ دلی میں دلکش فوجی قواعد، اور مسرت انگیز موسیقی کے ساتھ شاندار انداز میں منایا گیا۔ شاہی شاہراہ پر صدر جمہوریہ شری گیانی ذیل سنگھ نے فوجی پریڈ کو سلامی دی۔ اس سال یونان کے وزیراعظم آندریس پاپنیڈریو، جشن جمہوریہ میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک تھے۔ شری راجیو گاندھی نے "امر جوان جیوتی" سے خطاب کرتے ہوئے، ملک کے تحفظ کی خاطر شہید ہو جانے والے مجاہدوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مہاراشٹر کے سوانگ بھرے چہرے

اس جشن جمہوریہ میں، مہاراشٹر کی۔ فوجی ثقافتی جماعت کیطرف سے "سوانگ بھرے چہرے" اس نام سے ایک دلکش۔ آدیباسی رقص پیش کیا گیا، جسے سبھی نے بیحد پسند کیا۔ ناشک ضلع کے پیٹھ تعلقہ میں "ڈھابیا کا پاڑا" ایک آدیباسی گاؤں ہے۔ یہاں قرب وجوار کے علاقہ میں، آدیباسیوں کا، "سوانگ بھرے چہرے" یہ مخصوص رقص بے حد پسند کیا جاتا ہے۔ اس رقص میں نرسینھ، بتیال اور کال بھیرو ان تین دیوتاؤں کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔ چیتر مہینہ سے ہولی تک، مختلف اور مخصوص موقعوں پر یہ رقص پیش کیا جاتا ہے وہاں یہ رسم ہے کہ شادی بیاہ کے معاملہ میں کوئی رخنہ نہ آنے پائے اس مقصد کے تحت، ان تینوں دیوتاؤں کے نام بکرے کی قربانی دیکر یہ رقص شروع کیا جاتا ہے جو متواتر آٹھ دن تک جاری رہتا ہے آخری دن ان دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے۔ ان میں ناریل چڑھا کر، اور پھول ہار پہنا کر یہ رقص ختم کیا جاتا ہے۔ اس رقص میں تقریباً ۲۰ سے ۳۰ تک مرد عورتیں حصہ لیتی ہیں۔

امسال، دلی میں منائے گئے، یوم جمہوریہ کے جشن میں دکھائے جانے کے لئے "آزادی ہند کی جنگ میں مہاراشٹر کا حصہ: اس موضوع پر ایک باتصویر رتھ بھجوایا گیا تھا اور مختلف تصویروں کے

یوم جمہوریہ کے موقع پر گورنر مہاراشٹر شری کونا پربھاکر راؤ کی تشریف آوری پر وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر استقبال کرتے ہوئے۔

ذریعہ آچاریہ ونوبا بھاوے، رام کاما، مہاتما جیوتیا پھلے، مہرشی اناصاحب کروے، گوپال کرشن گوکھلے، ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر، لوکمانیہ تلک، دامودر چاپھیکر، سواتنتریہ ویر ساورکر، واسودیو پھڈکے جیسے عظیم رہنماؤں کی زندگی کا شاندار پس منظر پیش کیا گیا تھا اس باتصویر رتھ کا نقشہ شری نریندر وچارلے نے اور تفصیلی خاکہ شری وسنت ننادے نے تیار کیا تھا۔

جشنِ جمہوریہ بمبئی

یوم جمہوریہ کا جشن بمبئی میں، شیواجی پارک میں انتہائی تزک و احتشام سے منایا گیا۔ گورنر شری کونا پربھاکر راؤ نے قومی جھنڈا لہرایا۔ اس جشن میں پولس، ہوم گارڈز، فوجی، زیر تربیت فوجی۔ اسکولوں کے طلباء اور طالبات، فائر بریگیڈ۔ دل، حفاظتی دستے، ان کی طرف سے پیش کی گئی پریڈ شاندار اور دلکش تھی۔ گورنر نے پریڈ کا مشاہدہ کیا اور مذکورہ بالا تمام دستوں کی طرف سے اعزازی سلامی قبول کی۔ جشن کی شروعات سے پہلے جشن کے میدان میں ہیلی کوپٹر کے ذریعہ پھول برسائے گئے۔ اس جشن میں وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر اور ان کی کابینہ کے صدر شری شنکر راؤ جگتاپ وزیر محلات اور چیف سیکریٹری شری بھالچندر دیشمکھ اور دیگر کئی افسرانِ بالا، بمبئی کے میئر شری چھگن بھجبل، بمبئی کے شریف شری ٹی۔ کے۔ ٹوپے، مختلف ممالک کے سیاسی نمائندے۔ فوجی افسرانِ اعلیٰ اور دیگر مدعو کئے گئے مہمان حاضر تھے۔

مہاراشٹر کی ہمہ جہتی ترقیات کی عکاسی کرنے والا پرکشش باتصویر رتھ تمام حاضرین کی توجہ کا خاص مرکز تھا۔ شیواجی مہاراج کے دور کی کشتیوں اور جہازوں کے ہو بہو نمونے بھی پیش کئے گئے تھے۔ آدیباسی اور پسماندہ جماعتوں کے فروغ اور اس سے متعلقہ انقلاب کی ضامن " دودھ۔ وکاس، وبھاگ" کا نمونہ پیش کرنے والا باتصویر رتھ وغیرہ نے لاکھوں کی تعداد میں موجود حاضرین کو کافی متاثر کیا۔ ان تمام باتصویر رتھوں کے ذریعہ ریاستِ مہاراشٹر کے ترقیاتی منصوبوں کا اور دیہاتوں، قصبوں کو پینے کے صاف ستھرے پانی کی فراہمی کے مناظر کی بھی ان تصویروں میں عکاسی کی گئی تھی۔

ندل ضلع کے کوکم، اس آدیباسی جماعت کا پیش کردہ "کوکنی" سیری قسم کا اجتماعی رقص، طلباء کا لیزیم کا مظاہرہ وغیرہ جشن کی

گورنر مہاراشٹر شری کوناپربھاکر راؤ،
یوم جمہوریہ کے موقع پر
پولس آفیسر شری نند کمار گوکھلے کی
بیوہ کو صدر جمہوریۂ ہند کے انعام سے
نوازتے ہوئے۔

اہم خصوصیات تھیں۔

اس جشن میں شریک باتصویر رتھوں میں، بمبئی پورٹ ٹرسٹ کی طرف سے پیش کیا ہوا رتھ بہترین رتھ قرار دیا گیا جس میں گذشتہ چارسو سالہ دور کے بندرگاہوں، بحری بیڑوں میں مہیا کی گئی سہولتوں میں جو فروغ ہوا، اس کی منظر کشی کی گئی تھی۔ ثقافتی شعبہ کے "مرہٹہ۔ بحری۔ بیڑہ" اس باتصویر کو دوسرا مقام دیا گیا۔ اور بمبئی میونسپل کارپوریشن کا پیش کردہ باتصویر رتھ تیسرے نمبر پر رہا۔ امراؤتی ضلع کے دھارنی کے قریب وجرار کے آدیباسیوں کے ذریعے پیش کئے گئے 'کورکوناچ' کو خاص انعام سے نوازا گیا

اپنی بے مثال شجاعت اور بہادری کے لئے پولس محکمہ کے افسران اور کارندوں کو معزز گورنر کے ہاتھوں تمغے عطا کیے گئے

بمبئی کے ودھان بھون کے صحن میں، ودھان سبھا کے سدر شری شنکر راؤ جگتاپ کے ہاتھوں قومی جھنڈا لہرایا گیا۔

یوم جمہوریہ کے سلسلہ میں منترالیہ، نئے ودھان بھون، بمبئی کارپوریشن کی عمارت، ویسٹرن اور سنٹرل ریلوے کی عمارتوں پر نظر افروز روشنی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ راج بھون میں گورنر کی جانب سے معزز حاضرین کی شان میں جشنِ استقبالیہ منایا گیا۔

ناگ پور میں کستورچند پارک میں یوم جمہوریہ کے موقع پر نائب وزیر شری نریندر ترڑکے نے قومی پرچم لہرا کر جشن کا آغاز کیا اور سلامی لی۔ تقریباً ۱۵۰۰ طلبا اور طالبات نے اجتماعی جشن میں حصہ لیا تھا۔ انھوں نے مختلف میدانی کھیلوں کا مظاہرہ کیا۔ اور ... شونی پور ... اس پانچویں جماعت کی ایک ننھی منی طالبہ نے مستقل ۱۵ منٹ تک، مختلف تالوں پر کتھک رقص پیش کرنے بے پناہ داد حاصل کی۔

امراوتی میں نئے تعمیر شدہ اسٹیڈیم پر جشن جمہوریہ منایا گیا۔ وزیر محصول وصنعت شری سدھاکر راؤ نائیک نے قومی جھنڈا

لہرایا اور سلامی لی۔ پولس، این سی سی اور ہوم گارڈز کی دل کش پریڈ کا مظاہرہ کیا۔ ریاست کی ترقی کے باتصویر خاکے نے جشن کی خوبصورتی میں کچھ اور ہی رنگ بھر دیا۔

ناسک میں وزیر جنگلات شری سروپ سنگھ نائک نے قومی پرچم لہرایا اور سلامی قبول کی۔ ۱۳۰۰ طلبہ و طالبات کی مشترکہ قواعد اس جشن کا خاص پہلو تھی۔

پونہ میں جشن جمہوریہ وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے کی موجودگی میں منایا گیا جنھوں نے قومی پرچم لہرا کر سلامی قبول کی حکومت کے مختلف شعبوں میں نمائندہ کارنامے انجام دینے والے ۶۳ جواں مردوں کو وزیر مالیات کے ہاتھوں انعامات تقسیم کیے گئے۔ شہر میں سماجی انجمنوں نے عطیۂ خون کی مہم چلائی تھی۔

اورنگ آباد میں جشن جمہوریہ میں وزیر توانائی شری جواہر لال درڈا نے قومی پرچم لہرا کر سلامی لی۔ شری درڈا نے اپنی تقریر میں عوام سے ذات پات اور فرقہ واریت کو الگ رکھ کر امن و سکون اور بھائی چارہ بنائے رکھنے کی اپیل کی۔ مختلف شعبوں کی ترقیاتی مہمات پر روشنی ڈالنے والا تصویر رتھ جشن کا خوبصورت پہلو تھا۔ مختلف اسکولوں کے ۴۲۰۰ طلبا اور طالبات نے اپنی خوبصورت لے میں، بھارت کی شان میں ایک قصیدہ اور "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" گا کر سارے ماحول کو سحر کن بنا دیا تھا۔ لیزیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ہندوستان کا نقشہ اور اشوک چکر کا خاکہ بنا دیا۔ منظر واقعی قابلِ دید تھا۔ ہندوستان کے نقشہ میں، مختلف صوبوں کے عوام کی جھلکیاں پیش کر کے قومی یک جہتی کا منظر پیش کیا گیا تھا۔

ریاست کے دیگر اضلاع میں بھی یوم جمہوریہ کے جلسے منعقد کیے گئے اور قومی پرچم کو سلامیاں دی گئیں۔

ترقی کیلئے کمر کس لو!

یوم جمہوریہ کے تعلق سے صدر جمہوریہ شری گیانی ذیل سنگھ ریاست مہاراشٹر کے گورنر شری کونا پربھاکر راؤ اور وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے اپنے اپنے پیغامات میں منافقت پیدا کرنے والی طاقتوں سے ہوشیار رہنے، تفرقوں کو بھلا کر، ترقی کی راہ پر قدم بڑھانے اور صوبائی تفرقوں کے نتیجے میں دشمنی کے بیج نہ بونے کے اشارے اور ہدایتیں دیں اور ملک کی ترقی کے تعلق سے قومی یک جہتی پر زور دیا۔ قومی یک جہتی وہ طاقت ہے جو ملک و قوم کی ترقی کی ضامن ہے اور ہم اس کی مدد سے اکیسویں صدی میں تیزی کے ساتھ جرأتمندانہ پیش قدمی کر سکتے ہیں اور ایسے مبارک موقع پر ملک کے تمام عوام کو ملک کی ترقی اور خوش حالی کی سمت میں کوشاں رہنے کی ضرورت ہے۔

تلخیص و ترجمہ: مراٹھی سے
مرزا ستار قاسم

حال ہی میں سی وارڈ (ساؤتھ) ممبئی، سائنس نمائش کا افتتاح ہوا۔ زیر نظر تصویر میں بریٹو ہائی اسکول ممبئی میں منعقدہ اس نمائش کے افتتاح کے لئے پروفیسر جاوید خاں، وزیر مملکت برائے تعلیم تشریف لاتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ پرنسپل شری عابدی آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

قومی راج

کوکن کی ترقی کے لئے

۴۰ نکاتی پروگرام

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر نے ۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء کو مجلس وزراء کے اجلاس کے بعد کوکن کی ترقی کے لئے ایک نئے ۴۰ نکاتی پروگرام کا بمبئی میں اعلان کیا۔

رائے گڑھ ضلع میں واقع تونیرے میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے نام سے منسوب ایک ٹیکنیکل کالج قائم کرنا۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت راستوں کی ترقی میں حائل مشکلات کو دور کرنے کے لئے اٹھارہ کروڑ روپوں کی فوری منظوری، ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں تقریباً تین سو پچاس نئے ندی پر کچے پلوں کی تعمیر اس پروگرام کی چند خاص خوبیاں ہیں۔

رتناگیری، رائے گڈھ اور سندھو درگ، ان اضلاع میں سے ہر ضلع میں ایک "کوڑ ہی اکٹھا کرنے کا مرکز" قائم کرنا۔ اسی طرح بندرگاہوں اور ماہی گیر بندرگاہوں کی ترقی کے لئے ایک کمیٹی جیسے کئی اہم فیصلے کئے گئے ہیں۔

کوکن میں چھوٹے بندوں کی تعمیر کے پروجیکٹ بڑے پیمانے پر شروع کئے جائیں گے۔ کوکن میں آب پاشی کے تمام پروجیکٹ کی کھوج کا کام ۱۹۹۰ء تک مکمل کیا جائیگا۔

ان کے علاوہ پانی سے بجلی تیار کرنے کا پروجیکٹ گاؤں میں فراہمی آب اسکیم، پٹرو کیمیکل میدان میں دو پروجیکٹ تیل اور قدرتی گیس کمیشن کے ماتحت رائے گڈھ ضلع کے "اُوسر" مقام پر دوسرے گیس ٹرمینل کے قیام کے لئے ریاستی حکومت کی کوششوں کا بھی اس میں ذکر ہے۔

مالون تعلقہ میں آنجہانی براڑکر کی یادگار، رتناگیری کے تھبا راجہ کے راج واڑے میں "پرادیسی میوزیم" داپولی میں باباصاحب امبیڈکر کے نام سے نئی لائبریری کی بنیاد، گاگودلے میں آچاریہ ونوبھاوے کی یادگار قائم کرنا۔ یہ ثقافتی اسکیمیں بھی پروگرام میں شامل ہیں۔ اس پروگرام کی مکمل تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ کوکن کے رائے گڈھ ضلع میں تونیرے مقام پر ڈاکٹر بابا امبیڈکر کے نام سے منسوب ایک ٹیکنیکل کالج قائم کیا جائے گا جس کے لئے زمین کی حصولیابی کی رپورٹ اور مسودہ قانون تیار کرنے کے کام فوری طور پر کرکے یہ بل یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کی حتمی منظوری کے لئے جلد ہی پیش کیا جائے گا۔

۲۔ بمبئی بیٹ کو مہاراشٹر کی سرزمین سے جوڑنے کے لئے اشیوڑی نہوا شیوا کے درمیان پل تعمیر کرنے کے تمام تر امکانات پر غور کرکے مرکزی حکومت تک رسائی کی جائے گی۔

۳۔ سندھو درگ ضلع کا صدر دفتر جلد ہی تعمیر کیا جائے گا۔

۴۔ کوکن میں رستوں کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں اٹھارہ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے۔ اس پروگرام میں تقریباً پچاس نئے راستوں اور پلوں کی تعمیر ہوگی۔ علاوہ ازیں تیس تعمیرات ساتویں پنج سالہ منصوبہ کی مدت میں مکمل ہونگی نیز ترقی پذیر اور دیگر دشواریوں سے مبرا تقریباً ۲۸ راستوں اور پلوں کے کام فوری طور پر مکمل کئے جائیں گے۔ رتناگری ضلع میں ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے والد کے وطن "آمبوڑے" کو جانے والی سڑک پر بھی ۱۹۸۶ء تک ڈامر بچھایا جائے گا۔

۵۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ایک ہزار اور اس سے زیادہ آبادی والے سب گاؤں کم از کم ایک بارہ ماہی کھڑی کی سڑک کے ذریعے جوڑ دیئے جائیں گے۔

۶۔ کوکن میں ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت تقریباً تین سو پچاس ندی پار کرنے کے لئے کچے پل تعمیر کئے جائیں گے۔

۷۔ رتناگری میں ایک سنٹرل ایڈمنسٹریٹو عمارت اسی منصوبہ کے تحت مکمل کی جائے گی۔

۸۔ کوکن علاقہ کے داپولی مقام پر "تحقیقاتی مرکز" کی ۱۹۸۲ء میں بنیاد ڈالی گئی ہے۔ اس مقام پر نظام آبپاشی کے متعلق ریسرچ اور تجربات کئے جائیں گے۔ اسی طرح دیگر کے "زراعتی تحقیقی" [illegible] ضروری اضافہ کرکے کوکن میں پھلوں کی پیداوار ترقی کو تیز رفتاری عطا کی جائیگی۔

۹۔ کوکن کے نمک [illegible] زمین کو زرخیز کرنے کے لیے تقریباً بیس کروڑ روپے خرچ کئے پروگرام کے تحت (یہ رقم یوروپین اکنامک کمیونٹی کی جانب سے مالی امداد کے طور پر منظور ہوئی ہے) پانچ برسوں میں تقریباً دس ہزار ہیکٹر علاقہ کو دوبارہ کارآمد بنایا جائے گا۔ ۱۹۸۵-۸۶ء میں تقریباً ایک ہزار ہیکٹر زمین کارآمد بنائی جائے گی۔

۱۰۔ کوکن میں آم، فنس، پپیتا وغیرہ پر تجربات کرکے یہ پھل دیگر ممالک کو برآمد کرنے کا ایک عظیم منصوبہ "مہاراشٹر کرشی ادیوگ وکاس مہامنڈل" کے ذریعہ مکمل کیا جائے گا اور اس کے لیے "راشٹریہ پھل باغ وکاس مہامنڈل" کی امداد کے لیے کوشش کی جائے گی۔

۱۱۔ علاقہ کوکن میں ہر طرف "چھوٹے پودے اگاؤ مہم" کے تحت بڑے پیمانے پر پھلوں کے درخت اگانے کا پروگرام چلایا جائے گا۔

۱۲۔ پھلوں کی پیداوار پروگرام کے تحت روپ اور قلموں کی پیداوار میں اضافہ کے لیے تمام اضلاع میں عظیم پیمانے پر "روپ واٹیکا" قائم کی جائیں گی۔

۱۳۔ کوکن کے چاروں اضلاع میں پھلوں کی پیداوار میں اضافہ کی اسکیم شروع کی جائے گی۔

۱۴۔ قومی دیہی بے زمین روزگار اسکیم کے تحت درج فہرست ذاتوں اور جماعتوں کی سات سو پانچ ہیکٹر زمین پر حکومت کے خرچ سے ۱۹۸۶ء میں پھلوں کے درخت لگائے جائیں گے۔ اسی طرح کا پروگرام ساتویں پنج سالہ منصوبے کے آخر تک شروع کیا جائے گا

۱۵۔ "سماجی وَن کرن پروگرام" جاری سال میں ۱۳۲ گاؤں میں ابتدائی حالت میں شروع کیا گیا ہے جس کے تحت ۱۱۸۸ ہیکٹر زمین پر اور ۱۴۵۲ ہیکٹر نجی زمینوں پر بھی پودے لگائے جائیں گے۔ ساتویں پنج سالہ منصوبے میں مغربی گھاٹ اسکیم، شالیہ روپ واٹیکا پروگرام کے تحت ہر سال کل ۶۵ لاکھ روپے فراہم کرکے پودے لگائے جائیں گے

۱۶۔ تھانہ ضلع کے ڈھانو تعلقہ میں آسن گاؤں مقام پر کوڑمبی جمع کرنیکے مرکز کی طرح رتناگری، رائے گڑھ اور سندھو درگ اضلاع میں ایک ایک کوڑمبی اکٹھا کرنے کا مرکز قائم کیا جائے گا۔ نیم کھارے پانی میں کوڑمبی کی پیداوار بڑھانے کے لئے ایک پروجیکٹ تیار کرکے مرکزی حکومت کے معرفت عالمی بینک کو پیش کیا جائے گا۔

۱۷۔ بندرگاہوں اور ماہی گیر بندرگاہوں کی ترقی کے لئے غور و خوض کرنے اور مناسب سفارشات پیش کرنے کے لیے ریاستی وزیر شری بھائی ساونت کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے۔ اس کمیٹی میں وزیر برائے

ٹرانسپورٹ شری اننت راؤ تھوپٹے، وزیر زراعت شری وجے سنگھ موہتے پاٹل اور فوڈ اینڈ سول سپلائی کے وزیر مملکت شری نکل پاٹل شامل ہوں گے۔ یہ کمیٹی دیگر ماہرین سے صلاح و مشورہ کرکے بندرگاہوں اور ماہی گیر بندرگاہوں کی ترقی پر غور و خوض کرکے آئندہ اقدامات کے لئے سفارشات پیش کرے گی۔

۱۸۔ مغربی ساحل کے کوکن ریلوے پروجیکٹ میں رہا سے داسں گاؤں، اس ۴۵ کلومیٹر راستہ کو ساتویں پنج سالہ منصوبے میں شامل کرانے کے لئے مرکزی حکومت سے بھرپور کوشش کی جائے گی۔

۱۹۔ کوکن کے تمام آب پاشی پروجیکٹ کی تحقیقات کو ۱۹۹۰ء تک مکمل کرلیا جائے گا۔

۲۰۔ کوکن میں بڑے اور چھوٹے پروجیکٹ زیر عمل لانے کے امکانات کم ہونے کے سبب چھوٹے بندوں کی تعمیر کا پروجیکٹ بڑے پیمانے پر چلایا جائے گا۔ اس کے لئے ریاستی سطح سے ہر سال اس ضلع کے لئے چھوٹے بندوں کی تعمیر کے لئے خصوصی امداد دی جائے گی ایسے منصوبوں میں آس پاس کے گاؤں کو پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے دس فیصد زیادہ ذخیرہ قائم کیا جائے گا۔

۲۱۔ (الف) بڑے پروجیکٹ:

جنگلاتی زمین کی حصولیابی کے بعد سریا بھاتسا پروجیکٹ کو ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں مکمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔

(ب) درمیانی پروجیکٹ:

[illegible] نارو [illegible] اور امبا کھیرے،

[illegible] ساتویں پنج سالہ منصوبے میں ہی پایۂ تکمیل کو پہونچیں گے۔

(ج) چھوٹے بندوں کی تعمیر کا پروجیکٹ:

۵۰ چھوٹے بندوں کی تعمیر کا پروجیکٹ ساتویں پنج سالہ منصوبے کے تحت پورا کیا جائے گا۔

(د) درج ذیل نئے درمیانی درجہ کے پروجیکٹ اور ریاستی سطح کے چھوٹے بندوں کی تعمیر کا پروجیکٹ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں شروع کئے جائیں گے۔

★ درمیانی درجہ کے پروجیکٹ:

(۱) گڑنڈی، رتناگیری (۲) چینرا، رائے گڈھ، (۳) دیہرجی تھانہ

★ ریاستی سطح پر بندوں کی تعمیر کا پروجیکٹ:

تھانہ ضلع میں چار، رائے گڈھ ضلع میں چار، رتناگیری ضلع میں پانچ، اور سندھودرگ ضلع میں تین۔

۲۲۔ پانی سے بجلی تیار کرنے کے پانچ منصوبوں کی رپورٹ تیار کرنے کا کام نیشنل ہائیڈرو الکٹرک کارپوریشن کو سونپ دیا گیا ہے۔ دو رپورٹیں تیار ہوچکی ہیں اور ان کی جانچ ہو رہی ہے۔ منظوری مل جانے پر ان کے کام شروع کئے جائیں گے۔

۲۳۔ چھوٹے الکٹرک پروجیکٹ کا خاکہ تیار کیا گیا ہے اور اس خاکے کے ذریعہ کام شروع کیا جائے گا۔

۲۴۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں بھیرا، بھاتسا اور سریا ان آبی بجلی کے منصوبوں کو شرمندۂ تعبیر کیا جائے گا۔ نیز کوینا ٹیپ ۴۔ اس آبی بجلی پروجیکٹ کا کام شروع کیا جائے گا۔

۲۵۔ کوکن میں فی الحال گاؤں میں فراہمی آب میں اصلاح کی ۱۹۱ اسکیمیں جاری ہیں۔ ان میں سے سولہ اسکیمیں مارچ ۱۹۸۶ء تک مکمل کی جائیں گی۔ اور تین (کھیڑ، ماتھیران، بینگرلا) مارچ ۱۹۸۸ء تک پوری کی جائیں گی۔

۲۶۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں حسب ذیل فراہمی آب اسکیمیں شروع کی جائیں گی:

(۱) مالون فراہمی آب منصوبہ، (۲) اُرن اضافی فراہمی آب منصوبہ (۳) پین اضافی فراہمی آب منصوبہ (۴) پنویل اضافی فراہمی آب اسکیم (۵) کھپولی اضافی فراہمی آب اسکیم (۶) مروڈ اضافی فراہمی آب اسکیم (۷) رتناگیری اضافی فراہمی آب اسکیم (۸) راجہ پور اضافی فراہمی آب منصوبہ (۹) چپلون اضافی فراہمی آب اسکیم (۱۰) ڈھانو اضافی فراہمی آب منصوبہ

۲۷۔ مہاراشٹرا انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی بارہویں فراہمیٔ آب کی نہر سے آس پاس کے ۱۱ گاؤں میں پینے کے پانی کا ذخیرہ نہیں ہوتا ہے۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی جائے گی۔

۲۸۔ بھیونڈی میں آل انڈیا امداد باہمی سوتی کارخانے کو بحال کیا جائے گا۔

۲۹۔ سندھو درگ ضلع میں انسولی مقام پر امداد باہمی سوتی کارخانہ صد فیصد ایکسپورٹ کی بنیاد پر قائم کیا جائے گا۔

۳۰۔ علاقۂ کوکن کی حسب ذیل چھ تاریخی یادگاروں کو "ریاست کے زیر تحفظ آثار قدیمہ" کے طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ اس میں تھانے ضلع میں پال گھر تعلقہ کا شیر گاؤں قلعہ، تھانے ضلع میں بھیونڈی تعلقہ کے پوناڑ مقام کی غاریں، رتنا گیری ضلع میں کھیڑ تعلقہ کے کھیڑ مقام کی غاریں، رتنا گیری ضلع میں لوکمانیہ تلک کی جائے پیدائش سندھو درگ ضلع میں وینگرے کی ڈچ بکھار، رتنا گیری ضلع کے چپلون تعلقہ کے پرشورام مندر، ان سب کی مناسب ترقی کی جائیگی۔ مالون کے نزدیک تاریخی سندھو درگ قلعہ قومی آثار قدیمہ ہونے کے سبب اس کی ترقی کے لئے مرکزی حکومت تک رسائی کی جائے گی۔ مالون تعلقہ کے پراڑ میں معروف ہندی صحافی آنجہانی شری بابوراؤ وشنو پراڑکر کی یادگار قائم کی جائے گی۔

۳۱۔ رتنا گیری کے تھیبا محل کے راجواڑے کی بڑی عمارت میں میوزیم قائم کیا جائے گا۔

۳۲۔ رتنا گیری ضلع میں داپولی مقام پر دس لاکھ روپے کے خرچ سے ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر کے نام سے منسوب ایک لائبریری قائم کی جائے گی۔

۳۳۔ مالون میں کورل ریف اور سمندری جاندار پائے جاتے ہیں۔ اس علاقہ میں تحقیق کر کے سیاحتی مرکز قائم کرنے کے نظریے سے یہاں سمندری باغات کو ترقی دینے کے امکانات پر غور و خوض کر کے مرکزی حکومت کے تعاون سے "سمندری باغات" قائم کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

۳۴۔ پٹرو کیمیکل میدان میں رائے گڑھ اور تھانہ ضلع میں "پالیوتھین ریجن" اور "پالی بیوٹن" کی پیداوار کے دو پروجیکٹ مشترکہ طور پر مہاراشٹر پٹرو کیمیکل کارپوریشن شروع کرے گی۔

۳۵۔ "آئل اینڈ نیچرل گیس کمیشن" کی جانب سے رائے گڑھ ضلع میں اُوسر مقام پر دوسرا گیس ٹرمینل قائم کرنے کے لئے ریاستی حکومت کوشش کرے گی۔

۳۶۔ کدال میں "میٹران انسٹرومینٹیشن پروجیکٹ" میں مشترکہ طور پر منی کمپیوٹر تیار کرنے والا پروجیکٹ قائم کیا جائے گا۔

۳۷۔ آگرونڈہ میں جہاز اسٹیٹ پروجیکٹ میں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے مرکزی حکومت کی منظوری کے لئے حتی المقدور کوشش کی جائے گی۔

۳۸۔ کوکن ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے تحت مشترکہ میدان میں سندھو درگ ضلع میں ربر کے درخت لگانے کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔

۳۹۔ کوکن کے چاروں اضلاع میں ساتویں پنجسالہ منصوبے کی میعاد میں گیارہ درمیانی اور چھوٹی "صنعتی بستیاں" قائم کی جائیں گی۔

۴۰۔ رائے گڑھ ضلع میں "گاگودے" مقام پر آنجہانی اچاریہ ونوبا بھاوے کی یادگار قائم کی جائیگی۔

--

ترجمہ: غنی غازی

مراسلت و ترسیل زر

کے دوران حوالہ نمبر (جو آپ کے پتے پاس کے اُوپر درج ہوتا ہے) پن کوڈ نمبر کے ساتھ ضرور تحریر فرمائیں۔ منی آرڈر کوپن پر نہ صرف صاف صاف تحریر کیجئے بلکہ ہندی یا انگریزی میں بھی لکھدیجئے تاکہ اندراجات میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

سید ساحل حیدر

بیس نکاتی پروگرام پر مہاراشٹر سرکار کے عملی اقدامات

متوازن اقتصادی اور سماجی ترقی پہلی پنج سالہ اسکیم سے ہمارے منصوبے کا بنیادی مقصد رہا ہے، سماجی نابرابری کے راستے کو ہموار کرنے اور پوری دیانت کے ساتھ ہر شخص کو اس منصوبے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں اور زیادہ منصوبہ بند طریقے سے کام کرنے کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں خصوصی توجہ کے مستحق سماج کے وہ کمزور لوگ ہیں جن کی جانب دھیان دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور وہی اس سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں گے، ہمیں انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس طبقہ کے لوگوں کو اُن کا حق ملتا ہے کہ نہیں، یہی اس منصوبے کا بنیادی مقصد اور اصل کسوٹی ہے۔ ۲۰ نکاتی پروگرام اس کسوٹی پر کھرا اُترنے والا ایک قومی پروگرام ہے۔

۱۹۷۵ء سے اس پروگرام کا بحسن وخوبی آغاز ہوا، اس کے بعد اس میں تبدیلی کی گئی اور نیا ۲۰ نکاتی پروگرام آنجہانی وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی نے جنوری سنہ ۱۹۸۲ء میں سے شروع کیا۔ اس پروگرام کی شروعات سے مہاراشٹر سرکار نہایت موثر طریقے سے اس پر باقاعدہ عمل کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور گذشتہ دو برسوں میں جس تیزی سے مہاراشٹر سرکار نے اس پروگرام کی افادیت کو عام کرنے میں جدوجہد کی ہے اس کے نتیجے میں اس ریاست کو اوّل قرار دیا گیا ہے۔

سنہ ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۵ء میں ملک میں سب سے زیادہ بایوگیس الات نصب کرنے کے سلسلے میں دو خصوصی انعامات سے مہاراشٹر سرکار کو نوازا گیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے میدان میں بھی قابل تعریف کام کرنے کے سلسلے میں حکومت کو متواتر گذشتہ دو سال تک ۲۰۵ کروڑ روپیہ کا اولیں انعام حاصل ہوا ہے۔

اس کے علاوہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل درآمد کی کوششوں پر حکومت کو اب تک گیارہ دوسرے انعامات بھی ملے ہیں۔

فلاحی دیہی ترقیاتی پروگرام

دیہی ترقیاتی پروگرام غریبی لائن کے نیچے کے خاندانوں کی پیداواری صلاحیت بڑھانے کے نقطہ نظر سے انھیں مناسب

دیہی علاقوں میں گھریلو خواتین کیلئے "بائیو گیس" ایک نعمت ہے۔ مہاراشٹر اس سلسلے میں دوسری ریاستوں سے بہت آگے ہے۔ بائیو گیس پلانٹ نصب کرنے میں مہاراشٹر کو متعدد انعامات ملے ہیں۔

سہولیات فراہم کرکے ان کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانا ایک بے حد اہم پروگرام ہے۔ ۱۹۸۲ء۔۱۹۸۳ء میں لئے گئے جائزہ کے مطابق مہاراشٹر میں ۳۴.۳۴ لاکھ خاندان غریبی لائن کے نیچے زندگی گذار رہے ہیں۔ ۱۹۸۲-۸۳ء اور ۱۹۸۳-۸۴ء میں ان میں سے ہر سال لگ بھگ ۲.۲۰ لاکھ خاندانوں کا اس پروگرام کے تحت فائدہ پہنچایا گیا۔ ۱۹۸۴-۸۵ء میں حکومت کو ۱۰۷۸ لاکھ خاندانوں کا تخمینہ دیا گیا تھا جب کہ حقیقت میں ۲۰۱۶ لاکھ خاندانوں کو اس پروگرام میں شامل کرایا گیا۔ یہ کام متعینہ تخمینہ کا ۱۲۱۰۰ فیصد ہے۔ فائدہ اٹھانے والے خاندانوں میں ۲۰۶۰۰ د پسماندہ ذات کے ۳۵.۳۹۸ درج فہرست قبائل کو مستفید کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۵-۸۶ء کے لئے ۱۵۰۰۰ خاندانوں کا تخمینہ طے کیا گیا ہے جس میں پرانے فائدہ اٹھانے والے خاندانوں کی فلاح بھی شامل ہے۔

ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں اس پروگرام کے لئے ۲۲۸ کروڑ روپیہ کی مد شامل ہے۔

قومی دیہی روزگار پروگرام

بے روزگاروں کو روزگار دینا اور ان سے پیداواری کام ٹیکس لینا روزگار گارنٹی اسکیم کا بنیادی مقصد ہے۔ اس اسکیم کے تحت دیہی علاقوں اور میونسپلٹی کے "سی" کلاس کے علاقوں میں روزگار کے لئے پریشان خواہش مند لوگوں کو روزگار فراہم کیا جاتا ہے۔ قومی روزگار پروگرام مرکزی حکومت کے ذریعہ شروع کیا گیا ہے اور ریاستی حکومت نیز مرکز اس کا پچاس فیصد خرچ برداشت کرتا ہے۔

ستمبر ۱۹۸۲ء تک یہ پروگرام ضمانت روزگار اسکیم کے ایک حصہ کی شکل میں عمل میں لایا جاتا تھا لیکن بعد میں اسے روزگار گارنٹی اسکیم سے الگ کیا گیا۔ ۱۹۸۳-۸۴ء اور ۱۹۸۴-۸۵ء میں قومی دیہی روزگار پروگرام کے تحت دیہی علاقوں میں تقریباً ۱۹۷۱ کام پورے کئے گئے ان کاموں کے ذریعہ ۱۹۸۳-۸۴ء میں ۱۸۳.۶ لاکھ مزدور دنوں اور ۱۹۸۴-۸۵ء میں ۳۲۷.۲۷ لاکھ مزدور دنوں کا روزگار مہیا ہوا ہے۔

ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں اس پروگرام کے لئے ۱۸۲.۶۰ کروڑ روپیہ وقف کیا گیا ہے جس میں مرکزی حکومت کا پچاس فیصد تعاون شامل ہے۔

پینے کے پانی کی فراہمی

چھٹے پنج سالہ منصوبے میں مہاراشٹر کے دیہی حصوں

پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے ٹھوس قدم اٹھائے گئے ہیں، پنج سالہ منصوبے اور سوکھے سے متاثر پروگرام کے تحت کئے گئے کاموں کے نتیجے میں چھٹے پنج سالہ منصوبے کے آخر تک ریاستی سرکار کے ۲۳۲ ر۱۶ گاؤں میں پینے کے پانی کی فراہمی طے کی گئی ہے،

بڑھتی ہوئی آبادی اور نئی بستیوں کی تعمیر سے بہت سے گاؤں میں ابھی تک پینے کے پانی کی پریشانی ہے۔ بار بار پڑنے والے سوکھے کی وجہ سے زمین کے سوت سوکھ جاتے ہیں جس سے پانی کی مشکل اور بھی زیادہ ہو گئی ہے، اس دشواری کے پیش نظر ساتویں پنج سالہ منصوبے میں ریاستی سرکار کے دیہی علاقوں کے پینے کے پانی کی پریشانی کو حل کرنے کے لئے ایک اہم پروگرام ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء میں ریاست کے دیہی پینے کے پانی کی فراہمی کے منصوبے پر ۱۵۴ کروڑ روپئے خرچ کرنے کا خیال ہے۔ اگرچہ ان مقامی ذرائع سے ریاست کی پینے کے پانی کی فراہمی کا مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہو پایا ہے۔ تب بھی اس کے ذریعہ کم سے کم ... ۹ گاؤوں میں پینے کے پانی کا مقامی انتظام ہوسکے گا۔ ... ۵ گاؤں میں بجلی کے پمپ لگائے جائیں گے۔ یہ اس اسکیم کی خصوصیت ہے۔

بایوگیس تنصیب

بایوگیس بجلی کا ایک کافی اور مؤثر ذریعہ ہے، اس سے بے شمار درختوں پر کٹائی کا کام رکنے کے علاوہ کھیتی کے لئے اچھی کھاد بھی ملتی ہے۔

سنہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں ریاست میں ۴۹،۹۲۶ بایوگیس تنصیبات ہوئیں، یہ تعداد ریاست کے لئے مقررہ تخمینہ سے دوگنی ہے یہ تخمینہ ملک میں دوسری کسی بھی جگہ ریاستی حکومت کو دئے گئے تخمینے سے زیادہ ہے۔ اس قابل ذکر کام کے لئے ریاستی حکومت کو مرکزی حکومت کی طرف سے دو شیلڈ انعام میں حاصل ہوئی ہیں۔ سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء میں مہاراشٹر میں ... ر۶۰ بایوگیس تنصیبات کا منصوبہ بنایا گیا ہے

بے زمین دیہی روزگار گارنٹی پروگرام

بے زمین دیہی روزگار گارنٹی پروگرام مرکزی حکومت کے ذریعہ شروع کیا گیا ہے۔ بے زمین دیہی خاندان کے کم از کم ایک

چھٹے پنج سالہ منصوبے کے اختتام میں مستقل طور پر پینے کے پانی کی فراہمی اسکیموں کا ۱۶۲۳۲ مواضع جات میں نفاذ کیا گیا۔ اس سال کے دوران ... ۵ ٹیوب کنوؤں کو بجلی سے پمپ لگائے جائیں گے۔

آدمی کو کام دینا اس پروگرام کا بنیادی مقصد ہے۔ اس پروگرام کے تحت ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۳۱۶ لاکھ مزدور دن روزگار فراہم ہوا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی اور صحتِ عامہ

مہاراشٹر کے محکمہ صحت میں روز بروز سدھار ہوتا ہے، جس سے مہاراشٹر اس میدان میں اولین تسلیم کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۸۱ء میں ملک میں اوسطاً عمر ۴۲ تھی جبکہ مہاراشٹر میں ۵۷،۵ تھی، بھارت کے ۲۵ فیصد لوگ ہی خاندانی منصوبہ بندی کو اپناتے ہیں جبکہ مہاراشٹر میں اس کا اوسط پچاس فیصد ہے، جو پورے ملک میں سب سے زیادہ ہے۔ اس اسکیم کی ابتدا سے لے کر مارچ سنہ ۱۹۸۵ء کے آخر تک ۳۵،۵۷ لاکھ آپریشن کئے گئے

سنہ ۲۰۰۰ء میں سب لوگوں کے لئے صحت کے پروگرام کو مہاراشٹر نے سنہ ۱۹۹۱ء میں حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے میدان میں بہتر اور قابلِ ذکر کام کرنے کے صلے میں اس ریاست کو کئی انعامات سے نوازا گیا۔ سنہ ۲۰۰۰ء تک سب کے لئے صحت کی دیکھ بھال کا پیمانہ مقرر کیا گیا ہے جبکہ مہاراشٹر میں سنہ ۱۹۹۱ء تک اس نشانے تک کام کرنے کا عہد کیا ہے۔

بچوں کی فلاح وبہبود

بچوں کی فلاح وبہبود اسکیم کے تحت چھ سال سے کم عمر کے بچوں، حاملہ عورتوں اور کمزور و بیمار ماؤں کے لئے سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ صحت اور پرورش اس اسکیم کا اصل مقصد ہے اس اسکیم کے تحت متعلقہ عملہ کو صحت اور پرورش کے بارے میں ہدایات اور تربیت کا خصوصی کام کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

چھٹے پنج سالہ منصوبے کے آخر تک یہ اسکیم ۹۰ عملوں پر پھیلائی جا رہی تھی جن میں سے ۳۹ عملے آدی واسی تھے۔

پسماندہ اور کمزور طبقے کے افراد کو مالی سہولیات

پسماندہ اور کمزور طبقے کے افراد کو اُن کی ترقی اور فلاح کے لئے عمل درآمد پر حکومت خصوصی توجہ دیتی ہے ۸۵-۱۹۸۴ء میں ریاستی حکومت نے پسماندہ خاندانوں کے ۷۷,۰۷,۰۱ گھر والے اور کمزور طبقے کے ۲۶۹ ۹۳ خاندانوں کی مالی اعانت کی' اس سال ۱۴,۱۱,۱۱ لاکھ پسماندہ خاندانوں اور درج فہرست قبائل کے ... ۷۵, خاندانوں کی مالی اعانت کرنے کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

بے گھروں کے لئے زمین

دیہی علاقوں میں بے گھر افراد کے لئے زمین اور مکان کی تعمیر کے لئے مالی مدد دینے کے سلسلے میں مرکزی حکومت کے نشانے کو مہاراشٹر نے پار کر لیا ہے۔

۸۵-۱۹۸۴ء میں ۱۴۴ ,۱۷ خاندانوں کو زمین کے قطعے دیئے گئے اور ۲۴۰۶۲۹ خاندانوں کی مالی مدد کی گئی۔

۸۶-۱۹۸۵ء میں ... ,۱۴ بے زمین و بے گھر خاندانوں کو اس پروگرام سے فائدہ پہنچائے جانے کا تخمینہ ہے۔

بجلی کی فراہمی

ریاست کے تمام منصوبوں میں بجلی کی پیداوار اور فراہمی کو اوّلیت دی گئی ہے۔ گذشتہ سال ۱۹۴ ,۴ گاؤں کو بجلی فراہم کی گئی، اسی طرح ۵۶۶ ,۶۰۷ زراعتی پمپوں کو بجلی فراہم کی گئی۔ جبکہ ۴۰۰ ,۲۷ پمپوں کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔

جھونپڑ پٹی ترقیاتی پروگرام کے تحت ۲۳۶،۲۰ افراد کو مارچ ۱۹۸۵ء تک فیض پہنچایا گیا۔

گندی بستیوں کا سدھار

جن بستیوں کو گندا قرار دیا گیا ہے، اُن میں پانی کے نل، پاخانے، گٹر، پکی سڑکیں پر روشنی جیسی اہم ضرورتوں کے تحت سہولیات فراہم کرنے کے مقصد سے ۱۹۷۲ء میں سدھار کا منصوبہ بنایا گیا، پچاس ہزار سے زیادہ آبادی والے سبھی شہروں میں ریاستی حکومت نے یہ اسکیم لاگو کی ہے۔

ایسا اندازہ ہے کہ مارچ ۱۹۸۵ء تک مہاراشٹر میں لگ بھگ ۶۵ لاکھ لوگ گندی بستیوں میں رہتے تھے جن میں سے ۳۸ لاکھ لوگ بیرونی ممبئی میں رہتے تھے۔ مارچ ۸۵ء تک ۳۶٫۴۰ لاکھ لوگوں کو اس اسکیم کے تحت فائدہ پہنچایا گیا۔

مناسب قیمتوں پر ضروری اشیاء کی فروخت کا انتظام دور دراز کے موضع جات میں بھی کیا گیا ہے۔

شہر کے پسماندہ افراد کیلئے مکان

شہر کے غریبوں کے لئے مکانوں کی کافی کمی ہے، اس وجہ سے جھونپڑ پٹیوں میں اضافہ ہوا ہے اور وہاں کے لوگوں کا معیارِ زندگی گھٹ رہا ہے۔ اس حالت کو بہتر بنانے کے لئے ریاستی سرکار ٹھوس قدم اٹھا رہی ہے۔ اس کے ایک حصّے کی شکل میں ممبئی عظمیٰ کے علاقہ میں عالمی بینک کی مدد سے ۲۵۲ کروڑ روپئے کی لاگت کے شیلٹر پروجیکٹ (SHELTER PROJECT) کا آغاز کیا گیا ہے۔

اس کوشش کے تحت تقریباً ... ۱۵، خدماتی قطعات، کو سنوارنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس میں جماعتی آسانیاں فراہم کی جائیں گی، اور گندی بستیوں میں رہنے والے ایک لاکھ خاندانوں میں بہتری لائی جائے گی۔ اس کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی اقتصادی نقطۂ نظر سے کمزور طبقے کے لوگوں کے لئے پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ ۸۵-۱۹۸۴ء میں شہری علاقوں کے اقتصادی حیثیت سے کمزور طبقے کے لئے ۳۶۲ ر ۱۵ گھروں کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

عام ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش ریاستی سرکار کی پہلی ضرورت میں شامل ہے۔ چھٹے پنج سالہ منصوبے کے زمانے میں تمام مرکزی گاؤں میں اسکول کھولے گئے۔ چھٹے پنج سالہ منصوبے کے آخر تک ۶ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچوں میں اسکول میں داخلہ لینے کا تناسب ۸۸ فیصد تھا۔ ۱۹۹۰ء تک اسی عمر کے بچوں کا اسکول میں داخلہ لینے کا تناسب سو فیصد متعین کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں مختصراً یہی سہی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مہاراشٹر میں بیس نکاتی پروگرام پر عمل زیادہ شدّومد، باہمت طریقے نیز مؤثر انداز سے ہوا ہے، اور اس کے لئے مسلسل جدوجہد جاری ہے، اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں ریاستی حکومت کے ساتھ عوام کا تعاون بھی قابلِ ذکر بات ہے۔

مہاراشٹر میں اس پروگرام پر تیزی سے عمل کرنے کے باعث غریب عوام کے دلوں میں اُمید کی نئی کرن پھوٹی ہے اور نہ صرف ریاستی سطح پر بلکہ ملک گیر پیمانے پر اپنی اُمید افزا توقعات کی روشنی میں ہندوستان کی تعمیرِ جدید میں حصّہ لینے کی ایک نئی اُمنگ دلوں میں بیدار ہوئی ہے۔

ڈاکٹر محمد یٰسین قدوسی
نیا بازار۔ کامٹی (ناگپور)

جمہوریت کے بڑھتے قدم

دنیا میں مختلف نظام حکومت قائم ہیں۔
کہیں جمہوری نظام حکومت کا بول بالا ہے تو کہیں فوجی حکمران حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوتے ہیں۔ کمیونسٹ نظام کے علمبردار روس اور اس کے ہمنوا ممالک ہیں۔ اسلامی اصولوں پر چلنے والے ممالک بھی ہیں اور شخصی اقتدار یا خاندانی سلسلۂ حکمرانی کی نشانیاں بھی موجود ہیں۔ ہمارے ملک میں جمہوری نظام حکومت قائم ہے۔ جمہوری نظام حکومت میں اقتدار عوام کے ہاتھوں میں آجاتا ہے۔ عوام کے چنے ہوئے نمائندے سرکاری نظام کو چلانے کا ذمہ لیتے ہیں اور اس کے لئے وہ جواب دہ بھی رہتے ہیں۔ ہماری جمہوریہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ شمار کی جاتی ہے اور اس کا سفر ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے شروع ہوتا ہے۔

ہندستانی جمہوریت کا سفر بہت طویل ہے۔ ابھی ہم نے بہت کم فاصلہ ہی طے کیا ہے لیکن یہ وقت اور امتحان کی گھڑی میں کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ عوام نے اس نظام کو پسند بھی کیا ہے اور اس کے خلاف دوسری قوتوں کو کچل بھی دیا۔ ویسے بھی جب ہم اپنے عظیم ملک اور اس کے عظیم ورثہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مذہب، زبان اور علاقائیت کی مختلف شکلیں نظر آتی ہیں۔ ہر مذہب اور زبان کے لوگ اپنی بقا اور جائز مانگ کے لئے عمل پیرا ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس سے دوسرے مذاہب اور زبان سے ٹکراؤ نہ ہو۔ یہ جمہوری نظام کا خاصہ ہے کہ ہر زبان اور ہر مذہب کے ماننے والوں کو عمل اور اظہار رائے کی پوری ضمانت حاصل رہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر پوری جمہوریت کو خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اگر ہمارا ملک جمہوری راستے کو نہ اپناتا تو دھیرے دھیرے یہاں کے قدیمی باشندے جو الگ الگ مذاہب اور زبانوں کے بولنے والے ہیں، ایک دوسرے سے خائف رہتے اور عدم اعتماد اور رقابت کی خفیہ جڑیں مضبوط ہوجاتیں جس سے ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہوجاتا۔ ہماری تاریخ کے مختلف دور مختلف نظام حکومت سے بھرے پڑے ہیں لیکن صحیح جمہوری نظام جیسے سارے ملک میں ایک ساتھ نافذالعمل دیکھتے ہیں یہ ہماری آزادی اور تجربات کی دین ہے۔

جمہوری نظام ایک ایسا عمل ہے جس میں عام آدمی کی صلاحیت اور تعلیم اور شعور کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اگر شہری تعلیم یافتہ ہیں تو اپنے علاقے کے نمائندے کو منتخب کرکے ریاستی اسمبلی یا پارلیمنٹ میں بھیج کر اپنی صلاحیت اور شعور کی نمائندگی کرتے ہیں جس کے وہ اہل ہیں۔ اسی میں جمہوریت کی تابانی اور نظام کی افادیت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اگر ووٹ دینے والے جاہل اور تعلیم سے بے بہرہ ہیں

تو ایسی صورت میں وہ جمہوری نظام کے صحیح روپ کو نکھارنے میں اپنا بنیادی رول ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ امریکہ یا مغربی ممالک کی جمہوریتیں ہمارے یہاں سے قدیم ہیں۔ وہاں کے عوام آہستہ آہستہ اس نظام کی تمام اچھائیوں اور خامیوں سے واقف ہو چکے ہیں اس لئے وہ خامیوں پر نظر رکھ کر جمہوری نظام کو کامیاب بنا سے رکھنے میں کامیاب بھی ہیں۔ ہمارے ملک کے عوام میں جتنا زیادہ تعلیمی شعور اور شرح خواندگی بڑھے گی اتنا ہی زیادہ یہاں یہ نظام ترقی کرے گا۔ اس نظام میں کسی خاندان، علاقے، زبان، مذہب یا رنگ کو دخل نہیں ہے بلکہ جو زیادہ سے زیادہ اس نظام پر عمل کرے ملک اور ہندستانی قوم کو دنیا کے ممالک میں امتیاز دلا سکتا ہے۔ اسے ہی اقتدار اور ملک کی سالمیت کا ضامن سمجھا جاتا ہے۔

جمہوری نظام میں نئی پارٹیاں سامنے آتی ہیں اور پارٹیوں کا وجود نظام کی برقراری کے لئے ضروری بھی ہے۔ ان میں بعض پارٹیاں جمہوری نظام کی افادیت ملک کی ترقی اور خوشحالی کو پیش نظر رکھ کر کام کرنے کا تحریری دعدہ منشور کی شکل میں کرتی ہیں، وہی زیادہ کامیاب بھی ہوتی ہیں۔

جمہوریت بعض خطرات سے بھی دوچار رہتی ہے۔ تنگ نظری، غریبی، جہالت، فرقہ پرستی، رنگ و نسل کا امتیاز، علاقائی اور مذہبی عصبیت، فرقہ وارانہ فسادات سے جمہوریت کے دامن پر داغ لگتا ہے۔ چنانچہ ان لعنتوں کے خلاف متحدہ طاقت کی ضرورت ہے۔ ہم اپنی جمہوریت اور اس کے نظام کو کسی بھی سطح پر کمزور نہ ہونے دیں بلکہ ان اصولوں اور قدروں کو تیزی سے روبہ عمل لائیں جس سے جمہوریت سنورتی ہے۔ بہرحال ہماری جمہوریہ وقت کے ساتھ ساتھ قدم آگے بڑھا رہی ہے — اور مضبوط بھی ہو رہی ہے

رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیے
کوپن منی آرڈر پر اپنا پتہ پن کوڈ نمبر
کے ساتھ صاف صاف لکھئے۔
وی۔ پی۔ پی نہیں بھیجوائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر اختر بستوی
شعبہ اردو یونیورسٹی آف گورکھپور
گورکھپور (یوپی)

آگے یا پیچھے

آگے کو مری عمر قدم اپنے بڑھائے
ہر لمحہ مگر مجھ کو یہ محسوس کرائے
پھر لوٹ رہی ہیں مری راہیں اسی جانب
ابھرے تھے جدھر سے مرے آغاز کے سائے
موٹر میں سفر کرتے ہوئے جیسے کوئی شخص
یوں سمجھے کہ پیچھے کو سڑک بھاگتی جائے

بے نیازی

خیالِ ذخیرۂ خوباں سے نہیں اب مجھکو دلچسپی
کہ ان سے ذہن و دل کے سارے ناتے توڑ آیا ہوں
جمالِ ظاہری کی منزلوں کا ذکر ہی کیا ہے
منازلِ حسنِ باطن کی بھی پیچھے چھوڑ آیا ہوں
کسی بدصورتی سے اب نہیں نفرت نگاہوں کو
کوئی بھی عیب اب کلفت نہیں احساس کو دیتا
محاسن اور معائب دونوں بے معنی سے لگتے ہیں
اثر ان سے میں اب اچھا برا کچھ بھی نہیں لیتا

عامر برقی اعظمی

۳۰۰/بی ۔ ۲۰۲، حنا پیلیس،
ماباپوری، ہری نگر،
نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۶۴

ریت کا ڈھیر تھا صحرا میں سہارا نکلا
لوگ دشمن جسے کہتے تھے ہمارا نکلا

ساز رنگوں کے بجے سُر کے خزانے غائب
ہم نے مہتاب جسے سمجھا تھا تارا نکلا

سونپ دی آنکھ کی جنت کو کسی کی دنیا
ایک غازی تھا جو کردار کا ہارا نکلا

موج گرداب کی حسرت میں یہاں آیا تھا
یہ بھی سوکھے ہوئے دریا کا کنارا نکلا

آنچ بھی لگنے نہیں پائی زمانے کی جسے
وہ بہت قیمتی ہیرا تھا تمہارا نکلا

صبح کی دھند میں چھپنے لگی دل کی ٹھنڈک
برف کی لو سے بھی نازک یہ نظارا نکلا

رقص لفظوں کا بدل شہر کتابی عامر
یہ حسیں عہد تو سائے کا شمارا نکلا

نذیر فتح پوری

۸۳ ۔ ایروڈا ۔ پونے ۶

دستِ محنت خوب بھٹکا وادیٔ تدبیر میں
جیب میں آیا وہی لکھا تھا جو تقدیر میں

دیمکیں کردار کی پستک سے ہیں لپٹی ہوئیں
آدمی کھویا ہوا ہے نام کی تشہیر میں

پڑھنے والے کس طرح پہچان سکتے ہیں اسے
وہ علامت بن کے بیٹھا ہے مری تحریر میں

مجھ سے وابستہ ہے جسکی خواہشوں کا آبشار
بہہ رہا ہوں میں اسی کی چاہتوں کے نیر میں

ہم نے تو معمورۂ دنیا سجانے کے لئے
پتھروں سے زخم کھائے جذبۂ تعمیر میں

پھول کی خوشبو تھا، ساون کی ہوا تھا جو نذیر
کیسے اس کے لمس کو میں ڈھالتا تصویر میں!

دَرد کی دُھوپ جو پھیلی، تو ایسا ہوگا
رنگ جذبات کا کچھ اور سنہرا ہوگا

رات کے قتل کا سورج ہی پہ الزام نہیں
دن کا ہر لمحہ اسی خون میں ڈوبا ہوگا

بجھ گئے ہم تو اندھیروں کی تنے گی چادر
جل اُٹھے ہم تو زمانے میں اجالا ہوگا

رات پھر آگئی زخموں کا لبادہ اوڑھے
سوچتا ہوں کہ کہاں مجھ سے مداوا ہوگا

یہ الگ بات کہ پہنچی نہ کسی تک آواز
ڈوبنے والے نے ساحل پہ پکارا ہوگا

دل میں آتا ہے کہ میں آئینہ بن جاؤں نذیر
اپنی صورت کے لئے کوئی ترستا ہوگا!

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی
دری کے لئے قومی انعامات" کی تقسیم
، موقع پر بھکم چند بھاگ چندریکا کو جوکہ
ھا ضلع کے ہنگن گھاٹ سے تعلق
تے ہیں، انعام سے نواز رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شیو جی راؤ پاٹل نیلنگیکر
نے حال ہی میں یوسف پور محل
ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو یارن اینڈ ٹیکسٹائل مل کی
دوسری ایکسٹنشن اسکیم کا افتتاح کیا۔ اس
موقع پر لی گئی تصویر میں پروفیسر رام میگھے وزیر تعلیم
شری جواہر لال دردا وزیر مملکت برائے توانائی
اور شری نریندر تڑکے وزیر برائے امداد باہمی
نظر آرہے ہیں۔

مہاراشٹر نے "معیاری زرعی پیداوار" کیلئے
انعام حاصل کیا۔ مہاراشٹر سدن، نئی دہلی میں
امداد باہمی اور مارکیٹنگ کے افسران
ان کے ساتھ نظر آرہے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر شری کونا پربھاکر راؤ نے راج بھون، ناگپور میں "فلیگ ڈے" میں سب سے زیادہ چندہ اکٹھا کرنے پر افسران کو انعامات دئے۔ تصویر میں شری آئی۔ اے۔ چودھری، تحصیلدار ساؤنیر اور شری ایل۔ ایس! دھیات، ریجنل ٹرانسپورٹ افسر، ناگپور، پہلا اور دوسرا انعام حاصل کر رہے ہیں۔

شری سروپ سنگھ نائیک، وزیر برائے رفاہِ عامہ، جنگلات اور سماجی جنگل بانی۔ شری بوٹا سنگھ، مرکزی وزیر برائے زراعت۔ شری ایس۔ بی۔ چوہان، مرکزی وزیر برائے داخلہ، سیڈس بورڈ کی میٹنگ میں۔

شری شنکرن، ایم۔ ایل۔ اے "ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ نمائش" کا افتتاح روایتی شمع روشن کر کے کر رہے ہیں۔ اس نمائش کا اہتمام ضلع تھانے کے انفارمیشن آفس نے بورڈی میں کیا تھا۔ تصویر میں شری ٹھاکر بھائی شاہ ضلع پریشد کے سابق وائس چیئرمین اور شری پربھاکر۔ ڈی۔ پورانک، ڈپٹی ڈائرکٹر برائے کوکن ریجن نظر آ رہے ہیں۔

مرکزی وزیر شری بی. شنکرانند نے ۱۸ لاکھ روپے کی لاگت کے ضلع پونے کے موروگاؤں مقام پر کوریا ندی کے اوپر کے پُل کا افتتاح کیا۔ بی. شنکرانند، وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر، شری اننت راؤ تھوپٹے وزیر برائے ٹرانسپورٹ، تصویر میں نظر آرہے ہیں۔ بائیں جانب پُل کی تصویر ہے

شری ایم. اے. دھاوے، جسٹس ضلع نایک سیشن کورٹ نے حال ہی میں "لوک نیائیالیہ" کا بیٹھ میں افتتاح کیا۔ شری دھاوے اس موقع پر اجتماع سے خطاب کر رہے ہیں۔ دائیں جانب کی اسٹیج پر ادیباسی فیملی کمیٹی کے ممبران نظر آرہے ہیں۔

محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ کے نئے ڈائرکٹر جنرل

محکمہ ٹورزم کے ڈائرکٹر و مہاراشٹر ٹورزم کارپوریشن بمبئی کے چیف ایگزیکیوٹیو افسر شری پرمود مانے نے محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ اسی طرح مہاراشٹر سرکار کے جنرل ایڈمنسٹریشن شعبہ کے ڈپٹی سکریٹری کے عہدے پر بھی آپ فائز کیے گئے ہیں۔ شری مانے نے یہ عہدہ ۱۰ر فروری ۱۹۸۶ء سے قبول کرلیا ہے۔ آپ ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔

سب سے پہلے ۱۹۶۶ء میں شری مانے نے مہاراشٹر ناگرک سیوا کے ڈپٹی کلکٹر کا عہدہ سنبھالا۔ اس کے بعد احمد نگر میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نیز کولہاپور و بمبئی میں دیگر اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔

خاندانی بہبود میں اعلیٰ کارکردگی پر احمد نگر ضلع پریشد خاندانی بہبود کے لیے آپ کو گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ اسی طرح ۷۲-۱۹۷۴ء میں خشک سالی کے دوران آپ نے انتظامیہ کے کام کاج کو ضابطگی سے چلایا اور ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک آپ وزیر اعلیٰ کے سکریٹری رہے۔

محکمۂ ٹورزم کے ڈائرکٹر اور مہاراشٹر ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے چیف ایگزیکیوٹیو افسر کے عہدے سنبھالنے سے قبل شری مانے سلا آر تھک وکاس مہامنڈل کے مینیجنگ ڈائرکٹر تھے۔ آپ نے اپنے کیریئر کے دوران بحیثیت ثقافتی امور کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے بین الریاستی پروگرام کامیابی کے ساتھ کروائے جن میں آسام اور تامل ناڈو ریاستوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

شری مانے مختلف امور میں دلچسپی رکھنے کے علاوہ سیاست اور ایڈمنسٹریشن کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ سابق ڈائرکٹر جنرل آنجہانی شانتارام سگنے کے محکمۂ انرجی و لیبر میں منتقل ہونے کی وجہ سے شری مانے اس عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔

مضمون نگار حضرات سے گذارش

★ فل اسکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف صاف اور خوشخط تحریر فرمائیے۔

★ کاربن کاپی یا زیروکس کاپی کی بجائے اصل مسودہ روانہ فرمائیے، اور آخر میں اپنا نام اور پتہ ضرور لکھ دیجئے۔

★ صرف غیر مطبوعہ تخلیقات روانہ فرمائیے۔ مضامین کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیئے۔

غیر طلبیدہ تخلیقات کا معاوضہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ ادارہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں توجہ یا کسی یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہے۔

(ادارہ)

H-768-1

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS PUNE-1988

CONTROL CABIN
OUR TOMORROW

جلد ۱۳ ۔ ۱۰ مارچ ۱۹۸۶ء ۔ شمارہ ۵

قومی راج

ہندی، مراٹھی، انگریزی، گجراتی، سندھی اور اردو چھ زبانوں میں
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

سالانہ: دس روپے ❊ قیمت فی شمارہ: پچاس پیسے

شرح خریداری

ایک سال کیلئے:	۱۰ روپے	دو سال کیلئے:	۲۰ روپے
تین سال کیلئے:	۲۷ روپے	چار سال کیلئے:	۳۶ روپے
	پانچ سال کے لئے: ۴۵ روپے		

رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں اور کوپن پر اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھیں۔
وی۔ پی۔ پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔

ترسیل زر کا پتہ:-

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، بیرک نمبر ۱۹
مقابل سرو جی بلڈنگ، نزد منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۲۹

مراسلت کا پتہ:-

ایڈیٹر "قومی راج"،
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
۱۵ واں منزل، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ،
مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲ ۴۰۰۰۳۲
فون نمبر:- ۲۰۲۰۶۵۱ - ۲۰۲۳۹۵۷

اس شمارے میں

صفحہ نمبر

گذشتہ ۲۵ برسوں میں مہاراشٹر

میں ہمہ جہتی برقی ترقی

شری جواہر لال دردا، وزیر برائے آبپاشی، سیاحت، ثقافتی امور، نشہ بندی، محصول و توانائی۔

حکومتِ مہاراشٹر نے گذشتہ پچیس ۲۵ برسوں میں تمام شعبوں میں قابلِ تحسین کام کیا ہے اور حکومت کے سلور جوبلی سال میں ملک کی ایک سب سے زیادہ ترقی یافتہ ریاست ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ اناج کے معاملے میں ملک کو خودکفیل بنانے میں مہاراشٹر کا خاص حصّہ ہے۔ صنعتی ترقی کے میدان میں بھی سبھی جانتے ہیں مہاراشٹر نے جو ترقی کی ہے 'غیر ترقی یافتہ' یا بالفاظِ دیگر پسماندہ شعبوں کو فروغ دینے کے سلسلے میں بھی مہاراشٹر نے کامیاب اقدامات کئے ہیں اور اس کامیابی میں برقیاتی ترقی کا خاص دخل ہے۔

—✻—

برقیاتی شعبہ میں ہمہ جہتی ترقی کرکے، حکومت کا نام روشن کیا ہے۔ حکومت کا برقیاتی شعبہ ترقی کے نئے نئے مراحل طے کرتے ہوئے اپنے خریداروں کو اپنی زیادہ سے زیادہ عملی خدمات مہیا کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔

برقیاتی شعبہ، حکومت مہاراشٹر نے برقی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ آج ملک بھر میں یہ شعبہ اپنی تخلیقی استعداد کے سبب سب سے زیادہ ترقی یافتہ مانا جاتا ہے۔ برقی پیداوار، اور اس کی قوتِ عمل کے تعلق سے مہاراشٹر محکمہ برقیات نے قومی اور ملکی سطح پر انعامات حاصل کرکے مہاراشٹر کا نام روشن کیا ہے۔ فی الوقت ریاست میں بجلی کے استعمال پر کسی قسم کی پابندی تو نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ریاستی محکمہ برقیات، ریاست کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے بعد پڑوسی ریاستوں کو بھی روزآنہ ۵ سے ۶ دہائی لاکھ یونٹ بجلی مہیا کرتا ہے۔ برقیاتی مرکز کی قوتِ عمل کی پیمائش دباؤ کے آلات کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ گذشتہ برس اس محکمہ کے لاتعداد برقیاتی مراکز نے اپنا عملی دباؤ اسّی فیصد سے بھی زائد دکھایا ہے۔ حکومتِ مہاراشٹر کے سلور جوبلی سال میں برقیاتی محکمہ نے ریاست کے دور دراز آدی باسی علاقوں میں شخصی

روشنی کا مینار قائم کر کے شمسی دور میں قدم رکھا ہے۔

برقیاتی محکمہ نے مارچ ۱۹۸۵ء کے اخیر تک ریاست بھر کے ۴۰۲ر۳۳ دیہاتوں کو بجلی فراہم کی ہے، جس سے بجلی کی فراہمی کا تناسب ۶۱ر۹۲ فیصد ہو گیا ہے بلکہ ۱۹۶۰ء میں گویا ریاست مہاراشٹر کے قیام کے وقت صرف ۳۶ر۲ فیصد دیہاتوں میں بجلی پہنچائی گئی تھی۔ ریاست کے قیام کے وقت صرف ۶۹۵ر۶ زرعی آب پاشی کے پمپوں کے لئے بجلی کا ذخیرہ کیا گیا تھا۔ محکمہ نے مارچ ۱۹۸۵ء کے اخیر تک ۹۲۴ر۰۵ پمپوں کے لئے بجلی کا ذخیرہ کر کے ایک اعلیٰ سطحی نشان قائم کیا ہے۔

بجلی کی پیداوار اس کا ذخیرہ اور تقسیم ان شعبوں میں بھی برقیاتی محکمہ نے کافی ٹھوس کام انجام دئے ہیں۔ ۲۵ سال پہلے بجلی کے تعلق سے ریاست کی تخلیقی استعداد ۷۶۰ میگھا واٹ تھی اور بجلی کی سالانہ پیداوار ۲۶۲ر۳ دہائی لاکھ یونٹ تھی۔ مارچ ۱۹۸۵ء کے اخیر تک تخلیقی استعداد ۸۱۶ر۵ میگھا واٹ ہو گئی اور بجلی کی سالانہ پیداوار ۰۹۶ر۱۸ دہائی لاکھ یونٹ تک پہونچ گئی ہے۔ برقیاتی محکمہ کے بجلی پیدا کرنے والے تمام مراکز کثیر مقدار میں بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ ملک کی اوسط تخلیقی استعداد ۲۰۸ر۴ کے ڈبلیو، ایچ۔ کے، ڈبلیو — جبکہ ریاستی مراکز کی اوسط تخلیقی استعداد ۵۹۶ر۴ کے۔ ڈبلیو۔ ایچ، کے۔ ڈبلیو۔ ہے جو ملک کی اوسط سے زیادہ ہے جس کی بنا پر محکمہ کو بجلی کے صرفے اور دباؤ پر پابندی عائد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ محکمہ کے ناشک اور پرلی مرکز نے تو ملکی سطح پر بجلی کی پیداوار پر لگاتار کئی انعامات حاصل کئے ہیں۔

بجلی کی تقسیم کے جال

بجلی کی پیداوار کے مراکز میں پیدا ہونے والی بجلی سارے مہاراشٹر میں پہنچانے کے لئے، ریاست بھر میں بجلی کے تاروں کا جال پھیلا دینے کا مستحکم منصوبہ، محکمہ کے تحت، تیزی کے ساتھ تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے۔ ۳۳ کلو وولٹ سے لیکر ۴۰۰ کلو وولٹ کے تار اس ضمن میں استعمال کئے جا رہے ہیں ان ۲۵ برسوں میں تاروں کی لمبائی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے کوراڈی، چتکیشور کے مرکز کی بجلی، ۴۰۰ کلو واٹ کے تاروں

کے ذریعہ ممبئی تک لانے کا کام محکمہ مکمل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ نے کچھ زیادہ دباؤ کے بجلی کی ترسیل کے کام بھی ہاتھ میں لے کر تکمیل کو پہنچائے ہیں۔ اور زیادہ دباؤ کے بجلی کی ترسیل کے کچھ اور منصوبے بھی زیر عمل ہیں، مدھیہ پردیش، گجرات کرناٹک وغیرہ ریاستوں کے ساتھ بجلی کے تبادلہ کی سہولت کے پیش نظر بین الریاستی ترسیل برق کے مراکز کی تعمیر کے اہم منصوبے تیزی کے ساتھ کامیابی کی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ ریاستی حرارتی و برقیاتی محکمہ اعلیٰ نے اپنے ۴۰۰ کلو واٹ کوراڈی، ست پڑا، بجلی کی ترسیل کے مرکز کا کام بھی برقیاتی محکمہ کو پورے اعتماد کے ساتھ سونپا ہے۔

گیس ٹربائن کے ذریعے بجلی کی پیداوار

بمبئی ہائی میں ملی ہوئی قابل استعمال تیل کی گیس پہلے صرف جلانے کے کام میں لائی جاتی تھی، اسوقت اس ضائع ہونے والی گیس کا استعمال کر کے اس سے بجلی پیدا کرنے کا منصوبہ 'اُرن برقی مرکز' نے تیار کیا۔ ۶۰ میگھا واٹ کے ۴ پلانٹ اور ۱۰۸ میگھا واٹ کے تین پلانٹ اس منصوبہ میں شامل ہیں۔ گیس کے حصول اور دستیابی کے مطابق ان پلانٹس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ ان دنوں، کچھ مہینوں سے، بجلی پیدا کرنے والے اُرن مرکز کو گیس کا خاطر خواہ ذخیرہ نہ مل سکنے کی بنا پر، پیدا ہونے والی دشواریوں کی طرف ریاستی وزیر برائے برقی قوت کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ اس منصوبہ میں "ہیٹ، ریکوری، پلانٹ (HEAT RECOVERY PLANT) کے استعمال سے اتنی ہی مقدار کی گیس سے تقریباً ۲۶۰ میگھا واٹ مزید بجلی کی پیداوار کے امکانات ہیں یہ منصوبہ مرکزی حکومت کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے۔

شمسی دور میں داخلہ

بجلی کے بڑھتے ہوئے استعمال اور اسی کی بنا پر بجلی کے ختم ہونے والے ذخیروں کو ملحوظ رکھتے ہوئے محکمۂ برقیات نے بھی شمسی قوت کی پیداوار کے اعتبار سے ریاست کے سلور جوبلی سال کے دوران ایک اہم تعمیری منصوبہ زیر عمل لایا ہے اور تجرباتی سطح پر سب سے پہلے ناشک ضلع کے کھرڑی جیسے

دور دراز آدی باسی قصبہ میں شمسی قوت کے ذریعہ روشنی دینے والے، راستوں کے قمقموں کا کامیاب اہتمام کیا گیا ہے۔ شمسی قوت کے ذریعہ بجلی پیدا کر کے اس سے راستوں میں قمقمے روشن کرنے کا مہاراشٹر میں یہ پہلا تجربہ ہے۔ اسی کے ماتحت قصبوں اور دیہاتوں میں بجلی پہونچانے سے وہاں کے حالات میں ایک کامیاب تغیر پیدا ہوگا۔

کھیرڑی، تقریباً چار سو کی آبادی کا آدی باسی قصبہ کافی دور دراز علاقہ میں آباد ہے، ایسے علاقہ میں بجلی کے تار پھیلا کر بجلی فراہم کرنا، کثیر لاگت اور تکلیف دہ کام ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو اس پر تین لاکھ سے بھی زیادہ خرچ ہوتا لیکن اسی قصبہ میں شمسی قوت کی روشنی کا انتظام کرنے پر صرف پچیس ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔ شمسی قوت سے روشن کیے جانے والے قمقموں کے کھمبوں کے اوپری سروں پر، سورج کی شعاعوں کو بجلی میں ڈھالنے والی ایک شمشی تختی لگی ہوئی ہے جس کے ذریعہ پیدا ہونے والی بجلی، کھمبے ہی پر لگائی گئی بیٹری میں مجتمع کی جاتی ہے۔ دن بھر سورج کی شعاعوں سے جمع کی گئی قوت (بجلی) اسی بیٹری کے ذریعے، غروب آفتاب کے بعد، قمقمے روشن کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔ سورج ڈوبنے کے بعد، وقت پیما آلہ کی مدد سے راستے کے قمقمے خود بخود روشن ہو جاتے ہیں۔ گڑھ چرولی اور دھولے ان ضلعوں کے آدی باسی علاقوں میں بھی، اسی انداز میں روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اور دیگر علاقوں میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

اسی طرح بجلی کی پیداوار کے لئے، کوکن کے ساحلی علاقہ میں مستقل میسر آنے والی ہواؤں کا استعمال بھی تجرباتی طور پر محکمۂ برقیات نے اپنانے کا فیصلہ کیا ہے اور ریاست مہاراشٹر کے قیام کے سلور جوبلی سال میں، دیوگڈھ کے مقام پر ۵۰۰ کلوواٹ کی ہوائی قوت پر چلنے والا، بجلی پیدا کرنے والا۔ پلانٹ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ آئندہ دو تین مہینوں کے دوران اس پلانٹ سے بجلی پیدا کی جانے لگے گی۔ اگر یہ منصوبہ منافع بخش ثابت ہوا تو دیگر مقامات پر بھی عمل میں لایا جائے گا۔

قصبوں میں بجلی کی ترقی کی روشن مثال

بھارت، بالخصوص دیہاتوں اور قصبوں پر مشتمل ایسا ایک ملک ہے اور اسی لئے یہ ایک زرعی ملک تصور کیا جاتا ہے بجلی کی مدد سے دیہاتی باشندوں کی ترقی کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر، ریاست مہاراشٹر کے محکمۂ برقیات نے، دیہاتوں کو حسب ضرورت بجلی فراہم کرنے کا اہم اور بامقصد منصوبہ ہاتھ میں لے کر محض ۲۵ سالہ دور میں تقریباً نوے فیصد علاقوں کو بجلی کی روشنی سے جگمگا دیا ہے۔ ریاست مہاراشٹر کے قیام کے وقت صرف ۸۵۳ دیہات اور قصبوں کو بجلی مہیا کی گئی تھی لیکن اس کے مقابلہ میں تقریباً ۴۴ گنا یعنی ۳۳،۴۰۲ گاؤں اور دیہات بجلی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ۲۵ سال پہلے صرف ۶،۶۹۵ زرعی آبپاشی کے پمپوں کو بجلی پہنچائی جاتی تھی۔ فی الوقت ۹،۳۷،۰۵۴ پمپوں کو بجلی میسر ہے۔ غرضیکہ محض ۲۵ برس کے عرصہ میں، تقریباً ۱۰۰ گنا پمپوں کے لئے بجلی فراہم کی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں ریاست کے دیہات تیزی کے ساتھ ترقی کی سمت بڑھ رہے ہیں۔ زرعی پیداوار میں بھرپور اضافہ ہوا ہی ہے اس کے ساتھ ہی، چھوٹی صنعتیں بھی، دیہی علاقوں میں تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہیں اور اس طرح آج تک بھگ ۹۷ فیصد دیہاتی عوام بجلی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دیہاتوں اور زرعی پمپوں کو بجلی فراہم کرنے کے تعلق سے آج محکمۂ برقیات کی کارکردگی قابل فخر ہے۔

ہماری ریاست نے دیہی علاقوں کو بجلی فراہم کرنے کے تعلق سے جو نمایاں ترقی حاصل کی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چارٹ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

سال	دیہات اور قصبے جنہیں بجلی فراہم کی گئی	بجلی کے زرعی پمپے
۱۹۶۰-۶۱ء	۸۵۳	۶،۶۹۵
۱۹۶۷ء	۶،۴۶۶	۶۴،۵۸۳
۱۹۷۲ء	۱۳،۹۲۷	۲،۳۰،۳۲۵
۱۹۷۷ء	۲۰،۴۹۴	۴،۳۵،۰۱۴
۱۹۸۴ء	۳۲،۳۱۳	۸،۵۸،۸۰۰
۱۹۸۵ء	۳۳،۴۰۲	۹،۳۷،۰۵۴
مارچ کے آخر تک [illegible]	[illegible]	[illegible]

شمسی توانائی سے جلنے والے قمقمے

پرلی میں تھرمل پاور سینٹر

غریب، پسماندہ عوام کو بجلی سے فائدہ

صرف دیہی علاقوں کو بجلی فراہم کر دینے سے محکمہ برقیات کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ برسوں سے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے غریب، پچھڑے لوگوں کو بھی بجلی اور اس کی روشنی سے فائدہ پہونچے، محکمہ کا یہی نصب العین تھا۔ ہریجنوں کی تاریک بستیوں کو بھی روشنی ملے۔ بجلی سے فائدہ پہونچے۔ اس سمت میں بھی محکمہ بطور خاص کوشاں رہا ہے۔ سنہ ۸۶-۱۹۸۵ء۔ اس مالی سال میں ۱۳۰۷ ہریجن بستیوں کو بجلی فراہم کی گئی تھی، جب کہ ۸۵ء کے مارچ کے اخیر تک ریاست میں کل ۲۶،۸۳۳ ہریجن بستیوں میں بجلی پہنچائی جا چکی ہے۔ ہریجن بستیوں کی طرح ہی ریاست کے متعدد آدی واسی دیہاتوں اور قصبوں تک بجلی اور بجلی کی روشنی پہونچ چکی ہے اور برقیاتی محکمہ انہیں بجلی کا ذخیرہ حسب ضرورت بہم پہونچا رہا ہے۔ اب تک ۱۵۱۴ سے زائد آدی واسی دیہاتوں اور قصبوں کو بجلی کی سہولت فراہم کی جا چکی ہے۔ غریب پسماندہ طبقوں کے لئے بجلی کا ذخیرہ کرنے کے سلسلے میں محکمے نے ایسے منصوبے تیار کئے ہیں جن کے ذریعے ان طبقوں کو کئی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ اور انھیں زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے گا۔

ہمارے محکمۂ برقیات کے تکنیکی ماہرین کی مہارت اور لیاقت کو صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں بیرونی ممالک میں بھی سراہا جاتا ہے۔ زیمبابوے جیسے ترقی پذیر ملک نے اپنے برقیاتی ترقی کے منصوبوں کے لئے ریاست مہاراشٹر کے محکمۂ برقیات کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں اور وہاں ان کی کارکردگی کی کافی سراہنا کی جا رہی ہے۔

الغرض ہمارے ہزاروں آفیسران اور کارندوں کی مدد سے اپنی مختلف دشواریوں کو مات دے کر، ریاست بھر میں بجلی کا کبھی نہ ختم ہونے والا ذخیرہ کر رکھنے کی سمت میں محکمۂ برقیات کی مستقل اور مسلسل کوششیں جاری ہیں اور دعوے کے ساتھ یقین دلایا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ہماری ریاست میں بھی بہت جلد بجلی کی فراہمی کا کام صد فیصد مکمل کر لیا جائیگا۔

ترجمہ:- مرزا احسان قاسمی

★ میوا رام گپتا
۳/بی ۳۰ ۔ انڈین ایئر لائنز کالونی
کالینہ ۔ بمبئی ۲۹

شہیدِ وطن اشفاق اللہ خاں

کوئی آرزو نہیں ہے ، ہے آرزو تو یہ ہے ○ ○ ○ رکھ دے کوئی ذرا سی خاکِ وطن کفن میں

تنگ آ کر ہم بھی ان کے ظلم سے بیداد سے
چل دیے سوئے عدم زندانِ فیض آباد سے

مندرجہ بالا اشعار کہتے ہوئے مادرِ وطن کا وہ پیارا اور نہایت بہادر فرزند اشفاق اللہ خاں وارثی حسرت نے ۱۹ ردسمبر ۱۹۲۷ء پیر کے روز صبح ۶ بجے فیض آباد اُتر پردیش کی جیل میں پھانسی کی رسّیوں کو چوم کر پھولوں کے ہار کی طرح اپنے گلے میں پہن لیا تھا اور بھارت ماتا کی جے اور وندے ماترم بولنے سے پہلے صرف یہ کہا تھا ....

"میں نے انسانی خون سے اپنے ہاتھ کبھی نہیں رنگے ۔ مجھ پر جو الزامات لگائے گئے وہ غلط ہیں ۔" اشفاق پھانسی پر جھول رہے تھے ، مگر قرآن شریف کا بستہ ان کے گلے سے جھول رہا تھا ۔

امر شہید ، اشفاق اللہ خاں حسرت وارثی ، مورخہ ۲۲ راکتوبر ۱۹۰۰ء کو شاہجہاں پور کے محلہ امن زئی میں پیدا ہوئے تھے ۔ ان کی والد جناب شفیق الرحمان محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے ۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام مظہر النساء بیگم تھا ۔ جو کافی تعلیم یافتہ اور دور اندیش پٹھان خاتون تھیں ۔ اشفاق کے علاوہ پانچ بھائی بہن تھے ، اور اشفاق سب سے چھوٹے تھے ، اور سب سے چھوٹے ہونے کے باعث وہ سب سے زیادہ پیارے تھے ـــــ رنگ گورا ۔ خد و خال نہایت دل کش اور جسم خوب توانا تھا ۔ بچپن ہی سے انہیں تیرنے ۔ گھوڑے کی سواری کرنے

سکار کھیلنے کا شوق تھا۔ وہ حسین صورت کے ہی نہیں،
سین سیرت کے بھی مالک تھے۔ مسکراہٹ تو ہمیشہ
ن کے چہرے پر کھلا کرتی تھی۔ انہوں نے عشق بھی کیا تو
، وطن کے ساتھ کیا اور اسی کے عشق میں اپنی جان بھی
ن کر دی۔

وطن سے محبت کا جذبہ اشفاق میں قدرتی تھا
کہ اشفاق کے پٹھان خاندان کے لوگ اکثر سرکاری
م تھے، مگر اشفاق ہی پورے خاندان میں ایسے واحد نوجوان
نہیں لیلائے وطن سے بے پناہ عشق ہو گیا تھا اور وہ
، ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ انگریزی حکومت سے ان
ت نفرت تھی، اور وہ اسے ملک کی تباہی کا باعث
تے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اشفاق کو خدا نے اپنے
ے وطن کی آزادی کے لئے شہید ہونے کے لئے ہی
یدا کیا تھا۔ شہادت کا درجہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا
۔ یہ تو اتنا بڑا اعزاز ہے کہ آج ملک کا بڑے سے بڑا آدمی
ان کے آگے سرنگوں ہوتا ہے۔

اشفاق جب شاہجہاں پور کے مشن ہائی اسکول
پڑھتے تھے تبھی ان کی ملاقات پنڈت رام پرشاد بسمل
ہو گئی تھی۔ پنڈت رام پرشاد، حالانکہ اشفاق
، دو درجہ آگے تھے۔ اشفاق کو تو تلاش تھی کسی جوشیلے
ب وطن کی تھی۔ جس کی زندگی کا نصب العین غلام دیش
زاد کرانا ہو اور جینا و مرنا صرف اپنے وطن کے لئے ہو۔
سفاق اپنی تلاش میں کامیاب ہوئے۔ انہیں پنڈت
ا پرشاد میں وہ سب باتیں مل گئیں جو وہ چاہتے تھے۔ لہٰذا
ونوں کی دوستی ہو گئی، اور یہ دوستی اس قدر پروان چڑھی
بھی دنوں میں دونوں ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہو گئے۔ جبکہ
م پرشاد آریہ سماجی برہمن تھے اور اشفاق پٹھان
سلمان تھے۔

۱۹۲۴ء میں انگریزوں ہی کی وجہ سے شاہجہاں پور
ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ جس وقت مسلمان آریہ سماج
آگ لگانے جا رہے تھے، تو اشفاق نے اپنی پستول
کر بھیڑ کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور کہا:

"آپ لوگ اشفاق کی لاش پر سے
گزر کر ہی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ آپ لوگ جانتے
نہیں۔ جس آریہ سماج مندر میں تم لوگ آگ
لگانے جا رہے ہو اس میں تو اشفاق کا رام رہتا ہے۔"

(۲) اسی طرح رام پرشاد نے بھی ہندوؤں کو آگے
بڑھنے سے روک دیا تھا۔ ان دونوں سچے دوستوں اور وطن کے
شیدائیوں نے فسادیوں کو لوٹ مار، خون خرابہ کرنے سے
روک دیا تھا۔

اشفاق اور پنڈت رام پرشاد کی مثالی
دوستی تھی۔ مسلمانوں کو اعتراض تھا کہ اشفاق تو ہندو
ہو گیا ہے۔ جبکہ ہندوؤں کا کہنا تھا کہ رام پرشاد تو مسلمان ہو گیا
ہے۔ کیونکہ دونوں ایک ساتھ، ایک ہی تھالی میں کھانا کھاتے
ہیں۔ ان گمراہوں کو کیا پتہ تھا کہ دونوں سچے انسان بن گئے ہیں۔

بقول اقبال ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

دونوں کی مثالی دوستی کا ایک دلچسپ واقعہ
قابل بیان ہے ......

ایک بار اشفاق اللہ خان،
سخت بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو سرسام ہو گیا
اور بے ہوشی کی حالت میں وہ بہکی بہکی باتیں بھی
کرنے لگے، لیکن اشفاق کی دوستی رام پرشاد
کے ساتھ دیوانگی کی حدود کو چھونے لگی تھی۔
اس کو آپ دیوانگی کی حالت کہیں یا سرسام
کی حالت کہیں کہ اشفاق اس حالت میں رام،
رام، رام کہہ رہے تھے۔ گھر والے ان سے کہتے...
اللہ، اللہ کہو مگر اشفاق برابر رام نام کی ہی رٹ
لگائے رہے۔ ایک صاحب جو اس راز سے واقف
تھے وہ بھاگتے ہوئے صدر بازار شاہجہاں پور کے
آریہ سماج مندر گئے اور وہاں سے وہ اشفاق
کے رام، پنڈت رام پرشاد کو بلا لائے۔

پنڈت رام پرشاد نے اشفاق کی تپتی ہوئی پیشانی پر
اپنے پیار کا ہاتھ رکھ دیا پھر پیار بھرے لہجے میں بولے:

"پیارے بھائی اشفاق، تم نے
اپنی یہ کیا حالت بنا ڈالی ہے۔ آنکھیں کھولو اور
میری طرف دیکھو۔ میں تمہارا رام ہوں۔"

رام کا نام اور رام کی مانوس زبان سے جب اشفاق
نے سُنا تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بڑے نحیف
آواز میں کہا: "رام" اسی کے ساتھ ان کی آنکھوں سے دو
آنسو ان کے رخسار پر ڈھلک آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے ان آنسوؤں کے ذریعے ان کی جسم کی تمام حرارت بہہ گئی،
اور اس کے بعد انہوں نے جلد ہی غسل صحت لیا۔ ایسی سچی
دوستی کی مثال تاریخ میں کم ہی ملے گی۔

رام پرشاد اور اشفاق کی دوستی کا ایک
اور قابل ذکر واقعہ ہے۔

اشفاق، پنڈت رام پرشاد کو "رام" کہہ کر پکارتے
تھے۔ رام ان کے دوست بھی تھے اور عزیز بھائی بھی۔ انہوں نے
اپنے اس بھائی کے حکم کی خلاف ورزی کبھی نہیں کی۔ بھائی کا
حکم ان کے لئے خدا کا حکم تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ انہیں اپنے بھائی کے خلاف
اپنی رائے ظاہر کرنی پڑی تھی۔

۸ اگست ۱۹۲۵ء کو رام پرشاد نے
دس نوجوان انقلابیوں کی ایک میٹنگ
بلائی اور تجویز رکھی کہ انقلابی پارٹی کے لئے اسلحہ
خریدنا ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں سرکاری
خزانہ لوٹنا چاہیئے۔ اشفاق نے اتفاق رائے
نہ کرتے ہوئے یہ نیک مشورہ دیا کہ پارٹی ابھی
کمزور ہے۔ ہمیں ایسا خطرناک کام نہ کرنا چاہیئے
اگر ہم لوگ پکڑ لئے گئے تو ہماری پارٹی تباہ
ہو جائے گی۔"

اشفاق کی صلاح کو اشفاق کی کمزوری سمجھا گیا، اور
ساتھیوں نے انہیں بزدل اور ڈرپوک تک کہہ ڈالا۔ تب
اشفاق کو بھلا یہ بات کیسے برداشت ہوتی۔

۹ اگست ۱۹۲۵ء کو جن دس انقلابیوں نے سرکاری
خزانہ لے جانے والی سہارنپور پسنجر گاڑی کو لکھنؤ سے کچھ
فاصلے پر کاکوری اسٹیشن کے قریب اس ٹرین کی زنجیر کھینچ کر
درمیان میں رکوایا تھا۔ وہ اشفاق ہی تھے، اور خزانے کے آہنی
صندوق کو ہتھوڑوں کی ضربوں سے توڑنے والے بھی اشفاق
ہی تھے۔ اگر اشفاق نے اس صندوق کو نہ توڑ ڈالا ہوتا، تو
خزانہ لوٹنے کی اسکیم ہی فیل ہو جاتی۔

آخر کار اس کا وہی نتیجہ نکلا جس کا اشفاق نے پہلے
سے ہی اشارہ کر دیا تھا۔ صرف چندر شیکھر آزاد کے دیر سویر
سبھی لوگ گرفتار کر لئے گئے تھے۔ اشفاق اور شچیندر ناتھ بخشی
فرار تھے، اور پولس انہیں قریب ایک سال بعد ہی گرفتار
کر سکی تھی، اور ان دونوں پر الگ سے لکھنؤ میں مقدمہ چلایا گیا۔
کل ۲۴ نوجوان گرفتار کئے گئے تھے۔ ان میں سے ۴ کو پھانسی،
اور ۱۸ کو لمبی سزائیں دی گئی تھی۔

پھانسی کی سزا پانے والوں میں رام پرشاد، روشن سنگھ،
راجندر ناتھ لاہڑی اور اشفاق اللہ خاں تھے۔

کل پارٹی تباہ ہو گئی تھی اور لوٹا ہوا خزانہ بھی صرف
دس ہزار کا تھا۔

اشفاق کی حب الوطنی اور سچی دوستی کا ایک اور
واقعہ قابل تعریف ہے۔

کاکوری کے مقدمہ میں پنڈت رام پرشاد بسمل،
ٹھاکر روشن سنگھ، اور راجندر ناتھ لاہڑی،
کو پھانسی کی سزا ملی تھی اور اشفاق کو بھی پھانسی
کی سزا ملنے والی تھی تو اشفاق کے وکیل کرپا شنکر
نے خان بہادر تصدق حسین اسپیشل سی۔ آئی۔ ڈی
آفیسر کے مشورے کے مطابق، کہیں اشفاق
سے کہہ دیا کہ اگر اس موقع پر وہ اقبال جرم کرلیں
تو انہیں تھوڑی سزا بھلے ہو جائے مگر پھانسی
نہیں ہو گی۔ اتنا سننا تھا کہ اشفاق بھڑک گئے
اور اپنے وکیل کرپا شنکر سے فرمایا۔

"دکیا میں نے ضد کر کے آپ کو اسی لئے
اپنا وکیل مقرر کیا تھا کہ آپ مجھ سے اقبال جرم
کی بات کہیں اور وہ بھی اس لئے کہ مجھے پھانسی
کی سزا نہ ملے اور میں اپنی ضعیف ماں کے لئے
زندہ رہوں۔ میں تو پھانسی کو ایک کھیل
سمجھتا ہوں۔"

بزدلوں ہی کو سدا موت سے ڈرتے دیکھا
گو کہ انہیں روز ہی سو بار مرتے دیکھا
دیر کو ہم نے نہیں کبھی ڈرتے دیکھا
تختہ دار پہ بھی کھیل ہی کرتے دیکھا

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اور جو کچھ کیا بھی ہے وہ مادرِ وطن کی آزادی کے لئے کیا ہے۔ اس لئے میرا اقبالِ جرم قطعی ناممکن ہے۔ ۷ کروڑ سے بھی زائد مسلمانوں میں شاید میں پہلا مسلمان ہوں گا جسے اپنے پیارے وطن کے لئے پھانسی دی جائے گی۔ میں "شہیدِ وطن" کہلاؤں گا، اور آپ مجھے "غدارِ وطن" سے موسوم کئے جانے کی صلاح دے رہے ہیں۔ اشفاق آپ کی اس صلاح کو کبھی قبول نہیں کر سکتا"!

ایک بار جناب تصدق حسین صاحب خود بھی میرے پاس آچکے ہیں اور میرے خاندان سے اپنا رشتہ بتاتے ہوئے اور ایک مسلمان ہونے کے باعث مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اقبالِ جرم کا مشورہ دے چکے ہیں۔ میں نے ان کو کہہ دیا تھا کہ وہ مجھ میں اور پنڈت رام پرشاد بسمل میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش ہرگز نہ کریں اور باعزت تشریف لے جائیں اور اس ضمن میں کبھی کوئی بات کرنے کی ہمت نہ کریں۔

جب اشفاق کو ۱۳ جولائی ۱۹۲۷ء کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو انہوں نے جج کا شکریہ ادا کیا اور پراسی کیوٹنگ انسپکٹر سے مصافحہ کیا اور کہا کہ دورانِ مقدمہ اگر مجھ سے آپ کی شان میں کچھ نامناسب بات زبان سے نکل گئی ہو تو مجھے معاف کرنا۔ آپ سرکار کے نوکر ہیں۔ آپ نے اپنا فرض ایمان داری سے ادا کیا ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حالانکہ اسی خیرات نبی نے اشفاق کو یہ کہہ کر سخت سزا دلانے کی کوشش کی تھی کہ اشفاق جیسے موٹے اور تگڑے جسم والے کو موٹی اور تگڑی سزا بھی ملنی چاہیئے۔ اتنا ہی کیوں اشفاق نے ان مخبروں کا بھی شکریہ ادا کیا تھا جن کی مخبری کے سبب سے انہیں پھانسی کی سزا دی گئی تھی اور شہیدِ وطن بننے کا موقعہ دیا تھا۔ اشفاق میں حب الوطنی کے ساتھ شرافت کا جذبہ بھی ان کی رگ رگ میں بھرا ہوا تھا۔ ایسے انسان تو بہت ہی کم عالمِ وجود میں آتے ہیں۔

اشفاق کی حب الوطنی، بسمل دوستی، اور وفاداری کے بارے میں جتنا لکھا جائے اتنا کم ہے۔ لوگ سرکار سے اپیلیں کرتے ہیں تاکہ ان کی سزا کم ہو جائے مگر اشفاق نے نجی طور پر سرکار سے یہ اپیل کی کہ پنڈت رام پرشاد بسمل قطعی قصوروار نہیں ہیں۔ سب قصور ان کا ہے۔ لہٰذا رام پرشاد کو پھانسی نہ دی جائے۔ پھانسی صرف ان کو ہی ہونی چاہیئے کیونکہ ٹرین کا خزانہ لوٹنے کا کام فقط ان کے ہی ایماں پر کیا گیا تھا

۱۱ دسمبر ۱۹۲۷ء کو اشفاق کے دو بھائی جناب ریاست اللہ خاں اور شہنشاہ خاں، اپنے دو بھتیجوں اور وکیل کو لے کر آخری ملاقات کے لئے فیض آباد گئے۔ کیونکہ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو، اشفاق کو پھانسی دی جانے والی تھی۔ ان کے بھائی تو غمگین تھے ہی انہیں دیکھ کر ان کے دونوں بھتیجے زار و قطار رونے لگے تو اشفاق نے اپنے وکیل سے کہا۔

"آپ میرے بھتیجے کو بیکار اپنے ساتھ لائے.... بھلا یہ کوئی رونے کا وقت ہے۔
یہ تو خوش ہونے کا موقعہ ہے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو صبح ۶ بجے میری شادی ہے۔ میری بارات اسی کوٹھری سے اٹھے گی۔ جیل کے قیدی میرے باراتی ہوں گے۔ رونا دھونا اشگون بات ہے۔ انہیں چپ کرایئے..... میں آپ کو اپنی شادی کا دعوت نامہ دیتا ہوں۔ آپ ضرور تشریف لائیں اور دیکھیں کہ آپ کا موکل کس شان سے شادی کے منڈپ میں جا کر شادی کا ہار اپنے گلے میں پہنتا ہے۔"

وکیل صاحب کو کہنا ہی پڑا کہ
"اس منظر کو دیکھنے کی ان میں طاقت نہیں ہے"

فیض آباد جیل کے حکام جب ۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو، اشفاق کو پھانسی گھر چلنے کے لئے لینے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اشفاق تو قرآن شریف کا بستہ اپنے کندھے سے لٹکائے پہلے سے ہی تیار بیٹھے ہیں۔ وہ ایک حاجی کی طرح ان کے ساتھ ہو لئے۔

تختہ دار پر چڑھنے سے قبل جب اُن سے اُن کی آخری خواہش اور آرزو معلوم کی گئی تب انہوں نے کہا تھا ؎

"کچھ آرزو نہیں ہے، ہے آرزو تو یہ ہے
رکھ دے کوئی ذرا سی خاکِ وطن کفن میں"

جیل کے حکام دنگ تھے اور انگشت بدنداں تھے کہ یہ کیسا حیرت انگیز انسان ہے جو پھانسی کے وقت بھی خوش ہے اور اپنے کفن کے لئے تھوڑی سی خاکِ وطن چاہتا ہے، کیونکہ اس کے قبل ایسے بہادر اور فرشتہ سیرت انسان کے انھیں کبھی درشن نصیب نہیں ہوئے تھے۔

جیلر نے کہا: "انشاء اللہ آپ کی یہ خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔"

دوسری ایک خواہش اشفاق کی یہ بھی تھی کہ جلاد منے خاں غسل کر کے ہی ان کے پاک جسم کو ہاتھ لگائے، اور پھانسی کی رسیّوں کو چوم لینے کے بعد ہی وہ ان کے گلے میں رسیوں کو پہنائے۔ ان کی یہ خواہش فوراً پوری کی گئی۔ جلاد منے خاں نے غسل کرنے کے بعد ہی اشفاق کے پاک جسم کو چھوا جس کے کاندھے سے مقدس قرآن شریف کا بستہ لٹک رہا تھا

تختہ دار پر کھڑے ہو کر اشفاق نے کہا:
"میں نے اپنے ہاتھ انسانی خون سے کبھی نہیں رنگے ہیں۔ اب میرا انصاف خدا کے یہاں ہوگا۔"

جلاد منے خاں نے پوچھا:
"خاں صاحب! آپ تیار ہیں"؟

اشفاق نے کہا:
"ہاں! بھارت ماتا کی جئے۔ وندے ماترم۔"

اتنا کہتے ہی جلاد نے اشفاق کو اس پھانسی پر جھلا دیا جسے وہ معراجِ عاشقاں کہا کرتے تھے ؎

پھول برساتی ہے دنیا آج تربت پر تیری،
زندگی بھی رشک کرتی ہے شہادت پر تیری

• اندر سروپ نادان

پنچ تاروں سے دمدار ستارے تک

سالِ نو کو
خیر مقدم کہہ رہے تھے
پنچ تارے
یعنی نیچی بستیوں کی چھاتیوں پر مونگ دلتے عرش پارے
اور سگریٹ کا دھواں اوڑھے ہوئے ننگے بدن کو
منزلِ ہستی سمجھ کر
قلقلِ مینا کے ایما پر تھے رقصاں، جیسے بندر
پنچ تاروں کے سکندر
اور سالِ نو کا دامن تھام کر یہ کہہ رہے تھے
اے مسرت کے پیمبر
مہرباں ہو کر بٹھا لے ہم کو اپنے دل کے اندر
ختم کر دے اپنی فیاضی ہمیں پر
بس ہمیں حقدار ہیں تیرے کرم کے اس زمیں پر
گڑگڑاتا دیکھ کر ان غاصبوں کو
سالِ نو پہلو بدل کر مسکرایا
اور پیرا سرار مٹھی کو گھما کر
جانے اس نے کون سا جادو خلاؤں میں اُچھالا
چھا گیا ہر سُو اندھیرا
پھر ہوا ظاہر فلک پر وہ ستارہ
جس کی دم پر موت کا کالا نشاں لہراتا تھا
مچ گئی بھگدڑ سی سالِ نو کے استقبالیوں میں
اور لہرائے ہوا کے دوش پر یہ لفظ گھبراہٹ پہن کر
ہم اکیلے ہی نہیں حقدار تیری بخششوں کے
ان کی حصہ دار ہیں وہ بستیاں بھی
جن کو نیچی بستیاں کہتی ہے دنیا

■

سلام بن رزاق
۹/۱۷- ایل۔ آئی۔ جی کالونی
کرلا (ویسٹ) بمبئی ۷۰...۴

پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے درمیان

اردو اور مراٹھی افسانہ

یہ بات اب سبھی تسلیم کر چکے ہیں کہ اردو مختصر افسانے کا جنم داستان کے بطن سے ہوا ہے ۔ ۱۰ جولائی ۱۸۰۰ء کو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا اور ڈاکٹر جان گِل کرسٹ کی فرمائش پر میر اَمّن دہلوی نے قصّۂ چہار درویش کا باغ و بہار کے نام سے اُردو میں ترجمہ کیا بعد میں حیدر بخش حیدری نے قصّۂ حاتم طائی اور طوطا کہانی کے تراجم پیش کئے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ٹھیک اسی زمانہ میں یعنی ۱۸۰۶ء میں تنجاور کے "سرفوجی راجا" نے اپنے دربار کے ایک عالم سنکھرت پنڈت سے ایسپ کی چند کہانیوں کا "بال بودھ مکتاولی" کے نام سے ترجمہ کرواکر شائع کروایا۔ بعد میں اردو کی طرح مراٹھی میں بھی تراجیم کا سلسلہ چل پڑا، اور ۱۸۱۵ء میں ہتوپدیش، پنچ تنتر اور ۱۸۲۴ء میں سنگھاسن بتیسی کے تراجیم پیش کئے گئے۔

اسی لئے ۱۸۰۰ء سے ۱۸۸۵ء تک کا زمانہ مراٹھی میں تراجیم کا زمانہ کہلاتا ہے مگر یہ سارے تراجیم اور داستانیں زیادہ تر پُراسرار واقعات اور محیر العقول کارناموں سے بھرپور ہوتی تھیں اور زندگی سے ان کا کوئی ربط نہیں ہوتا تھا۔ مراٹھی افسانے کو تحیر و اسرار کی فضا سے نکال کر زندگی آمیز بنانے نیز اُسے ایک الگ حیثیت عطا کرنے کا سہرا ہری نارائن آپٹے کے سر ہے انھوں نے ۱۸۹۰ء میں 'کرمنک' (करमणूक) نامی رسالہ جاری کیا اور اس میں اسفٹ گوشٹی (स्फुट गोष्टी) کے نام سے کچھ طویل مختصر کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا۔ لطف کی بات یہ کہ 'اسفٹ گوشٹی' لکھتے ہوئے خود ہری نارائن آپٹے کو پتہ نہیں تھا کہ وہ ناول سے الگ کوئی چیز لکھ رہے ہیں۔ دراصل 'स्फुट गोष्टी' ہی کو مراٹھی लघुकथा کا ابتدائی روپ سمجھنا چاہیئے۔ آگے چل کر منورنجن کال میں स्फुट गोष्टी، سمپورن گوشٹی میں بدل گئی اور اس کے چند برسوں بعد ہی سمپورن گوشٹی

لگھو کتھا کے نام سے موسوم کی جانے لگی۔

اردو میں یوں تو بعض محققین کے نزدیک سجاد حیدر یلدرم کا 'نشے کی پہلی ترنگ' پہلا طبع زاد افسانہ سمجھا جاتا ہے جو معارف علی گڑھ میں ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا۔ تاہم اردو افسانے کی باقاعدہ تاریخ کا آغاز پریم چند کے افسانے 'انمول رتن' سے ہوتا ہے۔ جو 'زمانہ' ۱۹۰۷ء میں نواب رائے کے فرضی نام سے چھپا تھا۔ بعد میں ۱۹۰۸ء میں 'سوزِ وطن' کے نام سے ان کی پانچ کہانیوں کا مجموعہ شائع ہوا۔ یہ کہانیاں خود پریم چند کے الفاظ میں:

'نئی نسل کے جگر پر حبّ وطن کی عظمت کا نقش جمانے کے مقصد کے تحت لکھی گئی تھیں"

مگر برٹش حکومت نے اس پر باغیانہ خیالات کا الزام عائد کرتے ہوئے اس کتاب کو ضبط کر لیا۔

اردو میں حالی نے بہت پہلے اصلاحی شاعری کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ نثر میں سرسید احمد خاں، شبلی اور نذیر کے اصلاحی اور تاریخی مضامین نے قوم میں بیداری کی ایک لہر پیدا کر دی تھی لہٰذا بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آغاز میں پریم چند کے تاریخی اور اصلاحی افسانوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس ضمن میں پریم چند کے ساتھ ایک اور نام سلطان حیدر جوش کا جوڑا جا سکتا ہے جو خالص معاشرتی اور اصلاحی افسانہ نگار ہیں۔ سلطان حیدر جوش کا دائرۂ عمل پریم چند کے مقابلے میں بہت محدود ہے انھوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے مغرب اور مشرق کے تہذیبی طرزِ معاشرت کے تضاد کو اجاگر کیا ہے اور اہلِ مشرق کو مغربی تہذیب کے فریب سے باخبر رہنے کی تاکید کی ہے۔

ان کے مصلحانہ اندازِ بیان میں طنز و مزاح کی ہلکی سی چاشنی بھی موجود ہے۔ مگر ابتدائی دور کے افسانوں میں ان کے واعظانہ لب و لہجہ اس درجہ حاوی ہے کہ الجھن محسوس ہونے لگتی ہے البتہ ان کے بعد کے افسانوں میں لہجے کی شگفتگی اور بیان کی لطافت خشک اور بے کیف مقصدیت پر غالب آگئی ہے۔

پریم چند اور سلطان حیدر جوش کے علاوہ اسی عہد میں ایسے افسانہ نگار بھی تھے جن کا کہنا تھا کہ 'افسانے کا اصلاح اور مقصدیت سے کوئی سروکار نہیں۔ ہر موضوع ادب کا موضوع نہیں ہو سکتا صرف محبت کا نغمہ ہی وہ نغمہ ہے جسے ادب اپنے سینے سے لگاتا اور دل میں جگہ دیتا ہے۔ اردو میں اس طرزِ خاص کو فنی اہتمام کے ساتھ برتنے والے سجاد حیدر یلدرم ہیں۔ وہ عورت اور مرد کی محبت کو رسوم و قیود کی بے جا پابندیوں سے آزاد، فطرت کی گود میں پروان چڑھتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ 'خیالستان' ان کے اسی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتا نظر آتا ہے، جو آگے چل کر 'ادب برائے ادب' کا نعرہ لگانے والے فن کاروں کی ادبی دستاویز بن گیا۔ یلدرم کے افسانے 'خارستان، گلستان، سودائے سنگیں، حکایۂ لیلیٰ مجنوں اور چڑیا چڑے کی کہانیاں خالص فنی اعتبار سے اردو کے ابتدائی دور کی نہایت اہم کہانیاں ہیں۔

مراٹھی میں ہری نارائن آپٹے کے بعد وی۔ سی گرجر کا مرتبہ ابتدائی دور کے کہانی کار کی حیثیت سے بہت بلند ہے۔ مراٹھی کی [illegible] کو سمپورن گوشٹی کا روپ پردان کرنے والے افسانہ نگاروں میں وی۔ سی گرجر کا نام سرفہرست ہے۔ سب سے پہلے گرجر ہی نے مراٹھی ادب کے قارئین کے سامنے ناول اور افسانے کے فرق کو واضح کیا اور ان دو صنفوں کے درمیان حدِ فاصل قائم کی۔ انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی اور ۱۹۶۲ء تک یعنی مسلسل نصف صدی تک برابر لکھتے رہے۔ ویسے ان کے قلم کی جولانیوں کا اصل زمانہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۵ء تک کا ہے۔ انھوں نے پچاس برس کے عرصے میں تقریباً سات سو کہانیاں لکھیں۔ جن میں پروشاچی جات، ٹیکا کار، دیوٹ، گھات وار، صاحباچا حکم، ان کی مشہور کہانیاں ہیں۔ ان کی کہانیوں میں مزاح کا عنصر بھی شامل رہتا تھا۔ اکثر کہانیاں دلچسپ حادثات، گوناگوں واقعات اور باہمی غلط فہمیوں کے تال میل سے تیار ہوتی تھیں۔ یہی سبب تھا کہ ان کی کہانیاں دلچسپی سے پڑھی جاتی تھیں لیکن کہیں کہیں طول طویل مکالمے اور بے تحاشا واقعات کا تسلسل بیزار کن بھی ہو جاتا ہے۔ انھوں نے ۱۹۱۰ء میں لکھنا شروع کیا اور بہت جلد وہ اس زمانے کے مشہور رسالہ 'منورنجن' کے سب ایڈیٹر بن گئے۔ ایک عرصے تک منورنجن میں باقاعدگی سے ان کی کہانیاں شائع ہوتی رہیں۔ اس زمانے میں ایک دوسرا اہم نام 'کرشناجی کیشو گوکھلے' کا ہے۔ گوکھلے کا پہلا افسانوی مجموعہ '[illegible]' ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔ ان کی کہانیاں بھی تفریح اور مقصد کے ملے جلے جذبے کے تحت لکھی گئی تھیں۔

وہ اپنے پہلے مجموعے کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

'یہ کہانیاں فرصت کے اوقات میں حصولِ تفریح کی خاطر نیز مراٹھی زبان کی معمولی خدمت کے خیال

سے لکھی گئی ہیں۔"
گو کھلے کی کہانیوں میں پلاٹ مقدم ہوتا تھا۔ اُن کی کہانیاں
کسی نہ کسی اخلاقی درس پر اختتام پذیر ہوتی تھیں کیونکہ ابھی افسانہ
'حکایت' کے جنگل سے آزاد نہیں ہوا تھا۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اردو میں پریم چند کے ابتدائی
افسانوں کا واحد مقصد قوم میں جذبۂ حب الوطنی کی آبیاری — اور
ہندوستان کی عظمتِ رفتہ کی دریافت تھا۔ اور پریم چند کے اس
اصلاحی مقصد کی تبلیغ میں سلطان حیدر جوش محمد و دیبیا نے برابر اُن
کا ساتھ دے رہے تھے۔ مگر دوسری جانب یلدرم کے افسانوں
کا جہاں خالص رومانیت پسندی اور تصور پرستی کے جذبے سے
سرشار تھا۔ آگے چل کر نیاز فتحپوری نے یلدرم کی اس رومانی حقیقت
پسندی کو فن کے اعلیٰ منصب پر پہنچا دیا۔

مراٹھی اور اردو افسانہ ابھی گھٹنوں کے بل ہی چل رہا تھا
کہ دنیا پر پہلی جنگ عظیم کے بادل منڈلانے لگے اور پہلی بار اچانک
بنی نوع انسان کو احساس ہوا کہ وہ تہذیب و ثقافت کی جس مقدس عمارت
کو ہزاروں برس سے تعمیر کر رہا تھا اس کی دیواریں تو بارود کے ڈھیر
پر قائم ہیں۔ پہلی جنگ عظیم نے براہِ راست ہندوستان کو تو اپنی
لپیٹ میں نہیں لیا مگر اس کے دور رس اثرات نے ہندوستانی
زندگی کے خالص معاشرتی ڈھانچے کو بدل کر رکھ دیا۔ شہروں میں
کارخانوں کی ابتدا ہو چکی تھی۔ گاؤں میں کسان اور مہاجن کا مسئلہ شہر
میں کارخانہ دار اور مزدور کی آویزش کی صورت میں نمودار ہو رہا
تھا۔ سیاسی تحریکیں اپنے شباب پر تھیں۔ لوگ برٹش سامراج
کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے۔ نچلے طبقے میں نئی بیداری
پیدا ہو چکی تھی۔ مذہبی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسائل پر لوگوں
نے نئے سرے سے غور کرنا شروع کر دیا تھا۔ مارکس، فرائڈ اور
برٹنڈرسل کی تعلیمات عام ہو رہی تھیں۔ لوگوں کا سماجی شعور بیدار ہو رہا
تھا۔ گاندھی ازم، سوشلزم اور مارکسزم کے نظریات براہِ راست لوگوں
کی فکر پر اثر انداز ہونے لگے تھے۔

مراٹھی اور اردو مختصر افسانے کی تاریخ میں یہ زمانہ بڑی
اہمیت کا حامل ہے کہ اس زمانے میں مراٹھی کی [illegible]
نے [illegible] کا روپ دھارن کر لیا تھا۔ اور اردو افسانہ بطور
ایک صنف مقبول ہونے لگا۔

ایک طرف اردو میں معارف، زمانہ، نقاد، نگار، ساقی،
ہمایوں اور ادبی دنیا۔ دوسری طرف مراٹھی میں رتناکر، یشونت،
کرلوسکر، جیوتسنا اور پاری جات جیسے اہم پرچوں نے افسانوں
کی اشاعت میں اہم رول ادا کیا اور ان رسائل میں اس عہد کے
افسانہ نگاروں نے بکثرت افسانے لکھے اور افسانے کو ادب کی ایک
معتبر صنف بنا دیا۔

افسانہ اب فنی اعتبار سے زیادہ پختہ اور مواد کے اعتبار سے
زیادہ وقیع ہو گیا تھا۔ کہانی اگر ایک طرف دل بہلاوے کی چیز تھی۔ تو
دوسری طرف سماجی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کو آئینہ دکھانے
لگی تھی۔ اسی زمانے میں اردو میں پریم چند اور مراٹھی میں وی۔ سی
کھانڈیکر نے سماجی حقیقت نگاری کی داغ بیل ڈالی۔ اب پورے
ملک میں ادب کے تعلق سے دو اہم رویے سامنے آئے، ایک 'ادب
برائے ادب' اور دوسرا 'ادب برائے زندگی'۔ اردو اور مراٹھی افسانے
میں اوّل الذکر رویے کے حامی نیاز فتحپوری اور ناسی پھڑکے
اور ثانی الذکر رویے کے علمبردار پریم چند اور وی۔ سی۔ کھانڈیکر ہیں۔

یوں تو نیاز فتحپوری کی افسانہ نگاری کا آغاز ۱۹۱۵ء میں
ہو چکا تھا تاہم جب انھوں نے ۱۹۲۲ء میں 'نگار' جاری کیا تو ان کے
افسانے 'نگار' کے شماروں میں ایک تسلسل کے ساتھ چھپنے لگے
اردو افسانے کی تاریخ میں نیاز کا نام ہمیشہ پریم چند اور سجاد حیدر
یلدرم کے ساتھ لیا جاتا رہے گا کیونکہ اردو افسانے کے خدو
خال کو سنوارنے میں ان کے رومان پرور قلم کا بھی بڑا حصہ ہے۔

نیاز کے ابتدائی دور کے افسانے خالص رومان پرور اور
تاثراتی انداز کے ہیں۔ بعد میں انھوں نے اپنے افسانوں کے
ذریعہ مذہبی ریاکاری اور مولویانہ ذہنیت کی تنگ نظری کا پردہ
فاش کرنے کی کوشش کی۔ یوں تو اُن کے افسانوں میں اصلاحی
رجحان ملتا ہے مگر ان کا رومانی اسلوب اصلاحی رنگ پر ہمیشہ حاوی
رہتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ پریم چند کی بجائے سجاد حیدر یلدرم
سے زیادہ قریب ہیں۔ نیاز کے افسانوں کا دور در اصل انشائے
لطیف یا نثر لطیف کا دور کہلاتا ہے، جس میں عشق و محبت، حسن و
شباب اور رومانی اندازِ فکر کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ اُن کے
افسانے "دو گھنٹے جہنم میں" کا یہ پیرا ملاحظہ فرمائیے جو اس عہد کی
رومانی انشاپردازی کا عمدہ نمونہ ہے۔

یہ افسانہ دانتے کی طربیۂ خداوندی سے متاثر ہو کر لکھا گیا
ہے۔ اور اکتوبر ۱۹۳۰ء کے نگار میں شائع ہوا تھا۔ جہنم میں ہیرو
کی ملاقات ابلیس، فرعون، شداد اور قارون جیسی نامور ہستیوں
سے ہوتی ہے مگر وہ مصر کی مشہور حسینہ کلوپیٹرا سے بے حد متاثر ہوتا

ہے اور کلوپیٹرا کے سراپا کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"دفعتاً میری نگاہ کلوپیٹرا کے بورڈ پر پڑی
تو میں ٹھہر گیا کیونکہ مجھے اس کی زیارت کا بڑا شوق
تھا۔ یہ بت کلوپیٹرا تھا۔ بلند و بالا، پُرشباب،
آشفتہ گیسو اور سر سے پاؤں تک بالکل عُریاں و
بے پردہ، میں حیران تھا کہ اگر کلوپیٹرا کو پتھر کا
بنا کر مبتلائے عذاب کیا گیا ہے تو اس کو خدا کے
جمالیاتی ذوق کی رعایت کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں
کہ دفعتاً وہ بت شق ہوا اور اس کے اندر سے
ایک عورت اسی شکل و صورت اور خد و خال کی
نمودار ہوئی۔ اس کے تمام جسم پر چھوٹے چھوٹے
آبلے موتی کی طرح چمک رہے تھے۔ لبوں
سے خون کے قطرے اور آنکھوں سے
عنابی رنگ کے آنسو ڈھلک کر گالوں پر رنگین
خط ڈالتے ہوئے نیچے گر رہے تھے۔ گلے
میں سفید انگاروں کا ایک ہار پڑا ہوا آگ کی
لپٹ سے جنبش میں آ کر جسم سے مس کرتا
تھا اور ہر بار اس کے گورے گورے جسم پر
ایک سُرخ نشان چھوڑ جاتا تھا۔ اس عالم میں بھی
اس پر ایک شاہانہ جلال کا رنگ پیدا تھا!"

رومانی اندازِ فکر، نیز لذّت آفرینی سے قطع نظر نیاز نے اُردو افسانے کی نثر کو خوبصورت تشبیہوں، معنی آفریں استعاروں اور زندہ محاوروں کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ نگارستان، اور جمالستان کے افسانے اُردو کے افسانوی ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک کا زمانہ نیاز کے افسانوں کا شباب کا زمانہ ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جب ہندوستان کا سیاسی، سماجی اور تہذیبی منظر نامہ تغیّر پذیر تھا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد گاؤں میں کسان اور شہر میں مزدور تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں۔ سامراجیت کے خلاف عوام کا غم و غصّہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جاگیردارانہ نظام اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔ طبقاتی کشمکش کا آغاز ہو چکا تھا۔ ایک عہد ختم ہو رہا تھا اور دوسرا عہد آنکھیں کھول رہا تھا۔

اس صورتِ حال میں نیاز اور ان کے قبیل کے دوسرے افسانہ نگاروں نے بہت جلد اندازہ لگا لیا کہ ان کا رومان پسند قلم حالات کے جدید تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء کے ایک خط میں وہ اپنے کسی دوست کو لکھتے ہیں:

"اب ہماری اور آپ کی افسانہ نگاری
کا دور ختم ہوا۔ پچھلے چند سال کے اندر جو انقلاب
اس فن میں ہوا ہے اس کو سنبھالنے کے لئے
جس آزادہ روی اور کھُل کھیلنے کی ضرورت
ہے وہ ہمیں آپ کو نصیب نہیں۔ اس
سے قبل افسانہ نگاری نام تھا صرف خیال
سے لذّت اندوز ہونے کا لیکن اب وہ
عملی زندگی کی چیز ہے۔"

اس زمانے میں رومانی اسلوب افسانے پر اس قدر حاوی تھا کہ بقول وقار عظیم:

"پریم چند جیسا حقیقت نگار بھی اکثر و بیشتر
اُسی کا پابند نظر آتا ہے۔"

مگر پریم چند بہت جلد اس جذباتیت اور رومانیت سے نکل آئے۔ پریم چند کی تاریخی اور اصلاحی کہانیوں کا دور ۱۹۲۰-۲۵ء کے آس پاس ختم ہو جاتا ہے جس میں انھوں نے ہندوستان کی گذشتہ عظمت اور کارناموں کو بیان کر کے ہندو[ستانیوں] کی رگوں میں جذبۂ حب الوطنی بیدار کرنے کی کوشش کی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں پریم چند نے سرکاری ملازمت کا طوق گلے سے اتار پھینکا، اور آزادیٔ وطن کی لڑائی میں شریک ہو گئے۔ اب ان کی اصلا[حی] تحریک نے سیاست سے مل کر زندگی سے ایک باہمی ربط پی[دا] کر لیا تھا۔ نیز ان کے یہاں موضوعیت اور مقصدیت کا احساس [بھی] بیدار ہو گیا تھا۔ اسی زمانے میں انھوں نے عید گاہ، مس پ[دما]، شطرنج کے کھلاڑی، دودھ کی قیمت، سوا سیر گیہوں، نئی بیو[ی]، نمک کا داروغہ، پوس کی رات، بڑے گھر کی بیٹی اور بٹوارہ میں سیاسی اور سماجی حقیقت نگاری کی بے لاگ ترجمانی کی۔

سب سے پہلے پریم چند ہی تھے جنھوں نے قلم سے تلوار کا کام لیا۔ اور افسانے کو وطن کی خدمت اور حصولِ آزاد[ی] کا وسیلہ بنایا۔ وہ جون ۱۹۳۰ء میں اپنے ایک دوست کو لکھ[تے] ہیں:

"میری تمنائیں بہت محدود ہیں۔ اس وقت
میری سب سے بڑی آرزو یہی ہے کہ ہم
جنگِ آزادی میں کامیاب ہوں۔ ادب اور وطن

قومی!

کی خدمت کا مجھے ہمیشہ سے دھیان ہے"۔

لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو افسانے کے ان تغیر پذیر ادوار میں پریم چند ہی ایک ایسے فنکار نظر آتے ہیں جن کے قلم نے تاریخ کے ہر موڑ پر افسانے کو جدید تقاضوں کا ترجمان بنایا اس لئے سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۳۶ء تک کی کہانی کے بدلتے روپ رنگ کی ہر جھلک پریم چند کے افسانوں میں نظر آتی ہے۔

اسی زمانے میں یعنی سنہ ۱۹۲۲ء میں مراٹھی میں دواکر کرشن کیل کر، نے مراٹھی افسانے کے رخ کو خارجیت سے داخلیت کی طرف موڑ دیا۔ اور افسانے میں کردار نگاری کا ڈول ڈالا۔ بالخصوص عورت کی مظلومیت، اس کے دکھ درد اور جذباتی کشمکش کو کہانی کے توسط سے فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ بیان کیا ہے اس ضمن میں ان کی کہانی [illegible] سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس میں کہانی کار نے مزالنی اور اشوک کی خاموش محبت کا ایسا پُرسوز نقشہ کھینچا ہے کہ دل تڑپ تڑپ اٹھتا ہے۔ یہاں گرجا بائی کیلکر اور آنندی بائی شرکے کا ذکر نامناسب نہ ہوگا جو منور نجن کال کی دو اہم خواتین افسانہ نگار ہیں۔ اور جنھوں نے اپنے افسانوں میں 'ناری جیون' کے مختلف پہلوؤں کا بنظرِ غائر جائزہ لیا ہے۔ اردو افسانے میں حجاب امتیاز علی تاج نے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا ہے، اُن کی تحریروں پر رومانی اسلوب نگاری کا اثر زیادہ ہے۔ تاہم انھوں نے طرزِ تحریر کی دلآویزی کے علاوہ خیالات کی پاکیزگی کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

دواکر کرشن کا اسلوب بھی خاصا رومان پسند اور شاعرانہ ہے انھوں نے تو نو کتھا کاروں کے عہد میں بھی اپنے اسلوب کی شعریت کو برقرار رکھا۔ مگر مراٹھی میں رومان پسندی اور شعری اسلوب کو معراجِ کمال تک پہونچانے والے سب سے بڑے کہانی کار نا۔ سی۔ پھڑکے ہیں۔ پھڑکے نے مراٹھی افسانے کے پُرانے ڈکشن کو یکسر ترک کر کے نیا ڈکشن دریافت کیا اور مراٹھی افسانے کو ایک نیا اُسلوب اور نئے آہنگ سے روشناس کرایا۔ غالباً اسی لئے پھڑکے کو مراٹھی لگھو کتھا کا سب سے بڑا بُت تراش کہا جاتا ہے۔ میرا وتسلا، لکشمی، چندرما، کام دھینو، رنبھا، شنکھ اُن کی مشہور کہانیاں ہیں۔ اُن کی کہانیوں کے تقریباً پچیس مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ مراٹھی کے مشہور نقاد م۔ نا۔ ادونت اُنہیں مراٹھی ادب کا کنگ مڈاس کہتے ہیں۔ کنگ مڈاس کو یہ وردان ملا تھا کہ وہ جس شے کو چھو لیتا تھا سونا ہو جاتی تھی۔ پھڑکے کے جادو نگار قلم نے بھی ناول افسانہ، انشائیہ، تنقید، سوانح، نثر کی جس صنف کو چھوا اُسے ادب کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

پھڑکے 'فن برائے فن' کے حامی و ہمنوا تھے اور انھوں نے افسانے کے تعلق سے "لگھو کتھا لیکھن منترآنی تنتر" میں اپنے نظریۂ فن کی بھرپور صراحت کر دی ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"افسانہ نگار کو چاہیئے کہ روزمرّہ کی زندگی میں پُرکیف واقعات کو نگاہِ تجسس سے دیکھے اور اپنے تجربے کو دلکش پیرائے میں بیان کرے۔ یہی مختصر افسانے کا اسلوب ہے"۔

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:

"مخصوص واقعات کو فنی چابکدستی سے ترتیب دینے کا نام ہی مختصر افسانہ ہے"۔

وہ افسانے کے آغاز اور انجام کو پُرکشش بنانے پر پوری توجہ صرف کرتے ہیں۔ اُن کا ہر افسانہ ڈرامائی ڈھنگ سے شروع ہوتا ہے اور ابتدائی فقرے سے ہی قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

اُن کے [illegible] نامی افسانے کی شروعات اس جملے سے ہوتی ہے:

"میرا خیال ہے کہ اگر دنیا کے سارے ڈاکٹروں اور حکیموں کو دریا بُرد کر دیا جائے تب بھی اس دنیا میں کسی کا رتی بھر نقصان نہیں ہوگا"۔

ان کے افسانوں کے بارے میں م۔ نا۔ ادونت لکھتے ہیں:

"پھڑکے کے افسانوں میں زندگی کا کوئی گہرا فلسفہ نہیں، تجربے کی رنگارنگی نہیں، واقعات کا تنوع نہیں، جذبات کی شدّت نہیں، اس کے باوجود ان کے افسانوں کی فضا کس قدر دلکش اور دل پذیر ہے"۔

پھڑکے للت ساہتیہ کے سب سے بڑے جادوگر ہیں:

مراٹھی میں 'ادب برائے زندگی' کے علمبردار اور حقیقت پسندی کے بانی وی۔ سی۔ کھانڈیکر ہیں جن کے افسانے پریم چند کی طرح سماجی حقیقت نگاری کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ کھانڈیکر نے پریم چند کی طرح نچلے متوسط طبقے کے سُکھ دکھ، اُن کی جذباتی کشمکش اور اقتصادی نابرابری کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا

اسی لئے آج بھی کھانڈیکر مراٹھی افسانے کا سب سے زیادہ مقبول اور
بڑا نام ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح پریم چند کو اردو ہندی کا کتھا
سمراٹ کہا جاتا ہے۔ مراٹھی میں کھانڈیکر کو بھی مراٹھی لگھو کتھا کے سمراٹ
کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۲۳ء میں مہاراشٹر ساہتیہ، میں اُن کی
پہلی کہانی شائع ہوئی جس کا عنوان تھا "گھر کُنا چے ؟" ۱۹۲۳ء سے
۱۹۴۱ء تک کے مختصر عرصے میں ان کے سولہ افسانوی مجموعے شائع
ہوئے۔ ماتر ہتیا، جیت کس کی؟، کنیا دان، سرسوتی پوجا، کتوں کی
برات، دیمک، سادھی کے پھول، گونگی محبت، پھٹی قمیص،
دو کنارے، کڑوی بھات اور چندر کور اُن کی چند مشہور کہانیاں ہیں
پریم چند کی طرح کھانڈیکر کی کہانیوں پر بھی گاندھی جی
کی تعلیمات کا کافی اثر رہا ہے۔ انھوں نے گاندھی ازم، سوشلزم
کمیونزم وغیرہ کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی کہانیوں کے
ذریعے اپنے عہد کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے۔ اس طرح ان
کے افسانے اپنے عہد کی سماجی، معاشی اور سیاسی حالات
کی دستاویز بن گئے ہیں۔

مراٹھی زبان میں اُن کی ادبی خدمات کے لئے انھیں
ہندوستان کے سب سے بڑے ادبی انعام "گیان پیٹھ"
پرسکار سے نوازا جا چکا ہے۔ مراٹھی میں تمثیلی کہانیاں لکھنے
کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔ انھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو تمثیلی
کہانیاں رقم کی ہیں جن میں دو دن بیگھہ، چکور چاند، سندر جترے
موتیا چے پیک، کافی مشہور ہیں۔

ادب میں ان کا نظریہ صاف ہے وہ زندگی میں اُن
صحت مند قدروں کے پجاری ہیں جو انسان کو انسانیت کے مرتبے
پر فائز کرتی ہیں۔
ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

"ادب صرف تخیل آرائی یا محض ذاتی احساسات
سے تخلیق پذیر نہیں ہوتا، احساس کا بیج شعور کی
دھرتی سے پھوٹتا ہے اور اپنے ارد گرد کے
خارجی اثرات قبول کر کے بیج سے پودا بنتا ہے۔
جب کوئی ادب پارہ تخلیق کے مرحلے سے
گزرتا ہے تو ہماری پانچ ہزار سالہ تہذیب
اس پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ نسل در نسل ہنساتا
رُلاتا اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہمارا ادبی ورثہ اسے
نکھارتا ہے۔ یہی ادب عام آدمی کے لئے باعث
کشش ہوتا ہے"۔

وہ اپنے افسانوں کے ذریعے سماج کو صرف تنقید کا
نشانہ نہیں بناتے بلکہ اسے ایک صحت مند نظریہ بھی دینا چاہتے ہیں۔
مراٹھی افسانے کے اس زریں عہد میں پھڑکے اور کھانڈیکر
کے ساتھ ہی گو۔ جوشی، اننت کانیکر، وی۔ وی۔ بوکل، ناگ۔ گورے
بھا۔ دی۔ وریرکر، شری۔ م۔ ماٹے بھی اُن کے شریک سفر تھے۔ اس
مختصر سے مضمون میں ان میں سے ہر ایک پر تفصیل سے روشنی ڈالنا ممکن
نہیں مگر یہ سچ ہے کہ مراٹھی افسانے کو موضوع، مواد اور تکنک کے
اعتبار سے خوب سے خوب تر بنانے میں ان افسانہ نگاروں نے
اپنا خونِ جگر صرف کیا ہے۔ اسی زمانے میں خواتین افسانہ نگاروں
میں وبھاوری شرورکر، کرشنا بائی، کملا بائی تلک، مالتی بائی
دانڈے کر اور آنندی بائی کرویسکر کے نام بھی قابل ذکر ہیں
جنھوں نے مراٹھی کہانی میں عورت کی زندگی کے مختلف مسائل
پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔

ادھر اردو میں پریم چند اور نیاز فتحپوری کے ساتھ
مجنوں گورکھپوری، حجاب امتیاز علی تاج، علی عباس حسینی اور
حامد اللہ افسر بھی افسانے کے میدان میں قدم رکھ چکے تھے۔ پریم چند
کا افسانوی سفر پورے شباب پر تھا کہ ۱۹۳۲ء میں "انگارے"
کی اشاعت نے اردو افسانوی ادب میں ایک انقلاب برپا کر دیا
پریم چند کے بعد ترقی پسند افسانے کی جو بساط بچھنے والی تھی،
"انگارے" اس کا پیش خیمہ تھا۔ انگارے میں اس عہد کے باغی
ادیبوں، سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر کی دس
کہانیاں شامل تھیں جس میں زوال پذیر جاگیردارانہ معاشرے اور اس
عہد کے باغیانہ ذہن کی عکاسی کی گئی تھی۔ اسلوب اور فارم کے لحاظ سے
بھی یہ افسانے اپنے پیش رو افسانہ نگاروں سے مختلف تھے۔

آل احمد سرور فرماتے ہیں:

"انگارے کے مصنفین نفسیاتی نقطۂ نظر
سے فرائڈ، فنی نقطۂ نظر سے جیمس جوائس
اور معاشی نقطۂ نظر سے کارل مارکس کے مقلد
تھے"۔

سجاد ظہیر کے الفاظ میں:

"ان کہانیوں میں سماجی رجعت پرستی اور
دقیانوسیت کے خلاف غصہ اور ہیجان کا بیباکانہ
اظہار تھا"۔

انگارے کی باغیانہ نثر کے نمونے کے لئے احمد علی کی
کہانی 'بادل نہیں آتے' میں ایک لڑکی کی بیباک سوچ اور ذہنی
رد عمل کا بیان دیکھئے۔ لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف
ایک دیندار مولوی سے کر دی جاتی ہے۔ وہ سوچتی ہے:

"نگوڑے بادل نہیں آتے۔ گرمی اس تراخے
کی پڑ رہی ہے کہ معاذ اللہ، تڑپتی ہوئی مچھلی کی طرح
بھنے جاتے ہیں۔ عورت کمبخت ماری کی بھی کیا
جان ہے۔ کام کرے، کاج کرے۔ اس پر طرہ یہ
کہ بچے جننا۔ جی چاہے نہ چاہے، میاں موئے
کا جی چاہا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ ادھر آؤ میری جان،
میری پیاری، تمہارے نخرے میں گرم مسالہ۔ ہٹو بھی
تم پر تو ہر وقت شیطان ہی سوار رہتا ہے۔ نہ دن
دیکھو نہ رات۔ ہائے مار ڈالو۔ کٹاری مار دو نا۔ ہاتھ
نگوڑا مروڑا۔ کہاں بھاگی جاتی ہو۔ سینے سے چمٹ
کر لپٹ جاؤ۔"

اس کہانی میں ایک مولوی کی جنسی لذت پرستی، عورت کی
بے چارگی، اور ایک نفرت انگیز بدبودار ازدواجی زندگی کے رشتے
بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ افسانہ اردو میں شعور کی رو کی تکنیک کا پہلا
افسانہ تھا جسے بعد میں خود احمد علی اور سجاد ظہیر نے زیادہ فنی مہارت
سے برتا۔ قرۃ العین حیدر نے 'آگ کا دریا' جیسا شاہکار اسی تکنیک
میں تخلیق کیا تھا۔ انگارے کی جرأت و بے باکی نے نئے لکھنے والوں
کے سامنے نئی نئی راہیں کھول دیں اور اس کے بعد آنے والے ترقی پسند
افسانہ نگاروں پر 'انگارے' کے دوررس اثرات نمایاں طور پر دیکھے
جا سکتے ہیں۔ خود پریم چند کا معرکۃ الآرا افسانہ 'کفن' جو 'انگارے'
کی اشاعت کے چار سال بعد لکھا گیا، اس کے اثرات سے مبرا نہیں ہے۔

وقار عظیم 'انگارے' کو نئے اور پرانے افسانے کے درمیان
ایسی کڑی مانتے ہیں جو دونوں کو جوڑتی نہیں بلکہ الگ الگ
کرتی ہے۔

'انگارے' کے بعد پریم چند کا 'کفن' اردو افسانے کی روایت
میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں زندگی اور فن کا
بڑا امتزاج ہے۔ اس افسانے کے بعد اردو افسانے کو اپنا
اسلوب بدلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ 'کفن' اور 'انگارے' کا موازنہ
کرتے ہوئے وقار عظیم لکھتے ہیں:

"'کفن' کی رہنمائی اور 'انگارے' کی رہنمائی میں
سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ ایک نے مستقبل
کے افسانے کو ایک سنجیدہ، دھیمی، سبک
لیکن دیرپا بغاوت کی راہ دکھائی اور دوسرے
نے جارحانہ انداز فکر کو انقلاب کا پیش خیمہ
سمجھنے کی روش عام کی۔ ۱۹۳۵ء کے بعد
سے ہمارا مختصر افسانہ کہیں ایک کا اور کہیں
دوسرے کا پیرو بن کر آگے بڑھا ہے۔"

مراٹھی میں ٹھیک ۱۹۳۵ء میں وامن راؤ چور گھڑے نے نئے
نہج کی کہانیاں لکھیں اور مراٹھی افسانے کے قاری کو ایک نئے جہان
باطن سے روشناس کرایا۔ اُن کی کہانیاں انسان کے خارج کی بجائے
باطن سے سروکار رکھتی ہیں۔ اُن کے افسانوں میں انسان کے داخلی
جذبات و احساسات کا اظہار بڑے فنکارانہ ڈھنگ سے کیا گیا ہے
اپنے اسٹائل کی وجہ سے۔۔ اپنے ہمعصروں میں سب سے الگ
اور منفرد نظر آتے ہیں۔ کانچ کی ، سسکار، چپل، کلا جیون، روٹی
کی کہانی، گوری بیوی، اُن کی چند مشہور کہانیاں ہیں۔ اپنی کہانیوں
کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

"میری کہانیاں دراصل
میری اپنی ذات کا اظہار ہیں"

سچ تو یہ ہے کہ وامن راؤ کی کہانیاں بادِ صبا کا وہ جھونکا
تھا جس کے دامن میں اُن پھولوں کی خوشبو رچی بسی تھی جو دس
برس بعد 'نو کتھا' کے نام سے کھلنے والے تھے۔

اردو افسانے میں پریم چند نے پہلی مرتبہ ہندوستان
بالخصوص شمالی ہندوستان کی دیہی زندگی کے ماحول اور گاؤں
کے نچلے طبقے کے مسائل کو پوری دردمندی کے ساتھ پیش کیا
اردو میں اس روایت کو آگے بڑھانے والے افسانہ نگاروں
میں علی عباس حسینی، اعظم کریوی، سہیل عظیم آبادی، اوپندر ناتھ اشک
اور سدرشن کے نام خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۴۰ء تک کے
مراٹھی افسانے کا پس منظر قصباتی ہے۔ تاہم دیہی زندگی پر بھی چھٹ
پٹ افسانے مل جاتے ہیں۔ البتہ افسانے میں دیہات کو بہ طور
موضوع برتنے کا سہرا وینکٹیش ماڈگل کر کے سر ہے جو 'نو کتھا'
کے ایوان کا ایک اہم ستون ہیں۔

اردو میں کہانی کے روایتی ڈھانچے کی شکست کا عمل
'انگارے' کی اشاعت کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ نوجوان لکھنے
والوں کا ایک حساس اور ذہین گروہ مغربی تعلیم سے آراستہ ہو کر ادب

کے میدان میں داخل ہوچکا تھا۔ جن میں احمد علی، قاضی عبدالغفار، سجاد ظہیر، رشید جہاں، عزیز احمد، حیات اللہ انصاری، ممتاز مفتی اور ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری کے نام آتے ہیں۔ انھیں نوجوانوں میں سے چند نے ۱۹۳۶ء میں ترقی پسندی کی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اور ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت پریم چند نے کی۔ پریم چند نے اپنے تاریخی خطبۂ صدارت میں صاف لفظوں میں اعلان کیا:

"ہمیں اب حسن کا معیار تبدیل کرنا ہوگا۔ ہماری کسوٹی پر اب وہ ادب کھرا اُترے گا جس میں تفکر ہو، آزادی کا جذبہ ہو، حسن کا جوہر ہو، تعمیر کی روح ہو، زندگی کی حقیقتوں کی روشنی ہو، جو ہم میں حرکت، ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے سلائے نہیں۔ کیونکہ اب زیادہ سونا موت کی علامت ہے۔"

ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ پریم چند اب تصور پرستی، اور اصلاح پسندی کے دائرے سے نکل چکے تھے یا نکلنا چاہتے تھے ان کا آخری افسانہ کفن، اُن کے سبق اعتقادات کی نفی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ترقی پسند تحریک میں اس زمانے کے نوجوان ادیبوں کا ایک بہت بڑا گروہ بھی شامل ہوچکا تھا جن میں کرشن چندر، اوپیندر ناتھ اشک، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، حیات اللہ انصاری اور عصمت چغتائی کے نام نمایاں تھے۔

انھیں ایام میں جب ترقی پسند افسانہ اپنے تشکیلی دور سے گذر رہا تھا، مراٹھی افسانے میں بھی اضطراب اور بے چینی کی لہریں محسوس کی جانے لگی تھیں مگر اس میں ایک واضح تبدیلی ۱۹۴۵ء کے بعد ہی آسکی جب گنگا دھر گاڈگل اور ان کے ہمعصروں میں اروند گوکھلے، پو۔ بھا۔ بھاوے اور وینکٹیش ماڈگل کرنے اپنے پیش رو افسانہ نگاروں سے انحراف کیا اور نا۔ سی۔ پھڑکے کے نظریۂ فن کو یک قلم رد کرتے ہوئے بالکل ہی نئی وضع اور نئے آہنگ کے افسانے لکھنے لگا۔ اچانک دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور صرف ۱۲ برس کے عرصے میں دنیا ایک بار پھر تباہی اور بربادی کے دہانے پر آکھڑی ہوگئی، دوسری جنگ عظیم نے پورے کرۂ ارض کو دہلا کر رکھدیا۔ انسانی قدروں کی بساط درہم برہم ہوگئی۔ عالمگیر افراتفری، اخلاقی، روحانی اور تہذیبی قدروں کا زوال، خاندانی زندگی کا انتشار، رشتوں کا ٹوٹنا، مشینی عہد کی حشر سامانیاں، سیاسی ناآہنگیاں، اقتصادی نابرابری، عدم مساوات اور طبقاتی کشمکش، یہ تھا وہ منظر نامہ جس کی گود میں آگے چل کر اردو کا ترقی پسند افسانہ اور مراٹھی کی "نو کتھا" پروان چڑھنے والی تھی۔

ہمیں ایسے انتظامیہ کی ضرورت ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو عام آدمی اور ان کے مسائل کی بابت حساس دل و دماغ رکھتا ہو، نیز اپنے کام کرنے والوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہو کہ وہ صرف یہ سوچیں کہ انھیں اسی سمت مختلف سطحوں پر کام کی انجام دہی کرنی ہے۔

انجہانی شریمتی اندرا گاندھی

وزیراعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر نے
ع جلا کر ریاستی اسپورٹس فیسٹول کا ممبئی
ا رفروری کو افتتاح کیا۔ اِسے اکلوج لے
جائے گا۔ شری وجے سینہہ موہتے
' وزیر برائے بہبودی نوجوانان واسپورٹس
زی اننت راؤ تھوپٹے وزیر برائے
سپورٹ بھی نظر آ رہے ہیں۔

ڈاکٹر ڈی یس مرزا خین وزیر برائے ہاؤسنگ بنت نگر گھاٹ کوپر
ممبئی میں ۱۱ رفروری کو اونرشپ کے کاغذات مالکان کے سپرد کرتے ہوئے
س اسکیم کو ممبئی ڈسٹرکٹ کوآپریٹیو سوسائٹی نے نافذالعمل کیا ہے۔

گورنر شری کونا برہما کرراؤ ٹیلی ویژن پر نمیڈیا سیمنار میں ، فروری کے روز تقریر کر رہے ہیں ۔ تصویر میں شری این ۔ ڈی ۔ کے مورتی (سابق ڈائریکٹر ایف ۔ ٹی ۔ آئی ۔ آئی) اور نمیڈیا کے جیرمین شری ... بھی نظر آرہے ہیں

چیف سکریٹری شری بھالچندر دیشمکھ منترالیہ میں سنٹرل ٹیم کے ساتھ ۱۲ فروری کو بمبئی میں تبادلہ خیال کرتے ہوئے مرکزی سکریٹری برائے زراعت شری بی بی سکندر اور شری بی ۔ پی جاول اور بی ۔ کے گھوش بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں ۔ سنٹرل ٹیم ریاست کے قحط زدہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے آئی ہوئی ہے ۔

۲۶ ویں مہاراشٹر آرٹ نمائش کی مصوری کی نمائش کا افتتاح گورنر شری کنا پربھاکر راؤ کے ہاتھوں جہانگیر آرٹ گیلری میں ہوا۔ اس تصویر میں مشہور مصور وسنت راؤ مالی، وزیر تعلیم مسٹر پروفیسر رام میگھے اور محکمۂ جنگلات کے ڈائریکٹر شری بابو راؤ سرودیکر بھی نظر آرہے ہیں۔

گورنر شری کو. پربھاکر راؤ نے پنجابی لوک گیت کے ریکارڈ اور کیسیٹ کا اجراء ۵ رفروری کو اوبیرائے ٹاورز ممبئی میں کیا۔ اس ریکارڈ کو میوزک انڈیا لمیٹڈ نے پنجاب کی روح کے عنوان سے تیار کیا ہے۔

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر، ڈاکٹر منموہن سنگھ، ڈپٹی چیرمین پلاننگ کمیشن سے نئی دہلی میں ۲۶ رفروری کو بات چیت کرتے ہوئے۔ شری سوشیل کمار شندے وزیر مالیات، شری نریندر تڑکے وزیر برائے امداد باہمی اور شری وی۔ سبرامنین وزیر برائے ہاؤسنگ اور شری بی۔ جی دیشمکھ چیف سکریٹری بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔

مرکزی وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات بیرسٹر وی۔ این گاڈگل شکشا پرسارک منڈل کے ایس۔ پی ہائی اسکول کے پلاٹینیم جوبلی سال تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے کرونند وڑ ضلع سولاپور میں شری گاڈگل نے شریمتی رادھا بائی بالکرشن جوشی کے نام کھولے جانے والے ٹکنیکل اسکول کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر کے مجوزہ مانخرد بیلاپور ریلوے لائن کے بارے میں، جو کہ بمبئی کو نئی بمبئی سے جوڑیگی، بات چیت کیلئے مرکزی وزیر برائے ریلوے شری بنسی لال سے نئی دہلی میں ملے۔

مہاراشٹر سے لوگوں کو روشناس کروانا ،
ر اشٹر اطلاعات مرکز نئی دہلی نے ۱۵ کتابچے
ئع کئے ہیں جن کا "مہاراشٹر جشنِ سیمیں" کے
ران اجرا کیا گیا - وزیر اعلیٰ شری شیوا جی راؤ
ل نلنگیکر نے ۵ دوبارہ چھاپے گئے کتابچوں
اجرا ۲ فروری کے روز کیا - تصویر میں ڈاکٹر
ں سبرامنین ، وزیر برائے ہاؤسنگ ، شری
یندر ترٹھکے ، وزیر برائے امداد باہمی - اور
ری آر - ایم - نجیب ڈائریکٹر اطلاعات مرکز
یٔ دہلی ، نظر آ رہے ہیں -

ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی وزیر مملکت برائے شہری ترقیات ، وزرائے مملکت کی ریاستی شہری ترقیات کے کنونشن میں تقریر کرتے ہوئے جو کہ شہری پانی فراہمی اور صفائی کے بارے میں وگیان بھون نئی دہلی میں منعقد کی گئی تھی -

ت درگالال مرکزی حکومت کے بین الریاستی ثقافتی
ر پروگرام کے تحت ریاستی محکمہ ثقافتی امور کے ذریعہ
ندہ پروگرام میں کتھک رقص پیش کر رہے ہیں یہ پروگرام
اشٹر جشنِ سیمیں تقریبات کے حصہ کے
ر پر پیش کیا گیا تھا -

شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ مرکزی وزیر برائے ہیومن ریسورسیز ایس۔ این۔ ڈی۔ ٹی۔ خواتین کی یونیورسٹی بمبئی میں ۱۱ر فروری کو اسناد تقسیم کرتے ہوئے۔

وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نلنگیکر رامیشور داس برلا ایوارڈ، ڈاکٹر رابرٹ گیلو کو ان کی ریسرچ خدمات کے عوض برلا ماتوشری سبھا گرہ بمبئی میں ۱۲ر فروری کو دیتے ہوئے۔

محکمۂ اطلاعات و رابطہ عامہ کے نئے ڈائریکٹر جنرل شری پرمود مانے کا منترالیہ میں شری چندر کانت بھوگٹے صدر لیجسلیٹیو رپوٹرز ایسوسی ایشن نے پھولوں کا گلدستہ دیکر استقبال پریس روم منترالیہ میں ۱۳ر فروری کے روز کیا۔

❀ اورنگ آباد کی "پن چکی" سیاحوں کے لیے بے حد پُرکشش ہے

...: Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of postage*

کولھاپور کے رنکالا تالاب اور محل کے دلکش نظارے

[illegible]

19 MAY 1986

قومی راج

مراٹھی، ہندی، انگریزی، گجراتی، سندھی اور اردو چھ زبانوں میں ہر ماہ یکم ۔ ا ادارہ ۔ ... تاریخ کو شائع ہوتا ہے

سالانہ۔ دس روپے ★ فی پرچہ: پچاس پیسے

شمارہ نمبر ۶، ۷ ۔ جلد نمبر ۱۳ (مشترکہ شمارہ ۲۵ مارچ اور ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء)

چیف ایڈیٹر: پی اے مانے • منیجنگ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں • ایڈیٹر: فیروزہ نیاز خان • سب ایڈیٹر: عبداللہ

ترتیب

صفحہ نمبر

پینے کے پانی کی فراہمی کے مسئلہ

اور سوکھے کی صورتحال پر قابو پانے کیلئے مستحکم اقدامات کئے جائینگے

وزیر اعلیٰ کی یقین دہانی

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے ریاست میں پیدا شدہ سوکھے کی صورتِ حال پر قابو پانے اور پینے کے پانی کی فراہمی کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے حتی الامکان کوشش کرنے کا یقین دلایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان مسائل کو حل کرنے میں موجودہ اقدامات ناکافی پائے گئے تو مزید اقدامات کئے جائیں گے۔

آل انڈیا ریڈیو اور دور درشن پر اپنے نشریہ میں وزیر اعلیٰ نے عوام کو ریاست میں صاف ستھرے کارگذار اور مستعد انتظامیہ قائم کرنے کا یقین دلایا۔

وزیر اعلیٰ کے بیان کا متن حسب ذیل ہے :-

" مجھے ریاستی کانگریس لیجسلیچر پارٹی کے فیصلے اور ہائی کمان کی خواہش کے مطابق مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ میں ان دونوں کا شکر گذار ہوں۔ چونکہ انھوں نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ ذمہ داری عائد کی ہے۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ میں ریاست کو درپیش چند مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار کر دوں۔

مہاراشٹر کے مسائل میرے لئے نئے نہیں ہیں۔ میں ان مسائل کا بخوبی علم رکھتا ہوں جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے ان مسائل پر مجھ سے گفتگو کی ہے۔

اس ریاست کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے ذمہ داری قبول کرنے کے بعد مجھے اولیت کی بنیاد پر ریاست میں ۱۰ تا ۱۱ ہزار دیہاتوں میں پھیلے ہوئے قلت جیسے حالات، پینے کے پانی اور مویشیوں کے لئے چارے کی فراہمی کے مسائل کو حل کرنا ہی ہے۔ ان تین مسائل کو حل کرنے کے لئے حکومت اقدامات کر چکی ہے۔ مجھے ان اقدامات کا از سر نو جائزہ لینا ہے اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو میں سرکاری افسران سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد دوسرے مناسب اقدامات کروں گا۔

ان مسائل کے ساتھ ساتھ مجھے ریاست کے پسماندہ علاقوں کے پچھڑے رہنے کا بھی بخوبی علم ہے۔ یہ دوسرے مسئلوں کی طرح اہم ہے اور اس پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں مضبوط، مستحکم اقدامات کئے جائیں گے تاکہ آئندہ ان علاقوں کے پچھڑے رہنے کا تدارک ہو سکے۔ ان علاقوں کی پسماندگی دور کرنے کے لئے حکومت نے اقدامات کئے ہیں۔ ان دونوں مسائل کے بارے میں تفصیلی بات چیت کرنے کے بعد ان کی بابت اعلان کیا جائے گا۔

اس موقع پر میں انتظامیہ کو صاف ستھرا اور مستعد بنانے کا یقین دلاتا ہوں تاہم یہ کام میں اس وقت ہی کر سکوں گا جبکہ مجھے تمام متعلقہ افراد کی جانب سے پُر خلوص تعاون حاصل ہوگا۔

لہٰذا میں ریاست کی عظیم روایت کے پیشِ نظر عوام سے تعاون کی اپیل کروں ۔ یہ بات عین مناسب ہوگی اگر میں ان اہم کاموں کی تکمیل کے لئے تمام سمتوں سے تعاون کی امید کرتا ہوں۔"

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان
کا
پُرجوش استقبال

۱۳ مارچ کو دوپہر کے وقت جب شری ایس۔ بی چوان، نامزد وزیراعلیٰ کی حیثیت سے سرکاری طیارے کے ذریعے سانتا کروز ایر پورٹ پر تشریف فرما ہوئے تو آپ کے پُرجوش استقبال کے لئے لوگ جوق در جوق آگے بڑھے۔

شری نریندر ترٹکے، شریمتی پربھا راؤ، صدر، مہاراشٹر ایم پی سی سی (آئی)، شری بی۔ جی دیشمکھ، چیف سیکریٹری، شری سوریہ کانت جوگ، ڈائرکٹر جنرل آف پولس، شری شرد کالے، وزیر اعلیٰ سے سکریٹری، شری پی۔ بی۔ پی مہاتہ، سکریٹری جی اے ڈی (میزبانی) اور شری ڈی۔ ایس۔ سومن، پولس کمشنر آپ کے استقبال کیلئے موجود تھے۔

سابق کابینہ کے ممبران، ایم۔ ایل۔ اے حضرات، ممبران پردیش کانگریس ایگزیکیٹو اور آپ کے مداحوں کی جانب سے آپ کی خوب خوب گلپوشی کی گئی۔

شری چوان کو خصوصی طور پر بنائے گئے ایک ڈائس تک بحفاظت لے جایا گیا جہاں آپ کے پارٹی ورکروں اور دیگر احباب نے آپ کو پھولوں میں لاد دیا۔

اس موقع پر وزیر اعلیٰ شری چوان نے فرمایا کہ انہیں اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ لوگ انہیں اس اہم ذمہ داری کو، اس کٹھن مرحلے کے موقع پر، اٹھانے کے لئے اپنا دلی تعاون پیش کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ ان کی حکومت میں عام آدمی کی فلاح و بہبود کو مرکزی حیثیت دی جائے گی۔ انہوں نے ایک صاف ستھرے انتظامیہ کی فراہمی کا وعدہ فرماتے ہوئے یقین دلایا کہ غریبوں اور عام لوگوں کو ان کی حکومت میں ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے گا۔

ریاستی کابینہ کی حلف برداری

شری شنکر راؤ چوان کی سربراہی میں مہاراشٹر کی بیس رکنی کابینہ نے ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء کے دن صبح دس بجکر ۴۰ منٹ پر راج بھون میں حلف اٹھایا۔ ریاست کی اس گیارہویں کابینہ کے وزراء کو گورنر شری کونا پربھاکر راؤ نے ان کے عہدے اور رازداری کا حلف دلوایا۔ حلف برداری کی اس تقریب میں سابقہ نیلنگیکر کابینہ کے وزراء، ممبرانِ پارلیمنٹ، اسمبلی اور بڑی تعداد میں پارٹی کے ورکر اور دیگر حضرات موجود تھے۔

سابق وزیر اعلیٰ شری شیواجی راؤ پاٹل نیلنگیکر وزارت میں ۲۵ وزراء شامل تھے جبکہ نئی کابینہ، بشمول وزیر اعلیٰ ۲۰ رکنی ہے۔

حلف برداری کے بعد وزراء منترالیہ تشریف لے گئے۔ وزیر اعلیٰ نے منترالیہ میں داخل ہوتے ہی شری شیواجی مہاراج کی تصویر پر پھول چڑھائے۔ اس کے بعد وزیر اعلیٰ کی صدارت میں کابینہ کی منترالیہ میں پہلی میٹنگ منعقد ہوئی۔

وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی چوان نے اس امر پر زور دیا کہ کارگذار انتظامیہ کے لحاظ سے ریاست مہاراشٹر کو پہلے جو امتیاز حاصل رہا ہے، اسے بحال کیا جائے گا۔

وزیر اعلیٰ نے مختلف محکمہ جات کے سکریٹریوں سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوستانہ فضا میں کام کیا جائے تاکہ انتظامیہ بہتر ہو اور اس کی کارگذاری نتیجہ خیز ثابت ہو۔

انہوں نے عوامی شکایت کے دفتر کی کارگذاری کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے حسب ضرورت تقویت پہنچائی جائے گی۔

آپ نے فرمایا کہ ریاست میں سوکھے کی صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی جائے گی۔

قومی راج

قلمدانِ وزارت

مہاراشٹر کے نئے وزیرِاعلیٰ شری ایس۔بی۔چوان نے اپنی نئی وزارت میں
عہدے تقسیم کرتے وقت کلیدی قلمدان، داخلہ، جنرل ایڈمنسٹریشن اور آبپاشی
اپنے پاس ہی رکھے۔ وزیرِ اعلیٰ نے شہری اراضی حدبندی، جیل، اطلاعات اور
تعلقاتِ عامّہ اور پروٹوکول جیسے اہم قلمدانوں کا بار بھی اٹھایا ہے۔

شری سوشیل کمار شندے جو سابقہ نیلنگیکر وزارت
وزیرِ مالیات اور منصوبہ بندی تھے، یہی قلمدان سنبھالیں۔
کے علاوہ صنعت اور قانون وعدلیہ بھی ان ہی کے
ے ہوں گے۔

قانون وعدلیہ کا قلمدان قبل ازیں سابق وزیرِاعلیٰ
پاس تھا جبکہ صنعت کے وزیر شری سدھاکر نائیک
ے جنہیں نئی وزارت میں نہیں لیا گیا ہے۔

ڈاکٹر وی۔سبرامنین کو شہری ترقیات کا شعبہ دیا گیا
۔ جو پچھلی وزارت میں وزیرِ اعلیٰ ہی کے پاس تھا۔ ڈاکٹر
مینی ہاؤسنگ سلم سدھار، مرمت اور تعمیرِ مکانات شعبہ
ت کے علاوہ سابقہ وزارت میں بھی ان کے پاس تھے،
ی، غذا اور شہری رسد ماحولیات اور خاص امداد کے
ان بھی سنبھالیں گے۔

پروفیسر رام میگھے جن کے پاس سابقہ وزارت
علیم، ٹیکنیکل تعلیم اور امپلائمنٹ کے قلمدان تھے ان
عہدوں کو سنبھالیں گے۔ اس کے علاوہ آپ سیاحت،
رٹس، یوتھ ویلفیئر اور ثقافتی امور کے نگراں بھی ہوں گے۔

سابقہ وزارت میں سیاحت اور ثقافتی امور کا
ان مسٹر جواہرلال دردا کے پاس تھا جنہیں اس مرتبہ
رت میں نہیں لیا گیا ہے۔

شری بھائی ساونت، نئی وزارت میں شراب بندی
نئے قلمدان کے علاوہ آپ حسبِ سابق صحتِ عامّہ،
یہات سدھار، ضمانت روزگار اسکیم، ماہی گیری۔
بندرگاہ۔ کھار اراضی۔ طبی تعلیم ادویات اور خاندانی بہبود
کے نگراں رہیں گے۔

شری بھگونت راؤ گائیکواڑ بھی دوبارہ وزارت میں
آ گئے ہیں۔ انہیں زراعت، باغبانی اور محنت کا قلمدان دیا
گیا ہے۔ شری اے۔آر۔ انتولے اور شری بابا صاحب بھوسلے
کی سابقہ وزارتوں میں بھی یہی امور ان کے ذمے تھے اس
کے علاوہ شری گائیکواڑ کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی (سی اے
ڈی اے) اور باز آبادکاری کا قلمدان بھی سنبھالیں گے۔

شری ولاس راؤ دیشمکھ بھی دوبارہ لئے گئے ہیں اور
کابینہ میں ان کا درجہ بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ انہوں نے شری
بابا صاحب بھوسلے اور شری وسنت راؤ پاٹل کی وزارت
میں خدمات انجام دی تھیں۔ اب شری دیشمکھ کو کلیدی
قلمدان محصول، امداد باہمی اور پبلک ورکس کا قلمدان دیا گیا
ہے۔ اس کے علاوہ لیجسلیٹو آفیئرس اور ٹرانسپورٹ بھی ان
کے ذمے ہیں۔

لیجسلیٹو آفیئرس یعنی قانون سازی امور اور امداد باہمی
کا قلمدان سابقہ کابینہ میں سب سے زیادہ سینیئر وزیر شری
این۔ ایم۔ تڑکے کے پاس تھا۔ انہیں بھی اب نہیں لیا گیا ہے۔

کابینی درجے کے وزیر شری شیواجی راؤ موگھے ضلع
ایوت محل کے قبائیلی علاقے کے نمائندے ہیں۔ انہیں
جنگلات کا شعبہ دیا گیا ہے جو سابقہ وزارت میں شری
سروپ سنگھ نائیک کے پاس تھا جنہیں اب شامل نہیں کیا گیا۔
شری جے۔ٹی مہاجن، شریمتی رجنی ساتو، سابقہ

(باقی صفحہ نمبر ۲۹ پر)

قومی راج

ڈاکٹر شنکر دیال شرما

مہاراشٹر کے نئے گورنر

۳ اپریل کی صبح کو، راج بھون، بمبئی کے دربار ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے مہاراشٹر کے گورنر کی حیثیت سے حلف لیا۔ انہیں بمبئی ہائی کورٹ کے کارگذار چیف جسٹس شری ایم۔ ایچ۔ کانیا نے عہدے کے تئیں رازداری کا حلف دلایا۔ ڈاکٹر شرما نے مراٹھی زبان میں حلف لیا۔

اس موقع پر گورنر موصوف کی اہلیہ شریمتی وملا شرما، وزیر اعلیٰ شری چوان کی شریک حیات، شریمتی کسم تائی چوان اسمبلی کے اسپیکر، شری شنکر راؤ جگتاپ، کابینی رفقا، چیف سیکریٹری شری بی۔ جی۔ دیشمکھ اور اعلیٰ افسران وغیرہ موجود تھے۔

ڈاکٹر شرما جب صبح بمبئی ایر پورٹ پر تشریف فرما ہوئے تو مہاراشٹر کے وزیر مملکت برائے توانائی، اطلاعات و رابطہ عامہ اور میزبانی، ڈاکٹر شریکانت جچکر اور چیف سکریٹری شری بی۔ جی۔ دیشمکھ نے آپ کا استقبال کیا۔

ایر پورٹ سے جب آپ راج بھون پہنچے تو وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان اور ان کے کابینی رفقا نے آپ کا سواگت کیا۔

مختصر تعارف

ڈاکٹر شنکر دیال شرما ۱۹ اگست ۱۹۱۸ء کو مدھیہ پردیش کے شہر بھوپال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام شری خوشی لال شرما ویدیا شاستری اور والدہ محترمہ کا نام سبھدرا شرما ہے۔ گورنر موصوف کی شادی ۷ مئی ۱۹۵۰ء کو وملا جی (شریمتی وملا شرما) کے ساتھ ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

ڈاکٹر شرما کا تعلیمی ریکارڈ بھی بہت شاندار رہا ہے۔ آپ نے سینٹ جانس کالج، آگرہ، الہ آباد یونیورسٹی، لکھنؤ یونیورسٹی، فزولیم کالج، کیمبرج یونیورسٹی، ہارورڈ لاء اسکول، زیورچ یونیورسٹی، پیرس یونیورسٹی، لندن یونیورسٹی اور لنکا نس میں تعلیم حاصل کی۔

ڈاکٹر شرما انگریزی، ہندی اور سنسکرت ادب میں ایم۔ اے ہیں جن میں انہوں نے اول مقام حاصل کیا تھا۔ آپ نے لکھنؤ یونیورسٹی سے ایل ایل ایم پاس کیا اور اس امتحان میں بھی اول ہی آئے تھے۔ آپ نے کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی اور لندن یونیورسٹی سے پبلک

نئے گورنر مہاراشٹر کی رسم حلف برداری کی تقریب ۳ر اپریل ۱۹۸۶ء بروز جمعرات صبح ۱۱ بجے دربار ہال، راج بھون، بمبئی میں انجام پائی۔ زیر نظر تصویر میں ڈاکٹر شنکر دیال شرما کو مہاراشٹر کے نئے گورنر کی حیثیت سے حلف دلاتے ہوئے بمبئی ہائی کورٹ کے کارگزار چیف جسٹس شری ایم ایچ کانیا کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان گورنر کے داہنی جانب اور چیف جسٹس کے بائیں جانب مہاراشٹر کے چیف سیکریٹری شری بی۔ جی دیشمکھ بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ایڈمنسٹریشن میں ڈپلوما حاصل کیا۔

بار ایٹ لا کے علاوہ آپ ۴۹-۱۹۴۷ء میں ہاورڈ لا اسکول کے فیلو بھی رہ چکے ہیں۔

لکھنؤ یونیورسٹی نے آپ کو سماجی خدمات کے صلے میں "چکرورتی گولڈ میڈل" عطا کیا تھا۔ آپ لکھنؤ یونیورسٹی میں تقریباً ۹ سال تک قانون کے استاد رہے کیمبرج یونیورسٹی میں بھی آپ ۴۷-۱۹۴۶ء میں قانون کی تعلیم دے چکے ہیں۔

آپ ۱۹۴۰ء میں ایک ایڈوکیٹ کی حیثیت سے قانونی پیشے میں داخل ہوئے۔ ایک مجاہد آزادی اور ممتاز کانگریسی لیڈر کی حیثیت سے ڈاکٹر شرما نے بھوپال کے انضمام کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ اپریل ۱۹۵۲ء سے نومبر ۱۹۵۶ء تک ریاست بھوپال کے وزیر اعلیٰ تھے نیز ۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء سے ۲۴ر مارچ ۱۹۷۷ء تک آپ نے مرکزی وزیر برائے مواصلات کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۴ء تک کانگریس کی صدارت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا تھا۔ آپ پانچویں اور ساتویں لوک سبھا کے لئے منتخب بھی ہوتے تھے۔ اگست ۱۹۸۴ء میں آپ آندھرا پردیش اور ۱۹۸۵ء میں پنجاب کے گورنر رہ چکے ہیں اور اب مہاراشٹر کی گورنری کا بار آپ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔

آپ کئی جریدوں کے مدیر رہ چکے ہیں چنانچہ "اردو علم ولوز"۔ ہندی "جیوتی" اور سوشلسٹ انڈیا ۷۲-۱۹۷۱ء میں آپ کی ادارت میں نکلتے رہے ہیں نیز کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان نے
گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کی بمبئی آمد پر گرمجوشی
سے استقبال کرتے ہوئے ۔

وزیراعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان، ۳؍
اپریل ۱۹۸۶ء کو مہاراشٹر کے سابق گورنر شری کونا
پربھاکر راؤ کو راج بھون، بمبئی میں الوداع کے
موقع پر گلدستہ پیش کر رہے ہیں ۔

۳؍اپریل ۱۹۸۶ء کو وزیر مملکت برائے توانائی
اطلاعات و رابطۂ عامہ اور میزبانی شری سری کانت
جگتاپ نے گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کا،
سانتا کروز ہوائی اڈے پر سواگت کرتے ہوئے ۔

نئی کابینہ ـــ وزراء کا تعارف

کابینہ درجہ کے وزراء

شری شنکر راؤ بی۔ چوان

وزیر اعلیٰ

جنرل ایڈمنسٹریشن (عام انتظامی امور)، امور داخلہ (ہوم ڈپارٹمنٹ)، جیل خانے، آبپاشی، شہری تجدید اراضی (اربن لینڈ سیلنگ)، اطلاعات و رابطۂ عامہ، پروٹوکول (میزبانی) اور وہ تمام محکمے جو کسی وزارت کی ماتحتی میں نہ آتے ہوں۔

آپ کی پیدائش ضلع اورنگ کے مقام پیٹھن میں ۱۴ جولائی ۱۹۲۰ء کو ہوئی۔ آپ مدراس یونیورسٹی سے گریجویٹ ہوئے اور عثمانیہ یونیورسٹی سے قانون (لاء) کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے طلباء کی تحریک کو منظم کرنے سے گہری دل چسپی ظاہر کی اور سابق ریاست حیدرآباد کی "کورٹ چھوڑ دو" تحریک کے دوران پیشۂ وکالت ترک کردیا آپ نے لوکل باڈیز کی آل انڈیا فیڈریشنوں میں بھی کام کیا ہے۔ "مزدور تحریک" میں آپ نے نہ تھکنے والے کارکن کی حیثیت سے بڑا نام کمایا اور زرعی مزدوروں کی "کم ترین اجرت کمیٹی" کے ایک ممبر کی حیثیت سے کام انجام دیا۔

امداد باہمی کے میدان میں آپ ناندیڑ کو-آپریٹو سینٹرل بینک" کے نائب صدر تھے اور "حیدر آباد اسٹیٹ کوآپریٹیو بینک" کے ڈائرکٹر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے مرکزی کوآپریٹیو یونین، حیدرآباد کو بھی اپنی خدمات سے نوازا۔ آپ تین سال تک ناندیڑ ٹاؤن میونسپلٹی کے صدر رہے۔ آپ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ایک رکن اور مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی کی ایکزیکیٹیو کمیٹی (مجلس عاملہ) کے ممبر ہیں۔

آپ سابق بمبئی ریاستی منسٹری" میں جسے نومبر ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی تنظیم نو کے بعد تشکیل دیا گیا تھا۔ ریوینو (محصول) کے نائب وزیر تھے۔ اس وقت یعنی ۱۹۵۷ء میں آپ ضلع ناندیڑ سے دھرم آباد حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوکر آئے تھے اور نائب وزیر محصول کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ کو مہاراشٹر کی پہلی کابینہ میں وزیر آبپاشی اور بجلی کی حیثیت سے ۱۹۶۰ء میں شامل کیا گیا۔

شری چوان دوسری بار مہاراشٹر لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے ضلع ناندیڑ دھرم آباد حلقۂ انتخاب سے ۱۹۶۲ء کے عام انتخابات میں چنے گئے تھے اور آپ کو آبپاشی بجلی اور برقی تولید کا قلمدان سونپا گیا تھا۔ ۱۹۶۷ء کے عام انتخابات میں شری چوان کا انتخاب بھوکر حلقۂ انتخاب سے ہوا تھا۔ اور آپ آبپاشی اور بجلی کے وزیر کی حیثیت سے جاری رکھے گئے۔ ۱۹۶۷ء سے آپ کانگریس لیجسلیچر پارٹی کے ڈپٹی لیڈر رہے۔ ۱۹۷۲ء کے عام انتخابات میں آپ بھوکر حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوکر آئے۔

آپ کو ۱۹ فروری ۱۹۷۵ء میں کانگریس لیجسلیچر پارٹی کا لیڈر منتخب کیا گیا اور ۲۱ فروری کو بحیثیت وزیر اعلیٰ کے آپ نے حلف اٹھایا۔

جنوری ۱۹۸۰ء کے عام انتخابات میں آپ کو

کانگریس (آئی) کے ٹکٹ پر لوک سبھا (پارلیمنٹ) کے لئے منتخب کیا گیا۔

آپ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۸۰ء کو مرکزی کابینہ میں بحیثیت وزیر تعلیم مقرر کئے گئے۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۴ء تک آپ حکومت ہند کے وزیر پلاننگ اور پلاننگ کمیشن کے نائب چیئرمین رہے۔ اگست ۱۹۸۴ء سے آپ مرکزی حکومت کے وزیر دفاع بنے۔

دسمبر ۱۹۸۴ء کے عام انتخابات میں کانگریس (آئی) ٹکٹ پر آپ کا انتخاب لوک سبھا (پارلیمنٹ) کے لئے عمل میں آیا۔

۳۱؍دسمبر ۱۹۸۴ء سے آپ کا تقرر مرکزی وزیر داخلہ کی حیثیت سے ہوا۔

شری بھائی ساونت :

وزیر صحت عامہ، زرعی ترقی، نشہ بندی، ضمانتِ روزگار اسکیم، ماہی گیری، بندرگاہیں، کھار اراضی، طبی تعلیم ڈرگس اور خاندانی بہبود۔

آپ ضلع سندھودرگ میں مجگاؤں (ساونت واڑی) میں ۴؍فروری ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے تھے۔ تعلیم بی ایس سی بی ایڈ تک ہے۔ آپ ساونت واڑی شکشن پرسار منڈل کے صدر، رتناگیری ضلع پریشد کے ورکس

اور صحت کمیٹی کے چیئرمین (۱۹۶۴ء سے ۱۹۶۷ء تک) زراعت اور امداد باہمی کمیٹی کے چیئرمین (۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۲ء)، صدر ضلع پریشد (۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۸ء)، ڈائرکٹر ایگرو انڈسٹریز کارپوریشن (۷۷-۱۹۷۵ء) ڈائرکٹر مہاراشٹر امداد باہمی مارکیٹنگ فیڈریشن، ضلع پریشد کے مالی معاملات پر کمیٹی کے کنوینر (۱۹۷۷ء)، ممبر لیجسلیٹو کونسل، سندھودرگ لوکل باڈیز کے حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوئے۔ بابا صاحب بھوسلے کی کابینہ میں آپ وزیر ریاست تھے اور وسنت راؤ پاٹل کی کابینہ میں کابینی وزیر۔ برخواست شدہ نیلنگیکر وزارت میں بھی آپ کابینی وزیر تھے۔

شری بھگونت راؤ گائیکواڑ

وزیر زراعت، ہاؤسنگ، کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی باز آبادکاری اور لیبر۔

تاریخ پیدائش ۴؍جولائی ۱۹۲۰ء۔ تعلیم ایس ایس سی تیرہ برس کی عمر سے ہی سیاست میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں یروڈا جیل میں مقید رہے۔ ۱۹۴۲ء سے تین سال تک خفیہ تحریک میں شرکت کی۔ تحریک آزادی گوا میں بھی شامل ہوئے — آئی ٹی وی ایس کے مصاحبین میں بھی رہے۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۸ء تک فارورڈ بلاک کے صدر تھے۔ ۱۹۷۵ء میں ناگپور میونسپل کارپوریشن کے میئر بنے۔ انتولے اور بھوسلے وزارتوں میں کابینی وزیر تھے۔

شری شیواجی راؤ شیورام جی موگے

جنگلات۔ سوشیل ویلفیئر۔ قبائلی سدھار۔ ڈیری ڈیولپمنٹ۔ مویشیوں کی دیکھ بھال۔

۲۷ مارچ ۱۹۴۵ء کو مقام منسوڑ، تعلقہ پوسد ضلع ایوت محل میں پیدا ہوئے۔ آپ ایم کام ایل ایل بی ہیں۔ بلحاظ پیشہ آپ وکیل اور کاشتکار ہیں۔
۱۹۷۰ء میں مہاراشٹر ادیواسی یووک سنگھ کا قیام عمل میں لایا اور اس کے ذریعے ادیواسی سماج میں اجتماعی شادیوں کی شروعات کی۔ ودربھ، مراٹھواڑہ میں ادیواسیوں کی تقریبات کا انعقاد کیا۔ ادیواسیوں میں ذات پات کا خاتمہ کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ نشہ بندی اور جوا کے خاتمے کے لئے کوششیں کیں گاؤں میں بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار کی فراہمی کا انتظام کیا۔ مختلف قسم کے پیشوں کے لئے امداد فراہم کی۔ ادیواسیوں کے مسائل کی بابت اخباروں کے ذریعے لوگوں کو روشناس کروایا۔ ۱۹۶۸ء سے کانگریس پارٹی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ایوت محل ضلع یوا کانگریس کے سکریٹری۔ ایوت محل ضلع کانگریس کے سکریٹری۔ دیگرس بلاک کانگریس کمیٹی کے صدر۔ ایوت محل ضلع راشٹریہ کسان مزدوروں کی پارٹی کے نائب صدر۔ ۸۵-۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے ممبر منتخب ہوئے۔ فروری ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء تک ودھان سبھا کی کاروائیوں کو انجام دیا۔ ادیواسی و سماجی بہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ سرکاری تعمیری منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔ ٹرانسپورٹ اور خصوصی امداد کے نائب وزیر رہے۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے لئے دوبارہ منتخب ہوئے ۱۲ مارچ سے یکم جون ۱۹۸۵ء تک سماجی جنگل بانی اور ادیواسی ترقیات کی وزارت کے ریاستی وزیر رہے۔
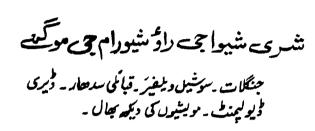
شری ولاس راؤ دیشمکھ

وزیر محصول، امدادِ باہمی، عمومی اشغال۔ قانون سازی سے متعلق امور اور ٹرانسپورٹ۔

ضلع لاتور کے بھابھل گاؤں میں ۲۶ مئی ۱۹۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم بی ایس سی، بی اے ایل ایل بی۔ صدر عثمان آباد ضلع یوتھ کانگریس (آئی) (۷۸-۱۹۷۵ء) ڈائرکٹر ریاست مہاراشٹر امداد باہمی بینک۔ ۱۹۷۹ء سے عثمان آباد ضلع کے مرکزی امداد باہمی بینک کے ڈائرکٹر، ممبر مہاراشٹر مجلس قانون ساز ۸۵-۱۹۸۰ء لاتور سے ۱۹۸۵ء میں مجلس قانون ساز کے لئے دوبارہ منتخب۔ شری باباصاحب بھوسلے کی کابینہ میں وزیر مملکت اور شری وسنت دادا پاٹل کی کابینہ میں بھی۔

شری سوشیل کمار شندے

مالیات ۔منصوبہ بندی صنعت ۔قانون وعدلیہ

پیدائش ۴ستمبر ۱۹۴۱ء میں شولاپور کے ایک پسماندہ جاتی میں پیدا ہوئے ۔آپ نے تعلیم کی ابتدا شولاپور میں اور تکمیل پونے میں کی ۔آپ بی۔ اے (آنرز) ایل ایل بی ہیں ۔
آپ نے اپنی تعلیم کی تکمیل بہت سی دشواریوں کو عبور کرتے ہوئے کی جس کے نتیجے میں آپ کو اسکولی تعلیم کے دوران واڈیا ہاسپیٹل اور شولاپور کی عدالت میں ملازمتیں کرنی پڑیں۔ اپنی مدد آپ کرنے کے عزم کی بنا پر آپ نے مشکل حالات پر آسانی سے قابو پالیا۔ سخت محنت کی بدولت آپ ترقی کی طرف پیش قدمی کرتے رہے ۔ ڈگری حاصل کرلینے کے بعد آپ پولس ڈپارٹمنٹ میں بحیثیت سب انسپکٹر کے شامل ہوئے ۔پولس ڈپارٹمنٹ میں ملازمت کے دوران بہت سے سیاسی کارکنوں سے واسطہ پڑا ۔چونکہ آپ مخلص دوستانہ انداز رکھنے والے اور نرم گفتار اور نرم طبیعت تھے اور سماجی خدمت کا جذبہ بھی دل میں تھا ۔آپ نے سرگرمی کے ساتھ سیاسی تحریکات میں حصہ لیا ۔ آپ کو مہاراشٹر کانگریس فورم برائے سوشلزم کا کنوینر نامزد کیا گیا تھا ۔اس لئے آپ محکمۂ پولس سے مستعفی ہوگئے ۔
شری شندے نے ضلع شولاپور کے کرمالا حلقۂ انتخاب سے قانون ساز اسمبلی کی امیدواری میں کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور ۱۹۷۴ء میں ایم ایل اے ہوگئے آپ کو ریاستی کابینہ میں بطور وزیر ریاست لے لیا گیا اور آپ کو جوانوں کی بہبودی اور ٹرانسپورٹ کے قلمدان تفویض کئے گئے ۔بعد میں آپ کو محکمہ سماجی بہبود دیا گیا۔ نیز جوانوں کی بہبودی، اسپورٹس اور ثقافتی امور، ڈیری ڈیولپمنٹ وغیرہ ۱۹۷۵ء میں سونپے گئے ۔
۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے بعد آپ کو صحت عامہ اور سماجی بہبودی کے محکمے سونپے گئے ۔
۱۹۷۸ء میں مجلس قانون ساز کے عام انتخابات میں شری شندے کا انتخاب شمالی شولاپور کے حلقۂ انتخاب سے ہوا ۔آپ کو بحیثیت وزیر برائے محنت وسیاحت مقرر کیا گیا ۔آپ کو بین الاقوامی لیبر کانفرنس میں بمقام جینیوا ، جون ۱۹۷۹ء میں مہاراشٹر کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی ۔اس کے بعد آپ نے انگلستان اور جرمنی کی سیاحت فرمائی تاکہ وہاں کے مزدور طبقے کے لوگوں کی زندگی سے واقفیت حاصل کریں۔
آپ کا انتخاب ۱۹۸۰ء کے عام انتخابات میں ریاستی مجلس قانون ساز کے لئے اسی حلقۂ انتخاب سے دوبارہ ہوا ۔ بابا صاحب بھوسلے کی کابینہ میں شری شندے ، وزیر مالیات ، منصوبہ بندی، سیاحت اور ثقافتی امور کی حیثیت سے تھے ۔ آپ شری وسنت راؤ پاٹل اور شری نیلنگیکر کی کابینہ میں بھی کابینی وزیر تھے ۔

قارئین کی رائے مطلوب

قومی راج میں شائع شدہ مضامین، تصاویر اور خبروں پر بے لاگ تبصرے اور مبصرانہ خیالات ادارے کے لئے مشعل راہ ہوں گے ۔جو یقیناً "قارئین کی رائے" میں شائع کئے جائیں گے اپنی رائے بطور خاص مرحمت فرمائیے (ادارہ)

ڈاکٹر وی۔ سُبرامنین

انرجی۔ ہاؤسنگ۔ شہری ترقیات

فوڈ اور سول سپلائز۔ ماحولیات۔ خاص امداد۔ سلم سدھار۔
مرمت اور تعمیر مکانات۔

آپ کی پیدائش ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو بمقام شیوگنگا،
قع رام ناتھ پورم، ضلع تامل ناڈو میں ہوئی۔ آپ بلحاظ تعلیم
اے۔ ایل ایل بی، ڈی۔ لٹ (بمبئی یونیورسٹی) ہیں۔ آپ نے
ی آرڈی نینس کور میں ملازمت کی۔ آپ ۷۷۔ ۱۹۴۷ء تک
اے ایس میں ملازم رہے۔ رجسٹرار کوآپریٹیو سوسائٹیز،
ریٹری محکمہ جاتِ محصول، داخلہ اور مالیات، ڈپٹی ٹیکسٹائل
نر کے طور پر بھی آپ نے کام کیا۔ ۱۹۷۴ء سے
ن مکھانند فائن آرٹس اینڈ سنگیت سبھا کے چیرمین۔
ین انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن کی ایکزیکیٹو کمیٹی
ممبر۔ بمبئی یونیورسٹی سینیٹ کے ممبر۔

پروفیسر رام میگھے

وزیر برائے تعلیم، تیکنیکی تعلیم، اسپورٹس، جوانوں
کی بہبودی، ثقافتی امور، روزگار اور سیاحت۔

پیدائش ۸ دسمبر ۱۹۲۸ء۔ تعلیم: ایم۔ کام
بحیثیت طالب علم کے آپ ناگپور یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹس
یونین کے سربراہ رہے۔ مہاراشٹر پردیش یوتھ کانگریس
کے سکریٹری اور صدر رہے۔ آپ گاندھی سو سالہ برسی کے
موقع پر یو ایس ایس آر کے لئے ہندوستانی وفد کے لیڈر
تھے۔ آپ کا پروفیسر ہونے کے ناطے بہت سے تعلیمی،
سماجی اور رفاہی تنظیموں سے تعلق رہا ہے۔ وڈنیرا ٹیکسٹائل ملس
کے قوم یانے میں آپ نے اہم رول ادا کیا اور اس طرح
ضلع کے صنعتی مسائل کو حل کرتے رہے۔
۸۰ - ۱۹۶۸ء کے دوران لیجسلیٹو کاؤنسل کے ممبر رہے۔
۱۹۸۰ء میں لیجسلیٹو کونسل میں اپوزیشن کے لیڈر رہے۔
برخواست ہونے والی نیلنگیکر کابینہ میں آپ وزیر تعلیم تھے۔

شری باپو صاحب پربھوگاؤنکر
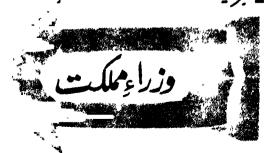
وزیر ریاست برائے پلاننگ، صنعت، کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی، بندرگاہیں ماہی گیری، باز آبادکاری اور کھاری زمین۔

تاریخ پیدائش ۱۲ اگست ۱۹۲۹ء، تعلیم بی اے۔ بلحاظ پیشہ معلم۔ بہت سی کمیٹیوں میں خدمات انجام دیں جن میں کوکن کے سمندری راستوں پر چلنے والی اسٹیمروں کے پر مسافروں کے بحری محصولوں سے متعلق مرکزی حکومت کی کمیٹی بھی شامل ہے۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں بجٹ کمیٹی کے صدر۔ ۱۹۸۵ء میں قانون ساز اسمبلی کیلئے دوبارہ منتخب۔ ۷۷-۱۹۷۶ء میں شری ایس۔ بی چوان کی کابینہ میں وزیر۔

شری انّا صاحب مسکے:

وزیر ریاست برائے آبپاشی، باغبانی، سماجی جنگل بانی اور زراعت۔

پیدائش یکم جون ۱۹۴۱ء بمقام لونی تعلقہ شری رامپور ضلع احمد نگر۔ تعلیم: بی ایس سی، ایل ایل بی۔ بلحاظ پیشہ: کاشتکار اور ایڈوکیٹ۔ آپ کئی سال تک کانگریس پارٹی کے رکن رہے۔ سکریٹری احمد نگر، ڈسٹرکٹ یوتھ کانگریس (آئی)، سات سال تک احمد نگر ضلع پریشد کے ممبر، عدم تشدد محاذ۔ پہلے پہل ۱۹۸۰ء میں مجلس قانون ساز کے لئے منتخب ہوئے اور غیر سرکاری بلوں اور تجویزوں کی کمیٹی کے ممبر رہے۔ مہاتما پھلے زراعتی یونیورسٹی کورٹ ممبر۔ ۱۹۸۰ء میں دوبارہ منتخب ہوئے۔

شری وسنت راؤ رام راؤ دھوترے

جنگلات۔ امداد باہمی۔ ضمانت روزگار اسکیم۔

آپ ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء، پڑسو تعلقہ و ضلع اکولہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی لحاظ سے آپ بی۔کام ہیں۔ اکولہ ضلع میں امداد باہمی سوسائٹیوں کے صدر اور ڈائرکٹر رہ چکے ہیں۔ گاؤں کی ترقی کے کاموں میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ زراعت کی فروغ کے لئے غریبوں کی مدد کی۔ ۱۹۶۴ء سے کانگریس کے ممبر رہے۔ ۸۵-۱۹۶۷ء اکولہ ضلع پرشد کے ممبر۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں ودھان سبھا کیلئے منتخب ہوئے۔

شری جے۔ ٹی۔ مہاجن

وزیر ریاست برائے داخلی امور، امور قانون ساز اسمبلی، ٹرانسپورٹ اور نشہ بندی۔

پیدائش: ۱۳ اگست ۱۹۲۴ء، بمقام مہادی، ضلع ایوت محل۔ تعلیم: بی۔ اے، بی۔ ٹی۔

۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۹ء سہادی گرام پنچایت کے سرپنچ۔ ۶۷-۱۹۶۲ء کے دوران پنچایت سمیتی، یاول کے سبھاپتی تھے۔ یاول سے آپ کا انتخاب مجلس قانون ساز کے لئے ۷۲-۱۹۶۷ء، ۷۸-۱۹۷۲ء، ۸۵-۱۹۸۰ء کے عام انتخابات میں ہوا تھا۔ آپ مختلف لیجسلیچر کمیٹیوں کے ممبر رہے۔ بانی اور چیئرمین جلگاؤں ڈسٹرکٹ، امداد باہمی ملک ڈیویلپمنٹ فیڈریشن بانی اور چیئرمین: مدھوکر امداد باہمی شوگر فیکٹری فیضل پور کالج کے قیام میں آپ نے اہم رول ادا کیا۔ آپ کا تعلق مختلف تعلیمی اداروں سے رہا ہے۔ آپ جلگاؤں ضلع کانگریس کمیٹی کے نائب چیئرمین اور چیئرمین تھے۔ شری وسنت راؤ پاٹل کی اور شری نیلنگکر وزارتوں میں آپ وزیر ریاست تھے۔

ڈاکٹر شری کانت راجچند رجچکر

جنرل ایڈمنسٹریشن۔

اطلاعات اور تعلقاتِ عامہ۔ انرجی۔ مالیات۔ پروٹوکول۔

آپ کا جنم ۱۴ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ہوا۔ آپ ایم بی بی ایس، ایم۔ ڈی کے علاوہ آئی اے ایس، ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایل ایل ایم بھی ہیں۔ آپ کانگریس (آئی) کے سرگرم رکن ہیں۔

ناگپور یونیورسٹی، طلبا سنگھ اور مہاراشٹر پردیش این ایس یو آئی (آئی) سنگھٹن کے آپ صدر رہیں۔ ۱۹۷۸ء میں یورپ میں منعقدہ بھارتیہ یووک شیشٹ منڈل کے وفد بطور ممبر شامل تھے۔ آپ بغداد، عراق، پاکستان، دوبئی اور دیگر غیر ممالک میں بین الاقوامی طلباء کے ہندوستانی وفد میں شامل رہے۔ مہاراشٹر طلبا سنگھ کی مجلسِ عاملہ کے جنرل سکریٹری رہ چکے ہیں۔ ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء تک آکاش وانی یوتھ مشاورتی بورڈ کے سکریٹری تھے۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں میڈیکل اسٹوڈنٹس یونین کے جنرل سکریٹری رہے۔ ۷۹-۱۹۷۲ء تک ناگپور یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے سکریٹری رہے۔ ۷۸-۱۹۷۷ء میں ناگپور یونیورسٹی سینیٹ کے سکریٹری تھے۔ ۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے۔

محکمہ آبپاشی سے اعلیٰ اختیاری کمیٹی کے رکن رہے۔
خستہ حال شکر کارخانوں کی تجدید کے نئے ایک انجمن کا
قیام عمل میں لایا۔

شری جگلکر نے پائیلیٹ کی ٹریننگ بھی لی ہے
اور فلائنگ ان کا ایک شوق ہے۔

شری روھیداس پاٹل

وزیر ریاست برائے محصول۔

پیدائش: ضلع دھولے کے مقام موہاڈی میں
۱۳ر جون ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم: بی ایس سی
طالب علموں کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔
۱۹۷۲ء میں دھولے ضلع پریشد کے لئے منتخب ہوئے۔
اور اس وقت ضلع مرکزی امداد باہمی بینک اور ریاستی
امداد باہمی مارکیٹنگ فیڈریشن کے چیئرمین ہیں۔ پونے
یونیورسٹی سینیٹ کے ممبر ریاستی یوتھ کانگریس (آئی) کے
جنرل سکریٹری۔ ۱۹۷۸ء سے مجلس قانون ساز میں دیوپور
حلقہ انتخاب کی نمائندگی کرتے رہے ہیں۔

شری اشوک پاٹل

وزیر ریاست برائے اشغال عامہ (پبلک ورکس)
نوجوانوں کی بہبودی، اسپورٹس، ثقافتی امور اور سیاحت۔

پیدائش ۶ر مارچ کو ضلع بیڑ میں ہوئی تعلیم بی اے
آپ کا تعلق مختلف سماجی اور تعلیمی تنظیموں اور اداروں
سے رہا۔ چیئرمین مہاراشٹر اسٹیٹ کھادی گرام ادیوگ منڈل
ضلع بیڑ۔ نائب صدر مہاراشٹر این ایس وی (آئی)۔
مارچ ۱۹۸۵ء میں مجلس قانون ساز کیلئے منتخب ہوئے۔

شریمتی رجنی ساتو

وزیر ریاست برائے صحت عامہ، طبی تعلیم، ڈرگس، خاندانی بہبودی اور قبائیلی بہبودی۔
پیدائش: ۱۳ر جولائی ۱۹۴۹ء تعلیم بی ایس سی (آنرز) ایل ایل بی، ایڈوکیٹ، جاگرتی مہیلا منڈل۔ کلمنوری کی ۱۹۷۶ء سے چیرمین۔ بین الاقوامی بچوں اور عورتوں کے پروگرام کی انتظام کار۔ ۱۹۷۶ء سے کانگریس کی سرگرم کارکن۔ ۱۹۸۰ء میں مجلسِ قانون ساز کے لئے منتخب ہوئیں۔ بھوسلے کابینہ میں صحت عامہ اور خاندانی بہبود نیز ثقافتی امور کی نائب وزیر اور وسنت راؤ پاٹل کی کابینہ میں وزیر مملکت تھیں۔

شریمتی چندریکا کینیا

آپ وزیر ریاست برائے قانون وعدالت، تعلیم، تیکنیکی تعلیم اور روزگار ہیں۔
پیدائش: ۱۳ر جنوری ۱۹۵۱ء تعلیم بی۔ اے ایل ایل بی، ایل ایل ایم، ڈی بی ایم۔ بحیثیت ٹیسٹ کرکٹ کھلاڑی کے آپ نے بین الاقوامی میچوں میں ہندوستان کی نمائندگی کی تھی۔ بحیثیت پیشہ آپ وکیل ہیں۔ آپ جنرل سکریٹری، فیڈریشن آف آل انڈیا وبمنس لائرا یسوسی ایشن، ممبر انڈین مرچنٹس چیمبرس، جنرل سکریٹری آف لاء ایم پی سی سی (آئی) اور بی پی سی سی (آئی) رہ چکی ہیں۔ آپ کا انتخاب بمبئی کے عمرکھاڑی حلقۂ انتخاب سے ۱۹۸۵ء میں مجلس قانون ساز کے لئے عمل میں آیا۔

شری ولاس ساونت

وزیر ریاست برائے فوڈ اور سول سپلائز، شہری ترقی اور لیبر۔
پیدائش ۱۵ر اپریل ۱۹۴۲ء، تعلیم، انٹرمیڈیٹ بمبئی کے نمایاں سماجی کارکن۔ پہلے پہل ۱۹۷۲ء میں مجلس قانون ساز کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ سکریٹری آل انڈیا یوتھ کانگریس (آئی) اور بی آر سی سی (آئی) کے عہدیدار۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں مجلسِ قانون ساز کیلئے دوبارہ منتخب۔

شری سیّد احمد

وزیر ریاست برائے ہاؤسنگ۔ جھونپڑپٹی سدھار۔

مرمت اور تعمیر مکانات۔ ماحولیات۔ اوقاف

شری سید احمد کی پیدائش ۹ مارچ ۱۹۴۵ء کے دن فیض آباد (اُتر پردیش) میں ہوئی۔ آپ تعلیمی لحاظ سے بی' اے (آنرز)، ایم' اے ریسرچ اسکالر ہیں۔

پیشے کے اعتبار سے شری سید احمد ایک چھوٹے صنعت کار ہیں اور کل ہند مسلم یوتھ فرنٹ کے نائب صدر ہیں۔ آپ آواز ثقافتی ادارے کے صدر، بمبئی ریجنل کانگریس کمیٹی کے اقلیتی سیل کے کنونیر بھی رہ چکے ہیں۔ ساؤتھ سنٹرل بمبئی ضلع کانگریس کمیٹی کے نائب صدر بھی ہیں اور دلت اور مسلم بستیوں کے مسائل کو حل کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے ممبر چنے گئے اور دوبارہ ۱۹۸۵ء میں ناگپاڑہ سے منتخب ہوئے۔

شری بالا صاحب کیشو راؤ جادھو

وزیر ریاست برائے دیہی سدھار۔ خاص امداد۔

جیل، ڈیری ڈیولپمنٹ۔

مویشیوں کی دیکھ بھال۔

آپ کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۴۷ء کو بمقام شیرور تاجبند، ضلع لاتور میں ہوئی۔ آپ بی۔ اے (سول) ہیں بلحاظ پیشہ آپ کاشتکار ہیں۔

انجینیرنگ، پالی ٹیکنک، بی' ایڈ اور ڈی ایڈ کالجوں اور ہائی اسکولوں کے قیام کے لئے مدد کی۔ آپ ضلع پریشد کے بھی ممبر رہ چکے ہیں۔ ۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۰ء میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے ممبر رہے۔ آپ دوبارہ مارچ ۱۹۸۵ء میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے لئے منتخب ہوئے اور دیگر حلقۂ انتخاب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ٹیکس سے مستثنیٰ
عبوری بجٹ

مہاراشٹر کا عبوری بجٹ ریاستی وزیرِ مالیات شری سوشیل کمار شندے نے براتے ۱۹۸۶-۸۷ء اسمبلی میں پیش کیا جس میں سال کے پہلے چار ماہ کے دوران اخراجات کی منظوری طلب کی گئی ہے۔ اس عبوری بجٹ میں ۱۲۱ء۳۶ کروڑ روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے۔ ایوانِ بالا میں اس عبوری بجٹ کو وزیرِ مملکت برائے مالیات شری سری کانت جچکر نے پیش کیا۔

اس عبوری راحت کے ابتدائی ۴ ماہ کی مدت، کے دوران آمدنی کا تخمینہ ۶۰۴۶ء۵۹ کروڑ روپے اور اخراجات کا تخمینہ ۶۰۸۲ء۸۰ کروڑ روپے لگایا گیا۔

اس عبوری بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے اور نہ ہی بجٹ میں تجویز کردہ ٹیکس کی شرح بڑھائی گئی ہے۔

اس بجٹ کے مطابق علی الترتیب ۴۴۴۲ء۱۰ کروڑ روپے اور ۴۵۵۷ء۰۶ کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ۱۱۴ء۹۶ کروڑ روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے۔ اصل کھاتے میں آمدنی اور اخراجات علی الترتیب ۱۶۰۴ء۴۹ کروڑ روپے اور ۱۵۲۵ء۷۴ کروڑ روپے لگائے گئے ہیں یعنی ۷۸ء۷۵ کروڑ روپے کا اضافہ ظاہر کیا گیا ہے۔

شری شندے نے فرمایا کہ اخراجات کے منصوبہ بند اور غیر منصوبہ بند دونوں طرح کے نئے آئٹموں کی صراحت۔ اس اضافی بجٹ میں کی جائے گی جو آئندہ سیشن میں ایوان میں پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ریاست کی معاشی صورتِ حال کا جائزہ سالانہ منصوبہ اور بجٹ برائے کارکردگی، اضافی بجٹ کے دوران پیش ہوگا۔

سالانہ منصوبہ

۱۹۸۶-۸۷ء کے لئے پلاننگ کمیشن کی جانب سے ۲۱۰۰ کروڑ روپے کا مجوزہ سالانہ منصوبہ رکھا گیا ہے جو ۱۹۸۵-۸۶ء کے تخمینے سے ۲۳ء۵ فی صد زیادہ ہے۔

اہم سیکٹر جیسے زراعت، آبپاشی، پاور اور صنعت مجموعی منصوبے کا ۵۳ فی صد میں اور پانی کی فراہمی، مکانات و شہری ترقیات ۱۸ فی صد۔ دیہی ترقیات کے لئے مجموعی تخمینہ شدہ رقم کا ۵ء۹ فی صد تجویز کیا گیا ہے جبکہ صحت کے لئے ۳ء۱ فی صد۔

۲۱۰۰ کروڑ روپے کے تخمینی منصوبے میں ۱۳۲۷ء۰۸ کروڑ روپے ۲۰ نکاتی پروگرام کے لئے ۱۷۹ء۲۴ کروڑ روپے اقل ترین ضروریات کے پروگرام کے لئے اور ۵۳ء۹۴ کروڑ روپے اس خصوصی کمپوننٹ پلان کے لئے جو درج فہرست جاتیوں اور نیو بدھسٹوں کے لئے ہے اور ۱۰۷ کروڑ روپے ٹرائبیونل تحتی پلان کیلئے ہیں۔

علاقائی نابرابری

علاقائی نابرابری کو دور کرنے کے لئے ۲۵۰ کروڑ روپے کا تخمینہ بھی آئندہ مالی سال کے لئے رکھا گیا ہے۔

بجٹ ایک نظر میں

بجٹ کے تخمینے برائے ۸۷-۱۹۸۶ء منظور شدہ تخمینہ

	رقم کروڑ روپے میں
(الف) محصول کھاتہ	
آمدنی	۴۴,۴۲ء۱۰
اخراجات	۴۵,۵۷ء۰۶
خسارہ	(–) ۱,۱۴ء۹۶
(ب) سرمایہ کے حساب (بشمول خالص عوامی کھاتہ)	
آمدنی	۱۶,۰۴ء۴۹
اخراجات	۱۵,۲۵ء۷۴
زائد	(+) ۷۸ء۷۵
(ج) جملہ	
آمدنی	۶۰,۴۶ء۵۹
اخراجات	۶۰,۸۲ء۸۰
خسارہ	(–) ۳۶ء۲۱

آبپاشی

آبپاشی کے مزید امکانات کے لئے نشانہ، ۸۷-۱۹۸۶ء کے دوران ۸۲,۰۰۰ ہیکٹر رکھا گیا ہے (بشمول ریاستی سیکٹر میں ان ۱۲۰۰۰ ہیکٹروں کے جن کا تعلق چھوٹے آبپاشی پروجیکٹ سے ہے)۔ ان بڑے اور درمیانی آبپاشی کے پروجیکٹوں کو اولیت دی جائے گی جو فی الحال جاری ہیں اور جو تکمیل کے مراحل میں ہیں اور جن کی آبپاشی کی صلاحیتیں ساتویں سالانہ منصوبہ کے دوران غالباً کلیتاً یا جزوی طور پر استعمال میں لائی جائیں گی۔ بڑے، درمیانی اور چھوٹے آبپاشی کے وہ پروجیکٹ جنہیں بیرونی طور پر امداد دی جاتی ہے۔ ان کے لئے مناسب رقمی گنجائش پیدا کی جائیں گی۔

پاور

۸۶-۱۹۸۵ء کے لئے نشانہ ۳۸۶۵ء۷ میگاواٹ کے اضافے کا تھا جس میں ۲۹۴۲ء۶ میگاواٹ تھرمل سیکٹر کے لئے اور ۹۵۶ء۵ میگاواٹ ہائیڈرو سیکٹر کے لئے تھے۔ چندر پور یونٹ III کے لئے (۲۱۰ میگاواٹ) اور

قومی راج

ارن سے مقام پر نئے گیس ٹربائن یونٹوں (۴ × ۱۰۸ میگاواٹ) کا نشانہ تھرمل پاور حاصل ہو چکا ہے۔ اس بات کی کوشش جاری ہے کہ چندر پور یونٹ IV (۲۱۰ میگاواٹ)، مارچ ۱۹۸۶ء کے اواخر تک جاری کیا جا سکے ہائیڈرو سیکٹر میں، بھنڈارداره (۱۰ میگاواٹ، تلاری (۶۰ میگاواٹ)، پینچ (۸۰ میگاواٹ ۔ جس میں مہاراشٹر کا حصہ ۲۶٫۵ میگاواٹ ہے)۔ امید ہے کہ مارچ ۱۹۸۶ء کے اواخر تک جانچ کر لئے جائیں گے جس سے ہائیڈرو پاور کی تولید کے نشانے کی تکمیل ممکن ہو سکے گی۔

ریاست کی معاشی صورتِ حال کے متعلق وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے نے فرمایا کہ خشک سالی کے سبب فصلوں کی پیداوار صرف ۹۱ لاکھ ٹن ہونے کے امکانات ہیں جبکہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں پیداوار ۹۷٫۳۶ لاکھ ٹن تھی۔ گنّے کی پیداوار کا اندازہ ۲۰۴ لاکھ ٹن ہے جبکہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں اس کی پیداوار ۲۰۹ لاکھ ٹن تھی۔ سالِ رواں کے دوران ۲۲٫۷ لاکھ ٹن شکر کی پیداوار کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

اسی طرح مونگ پھلی، مونگ پھلی کے تیل وغیرہ کی پیداوار میں بھی کمی واقع ہونے کے امکانات ہیں۔ البتہ کپاس کی فصل اطمینان بخش ہے اور کپاس کے حصول کی اجارہ دارانہ اسکیم کے تحت سالِ رواں کے دوران ۱۳۰ لاکھ کوئنٹل ٹن کی امید کی جا سکتی ہے

اسی طرح صنعتی پیداوار میں بھی خاطر خواہ اضافے کی امیدیں پائی جاتی ہیں۔

ذیل میں دئے گئے گوشواروں سے مختلف سیکٹروں میں مجوزہ تخمینہ اور مجموعی تخمینہ کا فی صد اور سالانہ منصوبہ کی تقسیم بلحاظ سیکٹر بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

گوشوارہ نمبر۲

جس میں سالانہ منصوبہ برائے ۸۷-۱۹۸۶ بلحاظ سیکٹر پیش کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر تخمینہ مجموعی تخمینے کا کتنا فی صد ہے۔

نمبر شمار	ترقیاتی سیکٹر	مجوزہ تخمینہ ۸۷-۱۹۸۶ء	مجموعی تخمینے کا فی صد
		(رقم لاکھ روپیوں میں)	%
۱۔	زرعی اور متعلقہ خدمات	۱۴۲,۹۰٫۰۰	۴۶٫۸۰
۲۔	دیہی ترقیات	۱۹,۹۱۸٫۴۰	۹٫۴۸
۳۔	آبپاشی اور سیلاب پر کنٹرول	۴۲,۴۸۵٫۰۰	۲۰٫۲۴
۴۔	پاور	۴۷۳۳۰٫۰۰	۲۲٫۵۵
۵۔	صنعت اور کان کنی	۷,۱۹۰٫۰۰	۳٫۴۲
۶۔	نقل و حمل اور خبر رسانی	۱۳,۳۹۰٫۰۰	۶٫۳۸
۷۔	سائنس، ٹکنالوجی اور ماحولیات	۱۸۵٫۰۰	۰٫۰۹
۸۔	عام معاشیاتی خدمات	۲۴۰٫۰۰	۰٫۱۱
۹۔	سماجی اور بستی کے لوگوں کی خدمات	۶۸۴۵٫۰۰	۳٫۲۶
۱۰۔	صحت	۶۵۲۰٫۰۰	۳٫۱۰

۱۱۔	پانی کی فراہمی، مکانات اور شہری ترقیات	۳۷,۷۸۶٫۶۰	۱۸
۱۲۔	اطلاعات و تشہیر	۱۴۵٫۰۰	۰٫۰۷
۱۳۔	درج فہرست جاتیوں، درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ جاتیوں کی بہبودی	۲,۲۵۵٫۰۰	۱٫۰۷
۱۴	مزدور اور ان کی فلاح و بہبود	۹۹٫۰۰	۰٫۴۷
۱۵۔	غذائیت	۹۳۰٫۰۰	۰٫۴۴
۱۶۔	عام خدمات	۲,۲۱۵٫۰۰	۱٫۰۵
۱۷۔	وردھا منصوبہ	۱,۹۵٫۰۰	۰٫۰۹
۱۸۔	بمبئی کی ترقی	۶۸۵٫۰۰	۰٫۳۳
۱۹۔	اضلاع کی واضح ضرورت	۶۴۰۰٫۰۰	۳٫۰۵
	کل	۲۱۰۰,۰۰٫۰۰	۱۰۰

گوشوارہ نمبر ۳

سالانہ منصوبے کی تقسیم بلحاظ سیکٹر

علاقوں کے غیر مساوی ترقی کو ختم کرنے کیلئے سالانہ منصوبہ برائے ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں بلحاظ سیکٹر تقسیم یوں ہوگی۔

نمبر شمار	سیکٹر کا نام	منظور شدہ تخمینہ (رقم کروڑ روپے میں)
۱۔	راستے	۲۵٫۵۳
۲۔	آبپاشی (بشمول چھوٹی آبپاشی)	۵۶٫۰۰
۳۔	دیہاتوں کو برقیانا	۳۰٫۰۰
۴۔	عام تعلیم	۲۰٫۰۰
۵۔	ٹیکنیکل تعلیم —	
	(الف) ٹیکنیکل تعلیم	۷٫۰۰
	(ب) مزدور اور بہبودی مزدور (انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ)	۴٫۰۰
۶۔	صحت سے متعلق خدمات	۳۱٫۰۰

۷۔	پانی کی فراہمی ــــــ	
	(الف) دیہاتوں میں پانی کی فراہمی	۱۸،۰۰
	(ب) شہروں میں پانی کی فراہمی	۳۲،۰۰
۸۔	ترقیات اراضی اور زرعی زمین کا تحفظ ــــــ	
	(الف) زراعتی زمین اور پانی کا تحفظ	۱۵،۰۰
	(ب) کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام	۱۰،۰۰
۹۔	بیطاری خدمات	۱،۴۷
	جملہ	۲۵۰،۰۰

صفحہ نمبر ۲۶ سے آگے

مولانا عبدالماجد دریابادی

دفن کئے ابھی چلا آرہا ہوں۔ کل دن میں جاکر نزع کی حالت میں آبِ زمزم بھی تو پلایا تھا۔ مرنے والے کا نام افضل حسین تھا عمر ۔ سال سے کچھ اوپر، پیشہ یا "ذات" کے لحاظ سے قوال تھے۔ قوال کا ذکر اور صدق کے صفحات میں! جی ہاں! صدق، عالموں زاہدوں، عابدوں کا پرچہ کب ہے؟ نامہ سیاہ صدق نویس تو خود ہی ایک عامی اور عاصی ہے اپنے ہم جنسوں کا ذکر چُن چُن کر کیا ہی کرتا ہے ـــــ قرآن مجید کے کئی پارے اس سن میں حفظ کرلئے تھے۔ لکھنؤ میں کچھ دن جم کر رہنے کا موقعہ ملا تو مدرسہ فرقانیہ والوں کے پاس بیٹھ کر کچھ تجوید بھی حاصل کرلی تھی۔ اذان بڑے شوق کے ساتھ مؤثر لہجے میں دیا کرتے۔ بڑے پرانے ہم نشین تھے۔ اس راقم آثم نے برسوں سماع سُنا ہے۔ محفل کے باہر جتنا لطیفوں سے ہنساتے تھے۔ محفل کے اندر اُسی قدر اپنے پُراثر ترنم سے رُلاتے تھے۔"

جی تو چاہتا ہے آگے کی تحریر بھی نقل کروں لیکن یہ سب تحریریں تو مکمل پڑھنے کی ہیں۔ اِدھر اُدھر سے ان کا پڑھنا مرنے والوں اور لکھنے والے دونوں کی روح کو تکلیف دینا ہے۔

یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ مولانا بڑے ادیب تھے یا بڑے صحافی۔ ادب اور صحافت دونوں ہی ان کے احسانوں تلے دبے ہوئے ہیں۔

میں اس بات پر کیوں نہ ناز کروں کہ مولانا جب کئی سال پہلے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاسوں میں شرکت کی غرض سے بمبئی آئے تھے تو اس نیازمند کو بھی مرحوم سے مصافحہ کرنے کی عزت حاصل ہوئی تھی۔ کاش اس مصافحے کے لمس سے مجھے کچھ فیض حاصل کرنے کی توفیق ہوتی۔

//

مضمون نگار حضرات سے گزارش

نظم۔ غزل اور مضامین صاف۔ خوشخط تحریر فرمائیں اور اپنا نام پتہ بھی آخر میں یا ابتدائی حصہ میں، صاف صاف تحریر فرمائیں۔

غیر طلبیدہ مضامین کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں۔

(ادارہ)

یوسف ناظم

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

بحیثیت صحافی

اردو صحافت اس لحاظ سے خوش قسمت رہی کہ یہ انشاء پردازوں کی سرپرستی میں پلی بڑھی۔ عجیب بات ہے کہ صحافت کو ادب کا حصہ نہیں مانا جاتا ادیب اور صحافی دو مختلف افراد سمجھے گئے ہیں۔ ادیب کو، خواہ وہ کتنا ہی پھٹا پرانا کیوں نہ ہو، صحافی کے مقابلے میں اوّلیت حاصل ہے، یہ درجہ بندی کب کی گئی تھی؟ پتہ نہیں لیکن یہ اب تک چلی آرہی ہے لیکن اردو صحافت کی داغ بیل ادیبوں اور شاعروں ہی نے ڈالی، اسے نہایت ہی مقطع، مہذب، متشرع اور متدین لوگ ملے۔ خواہ وہ روزنامے ہوں یا رسائل، سب کے سب بلند قامت ادیبوں اور شاعروں کے ہاتھوں میں رہے۔

اس لئے میں تو یہی کہوں گا کہ شروع میں ہماری صحافت اور ہمارا ادب دونوں نے ایک ہی زمین سے اپنی غذا حاصل کی، ادیبوں اور شاعروں یا تو خود اپنے اخبار اور رسائل شائع کئے یا انہیں اپنی ادبی کاوشوں سے مالامال کیا (آج کی بات اور ہے) جرنلزم، ایک الگ شعبہ حیات ہے اور قریب قریب ایک، سائنس، ہے جب کہ ادب ادب ہی ہے۔

انشاء پرداز صحافیوں اور شاعر صحافیوں میں منشی سجاد حسین ترکھون ناتھ ہجر، جوالا پرشاد برق، رتن ناتھ سرشار، نواب سید محمد آزاد، ریاض خیرآبادی، عبدالمجید سالک، نیاز فتحپوری، ابوالکلام آزاد، قاضی عبدالغفار، شبلی نعمانی، ظفر علی خاں، جوش ملیح آبادی حسرت موہانی جیسے بلند قامت لوگوں کے نام آتے ہیں اور انھیں میں ایک نام اور جو بہت اوپر نظر آتا ہے وہ ہے "مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا نام۔ پرانے صحافیوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی ہی تھے جنھوں نے صحافت کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ عمر بھی ماشاءاللہ انھوں نے طویل پائی، اور آخیر عمر تک وہ صحافت ہی سے بندھے رہے۔ کمال یہ ہے سچ کہتے رہے "سچ" "صدق" یہی اُن کے اخبار کا نام تھا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کا اُن واجب التعظیم بزرگوں میں شمار تھا جنھوں نے ادب اور صحافت کو اپنا دین و مذہب سمجھا اور اپنے قلم سے وہی سب کچھ لکھا جو اُن کے ضمیر کی آواز تھی

اُن کی تحریروں میں کھوٹ یا ملاوٹ نہیں۔ علم و فضل کے بلند ترین
مدارج انھوں نے طے کرلئے تھے لیکن منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ
اپنے بارے میں لکھا تو یہ لکھا:

"خدا کی شان، ایک کم سواد و بے استعداد
قصباتی، دیہاتی کو بھی اس کا حوصلہ کہ اپنا
نام ادیبوں اور انشاء پردازوں کی فہرست
میں لکھا جائے، اور دل میں یہ ولولہ کہ زبان
و ادب کی خدمت کرنے والوں کی صف
(وہ صف آخر ہی سہی) میں جگہ پائے ـــ اس
حوصلہ کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے ـــ اسرائیلیوں
کی زبان میں "لو سنو میاں طالوت کا شمار بھی
پیغمبروں میں ہونے لگا" ـــ مصر کی غریب
ضعیفہ کو بھی یوسف کی خریداری کا شوق چرایا۔"

یہ الفاظ "عرض حال" کے ہیں۔ "انشائے ماجد" (حصہ دوم) کے دیباچے
کے طور پر لکھی ہوئی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا عبدالماجد
دریابادی جب انکساری پر آمادہ ہوجاتے ہیں تو بھول جاتے
تھے کہ وہ "سچ" کے ایڈیٹر ہیں ـــ یہ روش ایک عالم کی پہچان
ہے۔

(اوپر جن ناموں کی فہرست میں نے دی ہے اُس میں
سر سید احمد خاں کا نام تو لکھنے سے رہ ہی گیا۔ تہذیب الاخلاق کو
کون بھول سکتا ہے اور مولانا محمد علی جوہر بھی تھے جو ہمدردِ قوم
بھی تھے اور "ہمدرد" کے ایڈیٹر بھی)

مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب ۱۹۱۲ء میں لکھنؤ میں
بی۔ اے کے طالب علم تھے۔ اُسی وقت اُن کے مضامین اس
زمانے کے علمی و ادبی رسائل 'الناظر' 'ادیب'، وغیرہ میں چھپنے
شروع ہوچکے تھے۔ بلکہ ممکن ہے وہ بی۔ اے میں ہونے بھی نہ
ہوں اور مضمون نگاری شروع کرچکے ہوں۔ جب 'ہمدرد' شروع
ہوا۔ "نقیب ہمدرد" کی بنیاد ۱۹۱۲ء میں پڑی اور 'ہمدرد' کی
اشاعت ۱۹۱۳ء سے شروع ہوئی۔ عبدالحلیم شرر نے اس کی
ادارت سنبھالی (مولوی عبدالحق کو بھی یہ ادارت پیش کی گئی
تھی لیکن تقرر مولانا عبدالحلیم شرر ہی کا ہوا) لیکن عبدالحلیم شرر زیادہ
دن یہ کام نہ کرسکے اور ان کے فوری بعد قاضی عبدالغفار، سید جالب
مرحوم اور فاروق دیوانہ نے 'ہمدرد' کی ادارت کے فرائض
انجام دیئے۔ اس بیان کا یہاں محل یہ ہے کہ مولانا عبدالماجد
دریابادی کو اس زمانہ میں شرر کے علاوہ خود مولانا
محمد علی نے بھی خط لکھا کہ مولانا موصوف 'ہمدرد' کے لئے بھی لکھا
کریں۔ جس شخص کو مولانا محمد علی ۱۹۱۳ء میں فرمائشی خط لکھیں
وہ شخص ۱۹۶۱ء میں بھی اپنے آپ کو ادیب نہ سمجھے ـــ یہ بات
بزرگوں کے ساتھ ختم ہوگئی۔ اب تو "ہمچو ما دیگرے نیست" کا
زمانہ ہے۔

مولانا کا ایک خط اتفاق سے ہاتھ لگا۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۵۲ء
کا ہے۔ مکتوب الیہ پروفیسر ضیاء الدین احمد صاحب بدایونی ہے،
(علیگڑھ) لکھتے ہیں:

"لکھ ڈالنا تو خیر کچھ ایسا مشکل نہیں قلم گھسیٹ
دینے میں وقت ہی کیا ایسا لگتا ہے۔ اصل سوال
پڑھنے کا ہے۔ کسی ادیب یا شاعر کو از سر نو پڑھے
بغیر کیسے اس پر لکھ دیا جائے۔ اور پھر پڑھنے ہی کا
وقت نکالنا تو محال ہے۔ اپنے محبوب سے محبوب
ادیب یا شاعر کا از سر نو مطالعہ کرنا، مقالہ نگاری
کی غرض سے ایک مجاہدۂ عظیم ہے اور یہیں آکر
آپ سے بجز معذرت کردینے کے کوئی چارہ
نہیں رہتا۔"

(تبصرہ نگاروں، تنقید نگاروں اور مقالہ سازوں کے لئے کیا اس تحریر
میں کوئی پیام ہے؟")

مولانا عبدالماجد دریابادی صرف اردو ہی کے انشاء پرداز
نہیں تھے۔ انگریزی زبان پر بھی اُن کو اتنا ہی عبور حاصل تھا جتنا کہ
اپنی مادری زبان پر ـــ اُن کی انگریزی کتاب "سائیکالوجی آف لیڈر
شپ" ۱۹۱۵ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا کی عمر اس وقت
۲۲ ـ ۲۳ سال رہی ہوگی۔ آج سے ۷۰ سال پہلے لندن سے ایک
ہندوستانی ادیب کی انگریزی کتاب کا چھپنا بجائے خود ایک اچنبھے
کی بات ہے۔ اس پر مستزاد کتاب کا ہاتھوں ہاتھ لیا جانا، اور مولانا
محمد علی جوہر جیسے انگریزی داں کا اس کتاب کا معترف ہونا ـــ یہ
ساری باتیں صرف یہ کہنے پر مجبور کرتی ہیں کہ اس قسم کی کسر نفسی
جس کا اظہار مولانا متذکرۂ صدر سطور میں کیا ہے انھیں زیب نہیں
دیتا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالماجد دریابادی میں یہی
فرق تھا (مزاج کی حد تک)۔

مولانا نے دینی اور فلسفیانہ مسائل پر جو کچھ لکھا وہ تو الگ
ہے لیکن انھیں طربیہ اور تحزیہ دونوں قسم کی تحریریں تم کرنے

کی عجیب و غریب صلاحیت ودیعت تھی۔ "صدق" کے مزاحیہ کالم جنہیں حالاتِ حاضرہ پر چوٹیں کی جاتی تھیں، مولانا کی شگفتہ نگاری پر دال ہیں ۱۹۵۸ء کی ایک تحریر دیکھئے:

"بیکنگ ۱۱ اگست۔ بیکنگ کی شہری حکومت نے آج سے فال گیری اور ہاتھ کی لکیریں دیکھنے کا پیشہ اختیار کرنے کو ممنوع قرار دے دیا ہے ——— مضائقہ نہیں جو بیکنگ کی سرکار اس جوتش دشمنی پر تل گئی۔ ایسی ناقدری۔ سرکار کی حدود سے تو ان ہنرمندوں کو خود ہی باہر چلا آنا چاہیئے اور سیدھے رُخ ہندوستان یا اُس صوبے کا کرنا چاہیئے جہاں کا وزیر اعلیٰ اپنی جوتش نوازی میں نام پائے ہوئے ہے! قدم اُس سرزمین یا اس صوبے پر رکھیں تو عجب نہیں کہ ہاتھوں ہاتھ لیے جائیں اور قدر دانی کے مزے اٹھائیں۔ ہندی جوتشیوں اور چینی کاہنوں کا سنگھٹن ایک قابلِ دید سماں پیدا کر دے گا۔ ہند و چین کے اتحاد کا ایک نیا منظر بقول شخصے:

"خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

۱۹۵۸ء میں جب خواتین کو پہلی بار ہاؤز آف لارڈز میں ممبر کی حیثیت سے داخلہ ملا تو مولانا نے اپنے کالم میں خواتین کو مبارکباد دی اور مردوں سے یہ کہا:

"لیکن اس خوشخبری کے ساتھ یہ کچھ عجیب سی بدشگونی بھی شامل ہے کہ جن چار محرکات کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے ان میں سے کوئی بھی اپنے شباب کی منزل میں نہیں بلکہ جو سب سے کمسن ہیں وہ بھی ۵۵ سال کی ہیں اور باقی کی عمریں ۶۰، ۶۲، ۶۴ کی ہیں۔

"[illegible] بی ذوق دے شام کو"

مولانا [illegible] یہ کالم لکھا تو خود ان کی عمر بھی ۶۴ سے زیادہ ہی ہوگی۔ مزاج کی شگفتگی کا عمر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

لیکن یہی شگفتہ نگار مولانا عبدالماجد دریابادی جب کوئی مرثیہ لکھتے تو راشد الخیری بن جاتے، مکمل تصویرِ غم۔ اپنے ایک کرم فرما اور رفیق (عبدالرحمٰن) کی موت پر انھوں نے ۱۹ مارچ ۶۲ء کو "سچ" میں لکھا:

"پچھلے سال اسی ماہِ مبارک رمضان کے آغاز میں مجھے قلب کا ایک سخت دورہ پڑا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ حرکتِ قلب فوراً بند ہوا چاہتی ہے۔ افاقہ ہونے پر میں نے ایک مختصر وصیت نامہ تحریر کیا تھا۔ اس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ میری تجہیز و تکفین، نمازِ جنازہ وغیرہ جہاں تک ممکن ہو (منجملہ اور دو تین صاحبوں کے) مولوی عبدالرحمٰن کے ہاتھوں انجام پائے۔ رفیقِ اعلیٰ کی رفاقت اعلیٰ کے اختیار کرنے پر، حریص عبدالرحمٰن! جس شخص کو تمہارے خلوص، تمہاری برگزیدگی تمہارے ایمان پر اس درجہ اعتماد تھا، کیا خبر تھی کہ تم اس قدر جلد اُسی کے اعتماد کو شکست کر دوگے اور کون کہہ سکتا تھا کہ اسی بدنصیب کو آہ تمہاری تعزیت و ماتم میں اشکبار ہونا پڑیگا بیوہ اور مصیبت زدہ ماں کے اکلوتے فرزند عبدالرحمٰن! جس ماں نے اپنی بیوگی اور پھر کم سنی کی بیوگی تمہیں کو دیکھکر پار کر دی اور جس نے اپنی ساری خوشیوں اور آرزوؤں، حوصلوں اور ارمانوں کا مرکز تمہارے ہی مکھڑے کو رکھا، آج دکھیاری کے کلیجے کے ٹکڑے کس طرح کٹ کٹ کر اس کی آنکھوں سے بہہ رہے ہیں، کیا یہ حسرت وہ اپنے ساتھ قبر ہی میں لے کر جائے گی کہ ایک بار تم اپنے ہاتھ سے آنسو آکر پونچھ دو ——— نوجوانی میں ایک عصمت مآب پردہ نشین کے ہاتھوں کی چوڑیاں ٹھنڈی کر دینے والے عبدالرحمٰن! جس دُلاروں کی پالی کو تم اُس کے وطن سے بے وطن کرکے اُس کے ماں باپ سے چھڑا کر اس کے بچپن کی سہیلیوں سے جدا کر کے اس کا ڈولا بڑے شوق و ارمان سے اپنے ہاں لائے تھے، جس کا لباسِ عروسی بھی ابھی میلا نہیں ہونے پایا تھا"

مولانا نے مرثیے صرف اپنے رفیقوں، دوستوں اور عزیزوں ہی کے نہیں لکھے۔ ان کی وسیع المشربی اور فراخ دلی غیر محدود تھی چند جملے اور دیکھئے:

"دریاباد ۳ فروری ۱۹۴۶ء دوپہر۔ میّت کو

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

ایک سماجی فیچر

اسلم عزیز
۶۵۵- نیا پورہ چھپی لین
مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳ (ضلع ناسک)
مہاراشٹر

ہولی رنگوں کا تہوار

بھارت دیش مختلف تہذیبوں مختلف دین رواجوں مختلف مذاہب اور رسوما کے ماننے والوں کا دیش ہے۔ یہ دیش صدیوں پرانا دیش ہے اس کی ثقافت و تہذیب بھی برسوں پرانی ہے یہ بھانت بھانت کی زبانیں اور بولیاں بولنے والوں کا دیش ہے۔ یہ صوفی، سادھو سنتوں کا عبادت گذار بندوں، اصول اور آدرش کے لئے ہوتے اور اپنی جانوں کی قربانی دینے والوں کا دیش ہے۔ یہ جنگل اور ویرانوں میں تلاشِ حق کے لئے بھٹکنے والوں سچائی حق پرستی کے لئے فاقہ کشی، دنیا داری جسمانی ضرورتوں، لذتوں سے بے نیاز ہوکر خدا کی یاد میں دن رات گذارنے والے ایسے ولیوں، رشی منیوں کا دیش ہے جو آج بھی ہم ہندوستانیوں کے دلوں میں رچے بسے ہیں جن کے تیرتھ استھان اور مزاراتِ مقدسہ آج بھی حق کی تلاش کرنے والوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں جبینِ نیاز خم کرتے ہیں جو راحتِ جاں کا وسیلہ ہیں۔

ہر مذہب کے ماننے والوں کے کچھ بڑے تہوار ہوتے ہیں جن کے پسِ پشت کوئی نہ کوئی ایثار، قربانی، تیاگ — اور بلیدان، خیر و بھلائی کا نیک مقصد اور نصیحت رکھتے ہیں۔ ہولی ہندو بھائیوں کا ایک اہم تہوار ہے جو صدیوں سے بڑی دھوم دھام تزک و احتشام اور شاندار پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار کب سے منایا جاتا ہے۔ اس بارے میں کوئی مستند تاریخ یا تاریخی حوالہ کسی بھی کتاب، مخطوطات میں ملنا مشکل ہے البتہ متھرا میں کرشن کنہیا اور گوریوں کے ساتھ ہولی کھیلنے کا تذکرہ قدیم نظموں، راگوں گیتوں اور دوہوں میں ملتا ہے۔ اتر پردیش اور راجستھانی بولیوں بھاشاؤں میں متعدد مقامات پر ان مواقع پر گائے اور پڑھے جاتے ہیں۔

ہولی کا تہوار پھاگن (پورنیما) مہینے میں آتا ہے اس سال

یہ ۲۶ مارچ کو منایا جائے گا۔ ہولی کے کئی دن پہلے سے تہوار کی تیاریاں خصوصاً ہولی جلانے کے لئے لکڑیوں کو اکٹھا کرنے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ جنگل سے جھاڑیاں اور ٹہنیاں درختوں سے کاٹ کر خشک کرنے کے لئے کسان اور دیہاتوں کے لوگ اپنے آنگن اور کھیتوں میں ڈال دیتے ہیں۔ گاؤں میں لکڑیوں کی قلت نہیں ہوتی جبکہ کھیتوں کھلیانوں سے دھان کا بچا حصہ اناج کی بالیاں افراط سے مل جاتی ہیں گوبر کی اوپلیاں بھی جمع کر لی جاتی ہیں لیکن شہروں میں یہ کٹھن مسئلہ ہے اس لئے لکڑیاں خرید لی جاتی ہیں۔ کچھ نذرانے کے طور پر مل جاتی ہیں۔

چتردیشی کے دن جیسے ہی سورج غروب ہوتا ہے گلیوں چوراہوں کے بیچ ہولی روشن کر دی جاتی ہے۔ لکڑیوں کو ترتیب سے سجا کر چاروں طرف اوپلیاں رکھ کر درمیان میں ارنڈ کا سوکھا پودا کھڑا کر کے اس پر پھولوں کا ہار ڈال دیا جاتا ہے۔ تب محلے کے سارے چھوٹے بڑے، امیر و غریب جمع ہو کر اگنی بارتے ہیں۔ جلاتے ہیں۔ آگ کے شعلے جیسے جیسے بلند ہوتے ہیں ویسے ویسے آگ کے گرد عقیدت مندوں کا جوش و خروش والہانہ عقیدت کا اظہار آگ کے گرد ناچ کر مختلف قسم کے گیت اور اشلوک پڑھکر آشکارا ہوتا ہے۔

رات گئے تک ہولی کے گرد گھوم گھوم کر عقیدت مند، نذر و نیاز، بھینٹ، روٹیاں، لکڑیاں، گھی، تیل ڈال کر اپنے جذبۂ وارفتگی اور خواہشات و دلی مرادوں کا اعادہ ہولی کے سامنے کرتے ہیں۔ یہ وہی سنکلپ اور راہِ نجات حاصل کرنے کی مشق ہے جیسا سیتاجی نے رام چندر جی کے سامنے اپنی پاک دامنی، اور نیک چلنی کا ثبوت جلتی آگ میں بیٹھکر ظاہر کیا تھا۔ بہت ممکن ہے اسی خیال کے پیش نظر وہ اگنی کے سامنے بیٹھکر "ہولی رے ہولی پوبجاجی پولی" کے شبد دہرا کر صراطِ مستقیم یعنی راہِ راست پر چلنے کی سچائی کا ساتھ دینے کی پرتگیہ کرتے ہیں۔ ہولی اگنی پوجا کی عزت و احترام ہر طبقے میں کی جاتی ہے۔ ہر طبقے اور سماج کے لئے اسے مانتے ہیں۔

گاؤں میں کاشتکار اور کسان اپنی نئی فصلوں کے بھٹے، دانے بالیاں، ہولی کی نذر کرتا ہے تو شہروں میں باجرے کی روٹیاں چپاتیاں، اناج، گھی، لکڑیاں ڈالکر اگنی کی تپسیا اور عبادت کا فرض پورا کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک کھیتوں میں اسی اگنی، اور بھگوان کی دیا سے ہریالی رہتی ہے، اناج اگتا ہے اسے وہ طمانیت اور تسکین قلب کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ہولی کے قریب رکھے بھٹے اور اناج کھانا خوش بختی کی علامت ہے جس سے جسمانی بیماریاں دور ہوتی ہیں ہولی کی راکھ کو اپنے ماتھے اور جسم پر ملنا، ہولی کے شعلوں میں تپائے پانی سے اشنان کرنا بیماریوں سے نجات ملتی ہے اس قسم کے متعدد خیالات اور توہمات دیہاتوں میں ہولی سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں۔

ھولی کی شروعات کا سبب بعض ہندو علما اس عقیدے کے تحت بتاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں ہرنیہ کیشو کی ایک بہن "ہولکا" نام کی تھی۔ اس کے پاس آگ میں نہ جلنے کی شکتی و طاقت تھی۔ اسی گمان میں اس نے بھگت پرلہاد، جو ایک خدا ترس بزرگ تھے، آگ میں کھڑے رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ بھگت پرلہاد جی آگ سے صاف نکل آئے ہولکا اس اگنی میں بھسم ہو گئی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ سچائی کی ہمیشہ جیت ہوتی ہے۔ بھلائی کا خیال، دوسروں کے ساتھ بہتر سلوک اور برتاؤ کرنا اور اپنی حیثیت کو نہ بھولنا، یہ نصیحت ملتی ہے اس لئے ہولی، سچائی، حق پرستی اور اخلاص کا مظاہرہ ہے۔

دوسرے دن رنگ پنچمی اور دھول پنچمی منائی جاتی ہے۔ رنگوں سے بھری پچکاریاں گلال سے بھری بالٹیاں اچھالنے چھڑکنے اور دوسروں کی سوکھی زندگی کی امید ظاہر کرنا رنگ پھینک کر سدا خوش و خرم رہنے، خوش حال رہنے کی تمنا ظاہر کرنا کتنا عجیب اور نہتم بالشان جذبہ ہے۔ خیال ہے صبح سویرے سے، شام ڈھلے تک بھارت کے طول و عرض کے ہر گاؤں، قریے، دیہات میں رنگ کھیلا جاتا ہے۔ گویا یہ ہندوستانی تہذیب کا وہ دلچسپ باب ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ بے نظیر و بے مثال جذبۂ اخلاص و محبت ہے جس کی تصویر اس خطۂ ارضی کے سوا اور کہیں نہیں دکھائی دیگی۔

مہاراشٹر کے کچھ حصوں میں پانچ دنوں تک ہولی چلتی ہے اور پانچویں دن رنگ پنچمی منائی جاتی ہے جس میں ہر کوئی بچہ بوڑھا، ادنیٰ، اعلیٰ، مالک و نوکر، پوری، شردھا، عقیدت، اخلاص سے اس رنگوں کے کھیل میں شامل ہوتا ہے جس میں

نوجوان لڑکے لڑکیوں کی رنگ رلیاں تو سرشاری و دلفریبی، نظارۂ نشاط انگیزی کا حسین امتزاج ہوتی ہیں، کچھ عجیب سا سماں پیش کرتی ہے گویا یہ وہ لمحاتِ بے فکری و بے نیازی، سرشاری و شادابی وہ ساعتِ شادمانی ہے جس سے ہر کوئی اپنے حصے کا سکھ بانٹ لیتا ہے۔

گویا ہولی، رنگِ حیات کا جزوِ نشاط خیزی ہے۔ گویا قدرت کا عطا کردہ لمحاتِ عیش کا ایک حسین مرقع ہے، عکسِ جمیل ہے جو یادگارِ زمانہ ہے۔ سوغاتِ بے مثال ہے، عقیدت کا یہ طریقہ بھی بڑا جاذبِ نظر ہے۔

صفحہ ۵ سے آگے

قلمدانِ وزارت کی تقسیم

وزارت کے ۱۳ وزرائے مملکت میں سے صرف یہ دونوں ہی دوبارہ شامل کئے گئے ہیں اور ان کے پاس سابقہ قلمدان بدستور رہیں گے۔

ٹرانسپورٹ اور شراب بندی کے علاوہ شری بھاجن پہلے ہی کی طرح امور داخلہ اور امور قانون سازی کے نگراں بھی رہیں گے۔

شری وامن راؤ گڈم دار کے پاس سابقہ وزارت میں ٹرانسپورٹ کا قلمدان تھا اور را مچندر پاٹل شراب بندی کے نگراں تھے۔ اِس مرتبہ شامل نہیں کئے گئے ہیں۔

شریمتی ساتو صحت عامّہ طبّی تعلیم، اَدویات اور فیملی ویلفیئر کی بدستور نگراں رہیں گی۔ اس کے علاوہ سوشیل ویلفیئر اور قبایئلی سدھار کا قلمدان بھی ان کے پاس رہے گا۔

****

شاہین لائبریری جلگاؤں (مہاراشٹر) کے زیر اہتمام ایک ادبی نشست میں اردو کے ممتاز افسانہ نگار قاضی مشتاق احمد اپنی صدارتی تقریر کرتے ہوئے۔

تبصرہ

تبصرہ نگار:- ریاض احمد خاں

تصنیف :- آبشار
شاعر :- ڈاکٹر نایاب لکھنوی
طباعت :- عوامی پریس ۔ مالیگاؤں
قیمت :-

"آبشار"، ڈاکٹر نایاب لکھنوی کا مجموعۂ کلام ہے جو "دبزم معیار ادب" مالیگاؤں کے زیر اہتمام اور مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈمی کے جزوی مالی تعاون سے اگست ۱۹۸۵ء میں شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کی طباعت مالیگاؤں کے عوامی پریس میں ہوئی ہے۔ ڈاکٹر نایاب نے اپنے اس مجموعہ کلام کا انتساب اپنے مخلص و ملنسار ہمدرد و غم گسار مرحوم سیٹھ غلام رسول صدیقی صاحب (راج ہنس) کے نام کیا ہے۔

"اعتراف" میں ڈاکٹر نایاب نے اپنے بارے میں چند حقائق کی نشاندہی کی ہے۔ مالیگاؤں کی ادبی شخصیتوں شاعر حیات حضرت ادیب مالیگانوی، حضرت عتیق احمد عتیق، مرحوم خورشید مالیگانوی، منشی نفیر مالیگانوی، حضرت رئیس مالیگانوی اور جناب نہال انصاری کا تذکرہ بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ یہاں میں اس حقیقت کا اظہار بھی کرتا چلوں تو مناسب ہوگا کہ سرزمین مالیگاؤں میں حضرت ادیب مالیگانوی کی شخصیت ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ جن کی بدولت سخن فہمی اور سخن سرائی مالیگاؤں کی مٹی میں رچ بس گئی ہے۔

ڈاکٹر نایاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ علم مجلس کے ماہر ہیں۔ اس پر ان کی ذات میں خوش اخلاقی اور خوش مذاقی کے عنصر بہت ملتے ہیں۔ حقائق اور اسباب پر ان کی گہری نظر ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے گرد و پیش کے حالات کو بڑی خوبی سے شعری قالب میں ڈھال دیتے ہیں۔ تجربہ — اور دور رس نگاہی ان سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہنے دیتی۔ شعر گوئی پر ملکہ حاصل ہے۔ نایاب صاحب کی فکر میں گہرائی ہے اور کلام میں پختگی و شگفتگی۔ وہ بڑی خوبصورتی سے عصری حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ آپ کی شاعری حسرت و یاس کا گہوارہ نہیں ہے۔ بلکہ زندگی میں جد و جہد کرنے کا پیغام دیتی نظر آتی ہے وہ بذاتِ خود باہمت شاعر ہیں، اور یہی درس وہ اپنے اشعار میں دیتے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر نایاب زندگی کو ایک جہدِ مسلسل مانتے ہیں۔ ان کے دل میں تڑپ ہے کہ کائنات کی تمام برائیوں کا خاتمہ ہو۔ انسان، انسان سے محبت کرنا سیکھے اور دوسروں کے درد کو اپنے دل میں محسوس کرے۔

شاعر بھی انسان ہی ہوتا ہے۔ اس کا دل بھی آرزوؤں اور تمناؤں سے معمور رہتا ہے۔ وہ اس دنیا وی بحرِ بیکراں میں اس لئے غوطہ زن ہوتا ہے کہ گوہر مقصد حاصل کر لے اور دنیا میں سکون اور عزت کی زندگی گزار دے۔ ڈاکٹر نایاب بھی اپنے درخشاں مستقبل کے لئے جد و جہد میں مصروف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کامیابی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

شاعر کی شاعری کا سفر اس کی زندگی کا سفر ہوتا ہے۔ جس میں پیچیدہ راہیں بھی آتی ہیں.... نئے نئے موڑ بھی ملتے ہیں اور خوشگوار راہیں بھی ڈاکٹر نایاب کی زندگی بھی کچھ اسی طرح کی ڈگر پر آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ انسانوں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ آدمیت میں جذبۂ الفت نشو و نما پانے کی خواہشمند ہیں اور یہی جذبات ان کی شاعری میں جگہ جگہ اپنی جھلکیاں دکھاتے نظر آتے ہیں۔

چند اشعار پیش خدمت ہیں ؎....

●

نکل ہی جاتی ہے ٹوٹے ہوئے دلوں سے دعا
جہاں جہاں نظر آتی ہے پیار کی صورت

●

آسمانوں کے فرشتے اس کو کرتے ہیں سلام
آدمیت زندہ ہے جس آدمی کے نام سے

●

میرے دل میں ہے تمنا کا ہجوم
فتح یہ شورشِ طوفاں کر دو

●

ہم نے چڑھتے ہوئے سورج کا بھی دیکھا ہے زوال
لوگ کر لیتے ہیں سائے کا بھروسہ کیسے

جن کے کرم کا اہل وفا کو ہے اعتراف
میرے لئے وہ خوئے نوازش کہاں گئی!

جہاں تک "آبشار" کی کتابت اور طباعت کا تعلق ہے اس حقیقت سے منھ نہیں موڑا جاسکتا کہ اس طرف خاص طور سے توجہ دی گئی ہے جس کی وجہ سے کتابت کی خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ سرورق انتہائی خوبصورت ہے اسکرین آرٹ جناب احمد حنیف نے ڈیزائن بنانے میں کافی دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور یہ ان کی محنت کا ثمر ہے کہ یہ گلدستہ قابل دید مجموعوں میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ اسی سرورق پر ڈاکٹر نایاب کا شعر ؎

کرم نے جس کے دیا آبشار کو نغمہ
اسی نے تجھ کو عطا کی ہے تاب گویائی

کتاب کی معنویت کی دلیل کرتا ہے۔
ایک اعتبار سے "آبشار" کی قیمت ۲۰ روپے بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ یہ گلدستہ براہ راست ڈاکٹر نایاب لکھنوی، ۲۴۸/۴۹ - نیاپورہ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۴ سے، یا بزم معیار ادب نیاپورہ، مالیگاؤں سے منگوایا جاسکتا ہے۔
امید ہے کہ ہر صاحب ذوق اس صاف ستھرے اور نکھرے ہوئے مجموعے کلام کو پڑھنا پسند کرے گا۔

شرح خریداری

پندرہ روزہ

قومی راج

ایک سال کے لئے: ۱۰ روپے، دو سال کے لئے: ۲۰ روپے
تین سال کے لئے: ۲۷ روپے، چار سال کے لئے: ۳۶ روپے
اور ۵ سال کے لئے ۴۵ روپے

رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ کوپن پر اپنا نام و پتہ پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف تحریر فرمائیں۔ وی پی پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔

* ترسیل زر کا پتہ
اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمنسٹریشن) ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر بیرک نمبر ۱۹ مقابل سروچی بلڈنگ۔ نزد منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲

مراسلت کا پتہ:
ایڈیٹر قومی راج (پندرہ روزہ)
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
۱۵ واں منزلہ۔ نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ مقابل منترالیہ
بمبئی ۴۰۰۰۳۲
فون: ۲۰۲۰۶۵۱ (اور) ۲۰۲۳۹۵۷

★ گنیش بہاری طرزؔ

پھر سے ضرور حد سے زیادہ لگے تو ہیں
جاتی ہوئی زمین پر اب ہم کھڑے تو ہیں
لگتا ہے چل چکا ہے بہاروں کا کارواں
سوکھے جو تھے درخت وہ اب کچھ ہرے تو ہیں
سناٹے کے نظام میں ہلچل سی پڑ گئی
امرت میں ڈوبے بول سنائی پڑے تو ہیں
تاریکیٔ حیات بھی چھٹ جائیگی اکدن
کچھ معشیت کے چاند چمکنے لگے تو ہیں
بڑھ کر اٹھاؤ طرزؔ اگر اہلیت ہے کچھ
منصوبیت کے جام چھلکنے لگے تو ہیں

★ صابر دتّ
'پرچھائیاں'
فلیٹ نمبر ۹۔ راک ٹرز لین
جوہو چرچ۔ بمبئی ۴۹

آپ ہیں اہلِ سیاست آپ درباروں میں ہیں
ہم کو بھی دیجئے سزا ہم بھی گنہگاروں میں ہیں
آپ ہیں خطروں سے واقف' اپنا بچنا معجزہ
آپ ہیں دشمن کے گھر میں اور ہم یاروں میں ہیں
ایک اکبر ہی نہیں ہے مجرمِ قتلِ وفا
لاکھوں آوازیں ابھی تک قید دیواروں میں ہیں
ناخداؤں کی سیاست کام آخر کر گئی،
ساحلوں کی کشتیاں دریا کے منجدھاروں میں ہیں
بے گھری کا کرب، فکرِ آب و گندم کی سزا
ہم بھی اپنے دیس میں اردو کے فنکاروں میں ہیں

جلے جو آگ ہولی کی.....

مہدی پرتاپ گڑھی
معرفت ایگزیکٹیو انجینئر
اری گیشن ڈویژن
پرتاپ گڑھ (یوپی)

چمک رہا ہے چہرہ چہرہ فرطِ انبساط سے
چھنک رہی ہیں چوڑیاں اُبل رہے ہیں قہقہے
جبیں جبیں پہ نقش ہیں عبیر و گلال کے
خدا کرے یہ لمحہ یوں ہی دیر تک ٹھہرا رہے

بھگو رہے ہیں گوری کو جو رنگ کچھ خیالوں کے
نظر کے سامنے ہیں چند چہرے خوش جمالوں کے
اتر رہے ہیں ذہن و دل میں کارواں اجالوں کے
ابھر رہے ہیں چہرے شوخ و شنگ سے سوالوں کے

عجیب مستیوں کا رنگ مل گیا ہواؤں میں
شراب ڈھل رہی ہے جیسے ہر طرف فضاؤں میں
ہے دلربا فضا، ہر ایک سمت شہر و گاؤں میں
گھُلی ہوئی بھنگ جیسے دھوپ اور چھاؤں میں

گِلے تمام ہو گئے، گلے سے جب گلے ملے
بہار مسکرا اٹھی جہاں بھی منچلے مِلے
وہ اور ہی سماں تھا جب کسی سے دل جلے ملے
کہ جیسے خار و خس سے پاؤں کے کچھ آبلے ملے

پھوار رنگ کی پڑی مچل مچل اٹھی حیات
تھا بوسہ اک سہیلی کا، مگر عجب ستم ہوا
گلاب اس کے عارضوں پہ جیسے کھلکھلا اٹھا
کسی کی یاد نے اسے سُرور میں بھگو دیا

خدا کرے کہ یہ ملن کا رنگ دیرپا رہے
دلوں میں بھی اتر چلیں لبوں پر آئے قہقہے
ستم کدورتوں کا اب نہ کوئی بھی بشر سہے
نہ جبر کی کوئی بھی گل چمن میں داستاں کہے

جو سیمیں جسم بھیگی ساڑیوں میں رسمسا اٹھے
دلوں میں کتنی مسرتوں کے غنچے کھلکھلا اٹھے
پڑی جو تھاپ ڈھول پر تو رستے گنگنا اٹھے
تھرک پڑے جو پاؤں، بوڑھے بابا مسکرا اٹھے

جلے جو آگ ہولی کی، تو سب کدورتیں جلیں
کسی بھی ذہن میں نہ اب خدارا نفرتیں پلیں
دلوں کو جوڑ دے جو ایسی رہگزار پر چلیں
ستم کی مونگ سینۂ حیات پر نہ اب دلیں

منصور الدین قریشی منصور
۴۴- نوتن سوسائٹی ۔ فتح گنج ، (بڑودہ)

دو غزلیں

اک جہاں وقفِ آہ و زاری ہے
کیا عجب تیری غم گساری ہے

کیوں متانت ہے آج چہرے پر
کس شرارت کی پردہ داری ہے

کیوں محبت مری نہ ہو شاداب
اس کی اشکوں سے آبیاری ہے

عشق میں یوں کسی کے مٹ جانا
وضع کی یہ بھی پاسداری ہے

آج تو چھوڑ کر نہ جائیں آپ
آج کی رات مجھ پہ بھاری ہے

بحر ہوتا تو تھاہ پاتے آپ
میرے دل کا یہ زخم کاری ہے

آپ مانگیں تو آپ کی ہے وہ
اپنا شیوہ تو جاں سپاری ہے

گو خیر یار یہ نہیں منصور
یاں تو احساسِ شرم ساری ہے

وہ مرا رازداں نہ ہوجائے
بے زبانی زباں نہ ہوجائے

خوف ہے ان نئی بہاروں میں
باغ نذرِ خزاں نہ ہوجائے

راہ میں ہیں ہزار تحریصیں
منتشر کارواں نہ ہوجائے

آج اس کثرتِ رسائی میں
ملک ہی بے زباں نہ ہوجائے

کیا خبر آج گلفشاں جو ہے
کل وہ آتش فشاں نہ ہوجائے

حسن و دولت کا آج مالک ہی
ملک کا حکمراں نہ ہوجائے

تو ہے میرا شریکِ غم تو کہیں
تجھ سے بدظن جہاں نہ ہوجائے

یوں اڑا کر نہ خون کے چھینٹے
قتل گر گلستاں نہ ہوجائے

ظلم پھولوں پہ وہ نہ توڑے تو
باغباں باغباں نہ ہوجائے

کیسی گفتار کی ہے آزادی
کم زباں بدزباں نہ ہوجائے

عمرِ آخر میں پھر کہیں منصور
دیکھنا دل جواں نہ ہوجائے

نوری راج

غزلیں

تسنیم فاروقی
تلسی داس مارگ نزد ہسپتال
لکھنؤ ۲۲۶۰۰۴

بے نیازی بھی ادا لگتی ہے
اُس کی ہر بات خدا لگتی ہے

لطفِ مئے اور بڑھا کچھ ساقی
اب یہ ظالم بھی دوا لگتی ہے

مسکراہٹ ہے مناجاتیں ہیں
گفتگو اس کی دُعا لگتی ہے

زلف سمٹے تو ستارے چمکیں
اور بِکھرے تو گھٹا لگتی ہے

دامنِ یار کا دل کو چھونا
شمع کو جیسے ہوا لگتی ہے

آؤ مقتل کی کریں تیاری
اُن کے ہاتھوں میں حنا لگتی ہے

پردہ دروازے پہ ہلتا کیوں ہے
غالباً بادِ صبا لگتی ہے

ہم نے تسنیم اُسے چاہا جب سے
اپنی ہر بات خطا لگتی ہے

منیر المحوی
گلی بسہازری — گوجر پورہ
بھوپال (ایم۔پی) ۴۶۲۰۰۱

جیسے بھی چاہیں قدرِ وفا جان لیجئے
یوں بھی نہ ہو یقین تو ایمان لیجئے

سودا برا نہیں ہے کہا مان لیجئے
ارزاں ہے دل، تو آئیے اب جان لیجئے

دل کو چُرا کے کہتے ہیں کس سادگی کے ساتھ
مٹھی میں کیا ہے آپ ہی پہچان لیجئے

مخلوق پر خدا نے دیا تھا جسے شرف
خونخوار ہو گیا ہے وہ انسان لیجئے

تم کو حسیں پسند ہیں لیکن جنابِ دل
پہلے جفائے عشق کو پہچان لیجئے

دیدیجئے شامِ ہجر میں جانِ عزیز بھی
کیوں اپنے ضبطِ نفس کا احسان لیجئے

جن کو منیر سمجھا کیئے جانِ آرزو
اب تم کو وہ سمجھتے ہیں انجان لیجئے

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں مرچنٹ نیوی فلیگ ڈے کا افتتاح

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان نے ۳۰ مارچ کو سیہادری میں نیشنل میری ٹائم ڈے (بمبئی) تقریبات کمیٹی کی جانب سے منعقد کردہ مرچنٹ نیوی فلیگ ڈے کا افتتاح کیا۔

ٹریننگ شپ، راجندرا اور ٹریننگ انجینرنگ مرین کے دو کیڈٹ نے وزیر اعلیٰ کو فلیگ لگایا اور وزیر اعلیٰ نے اس فنڈ میں اپنا ذاتی عطیہ دیا۔

ہماری قوم ۵ اپریل ۱۹۸۶ء کو ۲۳ واں نیشنل میری ٹائم ڈے منارہی ہے۔ ان تقریبات کے دوران ملاحوں اور ان کے خاندان والوں کی فلاح و بہبود کی غرض سے مرچنٹ نیوی فلیگ ڈے کے ذریعے رقم بھی جمع کی جائیگی۔

اس موقع پر کیپٹن بی۔ ایس۔ بیروے چیرمین نیشنل میری ٹائم ڈے (بمبئی) تقریبات کمیٹی، شری او۔ پی کپور، ممبر سکریٹری آف کمیٹی شری وشنو تیوانی چیرمین آف فلیگ ڈے بمبئی اور شری بی۔ پی داوے کنونیر کیپٹن ڈی۔ این کنسارا، پرنسپل ٹریننگ شپ 'راجندرا' اور شری آر۔ ایس گریوال موجود تھے۔

دہلی یونیورسٹی کے طلباء کی وزیر اعلیٰ سے ملاقات

قومی یک جہتی کے جذبے کو فروغ دینے کی غرض سے بمبئی اور گوا کے دورے پر آتے ہوئے ایک دہلی یونیورسٹی کے ۸۵ رکنی گروپ نے ۲۴ مارچ کی دوپہر کو منترالیہ کے لان پر وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان سے ملاقات کی۔

اس دورے کا اہتمام دہلی یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کی طرف سے کیا گیا ہے۔ دہلی یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کے ممبر (ایگزیکیٹو کونسل) شری مانی شنکر نے وزیر اعلیٰ کے سامنے قومی یک جہتی کے جذبے کو فروغ جیسے ٹور کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ طلباء منترالیہ میں وزیر اعلیٰ

سے ملنے مارچ کرتے ہوئے آئے۔ وزیر مملکت برائے توانائی
مالیات، انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈاکٹر شری کانت جیچکر
اور شری اوبناش پانڈے ایم۔ ایل۔ اے اس موقع پر
موجود تھے۔

ابتداء میں طلباء نے ڈاکٹر شری کانت جیچکر اور شری
اویناش پانڈے سے بات چیت کی۔

گذشتہ روز بمبئی میں اپنی آمد کے بعد طلباء نے
اندھیری کے قریب سلم علاقے کا پیدل دورہ کیا۔

اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے طلباء نے فرمایا کہ
بمبئی شہر ہمارے ملک میں رہنے والے عوام کی معیار زندگی
کا عکس پیش کرتا ہے۔

سیکوم نے پیڈ کو ۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دیئے

مہاراشٹر اسٹیٹ انڈسٹریل اینڈ انوسمنٹ کارپوریشن
(سیکوم) نے پیوپلز ایکشن فار ڈیولپمنٹ کو اس کی دیہی فراہمی
آب اسکیمات اور دیہی ترقیاتی پروگراموں کیلئے ۵ لاکھ روپے
کا عطیہ دیا۔ منترالیہ بمبئی میں ۲۴ مارچ کو سیکوم کے چیئرمین
شری بھاؤصاحب ورتک نے ۵ لاکھ روپے کا ایک چیک
وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان کی خدمت میں پیش کیا۔ سیکوم
نے ریاست میں پیڈ کے پروگراموں کے لئے گذشتہ ۵ سال
کے دوران ۲۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دیئے ہیں۔

پیڈ وزیر اعلیٰ کی صدارت میں اپنے فرائض کی انجام
دہی میں مصروف ہے۔ اس نے اب تک ۵۵ لاکھ روپے
کی مالیت سے ۸۲ پروجیکٹوں کو مدد کی ہے۔ علاوہ ازیں
۱۸۹ دیہی فراہمی آب اسکیمات میں قریب ۲۵ لاکھ روپے
کی امداد دی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ سینٹرل پیڈ نے
اب تک مہاراشٹر کے ۳۴ پروجیکٹوں کو ۶ کروڑ روپے
کی امداد دی ہے۔

سیکوم کے مینجنگ ڈائرکٹر شری اے۔ دی بھڈکمکر
اور پیڈ کے ممبر سکریٹری شری بی۔ این نینے اس موقع پر
موجود تھے۔

وزیر اعلیٰ شری چوان کا تمام جماعتوں پر مشتمل کمیٹی کا اعلان

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے خشک سالی
سے متاثرہ عوام کو پیداواری کاموں جیسے روزگار فراہم
کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

تمام جماعتوں پر مشتمل ریاستی سطح کی خشک سالی
کمیٹی کی میٹنگ سے ۲۲ مارچ کو بمبئی میں خطاب فرماتے ہوئے
آپ نے فرمایا کہ بڑے اور درمیانی پروجیکٹوں کی انتظامی
اور ٹیکنیکل منظوری دے دی گئی ہے لیکن رواں سال میں
اس پروگرام کو بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اگلے سال،
آنے والے سال میں ان کاموں کو شامل کیا جائے گا۔ تاکہ
آنے والے سال میں خشک سالی کی صورت حال کا مقابلہ
کیا جا سکے۔ ان کاموں کے ذریعے بے شمار افراد کا احاطہ
کیا جا سکے گا۔ اور اجرت کی ادائیگی جیسے انتظامی
اقدامات کئے جائیں گے۔ اور ایسے مقامات میں لیبر کیمپ
میں صحت کی دیکھ بھال کی جائے گی۔

اس میٹنگ میں مختلف جماعتوں کے لیڈروں نے
شرکت کی جس میں مہاراشٹر ودھان سبھا کے چیئرمین شری
شنکر راؤ جگتاپ، حزب مخالف کے لیڈر شری شرد پوار،
مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی (آئی) کی صدر شریمتی
پربھاراؤ اور پروفیسر این۔ ڈی پاٹل اور سینئر عہدیداران
بشمول چیف سکریٹری شری بی۔ جی دیشمکھ شامل تھے۔

ریاست کی صورت حال کا جائزہ لے کر اس میٹنگ
میں مختلف مسائل پر بات چیت کی گئی۔ وزیر اعلیٰ نے عارضی
فراہمی آب اسکیم کی میعاد کی حدیں توسیع کرنے کا ۳۱ مارچ
سے ۳۰ اپریل تک اعلان کیا اور ایسے کام مکمل کرنے کی
تاریخ ۱۵ جون تک کر دی گئی ہے

شری چوان نے کلکٹروں کو ۱۲ میونسپل کونسل کی
شہری فراہمی آب اسکیم میں عطیات کی ادائیگی مقرر کرنے
کے اختیارات عطا کئے۔ ۱۱۰ میونسپل کونسلوں کو شہری
فراہمی آب اسکیمات کے لئے ۱۰ فی صد عطیہ دینے کو کہا گیا۔

وزیر اعلیٰ نے میٹنگ میں فرمایا کہ وہ ۲۷ تا ۲۹ مارچ کچھ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کا دورہ صورتِ حال کا مشاہدہ کر کے عہدیداران اور دیگر متعلقہ افراد سے ان مسائل پر گفتگو کریں گے۔

ٹریفک کمپلینٹ کارڈ

آٹو رکشا اور ٹیکسی کے سلسلے میں موصول ہونے والی شکایتوں کے پیش نظر محکمہ موٹر وہیکلس کی جانب سے عوام کو چھپے ہوئے ٹریفک کمپلینٹ کارڈ مہیا کئے جائیں۔ ترش لہجے میں گفتگو، لے جانے سے انکار، زیادہ کرایہ لینے وغیرہ کی بابت شکایت کرنے والوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کارڈ پر گاڑی کا نمبر، وقت مقام اور شکایت کی نوعیت وغیرہ درج کریں۔

کارڈ مندرجہ ذیل مقامات پر دستیاب ہیں:

ریجنل ٹرانسپورٹ آفس۔ ورلی۔ بمبئی ۴۰۰۰۲۵۔
ریجنل ٹرانسپورٹ آفس اندھیری۔ اندھیری ورسوا روڈ، بمقابل منیش نگر، اندھیری (ویسٹ) بمبئی ۵۸ ۴۰۰۰۔
موبائیل ٹیکس کلکشن وین جو پاندرہ میونسپل وارڈ آفس (ویسٹ) کے قریب، بروز پیر اور منگل کو صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱۲ بجے تک اور بدھ سے جمعہ تک بوریولی بس ڈپو (ویسٹ) پر صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱۲ بجے تک کھڑی رہا کرے گی۔

سابق گورنر مہاراشٹر کو الوداع

سابق گورنر، شری کونا پر بھاکر راؤ ۳ راپریل کی صبح حیدرآباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ ہوائی اڈے پر ڈاکٹر شری کانت جگکر، وزیر مملکت برائے میتر بانی، اضافی چیف سیکریٹری شری بی۔ کے چوگلے سیکریٹری برائے میتربانی شری پی۔ پی مہاتا اور دوسرے افسران نے الوداع کہا۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے صبح ۵ بجکر ۴۵ منٹ پر سابق گورنر کو پرجوش انداز میں الوداع کہا۔

ہم آپ کے استفسار کا جواب دیں گے

قارئین سے ہمارے آپ کے سوال ہمارے جوابات کیلئے ریاست کی ترقیاتی سرگرمیوں کی بابت استفسار مطلوب ہیں۔ ہم اپنی حتی الامکان کوشش اور علم کے مطابق آپ کو معلومات فراہم کرنے اور آپ کے مسائل کو حل کرنے میں خوشی محسوس کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ کی جانب سے پرجوش تعاون ہمارے لئے باعث فخر ہوگا۔

ایڈیٹر قومی راج پندرہ روزہ
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
۱۵ واں منزلہ۔ نیو ایڈ منسٹریٹیو بلڈنگ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲۔

H/32. 3F.

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان نے بحری فوج کے سربراہ ایڈمیرل شری اے۔ ایچ تہلیانی کے ساتھ ملاقات کی۔ ایڈمیرل تہلیانی، وزیر اعلیٰ سے ملاقات کے لئے ۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء کو سہیادری تشریف لائے تھے۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے کویت کے سفیر برائے تجارت شری فیصل عیسیٰ سے منترالیہ میں ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو ملاقات کی۔

خبریں۔ تصویروں میں

بمبئی گاندھی اسمارک فنڈ کے صدر شری وی۔ ایس۔ پاگے نے ۲۵ مارچ کے دن شام میں ودھان بھون میں وزیر اعلیٰ کے کیبن میں ۲۵ ہزار روپے کا چیک بابئی گاندھی اسمارک فنڈ کی جانب سے قحط زدہ علاقے کی مدد کے لئے پیش کیا۔

سیکوم کے صدر شری بھاؤ صاحب ورتک
وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی۔چوان کو ۲۴ مارچ
۱۹۸۶ء کو ۵ لاکھ روپے کا چیک پیش
کرتے ہوئے۔ سیکوم کے مینیجنگ ڈائریکٹر
شری اے۔بی۔ سطر کلکر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

پونے کے مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک
نرمتی اور سنشودھن منڈل کرمچاری کی
طرف سے شری الہاس پوار (ایم ایل اے)
۴۱۰۰/- روپے کا چیک وزیر اعلیٰ فنڈ
کے لئے ۲۰ مارچ کو ودھان بھون میں
وزیر اعلیٰ شری چوان کو پیش کرتے ہوئے۔

فیڈریشن آف ویسٹرن انڈیا الیکٹرانکس
ایسوسی ایشن کے نمائندوں نے ۲۷ مارچ
کو منترالیہ میں ... مالیات و منصوبہ بندی
شری سوشیل ... سے ایک
ملاقات میں الیکٹرونک سامانوں پر
سیلز ٹیکس کی حد ۴ فی صد تک کم کرنے
پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔
زیر نظر تصویر میں وزیر موصوف
مذکورہ نمائندوں سے مصروف گفتگو
دیکھے جا سکتے ہیں۔

نئے ودھان بھون کے دسویں منزلے
پر اسٹیٹ بینک کی ایک سالانہ تقریب
میں جو کہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو منعقد کی گئی
تھی ستیہ نارائن کی مہا پوجا کے موقع پر
وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان تشریف
فرما ہوتے تھے۔ اس موقع پر لی گئی تصویر

وزیر سیاحت پروفیسر رام میگھے
۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء کے دن کراس میدان میں
بھارت ٹراویلس کی جانب سے منعقدہ نمائش
"بھارت درشن" کا افتتاح کرتے ہوئے

شیواجی پارک میں ہولی کے موقع پر
بمبئی کے شریف شری ٹی۔ کے۔ ٹوپے
نے ہولی کی آگ جلائی۔ ساتھ میں
دیکھے جا سکتے ہیں شری ایس۔ جی گودریج،
سابق شریف آف بمبئی

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان نے فورٹ ماروتی کراس لین میں منہدم شدہ عمارت کا ۲۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو بہ نفس نفیس معائنہ فرمایا۔ ساتھ میں بمبئی کے میئر شری چھگن بھجبل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

بمبئی ضلع میں باندرہ سے دہیسر اور کرلا سے ملنڈ کے درمیان ۱۷ اسمبلی حلقوں میں ودھان سبھا میں پیش کردہ تجویز کے مطابق رفاہِ عامہ کے کاموں پر عمل آوری کے طور طریقوں پر غور و خوض کے لیے ۳ مارچ کو منترالیہ میں ایک میٹنگ منعقد کی گئی — زیرِ نظر تصویر میں وزیر مکانات و ضلع پلاننگ و ترقیات سمیتی کے جوائنٹ صدر ڈاکٹر وی۔ سبرامنین مذکورہ میٹنگ میں حاضرین سے تبادلۂ خیال فرماتے ہوئے۔

H/32. 2F&B.

کماٹی پورہ کی بلڈنگ کے انہدام پر وزیر ہاؤسنگ
دی۔ سبرامنین اور وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ شری
محمد، جائے واردات پر معائنہ کر رہے ہیں۔
دوسری تصویر میں عمارت کا ملبہ صاف کرتے ہوئے
ئر بریگیڈ کا عملہ برسرپیکار ہے۔

جلیل الہ آبادی
رائل گلاس ہاؤس میونسپل مارکیٹ۔ اسٹیشن بازار
اورنگ آباد۔ ۴۳۱۰۰۱

نومبر کا شمارہ موصول ہوا۔ آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی کے بارے میں کافی معلومات ہیں آپ کی کوششیں اور جستجو لائق ستائش ہے۔ تصاویر کا حصہ بھی خوب ہے۔ بہرحال اتنے اچھے نمبر کی اشاعت پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

میم۔ ایف۔ انصاری
۲۰۵/۸۔ سیٹھ گلی۔ آگرہ (یو۔پی)

"قومی راج" پچھلے چھ ماہ سے مقامی ایجنٹ سرکار بکڈپو سے خرید کر پڑھ رہا ہوں، بہت ہی سستا ہے مگر ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، آپ اسے ادبی زیادہ رکھیں۔ کم از کم دو افسانے۔ ۴، ۶ غزلیں، دو مقالے، ایک ادبی شخصیت اور ایک شاعر کا تعارف۔ تو کچھ عوام کے مطلب کی چیز ہوگی، اور صاحب! کچھ طنز و مزاح بھی بہت ضروری ہے۔ آپ لوگ پوری محنت سے رسالے کو خوبصورت بناتے ہیں۔ امید ہے کہ ہم پڑھنے والوں کی دلچسپی کیلئے رسالہ میں ادبی تبدیلیاں بھی لائیں گے۔

★

★ نثار اختر انصاری
ایڈیٹر " ہمکیر" مدنپورہ۔ چوک۔ ناگپور ۴۴۰۰۱۸

★

۱۵ نومبر ۸۵ء کا قومی راج موصول ہوا۔
سرورق پر "اندراجی" کی رنگین تصویر، ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی، ڈاکٹر ترلوکی ناتھ خوشتر اور ڈاکٹر آذر کے مضامین پڑھ کر آنکھ بھر آئی۔ ریاض احمد خاں صاحب اور شری نذیر فتحپوری کے مضامین پر مواد ہیں۔ ودربھ ترقیاتی پروگرام کی تفصیلات کی اشاعت سے ودربھ کے تعلق سے مہاراشٹر سرکار کی دلچسپی کا علم ہوا۔ آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی نمبر کے بعد خراج عقیدت پیش کئے جانے کے لئے اس شمارے میں بھی کئی نایاب تصاویر شامل ہیں۔

مجیب الرحمٰن بزمی
"قصر بزمی" رحمت کالونی۔ ڈورنڈا۔ رانچی ۸۳۴۰۰۲

قومی راج کا "بین الاقوامی سال نوجوانان" خصوصی نمبر موصول۔ جناب کامل چاندپوری کی نظم اور سب ہی مضامین پسند آئے۔ تصویروں بذریعہ ریاستی خبریں۔ دیگر معلوماتی مضامین کافی مقبول عام ہو رہے ہیں۔

★

خ۔ زماں۔ انصاری
اکیڈمک آفیسر ڈپارٹمنٹ آف فارن لینگویجز
نیشنل ڈیفنس اکیڈمی۔ کھڑک واسلہ۔
آفیسر انچارج، اردو کلب، این۔ڈی۔اے

"قومی راج" کا نیا شمارہ ملا بہت خوب ہے، ایک طرح سے کانگریس صد سالہ خاکہ ہے۔ ایک ضروری بات تحریر ہے۔ قومی راج کے خصوصی نمبر نکلتے ہیں اسکی اطلاع پرچے سے نہیں ملتی۔ اگر آپ تازہ شمارہ میں آئند خصوصی نمبر کا اعلان شامل کریں تو قومی راج کے لئے بروقت مضامیں قلم بند کرنا ممکن ہو سکے گا۔

★

★ عاجز ہنگنگھاٹی۔
ہنگن گھاٹ ضلع وردھا

باعث بینائی۔ دو سال بعد "قومی راج" کے پُر وقار شفاف نکھرے ہوئے مکھڑے نظر نواز ہوئے تو ان کے اثر پذیر رنگ و روپ کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔
حالات حاضرہ کی اچھوتی عکاسی کا آئینہ دار، یہ جریدہ بذات اپنی منفرد حیثیت کا مظاہرہ کرتا ہوا۔ اپنی منزل کی جانب رواں دواں آیا۔ صرف افسانوں کی غیر موجودگی اور غزلوں کا اختصار ہی ذہن کو تشنگی کے صحرا میں سراب کا متلاشی کر کے چھوڑ دیتا ہے۔

★

ضیاء زخمی (بی۔اے۔ ڈی۔ایڈ)
جونی مسجد۔ صرافہ۔ کھام گاؤں ۴۴۴۳۰۳

جب سے آپ نے قومی راج کی ادارت سنبھالی ہے پرچہ دن بدن نکھرتا جا رہا ہے۔
مبارکباد قبول فرمائیے

راج بھون بمبئی میں حلف برداری کی رسم کی ادائیگی کے بعد وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان براہ راست منترالیہ تشریف لائے اور چھترپتی شیواجی مہاراج کی تصویر کے سامنے خراج عقیدت کے پھول نذر کیے۔

عبوری بجٹ پر آخری نظر ڈالتے ہوئے وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے اور وزیر مملکت برائے مالیات شری [illegible] کے تاثرات دیکھے جا سکتے ہیں

قومی راج

یوم مہاراشٹر خصوصی نمبر ۱۹۸۶ء
مشترکہ شمارہ ۲۵ اپریل اور ۱۰ مئی ۱۹۸۶ء شمارہ نمبر ۸

مراٹھی، ہندی، انگریزی، گجراتی، سندھی اور اردو چھ زبانوں میں ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

سالانہ دس روپے، قیمت فی شمارہ پچاس پیسے، اس خصوصی شمارے کی قیمت ایک روپیہ

چیف ایڈیٹر:	پی۔ اے۔ مانے
مینیجنگ ایڈیٹر:	ریاض احمد خاں
ایڈیٹر:	فیروزہ فیاض خان
سب ایڈیٹر:	عبد اللہ

شرح خریداری

- ایک سال کے لئے — دس روپے
- دو سال کے لئے — بیس روپے
- تین سال کے لئے — تیس روپے
- چار سال کے لئے — چالیس روپے
- پانچ سال کے لئے — پینتالیس روپے

ترسیل زر کا پتا:-

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
بیرک نمبر ۱۹، مقابل سرچی بلڈنگ، نزد منترالیہ
بمبئی ۴۰۰۰۳۲ -

اس شمارے میں

صفحہ نمبر

ہمارا سرورق:

سورگباشی سابق وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی روایتی ۹۔ گزی مہاراشٹرین ساڑی میں ملبوس

ہم شری کملاکر سونٹکے، ڈائرکٹر ثقافتی امور اور ڈین نیشنل تھیٹر شری اتوے جو پرانجپے کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہمارے سرورق کے لئے رنگین تصاویر مرحمت فرمائیں۔

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری ایس۔ بی چوان کا پیغام

مہاراشٹر نے یکم مئی ۱۹۸۵ء کو اپنی تاسیس کے ۲۵ سال پورے کیے اور اس موقع پر اس نے نئی امیدوں اور نئی امنگوں کے ساتھ اپنے جشن سیمیں کے دوران پیش قدمی اور بیش از بیش آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا چنانچہ گذشتہ سال ریاست کی ترقی انہیں امنگوں، تصورات اور پروجیکٹوں کی تکمیل کا سال تھا۔

پنڈت جواہر لال نہرو معمار جدید ہندوستان کے معمار نے یکم مئی ۱۹۶۰ء کو ریاست مہاراشٹر کا افتتاح فرمایا تھا اور وہ مبارک دن مہاراشٹر کی زندگی میں سنہرا دن تھا۔ مہاراشٹر کے باشندوں کا وہ پرانا خواب کہ ان کی اپنی یک لسانی ریاست ہو یکم مئی ۱۹۶۰ء کو بہترین تعبیر کی شکل میں سامنے آیا۔ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کا ریاست مہاراشٹر کی تشکیل میں بیش از بیش حصہ تھا جس کے لیے مہاراشٹر ہمیشہ ان کا ممنون احسان رہے گا۔

گذشتہ ۲۵ سال میں مہاراشٹر نے مختلف میدانوں میں مختلف پروگراموں کی بھرپور عمل آوری میں ملک کے طول و عرض میں امتیازی نام پیدا کیا ہے جیسے تحریک امداد باہمی، جمہوری انداز پر عدم مرکزیت، زراعتی ترقی، سفید انقلاب بالغ عورتوں کی تعلیم، سبھوں کے لیے صحت، خاندانی بہبود، غریبوں کی اور سماج کے فراموش کردہ طبقوں اور قبائلیوں کی بھلائی اور بہتری، گندی بستیوں کا سدھار، مسافروں کی نقل و تنقیل کے ذرائع کا قیام، بے گھروں اور بے زمینوں کو مکانوں اور زمینوں سے نوازنا، اجارہ دارانہ طور پر کپاس کا حصول، ۲۰ نکاتی پروگرام پر مؤثر انداز میں عمل آوری جسے غریبوں اور معاشی طور پر کمزوروں کے لیے پروانہ حقوق سمجھا جاتا ہے، اس دوران مہاراشٹر کے نمایاں کارناموں کے طور پر گنائے جا سکتے ہیں۔ ریاست کی کامیاب ضمانت روزگار اسکیم مرکزی حکومت کی نظر میں اتنی پسندیدہ ٹھہری کہ اس نے ملک کی دوسری ریاستوں کو اسے اختیار کر لینے کا مشورہ دیا۔ یہی نہیں بلکہ عالمی بینک نے بھی اس اسکیم کو سراہا اور پسند کیا ہے۔

مہاراشٹر جہاں سادھوؤں، سنتوں، صوفیوں اور ولیوں کی سرزمین ہے وہیں یہ ویروں اور بہادروں کی جنم بھومی بھی ہے جنھوں نے ملک کے نازک موقعوں پر اپنی بہادری کے جوہر دکھلائے ہیں اور جانیں نثار کی ہیں جنگ آزادی کے زمانے میں وہ اسٹیج جو کرتنوں، پرواچنوں، تقریروں اور حمد و ثنا کے لئے استعمال کیے جاتے تھے وہیں سے لوگوں

کے دل و دماغ میں بہادری کی کرنوں اور جذبات کی روشنیوں کو منور کرنے کا کام کیا گیا۔ ریاست فلسفے کے اس اصول کی بہترین طور پر نگہداشت کی ہے کہ سارے مذاہب بھلائی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اور چھترپتی شیواجی مہاراج کے اس اصول کو مہاراشٹر کے باشندوں نے جس طرح دل سے لگایا اور عمل کر کے دکھایا اس کی زندہ مثال یہاں کے باشندوں کا ایک دوسرے کے ساتھ میل جول کا انداز میں ایک دوسرے کے کام آنا کئی صدیوں سے طرۂ امتیاز رہا ہے۔

ریاست کا اصول، لوگوں کی بھلائی

مہاراشٹر کا اصول یہ رہا ہے کہ ترقی کے ساتھ ساتھ ریاست کی بھلائی پیش نظر رہے اور گذشتہ ۲۵ سال سے یہ ریاست اس اصول کو دل سے لگائے ہوئے مسلسل پیش قدمی کر رہی ہے۔ حکومتی مشنری اس کام کے انجام دینے میں بہت معاون ثابت ہوئی ہے اور اس نے انتظامی امور میں ایک قابل مشنری کی حیثیت سے اچھا نام پیدا کیا ہے۔

قابل فخر کارنامہ

گذشتہ ۲۵ سال کے دوران مہاراشٹر مختلف آفات سماوی سے جیسے زلزلہ، قحط، خشک سالی، سیلاب وغیرہ سے دوچار ہوتا رہا ہے اور ساتھ ہی لوگوں کے برپا کردہ فسادات، ہڑتالیں وغیرہ بھی پیش آتے رہے ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود ریاست نے مختلف میدانوں میں نمایاں پیش قدمی کی ہے۔ ریاست کی معاشی، سماجی اور ثقافتی ترقی کے لیے پیہم کوششیں جاری رہیں اور ۲۵ برس کا یہ اقدام بلاشبہ اس ریاست کا قابل فخر کارنامہ شمار کیا جا سکتا ہے لیکن جیسے جیسے نئے چیلنج ہمارے سامنے آ رہے ہیں ان سے نمٹنے کے لیے ہمیں مناسب انداز میں اور کافی تندہی سے ۲۱ ویں صدی میں قدم رکھنا ہوگا۔ اس جشن سیمیں کے موقع پر قومی راج نے مئی ۱۹۸۵ء کو ایک خاص نمبر شائع کیا تھا جس میں غریبوں کی بھلائی کی مختلف اسکیموں اور مختلف میدانوں میں ریاست کی ترقی کی حقیقی تصویر پیش کی تھی۔

قابلِ تعریف کوشش

مہاراشٹر کے سال جشن سیمیں کے اختتام کے موقع پر قومی راج نے خصوصی شمارہ کے ذریعے مختلف ثقافتی سرگرمیوں جیسے ادب، اسپورٹس وغیرہ پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے اور ان میں مہاراشٹر کی ترقیوں کا خاکہ پیش کیا ہے جو قابل تعریف ہے۔
مجھے امید ہے کہ یہ خاص شمارہ یقینی ہیں کہ دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور محفوظ رکھا جائے گا بلکہ گذشتہ کے منفرد اور خصوصی شماروں کی طرح عوام کی پسندیدگی کا باعث ہوگا۔

ڈاکٹر شری کانت جچکر
وزیر مملکت برائے، جنرل ایڈمنسٹریشن، اطلاعات و رابطہ عامہ
توانائی، مالیات و ثقافتی امور۔

ذاتی روزگار اور پیشوں سے سوشلزم کی طرف

وہ پنڈت جواہر لال نہرو کی ذات تھی جنہوں نے ملک کے مالی نظام کو جدید طور طریقوں کے مطابق قائم کرنے کے لئے ملک گیر پروگرام کی داغ بیل ڈالی تھی اس ضمن میں پنج سالہ منصوبے، ملک کے حالات و نظام کی جدت طرازی کی بنیاد تصور کئے جاتے ہیں۔ ہندستان میں شہر بمبئی شروع ہی سے صنعت کاری کا مرکز رہا ہے۔ انگریزوں کے دور میں جن صنعتوں کو ہندستان میں فروغ حاصل ہوا وہ صنعتیں ان کارخانوں کے ذریعہ ہندستان کے دوسرے حصوں میں پھیلیں جن کا قیام ابتداً بمبئی، کلکتہ اور مدراس میں ہوا۔ لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل اور اس مقصد کے تحت کہ لسانی بنیادوں پر مہاراشٹر کی تشکیل بھی عمل میں لائی جائے، ایک تحریک کا آغاز ہوا۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کی دور اندیشی

مہاراشٹر کی جدید تاریخ کا وجود سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کی دور اندیشیوں کا مرہون ہے جنھوں نے اس باب میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ پنڈت نہرو کو اس بات پر آمادہ کرنے کیلئے سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی ہوگی کہ مہاراشٹر میں مختلف میدانوں میں ارضی و سماوی انقلابات پیش آتے رہے ہیں جو واقعی قابلِ فخر ہیں اور یہ بھی کہ ریاست مہاراشٹر کے وجود میں آنے پر ملک کو نئے تجربات حاصل ہوں گے۔ پھر سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کے خیال میں یہ بات آئی کہ

پنجسالہ منصوبوں کے باعث صنعت کاری کو فروغ تو حاصل ہ[illegible]
ہے لیکن ساتھ ہی کئی مسئلے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مہاراشٹ[illegible]
کی صنعتیں اگر بمبئی، پونے اور تھانے میں گھر کر رہ گئیں تو ر[illegible]
کے دوسرے حصوں کو روزگار یا ملازمت کے مواقع سے محرو[illegible]
رہے گی اور ریاست کی آزادانہ ترقی میں رکاوٹ پیش آ[illegible]
گی اس لئے ملک کے پنجسالہ منصوبے میں نئے نکات داخل کر[illegible]
کے لئے بیس نکاتی پروگرام کی ابتدا ہوئی۔

ہمہ گیر ۲۰ نکاتی پروگرام

۲۰ نکاتی پروگرام مختلف امور کا احاطہ کرتا ہے۔ مہاتما گاند[illegible]

سورگباشی وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی جن کا مہاراشٹر کی تشکیل میں زبردست حصہ تھا سماج کے سب سے پسماندہ طبقے کے لوگوں تک چوطرفہ ترقی کے لیے ۲۰ نکاتی پروگرام کی روشنی آپ ہی نے دکھائی تھی۔

۲۱ویں صدی میں لے جانے والے ہندستان کے جواں سال وزیراعظم شری راجیو گاندھی

نا کرتے تھے کہ سماج کے کمزور ترین طبقے میں دوسرے طبقوں کے ساتھ رہنے کی قوت پیدا ہونی چاہیے تب کہا جا سکے گا کہ اونچ نیچ کا فرق باقی نہیں رہا۔ اور بیس نکاتی پروگرام کا اصل مقصد یہی ہے۔ رسکن کی کتاب "انٹو۔ دی۔ لاسٹ" (تا بہ آخر) سے گاندھی جی نے یہ سبق سیکھا تھا اور اسی سبق کو شریمتی اندرا گاندھی جی نے ۲۰ نکاتی پروگرام میں سمو دیا۔ اس میں سے کئی پروگراموں پر عمل آوری کر چکے ہیں۔ جدید کاری کی خواہ کتنی ہی کوشش نہ کی جائے سماج کے پچھڑے ہوئے لوگوں تک جدید کاری کے فائدوں کو پہنچانا لازمی ہے کے جیسے چہانا ہے۔ اس بات کو جان لینے اور سمجھ لینے کے بعد سماج کے مزدور پیشہ لوگوں کو خاص طور سے قوت بہم پہنچانا ۲۰ نکاتی پروگرام کا مقصد ہے۔

ناگپور میں کچھ عرصہ پہلے کل ہند جوانوں کا اجتماع ہوا تھا جس میں ہندستان کے طول و عرض سے بہت بڑی تعداد میں جواں مرد اور عورتیں دنیا بھر کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائے ہوئے اکٹھا ہوئے تھے۔ اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے انگلستان کی اس وقت کی باتیں بتلائیں جب وہاں صنعت کاری شروع ہوئی تھی۔ کارخانے بڑھ رہے تھے لیکن لوگ ناواقف محض تھے۔ کتنے ہی کارخانے ایسے تھے جہاں کام کرنے والے لوگ بدحال اور زخمی ہو کر نکلتے تھے۔ اس صورت حال کے سبب بہت سے لوگوں نے مشینوں کو توڑنے کی تحریک چلائی جسے "لوڈ ڈائٹ" تحریک کا نام دیا گیا تھا۔ یہ باتیں گوش گذار کرنے کے بعد شریمتی گاندھی نے اس وقت کی مالی

حالت کا تجزیہ کرتے ہوئے، کارل مارکس نے جس اشتراکیت کا نظریہ پیش کیا تھا اس کا خلاصہ پیش کیا۔ کارخانہ داری ہی سے ہم جدیدیت کی بنیاد رکھتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ تجربہ بتلا رہا ہے کہ ہم اپنی روش سے ثابت یہ کرتے ہیں کہ گویا جدت پسند سماج میں بالخصوص ہمارے لئے کوئی مقام نہیں۔ پنڈت نہرو نے جدید صنعت کاری کی بنیاد کی تکمیل کی لیکن اس جدید صنعت کاری کی آگے چل کر کیا شکل ہوگی اس کی وضاحت سورگباشی اندراجی کے حصے میں آئی جنھوں نے اس کی تشریح اپنی تقریر میں فرمائی۔ اسی تقریر کے بموجب ۲۰ نکاتی پروگرام تیار کئے گئے اور نئے سوالات کو حل کرنے کا آغاز ہوا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بیس نکاتی پروگرام پنجسالہ منصوبے کو بڑھاوا دینے میں کہاں تک مددگار ثابت ہوگا۔ اس کے بعد مضبوط بنیادوں پر راہ عمل متعین کی جائے گی۔

اس سے پہلے سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کا خیال تھا کہ ۲۰ نکاتی پروگرام خود ہی روزگار مہیا کرنے کے سلسلے میں کارآمد ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس خیال کو مالیاتی حیثیت سے کوئی مقام حاصل ہے بھی یا نہیں۔ کیا آخر میں سبھوں کو ملازمتیں یا روزگار ملنے کی امید کی جا سکتی ہے، کیا اپنا ذاتی کاروبار کرنے کے لئے وہ ایک درمیانی پروگرام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس نقطۂ نظر کے لحاظ سے مالی پہلو کی ترقی کی جانچ کرنی ہوگی۔ نفع حاصل کرنے کے لئے مالکانہ طرز پر پیداوار کا بڑی مقدار میں اور بطرز انداز میں ہونا لازمی ہے۔ مالکانہ طرز پر بڑی مقدار میں پیداوار کی اس خصوصیت کو بگاڑ کر ہم مالی نقطۂ نظر سے مارکس کے زمانے سے گذشتہ ستر، ڈیڑھ سو سال سے پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

مارکس کا علم اشیاء

مالک مزدوروں کو پیداوار کے حصول کے کام پر رکھتا ہے۔ مزدوروں کی محنت و مشقت سے مال بازار میں آتا ہے جس سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ مارکس کے بقول:

"مزدور وہ شخص ہے جو مالک کو نفع کما کر دیتا ہے"،

مالک، بازار میں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش میں وہ کارخانے میں نئی نئی مشینیں بٹھاتا ہے۔ مالک کی اس کوشش میں ایک عجیب بات تجربے میں آتی ہے۔ مالک کو مزدور نفع کما کر دیتا ہے اس نفع سے بالکل جدید مشینیں کارخانے میں لگائی جاتی ہیں۔ پھر ان ہی مشینوں کی وجہ سے مزدور بے روزگاری میں مبتلا ہوتے ہیں کیونکہ اس کاروبار میں مزدوروں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے۔

تب تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں جدیدیت کی ضرورت ہی نہیں۔ غیر بھتی گاندھی نے "لوڈ ایٹ" تحریک کے بارے میں جو تقریر کی تھی وہ اسی قسم کے اقدام کے متعلق تھی۔ ہم ہی سے جدیدیت کا علم رکھنے والے، پھر ہم ہی مشینوں کے لگانے میں پیش پیش رہیں اور پھر آخر میں ہم ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھیں۔ مالکانہ حق اور اصول کی وجہ سے مشینیں بٹھائی جاتی ہیں اور پھر بیکاری بڑھتی ہے۔ اسی کو کارل مارکس "بے روزگاری لانے والی فوج" کا نام دیتے تھے۔

ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچا جائے تو مالکانہ حقوق کے تحت نئی مشینوں کا بٹھانا اور استعمال میں لانا بھی ہے کیونکہ نئی مشینیں کچھ لوگوں کو بے کار بناتی ہی ہیں تو کچھ مزدور کارخانے میں کام سے لگے بھی رہتے ہیں۔ اس باب میں انقلاب اور تبدیلی کے محرک کون ہو سکتے ہیں؟ اس قسم کا سوال کرنا دماغ کو پریشان کرتا ہے۔ ہمارے دیئے ہوئے نفع کے ذریعے خود ہمیں کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ اس قسم کے تجربات سے گزرنے والا مزدور انقلاب آور کیوں نہیں بنتا؟ جو اس صورتِ حال کے باوجود کام پر رہتا ہے اور یہ سوچتا ہے اپنی تو ٹھیک سے گزر رہی ہے۔ وہ ہے انقلابی۔ سوشلزم میں عزت اسی کو دی جاتی ہے اور بے روزگار ہو جانے والے مزدور کی کبھی پذیرائی نہیں ہوتی اس نے ناتیاتی امور کا سبق پڑھا ہی نہیں اور آپ انقلابی ہونے کا حکم لگا سکتے ہی نہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ انصاف کرنے والوں نے یک طرفہ فیصلہ دے دیا ہے جو بے روزگاری کی بھینٹ چڑھا دیا گیا وہ مالکانہ طرز کا زخم خوردہ ہے اور سوشلزم کے قوانین میں اس کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ اس کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ ہوتی ہے۔

تین درجے

اگر مالکانہ طرز اسی طرح پھولتا پھلتا رہا تو نتیجہ کیا ہوگا؟ جدید مشینیں بٹھائی جائیں گی اور لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد بے روزگار ہوتی جائے گی کام کرنے والے مزدور کم ہوتے جائیں گے بے کار کامگار بڑھیں گے اور مالکوں کی تعداد کم ہوگی۔ اس سے سماج کے تین درجے بن جاتے اور ترتیب لگتے ہیں:

کام سے لگے ہوئے مزدور، بے کار ہونے والے لوگ اور مالک۔ سوشلزم نے حساب سے دو درجے اور ان میں سے ایک دوسرے جنگجو کہلاتا ہے۔ دو درجے ہوں گے تو دونوں میں سے ہر ایک کے دو درجے ہوں گے۔ تین درجے ہوں گے تو ان کے چھ یعنی ہر ایک کے دو ہوں گے۔

مارکس کے بموجب یہ لوگ اس کے مطالعاتی مضمون کے تحت نہیں آتے۔ ان کا مطالعہ جوان، عدالتیں، ڈاکٹر کریں۔ مارکس صرف ایسے کامگاروں کو زیرِ مطالعہ لاتے ہیں جو کارخانوں کے مالکوں کو زیادہ کما کر دیتے ہیں۔ جن کا مالک ہی نہ ہو ایسے محنت کش مزدور نہ کسی کے لئے زیادہ کماتے ہیں اور نہ دیتے ہیں اس لئے سوشلزم کے انقلاب کے مباحث کے لحاظ سے ان کا مارکس کے مطالعات میں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔

ذاتی روزگار

اس قسم کے کاروبار کرنے والے کھانا کھاتے ہیں، خاندان رکھتے ہیں، صاحبِ اولاد بھی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ زندگی گزارتے ضرور ہیں لیکن ان کے یہاں تنخواہ پانے والا کوئی مزدور نہیں ہوتا۔ سوشلزم کے انقلابات میں یہ کیا رول رکھتے ہیں اس کا تعین ان لوگوں کا کام ہے جو موجودہ درجہ بندیوں سے تعلق رکھتے ہیں محنت کرنے والا یہ طبقہ کارخانوں کی پیداوار ہے۔ وہ اپنا ذاتی کاروبار کرتا ہے۔ یہ طبقہ نیست و نابود ہونے والا نہیں بلکہ اس کے برعکس

ی تعداد بڑھتی جائے گی۔ اس قسم کے سماج کے افراد کے
۲۰ نکاتی پروگرام میں کوئی قاعدہ لاگو ہوگا۔ سورگباشی شریمتی
ھی نے ناگپور کے جوانوں کے سمیلن میں "لوڈائٹ" تحریک کا
کر کیا تھا اس میں مشینوں پر غصہ اتارنے سے منع تو کیا تھا لیکن
وقع پر اس کی وجہ سے بے کاری کا جو سوال اٹھایا گیا تھا اس
بت انھوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ سوال ذاتی روزگار کے
یعے حل ہو جاتا ہے یا نہیں اس پر غور کیا جائے۔

۱۹۸۰ء کے مالیاتی کمیشن کے مطابق ریاست مہاراشٹر
دیہی اور شہری حصوں میں ایسے ۱۶ لاکھ ۸۸ ہزار خاندان تھے
ہر کے مزدور لگانے کی بجائے ذاتی روزگار کے ذریعہ زندگی گذار
ے ہیں۔ اس میں سے تقریباً نصف شہروں میں ہیں اور اتنی ہی
دیہاتوں میں تقریباً ۶۵ لاکھ مرد و عورت اس طرح کام کر کے
گذار رہے ہیں۔

...انظریہ

اوپر جو کچھ مذکور ہوا اس کے مطابق کھیتوں وغیرہ میں کام کر کے
ب زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں ان میں تقریباً ۸۴ لاکھ خاندان
س اس دائرے میں آتے ہیں۔ ذاتی روزگار کا یہ میدان فی الحال
رت نظر انداز ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کو محنت مشقت کر کے زندگی
تانے کے لئے مضبوط بنیادوں پر قائم ذاتی روزگار کی
رورت پیدا کی جانی چاہئے اور اسے ۲۰ نکاتی پروگرام کا جزو
بنایا جانا چاہئے کیونکہ یہ پوری طرح سوشلزم ہی کا پروگرام ہے سوشلزم
ریکوں میں یہ نیا نظریہ قانون کے روپ میں داخل کیا جانا ضروری

ذاتی روزگار سمیلن کا انعقاد ۴ اپریل کو دہلی میں ہوا تھا۔ اس
سلے میں اپنی نوعیت کا پہلا سمیلن تھا جس میں وزیر اعظم شری
گاندھی نے چند سوالات اصولوں اور قاعدوں کے انداز میں
فرمائے۔ انھوں نے فرمایا کہ:

۱:۔ ہمیں ان شہریوں کو مالی حیثیت سے اُن کے پاؤں پر کھڑا
کرنا ہوگا۔

۲:۔ انھیں بینک سے اپنی کوشش کے بل پر مدد دلانا چاہیے۔

۳:۔ سوشلزم میں انھیں ان کی طبیعت کے مطابق اطمینان
بخش مقام ملنا چاہئے۔

۲۰ نکاتی پروگرام کو سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے ترتیب
دیا تھا۔ ذاتی روزگار کو بڑھانے کے لئے ایک پروگرام اس میں
بھی ہے۔ خود روزگار کرنے والے لوگ سوشلزم میں اعتماد کے ساتھ
داخل ہوں اور عمل کریں اور بڑھیں تاکہ یہ خیال عام ہو۔ وقت
آگیا ہے کہ اس خیال کی تحقیق کی جائے اور اسے عملی جامہ پہنایا
جائے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا، جہاں بھی مالکانہ عمل دخل ہوگا، تنخواہ
پانے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ کم ہی ہوتی جائے گی اور بے کاروں
کی تعداد میں لگاتار اضافہ ہوگا۔ مغربی ملکوں میں اور ہندوستان
میں بھی "ملازمت" کے معنی تنخواہ دار مزدور ہی تو ہوتے ہیں۔
ذاتی روزگار کے معنی اس حیثیت سے کوئی نہیں کرتا کیونکہ ذاتی
روزگار کرنے والا جس طور طریقے پر اپنا کاروبار کرنا چاہے وہ
کرسکتا ہے۔ اس نظریہ کی وضاحت کے لئے میں نے انگریزی
میں "اکونامک تھیوری آف سروودے" نامی ایک کتابچہ شائع
کیا ہے جس میں اس نظریہ کی وضاحت بخوبی کی گئی ہے۔

مغربی یوروپ اور امریکہ میں جس ڈھنگ پر سوشلزم کا مطالعہ
کیا گیا ہے اس کے مقابلے میں الگ سے غور و خوض بھی کیا جانا چاہیے
ہندوستان میں صنعت کاری جتنی وسیع ہوتی جائے گی اسی نسبت
سے ذاتی روزگار کا میدان بڑھتا جائے گا۔ اسی نظریہ کے پیش نظر
شری راجیو گاندھی نے دہلی کے سمیلن میں یہ پیغام دیا تھا کہ ذاتی
روزگار کے میدان میں جو لوگ محنت مشقت کر رہے ہیں انھیں
مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے اور ترقی کے مواقع بہم پہنچانے کے
لئے ان کی مالی حالت درست کرنے پر توجہ دینی چاہیے۔ اس لحاظ
سے ہندوستان میں یقیناً اچھے پیمانے پر مالیاتی قواعد وضع کئے
جانے چاہئیں۔

یہ ذاتی روزگار کرنے والے لوگ جو کاروبار کرتے ہیں اس
کی کچھ معلومات ہمیں بھی ہونی چاہیئے۔ یہ جماعت جو مال فروخت
کرتی ہے وہ مال بازار میں کافی مقدار میں دستیاب ہو تو ملتا ہے۔ اس
مال کے بیچنے والے لوگ اپنی پیداواری اشیاء کے لئے جو کچا مال
اور دوسری چیزیں خریدتے ہیں وہ سب چیزیں اجارہ داروں
کے پاس سے آتی ہیں۔ تب ہی تو انھیں اجارہ دارانہ طریقوں
کے مطابق یہ چیزیں بہتات کے ساتھ ملتی ہیں۔ خریدتے وقت
اجارہ دار گردن پر سوار ہو کر لیتا ہے لیکن فروخت کرتے وقت

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

بنود راؤ

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی اور مہاراشٹر

جب ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی تنظیم نو عمل میں آئی اور مراٹھی بولنے والے اپنی کسی لسانی ریاست کے بغیر رہ گئے۔ اور انھوں نے اس کے لئے ایک تحریک شروع کی تو سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی وہ اولین قومی لیڈر تھیں جنھوں نے اس مطالبے کا انصاف پسند ہونا تسلیم کیا اور اس کی تائید کی۔ مراٹھی کی حروف شناسی کے لحاظ سے جیسا کہ تاریخ میں اس کی عکاسی پائی جاتی ہے اور بالخصوص چھترپتی شیواجی مہاراج کے حالات و شخصیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورگباشی اس بات پر یقین رکھتی تھیں کہ یہ چیز ضروری بھی ہے اور ہندستان کے مفاد میں بھی ہے۔

سورگباشی شریمتی گاندھی شیواجی کو نہ صرف مہاراشٹر کی یا ہندستان کی بلکہ دنیا کی ایک عظیم شخصیت سمجھتی تھیں اور ہندستان کی روایات، ثقافت اور ہم عصر مجاہدینِ آزادی کے لئے ایک نمونہ شمار کرتی تھیں۔ سورگباشی فرمایا کرتی تھیں کہ اس عظیم شخصیت نے ہمارے ملک کی آزادی کا مشعل روشن کیا تھا اور اس مشعل کی روشنی نے صدیوں بعد بھی ہندستان کو طاقت عطا کی اور انھیں انگریز حکمرانوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے کے لئے حوصلہ بخشا۔

بعض اوقات گھر کی تربیت جو سورگباشی شریمتی گاندھی کو زندگی کے ابتدائی ایام میں ملی تھی اس میں ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا تھا جنھوں نے بہادری کے کارنامے دکھائے، آزادی کے لئے جنگ کی اور اس لحاظ سے چھترپتی شیواجی مہاراج کو ان لوگوں میں بہت بلند مقام دیا جاتا تھا جو آنے والوں کے لئے نمونہ ہوا کرتے تھے۔ نہ صرف ان خطوط میں جو آنجہانی کے پتاجی نے ان کے نام لکھے تھے بلکہ دوسرے لوگوں کے ساتھ گفتگو کے دوران بھی اور ملک میں جو فضا جاری و ساری تھی یہ احساس آنجہانی کے پیشِ نظر ایک مثال کے طور پر ہمیشہ رہا۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کو اس بات کا احساس تھا کہ وہ عوام جو شیواجی مہاراج جیسی عظیم شخصیت کے وارثین ہیں انھیں ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ ہندستان کی شاندار ترقی میں اپنا بہترین رول ادا کر سکیں۔ اس کام کو انجام دینے کا بہترین طریقہ وہی ہو سکتا ہے جسے لسانی گروپوں کی حیثیت سے کیا جا چکا ہے اور انھیں ایک واحد انتظامی یونٹ کے ذیل میں جوڑ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سورگباشی ان لوگوں کی دلیلوں کو پسند نہیں فرماتی تھیں جو دوسرے وجوہ کی بنا پر ایک مہاراشٹر ریاست کا وجود میں آنا نامناسب سمجھتے تھے اور ان کے برخلاف انھوں نے نئی ریاست کی تشکیل میں بشمول بمبئی کیلئے سرگرمی دکھائی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب انھیں سیاسی تجربات حاصل نہیں ہوئے تھے۔ اور اس اہم مقام تک پہونچنے کے لئے بھی انھیں بہت سال باقی تھے لیکن اسی وقت سے انھوں نے اپنی سیاسی بیداری اور کئی موقعوں پر مناسب فیصلوں کا اظہار فرمایا۔ درحقیقت یہ انھوں کی اپنے پتاجی، وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو رضامند کرنے کی

کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خود ان کے پتا جی نے مراٹھی بولنے والوں کی خواہشوں کے مطابق اس لسانی ریاست کی تشکیل پر آمادگی ظاہر کی۔

اس طرح سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے مہاراشٹریوں کے صدیوں پرانے خواب کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے سلسلے میں نہایت اہم اور فیصلہ کن رول ادا کیا۔ جس دن ریاست کا وجود عمل میں آیا اس دن وہ بمبئی میں تھیں اور اس کی تقریبات میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ مہاراشٹریوں کی خوشیوں میں شریک تھیں۔ ان کی موجودگی لوگوں کے لئے بہت حوصلہ افزا تھی اور اس بات کی شہادت بھی کہ انھیں مہاراشٹر کے مستقبل اور اس کے مفاد سے کتنی گہری دلچسپی ہے۔

جب سورگباشی نے وزیر اعظم کے عہدے کو زینت بخشی تب بھی مہاراشٹر کا خیال ان کے دل و دماغ پر حاوی تھا۔ اپنے پتا جی کی طرح انھیں اس ریاست کی یہ خوبی کہ "زندہ رہو اور زندہ رہنے دو" بہت پسند تھی اور اس کے تمام باشندوں کو یکجا رکھنے کا خیال، اس کا ثقافتی استحکام اور سائنسی مزاج ہمیشہ ان کے لئے پسندیدگی کا باعث رہا۔ انھوں نے اس کے دیہاتوں کے درمیان سے مسافرت کی اور اس ریاست کے غریبوں سے ہمیشہ ہمدردی دکھائی۔ انھیں یہاں کے قبائلیوں سے خاص طور پر دلبستگی تھی اور جب کبھی یہ قبائلی ہندوستان کے صدر مقام پر یوم جمہوریہ کے موقع پر اپنی ثقافت کے دلکش مناظر پیش کرنے کے لئے پہنچتے تھے تو ان سے نہایت برادرانہ سلوک کیا کرتی تھیں۔ بعد میں انھوں نے یوم جمہوریہ کی تقریبات کی پلاننگ کرنے میں خود دلچسپی لی اور انھیں زیادہ دلکش بنایا۔

اسی طور پر مہاراشٹر کے باشندوں نے ان کی ان سرگرم دلچسپیوں کو جن کا ریاست کے سلسلے میں سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی اظہار فرمایا کرتی تھیں، نہایت گرم جوشانہ استقبال کیا کرتے تھے۔ ۲۰ نکاتی پروگرام، قومی بچت کی تحریک، خاندانی بہبود کے منصوبے اور دوسری اسکیمیں جنھیں آنجہانی نہایت پسند فرماتی تھیں، مہاراشٹر نے پوری طرح ان کی حمایت کی اور اس کا نتیجہ بھی ہمیشہ بہترین ہی رہا۔ اس ریاست کی بہترین کوششوں کو اور اس کے نتائج کو مثال کے طور پر سورگباشی ملک کی دوسری ریاستوں کے روبرو پیش کیا کرتی تھیں تاکہ موخر الذکر ریاستیں بھی مہاراشٹر کی طرح ان نکات پر سرگرمی سے عمل کریں۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ مہاراشٹر ہندوستان کا دستِ قوت آفریں ہے کیونکہ اس ریاست نے اپنی صنعت کی تعمیری کوششوں میں نیز قوم کے دفاع کی تعمیر میں بیش از بیش حصہ لیا تھا۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کو یہاں کی جفاکش زندگی پسند تھی کیونکہ جفاکش زندگی ہی انسان کے زندہ رہنے کی تمناؤں اور خوبیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ ہندوستانی روایات ہمیشہ سے زندگی کی سادگیوں لیکن خیالات کی بلندیوں سے ہمیشہ معمور رہی ہیں۔ عیش پسندانہ اور راحت طلب زندگی میں وہ خوبیاں نہیں ہوا کرتیں جو جفاکش زندگی میں ہوا کرتی ہیں۔

جب کبھی سورگباشی بمبئی تشریف لاتی تھیں تو یہاں کے عجائب گھر، یہاں کے فنون، کے ساتھ اپنے لگاؤ کا برملا اظہار کرتی تھیں۔ یہاں کے اہل قلم سے ملتی تھیں اور مختلف معاملات پر ان سے گفتگو کیا کرتی تھیں۔ بایں ہمہ غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں سے انھوں نے اپنا تعلق برابر قائم رکھا۔ ان سے اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ ان کی بدقسمت حالتوں کو تبدیل کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ان کے خواب رہے ہوں لیکن ان میں حقیقت کی جھلک کافی حد تک پائی جاتی تھی اور جہاں کہیں موقع ملا انھوں نے لوگوں کی بہبودی اور بھلائی کے لئے لوگوں کی معیشت اور مالی حالت کو سدھارنے کے لئے ہمیشہ کوششیں کیں۔

ان باتوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کا تعلق مہاراشٹر کے ساتھ خاص نوعیت کا تھا اور اس ریاست کے جشن سیمیں کے موقع پر جس ریاست کی تشکیل میں ان کی مدد شامل ہے، مہاراشٹر انھیں محبت، احترام، فخر اور احسان مندی کے ساتھ یاد رکھے گا۔

★ ڈی۔ کے۔ افضل پورکر
[illegible]، حکومت مہاراشٹر
ہاؤسنگ اینڈ اسپیشل اسسٹنس ڈپارٹمنٹ
اور اطلاعات و رابطہ عامہ

بمبئی عظمیٰ میں رہائش کے مسئلے سے نمٹنے کیلئے مناسب حکمت عملی

یہ معاملہ بالکل "عیاں را چہ بیاں" کا مصداق ہے کہ اُن لوگوں کے لئے جو شہر میں آنا چاہتے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جو یہاں پہلے سے رہتے ہیں، رہائش کا مسئلہ ہی سب سے اہم مسئلہ ہے شہری سائنس والوں نے یہ کوشش ضرور کی کہ ان مسائل کو جن سے بمبئی دوچار ہے ترجیح کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے سلسلہ وار لگا کر دیکھیں تو انھیں بھی مسئلہ رہائش کو ہی اس فہرست میں اول نمبر پر رکھنا پڑا۔ اس مسئلے سے اس طور پر نہیں نمٹا جاسکتا کہ بڑے پیمانے پر رہائش گاہیں تعمیر کر دی جائیں اور بس کیونکہ یہ مسئلہ بعض ایسے اہم معاملات کے ساتھ الجھا ہوا ہے جن کا تعلق ہندستان کے اس اول درجے کے شہر کے مستقبل میں ترقی و نشو و نما سے ہے۔ اس طرف رُخ کرنے سے پہلے میں طبعی خدوخال کے لحاظ سے عددی طور پر رہائش کی ضرورتوں کی گنتی پر توجہ دیتا ہوں۔

تخمینہ لگانے پر یہ بات واضح ہوئی کہ بمبئی کے شہری علاقہ کے لیے، بمبئی عظمیٰ کو شامل کرکے، ہر سال ۶۵٫۰۰۰ رہائشی یونٹیں ضروری ٹھہرتی ہیں۔ بحالت موجودہ امداد باہمی کے ادارے پرائیویٹ اور پبلک ایجنسیاں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ۲۵٫۰۰۰ سے ۳۰٫۰۰۰ یونٹیں فی سال تعمیر کر سکتی ہیں۔ اس طرح ۳۵٫۰۰۰ یونٹوں کی کم بیش آتی ہے اور یہ کمی اس حد تک بڑھی کہ اس کا اظہار غیر قانونی تعمیرات یا گندہ بستیوں کی شکل میں ہونے لگا اور گندہ بستیوں کی تعداد اتنی بڑھی کہ اگر اسے ہاؤسنگ مارکیٹ کا بے ضابطہ سیکٹر کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

۱۹۷۶ء میں "سلم شماری" کی گئی تو ان کی آبادی (تھانے، کلیان، اور الہاس نگر سمیت) ۴۲٫۳۲ لاکھ تھی اور صرف بمبئی عظمیٰ کی ۲۰٫۲۱ لاکھ حالات میں تب سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوا (البتہ بمبئی عظمیٰ کی) سطح ۱۹۸۰ء کے سال کے شمار کے مطابق ۴۰ لاکھ تک جا پہنچی ہے۔ اس طرح دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں:

ایک تو یہ کہ گندہ بستیوں میں یونٹوں کے درجے کو زیادہ بلند کرنے کی طرف توجہ دی جائے اور دوسرے یہ کہ آئندہ ایسی رہائش گاہیں تعمیر کی جائیں جو ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والے فرق کی غمازی کرے۔ لیکن اس طبعی کمی کے علاوہ رہائش گاہوں کی حدبندیوں پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ جو بھی رہائش گاہیں تعمیر کی جائیں گی — یعنی فی سال ۲۵٫۰۰۰ تا ۳۰٫۰۰۰ یونٹیں، وہ لاگت کے لحاظ سے آمدنی کے مختلف گروپوں کے لئے مناسب نہیں ہوں گی جن کا تعلق اضافہ پذیر سکونتی مکانات سے ہے

۶۰ فیصد آبادی کو مکانات کی ضرورت

یہ خیال عام ہے کہ آمدنی کی سطح میں اضافہ کے ساتھ، غالباً اسی تناسب سے استطاعت بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ بات پوری طرح صحیح نہیں ہے۔ ماضی قریب کے واقعات سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ اس بڑے شہر کی ۶۰ سے ۷۰ فیصد آبادی کو ایسی رہائش گاہوں کی ضرورت ہے جن کی قیمتیں ۲۰۰۰۰ روپیہ فی یونٹ سے کم ہوں اس لئے جو بھی حکمت عملی اختیار کی جائے وہ ایسی ہونی چاہیے جو عالمی بینک سے ملی ہوئی مدد کے ذریعے بنیادی طور پر ایسے ہاؤسنگ پروجیکٹ کے لیے ہوں جو نیچی چال یا ایک منزلہ تک کے ہوں اور ۲۰ مربع میٹر کے چھوٹے زمینی پلاٹ پر ہوں۔

ہمارے محترم وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے بمبئی کے لئے ۱۰۰ کروڑ روپیہ کی مدد کا جو اعلان فرمایا ہے وہ یقیناً ہاؤسنگ پروگرام کو بڑھاوا دینے میں بروقت نہایت مفید ثابت ہوگا اور اس کے ذریعے زیادہ رہائشی یونٹیں بن سکیں گی اور گندی بستیوں کی کچھ اصلاح بھی ہو سکے گی۔ اگرچہ اس کا اثر پیدا ہو کر رہے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس سے رہائش کا مسئلہ پوری طرح حل ہو جائے گا؟ ایسے طرز کے مکانات، جن سے کھلی زمین تنگ سے تنگ ہوتی جا رہی ہے، جیسے کہ جنوبی بمبئی میں ہیں، جو تمام تجارتی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ مضافات کے دور دراز علاقوں میں قائم کرنے پر زور دیا جا رہا ہے، اس بنا پر وہ لوگ جن کے لئے کوئی چارہ کار نہیں، مضافات میں ایسی رہائش گاہوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں جو ابتدائی خرچ کے لحاظ سے' ان کے بس کی بات ہو سکتی ہے لیکن اگر اس مکرر یا دائمی خرچ پر نظر ڈالی جائے تو یہ تجویز کوئی راحت بخش نہیں ہے۔

جنوبی بمبئی میں آبادی کی کثرت

یہ ایک معروف بات ہے کہ شہر عموماً ایک جیسے مکانات کے ذریعے ایک اکیلے لیکن بڑے کاروباری علاقے کے طرز پر بڑھتے ہیں۔ اس طور پر بڑھنا نہایت مناسب ہوا کرتا ہے کیونکہ اس قسم کی یکجائی معاشی طور پر، کاروبار کے مقام کی نزدیکی کے سبب، فائدہ مند ہوتی ہے۔ بمبئی بھی اسی طرز پر بڑھی اور بنی اور جہاں کہیں اس میں بے ڈول سی کجی دکھائی دیتی ہے وہ اس کی جغرافیائی حالت کا اثر ہے۔ یہ کاروباری شہر سب سے پہلے جنوبی سرے سے بسنے لگا کیونکہ بمبئی ایک جزیرہ ہے جس کی چوڑائی کم اور لمبائی زیادہ ہے۔ قدرتی طور پر جنوبی سرے کے آس پاس کی خالی زمینیں تیزی کے ساتھ غیر رہائشی اور تجارتی استعمالات میں لی جانے لگیں اور شہر کی خاص جغرافیائی حالت کے سبب لوگ مضافات کی طرف ہٹنے بڑھنے پر مجبور ہوئے۔ شاخ در شاخ بڑے راستے اور ریل رابطے ایسے ہیں جن سے ہو کر کارپردازوں کو کام کی جگہ پر پہونچنے کے لیے کافی وقت لگتا ہے۔ آفسوں کے کام کی نوعیت کا مطالعہ اس بات کی طرف (۱۹۷۱ء میں) اشارہ کرتا تھا کہ جنوبی بمبئی کے صرف تین وارڈ اے بی، سی میں ۴۸ء۶۱ فیصد ملازمت پیشہ لوگ ہیں جب کہ مضافات اور توسیع کردہ مضافاتی حصوں میں ملازمت پیشہ لوگوں کی تعداد صرف ۱۲ء۸ فیصد ہے جو شہر کے تمام دوسرے حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر بمبئی کے جزیرے میں صرف 'اے' وارڈ میں جملہ ملازمت پیشہ لوگوں کی تعداد' جو جزیرۂ بمبئی کے بالکل جنوبی سرے میں (فورٹ، قلابہ، ملبار ہل وغیرہ میں) ملازمت کرتے ہیں، ان کی تعداد ۸۶ء۲۰ فیصد ہے اس کا نتیجہ بالکل واضح ہے۔ آبادی کی وہ قسم جو شہر بمبئی کی طرف رُخ کرتی ہے' زیادہ تر ملازمتوں کے لیے آتی ہیں، جن کی آمدنی بنیادی طور پر کم آمدنی والے گروپ سے تعلق رکھتی ہے اور رہائش کا مسئلہ چونکہ ملازمت کے مقابلے میں کمتر درجہ رکھتا ہے اس لیے یہ ملازمت پیشہ لوگ ان جگہوں پر سکونت اختیار کر لیتے ہیں جہاں سے آنے جانے کا مکرر خرچ کم ہوتا ہے۔ ایسے لوگ معمولی قسم کی رہائشی یونٹوں میں مجبوراً رہنے کو غالباً ترجیح دیتے ہیں اور وہ بھی اس امید پر کہ ہو سکتا ہے ان کے رہنے کا وہ جگہیں بعد میں قانونی بنا دی جائیں۔ اس قسم کی کچھ کوششیں ضرور کی گئیں کہ بمبئی کے تجارتی علاقوں کی کثرت کو کم کرنے کے لئے نئی آفسوں کے قیام اور تھوک فروشی تجارتی اداروں کے دفاتر کو جنوبی بمبئی میں قائم کرنا ممنوع قرار دے دیا جائے لیکن چونکہ علاقہ کافی وسیع ہے اور روک تھام کرنے والی مشنری ناکافی ہے اس لئے اس ممانعت پر عمل آوری ممکن نہیں ہو سکی اور اس لئے کنٹرول کے ذریعے ہجوم کم کرنے کا نتیجہ خاطر خواہ نہیں ثابت ہوا۔ یہ کوشش بھی کی گئی کہ تھوک فروشی تجارت گاہوں کو اوپر مذکورہ وارڈوں سے

سے شمال کی طرف قائم کرنے پر یا جگہ کی تبدیلی پر آمادہ کیا جائے اگرچہ اس کا نتیجہ قدرتی طور پر حوصلہ افزا ہوگا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا ہے ان کا نتیجہ اس حد تک تسلی بخش ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مقصود تھا۔

ہجوم کو کم کرنے کی پالیسی

اس لحاظ سے ایسی رہائشی یونٹوں کا تعمیر کیا جانا جن پر ابتدائی خرچ کرنے کی لوگوں میں استطاعت ہو اور بعد میں کام کی جگہ پر پہونچنے کے لئے الگ سے خرچ میں کمی ہو، مناسب مقامات پر قائم کیا جانا اس کے لیے موزوں نظریہ ہو سکتا ہے۔ اس خیال کے ماتحت، بنیادی طور پر حکمت عملی میں تبدیلی ضروری ہوگی یعنی جنوبی بمبئی میں کثرت آبادی کو کم کرنا اور کثیر مرکزی امور کی تبدیلی اور نشو و نما شمال کی طرف کیا جانا ضروری ہوگا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر شمال میں ۵ یا زیادہ مرکز قائم کئے جائیں جو ایک اکیلے جنوبی مرکز کے کاروبار کا قائم مقام بن سکیں تو ان کے آس پاس رہائشی کامپلیکس کی تعمیر کارکنوں کے آنے جانے کے خرچ کو گھٹا سکے گی اور شہر کے دوسرے مقامات تک جانا ان کے بس میں ہوگا۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو سستی رہائش گاہوں کی تعمیر کرنے کی پالیسی، جو کام کے مقامات سے دور پر واقع ہوں، کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں کر سکے گا بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب طبقے کے لوگوں کو مضافات کی طرف ڈھکیل دیا جائے جہاں زمین کی ترقی اور بھرائی کر کے اس کو بہتر صورت دی گئی ہو، زیادہ مہنگی ثابت ہوں گی کیونکہ اس قسم کی زمینیں "ری کلیم" قسم کی ہونگی۔

مالی ترغیبات اور ناموافق امور

جہاں کہیں کسی شہر کی ترقی کثیر مرکزی بنیاد پر پالیسی تجویز یا پالیسی کے تحت حاصل کرنا مقصود ہوگا، تو ان کے سلسلے میں قانونی طور پر کنٹرول رکھنے کی بات کی جاتی ہے۔ وقت آگیا ہے کہ اب ہم یہ بات مان لیں کہ صرف قانونی کنٹرول نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگا۔ قانونی کنٹرول یا رولز کے ذریعے عمل آوری کے سلسلے میں حکومت کو کافی بڑی کشنری تشکیل دینا ہوگی اور جتنی بڑی مشنری ہوگی اسی مناسبت سے کنٹرول کو وسیع کرنا ہوگا اور جتنا زیادہ وسیع کنٹرول کا علاقہ ہوگا اتنا ہی وہ معاملہ کم موثر ہوگا یا اس پر خاطر خواہ کنٹرول رکھا نہیں جا سکے گا۔ اس کے لئے مثالیں ڈھونڈھنے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں اگر ہمیں موثر اور عملی حکمت عملی اختیار کرنی ہے تو اس کے لئے بنیادی طور پر نئی ملازمتیں پیدا کرنے کے لئے یا انھیں آفسوں کو جاری رکھنے کے لئے ان مقامات پر جہاں ایسی وہ واقع ہیں، زبردست غیر مالی ترغیبات سے کام لینا ہوگا تاکہ کاروباری جگہوں پر ہٹائے جائیں جو اپنی موجودہ جگہوں سے دوری پر واقع ہوں۔ یہی حکمتِ عملی دنیا کے دوسرے بڑے شہروں میں ہجوم کو کم کرنے کے لئے اختیار کی گئی تھی اور ان کے نتیجے بھی کافی حوصلہ افزا نکلے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ترغیبات اور عدم ترغیبات کے لحاظ سے دونوں کی فہرست بہت طویل ہو لیکن جن امور پر بحث کی جا چکی ہے اور جو کسی کے خیال میں آتے ہیں، وہ یہی ہے کہ جنوبی بمبئی میں جگہیں خالی کی جائیں۔ اور انھیں مضافات میں قائم کیا جائے جہاں جنوبی بمبئی میں ادا کی جانے والی اونچی ٹیکس کی رقم کاروباری علاقہ میں کارآمد چیزوں کے زیادہ دام لینا وغیرہ ایسی ترغیبات ہیں جو انسان کے ذہن میں آسکتی ہیں اس کے علاوہ ان رقوم کو نئے مقامات پر بطور سرمایہ کے لگا دینا کوئی خاص ترغیب نہیں ہے۔ اس سلسلے کے موجودہ قوانین، اگر وہ اس مسئلے کے حل کرنے میں غیر موثر ہوں تو ہم ان میں ترمیم کرنے سے دریغ نہ کریں۔ دوسرا سوال جنوبی بمبئی میں ٹیکسوں کا سوال ہے جنھوں نے موجودہ صورتحال کے مطابق، رینٹ کنٹرول قوانین کی بنا پر جنوبی بمبئی میں آفس کے لیے جگہوں کو سستا بنا دیتی ہیں اگر بعض ابتدائی رقموں کی ادائیگی کرنی پڑتی ہے خواہ وہ غیر قانونی ہی ہوں، ایسی جگہوں کا کرایہ کم ہوا کرتا ہے اور میونسپل ٹیکس بھی مکان کی قیمت کی بنیاد پر جو اسٹینڈرڈ رینٹ کے ساتھ مربوط ہوا کرتا ہے اس سے کہیں کم ہوتا ہے جو ہونا چاہئے۔ یہ صورتِ حال اس کی اصلاح کی طرف دعوت دیتی ہے۔ ضروریات کی چیزوں پر جیسے ٹیلیفون پانی، یہاں تک کہ گاڑیوں کے کھڑی کرنے کی جگہوں کا زائد چارج لگانا جن پر فوری توجہ دی جانی چاہئے، اب تک فقط کاغذات پر ہی رہے ہیں جس کی وجہ سے جنوبی بمبئی میں تجارتی سرگرمیاں کافی نفع دیتی ہیں اگر عدم ترغیبات اور ترغیبات کے لئے ایک ٹھوس شکل میں کوشش کی جائے تو اس تجارتی علاقے میں اور مضافات میں ملازمتوں کی تقسیم بلحاظ، رہائشی یونٹوں کی تعمیر اور ملازمتوں تک

(باقی صفحہ نمبر ۶۳ پر)

• سریش ڈیسائی

مہاراشٹر کی تشکیل میں سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کا رول

لسانی ریاست مہاراشٹر کی ۱۹۶۰ء میں تشکیل مراٹھی بولنے والی قوم کی زندگی کا ایک تاریخ ساز دور تھا — اصل مہاراشٹر کو بمبئی سمیت مہاراشٹر کی تشکیل میں شہر کے بعض سرمایہ دار گوشوں کی جمہوری طور پر مخالفت بھی کرنی پڑی تھی جن کے ہمنوا اس وقت کی برسر اقتدار پارٹی کے طاقتور افراد تھے اور کہنا پڑتا ہے کہ یہ انہیں لوگوں کی غیر ترقی پرورانہ اور مخالف اسندا پالیسیوں کا نتیجہ تھا کہ کانگریس پارٹی ۱۹۶۹ء میں تقسیم سے دوچار ہوئی۔

یہی اہل اقتدار سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کے ترقی پسندانہ داخلی اور بین الاقوامی کوشش کے مخالف ۱۹۷۴-۸۱ء تک پیش پیش رہے۔ اس سلسلے میں اس پر تعجب نہ کرنا چاہیئے کہ وہ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی ہی کی ذات تھی جس نے ۱۹۵۰ء کے آخری برسوں میں مراٹھی بولنے والوں کو ان کا پیدائشی حق دلایا تھا اور مہاراشٹر کی حدود کو بمبئی سمیت وودربھ تک توسیع دے دی تھی۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے دو وجہوں سے مہاراشٹر کی حمایت کی تھی.. اول یہ کہ انسان ثقافت، تاریخ جغرافیہ اور معیشت کے لحاظ سے مہاراشٹر کا دعویٰ انہوں نے سچا اور صحیح تسلیم کیا۔ دوسرے یہ کہ سمیکت مہاراشٹر کی تشکیل کی مخالفت مفاد پرستوں کی طرف سے کی گئی تھی۔ آنجہانی شریمتی گاندھی کا اہم نظریہ ہمیشہ اس باب میں سماجی، معاشی، انصاف پسندی اور ترقی پرور قوتوں کی جانب رہا۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کا مہاراشٹر سے ساتھ رابطہ کچھ شخصی حیثیت سے بھی تھا کیونکہ آپ کی تعلیمی زندگی کا کچھ حصہ پونے میں پیپلس اون اسکول میں گذرا۔ مہاراشٹر ہندوستان کی جمہوری آزادی کی تحریک کا مقام پیدائش ہے اور کانگریس کی زندگی کے ابتدائی ایام میں پونے کو ابھرتے ہوئے ہندوستانی قومیت کے گڑھ کی حیثیت سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کو مہاراشٹر کی حب الوطنی اور جمہوریت سے ساتھ ان کا دلی تعلق انہیں پونے میں اپنی تعلیمی زندگی کے دوران ہی تجربے میں آچکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مہاراشٹر کے اس مطالبے کو بمبئی ریاست مہاراشٹر میں شامل رہے، کبھی تنگ نظری سے نہیں دیکھا۔

ریاستوں کی تنظیم نو کا تصور، لسانی بنیادوں پر اصولاً کانگریس کے اس منشور میں شامل تھا جو ۱۹۲۰ء میں تیار کیا گیا تھا۔ پھر لسانی ریاستوں کا اصول دستور ہند کے پینل میں شریک شری موتی لال نہرو اور شری تیج بہادر سپرو کی نگاہوں میں ایک طے شدہ بات تھی اور اسے کانگریس کی پالیسیوں اور پروگراموں کے ایک حصے کے طور پر

عملی شکل دینا ـــ اس وقت جب ہندوستان کامل آزادی حاصل کرنے سے طے شدہ امر تھا۔ خود گاندھی جی بھی لسانی ریاستوں کے حق میں اپنی رائے دے چکے تھے۔ لہٰذا بغیر کسی تردد کے لسانی ریاستوں کی تشکیل، کانگریس کی منظور کردہ پالیسی تھی۔

جیسے جیسے آزادی کا حصول قریب تر آتا گیا، مراٹھی لسانی ریاست کی تشکیل کا مطالبہ بھی مراٹھی بولنے والے علاقوں میں زور پکڑتا گیا اور بیلگام میں ۱۹۴۶ء کی مراٹھی ادبی کانفرنس میں اس کا برملا مطالبہ کیا گیا۔ ایک کل پارٹی تنظیم سمیت مہاراشٹر پریشد بھی شنکر راؤ دیو کی چیرمینی میں مہاراشٹر سے اوّل درجے کے کانگریسیوں کی جماعت کے ذریعے تشکیل پا چکی تھی۔ اس تنظیم نے مہاراشٹر کا کیس داز کمیشن کے روبرو پیش کیا تھا اور اس کمیشن کی رپورٹ جو لسانی ریاستوں کی تشکیل کے حق میں نہیں تھا، دسمبر ۱۹۴۸ء میں شائع کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کی بنیاد پر جے پور سیشن میں ایک تین رکنی کمیٹی اس معاملے کو پھر سے جانچنے کے لئے مقرر کی گئی تھی جو کمیٹی کہ جے رام داس، دولت رام، سردار ولبھ بھائی پٹیل اور جے پور کانگریس سیشن کے صدر ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی کو مختصر الفاظ میں جے۔ وی۔ پی کمیٹی کا نام بھی دیا جاتا تھا۔ اس کمیٹی کی سفارشات بھی نامنصفانہ اور مراٹھی بولنے والوں کے حق میں نہیں تھی لیکن کمیٹی نے اس رائے کا اظہار فرمایا کہ اگر لسانی ریاست کی تشکیل کو عملی شکل دی گئی تو بمبئی اس میں شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کمیٹی کی سفارشات اپریل ۱۹۴۹ء میں پیش کی گئیں اور اس کی بنا پر بمبئی اور مہاراشٹر کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا تھا ان سے مراٹھی بولنے والے لوگوں میں سخت نا امیدی پیدا ہوئی۔ اس کے برعکس کرناٹک اور آندھرا پردیش کے لوگ جے وی پی کی رپورٹ پر اس لئے خوش تھے کہ اس نے ان دونوں ریاستوں کے لئے علیحدہ ریاستیں تشکیل دینے کی سفارش کی تھی۔

بایں ہمہ اونچے درجے کے بعض لیڈروں کے ذہن لسانی ریاستوں کے سلسلے میں گومگو میں رہے۔ یہاں تک کہ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں جے وی پی کی رپورٹ پر عمل درآمد نہیں کیا جا سکا۔ سخت بے چینی کی فضا میں جو آندھرا پردیش پر چھائی ہوئی تھی پوٹی سری راموا نے آندھرا پردیش کی تشکیل کے لئے مرن برت رکھا اور ۵۹ ویں دن چل بسے۔ لوگوں کا غم و غصّہ پھوٹ پڑا اور وزیر اعظم نہرو نے ۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو آندھرا پردیش کی تشکیل کا اعلان فرمایا پھر دسمبر ۱۹۵۳ء میں فضل علی کی چیرمینی میں ریاست کی نئی تنظیم کے لئے ایک کمیشن کا قیام عمل میں آیا جس کی رپورٹ ۱۹۵۵ء میں شائع کی گئی۔ فضل علی کمیشن کی سفارشات نے بھی مراٹھی بولنے والوں کے جذبات پر توجہ نہیں دی۔ اگرچہ ایک وفد جو شری وائی۔ بی چوان، شری ناناصاحب کنجے، شری تلسی داس جادھو، شری ایس۔ ایم جوشی اور مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر دھننجے راؤ گاڈگل، پر مشتمل تھا۔ شری بی۔ ایس ویرے کی سرکردگی میں سمیوکت مہاراشٹر کی تشکیل کے سلسلے میں منطقی طور پر نہایت سرگرمی کے ساتھ بحث کی۔ کمیشن نے ایک ذولسانی ریاست کی جو پورے گجرات، شہر بمبئی اور مہاراشٹر (ودربھ کے بنا) تشکیل دی جانے والی تھی، سفارش کی مراٹھی بولنے والوں نے اپنی نا امیدی کا اظہار زبردست احتجاج کی شکل میں بعض کانگریسی اور مخالف پارٹی کے لوگوں کے ساتھ مل کر کیا۔ اس احتجاج کے خلاف ۱۹۵۶ء میں ایسی شدت برتی گئی کہ سو سے زیادہ لوگ جاں بحق ہوگئے حالانکہ یہ شدت بالکل غیر ضروری تھی۔ مہاراشٹر کے اس احتجاج کے ردّعمل کے طور پر مخالفت میں شہر کے اعلیٰ کانگریسی لیڈروں نے بعض تقریریں اشتعال انگیز انداز میں کیں جن میں یہاں تک کہا گیا کہ جب تک چاند اور سورج گردش کر رہے ہیں، بمبئی مہاراشٹر کو نہیں مل سکتا۔ ذولسانی ریاست لوگوں کی مرضی کے خلاف ۱۹۵۶ء میں وجود میں آ گئی۔

لوگوں نے اپنے غم و غصّہ کا اظہار جمہوری طور پر ۱۹۵۷ء کے عام انتخابات میں کیا۔ مہاراشٹر روایتی طور پر ہمیشہ کانگریس کا مضبوط قلعہ سمجھا جاتا تھا لیکن ۱۹۵۷ء کے انتخابات میں کانگریس کو صرف ۳۶ نشستیں اسمبلی کی ملیں ـــ جبکہ سمیکت مہاراشٹر سمیتی کو اس کے خلاف

۱۱۱ نشستیں ملیں۔ پارلیمانی انتخابات میں بڑے بڑے جغادری کانگریسی جیسے این۔ وی گاڈگل اور موروپنت جوشی اپنی نشستیں گنوا بیٹھے۔ وزیر اعلیٰ شری وائی۔ بی چوہان کسی طرح ۱۶۲۵ ووٹوں سے جیت سکے۔

یہ بات کہ کانگریس سے مراٹھی بولنے والے الگ ہوتے جا رہے ہیں بالکل واضح تھی اور بہت سے صاف گو کانگریسیوں نے اس صورت حال پر اپنی تشویش کا اظہار فرمایا۔

وزیر اعظم نہرو، جو حقیقتاً جمہوریت پسند تھے۔ اس معاملے میں خود دخل دینے کی بجائے یہ چاہتے تھے کہ پارٹی اپنی طور پر جمہوری اصول کو سامنے رکھ کر اس معاملے پر فیصلہ دے۔ ایسے ایسے پرانے اور قابل احترام کانگریسی، جو مہاراشٹر میں بمبئی کی شمولیت کو پسند نہیں کرتے تھے اور جو یہ نہیں چاہتے تھے کہ وزیر اعظم خود اس معاملے پر اپنا شخصی فیصلہ صادر کریں، اس کے باوجود شری پنڈت نہرو اس بات سے مطمئن تھے کہ آخرکار لوگوں کی مرضی غالب آکر رہے گی جس وقت وہ پرتاپ گڈھ کے قلعہ پر شیواجی کے مجسمے کا افتتاح کرنے جا رہے تھے، انہوں نے ہزاروں احتجاج کرنے والوں کے منہ سے سمیکت مہاراشٹر کا نعرہ سنا۔

"یہ لوگ احتجاج کیوں کر رہے ہیں۔ یہ کیا چاہتے ہیں۔" وزیر اعظم شری وائی۔ بی چوان سے جو ایک بند کار میں ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا۔

"انہیں سمیکت مہاراشٹر بشمول بمبئی چاہیئے۔"

"لیکن انہیں اس کی جلدی کیوں ہے؟" شری پنڈت نہرو نے پوچھا۔

اس بات سے شری پنڈت نہرو کے خیالات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شری پنڈت نہرو نے کبھی کوئی بات کم ظرفی کی، نہ کی نہ سوچی۔ وہ اس بات کے روادار تھے کہ فیصلہ جو بھی ہو مناسب جمہوری اصول کے مطابق ہونا چاہیئے اور ان کا خیال تھا کہ لوگ کچھ اور بالغ نظر ہوکر سوچنا سیکھیں اور اپنی امیدوں کے پورا ہونے کے لئے اور حق کو حاصل کرنے کے لئے اور کچھ وقت تک انتظار کریں۔

اور وہ شخصیت سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کی تھی جس نے کانگریس تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے اس معاملے کو جمہوری طریقوں سے حرکت دی۔ پہلی چیز ان کے پیش نظر یہ تھی کہ وہ کانگریس کے ان اول درجے کے لیڈروں کے ذہن میں جو سمیکت مہاراشٹر کی تشکیل کے مخالف تھے کہ ان کا رویہ لوگوں کے خیالات کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا تھا، ان کو کسی طرح سمجھا لے۔

۱۹۵۷ء کے انتخابات کا جو نتیجہ نکلا تھا اس نے جمہوری طریقوں کو سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کے ذہن منقش کر دیا اور یہیں سے سمیکت مہاراشٹر کی تشکیل ا کے ذہن میں جاگزیں ہو گئی۔ بحیثیت صدر کانگریس کے چاہتی تھیں کہ ملک میں کل ہند پارٹی کی حیثیت سے کانگر ہر ریاست میں انتخابات میں پیش پیش رہے اور اس لئے ضروری تھا کہ پارٹی لوگوں میں اعتماد پیدا کرے۔ بالآ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے معاملے میں بعض ا لوگوں کو ۱۹۶۹ء میں پچھاڑ دیا جو اس خیال کے حا نہیں تھے۔

۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء میں سورگباشی اندرا گاند نے انتخابی دوروں میں بہت جانفشانی سے کام کیا تھ پورے ملک میں انہوں نے دورہ کیا تھا اور لوگوں نبض شناسی کی تھی۔

کانگریس میں بعض اونچے درجے کے ایسے لیڈر بھی تھے جو مراٹھی بولنے والے لوگوں کی تحریک کو ش پنڈت نہرو کے روبرو غلط انداز میں پیش کیا کرتے۔ لیکن جب سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے بحیثیت صدر کانگریس کے اس حقیقت کو شری پنڈت نہرو سے کیا تو انہوں نے بھی انتخابات کے نتیجے کو سامنے رکھ کر سورگباشی شریمتی گاندھی کے نکتہ نظر کی تائید کی۔

پھر جب کانگریس پارٹی سورگباشی شریمتی گاندھی زیر صدارت برسر اقتدار آئی تو انہوں نے مختلف پہلو پر تنقیدانہ نظر ڈالنے کے بعد ذو لسانی ریاست، نیا مہار بشمول بمبئی، قائم کرنے کے سلسلے میں پارلیمنٹ میں کروایا اور نئی ریاست یکم مئی ۱۹۶۰ء سے وجود میں آ البتہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں اس تنقیدی پہلو پر کافی بحث ہوئی تھی۔

اس لحاظ سے سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے مہاراش کی تشکیل میں کلیدی رول ادا کیا۔ (ترجمہ:۔ ایم۔ حیا توی)

نثار اختر انصاری
ایڈیٹر، ہمہ گیر، مومن پورہ چوک۔
ناگپور ۴۴۰۰۱۸

ایک عظیم رہنما

ڈاکٹر امبیڈکر
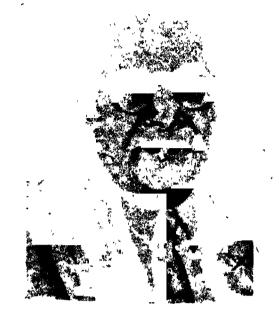
ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر ایک بلند پایہ سیاست داں، قانون داں اور سرگرم سماجی کارکن کے علاوہ بودھ مت کے عظیم مبلغ تھے۔ مہاراشٹر آپ کی تحریک کا مرکز بنا رہا۔ آپ ذات پات اور چھوت چھات کے سخت مخالف اور مظلوموں کے دلیر حامی و مددگار تھے۔ حقوق انسانی و دنیا بھر میں غلاموں کی نجات کی خاطر جدوجہد کے باعث انہیں بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ اقتصادیات، فلسفہ، سماجیات، نفسیات اور تاریخ جیسے مضامین پر آپ کو غلبہ حاصل تھا۔ کمزور طبقات کو سماج میں مساوی درجہ دلانا۔ ان میں خود اعتمادی پیدا کرنا ڈاکٹر امبیڈکر کی زندگی کا نصب العین رہا۔ دلت طبقے میں سماجی بیداری، خودداری اور عظمت کا جذبہ پیدا کرنے والے ڈاکٹر امبیڈکر دستورِ ہند کے معمار، اعلیٰ مدبر اور اعلیٰ درجہ کے قانون داں تھے۔ آپ نے کہا تھا "اگر انسان خود اعتمادی اور محنت سے صحیح قدم اٹھائے تو وہ ہر مشکل پر قابو پا سکتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے اپنی حالتِ زندگی کو بہتر بنائے۔"

دلتوں کے اس مسیحا کا جنم ۱۴ / اپریل ۱۸۹۱ء کو مؤ (مدھیہ پردیش) میں صوبیدار میجر رام جی سکپال کے گھر ہوا۔ فوجی ملازمت کا جو سلسلہ اس خاندان میں چار پشتوں سے چلا آرہا تھا وہ رام جی تک ہی محدود رہا۔ ۱۸۹۲ء میں فوج میں مہاروں کی بھرتی بند کر دی گئی۔ رام جی نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور ایم۔ جی رانا ڈے کے ہمراہ بمبئی کے گورنر سے ملاقات کی۔ بعد میں یہ پابندی منسوخ کر دی گئی۔

رام جی صوبیدار میجر بن کر ۱۴ سال تک فوجی اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے۔ ۱۸۹۱ء میں فوجی ملازمت سے علیحدہ ہو کر ۵۰ روپے ماہانہ پنشن پانے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد رتناگیری میں پی ڈبلیو ڈی محکمہ میں اسٹور کیپر کی نوکری کر لی جہاں سے ان کا تبادلہ ستارا ہو گیا۔

۱۹۰۰ء میں بھیم راؤ ستارا کے سرکاری اسکول میں

ری تعلیم کے لئے داخل کئے گئے۔ اسکول میں ان کا
بھیوا رام جی امباویڈکر لکھا گیا۔ امباویڈ رتناگیری ضلع
اس گاؤں کا نام تھا جہاں ان کے آباؤاجداد رہتے تھے
اسکول میں امبیڈکر نام کے ایک مدرس تھے جو بھیم راؤ
ت چاہتے تھے۔ اپنے ٹیچر کے حسن وسلوک کی وجہ
بھیم راؤ نے اپنا لقب امباویڈکر کی بجائے امبیڈکر رکھ لیا۔
بابا صاحب امبیڈکر نے بچپن ہی سے نفرت اور
ت چھات کا ماحول اپنے چاروں طرف پایا۔ ایک بار
، وہ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ میسور اسٹیشن سے
ے گاؤں جا رہے تھے تو انہوں نے ایک تانگہ کرائے
ے کیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد جب کوچوان کو پتہ چلا کہ یہ
ں لڑکے اچھوت ہیں تو اس نے تانگہ روک لیا۔ بڑی
ں سے دگنا کرایہ لینے کے بعد خود تانگے سے اتر کر
ں چلنے لگا تاکہ اچھوت کا بھوت اس پر سوار نہ ہو جائے۔

اسکول میں اونچی ذات کے طلباء نے محض اس لئے
ے بورڈ کے پاس جانے سے روک دیا تھا کیونکہ وہاں ان
کفن رکھے ہوئے تھے۔ امبیڈکر نہ تو کسی کے ساتھ
ت چیت کر سکتے نہ ہی کھیل کود میں حصہ لے سکتے
ے۔ بعض مدرس ان کی کاپی کتاب کو ہاتھ لگانا گناہ
ھتے تھے۔ اسکول میں جب امبیڈکر کو پیاس لگتی تو کوئی
ا رحم دل ساتھی اوپر سے ان کے منہ میں پانی ڈال دیتا۔
وتوں کو سنسکرت پڑھنے کا حق حاصل نہ تھا۔ ہائی اسکول
ضمنی زبان کے طور پر فارسی پڑھنی پڑھی۔

۱۹۰۴ء میں جب ستارا میں رام جی کی معیاد
ری ختم ہوئی تو وہ بمبئی چل پڑے۔ یہاں امبیڈکر نے
نسٹن کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۹۰۷ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان
ا کیا۔ مہار جاتی کے ایک طالب علم کا میٹرک پاس کر لینا
، بڑی بات سمجھی گئی۔ چنانچہ ستیہ شودھک اندولن
، رہنما ایس۔ کے۔ بولے کی صدارت میں ایک استقبالیہ
ہ منعقد کیا گیا جس میں امبیڈکر کو گوتم بدھ کے
ارخ حیات پر مبنی ایک کتاب پیش کی گئی۔ طالب علمی
کے زمانے میں ۱۴ سال کی عمر میں رامابائی نامی
ہ سالہ لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی گئی۔

بڑودہ کے مہاراجا سیاجی راؤ ذہین طلباء کو
اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر بھرپور مدد کرتے تھے۔
اس مدد کے سہارے ۱۹۱۲ء میں امبیڈکر نے
انگریزی اور فارسی میں بی۔ اے کا امتحان پاس کرنے کے
بعد مہاراجا بڑودہ کے پاس نوکری کر لی لیکن چھوت
چھات کی ہوا سے بچ نہ سکے۔ بڑودہ میں کسی اچھے
علاقے یا ہوٹل میں رہنے کا کمرہ نہ مل سکا۔ مجبوراً ایک
آریہ سماجی پنڈت آتمارام کے گھر پناہ لینی پڑی۔ آفس
میں چپراسی ان کی میز پر فائل رکھنے میں اپنی توہین سمجھتا
اس لئے وہ فائل دور ہی سے پھینک دیتا۔ ۲ فروری ۱۹۱۳ء
کو امبیڈکر کے والد چل بسے۔ رام جی نے اپنے بیٹے کی
تعلیم پر کافی رقم صرف کر دی اور قرض کے بوجھ تلے ہی
اس دنیا سے اٹھ گئے۔ کچھ دنوں بعد امبیڈکر
کو ایک سنہری موقع ہاتھ آیا۔ جب مہاراجا بڑودہ نے
کولمبیا یونیورسٹی امریکہ میں کچھ ہندوستانی طلباء کو اعلیٰ تعلیم
کے لئے روانہ کرنے کا اعلان کیا۔ کسی غیر ملکی یونیورسٹی
میں تعلیم حاصل کرنے والے امبیڈکر پہلے اچھوت مہار تھے۔
یہاں کا ماحول بھارت سے جدا تھا۔ لالہ لاجپت رائے
ان دنوں امریکہ میں تھے۔ وہ روزانہ یونیورسٹی کے دارالمطالعہ
میں آیا کرتے تھے جہاں امبیڈکر مطالعہ کرتے تھے۔
لالہ جی کو جب پتہ چلا کہ یہ طالب علم ہندوستانی اور اچھوت
مہار ہے تو انہوں نے امبیڈکر سے تبادلۂ خیال کیا۔ ۱۹۱۶ء
میں مہاراجا نے تعلیمی وظائف بند کر دیئے۔ لہٰذا ۱۹۱۷ء
میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد ڈاکٹر امبیڈکر بھارت
لوٹ آئے اور بڑودہ میں اپنے کام میں جٹ گئے۔
جولائی ۱۹۱۷ء میں انہیں مہاراجہ بڑودہ کا فوجی معتمد بنایا
گیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر عدم مساوات کا شکار رہ کر اس کی
اذیتوں کو برداشت کر چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ
کس قدر گھناؤنی ہے۔ اس وجہ سے اس لفظ نے ان کے
ذہن میں تلخی گھول دی تھی۔ جہاں کہیں بھی ظلم و جبر کا واقعہ
پیش آتا تو ڈاکٹر امبیڈکر بے چین ہو جاتے۔ نومبر ۱۹۱۷ء
میں وہ بڑودہ سے بمبئی آ گئے۔ ۲۳ اور ۲۴ مارچ ۱۹۱۸ء
کو انہوں نے بمبئی میں پہلا کل ہند دلت جاتی اجلاس طلب

س کی صدارت مہاراجا بڑودہ نے انجام دی۔ اجلاس
اس وقت کے کئی اہم لیڈران نے شرکت کی اور چھوت
ت کو مٹانے کی بات کہی۔

۱۹۱۸ء ہی میں ڈاکٹر امبیڈکر کی تقرری بمبئی کے
نہیم کالج میں بحیثیت پروفیسر ہو گئی جہاں آپ نے ۱۱ر نومبر
ء سے ۱۱ر مارچ ۱۹۲۰ء تک اپنی خدمات انجام دیں
میں لندن اسکول آف اکنامکس اینڈ پالیٹکس میں داخلہ لیا۔
لیا ۱۹۲۳ء میں ڈی ایس سی کی ڈگری لے کر بھارت
ئے اور بمبئی ہائی کورٹ میں وکالت شروع کر دی۔ اس
میں کولہاپور کے مہاراجا شاہو چھترپتی نے ڈاکٹر
یڈکر کی مالی مدد کی۔

۳۱ر جنوری ۱۹۲۰ء کو انہوں نے ایک ہفتہ روزہ
ار " موک نائک " جاری کیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر کبیر داس'
تم بودھ اور مہاتما جیوتی با پھلے سے بے حد متاثر تھے
وں نے اپنے سماج کو چھوت چھات کے دلدل سے
ر نکالنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ۱۹ر اور ۲۰ر مارچ ۱۹۲۷ء
مہاڈ میں ایک اچھوت سمیلن منعقد کیا گیا جس میں دس ہزار
ے زائد افراد نے حصہ لیا۔ اجلاس کے خاتمے پر تمام
رکا، نے چوبدار تالاب کی جانب کوچ کیا تاکہ پانی پینے
حق حاصل کیا جا سکے۔ مئی ۱۹۳۰ء میں ناشک سے
ارام مندر میں اچھوتوں کے داخلے کے لئے زور دار
ولن شروع ہوا۔

اسی سال لندن کی گول میز کانفرنس میں ڈاکٹر
یڈکر نے اچھوتوں کے قائد کی حیثیت سے حصہ لیا اور
ارت میں انگریزی راج و چھوت چھات کے خلاف بڑی
ت تقریریں کیں۔ اس کانفرنس میں نو ضمنی کمیٹیاں
لیں دی گئیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر کو اقلیتی کمیٹی اور علاقائی ضمنی
ی کا رکن بنایا گیا۔ ۱۹۲۷ء سے مہاڈ ستیہ گرہ کے بعد
رتوں کی اہمیت کھل کر سامنے آ گئی۔ ۱۹۴۲ء کو امبیڈکر
سرائے کی ایگزیکیٹو کونسل میں بحیثیت رکن شامل کئے
ۓ۔ لیکن مئی ۱۹۴۶ء میں انہوں نے کونسل سے استعفےٰ دیدیا۔
۲۴ر مارچ ۱۹۴۶ء کو کیبنٹ مشن بھارت آیا۔
۱۵ر جولائی ۱۹۴۷ء کو بھارت کی آزادی کا بل پاس ہوا۔

۳ر اگست کو منتری منڈل کے ناموں کا اعلان ہوا اور ڈاکٹر
بابا صاحب امبیڈکر وزیر قانون بنائے گئے لیکن ۲۷ر ستمبر
۱۹۵۱ء کو انہوں نے نہرو کابینہ سے استعفیٰ دے دیا۔
۱۹۵۲ء کے عام انتخاب میں انہیں ناکامی ہوئی لیکن
اسی سال راجیہ سبھا سے لئے منتخب کر لئے گئے۔ ۱۹۵۴ء
میں بھنڈارہ سے لوک سبھا کا ضمنی الیکشن لڑا لیکن پھر ناکام
رہے۔

۲۴ر مئی ۱۹۵۶ء کو انہوں نے بمبئی میں بودھ جینتی
کے موقع پر اعلان کیا کہ وہ بدھ مذہب اختیار کریں گے۔
۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو وجے دشمی کے دن ڈاکٹر امبیڈکر
نے اپنے تین لاکھ ساتھیوں کے ہمراہ ناگپور میں "بدھ مت"
اختیار کر لیا۔ دوسرے دن ناگپور میونسپل کارپوریشن نے
انہیں شہری استقبالیہ دیا۔ ۱۵ر نومبر کو کٹھمنڈو میں
میں چوتھے عالمی بودھ سمیلن میں شرکت کی۔ ۳ر دسمبر
کو نئی دہلی میں دلائی لامہ کے اعزاز میں منعقدہ ایک
تقریب میں شریک ہوئے۔ ۴ر دسمبر کو آخری بار
راجیہ سبھا کی کارروائی میں حصہ لیا۔

۶ر دسمبر ۱۹۵۶ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہو گیا۔
۶۳ سال ۷ ماہ اور ۲۲ دن، اس عالم فانی میں رہنے
والے ڈاکٹر بھیم راؤ عرف بابا صاحب امبیڈکر کو ہم کبھی
بھول نہیں پائیں گے۔

❀

لوک شورم

لوک شورم مستقل فیچر کے تحت رہنمائی، مشہور اشخاص اور نوجوانوں
کی رہنمائی کرنے والے اداروں کی سرگرمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس فیچر میں
قوم کے سماجی، معاشی ترقی پر نوجوانوں کے رول پر روشنی ڈالی جاتی
ہے۔ قومی پروگرام میں جیسے جہیز مخالف تحریک، صفائی مہم، چھوت
چھات کے خاتمے، تعلیم کا فروغ پر لکھے گئے مضامین کو سراہا جاتا ہے،
اپنے مضامین اس پتہ پر مرحمت فرمائیں:
ایڈیٹر "قومی راج" نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ، ۵ واں منزلہ،
مقابل منترالیہ۔ ممبئی ۳۲-۴۰۰۰

• ڈاکٹر جی۔ وی۔ دیویکر

وادئ کرشنا کے سپوت یشونت راؤ چوان

دکن کی تین مشہور ندیاں ہیں۔ گوداوری، کرشنا اور کاویری۔ ان میں گوداوری رامچندر جی کے بن باس کی وجہ سے مقدس بن گئی۔ کرشنا ندی مہاراشٹر کے پہاڑ سیہادری، خصوصاً مہابلیشور سے نکل کر مہاراشٹر، کرناٹک اور آندھرا پردیش کی سرزمین کو زرخیز بناتی ہوئی خلیج بنگال کے سمندر میں جا ملتی ہے۔ ان تینوں صوبوں میں، جہاں اس کے کنارے پر بڑے بڑے تیرتھ واقع ہیں وہاں زراعتی اور صنعتی گاؤں، قصبے اور شہر بسے ہوئے ہیں۔

کرشنا کی وادی ہمیشہ سرسبز اور شاداب رہی ہے۔ اس بات کا پتہ ان حقیقتوں سے چلتا ہے کہ ہزار ڈیڑھ ہزار سال سے اس کی وادی کے قرب و جوار میں، چالوکیہ راشٹر کوٹ، بہمنی وجے نگر عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتوں کے پایۂ تخت تھے، اور دوسرے یہ کہ اس کے کنارے پر بعض گاؤں اور قصبے ہیں جن کے نام" دودھاری (دودھ گاؤں) دہی آری (دہی گاؤں) تاکاری (چھاچھ گاؤں) تیاری (گھی کا گاؤں) ایسے ہیں۔ مہاراشٹر کے چار ضلعوں سے کرشنا ندی کا تعلق ہے۔ جو یہ ہیں ستارا، سانگلی، کولہاپور اور سولاپور۔ یہ علاقہ، ادھی صدی کے نصف تک عادل شاہی یعنی بیجاپور (کرناٹک)، کی سلطنت کے زیر اقتدار تھا۔ شیواجی مہاراج نے یہاں کے بعض قلعوں پر قبضہ حاصل کر کے اپنا سوراج قائم کیا تھا۔ ان کی وفات پر مغلوں نے اُن کے راج پر حملہ کیا، ان کے فرزند سمبھاجی کو قتل کیا اور اُن کے پوتے شاہو کو حراست میں رکھا۔ اورنگ زیب کی وفات پر ان کو یعنی شاہو مہاراج کو رہا کیا گیا اور انہوں نے اپنے راج میں لوٹ کر ستارا میں اپنا پایۂ تخت قائم کیا۔ مراٹھا ریاست سو سال سے زیادہ عرصے تک موجود تھی اور اس کا اقتدار شمال میں اٹک (پنجاب) تک اور جنوب میں تنگ بھدرا ندی کے شمالی کنارے تک پھیلا ہوا تھا۔ مغل سلطنت کے محافظ بھی مراٹھے تھے۔ ۱۸۱۸ء میں مراٹھا (پیشوا) اقتدار کا خاتمہ ہوا اور انگریزوں نے اپنی فوجی طاقت میں ستارا، کولہاپور وغیرہ وادی کرشنا کے لوگوں کو بھرتی کر لیا۔ اس طرح سے اس علاقے کو کچھ دو سو سال تک سیاسی اہمیت حاصل تھی۔

انگریزی تعلیم کا اثر

ستارا اور پیشوا حکومتوں کے خاتمے کے بعد بھی، کولہاپور، سانگلی، میرج، اندور، گوالیار میں مراٹھوں کی چھوٹی موٹی ریاستیں موجود تھیں۔ وہاں کے راجہ مہاراجہ روشن خیال اور ترقی پسند تھے اور اپنی رعایا کی تعلیمی اور تہذیبی ترقی کے لئے انہوں نے اسکول، کالج وغیرہ کھولے اور سماج میں اونچ نیچ امتیاز، چھوت چھات جیسی خرابیاں تھیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی۔ ایسے کاموں کی وجہ سے لوگوں میں بیداری پیدا ہوئی اور پس ماندہ جماعتوں کی بہبودی کے لئے بڑے پیمانے پر تحریکیں جاری رہیں۔ ان میں ایک تحریک "ستیہ شودھک سماج" (انجمن محققان اصلیت) بھی تھی جس کے بانی مہاتما جیوتی با پھولے تھے۔ انہوں نے تعلیم یافتہ طبقے سے، انڈین نیشنل کانگریس سے اور انگریزی حکومت سے اپیل کی کہ

پس ماندہ قوموں کی ہر طرح سے امداد کی جائے، ان کی جہالت، غریبی اور پس ماندگی ہٹائی جائے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ برہمنوں کو چھوڑ جو سماج میں اعلیٰ پوزیشن رکھتے تھے، دوسرے لوگ بھی تعلیم حاصل کرنے لگے اور سرکاری ملازمتوں میں بھی شامل ہوگئے۔

سیاسی سطح پر

انگریزی تعلیم کے اثر سے انگریزی زبان اور تہذیب کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی، کیونکہ اس کے ذریعہ حکمران انگریزوں سے دوستی کرنے اور ان کے طور طریقے سیکھنے سے بڑا فائدہ ہو سکتا تھا۔ ایسے لوگ وفاداری کو اپنا شیوہ بنا چکے تھے اور جو بھی انگریزوں کی برائی کرتا تھا اس کو غدار سمجھتے تھے۔ اس کے برخلاف ایسے بھی روشن خیال تعلیم یافتہ نوجوان تھے جو انگریزوں کی آزاد خیالی، جمہوریت نوازی کو پسند کرتے تھے مگر بحیثیت حکمران انگریز رعایا پر مظالم بھی ڈھاتے تھے اس لئے وہ ان سے نفرت کرتے تھے اور انقلاب برپا کر کے ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔ مادر وطن کی آزادی کے لئے وہ دار و رسن کا خطرہ بھی مول لیتے تھے۔ ان میں بنگال کے خودی رام بوس جیوندر ناتھ، پنجاب کے لالہ لاجپت رائے، ہردیال ناگ، شام جی کرشن ورما، مہاراشٹر کے واسو دیو بلونت پھڑکے، چاپھیکر برادران، ویر ساورکر وغیرہ تھے۔ تیسری قسم کے سیاست دان تھوڑی رخ اپنا کر انگریزوں کی دوستی برقرار رکھتے ہوئے ملک و قوم کی ترقی حاصل کرنا چاہتے تھے ان میں جسٹس رانا ڈے، گوکھلے وغیرہ لیڈر تھے وہ نیشنل کانگریس کے، جو ۱۸۸۵ء میں قائم کی گئی تھی کے ذریعہ سے سماجی اور سیاسی حقوق حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کے علاوہ کانگریس میں بال گنگا دھر تلک جیسے لیڈر بھی تھے جو ملک کی آزادی کو اپنا موروثی حق مانتے تھے اور اس کے حصول کے لئے تحریکیں چلاتے تھے۔ انگریزی حکومت ایسے لیڈروں کو اپنے اقتدار کے لئے خطرہ قرار دے کر انہیں بار بار قید کرتی تھی۔ لمبی میعاد کی سزا دیتی تھی۔ ۱۹۲۰ء میں لوکمانیہ تلک کا انتقال ہوا اور مہاتما گاندھی نے آزادی کی تحریک کی کمان سنبھالی۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی توجہ صرف سیاسی معاملات ہی تک محدود نہیں رکھی بلکہ دیہاتوں، غریبوں، اور اچھوتوں کی فلاح و بہبودی کے قدم اٹھائے۔ سودیشی مال کی تیاری بدیسی مال کا بائیکاٹ، کھادی گرامودیوگ، ہریجنوں (اچھوتوں) کا ادھار وغیرہ تعمیری تحریکوں میں اپنی پوری طاقت لگائی۔

چھتر پتی شاہو مہاراج

پس ماندہ اقوام کی فلاح کے لئے سب سے زیادہ ٹھوس کام کولہاپور کے والیٔ ریاست چھتر پتی شاہو مہاراج نے کیا۔ ۱۸۹۴ء میں ان کی تخت پوشی ہوئی اور پورے بائیس (۲۲) سال انہوں نے پس ماندہ جماعتوں کی تعلیمی، زراعتی اور صنعتی ترقی کے لئے جد و جہد کی۔ سماج میں جو اونچ نیچ اور ذات پات کا تعصب تھا اسے کافی حد تک دور کیا۔ تعلیمی ادارے، طالب علموں کے ہاسٹل (رہائشی مکانات) قائم کئے۔ اسی طرح انہوں نے زراعتی، صنعتی ترقی کے لئے بھی دھیان دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے فنون اور کاریگری کو بھی فروغ دیا۔ ان کی سرپرستی میں کشتی گری، ورزش گاہیں وغیرہ کی ہمت افزائی ہوئی اور متعدد ڈرامہ کمپنیاں بھی وجود میں آئیں۔ اچھوتوں کی بہبود کے لئے انہوں نے انقلابی قدم اٹھایا اور انہیں تعلیمی اداروں میں سرکاری ملازمتوں میں داخلہ دیا۔ اسی طرح دینی معاملات میں بھی انہوں نے پس ماندہ جماعتوں کو برہمنوں کی برابری میں حقوق دلوائے۔ اس سے مہاراشٹر میں دینی اور سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔

یشونت راؤ بلونت راؤ چوان

ملک کے، اور خاص طور سے مہاراشٹر کے ایسے حالات میں ۱۹۱۳ء مارچ ۱۲ کو یشونت راؤ چوان پیدا ہوئے۔ ان کے والد بلونت راؤ عدالت میں بیلیف تھے اور وہ ۱۹۱۷ء میں طاؤن (پلیگ) سے فوت ہوئے۔ خاندان کا پورا بوجھ ماں و بھائی پر پڑا۔ خاندان میں کمانے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں وٹھائی نے دو بچوں (یعنی گنپت راؤ اور یشونت راؤ کی پرورش بڑی محنت سے کی۔ دو ایک سال بعد انگریز جج نے یشونت کے بڑے بھائی گنپت راؤ کو ان کے والد کی جگہ بیلیف مقرر کیا۔ اس سے خاندان کو کچھ راحت ملی۔ یشونت راؤ کی تعلیم ان کے گاؤں "دیوراشٹر" میں شروع ہوئی۔ مگر چونکہ ان کے بھائی کا کراڈ میں تبادلہ ہوا تو انہیں بھی کراڈ جانا پڑا۔ کراڈ، کرشنا اور کوئنا ندی کے سنگم (پریتی سنگم) پر واقع ہے۔ اور یہ قصبہ بھی یشونت راؤ کی زندگی سے کرشنا ندی کی طرح منسوب ہو گیا ہے۔ کراڈ میں نہ صرف انہوں نے اپنی تعلیم پوری کی، بلکہ بچپن سے ہی وہ سماجی اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے، کراڈ "ستیہ شودھک سماج" کے کارکنوں کا مرکز تھا۔ اس لئے امید یہ کی جاتی تھی

کہ یشونت راؤ بھی اور دوسرے پسماندہ (مراٹھا) جماعت کے ہونہار نوجوانوں کی طرح تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ سرکاری ملازمت میں لگ جاتے اور پسماندہ اقوام (بہوجن سماج) کے لیڈر بن کر صوبائی اور مرکزی حکومت میں منسٹر بن جاتے لیکن یشونت راؤ کو بچپن سے ہی ملک کی آزادی میں بڑی دلچسپی تھی اور وہ بڑے بڑے انقلابی کارکنوں، سیاسی لیڈروں کے خیالات اور کرامات سے متاثر ہوئے تھے اور وطن کی ترقی کے سوا اور کسی سماجی اور سیاسی معاملے میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔

ان کے اسکول میں بڑے اچھے دیش بھگت ماسٹر تھے جیسے بابو راؤ گوکھلے، آپٹے کمر وغیرہ۔ ان کی رہنمائی میں یشونت راؤ نے ہندوستان کے سماجی اور سیاسی لیڈروں کے تصورات کا مطالعہ کیا اور ان کی طرح مادرِ وطن کی خدمت کرنے کی ٹھان لی۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں ۲۶ جنوری کو لاہور کانگریس نے پنڈت جواہر لال نہرو کی قیادت میں پورن سوراج کا قرار داد پاس کیا۔ اسی سال سے لے کر ۲۶ جنوری کا دن جشنِ آزادی کے طور پر منایا جانے لگا اور آزادی کے بعد بھی ۲۶ جنوری کے دن اپنے اسکول کے چھپر پر کانگریس کا ترنگا جھنڈا لہرایا۔ گو اس بات کی وجہ سے فی الفور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ تاہم پولس کی نظر میں ان کا شمار ان سیاسی کارکنوں میں ہونے لگا۔ جو انگریزی راج کے لئے بڑا خطرہ ثابت ہو سکتے تھے۔

داندی مارچ اور یشونت راؤ کی پہلی جیل یاترا

جب مہاتما گاندھی نے ۱۹۳۰ء میں "نمک ستیہ گرہ" کا اعلان کیا تو ملک بھر میں تہلکہ مچ گیا۔ ملک بھر میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ یا تو اپنے گاؤں یا قصبوں میں نمک ستیہ گرہ کرتے، یا گاندھی جی کی مشہور داندی یاترا میں شرکت کرتے۔ انگریز سرکار اس تحریک سے بہت رنجیدہ ہوئی اور وہ ستیہ گرہیوں کو قید کرنے لگی۔ اسی سلسلے میں یشونت راؤ بھی گرفتار ہوئے اور انہیں ویساپور کے جیل میں رکھا گیا۔ وہ جیل میں دو سال رہے اور یہ وقفہ ان کے مستقبل کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ گو وہاں ان کو گوناگوں مصائب اٹھانے پڑے۔ پھر بھی وہاں ان کی ملاقات بزرگ ہستیوں، دانشوروں، اور رہنماؤں سے ہوئی اور یشونت راؤ جیل میں ان کی صحبت میں رہ کر اور تبادلۂ خیال کرتے ہوئے اپنا علمی دائرہ وسیع بنا لیا۔ اور ملکی اور عالمی سیاست اور عوام کے رجحانات کے متعلق کافی معلومات حاصل کر کے اپنے مستقبل کے منصوبوں کا ڈھانچہ بنا لیا۔ ۱۹۳۲ء میں جیل سے رہا ہوتے ہی انہوں نے اپنی پڑھائی جاری رکھی اور وہ سیاسی اور تہذیبی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

بمبئی کے گورنر کراڈ میں

کراڈ کی میونسپلٹی میں ایک صاحب جن کا نام کھچی تھا برسوں سے اختیار میں رہے تھے اور انگریزوں کی طرف اپنی وفاداری کا اظہار کرنے کی غرض سے انہوں نے بمبئی کے گورنر سر فریڈرک سائیکس کو کراڈ تشریف لانے کے لئے دعوت دی اور وہ پورے قصبے میں ان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ یشونت راؤ، اور ان کے قوم پرست دوستوں نے اس کی مخالفت کی اور عین موقعہ پر پکیٹنگ بھی کی۔ پولس نے ان کو حراست میں لے لیا ان کو یقین ہو گیا کہ آگے چل کر وہ نوجوان انگریزی طاقت کے لئے بھاری دردِ سر کا باعث بنے گا۔ یشونت راؤ نے سکھ چین کی زندگی سے منہ موڑ کر خفیہ تحریکوں میں شرکت کی گھر بار چھوڑ کر جنگل کا سہارا لیا اور بعض اوقات جیل بھی گئے۔ وہاں پر انہوں مراٹھی اور سنسکرت ادب کا مطالعہ کیا۔ کالی داس کا "شاکنتل"، ڈرامہ اور مراٹھی کے مشہور ڈرامہ نویس رام گنیش گڈکری کے، جن کا سو سالہ جشن فی الحال منایا جا رہا ہے۔ سبھی ڈرامے پڑھ ڈالے جیلوں میں اور عام سیاسی زندگی میں ان کی ممتاز ہستیوں سے دوستی ہو گئی۔ ان میں قابلِ ذکر حضرات ہیں، جے پرکاش نارائن، آچاریہ نرائن دیو، رام منوہر لوہیا وغیرہ۔ ان کے علاوہ ان پر سب سے زیادہ اثر ڈالنے والے دانشور تھے۔ کامریڈ مانویندر ناتھ رائے۔ مہاراشٹر میں مانویندر ناتھ کے پیروکاروں میں ممتاز ہستیاں تھیں جن میں ترک تیرتھ لکشمن شاستری جوشی، ھ۔ را، مہاجنی، جی۔ ڈی۔ پارکھ، تارکنڈے قابلِ ذکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے رفیقانِ کار اور مشیروں میں زیادہ تر رائے کے پرستار ہی رہتے تھے۔ یشونت راؤ سب پارٹیوں کے لوگوں سے دوستی رکھتے تھے۔ لیکن کانگریس کے علاوہ کسی اور پارٹی میں شامل ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، اور دیگر کانگریس کے رہنماؤں کی پالیسی اور پروگرام کی دل و جان سے حمایت کرتے تھے۔

یشونت راؤ نے ۱۹۳۷ء میں بی۔اے پاس کر لیا اور وکالت

کے کورس کے لئے وہ پونہ گئے۔ وہاں سے ۱۹۴۶ء میں ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کر کے وکالت کی سند لی اور وکالت بھی شروع کی۔ انہوں نے چند ہی دنوں میں سول (دیوانی) اور فوج داری دونوں میں ۴۰۰ روپے فی ماہ کی کمائی حاصل کی جو آج کے ۴۰۰۰ روپیوں کے برابر ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں ان کی شادی، پھلٹن کے موتے خاندان کی کنیا وینوتائی سے ہوئی اور اس طرح سے خاندان کی مالی حالت اور سماجی رتبہ دونوں میں اضافہ ہوا۔

بھارت چھوڑ دو، تحریک ۱۹۴۲ء

مہاتما گاندھی نے ۹ راگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی کے کانگریس اجلاس میں "بھارت چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ انگریزی طاقت کے لئے یہ ایک زبردست للکار تھی اور اس نے سبھی کانگریسی لیڈروں کو احمد نگر کے قلعہ میں بند کر رکھا۔ یہ تحریک بہت دنوں تک چلتی اور نوجوان کانگریسی نیتاؤں نے خفیہ طریقے سے یہ تحریک چلائی۔ بہار میں جے پرکاش نارائن بہت سرگرم تھے۔ مہاراشٹر میں یشونت راؤ چوہان نے پورے ستارا ضلع میں یہ تحریک چلائی اور انگریزی حکومت کے پولس افسروں کو کام کرنا مشکل بنا دیا۔ کیونکہ انہوں نے ایک متوازی سرکار (پرتی سرکار) قائم کی تھی جس کو غلطی سے "پتری سرکار" کہا گیا اور یہ اندیشہ تھا کہ اس سرکار کے کارکن سرکاری ملازموں اور وفادار شہریوں کے پاؤں میں "پترے" مار دیتے تھے اس لئے پورے ضلع میں سرکاری کاروبار ٹھپ ہو گیا تھا۔ اس سلسلہ میں چوان اور نانا پاٹل اور کسن ویر کو پورے بمبئی صوبے میں شہرت حاصل ہوئی۔ یہ عالمی جنگ دوم کا زمانہ تھا اور ہندوستان کی انگریزی حکومت نے گاندھی جی سے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی۔ اس نے آخر کار ہندوستان کو سوراج دینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ "کرپس مشن" نے ہندوستان کے کانگریسی اور غیر کانگریسی لیڈروں سے بات چیت شروع کی۔ مرکزی اسمبلی کے اور صوبائی کونسلوں کے انتخابات ہوئے اور ہر جگہ کانگریس نے بھاری تعداد میں نشستیں جیت لیں اور اکثریت میں آ گئی۔ بمبئی میں بال گنگادھر کھیر وزیر اعلیٰ بن گئے اور یشونت راؤ کو، گو وہ پہلی بار کونسل کے لئے منتخب ہوئے تھے، پارلیمنٹری سکریٹری مقرر کیا۔ یہ عہدہ بڑا نہیں تھا مگر یشونت راؤ کے لئے کاروباری تجربہ حاصل کرنے کے لئے مفید تھا۔ ۱۹۵۲ء کے انتخابات تک ملک آزاد جمہوریت بن گیا تھا اور ملک میں لسانی اعتبار سے صوبوں کے بٹوارے کی ہوا چل رہی تھی۔ یشونت پھر ایک بار منتخب ہوئے اور اب کھیر کی بجائے مرارجی ڈیسائی وزیر اعلیٰ بن گئے تھے۔ انہوں نے یشونت راؤ کو وزیر غذا کی حیثیت سے اپنی کابینہ میں لے لیا۔

سینوکت مہاراشٹر کی تحریک

۱۹۵۳ء میں صوبہ مدراس کا بٹوارہ ہوا اور کنیا کماری سے اڑیسہ تک پھیلے ہوئے اس صوبہ میں سے کیرالا، تمل ناڈو، آندھرا پردیش اور ایک حصہ کرناٹک کا ایسے صوبے بنے۔ اس سے صوبہ بمبئی میں بھی مہاراشٹر، کرناٹک، اور گجرات پر مشتمل تھا۔ علیحدہ صوبوں کے لئے تحریکیں شروع ہوئیں۔ اس میں مشکل سوال شہر بمبئی کا تھا۔ چونکہ بمبئی سارے ہندوستان کی تجارتی راجدھانی ہے اس لئے مراٹھوں کے علاوہ گجراتی، پنجابی اتر پردیشی، والے بمبئی کو مہاراشٹر میں شامل کرنے کی مخالفت کرتے تھے۔ مراٹھی عوام نے بمبئی کو مہاراشٹر میں رکھنے کے لئے بڑی قربانیاں دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۵۶ء نومبر میں بمبئی صوبے میں کرناٹک کے چار ضلع میسور میں ڈالے گئے اور سابقہ حیدرآباد ریاست میں سے مراٹھواڑہ سابقہ مرکزی صوبے (سینٹرل پراونس) سے وِدربھ کو صوبہ بمبئی میں ملاکر مہاراشٹر اور گجرات کا مشترکہ (دولسانی) صوبہ بنایا گیا۔ اس نئے صوبے کا وزیر اعلیٰ بننے کے لئے مرارجی دیسائی اور بھاؤ صاحب ہیرے میں مقابلہ ہوا اور سمجھوتے کے طور پر یشونت راؤ کو وزیر اعلیٰ بنایا گیا۔ ان کی قیادت میں یہ انتظام بہت اچھے طریقے سے ۴ سال چلا لیکن... مہاراشٹر اور گجرات کے عوام اس سے مطمئن نہیں تھے۔ چنانچہ اس کا پھر ایک بار بٹوارہ ہوا اور شہر بمبئی کے ساتھ مہاراشٹر کا صوبہ ۱۹۶۰ء ار مئی کو وجود میں آیا اور یشونت راؤ ایک بار پھر وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ پھر صوبے کی ہر اعتبار سے ترقی ہوئی اور عوام میں یشونت راؤ اس قدر مقبول ہوئے کہ وہ انہیں شیواجی ثانی (پرتی شیواجی) کہنے لگے تھے۔ ۱۹۶۰۔۶۲ء کے دو سالہ عرصے میں انہوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے جن میں تین قابل ذکر ہیں۔ پہلا یہ کہ شہر بمبئی میں مراٹھی بولنے والوں کی تعداد بڑی ہونے پر بھی انہیں اور مراٹھی زبان کو نظر انداز کیا جاتا رہا۔ اب مراٹھی کو "راج بھاشا" بنا کر اس کی ترقی کے لئے مراٹھی بھاشا سنبھالنا لیہ، مہاراشٹر ساہتیہ و سنسکرتی منڈل وغیرہ ادارے قائم کئے گئے۔ دوسرا یہ کہ مراٹھواڑہ اور ودربھ کے علاقوں کے لئے، جو پہلی بار مہاراشٹر میں آئے تھے۔ ترقی کرنے کا موقعہ دیا۔ اور ان کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی گئی ناگپور کی جو سابقہ سینٹرل پراونسز کا پایہ تخت تھا، شان قائم رکھتے ہوئے سال میں ایک بار اسمبلی کا اجلاس وہاں منعقد کیا جانے لگا۔ اس کے علاوہ ضلع پریشد کوئنہ بند اور بجلی گھر

ے متعدد تعمیری اور فلاحی اقدامات کئے گئے۔

ز میں وزیر دفاع

اس زمانے میں "ہندی چینی بھائی بھائی"، کے نعرے ہر
ے گونج رہے تھے مگر چین نے دوستی کی بجائے دشمنی کا رُخ
ار کیا تھا۔ وزیر دفاع کرشنا مینن، پنڈت نہرو کو یہی مشورہ
نے رہے کہ چین بے قصور ہے اور وہ ہندوستان پر ہرگز حملہ
رے گا، جبکہ چین نے بہانہ بازی سے کام لیتے ہوئے ہندوستان کی
رزمین کا کافی بڑا حصہ اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ ایک دن موقع
چین نے ہندوستان پر ۱۹۶۲ء میں حملہ کر دیا۔ اس وقت
ملک چین اور کرشنا مینن پر آگ بگولا ہو اٹھا۔ پنڈت نہرو اپنے
ست کرشنا مینن کو بچا نہیں سکے۔ نہرو نے یشونت راؤ چوان کو
ی بلا لیا اور وزیر دفاع کے عہدہ پر مقرر کیا۔ تب سے یشونت راؤ
ے مہاراشٹر کے لیڈر نہیں رہے بلکہ سارے ہندوستان کے کاروبار
ابستہ ہو گئے۔ چین کی لڑائی سے سبق سیکھ کر یشونت راؤ نے
ستان کی بگڑی ہوئی مدافعتی تنظیم کو پھر سے ٹھیک کیا۔ اس کا
ت فی الفور ملا۔ ۱۹۶۵ء میں پاکستان نے ہندوستان پر حملہ
ور وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے پاکستان کے خلاف اعلان
ے کیا اور ایک مہینے کے اندر اندر جنگ کا فیصلہ بھارت کے حق
ہوا۔ اس طرح یشونت راؤ نے مرکزی وزیر کے ناطے مسز اندرا
ڈھی کے ساتھ بھی کام کیا۔ وہ وزیر داخلہ، وزیر مالیات اور وزیر
جہ رہے۔ اور اپنی خوش اسلوبی سے، اور قابلیت سے ان
وں کا کاروبار کامیابی سے چلایا۔

ء میں کانگریس ٹوٹ گئی

راشٹرپتی ڈاکٹر ذاکر حسین کی اچانک وفات پر کانگریس نے
ا ریڈی کو اپنا اُمیدوار قرار دیا۔ اس وقت نائب صدر
۔ وی۔ گری نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیا اور پریسیڈنٹ
ہدے کے لئے سنجیوا ریڈی کا مقابلہ کیا۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے
یس کے اُمیدوار کی بجائے وی۔ وی۔ گری کو ووٹ دیا۔ اس
کانگریس کے چوٹی کے لیڈر جن کو "سنڈیکیٹ"، کے نام سے
جاتا تھا بہت خفا ہوئے اور ۱۲ نومبر ۱۹۶۹ء کو وزیر اعظم
گاندھی کو کانگریس کی رکنیت سے خارج کر دیا۔ اندرا گاندھی نے
مقابلہ کیا اور وزیر اعظم کے عہدے پر قائم رہیں۔ کانگریس کے
جو پارلیامنٹ کے ممبر تھے ان میں اکثر لوگ اندرا گاندھی کے حامی بنے۔
ان کی پارٹی کانگریس (آر) کہلائی اور اندرا گاندھی کے مخالفوں کی
پارٹی کا نام کانگریس (او) ہوا۔ اصول پرست کانگریس والوں
کے لئے یہ زمانہ بہت تشویش کن تھا۔ وہ فوراً فیصلہ نہیں کر پائے کہ
کس کانگریس میں شریک ہو جائیں۔ یشونت راؤ شروع میں سنڈیکیٹ
والوں یعنی کانگریس (او) والوں سے ہمدردی رکھتے تھے لیکن جب
انہوں نے دیکھا کہ مہاراشٹر کے کانگریس والے کانگریس (آر) میں
جانے کے لئے بیتاب تھے تو انہوں نے بھی اندرا گاندھی کا ساتھ دیا۔
اندرا گاندھی نے بھی اپنی پارٹی کو مقبول کرنے کے لئے نئے نئے اقدام
اختیار کئے۔ مثلاً بینکوں کا قومیانا۔ روس کے ساتھ گہرے تعلقات
رکھنا، والیان ریاست کی پنشن ختم کرنا وغیرہ۔ ان اقدامات کا
نتیجہ اندرا گاندھی کے حق میں مفید رہا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۷۰ء
میں قبل از وقت انتخابات کا اعلان کیا اور بھاری اکثریت سے جیت
گئیں۔ ۱۹۷۱ء دسمبر میں جب پاکستان نے مشرقی پاکستان سے
جنگ چھیڑ دی تو اندرا گاندھی نے مشرقی پاکستان کی طرف سے جنگ
میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس سے پاکستان کی ہار ہوئی اور مشرقی
پاکستان شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں بنگلہ دیش بنا۔

جب ۱۹۷۵ء میں اندرا گاندھی مقبولیت کی چوٹی پر پہنچ گئی تھیں
تو ان کی بدقسمتی سے ۱۲ جون ۱۹۷۵ء کو الہ آباد کی عدالت نے ان
کے رائے بریلی والے انتخاب کو غیر قانونی ٹھہرایا۔ یہ اُمید کی جاتی تھی
کہ اندرا گاندھی استعفیٰ دے کر کسی اور کو وزیر اعظم ہونے دیں گی۔ مگر
انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ملک میں ایمرجنسی کا اعلان کیا اور پورا
ملک ہر قسم کی پابندیوں کا شکار ہوا۔ جمہوری دستور ہند میں بعض
ایسی ترمیمیں کی گئیں جن کی رُو سے ہر انسان کی آزادی پر پابندی لگا دی گئی۔
تقریباً سبھی مخالف پارٹیوں کے لیڈروں کو جیل میں ٹھونس دیا گیا۔ ایسی
حالت میں اندرا گاندھی نے ۱۹۷۷ء میں انتخابات کا اعلان کیا۔ ملک
ان کے خلاف خفگی پھیل گئی تھی اور اس کی پاداش میں اندرا گاندھی کی
زبردست ہار ہوئی۔ مخالف پارٹیوں نے جے پرکاش نارائن کی قیادت
میں ایک نئی پارٹی — جنتا پارٹی بنائی جو جن سنگھ، بھارتیہ لوک دل،
کانگریس (او) سوشلسٹ پارٹی اور سوراج پارٹی پر مشتمل تھی —

نئی پارٹی نے دو سال تک بڑی قابلیت سے حکومت کی لیکن اس
کے لیڈروں میں اختلافات پیدا ہوئے۔ یشونت راؤ نے جو اس وقت
مخالف پارٹی کے لیڈر تھے جنتا گورنمنٹ کے خلاف عدم اعتماد کی
قرارداد پیش کی اور وہ پاس ہونے کے امکان کو دیکھ کر مرارجی دیسائی

نے جو جنتا سرکار کے وزیر اعظم تھے۔ استعفیٰ دیا۔ بعد میں چرن سنگھ کی سرکردگی میں حکومت بنائی گئی۔ اس میں یشونت راؤ چوان نائب وزیر اعظم بنے اور جب چودھری چرن سنگھ کو یہ احساس ہوا کہ اپنی حکومت زیادہ مضبوط نہیں ہے تو انہوں نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اور ۱۹۷۰ء میں انتخابات کا اعلان کیا۔ اب کی بار اندرا گاندھی پہلے سے بھی زیادہ اکثریت سے جیت گئیں۔ لیکن اس بار یشونت راؤ مخالفوں میں تھے۔ لیکن انہوں نے جلد ہی محسوس کیا کہ اندرا گاندھی کی مخالفت کرنا بے سود ہے چنانچہ انہوں نے اندرا کانگریس میں شامل ہونے کی بہت کوشش کی مگر ان کے سابقہ دوست ہی ان کے دشمن بن گئے تھے۔ اور اندرا کانگریس میں شمولیت کی سخت مخالفت کی۔ بڑے لمبے انتظار کے بعد انہیں اندرا کانگریس میں داخلہ تو مل گیا مگر حکومت میں یا وزارت میں کوئی عہدہ نہیں ملا۔ پھر بھی ان کی وفاداری کا یقین ہونے پر اندرا گاندھی نے ان کو آٹھویں مالی کمیشن (فائنانس کمیشن) کا صدر مقرر کیا۔

۱۹۸۴ء

اندرا گاندھی کو پنجاب اور آسام میں گوناگوں مسائل کا حل ڈھونڈنا پڑا۔ آسام کا معاملہ کسی طرح سلجھ گیا لیکن پنجاب میں خون اور غارت گری کا بازار گرم رہا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو ان پر گولیاں چلیں اور ملک اس عظیم الشان ہستی کی موت سے بے پناہ ماتم میں ڈوب گیا۔ راجیو گاندھی، اندرا گاندھی کے فرزند کو اسی دن وزیر اعظم بنایا گیا۔ انہوں نے بڑی قابلیت سے ملک کی باگ دوڑ سنبھالی، اور فوراً انتخابات کا اعلان کیا۔ یشونت راؤ کو مشاورتی کمیٹی میں لیا گیا اور ان کو ستارا کی نشست کا کانگریسی ٹکٹ بھی دیا گیا۔ مگر اندرا گاندھی کی موت کے بعد ایک مہینے کے اندر ہی یشونت راؤ ایک معمولی (گردے کی) بیماری سے چل بسے اور ملک ایک قابل سیاست داں سے محروم ہوا۔ ان کا کریاکرم بڑی شان و شوکت سے کرشنا اور کوئنا کے "پریتی سنگم" پر بجا لائے گئے اور مہاراشٹرا اپنے ایک بڑے محسن کو کھو بیٹھا۔ ●●

سورگباشی شری یشونت راؤ چوان کی دو یادگار تصویریں
اوپر: سورگباشی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ۔ نیچے: سورگباشی سابق وزیر اعلیٰ شری وی۔ پی نائیک کے ساتھ

مہاراشٹر۔ ترقی کی راہ پر

یکم مئی کو گذشتہ سال مہاراشٹر کے لوگوں نے اپنی ریاست کا جشن سیمین نہایت خوشی اور شان و شوکت سے منایا۔ اس موقع کو ۲۱ ویں صدی میں داخلہ کے طور پر پورے سال منانے کا فیصلہ کیا گیا جس میں ان ترقیاتی کاموں کو جو جاری ہیں مکمل کرنے اور نئے کاموں کو شروع کرنے کا عزم کیا گیا۔ چنانچہ نئی صدی سے قبل کے جتنے سال ہیں ان میں پورے عزم کے ساتھ غریبوں کی بہبودی کے تمام امور انجام دینے کی بھرپور کوشش کرنے کا پختہ ارادہ کیا گیا ہے۔

اب سال گرہ کے ۲۶ ویں سال کی ابتدا اس طور سے
ئی ہے کہ ریاست کا کافی بڑا حصہ خشک سالی سے دوچار
ے لیکن اس سے حکومت یا مہاراشٹر کے باشندے پست
بلہ نہیں ہوں گے کیونکہ انھوں نے اس سے پہلے اس سے
شدید تر حالات سے پنجہ آزمائی کی اور امن وامان کے ساتھ
شوں کے خوشگوار نتیجے سے فیض یاب ہوئے۔ سابقہ
قعات سے سبق حاصل کرتے ہوئے مہاراشٹر اس بات
کوشش کے درپے ہے اور کمربستہ ہے کہ پانی کی قلت
ئی مستقل علاج ڈھونڈ نکالا جائے۔

سال کے دوران مہاراشٹر ۲۰ نکاتی پروگرام کو
گے بڑھانے میں منہمک رہا جن میں غریبی کو دور کرنے کی
ترین کوششیں جاری رہیں اور اس بات کا تہیہ کیا گیا
جو لوگ غریبی کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں
نھیں اس سطح سے اوپر لایا جائے۔ ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۲ء۱۶
کھ خاندانوں کو آمدنی کے پیداواری ذرائع مہیا
کئے گئے اور اس طرح انھیں گذشتہ ۴ء۴ لاکھ خاندانوں
ں جنھیں آمدنی کے پیداواری ذرائع مہیا کئے جا چکے تھے

شامل کر دیا گیا۔ یہ سہولتیں انھیں متحدہ دیہی ترقیاتی اسکیموں کے
تحت گذشتہ دو سال کے دوران یوں آمدنی کے پیداواری ذرا
سے نوازا گیا۔ ۸۶-۱۹۸۵ء کے لئے ۵ء۱ لاکھ مزید خاندانو
کو جو فائدہ پہنچانے کا نشانہ تھا، امید ہے کہ اس نشانہ سے تجاو
کیا جا سکے گا۔ ضمانت روزگار اسکیم جو روزگار مہیا کرنے
مقصد کے تحت جاری کی گئی ہے اور جو انفرادی طور پر
کی معاشی حالت سدھارنے کے لئے جاری کی گئی ہے، ر
افزوں ترقی پر ہے۔

توانائی کے متبادل ذریعوں کی تلاش کرتے ہوئے
مہاراشٹر نے دیہی علاقوں کے لئے بایو گیس پلانٹ کی تکمی
کی جس کے ذریعہ ایندھن کے لئے درختوں کا کاٹنا، گرانا، موقو
ہو گیا اور زمینوں کے لئے کھاد کی ایک اچھی صورت بھی نکل آ
نہروں اور سڑکوں کے کنارے تقریباً ۲ ہزار لاکھ درخت ۸۵-۴
میں لگائے گئے جب کہ درج فہرست جاتیوں اور قبائل کی زم
پر پھلوں کے درخت لگائے گئے نیز ایسے دو لاکھ خاندانو
۸۵-۱۹۸۴ء میں مالی مدد بہم پہنچائی گئی اور ۸۶-۱۹۸۵ء
میں ایسی ہی مدد پیش کی جائے گی۔

مرکزی حکومت نے دیہاتوں میں بے گھر خاندانوں کو
مکانات مہیا کرنے کا جو نشانہ رکھا ہے، امید ہے کہ اس نشانہ
سے یہ ریاست تجاوز کر جائے گی۔ اور ان بے گھروں کو
مکانات کی تعمیر کے لئے یہ مالی مدد کارآمد ہوگی۔ مہاراشٹر
نے ۴۴ ہزار ۱۷۱ خاندانوں کو مکانات کے جگہ عطا فرمائی اور ۲۵۰۰۰
۸۵-۱۹۸۴ء میں مالی مدد سے نوازا۔ تقریباً ۲۰۰ دیہات
بقیائے گئے اور ۵۶۶، ۶ زرعی پمپ توانائی بہم پہنچانے
کے قابل بنائے گئے۔ گندی بستیوں کے سدھار کا سلسلہ
بڑے جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے۔ امید ہے کہ مارچ
۱۹۸۵ء تک ۶۵ لاکھ گندی آبادیوں میں بسنے والوں میں
سے ۴۰ ہزار ۳۶۳ لاکھ ان آبادیوں سے چھٹکارا پا جائیں گے۔
عالمی بینک کی طرف سے سر پر سائبان کے لئے مجوزہ ۲۵۲ کروڑ
روپے کی مدد پیش کی گئی ہے۔ اس رقم سے ۸۵ ہزار سہولت
بخش زمینی قطعات بمبئی کے میٹرو پولیٹن علاقے میں ترقی
دیے جانے والے ہیں۔ دوسرے شہروں میں بھی شہر کے
غریبوں کے لئے مکانات تعمیر کئے جا رہے ہیں۔

وہ تمام دیہات جو محصول ادا کرتے ہیں اب ان میں اسکول
جاری ہیں اور ایسے بچوں کا داخلہ جن کی عمریں ۶ - ۱۴ برس کی
ہیں، ۹۰ فیصد تک جا پہنچا ہے۔ امید ہے کہ یہ تعداد آئندہ ۴-۵ یا
کچھ برسوں میں ۱۰۰ فیصد ہو جائے گی۔

اس لحاظ سے دیہی ترقی کا چیلنج نہایت عمدگی کے ساتھ
تمام پار رہا ہے۔ جو جملہ قومی ترقیاتی پروگرام کا ایک حصہ ہے۔

مہاراشٹر تعلیم میں بھی ساری ریاستوں سے آگے ہے،
بخصوص عورتوں کی تعلیم کے سلسلے میں۔ لڑکیوں کے لئے ۱۲ ویں
تک مفت تعلیم کا آغاز ایک انقلابی اقدام ہے لیکن اگر اس رعایت
سے زیادہ سے زیادہ طلبہ کو فیضیاب کیا جانا ہے تو اس کے لئے
پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ بچوں کو سب سے پہلے ساتویں تک
پہنچنے میں مدد دی جائے۔ ساوتری بائی پھلے کی مرتبیانہ اسکیم
یہی کام انجام دے رہی ہے۔

اس اسکیم کے تحت خوشحال لوگ کسی لڑکی کی سرپرستی
اختیار کر لیتے ہیں یا مربی بن جاتے ہیں اور اس لڑکی کی کم ترین
ضروریات کے لئے ۲۵ روپے ماہانہ دیا کرتے ہیں۔ یہ عطیہ
سال کے لئے ہوا کرتا ہے تاکہ لڑکی اپنی ابتدائی تعلیم ۷ ویں
درجے تک مکمل کرے۔ ۸۴-۱۹۸۳ء میں ایک لاکھ سات ہزار
لڑکیاں اس طرح متبنیٰ بنائی گئی تھیں اور ۸۵-۱۹۸۴ء
میں ۲۰۰ر ۲۸ر۱۔ اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۸۶-
۱۹۸۵ء میں ایسی تین لاکھ لڑکیاں اس اسکیم کے تحت فائدہ
اٹھا سکیں گی۔ مہاراشٹر ایک اکیلی ریاست ہے جو اس قسم
کی اسکیم جاری کئے ہوئے ہے تاکہ تعلیم کی تحریک پھیلے اور عام
ہو جائے۔

یہ قصور مہاراشٹر کا نہیں تھا کہ ۱۹۶۰ء میں جب مہاراشٹر
کی بنیاد پڑی تو اسے ایسے علاقے دئے گئے جن کی ترقی کی
حالت ریاست کے دوسرے حصوں کے مقابلے میں بہت
پسماندہ تھی۔ ترقی کے مراحل کے لحاظ سے اس زبردست
فرق کو دور کرنے کے لئے خاص طریقوں کو اختیار کرنا بالعموم
منظور کیا جا چکا ہے اور اس صورت حال کی اصلاح کے لئے
بعض پروگراموں کی ابتدا بھی کی جا چکی ہے البتہ رفتار کو بڑھانا
ضروری ہے۔ آیا رفتار کو بڑھانے کے لئے خاص ترقیاتی
بورڈوں کا قیام پسماندہ علاقوں کے لئے ہونا چاہئے یا اس
سلسلہ میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے۔ فی الحال
ایسا سوال ہے جس کا جواب امید ہے کہ آئندہ چند برسوں
میں خاطر خواہ طور پر دیا جا سکے گا۔

اس اثنا میں ریاست عمداً مختلف علاقوں کے باشندوں
کے درمیان اتحاد و اتفاق کے قیام پر زیادہ زور دے
رہی ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ وسائل و ذرائع کی
منصفانہ تقسیم میں سہولتیں پیدا ہو سکیں گی۔

یہ بات مناسب ہی ہے کہ ایک اول درجے کی
ریاست جیسی کہ مہاراشٹر ہے، ایسی کوششوں میں مصروف
ہو جو آخر کار پوری قوم کو فائدے کی طرف لے جائے گی۔
مہاراشٹر کے وسیع و عریض صنعتی کامپلیکس جن میں کیمیکلس سے
لے کر الیکٹریکل اشیا تک شامل ہیں اور پیٹرولیم مصنوعات
کے ذریعے انجینئرنگ سامانوں سے لے کر سوتی کپڑے،
پلاسٹکس اور قسم قسم کی خوردنی اشیا شامل ہیں۔ ہندوستان
کے لئے قوت بخش غذائیت پرور اور دولت مند بنانے
میں معاونت کر رہے ہیں۔

حقیقی صورت حال اس سے بھی کہیں زیادہ بہتر ہے

می راج

ست کی تعمیر مضبوط صنعتی بنیادوں پر ہوئی ہے اس
انوں کو تیار کرنے والے بہت سے کارخانے ہیں جو فوجی
رت کے سامانوں کی کافی اور اہم مقدار بناتے ہیں
ستان کے دفاع کے لئے کار آمد ہیں۔ اس لحاظ سے
ٹر ہندستان کی زندگی کا ایک اہم عنصر اور حصہ ہے۔
مہاراشٹر نے زرعی صنعتی سوسائٹی کو زراعت اور
و مربوط کر کے بنائی ہے وہ مہاراشٹر ہی کا ایک
ہے۔ شکر کی امداد باہمی سوسائٹیاں جو گنے کا رس نکالا
ں، شکر کے کارخانوں میں تبدیل کی جا چکی ہیں جس کا خوشگوار
ی معیشت پر پڑا ہے۔
مہاراشٹر کے آبا و اجداد نے جو خواب دیکھے تھے کہ ہر
پنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو، اس طرح کہ وہاں
ہنے والوں کی ضروریات پوری کر سکے، وہ تھوڑے عرصے
ندہ تعبیر ہوگا۔ جیسے یہ خود اعتمادی اور خود کفالتی کا
یاب ہوگا امید ہے کہ بڑے شہروں کی طرف دیہاتیوں
نے کا رجحان گھٹ جائے گا اور اس حد تک شہروں پر
کمی پیش آئے گی۔
گذشتہ سال ایک وسیع تجربے کی کوشش کا آغاز احمد نگر
گیا تاکہ وہاں کے تنظیمی امور نتیجہ خیز ثابت ہوں۔ ارادہ
تنظیمی سطح کو سیکریٹریٹ کی سطح سے لے کر گاؤں کی
اس طرح سے درست کیا جائے کہ اطراف کے لئے
جائے۔ یہ کام اس بنیاد کو پیش نظر رکھکر انجام دیا جائے
انی اسٹاف پر کام کا سب سے زیادہ بوجھ ہوا کرتا ہے
لوگوں کے مسائل بروقت اور برمحل حل کر دئے جائیں
تاخیر، بے قاعدگی، بددیانتی، رشوت خوری وغیرہ کا
گھٹتا جائے گا۔ اور اونچی سطح پر تنظیمی امور میں بہتری
۔ اونچی سطح پر حکومت تب ہی مداخلت کرے گی جب
خاص طور پر اس کی ضرورت ظاہر کریں گے۔
پولیس کے انتظامیہ کی طرف بھی توجہ دی جا رہی ہے
میں امن و امان کا احساس اور بھروسا پیدا ہو۔ چارلس
اج کی گرفتاری جو ہندستان میں اور دیگر ملکوں پر
واقعات میں مطلوب تھا اور جو تہار جیل سے فرار
ا۔ مہاراشٹر کی پولس، ان کی مہارت اور انکے حوصلے
کا بھرپور ثبوت ہے جو قانون کی پیروی کرنے والے شہریوں
میں اعتماد پیدا کرے گا۔
فی الحال سب سے اہم مسئلہ خشک سالی کا حل ہے۔
۶۶۰۷ دیہات جن کا تعلق ۱۹ ضلعوں سے ہے، خریف کی
فصل سے محروم رہ گئے ہیں اور ساتھ ہی ۱۰۷۰۰ دیہاتوں
اور ۱۱۰ شہری علاقوں میں پینے کے پانی کی شدید کمی پیش
آ چکی ہے۔ فروری کے آخر تک ۱۵۸۷ دیہات ایسے تھے
جہاں ٹینکروں اور بیل گاڑیوں کے ذریعہ ناگہانی اقدام
کے طور پر پینے کا پانی پہنچایا جا رہا تھا۔ اندازہ ہے کہ
موسم گرما کی شدت کے زمانے میں اس قسم کے دیہاتوں
کی تعداد ۱۱۷۰۰ تک جا پہونچے گی۔ اس کے مطابق خشک سالی
پھیلنے پر اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پروگرام
بنایا جا رہا ہے۔ حکومت اس مقصد کے لئے کافی
بڑی رقم خرچ کرے گی۔ ایک ماسٹر پلان بھی ترتیب
دیا جا رہا ہے جس کے ذریعہ بورنگ والے کنویں کھودنے،
پائپوں کے ذریعے پانی کی فراہمی کی اسکیمیں اور پاور پمپ
بٹھانے کی تدبیر اختیار کی جائے گی۔ مارچ کے آخر تک
۵۰۴۰۷ دیہات (جملہ ۶۳۰۲ میں سے) بورنگ کے کنویں ۷۹۳
(جملہ ۱۹۸۳ میں سے) پائپ کے ذریعے پانی کی فراہمی
کے لئے اور ۱۷۸ (جملہ ۵۰۴ میں سے) پائپ کے ذریعے
عارضی پانی کی فراہمی کے لیے نہ صرف منتخب کیے گئے
تھے بلکہ ان میں کام کی تکمیل کی جا چکی تھی۔

اسی طرح مہاراشٹر اسٹیٹ فارمنگ کارپوریشن کے
فارمس پر، زرعی یونیورسٹیوں اور جن اضلاع میں اور
تعلقوں میں بیج کے فارم تھے ان پر گھاس چارہ کی اگائی
شروع کی گئی ہے۔ کسانوں کو ان کی اپنی زمینوں پر گھاس
چارہ اگانے کے لئے رعایتیں دی گئی ہیں یہاں تک
کہ ان میں سے جنھیں بہت زیادہ ضرورت مند پایا گیا ان میں
گھاس چارہ اگانے کے لئے "تگاوی" قرض بھی تقسیم کئے
گئے۔ ملازمتیں، دیہاتوں کے تالابوں، چھوٹی آبپاشی
کے بند و چیکوں، جنگل پانی اور قومی شاہراہوں اور ریاستی
اور ضلاعی بڑے راستوں کی اصلاح و مرمت کے کاموں پر ضمانت

بمبئے چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری بمبئی کی جانب سے ۲۵ راپریل ۱۹۸۶ء کو تاج محل ہوٹل میں منعقدہ ۱۵۰ ویں سالانہ جنرل میٹنگ میں وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری ایس بی چوان نے بطورِ مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ اے ایف فرگوسن اینڈ کمپنی، بمبئی کی جانب سے شائع کی گئی کتاب
"Study on Prospects for Exports of Cereals, Fruits and Vegetables"
کا اجرا فرماتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

روزگار اسکیم کے تحت دیہات کے لوگوں کو کام پر لگایا جا رہا ہے۔

ریاستی حکومت نے مرکزی حکومت سے جس امداد کے لیے نمائندگی کی تھی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرکزی حکومت نے متاثر علاقوں کا دورہ کرنے کے لئے ایک وفد روانہ کیا ہے

آنے والے برسوں میں ساتویں پنجسالہ منصوبہ کی مدت کے دوران ایک زبردست پروگرام کی تکمیل زیر غور ہے ۴۵ اکروڑ روپیوں کے خرچ سے پہلے سال دیہاتی علاقوں میں پینے کے پانی کی فراہمی کی اسکیمیں عمل میں لائی جائیں گی امید ہے کہ یہ مستقل اقدام بہت بڑی حد تک پینے کے پانی کی قلت کو نو ہزار دیہاتوں میں اگر ختم نہ کر سکا تو سہولت بخش ضرور ثابت ہوگا۔

(ترجمہ: شمیم ایم اے)

مہاراشٹر

جہاں بھارت کا بہترین روپ ملتا ہے
جو بھارت کی پُروقار ترقی میں سب سے آگے ہے

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز

[illegible] مہاراشٹر

مہاراشٹر مختلف مذہبوں کا گہوارہ ہے اور مختلف لوگوں کا ملک ہے۔ ہندستان کے سبھی علاقوں کے لوگ یہاں آتے ہیں اور بس جاتے ہیں اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ باہری ریاستوں سے آکر یہاں مقیم ہونے والے لوگوں کی جتنی تعداد مہاراشٹر میں ہے، یقین کیجیے کسی اور ریاست میں نہیں ملے گی۔

ہندستان کی طرح مہاراشٹر میں بھی "انیکتا میں ایکتا" دکھائی پڑتی ہے۔ ایک قدیم تصنیف میں کہا گیا ہے: "مہاراشٹر کی زمین جنت نشان ہے" یہاں جگہ جگہ خوبصورت صاف شفاف پانی کی جھیلیں ہیں، یہاں کے لوگوں میں دانش وروں جیسی سمجھ پائی جاتی ہے۔ یہاں مسافروں اور مظلوموں کا یہاں کے لوگ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہاں کے مراٹھی زبان بولنے والے باشندوں کے ساتھ پچھلی کئی نسلوں سے شمال بھارتی، جنوبی بھارتی، بنگالی، بہاری اور مارواڑی سبھی ریاستوں کے لوگ یہاں آتے رہتے ہیں اور یہاں کی تہذیب میں رچ بس گئے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہاں کے باشندوں کے ساتھ سندھی، پنجابی اور گجراتی بھی ہیں۔ ہندو مسلمان، سکھ، بدھ عیسائی تمام مذہبوں اور دھرموں کے لوگوں کے ساتھ ساتھ مندرج جاتی مندرج قبائل یہاں کی ریاست کا ایک جزو بن چکے ہیں۔ پارسی لوگ تو مہاراشٹر میں خاص کر ممبئی شہر میں بسے ہوئے ہیں۔

مثالی لوگ

مختلف زبانیں بولنے والے لوگ، مختلف مذاہب اور فرقوں کے لوگ، مختلف تہذیبوں کے ماننے والے لوگ اس ریاست میں محبت اور اخوت کے ساتھ رہتے ہیں جس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ سکھ لوگ پنجاب کے بعد مہاراشٹر کے ناندیڑ کو اپنا دوسرا مقدس و متبرک مقام مانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر مہاراشٹر کی سبھی دھرموں کو ماننے کی روایت اور کہیں نہیں ملتی۔

الیکٹرونک صنعت کا پھیلاؤ

ہاراشٹر ریاست جو کہ جمہوریۂ ہندوستان کا ایک حصہ
جو آج سے ۲۵ سال قبل ایک آزاد ریاست کی شکل میں
لیکن مہاراشٹر کی تہذیبی تاریخ ۲ ہزار برس پرانی
ہاراشٹر کا مطلب "بڑی قوم" ہوتا ہے۔ قبل مسیح
بڑے بڑے سامراجیوں سے جزب میں لینے کے لئے
نے اس سرزمین کا نام مہاراشٹر دیا۔ درمیانی مدت میں
ست نے بہت سے حملوں کا مقابلہ کیا۔ ۳۰۰ سو برس
یہی شیواجی مہاراج نے "سوراجیہ" کی بنیاد ڈالی

میتھنی کی کٹائی کا ایک منظر

پونے اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں سہیادری کے پہاڑوں میں بسے مہاراشٹر میں بیداری پیدا کی، ہندوی سوراجیہ کی بنیاد ڈال کر مراٹھی عوام کے دلوں کی برسوں پرانی مراد پوری کی۔ اس کے بعد پیشواؤں نے اس ریاست کی حدیں بڑھا کر اپنے پرچم کو دور دور تک لہرایا۔ یہ دور برطانوی حکومت کے ہند میں داخل ہونے کا دور تھا برطانیہ نے بنگال اور مدراس میں اپنے سامراج کی جڑیں مضبوط کیں اور بمبئی میں اپنے پیر پھیلانے شروع کیے۔ ۱۸۰۰ء میں نانا فردنویس کا انتقال ہو گیا جو پیشوا کے خاص دیوان تھے ان کے انتقال کے بعد گورے لوگوں کو جیسے ملک میں پیر پھیلانے کی چھوٹ سی مل گئی۔ ۱۸۱۸ء پونے کے سنیچر واڑہ پر یونین جیک لہرا کر گورے لوگوں نے اپنے سامراج کی بنیاد ڈالی۔ انگریزوں کے دور میں یہ علاقہ بمبئی ریاست کے نام سے مشہور ہوا۔ جنوبی مہاراشٹر کے ساتھ اس میں گجرات بھی شامل تھا۔ ۱۹۵۶ء میں ملک میں لسانی بنیاد پر ان ریاستوں کی تشکیل دی گئی

بمبئی کی اہمیت

اس دوران بمبئی ریاست بنی جو کافی بڑی تھی جس میں دو زبانیں بولی جاتی تھیں — اس میں پہلے کے مدھیہ پردیش ریاست کے ودربھ علاقہ کو اور حیدرآباد ریاست کے مراٹھواڑہ علاقہ کو شامل کیا گیا۔

مگر مراٹھی عوام بمبئی سمیت ایک مہاراشٹر ریاست کے لئے لگاتار جدوجہد کر رہے تھے۔ یہ مراٹھی عوام کے وجود کا سوال تھا۔ ۱۹۶۰ء میں ان کی کوشش بار آور ہوئی اور مہاراشٹر ایک الگ ریاست کے روپ میں ہند کی سرزمین پر ابھری جس کا صدر مقام بمبئی مقرر ہوا۔ جنوبی مہاراشٹر ودربھ اور مراٹھواڑہ آدھی مراٹھی بولنے والے علاقے اس میں شامل کیے گئے۔

گھاٹ والی سرزمین

مہاراشٹر میں بھارت کی آبادی کا ۵ر۹ فی صد آباد ہے اور ۴ر۹ فی صد اس کا علاقہ دشوار گھاٹیوں پر مشتمل ہے۔ سہیادری کے پہاڑوں کا سلسلہ مغربی ساحل تک چلا گیا ہے۔ زمین پر جو چھوٹی دھاریاں ہیں وہ سمندر اور سہیادری کے درمیان کا علاقہ کوکن ہے اور سہیادری کے مشرق کا علاقہ

بن کہلاتا ہے جو کہ گوداوری اور کرشنا ندیوں کے ذریعہ
تسیم ہوگیا ہے۔ وادیٔ گوداوری مہاراشٹر کی ثقافت کی امین
ہے جس نے ریاست مہاراشٹر کو عظیم سنت شاعر عطا کئے
ہیں اور وادیٔ کرشنا نے ملک کو بہترین سپاہی دئے ہیں۔
برسات ان گھاٹیوں کو سرسبز و شاداب بناتی ہے لیکن
مشرق کی طرف کی سرزمین کی گھاٹیوں میں برسات کم ہوتی ہے وہاں
کے لوگ اکثر سوکھے اور خشک سالی کا شکار رہتے ہیں ان
اضلاع کے نام پونے، ناسک، ستارا، سانگلی، سولاپور،
احمدنگر، اورنگ آباد اور عثمان آباد ہیں۔
مشرق کے علاقے چندرپور، میلگھاٹ اور کنوٹ ہیں،
جہاں برسات خوب ہوتی ہے اور وہاں جنگلات دیگر جنگلات
کی طرح فائدہ مند ہیں۔

گوداوری اور کرشنا روحانیت کی علامت ہیں

گوداوری اور کرشنا مہاراشٹر کی ثقافت کی علمبردار
ہیں جنھوں نے سنتوں اور سپاہیوں کو جنم دیا ہے۔ کسان

مہاتما پھلے زرعی یونیورسٹی کی راہوری میں عمارت

مہاراشٹر نے بالغ خواتین کی تعلیم میں قومی سطح کا انعام حاصل کیا ہے۔

نے مقدس مقصد کے آگے اپنے ہل کو چھوڑ کر تلوار اٹھالی
ہے۔ بعد میں اس کے جانشین نے بھی ان کی تقلید کی اور
وقت کے ساتھ خود کو فنی مہارتوں میں ڈھال لیا ہے۔ اس
نے خود کو فنکار کا روپ دے کر ڈیزل انجن تیار کیے ہیں
جس سے ستارا، سانگلی اور کولہاپور علاقوں میں مینوفیکچرنگ
کی سرگرمیاں تیز ہوگئی ہیں۔ مہاراشٹر دین نے کبھی ظلم و ستم کے
آگے اپنا سر نہیں جھکایا ہے بلکہ اس نے گیانیشور اور تکارام
ایکناتھ اور نامدیو نامی سنتوں کے بتائے ہوئے راستوں پر
چل کر بھکتی کے ذریعہ حالات پر قابو پایا ہے۔ ندیوں کے ذریعہ
ہم نہ صرف بجلی حاصل کرتے ہیں بلکہ ہماری آب پاشی کی ضرورتیں
پوری ہوتی ہیں نیز وہ ہمیں ایک تقدس اور پاکیزگی کا بھی درس
دیتی ہیں۔

پہاڑی قلعوں کی زمین

چھترپتی شیواجی مہاراج اور دیگر نے بہادری اور
ستپوڑا کی پہاڑیوں پر پہاڑی قلعے تعمیر کیے جو کہ فوجی
اہمیت کے حامل ہیں جن کی بدولت انھوں نے دشمنوں کے
ساتھ بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے انھیں شکست دی
پرتاپ گڑھ اور رائے گڑھ، وشال گڑھ اور سنہا گھاٹ
پورندر اور پنہالہ کے قلعے اس کی جیتی جاگتی نشانیاں ہیں ندیوں
کی روحانیت اور ناقابل تسخیر قلعوں سے مہاراشٹر کے عوام نے
باعزت زندگی گزارنا سیکھا ہے۔

◄ سنجے گاندھی نیشنل پارک بوریولی کا لائن سفاری پارک

کی۔ اس کے بعد عظیم سماجی مصلحین مہاتما جیوتی با پھلے کا نام آتا ہے جنھوں نے سماجی مساوات کے لئے انتھک کوشش کی انھوں نے ہریجنوں کے لئے اسکول چلایا۔ آپ کو اور آپ کی بیوی کو پونے کی گلیوں میں لڑکیوں کا اسکول چلانے پر پتھر مارے گئے لیکن جیوتی با اپنے خیالات پر اڑے رہے۔

وشنو شاستری چپلونکر جو کہ مراٹھی نثر کے باپ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے برطانوی سامراج کے خاتمے پر بھارتی تحریک کا ساتھ دیا۔ مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر نچلے ذات کے لوگوں میں خود اعتمادی اور انھیں ان کے سماجی اور سیاسی حق کا احساس دلانے کا جو خاص کام کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ ان سب عظیم شخصیتوں کے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے مہاراشٹر کی سماجی زندگی میں انقلاب لایا جاسکا بھارتی منشور کے مطابق آرٹیکل ۳۷۱ کے مطابق حکومت کے سبھی حصوں میں مساوات قائم کی جائے گی اور اسکا بات کو ریاست نے اپنایا

مہاراشٹر میں دودھ کی بہتات

سڈکو کی جانب سے نئی بمبئی میں تعمیر کردہ نئے مکانات

جدید تحریک کے معمار

صدیوں پرانی دوسروں کے دلوں کو جیتنے کی روایت ں کے سماجی مصلحین نے اپنائی ہے۔ یہاں کے سیاسی لیڈر ریدار ترقی یافتہ خیالات کے حامی رہے ہیں۔ جدید تحریک کو ٹھی جرنلزم کے بانی بال شاستری جانبھیکر نے اپنایا۔ گوپال ی دیش مکھ (لوکھی واڑی کے نام سے اچھی طرح سے جانے نے والے) اور جسٹس مہادیو گوند رانا ڈے نے ان کی تقلید

ہے اور ریاست کے مختلف حصوں میں بسنے والے لوگوں میں اتحاد
و اتفاق قائم کیا گیا۔ ریاست کے نئے حصے ودربھ اور مراٹھواڑہ
کو ترقی کے یکساں مواقع فراہم کئے گئے اور اسی طرح کا برتاؤ
کوکن علاقہ کے ساتھ بھی کیا گیا۔

تمام علاقوں کو ترقی کے یکساں مواقع

مہاراشٹر نے تمام علاقوں میں متوازی ترقی کا عہد کیا ہے
دونوں ایوانوں میں ایک ریزولیشن پاس کیا گیا جس میں صدر سے
درخواست کی گئی کہ وہ ودربھ، مراٹھواڑہ کے لئے علاحدہ ترقیاتی
بورڈ قائم کرے جو کہ براہِ راست گورنر کو جوابدہ ہوگا۔ اس بات
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہاراشٹر کو غیر ترقی یافتہ علاقوں میں
ترقی کا کتنا خیال ہے
اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حکومت کو متوازی
ترقی کا کتنا خیال ہے۔ حکومت نے کمزور طبقات کی بہبودی کے

مہاراشٹر میں گنپتی کا تہوار بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے

لئے بہت سے خاص اقدامات کئے ان سے زیادہ تر لوگوں نے بدھ
دھرم کو قبول کیا جنھیں نو بدھسٹ کہا جاتا ہے ان کی جانب
زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے ان میں سے زیادہ تر لوگ دیہی
علاقوں میں بستے ہیں اور خوشحال اور غریب لوگوں میں ایک
طرح کے رابطہ کی امنگ پیدا ہونی چاہئے۔ ایک نئی ریاست

ایک یاتری پوتھی پڑھتے ہوئے

مہاراشٹر کی تشکیل کرتے وقت ان سماج کے پچھڑے ہوئے
طبقات کی طرف خاص توجہ دی جا رہی ہے اور یہ وقت کی
ضرورت بھی ہے۔

بھارت کی ایک ذمہ دار ریاست ہونے کی وجہ سے
مہاراشٹر نے دوسرے علاقوں کے لوگوں کے دلوں میں
قومیت کا جذبہ نہ صرف بیدار کیا بلکہ ایک قومیت کے جذبے
کو بھی تقویت پہنچائی۔ اس وجہ سے مہاراشٹر ملک بھر میں
سرفہرست ہے۔

قومی دولت کے اضافے میں مہاراشٹر کا تعاون

قومی دولت میں مہاراشٹر کا بہت بڑا حصہ ہے ملک
کی ساری آبادی سے مہاراشٹر کی آبادی کا تناسب کا آدھا
ہے۔ ملک کی کل صنعتی پیداوار کا ۲۵ فیصد مہاراشٹر میں ہوتا
ہے۔ دیش کی دیگر ریاست میں فی فرد ۴۹۹ روپے کی پیداوار
کی جاتی ہے۔ تو مہاراشٹر میں فی فرد ۱۰۳۰۱ روپے ہے۔ ملک
میں دیا جانے والے انکم ٹیکس میں سے ۲۵ فیصد مہاراشٹر سے
مرکزی حکومت کو دیا جاتا ہے۔ کسٹم اور ایکسائز ڈیوٹی

ہے جو روپیہ ملک کو ملتا ہے اس میں بھی مہاراشٹر کا بہت بڑا حصہ ہے۔

دھندوں میں سرمایہ کاری کرنے، قومی بچت، روزگار کے مواقع فراہم کرنے اور برآمد کرنے میں مہاراشٹر ملک بھر میں آگے ہے۔ مہاراشٹر تمام سیکٹروں میں ملک میں آگے رہا ہے وہ سماج کی بہتری کے لئے ۲۰ نکاتی پروگرام پر عمل آوری ہو یا خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کی عمل آوری۔ اتنا ہی نہیں مہاراشٹر حکومت کی ۱۰۵۰۰ کروڑ روپے کی ساتویں پنج سالہ منصوبہ ملک کے کسی بھی ریاست کے پنج سالہ منصوبے سے بڑا ہے۔

مہاراشٹر نے ملک کی معاشی حالت کو سدھارنے میں اپنا بھرپور تعاون دیا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے ملک کے دفاع کو بھی کافی سہارا ملا ہے۔

۱۹۶۲ء میں جب چین نے بھارت کی سرحدوں پر حملہ کیا تھا اس وقت اس بات کا احساس ہوا تھا۔ مہاراشٹر نے دورانِ جنگ جو کام کئے ہیں ان کا فائدہ ہمیں آج بھی حاصل ہو رہا ہے "ہمالیہ کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے مہاراشٹر کا سپاہی ہمیشہ تیار رہے گا"، یہ بات مہاراشٹر کے پہلے وزیر اعلیٰ شری آنجہانی وائی بی چوان نے کہی تھی جس پر مہاراشٹر آج بھی قائم ہے۔

رام ٹیک کا امبالہ تالاب

ادب کے میدان میں

دیش کی حیثیت میں جس طرح مہاراشٹر کا ایک منفرد مقام ہے اسی طرح ثقافت، مصوری، مجسمہ سازی اور ناٹک سینما جیسے آرٹ میں مہاراشٹر بہت آگے ہے بمبئی شہر جسے بھارت کا داخلی دروازہ کہا جاتا ہے اور اسی

تلجا بھوانی، شیواجی مہاراج کی دیوی
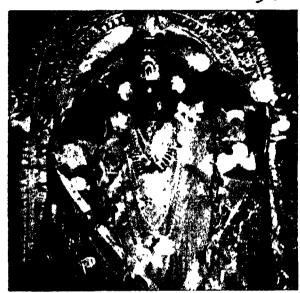
طرح بیرون ممالک کی کلا کا مہاراشٹر میں زیادہ اثر ہوا ہے جس سے یہاں کی کلا میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہاں کے بڑے بڑے میوزیم، آرٹ گیلری اور تھیٹروں کی وجہ سے مہاراشٹر میں کلاکاروں کو اپنی کلاکاری دکھانے کے بہتر مواقع میسر آتے ہیں۔ حکومتِ مہاراشٹر اور کلا کے پرستار ان کی مدد کرنے کو ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

بمبئی کی نیشنل آرٹ گیلری ملک کی یہ پہلی آرٹ گیلری ہے جہاں حکومت کی طرف سے فنکار اپنے فن کو آسانی سے نمائش کر سکتے ہیں۔ بمبئی کا شان مکھا نند ہال جنوبی ہند کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ اس ہال میں ۳ ہزار آدمیوں کی گنجائش ہے۔ یہ ہال ایشیا کا سب سے بڑا ہال ہے۔ مہاراشٹر میں ڈراموں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ایک وقت فلمیں ڈراموں پر حاوی ہو گئی تھیں لیکن آج پھر ڈراموں کا دور آیا ہے۔ ان ڈراموں میں نئے نئے نظریات کا پرچار کیا جا رہا ہے اور مراٹھی فلموں میں بھی اسی طرح کے خیالات پیش کئے

جا رہے ہیں۔ مراٹھی فلمیں ابھی تک فارمولوں کے جال میں نہیں پھنسی ہیں۔

مہاراشٹر کی اعلیٰ مہمان نوازی کی وجہ سے ملک کے دوسرے حصوں کے کلاکار مہاراشٹر میں آتے ہیں۔ موسیقی اور ناچ کے میدانوں کے اعلا فنکار مہاراشٹر میں آکر اپنا فن پیش کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ مہاراشٹر ادب کا گہوارہ ہے مشہور مغنیہ لتا منگیشکر جس کی سریلی آواز سے ۲۵ ہزار نغموں کے لاکھوں ریکارڈ ملک کے کونے کونے میں بجتے ہیں اور لوگ انھیں بڑی خوشی کے ساتھ سنتے ہیں۔ لتا بھی مہاراشٹر کی دین ہے۔

مہاراشٹر میں ادب کی طرح کھیلوں کو بھی فروغ حاصل ہے۔ بین الاقوامی اہمیت کے حامل کھلاڑی مہاراشٹر میں پیدا ہوئے ہیں۔ کرکٹ، بلیرڈ، شطرنج اور دیگر کھیلوں کے کھلاڑیوں نے بین الاقوامی اعزاز حاصل کئے ہیں۔ کشتی تو مہاراشٹر کا قومی کھیل ہے۔ یہی بات کھوکھو اور کبڈی کی ہے۔ یہاں کے میدان کھیل کے قدردانوں سے ہمیشہ بھرے رہتے ہیں۔ مہاراشٹر کے باشعور لوگ کھیلوں کے بارے میں رائے زنی کرتے ہیں اور فتح اور شکست کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں۔

مشہور غار اور مندر

ہندستان کے مشہور اور بے مثال غار، منادر، ایلورا اور اجنتا، اورنگ آباد میں ہیں جس میں ۳۴ ایلورا میں ہیں جو کہ بودھ، جین اور ہندو عہد کے ہیں اور قریب ہی نادرالمثال غار کیلاش اجنتا کا غار ہے۔

مہاراشٹر میں بہت سی عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں اور انھوں نے یہاں کی زندگی پر اپنی چھاپ چھوڑی ہے جنگ وجدل میں شیواجی، مذہب میں گیانیشور، سیاست میں تلک صنعتکاروں میں جمشید جی ٹاٹا۔ تصیفین میں، بال گندھرو، سائنسدانوں میں ہومی بھابھا، سنگیت میں لتا منگیشکر، کرکٹ میں سنیل گواسکر اور بے شمار نام ہیں۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن، دفاع اور اٹومک سنیٹر، ٹیکنیکل ریسرچ کے ادارے اور ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ انجینئرنگ کالج اور ان سب کی سرعت کے ساتھ ترقی کے لئے مہاراشٹر کا سازگار ماحول ہونے کی وجہ سے مہاراشٹر کو ایک منفرد مقام حاصل ہوا ہے۔

شری سومناتھ سہیل
۸، شکنتلا،
ساہتیہ سہواس۔ باندرہ (مشرقی)،
بمبئی ۴۰۰۰۵۱

اسپورٹس میں مہاراشٹر کی شاندار پیش قدمی

اس بات کا جائزہ لینا دل چسپ بھی ہے اور حوصلہ افزا بھی کہ کس طرح مہاراشٹر نے ملک کے کھیل کود میں، حکومت کے اقدامات، معاشرتی اصلاحات، تعلیمی ترقی اور صنعتی پیش رفت کے نتیجے میں، نہایت زبردست پیش قدمی کی ہے۔ یقین ہے کہ ملک کے جواں سال لیڈر کی رہنمائی میں اور پھر ملک کے طول وعرض میں جال کی طرح پھیلے ہوتے ٹیلیویژن کا سلسلہ، اس ریاست کو کھیل کود کے میدان میں ایورسٹ کی چوٹی تک پہنچانے میں ممدومعاون ثابت ہوگا۔ حالات کی یہ تبدیلی جوانوں، مزدوروں اور ملازمت پیشہ لوگوں کے لئے کھیل کود میں نام پیدا کرنے کے لئے نہایت سازگار ہے۔

دہلی کے ساکنین کو جو موٹر چوں، جلوسوں، میٹنگوں سمیلنوں اور 'مارچوں'' کے دیکھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ گذشتہ نومبر میں ایک جداگانہ منظر دیکھنے کو ملا۔ اس سے پہلے انہوں نے شہریوں کا اتنا منظم، سلجھا ہوا جلوس سوائے ۲۶ جنوری پر ہر سال یوم جمہوریت کے عام طور پر دکھائی دینے والے جلوسوں کے مشاہدے نہیں کیا تھا انہوں نے حیرت کے ساتھ آٹھ تا دس ہزار نوجوان مردوں، عورتوں، اسکول کے لڑکوں، لڑکیوں کا منظم تربیت یافتہ 'مارچ' ملاحظہ کیا۔

یہ ہنومان، انسٹی ٹیوشن مہاراشٹر کا ایک بڑا ادارہ ہے جو جسمانی تعلیم پر توجہ دیتا ہے۔ وہ مضبوط پھرتیلی اور چست نوجوان نسل جسے اس ادارے نے گذشتہ چند برسوں میں تیار کیا ہے، بے مثال ہے۔ اس بات کے اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ اس ادارے کی مہارت اور تندہی کے باعث مہاراشٹر سے باہر کھیل کود کے شائق نوجوانوں میں ان سرگرمیوں کی روح پھونکنا قومی یک جہتی اور طاقت ور نوجوانوں کی نشوونما کے لئے اچھی بنیاد قرار پا سکتا ہے۔ قومی نوجوانوں کی اس ریلی کی تنظیم گذشتہ نومبر میں ویایام پرسارک منڈل نے کی تھی جس میں مہاراشٹر کے علاوہ ملک کی ۲۶ ریاستوں نے اپنے نمائندے بھیجے تھے جن میں شمالی ریاستوں جیسے گجرات راجستھان، مدھیہ پردیش اور ناگالینڈ، میزورم، انڈمان، آندھرا، کیرالا نے شرکت کی تھی۔ ان نوجوانوں نے اپنی چار روزہ منظم مارچ، کیمپوں، سیمیناروں اور نمائشوں کے ذریعے نوجوان قوت کا سنسنی خیز مظاہرہ کیا۔

ایک زمانہ تھا سمرتھ رام داس سوامی نے مہاراشٹر میں ماروتی۔ مٹھ اور کشتیوں وغیرہ کے اکھاڑے قائم کئے تھے جس کا زبردست فائدہ تقریباً آج سے دو سو برس پہلے چھترپتی شیواجی مہاراج نے اٹھایا تھا۔

ورزشیں، کھیل کود، وغیرہ نوجوانوں کی جسمانی اور دماغی نشوونما کے لئے کار آمد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دھرماتماؤں سماجی ریفارمروں، بلکہ سائنداںوں نے بھی نوجوانوں کی سماجی اور دماغی قوت کی نشوونما پر زور دیا ہے۔ گذشتہ سال ۱۲ جنوری کو سوامی جی کی یوم پیدائش پر جو نوجوانوں کا بین الاقوامی سال منایا گیا تھا وہ بھی ورزشوں اور کھیل کود کے سلسلے میں سوامی جی کی یادگار کے طور پر تھا۔

ان تقریبات کا افتتاح ہمارے نوجوان وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے کیا تھا۔ اس طرح سے آزادی کے ۳۸ سال بعد پھر ایک دفعہ نوجوانوں کو بڑے پیمانے پر منظم کرنے کی ایک مشترکہ کوشش عمل میں لائی گئی۔ اس طرح ہنومان ویایام شالہ کو اپنی قومی پیمانے کی سرگرمیوں کو ملک کے دارالخلافہ میں پیش کرنے کا موقع حاصل ہوا۔

بین الاقوامی جست

اگر ہم مہاراشٹر میں ۱۹۴۷ء میں آزادی ملنے پر کھیل کود وغیرہ پر ایک نظر ڈالیں تو آج مہاراشٹر باشیوں کو اس میدان میں بھی ہمہ جہتی ترقی پر فخر ہوگا۔ اب سے تیس پینتیس سال پہلے جس نوعیت کے اور جس معیار کے کھیلوں کا رواج تھا ان کے مقابلے میں آج ہمارے کھلاڑیوں کو بین الاقوامی کھیلوں میں جو مہارت ہے اسے تعجب خیز سمجھنا چاہیئے۔ ان دنوں کھیل کے میدانوں میں جو سہولتیں حاصل ہیں وہ اب سے تیس، چالیس سال پہلے ناپید تھیں کیونکہ اس قسم کی سہولتیں اور حوصلہ افزائیاں ریاست کی طرف سے کھیل کود کے اداروں کی طرف سے یا کارخانوں کی طرف سے حاصل نہیں تھیں، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس زمانے میں کھیلوں کی اور اسپورٹس کی تعداد بھی کم تھی۔

۱۹۵۰ء کے آس پاس جو کھیل کھیلے جاتے تھے انہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ ان دنوں زیادہ مشہور کھیلوں میں کبڈی، کھوکھو یا ایک دوسرے کو پکڑ لینا یا اسی نوعیت کے چند کھیل تھے بلکہ یہ کھیل بھی زیادہ تر انہیں اسکولوں تک محدود تھے جنہیں عیسائی مشنریاں چلاتی تھیں۔ اس لئے کہ ان کی اسکولوں کے آس پاس کھلی جگہیں ہوا کرتی تھیں۔ یہی وہ کھیل کود تھے جنہوں نے اس وقت کے ہم جیسے لڑکوں کو دوڑنے، جست لگانے، سائیکل وغیرہ میں ناموری کا موقع دیا تھا اور چونکہ ان اسکولوں میں جمنازیم تھے اس لئے ہماری کلائیاں اور پنڈلیاں مضبوط ہوسکیں۔

چونکہ دوسری اسکولوں میں جمنازیم یا کھیل کود کے میدان نہیں ہوا کرتے تھے، اس لئے ان اسکولوں کے طلبا، کہیں باہر حاصل ہونے والے جمنازیموں پر جاکر اپنے کھیل کود کی پیاس بجھاتے تھے۔ ان کھیل کود وغیرہ سے لڑکیاں فیضیاب ہونے سے اس لئے محروم رہتی تھیں کہ ان کی پوشاک عموماً "لنگڑی" اور ساڑی ہوا کرتی تھی، دوسرے لفظوں میں عورت صحیح معنوں میں جنس سے کمزور ہوکر رہ جاتی تھی۔ مزدوروں کے علاقوں میں بھجن اور کرتن تو ہوا کرتے تھے لیکن کھیل کود کا وہاں کوئی ذکر تھا ہی نہیں۔

یہ چند باتیں جو اوپر مذکور ہوئیں، ان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے یہاں کھیل کود میں مشاق لوگوں کی کمی رہی ہے۔ دراصل مواقع ملیں تو ہمارے طلبا، اور نوجوان اسپورٹس کی دنیا میں مہارت میں کسی سے کم تر نہیں ہیں۔ آزادی کے بعد سے کھیل کود کے میدان میں کافی تبدیلیاں آچکی ہیں اور ہمارے شہری اور دیہی نوجوان بلکہ مزدور بھی ان میدانوں میں پیش پیش ہیں۔

ہمہ جہتی ترقی

وہ ہمہ جہتی ترقی جو کھیل کود میں مہاراشٹر میں رونما ہے ان کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے۔
(۱) سماجی انقلاب اور خواتین کے بارے میں نظریات میں تبدیلی (۲) تعلیم کا عالمگیر پھیلاؤ اور مواصلات اور رسل و رسائل جیسے اخبارات، جرائد، ریڈیو اور ٹیلیویژن کی بہتات (۳) صنعتوں میں چوطرفہ ترقی۔ اوپر مذکورہ ترقیاں اگرچہ رفتہ رفتہ پیش آئیں لیکن ایک ساتھ پیش آئیں جن سے نوجوان باشندگان مہاراشٹر کو مختلف قسم کے کھیل کود میں حصہ لینے اور آگے بڑھنے کا موقع ملا۔

کرکٹ عوام میں سب سے زیادہ مقبول کھیل ہے جو آزادی کے بعد ریڈیو کی وساطت سے گھر گھر پہنچ چکا ہے یہ کھیل ہمیں انگریزوں سے وراثت میں ملا اور زیادہ تر اس پر شہزادے حاوی تھے۔ باشندگانِ مہاراشٹر میں سے بھی جن لوگوں نے اس کھیل میں نام کمایا قدرتی طور پر ان کا تعلق بھی بڑے بڑے مالدار طبقوں سے تھا۔ وجے مرچنٹ، وینو مانکڈ پچھلے وقتوں میں بہت مشہور و معروف تھے لیکن تعلیم کے عام ہونے کے سبب اور سماجی اصلاحات کے باعث سنیل گاوسکر، اجیت واڈیکر، سبھاش گپتے وغیرہ نے ثابت کر دکھایا کہ اگر غیر دولت مند کو موقع ملے تو وہ بھی

ہ کارنامے پیش کر سکتے ہیں۔ ہماری قوم کی مختلف ٹیموں
بن میں ہر قوم سے جوان کھلاڑی تھے غیر ملکی کرکٹ
ہ ہندوستان میں اور بین الاقوامی کرکٹ مقابلوں میں
ت دے چکی ہیں۔
ہاکی پہلے مالداروں کا کھیل شمار کیا جاتا تھا لیکن اب
بل بھی عام لوگوں کی دسترس میں آ چکا ہے۔

خواتین کی شرکت

وہ سماجی اصلاح جس کے لئے تلک اور اگرکر نے
ئیں کیں اور وہ نسوانی آزادی جس کے لئے جیوتی با
لے نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور جس کی خاطر
ے سماجی غم و غصے کا نشانہ بنے اس کے حصول میں
، لگی لیکن آزادی کے بعد ان بڑی شخصیتوں کی کوششیں
ر ہوئیں۔ وہ لڑکیاں جو صرف اسکرٹ اور بلاؤز میں
ے رہا کرتی تھیں اب کھیلنے کے "شارٹس" پہن کر
ن میں نکلنے لگیں، تیراکی کرنے لگیں جو اب تک صرف
ی کی یا مغربی عورتوں کی اجارہ داری تھیں چنانچہ اس
ن میں بھی بہت سی لڑکیوں نے اچھے اچھے انعامات
سل کئے۔

علیم کے پھیلاؤ سے عورتیں بھی اس میں حصہ لینے
اور قدرتی طور پر ملازمتوں کے علاوہ انہوں نے کھیل
ن بھی اپنی مہارتیں دکھلائیں اور تھوڑے ہی عرصے
شطرنج اور کیرم جیسے کھیل جن میں مرد ہی
پیش دیکھے جاتے تھے، عورتوں نے ان میں نمایاں
ر ادا کئے۔

شطرنج کا ذکر آیا تو کھاڈلکر بہنوں کا ذکر خاص طور
وری ٹھہرا۔ عام طور پر اعتقاد یہ تھا کہ وقت گذارنے
ے شطرنج اچھا کھیل ہے یا پھر ایسا کھیل جو وظیفہ
اصحاب کی وقت گذاری کے لئے مناسب ہے۔ اس
کے قواعد و ضوابط میں بھی قبل از آزادی بہت سی
یاں رونما ہوئیں۔ بڑے بڑے شطرنج کے کھلاڑی
کھیل تال اور بمنڈ ورچ شطرنج کے کھیل میں نئی نئی
علی پیدا کر رہے ہیں اور جس وقت روسی کھلاڑی
کھیل میں دنیا کے چیمپین بن رہے تھے ہم شطرنج میں
پرانی لکیر کو پیٹتے جا رہے تھے۔ امریکہ بابی فشر نے نئی
جوان نسل کو اس کی نئی تکنیک سے روشناس کرایا گیا اگرچہ
وہ عالمی مقابلوں میں اونچے درجے تک نہیں پہنچ سکے۔
بالآخر یہ عزت روہنی، بجے شری اور ان کی بڑی بہن
وسنتی کھاڈلکر کے حصے میں آئی۔ اس عزت کے حصول
کے لئے انہوں نے روس سے کتابیں منگوا کر اس کی تکنیک
کو غور سے سیکھا اور کمال کو پہنچایا۔ انہوں نے بین الاقوامی
استاد کے درجے تک مختلف ملکوں میں جا کر اس کھیل میں
اپنی مہارت ثابت کر دکھائی۔ ان کے پتاجی جو ڈیلی
نوا کال کے ایڈیٹر تھے، ان کی کامیابی میں کافی حصہ لیا۔ ان
لڑکیوں نے ساتھ ہی یہ جنگ بھی جاری رکھی تھی کہ لڑکیوں
کو بھی کھلے مقابلوں میں مردوں کے ساتھ حصہ لینے کی
اجازت ملنی چاہیئے۔

کیرم کے میدان میں بھی باشندگانِ مہاراشٹر نے اچھا
مقام حاصل کیا۔ اس کھیل کو کھتریا سماج اور ناگپاڑہ نیبر
ہڈ نے بمبئی میں ایک اچھی تنظیم کی شکل دے دی۔ اس کھیل
کو کھیلوں کے مقابلوں میں لانے کے لئے مہاراشٹر نے
زبردست رول ادا کیا۔ مہاراشٹر کے ارون دیشپانڈے سے
سہاس کامبلے، عظیم الدین شیخ قادر خان اور دوسروں
نے اپنے کھیلوں کے لئے اعزازات حاصل کئے۔ لیکن
کیرم کی خواتین کھلاڑیوں نے جس میں لنڈا پنٹو، شیلا
دیشپانڈے، نندنی نائیک، شیلا ادھیکاری، انلی بولنجکر
اور ان کے علاوہ دیگر خواتین نے اس کھیل میں قومی
چیمپین شپ بھی حاصل کی۔ بولنجکر نے اس کھیل کے مقابلوں
میں مردوں کے دوش بدوش شامل ہونے کے لئے اسی طرح
جدوجہد کی جس طرح کھاڈلکر بہنوں نے کی تھی۔ ان باتوں کے
پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سماجی اصلاحات کے سلسلے
میں مہاراشٹر اپنی مہیلاؤں کو ان کا جائز مقام دینے میں
ملک کی دوسری عورتوں کے مقابلے میں پیش پیش رہے۔
بایں ہمہ حکومت مہاراشٹر کی پالیسی کو بھی سراہا جانا چاہیئے
جس نے ان کھیلوں میں عورتوں کے حصہ لینے کی
حوصلہ افزائی کی۔

اگرچہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اور کارکن مختلف قسم
کے کھیلوں میں آگے بڑھ رہے تھے لیکن پیش قدمی

محدود تھی۔ ان کھلاڑیوں کو جو مواقع مل رہے تھے وہ متعدد
پرائیویٹ اور پبلک اداروں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا۔
لیکن دیہاتی جوان ان کھیلوں میں بالکل بھلا دئے گئے تھے
جن میں کھیلوں کی رغبت کو بڑھانا اور حصّہ لینے پر آمادہ
کرنا ضروری تھا۔

مہاراشٹر میں نوجوانوں کے والدین، افسران تعلیم،
صنعت کار اور حکومت اس بات سے مطمئن تھے کہ
نوجوانوں کی ذہنی ترقی کے لئے جسمانی صحت ضروری ہے
لیکن ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ انہیں
بُری عادتوں سے دور رکھا جاتے۔ مہاراشٹر میں کھیل
کود کو جو ترقی حاصل ہوئی ان کے وجوہ میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) کھیل کود کے میدانوں کی تعداد میں اضافہ اور
جدید آلات کے ذریعے ان کی بہتری اور ترقی۔

(۲) مالی مدد جو حکومتِ مہاراشٹر کی طرف سے اس
سلسلے میں عطا کی گئی۔

(۳) وہ جدوجہد جو مختلف کمپنیوں، کارخانوں، میونسپلٹیوں
اور ضلع پریشدوں نے اس کی ترقی کے لئے کی۔

میدانوں، اکھاڑوں، تیراکی کے تالاب، جمناسیموں کی
جہاں جہاں سہولتیں مہیا کی گئیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں
نے ان میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لی۔ بمبئی میں
برابورن اسٹیڈیم پہلے ہی سے موجود ہے۔ اس میں
وانکھیڈے اسٹیڈیم کا اضافہ کیا گیا۔ تھانے میں
دادا جی کونڈ دیو اسٹیڈیم اور اسی طرح پمپری اور کولہاپور
اور مہاراشٹر کے دوسرے مقامات پر کھیل کود کے کامپلیکس
بنے جن کی بنا پر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو نہ صرف اپنے
جسم کو تندرست بنانے کے مواقع ملے بلکہ کھیل کود میں
اپنی مہارتوں کا مظاہرہ کرنے کا بھی اسی طرح میونسپل کاؤنسلوں
نے بھی اپنے حدود میں بعض مقامات کو کھیل کود کے لئے
نامزد کیا اور ان کے لئے اخراجات منظور فرمائے۔ دیہاتوں
میں بھی اس پر توجہ دی جانے لگی۔

حکومت کا قابلِ تعریف اقدام

اب سے پہلے جسمانی تعلیم کا سلسلہ اسکولوں کے
اساتذہ کے ذمہ تھا اور یہ سلسلہ برسوں تک رہا،

جس کی بنا پر بہت کم طلباء کھیل کود میں ماہرین
اسپورٹس میں اچھے تعلیم یافتہ بن سکے۔ لیکن جب
حکومتِ مہاراشٹر نے ۱۹۷۰ء میں ایک الگ کھیل کو
نوجوانوں کی بہبود کا محکمہ قائم کیا، اسپورٹس کی سرگرمیاں
تیز تر ہوگئیں۔ شروع میں صرف ایک یا دو لاکھ رو
کھیل کود پر صرف کئے جاتے تھے۔ اب یہ رقم بڑھتے
دو کروڑ روپے تک جا پہنچی ہے۔

متعدد اسکیمیں جنہیں کھیل کود کے ڈائریکٹور
نے جاری کیا۔ ان میں دیہی مراکز، ضلع اور ڈویژن کی
پر تربیت دینے کی سہولتیں، تیرنے کے تالابوں کی
اسپورٹس کمپلیکس کی طرف توجہ اور اچھے اچھے کھلا
وظیفوں سے نوازنا وغیرہ شامل ہے۔ ریاستِ مہارا
نے اس باب میں ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے او
نے ایوارڈ (انعامات) کی ایک اسکیم شروع ک
"شیواجی مہاراج" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ ا
نمایاں کھلاڑیوں، اچھے اسپورٹس مینوں اور جوان م
کو دیئے جاتے ہیں چونکہ اس ایوارڈ میں پانچ ہزار ر
کا نقد انعام اور ایک پسندیدگی کا سرٹیفکیٹ شامل
اس لئے ریاست کے ہر گوشہ و کنج سے حوصلہ
استفسارات کئے گئے۔

اس کے علاوہ حکومت پچاس ہزار روپئے کی گ
ایسے اداروں کو دیتی ہے جو کھیل کود کے سلسلے میں
کام کریں۔ اس وقت ۱۴ ایسے ادارے ہیں جو ا
گرانٹ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

نوجوانوں میں ڈسپلین پیدا کرنے کے لئے
جسمانی ساخت کو بہتر بنانے میں مدد دینے کے لئے
تاکہ وہ مختلف مقابلوں میں شریک ہونے کے قابل
بہت سی اسکیمیں جیسے نیشنل ڈسپلن اسکیم، نیشن
ننٹس کور، این سی سی، این ایس ایس، بھارت ا
اینڈ گائیڈس وغیرہ اسکیمیں جاری کی گئی ہیں جو ملا
دفاع کے لئے ثانوی صف کا کام دیتی ہے۔

تعلیم کی توسیع، صنعتوں اور تجارتوں کی نشو و
فروغ اور حکومت کی طرف سے سرگرم تائید اور حو
نے اب تک فراموش کردہ اسپورٹس اور کھیل کود

طرخواہ اثر ڈالا ہے۔ مثال کے طور پر "ٹریکینگ"
سافرت) پر کمربستہ ہونا، کوہ پیمائی کرنا، اور ان کے
مناسب ساز و سامان جیسے رسیوں، ناشتوں اور
سری سلامتی کی ضروریات کا انتظام کرنا پڑتا ہے، ان
بھی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ کوہ پیمائی کے سلسلے میں بالخصوص
س قسم کی رسیاں بنائی جاتی ہیں اور حکومت بھی اس سرگرمی
حوصلہ افزائی کرتی ہے جس کی بنا پر ۱۹۸۰ء میں بعض
سکول کی لڑکیوں نے رائے گڑھ کے قلعے کی ہیراکنی چوٹی
کامیابی کے ساتھ پہنچے۔
کوہ پیمائی جو چند اسکول کی لڑکیوں نے انجام دیں جس
مثال ریاست کی تاریخ میں تقریباً تین سو، چار سو سال
مدت میں پڑھنے یا دیکھنے میں نہیں آئی۔
اس ایک کوہ پیمائی کے بعد لڑکیوں نے آس پاس کی
پہاڑیوں پر پہنچنے میں کامیابی حاصل کیں چنانچہ
تے گڑھ کی چوٹی "تک مک" لنگانا، کھڑا پارسی،
اولہ کا ڈیوکس نوز اور دوسری چوٹیوں اور پہاڑیوں پر
کیاں کوہ پیمائی کے سلسلے میں گئیں۔ حکومت کی حوصلہ
زائی کی بنا پر معمولی شہریوں نے بھی رائے گڑھ کے
س پاس میں ۱۵ کلومیٹر تک کی بلندی سر کی۔ کیا اچھا ہوتا
کومت کی طرف سے یا صنعت کاروں کی طرف سے اس
رح سے کوہ پیماؤں کو کوئی ایوارڈ سے نوازا جاتا۔
مہاراشٹر میں سائیکل ریس بھی بالخصوص پونے، بمبئی
یکل ریس، ایسی چیز ہے جو اسپورٹس کو ترقی دینے
سلسلے میں حکومت اور صنعتوں کی توجہ کی مستحق ہے۔
س کے لئے مناسب گیئر کے ساتھ سائیکلوں کا بنایا جانا
روری ہوا کرتا ہے۔ سائیکل کی ریس بھی بحیثیت اسپورٹس
اچھی اور سنسنی خیز چیز ہے۔
اس طرح موٹر سائیکل کی ریس بھی اسپورٹس میں ایک
اضافہ ہے جس میں اب تک پارسی قوم پیش پیش رہی
ہے۔ یہ ریس بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے لیکن
خرچ جو موٹر سائیکل کی ریس پر آتا ہے دراصل معمولی
میوں کے بس کی چیز نہیں ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے بمبئی
وبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم میں موٹو کراس ریس میں ناشند
ے دیشپانڈے برادران، کولہاپور سے راجیش اور
بمبئی ملند پوارے نے حیرت انگیز کارنامے پیش کئے
تھے۔ برابورن اسٹیڈیم میں بھی نیشنل کالج کی ایک طالبہ
سمیتا سمیل نے حیرت انگیز کارنامے پیش کئے تھے اور
اس ریس میں وہ اول آئی تھی اور ایک ہفتہ میں دو بار
اس ریس کو جیت کر ایک ریکارڈ قائم کیا تھا۔ ایسے ہی
کچھ کارنامے علی باغ تعلقہ میں بھی چوندھی کے دلیپ مانجریکر
نے بھی پیش کئے تھے جسے پسماندہ علاقہ تصور کیا جاتا ہے
درحقیقت ہماری ریاست مہاراشٹر کے لئے یہ ایک امتیازی
بات ہے کہ طویل فاصلے کی ہمالیائی ریسوں میں بھی مہاراشٹر
کے جوانوں نے نام پیدا کیا۔
جس طرح تعلیم کے پھیلاؤ نے کھیل کود میں اچھا اثر
دکھلایا، ویسا ہی رول اب ٹیلیویژن ادا کر رہا ہے، چونکہ
اب سائیکل، کرکٹ، ہاکی وغیرہ کے میچ ٹیلیکاسٹ کئے
جاتے ہیں اور ٹیلیویژن پر دکھائے جاتے ہیں۔ ہم اول
درجے کے کھلاڑیوں کو ٹیلیویژن پر دیکھ سکتے ہیں۔ وہ
کام جو ایک اسپورٹس ٹیچر سال بھر میں سکھا سکتا ہے۔
اسے ٹی۔وی چند دنوں میں سکھا دیتی ہے۔ بشرطیکہ ہمارے
جوان، ورکر، ملازمین اس سہولت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس
سلسلے میں ہمارے محبوب وزیر اعظم کے الفاظ دہرانے جانے
کے قابل ہیں۔ سوامی ویویکانند کے ۱۲۲ ویں یوم پیدائش
کے موقع پر ۱۲ جنوری ۱۹۸۵ء کو تقریر کرتے ہوئے
وزیر اعظم نے جوانوں کو اس طرح خبردار کیا:
"ہماری آبادی کے تقریباً ۸۷ فی صد لوگ ۳۵ سال
سے کم عمر کے ہیں یعنی ہمارا ملک جوانوں کا ملک ہے۔ اب اس
ملک کو عنقریب ۲۱ ویں صدی میں قدم رکھنا ہے۔ اگر ہم اپنے
ملک کو ترقی کی راہ پر لے جانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی روایات
کے نقائص کو درست کرنا ہوگا۔ نئی تکنیک اختیار کرنی ہوگی
نئے طریقے بروئے کار لانے ہوں گے اور نظم و ضبط کا سلسلہ
اور اپنے آپ پر قابو رکھنے کا سلسلہ اختیار کرنا ہوگا۔ ہر جوان
کو عزم کے ساتھ اس مقصد کے حصول کیلئے آگے آنا چاہیئے۔"
پس اگر ہم اپنے وزیر اعظم کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں
تو مہاراشٹر کے نوجوان یقیناً اولمپک کھیلوں کی بلندیوں کو بھی سر کر سکتے ہیں
حکومت کی تائید یقیناً ان کے شامل حال ہوگی۔
ترجمہ: عبدالقدیر
قومی راج

مہیشور پرشاد کانت

اندرا گاندھی خواتین کی بہبود کی حامی

اندرا گاندھی تمام خواتین کی آرزوؤں کی علامت تھیں انھوں نے خواتین کی بہبود کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا اندرا گاندھی خواتین کی ترقی کیلئے دنیا کے اوّلین حامیوں میں سے ایک تھیں۔ وہ خواتین کی ہمت، خودداری اور خود اعتمادی کی ایک علامت تھیں۔

بھارت کی پہلی خاتون وزیر اعظم بننے کے بعد جون ۱۹۶۶ء میں مسز گاندھی نے کہا تھا:

"اس حقیقت کے باوجود کہ خواتین کی آزادی نے طاقتور سماجی طاقتوں کو جنم دیا ہے، مردوں کی طرف سے خواتین کی مساوات کو تسلیم نہ کیا جانا ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ دوسری رکاوٹ خاموشی سے اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے والی سیتا کی پرانی مثال ہے جو ایک آزاد خیال بھارتی خاتون کے ذہن کے کسی گوشے میں رہتی ہے۔"

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ خواتین کی حالتِ زار کے متعلق انھیں کتنی تشویش تھی۔

اندرا جی کمزور بھارتی خواتین کے رسمی نصب العین کو بدلنے اور سماج میں مردوں کی بالادستی کو ختم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئیں۔ ایک جرأت مند خاتون اس وقت ہنسی کی ایک شئے بن جاتی ہے جب وہ اپنی انفرادیت برقرار رکھنا چاہتی ہے اور معقولیت سے کام کرنے کی کوشش کرتی ہے، اندرا جی نے سماج میں خواتین کے خلاف پھیلے ہوئے غلط تصورات و تعصبات کا مقابلہ کیا۔ نیز یہ ثابت کیا کہ کسی بھی لحاظ سے خواتین مردوں سے کم تر نہیں ہیں۔ بھارت کی وزیر اعظم کی حیثیت سے اندرا گاندھی نے خواتین کی بہبود کے لئے متعدد قانونی، انتظامی اور ترقیاتی اقدامات کئے۔ خواتین کو استحصال سے محفوظ رکھنے نیز سماج میں ان کے لئے برابری اور رتبہ کو یقینی بنانے کے لئے متعدد قانون بنائے گئے اور قوانین میں ترمیم کی گئیں۔

خواتین سے متعلق کمیٹی

وزیر اعظم کی حیثیت سے اندرا جی کے عہد حکومت میں بھارت کے مختلف شعبوں کی طرف سے کی گئیں وہ بے مثال کوششیں دیکھیں جو خواتین کے خلاف سماجی بدعنوانیوں میں تبدیلی لانے خواتین کی مساوات اور ترقی کے لئے متبادل حکمت عملیاں تلاش کرنے نیز خواتین کے مخصوص مسائل اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے پالیسیاں اور پروگرام تیار کرنے کے سلسلے میں کی گئیں۔ ۱۹۷۱ء میں حکومتِ ہند نے بھارت میں خواتین کے مرتبہ سے متعلق ایک کمیٹی مقرر کی تھی تاکہ ملک کے بدلتے ہوئے معاشی و سماجی حالات نیز خواتین کی ترقی سے وابستہ نئے مسائل کی روشنی میں خواتین کے حقوق اور رتبہ سے متعلق سبھی سوالات کا ایک جامع جائزہ لیا جاسکے۔ مذکورہ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ مساوات کے سلسلے میں خواتین کے حقوق کو سمجھنے کے لئے آزاد بھارت کے تیار کردہ تین آلات۔ قانونی اصلاحات، تعلیمی اور سیاسی حقوق، اُن خواتین کی بڑی تعداد کو فائدہ پہنچانے

میں ناکام رہے ہیں جو غربت، ناخواندگی اور زیادہ کام کے مسائل سے متاثر ہیں۔

حکومتِ ہند نے ۱۹۷۵ء میں خواتین کے لئے ایک قومی عملی منصوبے کا مسودہ تیار کیا تھا جسے وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی کی سربراہی میں خواتین سے متعلق قومی کمیٹی نے ۱۹۷۶ء میں منظوری دے دی۔ اس منصوبے کا مقصد ناخواندگی، اقتصادی پسماندگی وغیرہ جیسی بنیادی رکاوٹوں کو دور کرنا تھا۔ یہ منصوبہ تعلیم، صحت، خاندانی منصوبہ بندی غذا، روزگار اور سماجی بہبود کے شعبوں نیز خواتین کی صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لئے حکمت عملیوں اور اقدامات کی نشاندہی کرتا ہے۔

جون ۱۹۶۸ء میں شریمتی اندرا گاندھی نے تعلیم یافتہ خواتین سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"آج تعلیم یافتہ خواتین کے لئے سب سے بڑا کام قانون کے ذریعہ فراہم کئے گئے مواقع کا حقیقی فائدہ اٹھانا ہے بھارتی خواتین نے اپنے سیاسی، اقتصادی اور سماجی حقوق حاصل کر لئے ہیں لیکن ہم نے ان حقوق کو حقیقت میں بدلنے کے لئے کیا کیا ہے؟ اسمبلیوں نے، پارلیمنٹ نے، کمیٹیوں اور کمیشنوں نے اس سلسلے میں جو کام کیا ہے اس سے ہم کو پورا فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بھارت کی تعلیم یافتہ خواتین اور کم خواندہ خواتین کے درمیان ایک اجتماعی مفاد پیدا کرنے کے لئے صحیح تنظیم قائم کی جائے اور گھر گھر جا کر کام کیا جائے تاکہ وہ سب قومی مفاد کے لئے ایک ساتھ مل کر کام کریں۔"

بالغ خواتین کے لئے محض رسمی خواندگی کی اسکیم مرکزی حکومت نے ۷۶-۱۹۷۵ء میں شروع کی تھی اور دسمبر ۱۹۸۴ء تک اس اسکیم سے ملک بھر میں دیہی اور پسماندہ علاقوں میں کھولے گئے ۲۶۷۰۶ مرکزوں کے ذریعہ ۴۲.۴ لاکھ خواتین مستفید ہو چکی تھیں۔

منصوبہ کی مدتوں کے دوران اسکولوں میں لڑکیوں کے کامیابی کے ساتھ داخلہ میں بتدریج اضافہ ہوا ہے نیز لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے دوران فرق کافی کم ہوا ہے ۸۱-۱۹۸۰ء کو ختم ہونے والے دس سال کی مدت کے دوران پہلی کلاس سے لے کر پانچویں کلاس تک لڑکیوں کے داخلے میں ۲ء۸٪ اور چھٹی کلاس سے لے کر آٹھویں کلاس تک ۳ء۶ فیصد کا سالانہ اضافہ ہوا ہے۔ پرائمری اور مڈل اسکولوں میں خاتون اساتذہ کی تعداد ۵۱-۱۹۵۰ء میں ۴۱ ہزار سے بڑھ کر ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۶۲۰۰۰۰ ہو گئی۔

اندرا گاندھی قومی ترقی میں خواتین کی شرکت سے ہمیشہ باخبر رہتی تھیں۔ روزگار کے شعبے میں کام میں شرکت کی شرح، ۱۹۷۱ء میں ۱۱ء۸۷ فیصد تھی جو ۱۹۸۱ء میں بڑھ کر ۱۴ء۳ فیصد ہو گئی۔ خواتین کو تربیت اور روزگار مہیا کرنے کی غرض سے مالی امداد کی اسکیموں پر عمل درآمد کیا گیا۔ کام کرنے والی خواتین کی تعداد میں نہ صرف روایتی شعبے جیسے تعلیم دینے، طبی، نیم طبی خدمات وغیرہ میں اضافہ ہوا ہے بلکہ الیکٹرانکس کل پرزے جوڑنے کے کام، کمپیوٹر پروگرامنگ وغیرہ جیسے غیر روایتی شعبوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ قومیائے گئے بینکوں کے قرضوں سے خواتین کو شہری اور دیہی دونوں علاقوں میں روایتی شعبوں میں اپنی صنعتیں قائم کرنے میں مدد کی گئی۔ خواتین کو اپنا روزگار شروع کرنے کی سہولت فراہم کرنے کے لئے کام کرنے والی خواتین کے ہوسٹلوں اور چھوٹے بچوں کی پرورش کے مرکزوں جیسی متعدد خدمات حکومت کی امداد سے شروع کی گئیں۔

مسز اندرا گاندھی نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ خواتین کی ترقی کے لئے صحت اور خاندانی منصوبہ بندی اہم شعبے ہیں۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں اقوام متحدہ کا آبادی سے متعلق ایوارڈ حاصل کرنے پر اندراجی نے کہا تھا کہ:

"خاندانی منصوبہ بندی ترقی کے لئے ایک اہم جزو ہے۔ تعلیم کے لئے مواقع اور فی کس آمدنی میں اضافہ کرنا اسی وقت ممکن ہے، جب آبادی میں اضافہ کی روک تھام کی جائے۔ ہم عوام کی بڑی تعداد کو یہ بات

سمجھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ ہمارے حالات کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب ماں اور بچہ کی بہتر صحت اور مجموعی طور پر کنبے کے لئے مزید مواقع ہیں۔

خواتین کی اوسط عمر ۱۹۵۱ء میں ۷ء ۳۱ سال تھی ۱۹۸۱ء میں بڑھکر ۶ء ۵۰ سال ہو گئی۔ خواتین کی صحت کو بہتر بنانے کے لئے متعدد خصوصی پروگراموں پر عمل درآمد کیا گیا حاملہ ماؤں کو ٹیکہ لگانے نیز حاملہ عورتوں اور دودھ پلانیوالی ماؤں کے لئے زائد غذا کا اہتمام کرنے کے لئے خصوصی اسکیمیں شروع کی گئیں۔

قانونی محاذ پر اندرا گاندھی نے خواتین کا رتبہ مردوں کے برابر کرنے کے لئے متعدد قوانین میں ترمیمیں کیں۔ اسقاطِ حمل سے متعلق قانون ۱۹۷۱ء سے بہت سی خواتین کو راحت ملی۔

خواتین کے بین الاقوامی دہے کے دوران خواتین سے متعلق قانون شروع کیا گیا۔ اس قانون کے ذریعہ ۱۹۷۵ء میں مردوں اور خواتین کے لئے مساوی معاوضہ کی تشہیر کی گئی بعد میں اسے مساوی معاوضہ سے متعلق قانون، ۱۹۷۶ء میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ قانون خواتین کی اقتصادی ترقی کے حصول کے لئے منظور کیا گیا۔ اس قانون کے ذریعہ مساوی کام یا یکساں نوعیت کے کاموں کے لئے مردوں اور خواتین کو مساوی اُجرتوں کا اہتمام کیا گیا۔ اس قانون سے خواتین کی مالی حالت میں اضافہ کرنے میں بہت زیادہ مدد ملی ہے، یہاں تک کہ اب دیہی خواتین کو بھی زراعت یا صنعت کے شعبوں میں ان کے کام کے عوض مردوں کو ملنے والے معاوضہ کے برابر معاوضہ ملتا ہے۔

اندرا گاندھی، جہیز کے لئے خواتین کو پہنچائی جانے والی اذیتوں اور اُن کی تذلیل کے سلسلے میں بہت زیادہ حساس تھیں جہیز کی ممانعت سے متعلق قانون، ۱۹۶۱ء اور دیگر قوانین کے نافذ ہونے کے باوجود سارے ملک میں جہیز کا نظام مسلسل بڑھ رہا ہے اور نوبیاہتا لڑکیوں کو جہیز کی وجہ سے جلانے کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ مذکورہ قانون کو اور زیادہ موثر بنانے کے لئے بہار، مغربی بنگال، اڑیسہ، ہریانہ، ہماچل پردیش اور پنجاب کی حکومتوں نے اس میں ترمیمات کی ہیں۔ جہیز کے مسئلے کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اندرا جی نے جنوری ۱۹۸۱ء میں شریمتی گرشنا ساہی کی سربراہی میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی ایک مشترکہ کمیٹی مقرر کی تاکہ جہیز کی ممانعت سے متعلق قانون ۱۹۶۱ء کی عملی پذیرائی کے سوال کا جائزہ لیا جا سکے۔ مذکورہ کمیٹی نے ۱۱ اگست ۱۹۸۳ء کو اپنی رپورٹ پارلیمنٹ کو پیش کر دی۔

ملک کی سبھی خواتین کو پناہ دینے والے ان قوانین کے علاوہ درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والی پسماندہ خواتین کی ترقی کے لئے خصوصی قوانین بھی بنائے گئے ان قوانین کا خاص مقصد انتہائی غربت اور عام سماجی پسماندگی سے خواتین کے استحصال کو موثر طریقہ سے روکنا ہے۔ ان بدقسمت خواتین کے فائدہ کے لئے تیار کئے گئے خصوصی پروگرام ان علاقوں میں بیداری پیدا کرنے اور ترقی میں مدد کرنے میں کسی حد تک کامیاب رہے ہیں

شریمتی اندرا گاندھی نے خواتین کو سماجی شعبے میں بہبود سے متعلق پالیسیوں کے نشانوں کی حیثیت سے تسلیم کیا تاکہ ترقی کے لئے ان کی مدد کی جا سکے۔ یہ بات چھٹے پنجسالہ منصوبے (۱۹۸۰-۸۵ء) میں ظاہر ہوئی جس میں بھارت کی منصوبہ بندی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ "خواتین اور ترقی" سے متعلق ایک باب شامل کیا گیا۔ منصوبہ میں تین حکمت عملیوں پر زور دیا گیا جو خواتین کی ترقی کے لئے لازمی سمجھی گئیں۔ اقتصادی آزادی، تعلیمی ترقی نیز صحت کی دیکھ بھال اور خاندانی منصوبہ بندی پر زور۔ یہ تبدیلی اندرا گاندھی کے اس کامل یقین کی نمائندگی کرتی ہے جو انھیں ترقی کے عمل میں موثر طور سے حصہ لینے کے سلسلے میں خواتین کے مساوی حقوق کے اصول میں تھا۔

یہ بات راشٹر پتا مہاتما گاندھی کے اس منظریہ کو بھی دہراتی ہے کہ ملک کی آبادی کے نصف حصہ یعنی خواتین کی رضامندانہ شرکت کے بغیر مستقبل کے بھارت کی تعمیر نہیں کی جا سکتی۔

تاریخ میں شاید ہی کسی ایک فرد نے خواتین کے مفاد کے لئے اتنا زیادہ کام کیا ہو۔ یہ بات قابلِ اطمینان ہے کہ آج بھارتی خواتین ایسے شعبوں میں داخل ہو گئی ہیں جو پہلے صرف مردوں کے لئے مخصوص سمجھے جاتے تھے۔ اس بات کا زیادہ تر سہرا شریمتی اندرا گاندھی کے سر ہے۔

خاندانی بہبود پروگرام

خاندانی بہبود پروگرام کو ریاست کے ترقیاتی پروگراموں میں انتہائی ترجیحی درجہ دیا گیا ہے. ریاست نے اس باب میں سارے ملک کے خاندانی بہبود پروگراموں میں اپنی نمایاں کارکردگی کی بنا پر ۲٫۵ کروڑ روپے کا پہلا امتیازی انعام برائے ۸۳-۱۹۸۲ء اور ۸۴-۱۹۸۳ء مسلسل دو سال تک جیتا۔ اس کے علاوہ ریاست نے اور بھی قومی ایوارڈ حاصل کئے، اس مضمون میں اس میدان میں ریاست کی کارکردگی کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔

مہاراشٹر کو ملک کی تمام دوسری ریاستوں میں خاندانی بہبود کے میدان میں فخر کا مقام حاصل ہے۔ اس ریاست نے اقابل فخر می ایوارڈ جیتے ہیں اور ملک بھر کے خاندانی بہبود پروگرام ں اپنی نمایاں کارکردگی کے لئے ۲٫۵ کروڑ روپیہ کا پہلا ہدا امتیازی انعام برائے ۸۳-۱۹۸۲ء جیتا جو اس انعام کا سالِ غاز تھا کیونکہ اسی سال یہ پروگرام جاری کیا گیا تھا اور اس کے مد کے سال میں بھی مسلسل یعنی ۸۴-۱۹۸۳ء میں بھی یہ انعام ل کیا۔

ملک کی، اور ریاست کی آبادی بھی گذشتہ چند دہوں سے بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں منصوبہ بند ترقی خاطر خواہ ہونے نہیں پاتی کیونکہ آبادی بڑھتی ہی رہتی ہے۔ ہذا ریاستوں کے ترقیاتی پروگراموں میں خاندانی بہبود پروگرام نتہائی ترجیحی مقام حاصل کر لیتا ہے۔

بنیادی طور پر وسیع پروگرام

اس پروگرام کو صرف اس نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ آبادی کو کنٹرول یا محدود کرنے کا کوئی پروگرام ہے بلکہ یہ ایسے وسیع مقاصد کو محیط ہے جس کے دائرے میں پورے خاندان کی صحت مندی اور بہبودی کے امور آ جاتے ہیں۔ ماں کی اور بچے کی صحت کی سرگرمیاں تو خاندانی بہبود پروگرام کا فقط ایک جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کا "بیماری سے روک" جز بچوں کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے اور وہ بھی ایسے خطرناک اور متعدی بیماریوں کے خلاف جو ڈفتھیریا (خناق)، پرٹوسیا (کالی کھانسی) اور ٹیٹنس (کزاز) کے نام سے مشہور ہیں اور ماؤں کو بھی کزاز کے خلاف تحفظ مہیا کرتا ہے۔ اس پروگرام پر سرگرمی کے ساتھ عمل درآمد نے جہاں ایک طرف معصوموں اور ماؤں کی اموات کو مؤثر طور پر گھٹانے میں مدد دی ہے وہیں دوسری طرف خاندان کی حد بندی کرنے میں بھی مدد دی ہے۔

رضاکارانہ تنظیموں کی شرکت

رضاکارانہ تنظیموں کی سرگرم شرکت کی بنا پر اس بات کی لگاتار کوششیں کی جا رہی ہیں کہ اس پروگرام کو بڑھاوا دیا جائے بالخصوص گندی بستیوں اور ان آبادیوں میں جہاں سماج کے کمزور طبقے کے لوگ رہتے ہیں۔ اس قسم کی تنظیمیں نہایت اہم رول حکومت کی اس کوشش

میں ادا کر رہی ہیں کہ لوگوں کو تعلیم اور خاندانی بہبود کی خدمات بہم پہنچائی جائیں اور ان کوششوں سے انھیں روشناس کیا جائے۔ ان تنظیموں کو حکومت مہاراشٹر کی نہ صرف تائید حاصل ہے بلکہ اس سلسلے سے تعلق رکھنے والی منظور کردہ اسکیموں کو بڑھاوا دینے کے لئے مالی مدد بھی دی جاتی ہے تاکہ ان خدمات اور ان سے وابستہ دوسرے کاموں اور تربیت دینے کے معاملے میں کوئی خامی نہ رہے۔ ریاستی حکومت ان اسکیموں پر ۵ر۲ لاکھ روپے کی گرانٹ عطا کرتی ہے۔

اس پروگرام پر عمل درآمد رضاکارانہ عوامی شرکت کی بنیاد پر بغیر کسی قسم کے جبر و تشدد کے کیا جاتا ہے۔ نس بندی پر جس قدر زور دیا جاتا ہے اتنا اور ویسا ہی زور مانع حمل طریقوں پر دیا جاتا ہے جیسے رواجی مانع حمل طریقے، رحم مادر میں حمل روک اشیا لگانے کا طریقہ اور نگل لی جانے والی حمل روک گولیاں۔ حمل کی مدت کو طویل بنانے کے لئے نوجوان جوڑوں کی عمر کے نامناسب ہونے کی صورت میں جہاں ممکن ہوتا ہے اس نقطۂ نظر کو مقبول بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

قابلِ فخر کارکردگی

خاندانی منصوبہ بندی کا بڑا مقصد یہ ہے کہ حمل برداری کی سطح میں تیزی کے ساتھ کمی واقع ہو۔ اگرچہ مہاراشٹر میں پیدائش کی شرح اندازاً ۲۹ فی ہزار کے قریب ہے، اور یہ شرح پیدائش کل ہند کی ۳۵ فی ہزار کی سطح سے بہت بڑی حد تک کم ہے، پھر بھی ریاست کی کارکردگی میں تیزی کے ساتھ قدم بڑھا رہی ہے تاکہ شادی شدہ جوڑوں کے تحفظ کی شرح اور سطح کو جو ۳۰.۱۱۵ فیصد ہے لئے ۶۰ فیصد پر لایا جا سکے تاکہ شادی شدہ جوڑوں کی اموات میں کمی واقع ہو۔

یکم مئی ۱۹۸۵ء کو شروع ہونے والے سال کے قبل مہاراشٹر میں، ۱۹۵۰ء سے لیکر نس بندی کے اعداد ۴۷,۳۵,۵۷ تک اور آئی یو ڈی کے استعمال کے سبب ۱۹,۷۲,۴۰۷ تھی مجموعی شرح فی ہزار بلحاظ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے اس ریاست میں علی الترتیب نس بندی اور آئی یو ڈی کے سلسلے میں ۱۲۰ اور ۳۱ تھے جب کہ اس شرح کے مقابل قومی شرح نس بندی کے سلسلے میں ۷۱ اور آئی یو ڈی کے سلسلے میں ۲۳ تھی۔

قومی راج

اسی سال تاریخ مختتمہ ۲۸ فروری ۱۹۸۶ء تک نس بندی کی تعداد ۴,۴۲,۷۹۸ تھی اور آئی یو ڈی کے استعمال کرنے کی تعداد ۲,۴۳,۲۰۶ تھی۔ یہ اس ریاست کا تقریباً ایک سال کا کارنامہ ہے۔

زنانہ نس بندی کے کیس ۸۵-۱۹۸۴ء میں اس ریاست کے لئے ۳,۸۹,۲۲۵ کی تعداد میں پیش آئے جب کہ مردانہ نس بندی کیسوں کی تعداد ۱,۶۲,۹۷۰ تھی۔

آئی یو ڈی کے پروگرام کو اچھی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے بالخصوص "کوپر ٹی" میں اور یہ تعداد ۸۴-۱۹۸۳ء میں ۲۶ر۷ لاکھ اور ۶ر۰۱ لاکھ ۸۵-۱۹۸۴ء تھی۔ اس سے اس پروگرام کی اور اس طریقے کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ریاست نے حمل روک نگلنے والی گولیوں کی تقسیم کو مناسب جوڑوں میں خوب بڑھاوا دیا ہے۔ ۸۳-۱۹۸۲ء میں ان گولیوں کے استعمال کرنے والوں کی تعداد ۱۰ر۵ لاکھ تھی جب کہ ۸۵-۱۹۸۴ء میں یہ تعداد ۱۱ر۹۴ لاکھ تک جا پہنچی پھر بھی یہ تعداد نامناسب نہیں کہی جا سکتی ہے۔

آگے دیے گئے گوشوارے سے مہاراشٹر میں خاندانی بہبود کے سلسلے میں پچھلے ۵ برسوں میں انجام دی گئی کارکردگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دایہ گیری کی تربیتی تعلیم

ایک ایسی اسکیم بھی زیر عمل ہے جس کے تحت دایہ گیری کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ دایائیں دیہی علاقوں میں وضع حمل میں مدد کرتی ہیں۔

یہ اسکیم ۷۸-۱۹۷۷ء سے رائج العمل ہے۔ مارچ ۸۵ء تک ۳۲۸۸۷ دایاؤں کو تربیت دی جا چکی ہے اور انھیں دایا گیری کے سلسلے میں ضروری سامانوں والا بکس بھی مہیا کیا گیا تھا۔ ریاستی حکومت نے حکومت ہند کے فیصلے کے مطابق یہ تہیہ کر لیا ہے کہ ۸۶-۱۹۸۵ء کے اختتام تک ہر گاؤں میں ایک تربیت یافتہ دایہ فراہم کر دی جائے گی۔

سن	نسبندی مردانہ ۲	نسبندی زنانہ ۳	کل مجموعہ	آئی یو ڈی کا استعمال	روایتی مانع حمل طریقے استعمال کرنے والوں کی تعداد
۱۹[illegible]	۸۱۵۰۳	۲۰۳۷۴	۳۱۱۸۷۷	۳۷۰۶۱	۱۷۲۱۱۶
۱۹۸	۱۹۹۳۶۰	۲۹۵۲۴۴	۴۹۴۶۰۴	۴۰۶۹۸	۲۶۷۵۷۱
۱۹۸	۲۱۰۷۵۷	۴۱۱۶۶۷	۶۲۲۴۲۴	۹۴۱۲۴	۳۶۲۳۱۸
۱۹۸	۲۱۵۳۶۶	۴۳۶۹۸۹	۶۵۲۳۵۵	۷۲۶۰۱۷	۶۱۸۶۴۶
۱۹۸	۱۶۲۹۷۷	۳۸۹۲۳۵	۵۵۲۲۱۲	۶۹۱۶۷۴	۶۵۴۲۲۵

کارکردگی کا جائزہ

رکردگی کا ہر متعین وقت پر اور باقاعدگی کے ساتھ
ا جاتا ہے اور مختلف اسکیموں پر عمل آوری میں ذرا بھی
یا کوتاہی پائی جاتی ہے تو اس کا فوراً تدارک کیا

نلف قسم کے انعامات کی تقسیم بھی حکومت کی طرف سے
ئی ہے جو افراد یا اداروں کو علاقائی سطح پر دئے
۔ اس اسکیم کے تحت سونا و چاندی کے تمغے، نقد قیمیں

گشتی شیلڈس اور توصیفی اسناد تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ضلعی سطح پر بھی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے افراد، اداروں اور کارکنوں کو بھی انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے یہ خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارا اسٹیٹ دوسری ریاستوں کی بہ نسبت، خاندانی بہبود پروگرام میں روایتی طور پر صفِ اول کے مقام کا حامل ہے۔

ترجمہ، عبد الخالق

ضروری گذارش

ہماری یہ کوشش ہے کہ اپنے قارئین کو مختلف سرکاری پالیسیوں اور سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھیں۔ تاہم قارئین کو اس میں کچھ نہ کچھ کمی کا احساس ہے لہذا آپ کی دلچسپی اور معلومات میں مزید اضافے کے خیال سے "قارئین کی رائے" کا خصوصی صفحہ شائع کیا جاتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس خیال سے ہمیں اور بھی فائدہ پہنچے گا۔ انفرادی شکایتوں کی اشاعت تو مشکل ہے، البتہ سرکاری پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں سے متعلق آپ کے سوالات اور شبہات بخوشی قبول کیے جائیں گے۔ پتہ نوٹ فرمالیں:

ایڈیٹر "قومی راج"، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، پندرہواں منزلہ، مقابل منترالیہ، بمبئی نمبر ۳۲-۴۰۰۰

★ عابد صدیقی
۱۱-۱-ے۔ حسنی پورہ، کوٹھی حبیب صاحب،
غازی آباد

تعلیم کا نظام

نظرِ ثانی کی ضرورت

آج کل نئی تعلیمی پالیسی کا بڑا چرچا ہے۔ گذشتہ دنوں تعلیمی مسائل کے موضوع پر وزارتِ تعلیم نے جو دستاویز تیار کی ہے۔ اس کو عوام کے سامنے رکھا گیا ہے۔ اور اس پر سبھی دانشوروں کی رائے طلب کی گئی ہے۔ تاکہ ان کی روشنی میں تعلیمی نظام مرتب کیا جا سکے

تعلیم کا تعلق دراصل مستقبل کی تعمیر سے ہے۔ بحیثیت مجموعی انسانی سیرت کی تعمیر اور اس کے کردار کو بنانے اور اسے تعمیری انداز پر آگے بڑھانے میں بے حد معاون و مؤثر ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے اثرات نے انسان کو زمین کی کشش سے باہر نکال کر خلاء میں پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ ملک کے نوجوانوں کو اکیسویں صدی میں قدم رکھنے کے اہل بنانے کے لئے نئے تعلیمی تقاضے ہر وقت پیش نظر رہنا ضروری ہیں۔

آج اس محاذ پر جو خامی یا کمی رہ جائے گی۔ اُس کا خمیازہ آنے والی نسل کو بھگتنا پڑے گا ابھی حال ہی میں وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے انسانی وسائل کے فروغ کی ضرورت کے پیش نظر ساتویں منصوبے میں اس پر آنے والی لاگتوں کا اندازہ ۱۵ ارب روپے کے لگ بھگ بتایا ہے۔

حصولِ آزادی کے بعد ۱۹۶۸ء میں تعلیم کی قومی پالیسی تشکیل دی گئی تھی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ اس پر پانچ سال بعد نظرِ ثانی کی جائے گی، اور اس کی رفتارِ ترقی کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ اس کی روشنی میں نئی پالیسیاں اور پروگرام مرتب کئے جا سکیں۔ اس طرح کے جائزوں سے بہت سے قیمتی نتائج حاصل کئے جا سکیں، لیکن محض نظرِ ثانی اور اس کی روشنی میں جزوی تبدیلیاں ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ ملک میں، نئی صورت حال یہ ہے کہ اب سائنس اور ٹکنالوجی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

آج جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اس صدی کے خاتمے تک ابتدائی تعلیم مکمل کر سکے گا۔ اس کو جس طرح کے چیلنجوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ سردست اس کا تصوّر بھی محال ہے۔ اس لئے تعلیمی نظام کے ذریعے نوجوانوں میں ایسی خوبیاں اور صلاحیتیں پیدا کرنی

ضروری ہیں جن سے وہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کر سکیں۔ کل کے شہریوں کے لئے جو مسائل پیش نظر ہیں، ان سے نمٹنے کے لئے تعلیمی نظام پر نظرثانی اور اس میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لانا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔ قوم کو خود انحصاری اور خود اعتمادی سے ہمکنار کرنے اور اسے خود کفیل بنانے کے لئے تعلیم کی ضرورت اور اس کے تقاضوں کو سمجھنا اور پہچاننا بے حد ضروری ہے۔

آج ملک میں عوام کے سامنے بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے۔ انہیں معیارِ زندگی بلند کرنا ہے۔ اپنی پسند کا کام حاصل کرنا ہے۔ اچھی صحت کا مالک بننا ہے، اور اچھی تعلیم سے آراستہ ہونا ہے۔ یہ سب ذمہ داریاں ملک کے وسائل، یہاں کی ضرورتوں، یہاں کی آب و ہوا وغیرہ کو سامنے رکھ کر نبھانی ہیں۔

تعلیم ایک پیچیدہ عمل ہے۔ اس موضوع پر کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قبل مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کے درمیان مشورے ضروری ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دنوں ریاستی وزرائے تعلیم کی جو کانفرنس بلائی گئی تھی وہ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی تھی۔ تعلیمی پالیسی وضع کرنے سے قبل ایک موضوع پر پارلیمانی امور کے ماہروں، تعلیم کے میدان کے سربراہوں، دانشوروں، استادوں، صنعت کاروں وغیرہ کے درمیان مشورے اور ان سب کی آرا کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

آج ہمارے ملک میں تعلیمی نظام کو ایک اہم ترین ذمہ داری نبھانی ہے" اور وہ ہے ملک میں اتحاد و سالمیت کے جذبات کو فروغ دینے اور عوام کے درمیان آپسی بھائی چارہ بڑھانے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے کی۔ اس ضرورت کے پیش نظر ملک گیر پیمانے پر قومی نصاب تعلیم شروع کرنے کا ارادہ ایک خوش آئند بات ہے۔ تعلیم کے ذریعے نوجوانوں کی زندگی کو مقصدیت عطا کرنے اور ان میں خود اعتمادی لانے کی کوششوں کا ذکر اس دستاویز میں کیا گیا ہے۔ یہ دونوں یقیناً اعلیٰ مقاصد ہیں۔ ان پر عمل درآمد کی کوششوں کو آگے بڑھانا ضروری ہوگا۔ تاکہ صدق دل سے یہ کام آگے بڑھ سکے۔

ہندوستان میں حصول آزادی کے بعد تعلیم کے محاذ پر بہت سی ترقیاں دیکھنے کو ملیں لیکن تعلیم کی مد پر آنے والے اخراجات دیگر ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے یہاں بہت کم ہیں مثال کے طور پر ہم اپنی مجموعی قومی آمدنی کا صرف ۳ فیصد تعلیم پر خرچ کرتے ہیں۔ جبکہ ترقی یافتہ ملکوں میں یہ زیادہ یا ۶ فیصد ہے۔ مزے کی بات یہ کہ ترقی یافتہ ملکوں میں قومی آمدنی بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا چھ فیصد بھی یقیناً زیادہ ہوگا اس لئے اس شعبے کی اہمیت کے پیش نظر اس پر مزید وسائل لگانے کی ضرورت سمجھی جا رہی ہے۔

حصولِ آزادی کے بعد ہندوستان میں تعلیمی اداروں کی تعداد بڑھی ہے۔ تعلیمی پروگرام گوناگوں صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ملک میں ناخواندہ افراد کی کثیر تعداد ہے۔ اسکولوں، کالجوں میں طلباء کی بھرمار ہے۔ جہاں ان کی تعلیم کے لئے مناسب سہولتیں نہیں ہیں۔ مواقع کی کمی کے سبب ہی آئے دن کالجوں میں ٹکراؤ، تعلیمی بائیکاٹ اور ہڑتال وغیرہ کی خبریں پڑھنے کو ملا کرتی ہیں۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اگر کلاس روم میں استاد بچوں کے ذوق اور ان کے مسائل کے حل کے لئے عملی تجاویز پیش نہیں کر سکا اور اپنے سبق کو دلچسپ نہیں بنا سکا تو بدنظمی اور ڈسپلن کے مسئلے سامنے آنے لگتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہندوستان آج بھی پسماندہ ملک ہے۔ یہاں خواندگی کی شرح کل آبادی سے ۳۶ فیصد سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ عورتوں کی تعلیم اور خواندگی کی شرح کل آبادی کے مقابلے میں صرف ۲۴ر۹ فیصد شیڈولڈ کاسٹ کی ۴ر۲۱ فیصد اور شیڈولڈ ٹرائب کی ۴۴ر۱۶ فیصد ہے۔ پرائمری تعلیم اب بھی سب کے لئے عام نہیں ہو سکی ہے۔ حالانکہ اس نشانے کو سنہ ۱۹۶۰ء تک مکمل کر لیا جانا چاہیئے تھا۔

اس وقت ملک میں ایک لاکھ ۷۵ ہزار اسکول ہیں جبکہ سنہ ۱۹۴۷ء میں صرف ۱۲ ہزار اسکول تھے۔ ہائر سکنڈری اسکولوں میں کامیاب ہونے والے طلباء اور طالبات کی تعداد بڑھی ہے۔ سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء میں یہ تعداد ۲ لاکھ ۳۷ ہزار تھی۔ جو بڑھ کر سنہ ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۸ لاکھ ۴۰ ہزار ہو گئی۔ اس سطح پر تعلیم کی اس قدر اشاعت کے باوجود ایک تکلیف دہ صورتحال یہ ہے کہ اسکولوں میں ۸ یا ۱۰ یا ۱۲ سال تک تعلیم پانے کے بعد بھی طلباء اور طالبات نہ تو اپنے ماحول کو سمجھ پاتے ہیں، نہ ا...

کے سماجی واقتصادی حالات پر ان کی نظر ہوتی ہے ، اور نہ ہی وہ خود اپنے بارے میں سوچ پاتے ہیں ۔ اس مرحلے تک ان میں اتنا حوصلہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لئے کسی روزگار کو پانے یا اسے حاصل کرنے کے بارے میں سوچ سکیں ۔ اس مرحلے پر کامیابی کے بعد ۳۸ فیصد طلباء کالجوں اور یونیورسیٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں ۔ صرف ۲۰ فیصدی طلباء ٹکنیکل اداروں میں کسی پیشہ ورانہ تربیت کے لئے خود کو تیار پاتے ہیں ۔

۱۹۶۸ء میں جو تعلیمی پالیسی اپنائی گئی تھی ۔ اس کو اگر مکمل طور پر عملی جامہ پہنایا گیا ہوتا تو دس جمع دو کے بعد ۵۰ فیصد طلباء ایسے نصابات میں داخلہ لیتے ہیں ۔ جس کے مکمل کرنے پر ان کو روزگار مل سکتا تھا ۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے آخر تک سالانہ ۶۰ ہزار طلباء پیشہ ورانہ نصابات سے منسلک ہوتے رہے ۔

حصولِ آزادی کے وقت ملک میں صرف ۷۰۰ کالج اور ۲۰ یونیورسٹیاں تھیں ۔ جن میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد ۴ لاکھ تھی ۔ آج ملک میں ۵۲۴۶ کالج اور ۱۴۰ یونیورسٹیاں ہیں جہاں ۳۶۰ ۳ لاکھ طلباء زیر تعلیم ہیں ۔ ان میں تقریباً ۱۰ لاکھ طالبات ہیں ۱۹۶۸ء کی پالیسی میں تعلیمی نظام کو حقیقی زندگی سے جوڑنے کی بات کہی گئی تھی ۔ اس میں تعلیمی مواقع بڑھانے اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے پر زور دیا گیا تھا ۔ اس کے ساتھ ہی سائنس ، اور ٹیکنالوجی کے فروغ کی ضرورت محسوس کی گئی ہے ۔ ملک میں صحیح قسم کے تعلیم نہ ملنے پر فرقہ واریت کو فروغ ملا ہے ۔ فرقہ واریت کے سدِباب کے لئے تعلیمی ادارے دانشورانہ ذہن پیدا کر سکتے ہیں ۔ جذباتی اور روحانیت مفاہمت کے ذریعے ان میں یہ احساس پیدا کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے ایک ذمہ دار رکن اور شہری ہیں اور ایک ہی سماج یا برادری یعنی ہندوستان سے ان کا تعلق ہے ۔ بچوں کو شروع ہی سے مذہبی تعصب کے نقصانات بھانے ضروری ہیں ۔ ان میں یہ جذبہ پیدا کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ ایک قوم ہیں ۔ اس مقصد کے لئے نصاب تعلیم پر نظر ثانی درکار ہے اور درسی کتب کی از سر نو ترتیب ضروری ہے ۔ آپسی جھگڑے ہماری قومی اور سیاسی زندگی میں روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں ۔ یہ جھگڑے اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لئے بھی جو ایسی مراعات پر مبنی ہے جو ہمیں پیدائش سے ملی ہیں ۔ ایسی صورت میں قومی مسائل پس پشت پڑ جاتے ہیں اور ذاتی مفادات ان کی جگہ لے لیتے ہیں ۔

یہ حیران کن بات ہے کہ ہندوستان جیسا وسیع ملک آزادی کے حصول کے اتنے سالوں بعد بھی ن[illegible] ضمن میں معقول ، مناسب اور منضبط ڈھانچہ فراہم نہیں [illegible] اس خطرے کو بار بار دہرایا گیا ہے کہ اپنے تعلیمی ادا[illegible] کی بنیاد ذات پات ، فرقہ بندی ، زبان یا مذہب پر [illegible] خطرناک رول ادا کر رہے ہیں ۔ اس سے انسانوں کے [illegible] نفرت کو ہوا ملتی ہے ، اور تشدد اور بغض پیدا ہوتا [illegible] اسکولوں میں ایسے مضامین شامل ہونے چاہئیں ج[illegible] انصاف پسندی ، جمہوری اور سماجی بھائی چارے کو فر[illegible]

نصابِ تعلیم میں منافرت پیدا کرنے وا[illegible] کو نکالنا یا ان سے قابل اعتراض حصوں کو خارج کر[illegible] کافی نہیں بلکہ ان کی ترتیب و تشکیل از سر نو ضروری [illegible] کی ترتیب و تشکیل سے قبل مصنف یا مؤلف کے [illegible] مقصد رہنا ضروری ہے ۔

یہ بات صحیح ہے کہ مشکلات کا حل [illegible] اور ٹیکنالوجی کے استعمال کے فروغ میں ہے لیکن [illegible] اندازِ فکر کو غیر سائنسی طریقے پر کام میں لا کر ہم اپنے مقا[illegible] بڑھ سکتے ہیں ۔ ؟ سماجی شعور بیدار کرنے اور [illegible] احیاء کے لئے تعلیم کے مجموعی ڈھانچے میں یکسر تبدیل[illegible] ہیں .....

یقیناً یہ ایک طویل سف[illegible] لیکن اس منزل کو پانے کے لئے ج[illegible] قدم اٹھایا جائے گا وہ انسانو[illegible] دوسرے سے قریب لانے اور ا[illegible] اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا موجب

ایل۔ کے۔ مٹاٹکو

خصوصی نامہ نگار
اکانومکس ٹائمز

تھل فرٹیلائیزر پروجیکٹ
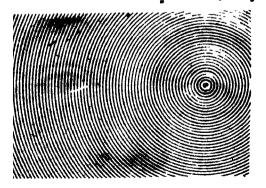
ہندوستان میں فرٹیلائزر مشینریوں کی ایک انعامی یونٹ

راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائیزرس لمیٹڈ کے تھل فرٹیلائیزر پروجیکٹ جس میں ۹۱۷ کروڑ روپے کا سرمایہ لگ چکا ہے، کام کے آغاز کے وقت سے ہی پیداواری ریکارڈ قائم کرچکا ہے۔ اس پروجیکٹ نے، جس کی بنیاد بامبے ہائی ایسوسی ایٹڈ گیس پر ہے، اپنے ماحول پر زبردست اثر ڈالا ہے، جس میں وائی شیٹ گاؤں بھی شامل ہے جس کی ہیئیت ہی بدل گئی ہے۔ راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائیزرس (آر۔ سی۔ ایف) اس پروجیکٹ کے قیام کے وقت سے ہی، آلودگی کے خلاف مناسب تدبیریں اختیار کرچکی ہیں۔ اور بقول مضمون نگار کے، اس باب میں عملاً کسی خطرے کا امکان نہیں ہے۔

تھل فرٹیلائزرس جو راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائزرس لمیٹڈ کا ایک باوقار پروجیکٹ اور حکومت ہند کا ایک ادارہ ہے، اب عنوانات کی زینت بننے لگا ہے۔ جب سے اس کا آغاز ہوا ہے اس کا پیداواری ریکارڈ ہی ایسا شاندار رہا ہے کہ بےساختہ تعریفی الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ آر۔ سی۔ ایف کی تھل فرٹیلائزر پروجیکٹ کے تینوں یوریا پلانٹ نے، ۴۲۶۰ ٹن روزانہ کا پیداواری ریکارڈ قائم کیا ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں اب سے پہلے مشترکہ نصب کردہ صلاحیت ۴۵۰۰ ٹن یومیہ ہی تھی۔ دو امونیا پلانٹ، جن میں سے ہرایک کی صلاحیت ۱۳۵۰ ٹن یومیہ ہے، ۲۰۳۰ ٹن امونیا پیدا کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی نصب کردہ صلاحیت ۲۷۰۰ ٹن یومیہ کی ہے۔

یہ پلانٹ، سب کے سب کے، جدید ترین سازوسامان اور پروسیس کو کنٹرول کرنے والے آلات سے آراستہ ہیں اور ان کنٹرولی آلات میں بہت باریک اور خوردبین سے دکھائی دینے والے کنٹرولی سسٹموں کا ایک جال جیسا شامل ہے تاکہ صحیح مقدار پر اور بروقت کام انجام دینے والے آلات پر اور کمپیوٹر کی مدد سے پروسیس کے کنٹرول کرنے اور مینجمنٹ پر قابو رکھا جاسکے۔ ایک کمپیوٹرائزڈ پاؤڈر مینجمنٹ سسٹم مع پروگرام بنانے قابل لاجی کنٹرول کے بھی، نصب کیا گیا ہے۔ اس قسم کے سسٹم ملک کے فرٹیلائزر پلانٹس میں پہلی بار استعمال ہوا ہے ہیں۔ اسی اشیاء میں تھل یوریا کی، ریل اور راستوں کے ذریعے ترسیل کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ فصل خریف کے لئے کسانوں کی مانگ پوری کی جاسکے۔

امونیا پلانٹ دو چشموں (Streams) پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ۱۳۵۰ ٹن یومیہ امونیا اور ۱۷۰۰ ٹن یومیہ سی او۔ ۲ پیدا کرتا ہے۔ اس کے پروسیس کی معلومات اور بنیادی انجینئرنگ ڈنمارک کے ہالڈورٹاپسو سے مہیا کردہ ہیں۔ پلانٹ حسب ذیل قطعات پر مشتمل ہوتا ہے:-

(۱) فیڈگیس کا ڈائی سلفیوریکیشن اور اصلاح

(۲) سی او کی تبدیلی، سی او۔ ۲ کا بنفیلڈ پروسیس کے ذریعے ہٹانا۔

(۳) دبانے یا منجمد کرنے والے (کمپریسرس)
(۴) امونیا سنتھیسس (مختلف اجزا کو ملا کر
کسی مرکب کا تیار کرنا)
(۵) امونیا کو اسٹور کرنا

نمایاں خصوصیت

تھل امونیا پلانٹ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ بجلی سے کم خرچ میں سی او-۲ بڑی مقدار میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کے حصول کے لئے ایک ہائیڈرالک ٹربائن اسے سی جنریٹر کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور اسے پلانٹ کے یتی فیلڈ سیکشن میں شامل کر دیا گیا ہے۔ پلانٹ کی دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ چلانے کے لئے ڈیجیٹل کنٹرول سسٹم کو ختم کر دیا گیا ہے اور نتیجتاً سارے پروسیس کو کنٹرول میں لایا گیا ہے۔ اسٹوریج ٹینک کرہ ہوائی کے دباؤ پر ۲۰،۰۰۰ ٹن امونیا اسٹور کرتا ہے۔ پلانٹ کی ڈیزائن میں ہی آلودگی کو قابو میں رکھنے کی ترکیب شامل کر دی گئی ہے اور پلانٹ سے بہاؤ کی نکاسی کا علاج پلانٹ کی بیٹری کے حدود کے اندر ہی کیا جاتا ہے۔ محفوظ حدود تک لانے کے بعد نکاسی کا رُخ بہاؤ سے اصل سسٹم کی طرف کر دیا جاتا ہے۔

یوریا پلانٹ کے تین حصے ہیں اور ہر ایک کی صلاحیت کی شرح ۱۵۰۰ ٹن یومیہ ہے۔ پلانٹ کے لئے انتخاب کردہ ٹیکنالوجی اس جدید ترین نوعیت کی ہے جو بازار میں دستیاب ہے۔ اختیار کردہ پروسیس وہ ہے جسے امونیا اسٹرپنگ (سخت متعلقات یا اجزائے مرکبات نکال دینا) کہتے ہیں۔ اس معلومات کی بنیاد "اسنان پروگیسٹی اٹلی" کے تجربات سے ماخوذ ہے۔ امونیا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ جو امونیا پلانٹس میں تیار ہوتے ہیں انہیں ۱۶۰ (کرۂ ہوائی) کے دباؤ پر یوریا ری ایکٹر میں جھونک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح تبدیل شدہ شے (یوریا) جو حاصل ہوتی ہے وہ تقریباً ۶۰ فی صد ہوتی ہے۔ پھر اس یوریا کو محلول سے تین مرحلوں میں گرمی پہنچا کر اور دباؤ کو گھٹا کر الگ کیا جاتا ہے۔ ہر مرحلے میں "سی او-۲" و "ایم ایچ-۳" کو محلول یوریا سے، بخار جامد یا سیال گیس کی شکل میں الگ کرنے کے بعد دوبارہ اسے (ری ایکٹر میں) چکر د[یا جاتا ہے]۔ اس طرح حاصل شدہ ۷۰ سے ۷۵ فی صد تک یو[ریا] کنسنٹریٹیڈ (مرتکز) ہوتا ہے جسے مزید مرتکز کر[کے] ۹۹.۷ % پر لانے کے لئے ویکیوم کنسنٹریٹریں ڈ[الا] جاتا ہے اور ایک بار پھر اسے تین پرلنگ (Prilling) ٹاوروں میں جھونکتے ہیں تاکہ مطلوبہ صراحت کے مطا[بق] پرل (Prills) حاصل ہوں۔ اس پلانٹ میں کم سے جگہ گھیرنے پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ڈیزا[ئن] کی خصوصیات ایسی ہیں کہ پروسیس میں استعمال ہونے وا[لا] پانی، اسٹیم اور پاور کی کم از کم مقدار خرچ ہوتی ہے ا[ور] امونیا جیسے پروسیس میں اسٹرپنگ ایجنٹ (StrippingAgent) کیمیاوی عامل کے طور پر استعما[ل] کیا جاتا ہے۔ اس سے (تیزابی عوامل کے) گلانے [کی] تاثیر کم ہو جاتی ہے۔ اس پروسیس کی ایک مزید خوبی بھی ہے کہ وہ مادہ جسے "بائیوریٹ" (Biuret) کہ[تے] ہیں اور جو فرٹیلائزر گریڈ کے یوریا میں نامطلوب ناپسندیدہ شمار ہوتا ہے، بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ اس پلا[نٹ] کی ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ امونیا کی قابل فرا[موش] مقدار اڑ کر فضا میں جاتی ہے جس سے ہوا کی آلودگی و[اقع نہ]یں رہتی ہے۔ یوریا کے غبار کا اخراج باہر جانے والی[...] کا ۴۰ ملی گرام / این ایم ہوتا ہے۔

بوائلروں کے لئے کوئلے کی ضروریات کا اندا[زہ] اوسطاً ۲۲۰۰ ٹن یومیہ کے قریب ہے۔ ریل کارڈ یا[...] یہ کوئلہ عموماً باکس ٹائپ کے ڈبوں میں کوئلے کی کا[ن] سے پلانٹ تک پہنچاتی ہیں۔ پلانٹ اس قابل ہے کہ ۰۰[...] ملی میٹر سائز کا کوئلہ قبول کر لے۔ اس سے کبھی ذخائر [کے] "یارڈ" میں اور کبھی سیدھے ہی بوائلر ہاؤس کے گو[...] گودام میں "ذخیرہ یارڈ" سے مرکزی ری کلیم ہیلپر کے ذریعے ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے بعد کوئلے کو (زیا[دہ] سے زیادہ) ۱۹ ملی میٹر سائز میں (کرشنگ کے ذریعے) توڑ کر بوائلر ہاؤس کے کوئلہ گودام میں پہنچا دیا جاتا ہے[۔] ایک "روٹاسائیڈ ٹائپ ویگن ٹپلر" جس کے سا[تھ] "انٹیگرل آٹومیٹک وزننگ ریکارڈنگ اور پرنٹنگ" [کا] انتظام ہے یہاں موجود ہے۔ کوئلے سے لدی ہوئی ویگنو[ں]

کھینچنے اور انہیں اندر کی طرف ویگن ٹپلر وں تک لے جا کر پلٹ کر کوئلہ گرانے کا کام علی الترتیب لوکوموٹو انجن اور بیٹل چارجر انجام دیتے ہیں۔ پلانٹ کے اس ساز و سامان سے اڑنے والی دھول دھواں اور غبار سے حفاظت کے لئے ڈسٹ سیپریٹر، ڈسٹ اِکسٹراکٹر لگائے گئے ہیں۔

اسٹیم جنریٹنگ پلانٹ - I

اسٹیم جنریٹنگ پلانٹ حسب ذیل سیکشنوں پر مشتمل ہے:
اسٹیم جنریٹنگ یونٹیں، پانی کے معالجاتی پلانٹ راکھ کے رکھنے اور ہٹانے کے پلانٹ، واٹر سسٹم کو ٹھنڈا رکھنے والے اور ٹربو جنریٹنگ سیٹ۔ اسٹیم جنریٹنگ (بھاپ کی تولید) کے لئے تین یونٹیں ہیں جن میں سے ہر ایک ۵ ۲۷ ٹن فی گھنٹہ تولید کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ وہ "۵-۱ اے ٹی اے" اور "۵۱۰ سی" پر چلتا ہو۔

اسٹیم جنریٹنگ یونٹ سے جب وہ زیر عمل ہو، جس مقدار میں بھاپ پیدا ہوتی ہے وہ ٹربو جنریٹنگ یونٹ کی اور یوریا پلانٹ کی پروسیس یونٹ کی ضروریات کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسٹیم کا مشل جال پھیلا ہوا سلسلہ جس میں بے کار جانے والی گرمی کے بوائلرس شامل ہیں۔ چلتے وقت کافی لچک رکھتا ہے۔ ٹربو جنریٹنگ پلانٹ دو ٹربو جنریٹروں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک کی صلاحیت ۱۵ میگا واٹ ہے۔ تولید کردہ پاور تمام پلانٹس کے "اعلیٰ لوڈ ریسک" کو سنبھال لینے کے قابل ہے۔ اس مقدار میں پاور جنریشن کے علاوہ، پاور کی باقیماندہ ضرورت مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ پورا کرے گی۔ پانی جو اس فرٹیلائزر پلانٹ کے لئے درکار ہے، اسے امبا ندی سے لایا گیا ہے جو فیکٹری کے مقام سے ۴۵ کیلومیٹر دور ہے اور اسے یہاں تک ۴ فٹ قطر والے پائپ کے ذریعے لایا گیا ہے۔ پانی کی کمی کے موسم میں امبا ندی کو زیادہ پانی مہیا کرنے کے لئے کنڈیک ندی پر جو "سال" بند تعمیر کیا گیا ہے اس بند سے پانی حاصل کیا جائے گا۔

فیکٹری سے خارج ہونے والے پانی کی نکاسی کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں وہ ان قاعدوں کے مطابق ہیں جنہیں مہاراشٹر کے پانی کی آلودگی روکنے والے بورڈ نے بنائے ہیں۔ اس خارج ہونے والے پانی کو سمندر میں بہانے سے پہلے یا کھیتی کے لئے استعمال کئے جانے سے پہلے بالکل بے ضرر بنا دیا جاتا ہے۔ بے کار پانی کے یہ چشمے ان پلانٹس کے ہوا کرتے ہیں جو امونیا، یوریا، معالجاتی پانی، اسٹیم جنریشن، اضافی واٹر پلانٹ وغیرہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ دوسرے متفرق بہاؤ جیسے خانگی گندے نالے ذخیرہ کردہ کوئلہ یارڈ کے نالے، راکھ کے ڈھیر قریب کھود کر بنائے گئے نالے، ساحلی جھیلوں پر بارش سے بن جانے والی نالیاں بھی ہوا کرتے ہیں۔ ان سب طرح کے گندہ پانی جیسے پی۔ ایچ، حرارت، ایمالیت، امونیا، فاسفیٹ اور دھاتی مادے کی نکاسی کے پانی کی نکاسی کا انتظام کیا گیا ہے۔ گندے پانی کے اوپری چشمے کے پائپ لائن میں بہاؤ کے ناپ کے مطابق، ایک رخ بدلنے والا چھوٹا بور پائپ لگایا گیا ہے اور اسے مرکزی انتظام کار لیباریٹری تک بچھایا گیا ہے جہاں خارج کئے گئے پانی کا تفصیل سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یہاں کی حاصل کردہ معلومات "ڈیجیٹل کمپیوٹر" کو پہنچائی جاتی ہے تاکہ نکاسی کے پانی کی ماہیت و کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ وہاں مچھلیوں کا تالاب ہوگا جس میں قسم قسم کی مچھلیاں ہوں گی جن کو نکاس کے گندے پانی کے ساتھ پینے کے پانی کی ایک پہلے سے مقرر کردہ مقدار ملا کر اور پتلا کر کے بطور چارہ دیا جائے گا۔ نکاسی کے پانی میں اگر کوئی خرابی نظر آئے گی تو اس کا اثر مچھلیوں پر جو ہوگا اسے فوراً رجسٹر میں لکھ لیا جائے گا اور اس خرابی کو دور کرنے پر توجہ دی جائے گی۔ جس پانی کا معالجہ ہو چکے گا اسے گہرے سمندر میں بہا دینے کے لئے ۴ کلومیٹر لمبی زمین دوز مین ہول بچھائی گئی ہے جس جگہ اس پانی کو سمندر میں ملانے کا آخری سرا ہوگا اس کا انتخاب "نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اشنوگرافی گوا" کے ماہرین کے مشورے سے کیا گیا ہے اور وہ ایسا نقطہ ہے کہ نکاس کا پانی کسی ایک مقام پر جمع نہیں ہوگا۔

ہوائی آلودگی کو محدود کرنے کے لئے اب ہندوستان میں قانون بن چکا ہے۔ کسی کارخانے کو اجازت نہیں ہے کہ آلودہ کرنے والے دھوئیں کو ہوا میں شامل کرے اور اس طرح کارخانے کے آس پاس کی ہوا / فضا کو آلودہ کرے۔

تھل" فرٹیلائزر فیکٹری کے مقام پر آلودہ کرنے والا دھواں، غبار یا دھول کو قابو میں رکھنے کے لئے سخت احکامات جاری کئے گئے ہیں اور جدید ترین نگرانی سسٹم کی تعمیر ہو رہی ہے۔ تاکہ کامل ضبط قائم رکھا جا سکے۔ موجودہ مقصد یا گھری ہوئی ہوا کے حالات وکیفیات کا مطالعہ کرنے کے لئے ایک ۲۴ ساعتی مطالعہ گاہ بنایا جا رہا ہے۔ پوری طرح معلق وجزویات، آکسائیڈس آف نائٹروجن، امونیا، سلفر ڈائی آکسائیڈ وغیرہ کی مسلسل نظم ونگرانی کی جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ، موسمیاتی معلومات جیسے ہوا کی رفتار، ہوا کے بہاؤ کا رخ، شمسی شعاع افشانی، بادل کا سایہ، فضائی دباؤ اور حرارت باریک بینی کے ساتھ قلمبند کئے جاتے ہیں۔ ہوائی آلودگی کے نظم ونگرانی میں کام دینے والے تمام جدید ترین آلات ایک فیکٹری کی مرکزی لیبارٹری میں جمع کر دیئے گئے ہیں تاکہ ہوا کی نوعیت کی تقطیع و معاینہ میں کوتاہی نہ ہونے پائے اور اگر اس کی منظور کردہ سطح بلندی کی طرف بڑھ رہی ہو تو آپریٹر کو فوراً تنبیہ دی جا سکے۔ اندرونی لیبارٹری یا [illegible] لیبارٹری [illegible] چاروں طرف بلکہ آس پاس کے دیہاتوں کا بھی دورہ کرتی، ہوا کی بو باس لیتی اور ہوائی آلودگی کے نہ ہونے کا اطمینان حاصل کرتی ہے۔

آس پاس پر فیکٹری کے قیام کا اثر

جس پروجیکٹ پر ۹۱۷ کروڑ روپے کی زبردست رقم لگائی جا چکی ہے اس کا اثر آس پاس کے علاقوں پر ہونا لازمی ہے۔ ضلع رائے گڑھ تھل کے مقام پر بے عملی اور کاہلی کے دن ختم ہو چکے ہیں عام لوگوں میں اور بالخصوص [illegible] آس پاس کے نوجوانوں میں ایسی سرگرمی دکھائی دیتی ہے کہ اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ طالب علموں کے لئے مضمون نویسی کا ایک مقابلہ جسے تھل پروجیکٹ کے حکام نے جاری کیا تھا۔ سماجی ومعاشی منظر میں پیش آنے والی تبدیلی کی عکاسی کرتا ہے۔ طالب علموں نے تھل کے آس پاس کے علاقوں میں اور خود پروجیکٹ کے مقام پر تیزی کے ساتھ پیدا ہونے والی تبدیلی کو سمجھ لیا ہے۔

قومی راج

تھل پروجیکٹ کے آغاز سے پہلے وہاں کے راستے تنگ کچے اور بارش میں سرونسنگ کے ناقابل ہوتے تھے لیکن اب راستے چوڑے اسفالٹ شدہ کئے جا چکے ہیں اور ایسا احساس ہوتا ہے گویا راستہ پر آسانی کے ساتھ مزے سے گزر رہے ہیں۔ ہر موسم میں موٹروں کی آمد ورفت کے قابل راستوں نے گاڑیوں کی تعداد بڑھا دی ہے۔ اس کی بنا پر سفر کے مواقع اور باہر جانے کا میلان ترقی پر ہے۔ ایسے مضامین میں سبھوں نے اس کا ذکر کیا ہے کہ پروجیکٹ کے سبب، علی باغ اور دوسرے اندرونی گاؤں کے درمیان بسیں جلد جلد آنے جانے لگی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم شہر کی کسی بس میں بیٹھ کر سیر کا لطف اٹھا رہے ہیں۔

اس پروجیکٹ نے آٹو رکشاؤں کو بڑھاوا دیا۔ علی باغ اب آٹو رکشاؤں کا سرگرم مرکز بن چکا ہے اور اس طرح اس پروجیکٹ نے مشینی نقل وحرکت کا آغاز کرنے میں اچھا رول ادا کیا۔ بیل گاڑیوں اور تانگوں کا دور ہمیشہ کے لئے قریب الختم ہے۔ قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے تھل پروجیکٹ کو اپنی وسیع المشربی سے ہم آہنگی کا زبردست نمونہ بنا دیا۔ اب علی باغ چھوٹا سا ہندوستان نظر آتا ہے۔ تعمیرات کی سرگرمیوں کے سبب علی باغ اب نئے مکانات کی پرکشش نمود سے ابھرتا ہوا شہر بن رہا ہے جس سے ضلع رائے گڑھ کی قسمت چمک اٹھی ہے۔ علی باغ میں نئی آبادی کو جذب کر لینے کے لئے جگہ جگہ نئے مکانات سر اٹھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نئی تجارت گاہیں کھل رہی ہیں مختلف قسم کے بیوپار اس پرانے گاؤں کی رونق میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پرانی دوکانوں کی اہمیت بڑھ رہی ہے اور نئی دوکانیں گاؤں کو شہر بمبئی کے قریب چھوٹی بمبئی کا روپ دے رہے ہیں۔

وائی شیٹ۔ تھل پروجیکٹ کے بیرونی حدود پر ایک مختصر سا گاؤں ہے اس نے پرانا لبادہ اتار پھینکا، یہاں کی دکانیں جدید اور قیمتی اشیاء کا مخزن بنتی جا رہی ہیں یہی گاؤں جو پہلے رات ہوتے ہی "اللہ رے سناٹا، آواز نہیں آتی!" کے مصداق ہو کا عالم بن جاتا تھا، وہیں اب ہر شب، "شب برات" کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ جگمگاتی بستی زندگی کی جھلک نظر آنے لگی ہے زراعتی پیداوار میں

یں کتنی ہی نئی چیزیں منڈیوں کی کشش کا باعث بنتی جا رہی ہیں۔ طلباء راشٹریہ کیمیکل فرٹیلائزر کی بدولت، ایک نئے اسکول کے دیدار سے مشرف ہوئے جو تمام جدید سہولتوں سے آراستہ ہے۔ فرٹیلائزر کمپنی کی اس اسکیم نے طالب علموں کی جمعیت میں گویا ایک نئی روح پھونک دی ہے کہ وہ طلبا کی کچھ تعداد کو اپنے خرچ پر شہر بمبئی میں تعلیم سے آراستہ کرنے کی متمنی ہے۔ گاؤں میں پانی کی قلت اب نہیں رہی کیونکہ وہاں پائپ لائن بچھائی جا چکی ہے۔ اس سہولت نے پانی کے لئے پریشان عورتوں پر خوش آئند اثر ڈالا ہے۔ اس کی بدولت خریدار۔ گاؤں کی تمام دیہی آبادی اب پائپ کے ذریعے پانی سے فیضیاب ہونے لگی ہے اور سر پر پانی کے گھڑے رکھ کر دور دور سے پانی لانے کی حقیقت اب روایت پارینہ بن چکی ہے۔ یہی نہیں جن لوگوں نے اس پروجیکٹ کے لئے اپنی زمینوں اور گھروں کی قربانیاں دیں ان محروموں کو گھروں ملازمتوں وغیرہ سے مشکور رکھنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اگرچہ انہیں فیاضانہ عوض و معاوضہ سے پہلے ہی نوازا جا چکا ہے۔ چنانچہ اس پروجیکٹ کے لئے قربانیاں دینے والوں میں سے کتنے ہی اپنی پختہ تعمیرات میں منتقل ہو بھی چکے ہیں۔ کتنوں نے اپنی زندگی نئے پیمانے میں ڈھال لی اور کتنے ہی ایسے ہیں جنہوں نے تجارت کو اپنا نصب العین بنالیا۔ فرٹیلائزر کمپنی کا وعدہ ہے کہ ہر خاندان میں سے کم از کم ایک شخص مناسب سہولتوں اور ملازمتوں سے نوازا جائے گا۔ اب دیہات کے سناٹے میں جہاں جگہ جگہ ریڈیو اور ٹی وی کی آوازیں، اسٹین لیس اسٹیل کے برتنوں کی جھنکاریں آتی رہتی ہیں اور فینسی کپڑوں کی بہاریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ بیل گاڑیوں کی جگہ سڑکوں پر تیز رفتار کاریں اور موٹر سائیکلیں دوڑتی نظر آتی ہیں۔ مختصراً یہ کہ قصبہ علی باغ میں ضلع رائے گڑھ میں نیا مالدار طبقہ جلوہ گر ہو چکا ہے جس کی پرانی زندگی میں چند گنے چنے برسوں میں اتنا زبردست انقلاب صرف تھل پروجیکٹ کی دین ہے۔

اس سکے کا دوسرا رخ بھی ہے جہاں طلباء کی ایک جماعت اس انقلاب کو خوش آمدید کہتی ہے وہیں دوسری جماعت کو یہ افسوس ہے کہ دیہات کی روائتی آزاد زندگی چھن گئی۔ جھیلوں اور تالابوں میں تیرنے کا لطف جاتا رہا۔ کنوؤں کے زندگی بخش پانی سے وہ محروم ہو گئے۔ جنگلوں میں بے روک ٹوک پھلوں سے بہرہ اندوز ہونا خواب و خیال ہو گیا۔ پرندوں کی خوش آوازی اور جنگلی جانوروں کے جھنڈ دیکھنے کو وہ اب ترستے رہیں گے اور اسکول کی چھٹیاں قدرتی مناظر کے سائے میں نہیں گھر کی چہار دیواری میں گزارنی ہوں گی لیکن صنعتی دور لانے کے لئے زندگی کی دوڑ میں ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش اور قدم سے قدم ملاکر چلنے کے لئے اس قسم کے بعد لذائذ کی قربانی اگر دینی پڑتی ہے تو اسے نہ بے جا کہا جا سکتا ہے نہ بہت زیادہ تکلیف دہ۔ فرٹیلائزر نے علی باغ کو جس انقلاب کی خوشخبری دی ہے وہ صنعتی انقلاب ہے جس کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ طیاروں نے زمین کے فاصلے کم کر دیئے اور مہینوں کے سفر کو دنوں بلکہ گھنٹوں کے سفر میں تبدیل کر دیا۔ اس صنعتی انقلاب نے بعضوں کو ماحول کی [illegible] آلودگی کا خدشہ ہو رہا ہے لیکن جس اعتقاد، اعتماد کے ساتھ فرٹیلائزر کے حکام نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور جن باریکیوں کے ساتھ مذکورہ بالا خدشات سے بچنے کی ترکیبیں انہوں نے اختیار کی ہیں ان کے پیش نظر امید ہے خدشات دور ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس انقلاب نے ضروریات زندگی کو گراں کر دیا ہے اور روزمرہ زندگی کے بعض مسائل بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں لیکن ہر انقلاب کا ابتدائی دور کچھ آزمائشیں بھی ساتھ لاتا ہے جن کے مابعد فضا صاف ہو جاتی ہے اور زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔

آلودگی کے خلاف تدابیر

آر سی ایف نے اپنے آغاز کے وقت سے ہی فضائی آلودگی کے خلاف تدابیر ایک سماجی ضرورت کے طور پر اختیار کی ہے اور پوری شدت کے ساتھ ہر مرحلے پر ہر ایسا اقدام کیا ہے جس سے آلودگی پر خواہ اس کا تعلق فضا سے ہو یا پانی سے عملاً انتہائی حد تک قابو رکھا جا سکے۔ تھل فرٹیلائزر پروجیکٹ، آلودگی کے باب میں اور بھی [illegible] قابو رکھنے کے سلسلے میں پہلے ہی سے [illegible]

رکھی گئی ہے اور جو اقدامات سے کام لیا گیا ہے اور آلودگی
کو روکنے کی جو تدبیریں اختیار کی گئی ہیں انہیں نہایت
انہماک و توجہ سے عمل میں لایا جا رہا ہے ۔ چونکہ تھل
پروجیکٹ کی بنیاد "باسیہ ہائی ایسوسی ایٹیڈ گیس" پر
ہے اس لئے آلودگی کا داخلی خطرہ عملاً نہ ہونے کے
برابر ہے بمقابلہ دوسرے فرٹیلائزر پلانٹس کے جن کی
بنیاد خام اشیاء، جیسے کوئلہ، نفتھا، ایل ایس ایچ ایس
وغیرہ پر ہوا کرتی ہے جن پلانٹس کی بنیاد گیس پر ہوتی ہے
وہ زیادہ صاف ہوا کرتے ہیں ۔ مزید برآں ایسوسی ایٹیڈ
گیس میں سلفر (گندھک) کی غیر موجودگی اور اس کی
بنیاد یوریا کی جگہ دوسرے نفٹ ([illegible]) پراڈکس
پر ہے ۔ اس لئے تھل فرٹیلائزر پلانٹ فضائی آلودگی
سے پاک رہے گا ۔ تھل کے فرٹیلائزر پلانٹ میں جو موجودہ
نسل کی جدید ترین ٹیکنالوجی کی ساخت و بنیاد پر بنایا گیا ہے
اندرونی ساخت سلامتی کے اصول سے کام لیا گیا ہے ۔ ہر
پلانٹ ڈیزائن ایسی بنائی گئی ہے کہ آلودگی کا معاملہ
"تھرو پولیوشن" کے مقاصد کے مطابق ہو ۔ اس کے سوائے
جدید ترین ترکیبیں، مسلسل نگہداشت پیش کرنے والے
آلات اور بہترین کنٹرول سسٹم ۔ پلانٹ ڈیزائن کا جز
ہیں اور اس میں شامل ہیں ۔ اس پلانٹ میں تیسرے
جنریشن کمپیوٹروں اور ڈاٹا لاگروں کو بھی جگہ دی گئی ہے ۔
اس وجہ سے آلودگی اگر پلانٹ سے برآمد ہوئی تو اس پر
پوری صلاحیت کے ساتھ کنٹرول قائم رہے گا ۔

تھل پروجیکٹ کے حکام کا کہنا ہے کہ وہ نقشوں
کے ان تمام خطوط پر پوری شدت سے عمل کر رہے ہیں
جو مہاراشٹر پریونشن آف واٹر پولیوشن بورڈ کے
"نو آبجیکشن سرٹیفکیٹ" مورخہ ۱۳-۱۲-۱۹۷۸ میں
مذکور ہیں ۔ اس لئے تھل پلانٹ کی چمنیوں اور تمام ذرائع
سے نکلنے والے دھوئیں کی مقدار ۸ ٹن یومیہ سے زیادہ
نہیں ہوگی اور ۱۸ ٹن یا اس کے آس پاس یومیہ ہوگی
اگر برانڈس میں کوئلہ استعمال کیا گیا ۔ اسی طرح آلودہ پانی
جو معالجہ کے بعد بہا دیا جائے گا ۔ یہ مائع کی آلودگی
کی وہ سطحیں ہیں جنہیں ایم ۔ پی ۔ ڈبلیو ۔ پی نے
تھل فرٹیلائزر پروجیکٹ کے لئے مقرر فرمایا ہے اور ہمارے
سیالات کی نکاسی اور دھوؤں کے اخراج کی مقداریں
مقررہ حدود سے کہیں کم ہوگی ۔ تھل کے حکام پورے اطمینان
کے ساتھ ان باتوں کا اعادہ کرتے ہیں ۔

صفحہ ... سے آگے

ذاتی روزگار اور پیشوں سے سوشلزم کی طرف

قطار میں کھڑا رہنا پڑتا ہے ۔ اجارہ داری رکھنے والے کارخانے کے
مالک صنعت کار کو چیلنج کرنے والا اور کامگار یونین اور سنگھ
کے مقابل ذاتی روزگار دار محنت و مشقت کرنے والے با مقصد
سوشلسٹ کی مدد کیسے کی جانی چاہئے ۔ اس کی مناسب وضاحت
ضروری ہے ۔

ذاتی روزگار کرنے والے اداروں، فرموں یا کمپنیوں
میں کام کرنے والے کسی خاندان کے لوگ اور ان کے ہمراہ فرم
مذکور میں کام کرنے والے چند دوسرے لوگوں کا بڑے کارخانہ
مالکوں اور دوسرے جماعتی طور پر کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ
لین دین کے عمل اور ردِ عمل سے باہمی تعلقات و روابط میں
اضافہ ہوتا ہے ۔ کارخانہ دار اپنا مال انہیں کے ہاتھوں فروخت
کرتے ہیں ۔ پھر یہ مال عموماً غریب اور درمیانہ درجہ کے لوگ خریدتے
اور استعمال کرتے ہیں ۔ ضرورت کے مطابق انہیں تجارتی بینکوں
سے رقمیں ملتی ہیں ۔ اس طرح بینک ملازمین کے ساتھ بھی ان کے
تعلقات قائم ہو جاتے ہیں ۔ ہمیں فکر یہ کرنی چاہئے کہ جماعتی روپ
میں اور باہمی روابط کے ساتھ یوں مل کر کام کرنے والوں کے ذریعے
ذاتی روزگار کرنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے ۔ ہم ان جماعتوں سے
بلکہ کارخانہ داروں کے "چیمبر آف کامرس" سے بھی اوپر مذکور باتوں
کی بابت گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ سماجی امور سے دلچسپی لینے والے
نامہ نگاروں، مراسلہ نویسوں، مدیروں اور سماجی کارکنوں کو اوپر مذکورہ کاروباری امور
کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے امید ہے کہ فائدہ بخش ثابت ہوگا ۔

ترجمہ مراٹھی سے: عبدالہادی محوی

حیات وارثی
باغ انوار، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳ (یوپی)

نغمۂ اتحاد

اے مرے ہندوستاں، میرے چمن، میرے وطن، تجھ کو سلام

شیو کی دھرتی، رام کے آنگن، کنھیا کے چمن
نانک و چشتیؒ کے مسکن، حاجی وارث کے وطن
تجھ کو ارپت سنیہہ کی مالا، عقیدت کے سمن
اے مرے ہندوستان تجھ کو سلام

تیرے دامن میں ہے گیتا، اپنشد، وید اور پران
نور ہے قرآن کا، انجیل و گرو بانی کی شان
قومی یک جہتی کے مرکز، ایکتا کا بانکپن
اے مرے ہندوستان تجھ کو سلام

تو ہے گلشن اور تیرے سارے صوبے کیاریاں
مختلف قوموں کی دھرموں کی جہاں گلکاریاں
تو ہے تہذیبوں کا سنگم، تو زبانوں کا چمن
اے مرے ہندوستاں تجھ کو سلام

مرکزِ نورانیت ہے گیان کا بھنڈار ہے
نادر ہے سنسار سارا اور تو تہوار ہے
رشیوں، منیوں، صوفیوں سنتوں کے پاکیزہ وطن
اے مرے ہندوستاں تجھ کو سلام

تجھ میں انس اور یہ مادیت کا حسنِ لازوال
مختلف قوموں نے مل کر تجھ کو بخشا ہے کمال
تو ہے ماتا کا مندر، علم و فن کی انجمن
اے مرے ہندوستان
میرے چمن،
میرے وطن،
تجھ کو سلام،

ڈاکٹر نایاب لکھنوی
روم نمبر ۴۹/۲۴۸ - ساتویں لائن۔ نیا پورہ
مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

غزل

آنکھیں کھلیں تو جلتے ہوئے گھر بہت ملے
ہم کو لہو لہان سے منظر بہت ملے

آنکھیں مکان کی طرح ویران نہ ہو سکیں
ان وادیوں میں خواب کے لشکر بہت ملے

محرومیوں کی دھوپ کا عالم نہ پوچھئے
ہم کو بکھرتے ٹوٹتے پیکر بہت ملے

ہونٹوں پہ زخم تشنگی شاداب ہی رہا
ہر چند اس سفر میں سمندر بہت ملے

آیا تھا لے کے آئینہ کاسے کے ساتھ ساتھ
بستی میں اک فقیر کو پتھر بہت ملے

موتی سی آب رکھتا ہے جن کا ہر اک سخن
گمنامیوں میں ایسے سخنور بہت ملے

کب سے مقیم ہے یہاں نایاب موجِ خوں
اس شہرِ بے اماں میں تو خنجر بہت ملے

سروشِ یزدانی
پوسٹ امڑاپور ۴۴۴۳۰۱
براہ کھام گاؤں۔ ضلع بلڈانہ

جنگ کتابِ عصر کا بابِ حزیں — جنگ مشیت سے مذاقِ شرمگیں
جنگ ادراک و خرد کے منہ پہ دھول — جنگ ضبط و نظم کا جابر اصول
جنگ خوں گشتہ رجز خوانی کا کیف — جنگ سازِ جبر کی مضرابِ سیف
جنگ اہلِ دل کی چشمِ خوں فشاں — جنگ تصویرِ الم کف در دہاں
جنگ تاروں پر سیاہی کا غلاف — جنگ میں مولودِ گل آئیں خلاف
جنگ طبلِ ابرِ باراں کا سم — جنگ مطرب کی صدائے کالعدم
جنگ فکر و فن کی دستارِ کشین — جنگ شیریں زہر در جامِ لطیف
جنگ دنیا کے گریباں پر ... — جنگ نوحہ خوانِ جہاں میں نغمہ جو
جنگ ہوش و گریباں کی بازیگری — جنگ ہے مخلوق کی بے چہرگی
جنگ میں سیات ہیں احرام پوش — جنگ میں ہر بت شکن ہے بت فروش
جنگ میں ہے روشنی ظلمت مآب — جنگ جنت میں جہنم کا عذاب
جنگ میں گفتار کے غازی تمام — جنگ میں کردار ناقص ذوقِ خام
جنگ ارضِ لابہ ایوانِ طرب — جنگ میں جذبہ انا نغمہ بہ لب
جنگ میں ابلیتِ یزداں شکار — جنگ میں ہر راستی اہمالِ کار
جنگ سے میلا سویروں کا جمال — جنگ میں شامیں دکھی راتیں نڈھال
جنگ کی مے کیلئے پتھر کے جام — جنگ کی نے کیلئے نغمہ حرام
جنگ شیروں میں رمِ آہو کی خو — جنگ میں شاہین ہے کنجشک رو
جنگ اربابِ سیاست کا خروش — جنگ میں ہر صلح جو شمشیر بگوش
جنگ اُجالوں کا بطن در اقتباس — جنگ باطن میں اندھیروں کی سپاس
جنگ اول تا بہ آخر اضطراب — جنگ ہیبت یافتہ مخدوش خواب
جنگ میں زنداں ہے گھر، ہر رہ صلیب — جنگ میں مقتل حرم، ہمدم، رقیب
جنگ نے چھینی ہے حرفوں سے مٹھاس — جنگ نے نوچا ہے لفظوں کا لباس
جنگ خنجر در بغل آفت خرام — جنگ دنیا کے لئے برص و جذام
جنگ نخوت اور کدورت سے کلام — جنگ ذہنوں میں گناہوں کا قیام

جنگ میں ہے تلخ مشروبِ حیات۔
جنگ میں مجروح عروسِ کائنات

اندر جیت لال
[illegible]
[illegible]

میری نظر میں تُو کہ ترا نام روشنی
تو میری آرزو کہ ترا نام روشنی

پروانگی سرشت تری جلوہ گاہ میں
تو میرے روبرو کہ ترا نام روشنی

تجھ سے رہا جو دُور اندھیرے میں گُم رہا
روشن جمال تو کہ ترا نام روشنی

تیری تلاش کیسے کروں خود میں کھو گیا
ہے تیری جستجو کہ ترا نام روشنی

تو میرے دل کی دھڑکنوں [illegible]
تو رتِ آرزو کہ ترا نام روشنی

جلووں کی چاندنی میں نہائی ہوئی نظر
کرتی ہے گفتگو کہ ترا نام روشنی

ظلمت گزیدہ شہر میں صحرا میں [illegible]
تو ہے چار سو کہ ترا نام روشنی

* ڈاکٹر رخ زماں انصاری
اکیڈمک آفیسر
ڈپارٹمنٹ آف فارن لنگویجز،
نیشنل ڈیفنس اکیڈمی۔ کھڑک واسلہ۔

سُنا ہے ظلم کا سورج جہاں بھی چمکے گا
ہر ایک آدمی سائے کی طرح سمٹے گا

بدن پہ کوئی قبا دیر تک نہیں رہتی
وہ رات ہوتے ہی اپنا لباس بدلے گا

بہاؤ شہر کی چوٹی سے کوئی بھی چشمہ
غریبِ شہر بہرحال تشنہ ترسے گا

لہولہان ہوا ہوں میں لب ہلانے پر
مرے سوال کا کوئی جواب کیا دے گا

دوا نہ دے گا مرض کی فقط وہ زخموں پر
ہنسی میں ٹال کے مرہم سا کچھ لگا دے گا

لبوں کو چوم کے اُترے گا روح میں تیری
قبا کا اُس کی کسی دن حصار ٹوٹے گا

ٹھہر سکے گا نہ موسم کوئی بدن پہ مرے
درخت ہوں مرا اکثر لباس اُترے گا

لگا کے آگ تماشا نہ دیکھ پاؤ گے
ہوا کے ساتھ شراروں کا ہاتھ لپکے گا

وہ جا رہا ہے تو کیا دیکھنا زماںؔ اک دن
وہ میری سمت مڑے گا کرم سے دیکھے گا

رازداں امان اللہ
محلہ آغا دریا خاں
گاندھی نگر۔ بستی (یوپی)

اضطراب آہستہ آہستہ مقدر ہو گیا
وہ ملا جب، وادیٔ دل میں خلش سی بو گیا

اُس نگاہِ التفات آمیز کی شبنم میں دل
جس قدر آلودہ ہونا چاہیے تھا ہو گیا

کیا کوئی نافذ کرے تعزیرِ جرمِ قتل کی
رقصِ بسمل میں مرا قاتل بھی شامل ہو گیا

شوخیٔ موجِ تغافل کا ترے سیلِ رواں
آنسوؤں سے جو لکھا میں نے وہ نامہ دھو گیا

تیرے لب تیری نگاہوں کے تبسم کے نثار
میری حالت پہ جو آیا چارہ گر سو رو گیا

کروٹیں لیتے رہے آنکھوں میں جانے کتنے خواب
رازداںؔ اچھا رہا ہم سے، جو غافل سو گیا

تبصرہ نگار: فصیح اکمل

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں آنا لازمی ہے۔

نام کتاب: ابرِ سفید (شعری مجموعہ)
شاعر: رباب رشیدی
صفحات: دو سو ساٹھ ۲۶۰

ملنے کا پتہ: ۶۵۔ تارین، شاہجہانپور

رباب رشیدی کا یہ پہلا مجموعہ ہے جو فخرالدین علی احمد میموریل سوسائٹی لکھنؤ کے مالی تعاون سے شائع ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں غزلیں اور رباعیات ہی نہیں، نعتیں اور کچھ نعتیہ رباعیات بھی شامل ہیں۔
شاعر کا تعلق غزل کی روایت کے اس سلسلے سے ہے جو مرزا حاتم، سودا، ذوق، اور داغ سے ہوتا ہوا افضل الشعراء استاد شبیل رامپوری تک آیا پھر رباب رشیدی نے اس سلسلہ میں اپنے افکار کے پھول کھلائے ہیں ؎

ہے ذہن میں گذرتے ہوئے برسوں کا حساب
جب پھول مہکتے ہیں، مہکتی ہے کتاب

اسی معاملہ کو انھوں نے منظوم دیباچہ کی صورت دی ہے ؎

کتنے ہی طرب خانوں سے ہو آیا ہوں
آتے ہوئے کچھ پھول اٹھا لایا ہوں
ویسے تو کڑی دھوپ میں تپنے والا
ٹوٹی ہوئی دیوار کا اک سایا ہوں

لب و لہجے میں نہ غیر مانوس، مصنوعی جدیدیت ہے اور نہ فیشن پرستی میں اپنی چال بھول جانے کا معاملہ، یہ ایک ایسے شاعر کا مجموعہ ہے جس نے زندگی کی مختلف کیفیات اور رنگوں کو اپنے الفاظ میں سمونے کی فنکارانہ کوشش کی ہے۔
عام طور سے ادھر کئی برسوں سے جو مجموعے منظر عام پر آئے ہیں ان میں نعتیہ شاعری کے اتنے گلہائے عقیدت نظر نہیں آتے جتنے ابرِ سفید میں شامل ہیں ؎

سرکار کے حدودِ نبوت میں ہی رہوں
ہاں وہ سخن جو تجھ کو مرا اعتبار دے

جیسے میں اک چراغ اور مدینے کا طواف
ذہن میں ایسے ہی منظر سرِ شام آتے ہیں

موسمِ گل میں درود کی مہک کیا کہنا
بات بہتر ہو تو ماحول بھی بہتر چاہیے

وہ عالم راستوں کا ہو گیا ہے اب بجز اُن کے
جہاں میں کچھ کسی کی رہبری سے ہو نہیں سکتا

عمر کی پینتالیسویں (۴۵) منزل سے گذرتے ہوئے شاعر کے سامنے گذشتہ زندگی کے اوراق کی کہانی در کہانی پھیلے ہوئے ہیں، وہ اپنی محویت میں ایک رفتار سے چلا جا رہا ہے۔ نہ اسے زمانے کی کج روی کا شکوہ ہے، نہ اپنی محرومیوں کا، وہ ان سارے اوراق کو منزل منزل رکھتا جاتا ہے تاکہ ان میں لکھی کہانیاں آنے والی پیڑھی کی توجہ مبذول کرا سکیں ؎

ملے ہیں زخم تو پھر یہ چراغ بن جائیں
دئے ہیں لفظ تو ان میں اثر دیا جائے

تمام عمر جلاؤں چراغ رستے میں
تمام عمر امیدوں سے واسطہ رکھوں

فاصلے کچھ بھی نہیں کوئی اگر ساتھ رہے
راستوں نے یہی احساس دلایا ہے مجھے

اب جو کترا کے اُجالے سے ہے جانے والا
یہ بھی ہوگا کوئی ماحول سجانے والا

وہ صدائیں جو مجھ سے روٹھ گئیں
راستوں میں بھٹک رہی ہیں ابھی

میرا دل ہے انھیں مرجھائے ہوئے غنچوں میں
جن کو چھوتے ہوئے اب دستِ صبا لرزے ہے

ہونٹوں پہ تھی دُعا رہے انسانیت کی لاج
پتھر پڑا تو خود ہی لہو میں نہا گئے

راستے میں ہمارا کھو جانا ؛ درسِ عبرت ہے ہمسفر کیلئے

جنوں نہیں تھا جلائیں جو اَن گنت شمعیں
ہوا کا زور بھی تو کچھ نہ کچھ گھٹانا تھا

کبھی کبھی مجھے خود پر ہنسی بھی آتی ہے
جو کچھ دنوں سے پرکھنے لگا ہوں خوابوں کو

کوئی آندھی کہ بجھا دے یہ چراغوں کی قطار
ذہن میں جلتے ہیں اور گھر میں دھواں ہوتا ہے

ہنسنے والو رُت بدلنے دو ذرا ؛ بازوؤں میں ایک پتھر اور ہے
یہ مرا شہر کہ مشہور ہے اک مدت سے
سخت لہجے کے لئے، تلخ جوابوں کیلئے

میں نے اتنے اشعار صرف اسلئے "ابرِ سفید" سے یہاں انتخاب کئے ہیں کہ رباب رشیدی کے اسلوب، اور ان کے زاویۂ نظر کی وضاحت ہو سکے، اور یہ بھی اندازہ ہو کہ اتنے خوبصورت بیانیہ کے ساتھ غزل کے آداب کو برتنے والے اب کم ہی شاعرہ گئے ہیں۔ یہ ریاضت اور فن کے لئے اپنی پوری زندگی کسی نام و نمود کی خواہش کے بغیر صرف کر دینا معمولی دل گردے کا کام نہیں ہے، اس کے لئے مستقل اداسی کو اپنی "رگِ جاں" سے قریب کر کے بھی مسکرانے کا حوصلہ برقرار رکھنا پڑتا ہے۔

اچھی رباعیات ایک زمانے سے نہیں کہی جا رہی ہیں اور یہ صنف زوال آشنا ہے۔ اس کے لئے جس جگر سوزی کی ضرورت ہے وہ اب نئے شاعروں میں خال خال نظر آتی ہے۔ رباب رشیدی نے اس مجموعہ میں جو رباعیات شامل کی ہیں وہ اس بات کی غماز ہیں کہ ان کو اس فن پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ پہلے ایک نعتیہ رباعی ؂

یٰسین و طٰہٰ، مرے سرکار کے نام
آقا کے لقب ہیں، وبانئ دینِ اسلام
ساری ہی وضاحتیں اشاروں میں ہیں
نبیوں کے امام، قاب قوسین مقام

اور کچھ خوبصورت رباعیات:

دانستہ جو کھائی گئیں باتیں ایسی
پہلے ہی سے جو کھل گئیں گھاتیں ایسی
اب میرے لئے کتنی اہم کتنی عزیز
چھوٹی چھوٹی بہت سی باتیں ایسی

بے روح ستائش کے لئے آتے ہیں
موہوم سی خواہش کے لئے آتے ہیں
تنہائی میں خوں اپنا جلانے والے
محفل میں نمائش کے لئے آتے ہیں

افکار و مسائل کو بھلا کر سو جاؤ
جلتی ہوئی شمعوں کو بجھا کر سو جاؤ
تارے نہ گنو، صبح کو پھر اٹھنا ہے
بیدار خیالوں کو سلا کر سو جاؤ

نیند آتی تھی، کانٹوں پہ بھی سو لیتے تھے
اور خوابوں کو پھولوں سا پرو لیتے تھے
ہم سے تو بہت اچھے تھے پہلے والے
گھٹتے نہ تھے، جی کھول کے رو لیتے تھے

شاباش! انسپکٹر زینڈے

انسپکٹر زینڈے اور پولس افسران اور ان کے دیگر معاونین ۔ وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان، وزیر مملکت برائے مالیات شری سوشیل کمار شندے ۔ وزیر مملکت برائے داخلہ شری جے۔ بی ڈھماجن ۔ انسپکٹر جنرل آف پولس شری سُریہ کانت اور بمبئی کے پولس کمشنر شری ڈی۔ ایس سومن کے ساتھ۔

چارلس شوبھراج اور اس کا ایک ساتھی ڈیوڈ ہال، جو تہاڑ جیل دہلی سے ۱۶ر مارچ کو فرار کے بعد ملک بھر میں پھیلائے ہوئے پولس کے جال سے ۱۸ دنوں تک بچتے رہے، بالآخر ۶ر اپریل کی رات کو بمبئی سے گئے ہوئے ایک پولس دستے کے ہاتھوں گوا میں ایک شراب خانہ میں گرفتار کر لئے گئے۔

اگری پاڑہ پولس اسٹیشن کے سینئر انسپکٹر مدھوکر زینڈے کی قیادت میں آٹھ رکنی پولس دستہ جس میں دو کانسٹبل بھی شامل تھے، نے گوا کی تمام ساحلی تفریح گاہوں کی خاک چھانی اور آخر کار ان مجرموں کا سراغ لگالیا۔

سینیئر انسپکٹر زینڈے ان پولیس افسروں میں سے ایک ہیں جنھوں نے ۱۹۷۱ء میں ایک پولیس کیس میں شوبھراج کو تاج محل ہوٹل بمبئی کے پیچھے سے گرفتار کیا تھا۔ اس وقت آپ اسسٹنٹ پولیس انسپکٹر تھے۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے بمبئی پولیس کے ان افسر کو ادر عملہ کو مبارکباد دی ہے جنھوں نے بین الاقوامی مجرم چارلس شوبھراج کو گرفتار کیا۔

مرکزی وزیر برائے داخلہ شری ارون نہرو اور وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راو چوان نے بھی بمبئی پولیس کو مبارکباد پیش کی ہے۔

شہری پولیس کے لیے یہ ایک اور طرۂ امتیاز اور اگری پاڑہ پولیس اسٹیشن مدھوکر زینڈے کے لیے ایک قابلِ فخر کارنامہ ہے۔

انھیں اس سے قبل صدر جمہوریہ کا تمغہ مل چکا ہے۔ وہ دو مرتبہ شوبھراج کو شناخت کر کے گرفتار کر چکے ہیں۔ آپ کو اور آپ کے عملے کے افراد کو اس شاندار کردار کی ادائیگی پر نقد انعامات اور توصیفی اسناد دیے جانے کا اعلان کیا ہے۔

سینیئر انسپکٹر مدھوکر زینڈے کو ۱۵ ہزار روپے انسپکٹر دشنی بی کانت اور سب انسپکٹر شری پربھاکر سالم شری آئی۔ ایس اوولک اور سدا شیو سالنکے کو دس ہزار روپے فی کس انعام دیا گیا ہے۔

بمبئی عظمیٰ میں رہائش ......

(صفحہ نمبر ۱۲ سے آگے)

بنائی گئے۔ نشان زدہ آمدنی گروپوں کے لئے زیادہ راحت بخش تجویز ہو سکتی ہے۔

مختلف حکمت عملیوں پر بھی جیسے ٹرانسپورٹ پر پیسے لگانا تاکہ آمد و رفت زیادہ جلد اور سستے داموں ہو سکے، غور کیا جائے گا لیکن اگر ہم اس معاملہ میں گہرائی تک جائیں تو معلوم ہوگا کہ ٹرانسپورٹ سسٹموں پر زیادہ سرمایہ لگانا خواہ وہ روڈ ٹرانسپورٹ کے لئے ہو یا ریل کے لئے، اپنے اندر ایک حد کا عنصر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کی سہولتیں، جو ٹرانسپورٹ کو زیادہ جلد اور سستے داموں کرنے کے لئے ہیں، جنوبی بمبئی کو اور زیادہ دلکش بنا دے گی۔ وقت آگیا ہے کہ ہم مکانات فراہمی کے انتظام کار کی حیثیت اختیار کرنے کے، مطالبہ کے انتظام کار نہیں۔ اس طرح بمبئی کے رہائشی مسئلہ کو حل کرنا اپنے اندر نہ صرف زیادہ یونٹوں کی تعمیر کیے جانے کا پہلو رکھتا ہے بلکہ اس کے کئی پہلو ہیں جو تعمیرات کو بھی نہیں کم

اول وقت ہی قابلِ استطاعت بنا دیں گے بلکہ دیرپا بنیاد پر قابلِ استطاعت بنائے رہیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس اقدام کے لیے فیصلے ان اطراف سے بھی کیے جائیں جو رہائشی مکانوں کی تعمیر کے علاوہ ہوں کیونکہ ان کا تعلق شہر کی ترقی سے ہے۔

شوقی تماپوری

زینب منزل، موگھٹ روڈ، کھنڈوہ (ایم۔پی) ۴۵۰۰۰۱

قومی راج کا "کانگریس صدسالہ جشن خصوصی نمبر" باصرہ نواز ہوا مرحبا وصد آفریں۔ آپ حضرات واقعی کیمیا گری کا فن جانتے ہیں۔ تمام مضامین معلوماتی اور بصیرت افروز ہیں۔ آر۔ کے۔ کرنجیا امان اللہ خاں، جناب علی میاں، شیخ شمیم احمد، ریاض احمد خاں اور پروفیسر م۔ خ۔ شاذلی کے مضامین محققانہ ہیں۔ میری اپنی معلومات میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ یقین جانیے ایک ہی نشست میں تمام رسالہ پڑھ ڈالا۔

گستاخی معاف! خواجہ احمد عباس صاحب کا مضمون — "جواہرلال" محض وقت گذاری کے لئے تحریر کیا گیا ہے جس میں خود اشتہاریت اور اپنے مخصوص نظریات کی تبلیغ کے سوا کچھ نہیں۔ پنڈت جواہرلال نہرو پر، اور ایسا سرسری مضمون؟ حیرت! وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کی خوبصورت تصویر کے علاوہ آپ نے خوبصورت تاریخی تصادیر حاصل کیں۔ یہ بھی کمال ہے، نادر و نایاب تصویریں ہیں۔ ایسے حسین اور کامیاب نمبر کے لئے مبارکباد قبول فرمائیے

شری راجیو گاندھی کی ذہانت، سیاسی بصیرت اور اخلاص سے مجھے جذباتی وابستگی ہے۔ ان کی ذاتِ والاصفات سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ ان کی خوبصورت تصویر دیکھکر بڑی خوشی ہوئی اللہ کرے آپ کے تمام شرکارکار بخیر و عافیت ہوں۔

★

سوز ملیح آبادی

ملیح آباد۔ لکھنو (یو۔پی) ۲۲۶۱۱۱

کانگریس کے صدسالہ جشن کا خصوصی نمبر موصول ہوا۔ مضامین میں "راجیو گاندھی — راجیو کیسے بنے؟" آر۔ کے۔ کرنجیا کا یہ مضمون حقائق پر مبنی ہے۔ اُن کے جیسا انسان اور قوتِ ارادی کا مستحکم میں نے اب تک کسی کانگریسی لیڈر میں یہ بات نہیں پائی۔ ملک کی باگ ڈور اُن کے ہاتھوں میں اس وقت سونپی گئی تھی جب ملک بحران کا زبردست شکار تھا لیکن آج انھوں نے حکمت عملی اور قوتِ ارادی دونوں حیثیت سے اپنے ملک کو مضبوط کر رکھا ہے۔

اپنے مضمون میں کرنجیا صاحب نے بالکل وہی بات لکھی ہے جو انھوں نے وزیر اعظم بننے کے بعد کی ہیں۔ اس شمارے میں ادب برائے نام نہیں ہے۔ معیاری کلام اور معیاری مضامین قومی راج کو سارے اردو کے بڑے جریدوں پر سبقت کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔

★

اوج اعظمی

خیرآباد۔ اعظم گڈھ (یوپی)

قومی راج برابر بدل رہا ہے۔ حقیقت سے چشم پوشی کون کر سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت ملک میں جو اخبارات و رسائل حکومت کی جانب سے اردو زبان میں نکل رہے ہیں، پندرہ روزہ قومی راج ہر ایک پر فوقیت رکھتا ہے۔

عام شماروں کے علاوہ قومی راج کے جو خصوصی نمبر ہوتے ہیں بلا تمثیل دستاویزی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سب کچھ اراکینِ ادارہ کی مساعیٔ جمیلہ کا ثمرہ ہیں جس کے لئے آپ سب ہی حضرات لائق صد تحسین و آفریں ہیں مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

سعادت علی قریشی، ایم۔اے (عثمانیہ)

۴/۸۶۵—۱—۲۳۔ مغل پورہ۔ حیدرآباد (اے۔پی) ۵۰۰۰۰۲

جس طرح آپ نے قومی راج کے معیار کو بامِ عروج پر پہونچایا ہے لائقِ تحسین ہے۔ مضامین کے سلسلہ میں آپ کا انتخاب قابلِ صد ستائش ہے۔ بلاشبہ ہر مضمون لب ولہجہ اور اسلوبِ نگارش میں اپنی مثال آپ اور انفرادیت کا حامل رہتا ہے۔

★

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS, PUNE-1986

راجرام بھاؤ کدم، "رادھا دیکس" (گوندھڑا) پیش کرتے ہوئے

ایک جڑا اوڈیا جوڑا

2 6 JUN 1986

قومی راج

۲۵ مئی ۱۹۸۶ء 25/5/86

اسلامی

افتتاحیہ تقریبات

جلد ۱۳ شمارہ ۱۰ ۲۵ مئی ۱۹۸۶

قومی راج

انگریزی، مراٹھی، ہندی، گجراتی، سندھی اور اردو زبان میں
ہر ماہ کی ۱۰ اور ۲۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے
سالانہ دس روپے ؛ قیمت فی کاپی : ۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر : پی۔ اے۔ مانے
مینیجنگ ایڈیٹر : ریاض احمد خاں
ایڈیٹر : فیروزہ فیاض خان
سب ایڈیٹر : عبداللہ

شرح خریداری

سالانہ	دس روپے
۲ سال کے لئے	بیس روپے
۳ سال کے لئے	ستائیس روپے
۴ سال کے لئے	چھتیس روپے
اور	
۵ سال کے لئے	پینتالیس روپے

ترسیل زر کا پتہ :

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
بیرک ۱۹، مقابل سروجی بلڈنگ
نزد منترالیہ۔ بمبئی نمبر ۴۰۰۰۲۹
فون نمبر ۲۰۲۰۱۵۳

اس شمارے میں

صفحہ نمبر

وزیراعلیٰ شری چوان

مہاراشٹر ملک کیلئے تعلیمی تجربہ گاہ کی خدمت انجام دینے کا خواہاں ہے

وزیراعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے وزیراعظم کو یقین دلایا کہ ۲۱ ویں صدی میں قدم رکھنے پر مہاراشٹر دلی خلوص اور پوری مضبوطی کے ساتھ مقاصد کے لئے خود کو وقف کردینے کا عزم رکھتے ہوئے، ان کے ہمراہ ہوگا تاکہ ملک کے لئے تعلیمی تجربہ گاہ کا کام انجام دے۔

قومی ترقیاتی کونسل کی میٹنگ میں، نئی تعلیمی پالیسی پر ۲۹ راپریل کو نئی دہلی میں تقریر کرتے ہوئے شری چوان نے بالخصوص تعلیم کی ترقی کے لئے مختلف قسم کے ٹیکسوں اور سرچارج کے عائد کرنے کی صلاح دی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ریاستی سطح پر فنانس کارپوریشن کی ایک اسکول کی تعمیر، مرکزی حکومت کی تائید سے، نیز ایل۔ آئی۔ سی، بینکوں اور ھڈکو جیسے اداروں کی مدد سے وسائل کے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوگی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم، اعلیٰ تعلیم کے لئے سماجی عطیوں اور تعلیمی فیس کے ذریعہ کافی رقوم حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح صنعتیں اور ترقیاتی محکمے تعلیم کی ترقی میں نہایت اہم رول ادا کرسکتے ہیں۔

وزیراعلیٰ نے ہرباشندے کو تعلیم یافتہ بنانے کے مقصد کے تحت رائے دی کہ ہر پرائمری اسکول کے ساتھ ایک سال کے لئے "ایک مرکز قبل از اسکولی تعلیم" ملحق کیا جانا چاہیئے۔ اسی طرح وہ اسکول میں جہاں صرف ایک ٹیچر ہو، انھیں متعدد ٹیچروں والے اسکول بنادیا جانا چاہیے۔ ان مقامات پر مرکزی رہائشی اسکول شروع کئے جانے چاہئیں جہاں آبادی کم اور منتشر ہو اور جن آبادیوں کے لوگ صنعتی اور ان سے تعلق والے پیشوں میں لگے ہوئے ہوں۔ وہاں "متحرک اسکول" کا انتظام کیا جانا چاہیے۔

اعلیٰ تعلیم پر تقریر کرتے ہوئے شری چوان نے زور دیکر کہا کہ اس قسم کی تعلیم، سماجی ضرورتوں کے لحاظ سے اور سماج کی ذمہ داریوں پر دی جانی چاہیئے۔

غیر تعلیم یافتہ بالغوں کو تعلیم یافتہ بنانا بہت بڑا کام ہے اور اس کیلئے متعدد طریقے اختیار کرنے ہوں گے تب کہیں ۱۹۹۰ء تک خاطرخواہ نشانہ تک پہنچا جاسکے گا۔ اس کام کے لئے این ایس ایس رضاکاروں، دوسرے کالجوں کے طالبعلموں اور منظم بلکہ غیر منظم سیکٹروں میں ملازم رکھنے والوں کی خدمات حاصل کرنی ہوں گی اور اگر ضرورت ہوئی تو اس باب میں قوانین بھی بنانے ہوں گے۔ شری چوان نے مزید فرمایا کہ پنچایت راج سے مختلف اداروں اور رضاکار تنظیموں اور ایجنسیوں کی خدمات سے بھی تعلیم بالغان کے پروگراموں کو تقویت دینے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

شری چوان نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ جن گروہوں کا نشانہ مقرر ہے جیسے درج فہرست جاتیاں اور قبائل کے بچے اور بالخصوص لڑکیاں، جن کی طرف بیش از بیش توجہ اور فوری عمل کرنا ضروری ہے۔

وزیراعلیٰ نے پیشہ وارانہ ڈھنگ سے تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہر سطح پر اسے بھی تعلیم کا جزو صحیح بنانا ضروری ہے تاکہ

تعلیم کا مقصد پورا ہوا اور اس کے لیے اس خالی جگہ کو پُر کرنا ہوگا جو دنیائے تعلیم اور دنیائے پیشہ کے درمیان پیدا ہوگا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ پیشہ ورانہ تعلیم کو پیشوں سے حاصل شدہ تجربات کی بنیاد پر شروع کیا جانا چاہیے اور ماہرانہ علوم کی تعلیم ثانوی سطح پر ہاتھ میں لی جانی چاہیے۔ انھوں نے عملی مہارت کو ترقی دینے پر خاص زور دیا اور اس سلسلے میں انھوں نے خاص نصاب جو صنعتی نیز زراعتی مہارتوں پر مبنی ہوں اور دیہی، شہری اور قبائلیوں کے لیے کارآمد ہوں، ترتیب دینے کی صلاح دی۔

شری چوان نے پیداواری نشو و نما کے لیے ٹیکنیکی تعلیم کے لیے اہم رول کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ ٹیکنیکی تعلیم کو صنعت کے ساتھ شریک اور مربوط کر کے ترقی دینے پر زور دیا اور اسی طرح اداروں اور صنعتوں کے مابین داخلی روابط کے ذریعے بڑھانے کی طرف اشارہ کیا تاکہ ہر دو کی ترقی، ملکی ترقی کے ہم پلہ ہو۔ آپ نے اطلاعاً کہا کہ ریاست کا یہ منصوبہ ہے کہ انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور ڈپلوما کی سطح پر ۸۷-۱۹۸۶ء سے الیکٹرانک اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں ٹریننگ دی جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ریاستی حکومت کوکن میں ٹیکنالوجیکل یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم کو فروغ دینے کے بارے میں ریاستی کوششوں کی اطلاع دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے ساوتری بائی پھلے فاسٹر پیرنٹ (تعلیمی والدین) اسکیم کا ذکر کیا جس کے تحت معاشی طور پر کمزور خاندان کی لڑکی کو ہر ماہ ۲۵ روپیہ نقداً یا نوعاً مدد دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر لے اور فرمایا کہ تاحال تقریباً ۴ر۱۱ لاکھ لڑکیاں اس رضاکارانہ سماجی مدد کے ذریعے فیضیاب ہو چکی ہیں۔ ریاست نے لڑکیوں کے لیے مفت تعلیم کو بارہویں کلاس تک بڑھا دیا ہے اور تعلقہ واری سطح پر لڑکیوں کے ہوسٹل کی اسکیم بھی جاری کر دی گئی ہے۔

آخر میں وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ:

آبادی کے جوانوں میں بے روزگاری کے سبب ناامیدی کی سی لہر، زبردست غریبی اور سماج کی بدلتی ہوئی صورت حال جو سائنس کی اور ٹیکنالوجی کی دنیا بھر میں روز افزوں ترقی کا نتیجہ ہے، بعض ایسے اہم مسائل ہیں جو ہمارے لیے فوری طور پر حل طلب ہیں۔

اے خوشا بختی نصیب ہما

ہندوستان کے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی

عمر ۴۲ سال شری راجیو گاندھی ہندستان کے سب سے کم عمر وزیر اعظم ہیں اور غالباً ساری دنیا کے چنے گئے اعلیٰ ترین عہدہ دارانِ حکومت میں جوان ترین۔ آپ کی والدہ محترمہ شریمتی اندرا گاندھی اس وقت آپ سے آٹھ سال عمر میں بڑی تھیں جب وہ ۱۹۶۶ء میں وزیر اعظم کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئی تھیں آپ کے جلیل القدر نانا جواہر لال نہرو کی عمر ۵۸ سال تھی جس وقت انھوں نے ہندوستان کے وزیر اعظم کی حیثیت سے اس عالیشان عہدے کو رونق بخشی تھی اور ۱۷ برسوں تک اس منصب کو اپنی بے مثل صلاحیتوں سے مفتخر فرماتے رہے ——————

دلنشیں آغازِ سیاست

ہندستان کی ایک نسل کی تبدیلی کے نشان بردار ہونے کے علاوہ شری گاندھی کو قوموں کی تاریخ میں سب سے زیادہ کثرت رائے سے ہندوستان کی سیاسی رہنمائی کے لئے انتخاب فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ہندستانی پارلیمنٹ۔ لوک سبھا نے آپ کو براہ راست اس انتخاب میں چنا جس کا حکم انھوں نے اپنی مقتولہ ماں کے مرگ کے اختتام کے فوراً بعد ہی صادر فرمایا تھا۔ آپ کی پارٹی کانگریس کو نسبتاً اتنے زیادہ ووٹ ملے تھے کہ گذشتہ سات مرتبہ کے عام انتخابات میں اتنی تعداد میں کسی کو عوام کے اتنے ووٹ نہیں ملے تھے یعنی ۵۰۸ نشستوں میں سے ۴۰۱ نشستیں جو ایک ریکارڈ ہے

اتنا دلنشیں آغاز یعنی ۷۰ کروڑ ہندستانیوں کا لیڈر چنا جانا کسی بھی زاویۂ نگاہ سے نہایت نمایاں، نہایت بلند بات ہے۔ پھر مزید حیرت اس امر پر ہے کہ شری گاندھی سیاست میں کافی تاخیر سے اور بادلِ ناخواستہ' داخل ہوئے تھے باوجودیکہ آپ کے خاندان میں چار نسلوں سے سیاست رچی بسی ہوئی تھی اور اس خاندان نے ہندستانی سیاست کے نہایت طوفان خیز دور میں ملک کی خدمت اور رہنمائی کی تھی۔

آپ ۲۰ اگست ۱۹۴۴ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے تھے آپ صرف تین برس کے تھے جب ہندستان کو آزادی ملی اور

ا وزیر اعظم ہوئے۔ تب آپ کے والدین لکھنؤ سے
ہو گئے۔ آپ کے والد بزرگوار فیروز گاندھی پارلیمنٹ
ممبر تھے اور بہ لحاظ نڈر اور سخت کوشش رکن پارلیمنٹ
اور مشہور تھے۔

جیو گاندھی نے بچپن اپنے نانا کے یہاں تین مورتی
لذارا جہاں اندرا گاندھی اپنے والد جواہر لال نہرو کے
کے وزیر اعظم کے میزبان کے بطور خدمت کیا کرتی تھیں۔
رھنے کے لئے وہ دہرادون کے ویلہام ابتدائی اسکول
رجلد ہی وہاں سے رہائشی اسکول ڈون میں منتقل
رہ ہمالیہ کے دامن میں ہے۔ یہاں انھوں نے بہتوں
ا بہ حیات دوستی اختیار کی۔ آپ کے چھوٹے بھائی سنجے
ب کے ہمراہ تھے۔

ول چھوڑنے کے بعد شری گاندھی ٹرینیٹی کالج کیمبرج
گئے لیکن کافی جلد وہاں سے امپیریل کالج لندن
گئے۔ آپ نے میکانیکل اسکول کا ایک کورس بھی کیا
پ کو امتحان کے لئے رٹنے سے دلچسپی نہیں تھی
بعد میں کہا کرتے تھے۔
وقت یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ذریعۂ معاش کے
و سیاست سے دلچسپی نہیں تھی۔ آپ کے ہم
بقول آپ کی کتابوں کی الماریوں میں سائنس اور
کی کتابوں کی جلدیں قطار در قطار ہوا کرتی تھیں اور
ی تو فلاسفی، سیاسیات یا تاریخ سے متعلق کتابیں
زوں سے آپ کو دلچسپی تھی ان میں موسیقی کو فوقیت
آپ کو مغربی اور کلاسیکی ہندستانی موسیقی نیز
ی پسند ہے۔ ان کے سوا جن دوسری باتوں سے
کھتے ہیں ان میں فوٹو گرافی اور ریڈیو شامل ہیں۔
ائی جہازوں کی پرواز سے ہمیشہ آپ کو سب سے
یپی رہی ہے۔ تب ہی تو انگلستان سے واپسی کے
بہت جلد دہلی فلائنگ کلب کا امتحان پاس کر لیا
لیاروں کے پائلٹ کا لائسنس حاصل کرنے پر توجہ
رجلد ہی انڈین ایر لائن میں پائلٹ بن گئے جو
کا قومی ادارہ ہے۔

اسی دوران کیمبرج میں آپ کی ملاقات ایک دلکش اطالوی لڑکی سونیا مائنو سے ہو گئی جو وہاں انگریزی پڑھ رہی تھی۔ ان دونوں کی شادی نئی دہلی میں ۱۹۶۸ء میں ہو گئی۔ یہ دونوں اپنے دو بچوں یعنی لڑکا راہل اور لڑکی پریانکا کے ساتھ نئی دہلی میں اندرا گاندھی کی رہائش گاہ میں رہتے تھے۔ ان کی زندگی بالکل الگ تھلگ تھی اگرچہ ارد گرد سیاسی سرگرمیوں کی چہل پہل اور شور و غوغا کی بہتات تھی۔

لیکن ۱۹۸۰ء میں ایک طیارے کے حادثے میں سنجے کی موت نے تمام رجحانات کو بدل دیا۔ تب مسٹر گاندھی پر سیاست میں داخل ہونے کے لئے زور ڈالا گیا تاکہ وہ اپنی ماں کی مدد کر سکیں۔ پھر بہت سے داخلی اور خارجی امور نے انھیں اپنے گھیرے میں لینا شروع کیا۔ انھوں نے ابتدا میں ان سب کو روکنے کی کوشش کی لیکن آخر میں تمام منطق، کلام اور دلائل کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ یہ صرف ساڑھے تین برس پہلے کی بات ہے۔ لوک سبھا کے لئے ایک ضمنی انتخاب میں آپ جیت گئے۔ یہ جگہ آپ کے بھائی کی موت کے سبب یوپی کے حلقۂ انتخاب امیٹھی میں خالی ہوئی تھی۔ پچھلے عام انتخاب میں اسی حلقۂ انتخاب سے آپ اتنی زبردست کثرت رائے سے منتخب ہوئے کہ وہ ایک قومی ریکارڈ بن گیا۔

نکھرے گا ترے حسن قیادت کا صنم اور

۱۹۸۲ء میں ہندستان ایشیائی کھیلوں کا میزبان تھا۔ اس کے لئے برسوں پہلے بات دے دی گئی تھی۔ لیکن ۱۹۸۰ء میں میں جب مسز گاندھی شریمتی اندرا گاندھی کو اقتدار حاصل ہوا اس وقت تک کھیلوں کو کے اسٹیڈیموں اور دوسری تعمیرات پر مستقل کوئی توجہ دی گئی تھی۔ شری گاندھی کو ان سب امور کو وقت کے اندر ہی پورا کرنے کا کام سونپا گیا تاکہ اس بات کا یقین دلایا جا سکے کہ تمام کھیل بغیر کسی لیت و لعل یا نقص و رکاوٹ کے وقت پر شروع ہوں گے۔ اس انتہائی زبردست ذمہ داری کو بہترین طور پر پورا کرنے کے لئے انھوں نے اپنی فطری اور وجدانی صلاحیت کا اظہار کیا اور اس کام کو نہایت عمدگی اور قابل تعریف اشتراک عمل کے ساتھ انجام دیا۔ ساتھ ہی بحیثیت کانگریس کے جنرل

سیکریٹری کے آپ نے پارٹی کی تنظیم اور حسنِ کارکے ذریعے اسے روشنی میں لانے کی نہایت انہماک کے ساتھ کوشش کی۔ یہ سب اور دیگر صلاحیتیں ان سے زیادہ سخت اور آزمائشی دور میں، وقت آنے پر پرکھی جانے والی تھیں۔

یہ مشکل کوئی اور، وزیر اعظم کی اور کانگریس کے صدر کی حیثیت سے، اس سے زیادہ دشوار اور پریشان کن حالات میں، اس خوبی کے ساتھ اقتدار سنبھال سکتا تھا جتنی خوبی سے شری گاندھی نے ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۴ء کو شریمتی اندرا گاندھی کے بے رحمانہ قتل کے مقابعد، اس عہدۂ جلیلہ کو زینت بخشی، اور اس کا حق ادا کیا اور یہ اہم بوجھ بڑی عمدگی کے ساتھ اس وقت سنبھالا جب ان کے دل و دماغ پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ قومی ذمہ داری کو بہترین سکونِ قلب و دماغ سے ادا کرنے میں آپ نے اپنی بے مثال مہارت کا ثبوت دیا۔

عام انتخاب کے سلسلے میں مہینے بھر انتخابی مہم کو پورے ملک میں جیپ، کاروں، موٹروں، ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کے ذریعے بے تکان انجام دیتے رہے اور اتنے وسیع و عریض فاصلے کا سفر طے کیا جو زمین کے قطر سے پراگنا زیادہ ہوتا ہے۔ اور اتنے سارے مقامات پر ۲۵۰ میٹنگوں میں تقریریں کیں جن میں لاکھوں کی تعداد میں مختلف مقامی لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

ایک جدید خیالات سے مزین، فیصلہ کی فوری قوت سے آراستہ، لیکن غیر نمائشی انسان، شری گاندھی اعلیٰ ٹکنالوجی میں بھی ماہرانہ معلومات رکھتے ہیں اور جیسا کہ آپ بارہا کہہ چکے ہیں، آپ کا ایک عظیم مقصد، ہندستان کی یک جہتی کو محفوظ و برقرار رکھنے کے علاوہ، یہ ہے کہ اس مقصد میں ماہرانہ انداز کے ساتھ ہندستان ۲۱ ویں صدی میں قدم رکھے۔

عام انتخابات کے بعد سے ۱۸ گھنٹے یومیہ کی جان توڑ محنت کی رفتار میں اب تک کمی یا راحت کی کوئی علامت سامنے نہیں آئی۔ یہ سخت کوشی شری گاندھی کو اتنا بھی وقت نہیں دیتی کہ وہ اپنے اہل و عیال کے لئے اتنا وقت نکال سکیں جتنا وہ اب سے پہلے دیتے رہے ہیں۔ کسی قدر ان کے خیالات پر یہ بات حاوی ہے کہ قوم کی بھلائی فوقیت رکھتی ہے۔

شرح خریداری

پندرہ روزہ

قومی راج

ایک سال کے لئے: ۱۰ روپے، دو سال کے لئے: ۲۰ روپے
تین سال کے لئے: ۲۷ روپے، چار سال کے لئے: ۳۶ روپے
اور ۵ سال کے لئے ۴۵ روپے

رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ کوپن پر اپنا نام و پتہ پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف تحریر فرمائیں۔ وی پی پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔

* ترسیل زر کا پتہ:
اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمنسٹریشن) ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر بیرک نمبر ۱۹ مقابل سرنرچی بلڈنگ۔ نزد منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۲۹

مراسلت کا پتہ:
ایڈیٹر قومی راج (پندرہ روزہ)
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
۱۵ واں منزلہ۔ نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ، مقابل منترالیہ۔
بمبئی ۴۰۰۰۳۲۔
فون: ۲۰۲۰۶۵۱ (اور) ۲۰۲۴۹۵۷

اے شبابِ وطن، زندہ باد

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی اور شریمتی سونیا گاندھی کا استقبال کرتے ہوئے مہاراشٹر کے گورنر شری شنکر دیال شرما

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی ریاست کے تین روزہ دورے کے لئے اپنی بیوی شریمتی سونیا گاندھی کے ہمراہ یکم مئی کو بمبئی میں سانتا کروز ہوائی اڈے پر تشریف لائے۔ یہاں آپ کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ ہوائی اڈہ پر گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر ایس۔ ڈی شرما اور آپ کی اہلیہ شریمتی ویمل جی شرما اور وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوہان اور آپ کی اہلیہ شریمتی کسم تائی چوان نے وزیر اعظم کا ایئرپورٹ پر خیر مقدم کیا۔ اس موقع پر ریاستی کابینہ کے ممبران وزیر مملکت برائے اطلاعات و میزبانی ڈاکٹر شری شری کانت جچکر، بی۔ پی۔ سی۔ سی (آئی) کے صدر شری مرلی دیورا، ایم۔ پی سی سی (آئی) کی صدر شریمتی پربھا راؤ، سرکاری اعلیٰ عہدے داروں سمیت ممتاز شہری احباب معزز مہمان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

آپ نے بمبئی منطلی میں تین مختلف مقامات پر تقریریں کیں۔

بمبئی ریجنل کانگریس (آئی) کمیٹی کی میٹنگ کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے پارٹی ورکرس کو ہدایت کی کہ وہ عوام

انجمن اسلام بمبئی کے ۱۰۰ سالہ جشن کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کا اعلان

نئی تعلیمی پالیسی، سارے ملک کو علم کی روشنی سے منور کر دیگی

انجمن اسلام بمبئی اپنی تاسیس کے ۱۰۰ برس مکمل کر چکا ہے۔ اس ادارہ کو ایک تعلیمی اور فلاحی ادارے کے طور پر ۱۸۷۴ء میں قائم کیا گیا تھا اس کی بنیاد بیدار مغز اور دور اندیش حضرات کے ہاتھوں رکھی گئی تھی۔ آج اسی انجمن اسلام کی زیر سرپرستی کئی ہزار نونہالانِ قوم زیورِ علم سے آراستہ ہو رہے ہیں ــــــــــــ

اس ادارہ کیلئے یہ یقیناً قابلِ فخر بات ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی ہمارے محبوب وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کے پرنانا، نانا اور والدہ محترمہ نے فرمائی تھیں۔

اس تاریخ ساز تعلیمی ادارے، انجمن اسلام کی صد سالہ تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ گذشتہ دس مہینوں سے طویل بحث و مباحثہ کرنے اور اس میں ضروری ردّ و بدل کرنے کے بعد ایوان کی منظوری کے لئے پارلیمنٹ میں وہ بل پیش کیا جا رہا ہے جس سے تعلیم کی روشنی اور افادیت ملک کے دور دراز دیہی علاقوں میں آخری آدمی تک پہونچ سکے گی اور اس پر منصوبہ بند طریقے سے عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں سارا ملک علم کی روشنی سے منور ہو جائے گا۔

شری راجیو گاندھی نے بتلایا کہ تعلیم کے قدیم ڈھانچے میں موجودہ عہد کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی ناگزیر ہو چکی ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے انھوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ تعلیم کا نیا ڈھانچہ بلا لحاظ مذہب، ذات، پات رنگ و نسل و جنس نہ صرف شہریوں کو یکساں مواقع فراہم کرے گا بلکہ ملک کی اجتماعی ترقی میں بھی انتہائی ممد و معاون ثابت ہوگا۔

ہر فرقہ اور قوم کی خواتین میں تعلیم عام کرنے کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ہمارے سماج میں جنس کی بنیاد پر تعلیم نظر انداز کر دی گئی ملک کی آدھی آبادی ملک کی تعلیم و ترقی کا

حکومت مہاراشٹر کی جانب سے انجمن اسلام بمبئی، کو

ایک لاکھ روپے کا عطیہ

انجمن اسلام بمبئی کے صد سالہ جشن کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اپنی مختصر سی تقریر میں مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے صد سالہ سالگرہ پر مبارکباد پیش کی اور کہا کہ یقین کیجئے کہ میں کبھی بھی اقلیت اور اکثریت میں فرق کرنے والا انسان نہیں ہوں۔

وزیر اعلیٰ شری چوان نے اس موقع انجمن اسلام، بمبئی کی تعمیری خدمات کے اعتراف میں انجمن کی دیگر تعمیری سرگرمیوں کے لیے **وزیر اعظم** کی موجودگی میں اپنی حکومت کی جانب سے

ایک لاکھ روپے عطیہ کا اعلان کیا

یکم مئی ۱۹۸۶ء کو وزیر اعظم شری راجیو گاندھی، انجمن اسلام بمبئی کی صدسالہ جشن تقریب کا افتتاح کرنے کے بعد تقریر کرتے ہوئے۔
تصویر میں بائیں سے دائیں: شری اے آر انتولے سابق وزیر اعلیٰ مہاراشٹر، ڈاکٹر شنکر دیال شرما، گورنر مہاراشٹر۔ ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا، صدر انجمن اسلام اور شری ایس۔ بی۔ چوان وزیر اعلیٰ مہاراشٹر نظر آرہے ہیں

حکومت نے بیڑا اٹھایا ہے۔ اگر ہماری آدھی آبادی پچھڑی رہ جائے انھیں تعلیم نہ ملے تو دیش کی ترقی کو مکمل نہیں کہا جاسکے گا۔

شری راجیو گاندھی نے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ ان کی حکومت اس بات کو بھی نظر میں رکھے گی کہ نئی پالیسی سے مستحق اور باصلاحیت لوگ استفادہ کرسکیں نہ کہ صرف بااثر اور مخصوص لوگوں کا گروپ اس سے فائدہ اٹھائے۔

آپ نے سائنسی بنیاد پر تعلیم کے فروغ کی وکالت کی۔ انھوں نے انجمن اسلام کے صدسالہ جشن میں شرکت پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انجمن اسلام نے ۱۱۱ برسوں میں جو تعمیری کام کئے ہیں وہ یقیناً قابل ستائش ہیں۔

انجمن اسلام کے سابق صدر بدرالدین طیب جی کی قومی یک جہتی کے لئے خدمات کو شری راجیو گاندھی نے سراہتے ہوئے انجمن اسلام کے لئے اپنی تمام تر معاونت کا یقین دلایا۔

تاریخ انجمن اسلام (ہسٹری آف دی انجمن اسلام) نامی کتاب فائنانس کمیٹی کے چیرمین احمد زکریا نے وزیر اعظم کی خدمت میں اجراء کی غرض سے پیش کی۔

وزیر اعظم نے کہا کہ ہمارے یہاں سیکولرزم کے معنی ہیں: 'سرو دھرم سمبھاؤ' ہر دھرم کو پھولنے پھلنے اور ترقی کرنے کا پورا موقع حاصل ہوتا ہے۔

انھوں نے اس جلسے پر اپنی تقریر ختم کی کہ انجمن اسلام بمبئی آئندہ سو برس تک ہندستان کے اتحاد اور تعلیم کے فروغ کے لئے اسی طرح اپنا کردار ادا کرتا رہے گا اور کہا کہ اس اجتماع میں انھیں مدعو کرنے پر وہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔

انجمن اسلام کے صدر ڈاکٹر اسحق جمخانہ والا نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جس میں انھوں نے انجمن اسلام کی تاریخ اور کارکردگی پر مفصل روشنی ڈالی۔

نائب صدر شریمتی ہومی پیر بھائی نے شریمتی سونیا گاندھی کیلئے گلدستہ اور ایک یادگار تحفہ شری گاندھی کی خدمت میں پیش کیا۔

اس تقریب میں مہاراشٹر کے گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما، گورنر کی بیگم، وزیر اعلیٰ شنکر راؤ چوان، ان کی بیگم، سابق وزیر اعلیٰ عبدالرحمٰن انتولے اور رشی دیوار، اے آئی سی سی کی جنرل سکریٹری شریمتی نجمہ ہبت اللہ ایم۔ پی، ایم پی سی سی کی صدر شریمتی پربھا راؤ، بی آر سی سی کے صدر شری مرلی دیورا، منیٹر دتا نلاوڑے اور دیگر افراد نے اس جلسہ میں شرکت کی۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کا پُر فخر کارنامہ

نئے دور کے چیلنجوں کے مقابلہ کیلئے

نئی تعلیمی شاہراہ

سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے تعلیم کے بارے میں کچھ خیالات پر اپنے ساتھ شریک ہونے کا موقع دیا۔ گذشتہ مہینوں میں میں ان کوتاہیوں اور نقائص کے بارے میں، جنھیں میں اپنے طریقۂ تعلیم میں محسوس کیا ہے، بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں یہاں ان پر زیادہ تفصیل سے کچھ کہوں میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ ان باتوں پر تبصرہ کروں جنھیں ہم حاصل کر چکے ہیں اور اس طریقۂ تعلیم کے اثباتی پہلوؤں پر روشنی ڈالوں جو فی الوقت رائج ہے۔

ریقۂ تعلیم پر نظر ثانی

اگر ہم مڑ کر ۱۹۴۷ء کی
ت دیکھیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے اس
یقۂ تعلیم کی بدولت کتنے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے جریدۂ عالم
اپنے نشانات ثبت کئے، خواہ ان کا تعلق ثقافتی امور سے ہو
سائنسی امور سے ہو اور خواہ سیاسی امور سے، تو ہم دیکھیں گے

کہ اس طریقۂ تعلیم نے بہت کم تعداد میں ایسے افراد پیدا کئے، ان میں سے اکثر لوگ، جو واقعتاً بہت بلند پایہ تھے، غیر ملکوں میں تعلیم پانے ہوئے تھے اور وہیں تخصیص حاصل کی تھی۔ آیئے ہم تب کا مقابلہ اب سے کریں۔ ہمیں صرف دنیا کی کسی ایسی لیبارٹری میں یا اسپتال میں قدم رکھنا ہوگا جو ترقی کے انتہائی درجوں میں سائنسی تحقیق یا تکنیکی نشوونما میں مشغول ہو تو دیکھیں گے کہ وہاں

ہندوستانی اعلیٰ ترین مراتب پر فائز ہیں؛ وہ ہندوستانی جو اسی تعلیمی سسٹم کے ذریعے وہاں پہنچے ہیں تو یقینی طور پر اس نے کچھ حاصل کیا ہے۔ پھر بھلا ہم اس سسٹم یا طریقہ پر معترض کیوں ہوتے ہیں جس کے ذریعہ ہندوستان نے وہ درجات حاصل کئے ہیں اور جس کی وساطت سے وہ ایسے افراد پیدا کرنے کے قابل ہوا جو اعلیٰ ترین سطحات تک پہنچتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ماضی کا اتنا زیادہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ اب تو بڑا سوال مستقبل کا ہے۔ دنیا انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ ایک اکیلی چیز جو ہندوستان کو اس ترقی کے شانہ بشانہ رکھ سکتی ہے، وہ ہے ہماری پوری قوم کے لئے ہمارے تمام افراد کے لئے مضبوط بنیادی تعلیم۔ اصولاً یہی وہ سوال ہے جس کو حل کرنے کی کوشش ان کاغذات میں کی گئی ہے جو چند روز پہلے قوم کے روبرو پیش کئے گئے ہیں۔ ہم قوم کو کس طرح تیار کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ آئندہ صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے، ان عالیہ، جدید ترین ٹیکنالوجیوں کا مقابلہ جو ہمارے سامنے آئیں اور جیسے جیسے آئیں؟

ترقی، چاہے جس زاویے سے ہم اسے دیکھنے کی کوشش کریں اور چاہے کسی بھی سمت سے۔ اس کے معنی یہی ہوں گے کہ جدید ترین تکنیک کو بالکل بنیادی سطحوں میں اپنی سوسائٹی میں جذب کریں۔ ہم اپنے آپ کو ساری دنیا سے منقطع نہیں رکھ سکتے اور اپنے آپ کو بیل گاڑی کے زمانے سے وابستہ کئے رہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہم خوشنما کل پرزوں اور فینسی چیزوں کے دلدادہ ہیں بلکہ اس لئے کہ زمانۂ حال کے لئے اب وہ چیزیں بہت گراں ثابت ہوں گی پرانی ٹیکنالوجی اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ اب اس پر بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ پھر جب ہم قدیم ٹیکنالوجی پر ہونے والے خرچ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ کتنے آدمی برسر روزگار اور کتنے بے روزگار ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہوگا کہ ایک مقررہ رقم کی سرمایہ کاری سے پیداوار کی مقدار کتنی ہے۔

جب ہم سرمایہ کاری کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب سرکاری پیسوں سے نہیں ہوتا۔ ہم اس سرمایہ کی بات کرتے ہیں جو ملک کے غریب ترین لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ ہر پیسہ جو عدم صلاحیت پر ضائع ہوتا ہے وہ ایسا پیسہ ہے جو غریبی ہٹاؤ پروگراموں کی اس حد تک محرومی کا باعث ہوتا ہے۔ یہی بات ہمیں سمجھنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی بات کرتا ہوں کہ اسے ان لوگوں کے فائدے کے لئے صلاحیت کے ساتھ استعمال کیا جائے جو ہمارے ملک میں زبوں حالی کا شکار ہیں۔

یہ کاغذ درحقیقت ایسا کاغذ ہے جو بحث ومباحثہ پر اکساتا ہے یہ کاغذ آخری کاغذ بھی نہیں ہے۔ ہم سننا چاہتے ہیں کہ آپ کا نظریہ کیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ہم ملک کے ہر فرد کا نظریہ جاننا چاہتے ہیں کیونکہ یہ ایسا مضمون ہے جو ہر شخص پر اثر انداز ہوگا۔ ہمیں اس پر مناسب قومی بحث کرنی چاہئے اور اکاڈیمی کے دائروں میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، جریدوں کے ذریعے ہر جگہ کرنی چاہئے۔ اس پر کھلی بحث ہونی چاہئے۔ تمام تبصرے بغیر کسی روک ٹوک کے برملا آنے چاہئیں تاکہ ہم انہیں دیکھ سکیں پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں اور پھر جب آخر میں کاغذ تیار کیا جائے تو ہم ان تمام چیزوں پر غور کر سکیں جو اس مدت کے دوران آتے ہیں اور بہترین امید کے ساتھ ایسی دستاویز تیار کر سکیں جو ہندوستان کو ترقی کی اگلی صدی میں لے جا سکے۔

انسانی ترقی

تعلیم کی تکمیل میں طویل عرصہ لگتا ہے یہ ایک اور وجہ ہے۔ کاموں کو جلد از جلد انجام دینے کی تاکہ نئی طرز تعلیم کا آغاز کیا جا سکے اور بہتر تو یہ ہوگا کہ ۱۹۸۶ء سے اس کی ابتدا ہو جائے۔ جب ہم تعلیم کی بات کرتے ہیں تو درحقیقت ہم اپنے لوگوں کی بات کرتے ہیں کیونکہ بہت عرصے تک ہم اپنی آبادی کو ایک مسئلہ اور ایک ذمہ داری سمجھتے رہے ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ہم اسے بدل دیں اور اپنی آبادی کو اپنی دولت اور مضبوطی سمجھنے لگیں۔ اس کو صرف انسانی ترقی کے ذریعے انجام دیا جا سکتا ہے اور تعلیم انسانی ترقی کا دل ہے۔

جب ہم انسانی ترقی کی بات کرتے ہیں تو ہمارا نظریہ وسیع وبلند ہونا چاہئے۔ صرف اتنی ہی دور تک ہماری نظر نہ رہنی چاہئے جتنی ہماری طرز تعلیم کی چار دیواری سے گھری ہوتی ہے اور جو فی الحال ہمارا صدر طریقہ ہے اور جو ہمیں پہلے سے ایک فیصل شدہ نصاب کے درمیان سے گزارتا ہے اور ۲۰ یا ۲۱ سال کی عمر میں وسیع دنیا میں پھینک دیتا ہے اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایک غیر یقینی کاغذ کا ٹکڑا تھما دیا جاتا ہے جس پر لکھا

بڑی رلیج

ہوتا ہے "کوالیفائڈ"۔ لیکن اس کاغذ کے ٹکڑے پر ملک کا کوئی شخص یقین نہیں کرتا۔ تعلیم کا طریقہ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔ تعلیم کے طریقے کو کام کے دوران بھی جاری رکھنے کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یہاں اس پر بحث نہ بھی کی جائے تب بھی اسے ذہن نشین رکھنا ہوگا۔ صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ کوئی شخص انتظامی سروس میں یا خارجی سروس میں لگ گیا اور ابتداً کچھ عرصے تک وہ ٹریننگ حاصل کرتا رہا۔ پھر ہم اسے دوسری مناسب ٹریننگ کے لئے کبھی واپس بلاتے ہی نہیں۔ کیا یہ اچھی بات ہے کہ ایک پولس مین نئی تیکنک کے بارے میں کسی ریفریشر کورس کے لئے بلایا جاتا ہی نہیں اور نہ ان مسائل کے سلسلے میں جن کا اس کے ساتھیوں کو غالباً دوسرے علاقوں میں مقابلہ کرنا پڑا ہوگا جنہیں جان لینے کے بعد اسے ان جیسے مسئلوں سے نمٹنے میں مدد ملے گی؟ ہماری تمام سروسوں کا یہی حال ہے۔

ہمیں اپنی نوجوان نسل کو ان باتوں کے سوچنے کے قابل بنانا چاہیئے۔ بدقسمتی سے طریقۂ تعلیم جیسا کہ وہ فی الحال ہے لوگوں کو سوچنے سے روکتا ہے۔ لوگوں کو تم سوال کرنے سے منع کرتے ہو تمہیں ایک مقررہ نصاب کی مشق کرنی پڑتی ہے۔ اور امتحان میں تم چاہتے ہو تو وہ انہیں چیزوں کو دہرا دے۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ طریقہ تو ایسا ہونا چاہیئے جو جوان لڑکے اور لڑکیوں کو سوالات پوچھنے پر ابھارے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرے کہ استاد سے ان چیزوں کے متعلق پوچھیں جنہیں وہ سمجھ نہیں سکے نہ یہ کہ انہیں صرف رٹ لیا اور بس۔ سوالات کا پوچھنا نہ صرف بچوں کے لئے مفید ہوگا بلکہ استادوں کے لئے بھی فائدہ مند ہوگا کیونکہ ان سوالوں کے جواب دینے والے ہوں گے۔ اس طرح یہ طریقہ ترقی پائے گا۔ نئے خیالات پیدا ہوں گے۔ نہ صرف اندرونی طور پر طریقۂ تعلیم میں بلکہ اس سے بھی کہیں آگے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہم الگ الگ نسلوں کے درمیان دیواریں تعمیر کرنے پر مائل ہوتے ہیں۔ حکومت کا ایک بڑا حاکم کسی چھوٹے حاکم سے مشورہ نہیں لے گا۔ ایک اونچے درجے کا پولس مین کسی چھوٹے پولس مین سے بات نہیں کرے گا۔ ایک ٹیچر کسی طالب علم سے گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھے گا بلکہ تمہیں خود ان سے گفتگو کرنی پڑے گی۔ اس طریقے میں تبدیلی کرنی ہوگی۔ یہ ایسی بنیادی تبدیلیاں ہیں جن پر ہمیں کچھ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ تو فقط ایک طرزِ عمل کی بات ہے۔ ایک سوچنے کا طریقہ ہے۔ تعلیم کا طریقہ ایسا ہونا چاہیئے جو قوم کے عادات و اطوار کی تعمیر کرے۔ قومیت نوازی کو مضبوط بنانا چاہیئے۔ ہمیں اپنی وراثت اور ثقافت پر عمل کرنا چاہیئے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ ہمیں اسکولوں میں ہماری تاریخ بھی ٹھیک سے نہیں پڑھائی جاتی۔

پیشہ ورانہ تعلیم

اعلیٰ تعلیم سے قطع نظر کر کے ہم پیشہ ورانہ تعلیم کی باتیں بھی کرنے لگے ہیں۔ درحقیقت پیشہ ورانہ تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے ترقی کی طرف لے جانے کے لئے ہمیں ایسا ماحول پیدا کرنا ہوگا جو پیشہ ورانہ تعلیم پانے ہوئے لوگوں کی خواہش کرے۔ ایسی پیشہ ورانہ تعلیم سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر مارکیٹ میں اس قسم کی تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی مانگ نہ ہو۔ یہ بات مجھے ایک اور وسیع نظریہ کی طرف لے جارہی ہے۔ نیا تعلیمی طریقہ اس نظریہ کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیئے۔ ہمیں سب سے پہلے اس قسم کی ایک تصویر بنانی ہوگی کہ آج سے ۱۵۔ ۲۰ سال کے بعد ہم ہندوستان کو کس روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ صنعت کیسی ہوگی، زراعت کی کیا شکل ہوگی، ملازمتوں کا کیا رنگ ہوگا۔ اور ملک میں دوسرے تمام محکمے کس نوعیت کے ہوں گے۔ ان پر سے ہم کو پیچھے ہٹ کر کام کرنا ہوگا۔ اب اس قسم کے طرزِ تعلیم کی تعمیر کرنی ہوگی جن سے وہ ضرورتیں پوری ہوسکیں۔ اگر ہم پیشہ ورانہ تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ اگر ہم بہتر قسم کے موٹر میکانک اور بہتر بڑھئی یا بہتر عمارتوں کے بنانے والے یا کوئی اچھا کارنامہ پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے بازار میں مانگ بھی ہونی چاہیئے اور یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ یہ بہتر کیوں ہے تب ہی یہ بات قابلِ عمل ہو سکے گی۔

اس لئے ان تمام رابطوں پر غور کرنا ہوگا اور ان کی تعمیر عمدگی کے ساتھ کرنی ہوگی۔ تعلیم کے بعد صرف رابطے ہی کام نہیں دیں گے کیونکہ رابطے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں تعلیم سے سروکار رکھنے والے مختلف محکموں کے درمیان سسٹم میں داخلی طور پہ تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ہمارے یہاں محکمۂ زراعت کے تحت زراعتی یونیورسٹیاں بھی ہیں، محکمۂ محنت کے تحت آئی ٹی آئی ادارے بھی ہیں۔ وزارتِ قانون کے کالج بھی ہیں

محکمہ الیکٹرانکس کے تحت الیکٹرانکس کے ادارے بھی ہیں۔ یہ سب ان سے الگ ہیں جو مرکز اور ریاستیں انجام دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے درمیان مناسب سوجھ بوجھ ہونی چاہئے۔ اگر ہم کسی خاص کالج یا درسگاہ کی طرف نگاہ کریں تو اسے دیکھنے میں اس قدر تنگ نظر نہ ہونا چاہئے کہ اس میں ان طلباء کو جو وہاں سے نکلتے ہیں پوری تعلیم بھی نہ دی جاتی ہو۔ یہ تو کوئی بہتر بات نہ ہوگی کہ کسی شخص کو ایک زراعتی کالج میں ٹریننگ دی جائے اور پھر اسے ایک نہایت محدود منظر میں گھرا ہوا رکھا جائے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد نظر سے اوجھل نہ ہونا چاہئے یعنی فرد کے عادات و اطوار کی تعمیر جو درسگاہ سے نکلنے کے بعد دنیا سے واسطہ پڑنے پر اس کے لئے کارآمد ہوگی کیونکہ ہر ایک درسگاہ کسی خاص میدان میں بلند خصوصیات رکھتی ہے۔

آپ نے مالیات کا سوال اٹھایا ہے۔ میں اس نکتے پر پلاننگ کمیشن کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتا رہا ہوں اور مجھے آپ سے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ہم اس رقم کے علاوہ جو انسانی وسائل کی ترقی کے لئے ابتداً عطا کی گئی تھی، مزید ۵۰۰ کروڑ روپیہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بہت بڑا ٹکڑا مجھے یقین ہے تعلیم پر لگایا جائے گا۔

جب ہم اپنے طریقہ تعلیم پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری نظر ان چیلنجوں پر پڑتی ہے جو ہمارے سامنے ہیں اور بڑی تعداد میں ہیں جنہیں دیکھ کر دماغ پریشان اور پراگندہ ہوتا ہے۔ پھر ہمیں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کس سمت میں حرکت کرنا ہمارے بہترین فائدے میں ہوگا۔ ایک بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے کیا حکومت پورے تعلیمی طریقے کے لئے ساری ذمہ داری برداشت کرنے کے لئے تیار ہے خواہ وہ امیروں کے لئے ہو خواہ غریبوں کے لئے یہ سوالات ایسے ہیں جن پر سوچ بچار کی ضرورت ہے۔

خواندگی اور اضافۂ قابلیت

آئندہ صدی میں جس شرح سے ہماری آبادی بڑھ رہی ہے اس کے مطابق ہمارے ملک میں ناخواندہ اشخاص کی تعداد آسانی سے پانچ کروڑ ہو جائے گی۔ ناخواندوں کی اتنی بڑی تعداد ہمارے بس کی بات نہ ہوگی۔ اسی لئے ہم تعلیم پر اتنا زور دے رہے ہیں اور پھر تعلیم ہمارا ابتدائی ہتھیار ہوگا۔ جو ہمارے فائدوں کو مستحکم کرے گا۔ فائدے جو ہم نے جنگِ آزادی میں حاصل کئے ہیں، فائدے جو ہمیں آزادی کے بعد کی ترقی سے ملے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ فائدے غیر مستحکم ہو جائیں۔ یہ بھی ایک ایسا نکتہ ہے جسے ذہن نشین رکھنا ہوگا۔ اس دستاویز میں ہم نے بہت سے پہلوؤں پر نظر رکھی ہے۔ بعضوں پر ہم نے تفصیل سے گفتگو کی ہے اور بعض ایسے ہیں جن کی گہرائی تک ہم نہیں گئے ہیں۔ پیشہ وارانہ تعلیم اسی نوعیت کی ہے۔

ہم تعلیم کو پیشہ وارانہ حیثیت دینے میں کامیاب نہیں ہو سکے جو لوگ اس میں کامیاب رہے ہیں ہمیں ان سے سیکھنا ہوگا۔ اگر ہم دیکھیں گے کہ کوئی نمونہ ہمارے سسٹم سے موافقت نہیں رکھتا تو ہمیں چاہئے کہ ایک نئے نمونے کی نشوونما کریں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ ہم ایک پٹے پٹائے راستے پر ہی چلیں جہاں یہ واضح ہو جائے کہ ہم ترقی نہیں کر رہے ہیں، ہمیں اپنا طریقہ بدل دینا ہوگا۔ چیلنج کو قبول کریں اور نئے راستے پر قدم بڑھائیں۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ کس طرح ٹریننگ یافتہ عمال سے بہترین طور پر کس طرح کام لیں کہ تبدیلیاں پیش آئیں۔ آج ہم اپنی بڑی صنعتوں کو چلانے کے لئے تقریباً غیر تعلیم یافتہ ناخواندوں کو ملازم رکھ لیتے ہیں جن میں پاور اسٹیشن، پبلک سیکٹر یونٹیں، بڑی صنعتیں شامل ہیں۔ کیا کل یہ بات قابلِ عمل ہوگی؟ کیا کوئی پاور اسٹیشن جو آئندہ پانچ یا دس برسوں میں قائم کیا جائے گا، اسی طرح چلایا جائے گا؟ یا اس میں بہت بڑی تعداد میں الیکٹرانکس لگ سکیں گے؟ کیا اس کمپیوٹر سے کنٹرول کیا جا سکے گا؟ کیا اسے مائیکر مائکرو پروسیسوں سے کنٹرول کرنا ممکن ہوگا؟ کیا بذات خود یہی آدمی اسے چلانے کے قابل ہوگا؟ ہم اپنے لیبر کلاس کو کس طرح تعلیم دیں گے کہ وہ ہماری ان صنعتوں کو تو ۱۹۹۰ء سے یا ۲۰۰۰ء سے شروع ہونے والے ہوں گے، چلانے کے قابل ہوں گے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔ جب ہم پیشہ وارانہ تعلیم کے متعلق سوچیں تو بات ایسے نہیں بنے گی کہ ایک بڑھئی کو قدرے بہتر بڑھئی بنا دیا اور بس۔ مقصد اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع رکھنا ہوگا۔ اس صدی کے آخر تک ایک اوسط درجے کے کاریگر کا رول کیا ہوگا؟ آج اس رول کے لئے بچوں کو ہم کس طرح تیار کریں گے؟

ذہنی دھارے کا فروغ

ہمارے پاس اونچے معیار کے دماغوں کا ایک بلاک ہے

ہمیں ان دماغوں کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ملک میں بہترین دماغ پیدا کرنے کی فکر ہونی چاہیئے۔ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ ہندوستان ان ملکوں میں سے ہے جہاں بہترین دماغ ہیں۔ البتہ ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ ان میں سے چند دماغ باہر جائیں گے تجربہ حاصل کریں گے اور پھر واپس آکر ہمیں فائدہ پہنچائیں گے۔

ٹریننگ اور تعلیم ختم نہیں ہو جاتے۔ جب کالج ترک کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلسل سلسلۂ عمل ہوتا ہے۔ آپ پڑھتے بھی رہیئے اور کام بھی جاری رکھیئے اور اگر کوئی سائنس داں یا انجینئر یا ڈاکٹر ہمارے ملک میں اس وقت آتے جب وہ ۵۰ یا ۶۰ برس کا ہو تو ہم نے اسے کھویا نہیں ہے۔ ہم اس کے ان تجربوں سے جو اس نے ہندوستان سے باہر رہ کر حاصل کیا ہے اور زیادہ فائدے میں رہیں گے۔ وہ ان تجربوں کو ہمارے ملک کے فائدے کے لئے واپس لے کر آئے گا۔
ہمیں ہندوستان میں دماغوں کی تعمیر، تربیت اور نشوونما کرنی چاہیئے تاکہ وہ ہندوستان میں ہی نہیں دنیا کے تمام حصوں میں کام کرے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں اس باب میں نقصان نہ ہوگا بلکہ یہاں ہندوستان میں بھی کام کرنے والے کافی تعداد میں ہیں اور ہندوستان آتے جاتے ہیں۔ میں نے چند سال کے دوران دیکھا ہے کہ وہ ہندوستانی جو باہر ہیں ہندوستان سے بے حد وابستگی رکھتے ہیں۔ وہ واپس آنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس میں اپنا نقصان نہ سمجھنا چاہیئے۔ ہمیں اس معاملے کو اس نظریے سے نہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے بہترین دماغوں کو وہاں کھینچا جا رہا ہے اور بچھڑا جا رہا ہے بلکہ یوں کہ ہمارے وہ لوگ دماغ کے بینک ہیں جو وہاں سود حاصل کر رہے ہیں اور منتظر ہیں کہ ہم ان رقموں کو نکال لیں اور بطور سرمایہ دوبارہ ہندوستان میں لگا دیں۔

افضلیت کی اہمیت

ایک اور تصور جو عوامی تعلیم کی ہماری کوششوں میں کھو گیا۔ وہ فضیلت و شرف کا تصور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ بالکل بھول ہی گئے کہ ایسی بھی کوئی چیز ہے۔ ہر چیز کو معمولی سمجھ لیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کمتر۔ اس خیال کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے ہمیں حل کرنا ہوگا اور آئندہ چند مہینوں میں۔ ہم نے ایک اسکیم ماڈل اسکولز "فضیلت کے نکتے" کی تیاری کی ہے اور امید ہے کہ اسے ہم ہر ضلع میں آئندہ پانچ سال میں بروئے عمل لا سکیں گے لیکن یہ باقاعدہ سسٹم کے لئے صرف ایک چیلنج کے طور پر ہے تاکہ سب ہی اس معیار تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ آپ بھی سوچیں کہ پورے سسٹم کو کس طرح بنایا جا سکے کہ وہ بلندی کی طرف چلے۔ افضلیت کے بغیر کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

امتحانات ہر ایک کے لئے مزید ٹیڑھے مرحلے ہوا کرتے ہیں، سب سے زیادہ طالب علموں کے نزدیک، اگر قریب قریب ہر ایک کو ممتاز درجہ ملے تو ایک ممتاز اور تیسرے درجے والے میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟ کیا صرف اتنا کافی ہے کہ اسی سسٹم کو گلے لگاتے رہیں جو فی الحال رائج ہے؟ جب ہم کسی سسٹم کے متعلق سوچتے ہیں تو صرف اتنا سوچنا کافی نہیں ہوگا کہ ہم آج کے لئے کس چیز کی نشوونما کر رہے ہیں جو چیز ہم بحث کے بعد ۱۹۸۷ء میں کاغذ پر لے آئیں وہ ایسی ہونی چاہیئے کہ وقت کی پابندی اس میں نہ ہو۔ اس میں اتنی صلاحیت ہونی چاہیئے کہ تبدیلیوں کے ساتھ ترقی کرتی جائے جیسا کہ ہندوستان میں ہوتا ہے، جس طرح کہ بیرونی ملکوں میں ہوا کرتا ہے۔ اسے لچکدار ہونا چاہیئے۔ اس کے سرے کھلے ہوتے ہوں اور اس میں ویسی رویت ہو۔

پہلے قومی ضرورتیں اور قدریں

تعلیمی طریقے کے سلسلے میں یہ دو بنیادی سوالات پیدا ہوتے ہیں: پہلے، کیا وہ طریقہ ان قدروں کی پوری سوجھ بوجھ رکھتا ہے جن کا ہندوستان حامی ہے۔ یعنی سیکولرزم، جمہوری سوشلسٹ سماج؟ دوسرے کیا وہ ہماری قوم میں عدم تشدد اور سچائی کی تعمیر کرتا ہے؟ یہ اس قسم کے سوالات ہیں جن کے جوابات ضروری ہیں۔ کیا وہ پوری نچلی سطح تک جا پہنچا ہے یا اس میں ایسی رکاوٹیں ہیں جنہیں بعض سماجی گروپ یا معاشی گروپ پار نہیں کر سکتے؟ کیا وہ ہر عورت، لڑکی، درج فہرست قبائل کے ہر ممبر، درج فہرست جاتیوں اور نیچے دوسرے جاتیوں اور نیچے دوسرے کمزور طبقات تک پہنچ سکتا ہے؟ کیا وہ انہیں فہم و فراست کی نشوونما کے پورے مواقع عطا کرتا ہے؟ کیا وہ سماجی استحکام میں مددگار ہوگا یا سماجی ہلچل

یا عدم استحکام کو بڑھاوا دے گا؟ یکساں مواقع کے مسئلے کا مقابلہ روز روز کرنا ہوگا۔ سماجی بے چینی کو سکون سے بدلنا ہوگا۔ یہاں تک کہ طریقۂ تعلیم اس کے اکسانے کا سبب نہ بنے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن پر آپ کو غور کرنا چاہیئے۔

ہماری اقتصادی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہماری آبادی میں اضافہ کی شرح ہے۔ مزید یہ کہ جہاں تعلیم آگے بڑھی ہے، بالخصوص عورتوں میں، تو پیدائش کی شرح بہت حد تک گھٹ گئی ہے۔ اس لئے تعلیم صرف اسکولی تعلیم سے کہیں زیادہ گہرائی تک اپنا اثر دکھاتی ہے۔ یہی جیسا ایک بنیادی مسئلہ ہمارے معاشرے میں قدروں کے سسٹم کی نشوونما ہے۔

فہم و فراست کے ڈھانچے کی ایسی نشوونما جو ہمیں خود مسئلے کو حل کرنے کے قابل بناتے۔ ہم خود اعتمادی کی بات کیا کرتے ہیں لیکن آج خود اعتمادی کے کیا معنی ہیں؟ زیادہ تر اس کے یہ معنی کئے جانے لگے ہیں کہ ہم لائسنس کے تحت ایسی کوئی چیز بنائیں جسے کسی دوسرے نے ترقی دی ہو۔ میں ان سائنس دانوں یا ٹیکنالوجی کے ماہرین کا تحقیر کرنا نہیں چاہتا جنہوں نے ہندوستانی ٹیکنالوجی کو ترقی دی جس کی بنا پر آج ہمارے پاس بعض بہترین چیزیں ہیں، بالخصوص ان میدانوں میں جن کے لئے ہمیں ٹیکنالوجی مہیا کی ہی نہیں گئی۔ ہم ترقی کی سرحدوں کے قریب ہیں لیکن بڑی حد تک ہماری خود اعتمادی صرف ان چیزوں کے بنانے تک محدود رہی ہے جنہیں دوسرے لوگ ترقی دے رہے ہیں۔ یہ چیز سوچ بچار کے لحاظ سے بھی محدود رہی ہے۔ حل معلوم کرنے میں بھی محدود رہی ہے اور مسائل کا اپنی طور پر حل دریافت کرنے میں بھی۔

ہندوستانی ذہن و دماغ کی ترقی

تعلیمی طریقہ ہندوستانی دماغ کی نشوونما کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔ اسے نو آبادیاتی ڈھانچے سے باہر نکلنے کے قابل ہونا چاہیئے۔ ہمیں اس سے باہر کی طرف سوچ بچار رہنا چاہیئے اور جہاں سوال فہم و فراست کا ہو تو اسے بڑی حد تک پہل کرنے والا ہونا چاہیئے۔ ہمیں اسے اس طرح ڈھالنا چاہیئے کہ ہم جو حل دریافت کریں وہ ہندوستان ہی میں ملے، ہندوستان سے باہر نہیں۔ بنیادی طور پر یہ ہیں وہ باتیں جن کے بارے میں میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے بھی کئی چھوٹے چھوٹے سوالات ہیں جن میں فی الحال جانا نہیں چاہتا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے آپ کا زیادہ وقت لے لیا ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کتنی اعلیٰ تعلیم کو باقاعدہ رکھنا چاہیئے۔ اس میں کتنے لوگوں کو داخل ہونا چاہیئے؟ کتنے لوگوں کو اس میں داخل نہیں ہونا چاہیئے؟ کیا پیشہ ورانہ تعلیم کو مجوزہ افراد، پبلک سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر میں سے استطاعت رکھنے والوں کی طرف سے مدد ملنی چاہیئے؟ کس مرحلے پر پیشہ ورانہ تعلیم کی طرف بھیجنے کی ابتدا ہونی چاہیئے؟ نصاب کا میل اور نصاب میں شامل مضامین کا تعلق اس طبقے کے جذب کرنے کی صلاحیت سے نسبت رکھتا ہے۔ ہم عوامی ذریعۂ تعلیم کو اپنی نوجوان نسل کی تعلیم اور تعمیر پر کس طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ تعلیم کی نوعیت کیا ہو اور اسے کس حد تک سیاست سے الگ رکھنا چاہیئے؟ ہم کتنی سچائی کے ساتھ ٹیچرس کمیشنوں کی رپورٹوں پر غور کریں اور یونیورسٹیوں کے انتظامی امور کی اصلاح کریں تا کہ کارکردگی بہتر اور زیادہ ذمہ دارانہ ہو، انڈر گریجویٹ اور گریجویٹ کے پروگراموں کو بڑھانے یا گھٹانے کے اصول پر از سر نو منظم کریں۔ جہاں طلبا کو یہ اختیار ہو نظریاتی علم کے ساتھ مراسلاتی شعور کو مربوط کرنے کا اختیار رکھتے ہوں؟ کس طرح ایک طالب علم اپنے زیادہ اصولی کورسیز کو پیشہ ورانہ کورسیز کے ساتھ ملا سکتا ہے۔ پھر ۱۰+۲+۳ کا سوال ــــ کہ اس کی کارکردگی کیسی رہی؟ کیا اس نے وہ کام کیا جو ہم اس کے ذریعہ کرنے کے خواہش مند تھے؟ اگر ان میں نقائص ہیں تو کیا ہم نے کسی ایسی بات کرنے میں کوتاہی کی جس کا کرنا ضروری تھا؟ کیا اس پر عمل درآمد کرنے کے طور طریقوں میں خامیاں تھیں؟

فنڈز کے متبادل انتظامات

میں نے ابھی کہا ہے کہ ہم نے کچھ فاضل رقمیں تعلیم کے لئے الگ رکھ دی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ رقمیں غالباً ناکافی ہیں۔ جو فنڈز دستیاب ہیں ان کا بہتر طور سے استعمال کیا جانا ضروری ہے۔ پھر بھی اسکول بلڈنگوں کی اچھائی اور سہولتیں جو موجود ہیں ان پر بھی نگاہ رکھنا لازمی ہے۔ دو بالکل واضح راستے ہیں۔

اس بات کو انتخاب کر سکتے ہیں کہ ہم صرف بنیادی تعلیم دیں گے اور اسے آم کے درخت کے نیچے بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ ان منفی باتوں کو بدلے گا نہیں جوڑی جائیں گی۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ جب اسکول ہر حیثیت سے کامل ہے یعنی بلڈنگ صاف ستھری ہے۔ انسانی حوائج ضروریہ کے انتظامات اچھے ہیں، غسل خانہ بھی موزوں ہے اور دیگر سہولتیں بھی حاصل ہیں تو یہی سب تو ایک گاؤں کے لئے ترقی کے دل اور جدت طرازی کی جان ہیں۔ اس سے پورے گاؤں کو اشتیاق ہوگا کہ وہ آگے کی طرف کوچ کرے البتہ ہم ہر گاؤں میں ایسے اسکول نہیں قائم کر سکتے ہیں ان دونوں کے درمیان کوئی راہ نکالنی ہوگی۔ ہم بات بنانے کے لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ٹیچر اور آم کا درخت فراہم کر دینا ہمارے نوجوانوں کی تعلیم کے لئے کافی ہوگا

مرکز اور ریاست کے تعلقات

غالباً سب سے مشکل سوال تعلیم کے بارے میں مرکز و ریاست کے تعلقات کو حل کرنا ہے۔ اس پہلو پر یہ دیکھنے کے لئے غور کرنا ضروری ہے کہ تعلیم کی نشوونما کس طرح کی جائیگی اور مرکزی فنڈز اور ریاستی فنڈز کا استعمال بہتر تعلیم کی خاطر بہترین انداز میں کیسے کیا جا سکتا ہے۔ شاید اس کا سب سے اہم پہلو ٹیچر ہے۔ اس بات کا انحصار کہ ٹیچر کتنا اچھا ہے اس پر ہے کہ طلباء کتنے اچھے ہوں گے جیسا کہ کسی نے تشریح کی ہے ایک درمیانی ٹیچر بولتا ہے۔ ایک اچھا ٹیچر سمجھاتا ہے اور ایک اعلیٰ ٹیچر مثال و تجربہ دیتا ہے اور بیان کرتا ہے اور ایک غیر معمولی ٹیچر روح پھونک دیتا ہے۔" ہمیں ایسے ٹیچروں کی نشوونما کرنی چاہیئے جو روح پھونک سکیں۔ یہ ہے وہ نکتہ جس کے لئے ہمیں کام کرنا ہوگا اور اگر ہم اپنی توجہات کا مرکز اسکولوں کو بنانا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں اس سے قبل کہ ہم اور قدم بھی بڑھائیں، ہماری توجہات کا مرکز زیادہ تر یہ ہونا چاہیئے کہ ٹیچروں کو ٹریننگ دیں، ٹیچروں کو بلند مراتب تک لے جائیں۔ ٹیچروں کے لئے ریفریشر کورس بنائیں اور ٹیچروں کو تعلیم دیں۔

رگ وید میں مذکور ہے۔

" آیئے ہم ایک ساتھ حرکت کریں، ایک ساتھ بولیں، ایک ساتھ ہولیں۔ ایک مشترکہ مقصد کے لئے۔ تعلیم کے لئے "

(وزیراعظم شری راجیو گاندھی کی افتتاحی تقریر جو انہوں نے ریاستوں کے وزراء تعلیم کے روبرو کی تھی۔)

شری شری کانت جیچکر

وزیر برائے توانائی، اطلاعات و رابطہ عامہ حکومت مہاراشٹر ناندیڑ سے شائع ہونیوالے اردو ہفت روزہ "نقوش" کا دلچسپی سے مطالعہ فرمارہے ہیں۔ نقوش کے مینجنگ ایڈیٹر شری محمد عبدالستار عارف (جنھوں نے شمارہ پیش کیا) آپکے ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں۔ پشت پر ڈپٹی انفارمیشن ڈائریکٹر شری رام پاٹل نظر آرہے ہیں

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے ۲ مئی کو بمبئی میں مہاراشٹر پریشد کی جانب سے قائم کردہ مہاراشٹر کیندر کے یشونت راؤ چوان پرتشٹھان کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر وزیر اعظم شری راجیو گاندھی تقریر کرتے ہوئے۔ تصویر میں پرتشٹھان کے بانی ممبر شری شرد پوار، گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما، پرتشٹھان کے نائب صدر شری اناصاحب شندے اور وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان بھی نظر آرہے ہیں

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے ۲ مئی کو بمبئی میں یشونت راؤ چوان پرتشٹھان کا افتتاح کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ قوم دشمن عناصر کے خلاف سخت اقدام کیا جائے گا۔

شری گاندھی نے وضاحت کی کہ ملک میں معاشی و اقتصادی ترقی کے بارے میں بہت کچھ باتیں ہو رہی ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ سماج سدھار کا کام شروع کیا جائے۔

حکومت نے ایک محرک تعلیمی پروگرام مرتب کیا ہے جس سے نوجوان نسل میں وہ قدریں پیدا ہوسکیں جو قومی تعمیر کے لئے اشد ضروری ہیں۔ آپ نے عوام سے تعاون کی اپیل کی۔

وزیراعظم نے آنجہانی یشونت راؤ چوان کے کردار کی سراہنا کی اور انہیں سیکولرزم، غیر جانب داری اور جمہوریت کا علمبردار بتایا اور کہا کہ ان کے نظریات و خیالات موجودہ پرُ ہیجان دور میں بہت ضروری ہیں۔ آنجہانی نے فرقہ پرستی کو قطعی مسترد کیا اور ساری زندگی ملک کے اتحاد و سالمیت اور یک جہتی کے لئے جدوجہد کی۔

یہ افتتاحی تقریر نہرو سائنس سینٹر میں منعقد کی گئی۔ اس میں گورنر مہاراشٹر شری شنکر دیال شرما اور ان کی بیوی، وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی چوان، سابق وزیر اعلیٰ شری شرد پوار، ممتاز صنعت کاروں اور اعلیٰ سرکاری افسران کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔

اس موقع پر وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی چوان نے خطاب کرتے ہوتے آنجہانی شری چوان کے کردار کو سراہا اور بتایا کہ سمیکت مہاراشٹر تحریک کے دوران بحران کے دنوں میں آنجہانی نے کیوں قومی لیڈر شپ میں شمولیت کو ترجیح دی تھی۔

شری پوار نے پرتشٹھان کے کاموں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ تنظیم ان اسکیموں کی بعض خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے جو دیہی علاقوں میں پانی اور بجلی جیسی بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کے لئے لاگو ہوتی ہے۔

●●●

صفحہ نمبر ۲۲ سے آگے

اردو افسانوں کا مراٹھی ترجمہ

ترجمہ کرکے کئی رسالوں میں شائع کروا دیتے ہیں۔

یہاں ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلاتا چلوں، مراٹھی پڑھنے والے زیادہ تر اردو کی شاعری خاص طور پر خارجی رنگ کی لکھنوی شاعری میں ہی زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ غلطی ان کی بھی نہیں ہے۔ مراٹھی میں لکھنے والے اکثر پرکاش پنڈت کا ایک آدھ اردو شاعری کا انتخاب سامنے رکھکر اردو شاعری پر مضمون لکھوا دیتے ہیں۔

بوسہ، انگڑائی، ہجر، تنہائی جیسے عنوانات سے چند مضامین میں دس بیس شاعروں کے شعر پیش کر دیتے ہیں۔ اختر الایمان، رشید امجد، وزیر آغا، میراجی، بلراج مینرا، کمار پاشی، باقر مہدی، کے نام انھوں نے سنے ہی نہیں، آخر یہ غلطی کس کی ہے؟

میرا ایک دوست مجھ سے کہہ رہا تھا ہم نے تو منٹو، بیدی، خواجہ احمد عباس، کرشن چندر اور عصمت چغتائی کے سوا کسی اردو کہانی کار کو نہیں پڑھا۔ بات درست تھی۔ اُن کے بعد گنڈری، آنندی، کارمن، بازیافت، آخری کمپوزیشن، ہیڈلیس بڈھا، زرد کتا، گڑیا، جیسے کئی بے مثال افسانے لکھے گئے۔ مگر ترجمہ کرنے والے کو افسانے پڑھتے ہی قلم اور کاغذ لیکر ترجمہ کرنے پر مجبور کر دینے کی جو طاقت ٹھنڈا گوشت، کالی شلوار، شہزادہ، کالو بھنگی، اگرہی، کوکھ جلی، لحاف یا سردار جی میں تھی اور اب بھی ہے۔ کیا اُس کے بعد کی کہانیوں میں ہے۔ یہ ایک اہم سوال ہے؟

●●●

وزیراعظم کے سائنٹفک مشیر اور پلاننگ کمیشن کے رکن، پروفیسر ایم جی کے مینن نے وزیراعلیٰ شری ایس بی چوان اور سینیئر افسران سے ریاست میں پینے کے پانی اور سوکھے سے متعلق جدید ٹکنالوجی کے استعمال کے سلسلہ میں سہیادری گیسٹ ہاؤس میں ۱۲ مئی ۱۹۸۶ء کو ملاقات کی۔

مہاراشٹر کیلئے مرکزی حکومت کیطرف سے

۵۰ کروڑ روپے کی مدد

وزیراعظم شری راجیو گاندھی کا اورنگ آباد میں اعلان

وزیراعظم شری راجیو گاندھی نے حکومت مہاراشٹر کی ان کوششوں کو سراہا ہے جو سوکھے کا مقابلہ کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔ آپ نے سوکھے سے متاثر علاقوں کے لوگوں کی فلاح کے لئے مرکز کی جانب سے نقد و جنس کی شکل میں ۵۰ کروڑ روپے کی امداد کا اعلان فرمایا۔

وزیراعظم نے ریاست کے گیارہ قحط زدہ اضلاع کا دورہ فرمانے کے بعد اپنے تین روزہ دورے کے آخری دن اورنگ آباد کے شیواجی میدان میں عوام سے خطاب فرماتے ہوئے اس امداد کا اعلان فرمایا تھا۔

مہاراشٹر کے سوکھا سے متاثر علاقوں میں آپ نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے مصائب کا بچشم خود معائنہ فرمایا اور اس بات کی سراہنا کی کہ مہاراشٹر حکومت دوسری ریاستوں کی بہ نسبت حالات سے نمٹنے کے لئے بہتر اقدامات کر رہی ہے۔ آپ نے کہا کہ اس ریاست کو دوسری ریاستوں کی اچھی باتیں اختیار کرلینی چاہیئے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ گھریلو عورتوں کو اس خیال سے کہ انہیں گھر کے کام کاج کے لئے زیادہ وقت مل سکے، ان کے اپنے گاؤں کے قریب ہی روزگار فراہم کیا جانا چاہیئے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہر مزدور کو روزانہ کی اجرت کا حساب رکھنے کے لئے ایک اکاونٹ بک دی جانی چاہیئے۔

جنگل بانی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے ریاست کو اس بات پر غور کرنے کا مشورہ دیا کہ وہ ریاست جو اب سے پہلے ہمیشہ خوش حال تھی اسے بار بار سوکھا اور قلت و قحط سالی سے کیوں واسطہ پڑنے لگا ہے۔ جنگلوں کی کٹائی اور درختوں کا نٹ چھانٹ سے یہ بُرے اثرات نمودار ہوئے ہیں اور اسی کے نتیجے میں یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مستقل طور پر قحط سالی سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک وسیع پلان بنایا جاسکتا ہے۔ آپ نے نئی ٹکنالوجی کو بروئے کار لانے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ آبپاشی اور پینے کے پانی کا مسئلہ پھر باقی ہی نہ رہے۔

شری گاندھی نے ریلوے لائنوں کی توسیع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ فی الحال موجودہ لائنوں کی مرمت اور انہیں مضبوط بنائے رکھنا ہی اہم ہے۔ ان کاموں کی تکمیل کے بعد مراٹھواڑہ میں ریلوے پروجیکٹ کا کام شروع کیا جاسکتا ہے۔

وزیراعظم نے قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ زبان، ذات پات اور دھرم کے اختلافات کو بھلا کر ہمیں ملک کی ترقی کے لئے اور ملک کو زیادہ مضبوط بنانے کے لئے کام کرنا چاہیئے۔ آپ نے مہاراشٹر کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا خصوصی طور پر تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا ہی ماحول ہر جگہ ہونا چاہیئے۔

وزیراعظم شری راجیوگاندھی نے ۳ مئی ۱۹۸۶ء کو مہاراشٹر کے خشک سالی سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ زیر نظر تصویر میں شری راجیو گاندھی اورنگ آباد شہر میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے نظر آرہے ہیں۔

وزیراعظم شری راجیوگاندھی نے شرور تعلقہ میں تھیتواڑی تالاب کے کاموں کا معائنہ کیا۔ وزیراعلیٰ شری شنکرراؤ چوان بھی تصویر میں نظر آرہے ہیں۔ تصویر کے دوسرے حصے میں تھیتواڑی تالاب کا کام زوروں پر چل رہا ہے۔

ضلع اورنگ آباد کے گورالا گاؤں میں پہنچنے پر گاؤں کی خواتین نے شری راجیو گاندھی کا سواگت کیا۔ زیر نظر تصویر میں گاؤں کی عورتیں دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کر رہی ہیں۔

آپ نے اس بات پر اظہارِ اطمینان فرمایا کہ بھارت اپنے تہذیبی اقدار اور فلسفیانہ اصولوں کی وجہ سے ترقی کرتا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پچھلا سنہری دور دوبارہ لانے کے لئے ملک میں بالکل نئی تعلیمی پالیسی جاری کی جا رہی ہے۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے ریاست کے وزیرِ اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے کہا کہ وزیرِ اعظم کے اس دورے نے خشک سالی سے متاثر دیہاتوں میں ایک نیا حوصلہ اور جوش پیدا کیا ہے۔ ان تحقیقات نے جو وزیرِ اعظم نے ضمانت روزگار اسکیم کے بارے میں کیں، پوری ریاست میں یہ اعتماد پیدا ہو گیا ہے کہ پورا ملک اور مرکزی حکومت ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔

شری چوان نے اس بات کا ذکر بھی کیا کہ مراٹھواڑہ میں ریلوے لائن کی توسیع کی منظوری دی جا چکی ہے اور بجٹ میں مزید رقم کی فراہمی سے یہ کام زیادہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا اور اس طرح پسماندہ علاقے ریاست کے اہم شہروں اور صدر مقام سے جوڑے جا سکیں گے۔

شری چوان نے ان قرضہ جات کی ادائیگی کے مسئلے کا حوالہ دیتے ہوئے جو سوکھا سے متاثر ہیں اور جن علاقوں میں کاشتکار قرض سے دبے ہوئے ہیں فرمایا کہ ایسے کاشتکاروں کے لئے قرض معہ سود کے ادا کرنا نہایت مشکل امر ہے کیونکہ انہیں گذشتہ تین برسوں سے لگاتار اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے وزیرِ اعظم سے درخواست کی کہ کسی ایسے طریقے پر غور فرمائیں جس کے ذریعے سوکھا سے متاثر علاقوں کے کاشتکار کچھ راحت پا سکیں۔

شریمتی پربھا راؤ، صدر ایم پی سی سی، نے جو اس میٹنگ کی صدارت فرما رہی تھیں دلی طور پر وزیرِ اعظم کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ نے نہایت جانفشانی کے ساتھ متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔

شری وی۔ رنگاناتھن
سکریٹری
راحت رسانی و بازآبادکاری

جنگی پیمانے پر
قحط سالی کا مقابلہ

ریاستِ مہاراشٹر بارش کی کمی کی وجہ سے شدید قحط سالی کے حالات سے دوچار ہے۔ موسم خریف میں سوکھا پڑنے کے سبب ۴۴۰ کروڑ روپے کا نقصان ہوا اور ۱۹ اضلاع میں ۶،۶۰۷ دیہاتوں کے تقریباً ۸۰ لاکھ آدمی سوکھا سے متاثر ہوئے ہیں۔ ۱۴ اضلاع میں کے ۴،۶۳۰ دیہاتوں میں سوکھا پڑ گیا ہے۔ منجملہ طور پر ریاست کے ۱۱،۲۳۷۰ دیہاتوں پر اس کی زد پڑی ہے۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ریاستی حکومت کی طرف سے مختلف راحت رسانی کے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ جیسے جانوروں کے لئے گھاس چارہ کی خاطر تگاوی قرض دینا، پانی مہیا کرنے کے لئے پائپ ڈالنے کی عارضی اسکیمیں جاری کرنا، بورنگ کنوؤں کی کھدائی، ٹینکروں کے ذریعے پانی کی فراہمی اور سوکھے سے متاثر ہونے والوں کو ملازمت دینا۔ ان کوششوں کا تفصیلی حال نیچے مذکور ہے۔

امسال مہاراشٹر میں شدید قسم کے قحط کی حالت ہے۔ قحط کی شدت کو سمجھنا اور اس سے نمٹنے کیلئے یہ جانے والے اقدامات کو جاننا مفید ہوگا۔

خشک سالی سے متاثر رقبہ

سالِ رواں میں ریاست کے بہت سے حصوں میں رش کم اور بے قاعدہ ہوئی۔ دھولے، ناشک، جلگاؤں دنگر، اورنگ آباد، عثمان آباد اور لاتور ضلعوں میں جولائی ے مہینے میں مختصر سی بارش ہوئی تھی۔ جب بوائی کی جاچکی تھی، لیکن چونکہ بارش بوائی کی میعاد میں جاری نہیں رہی اس لئے خریف کی بوائی، تقریباً ۵ لاکھ ہیکٹر سے رقبے میں مکمل نہیں کی جاسکی۔

خریف کی فصل تو عام طور پر آخر جولائی تک اطمینان بخش تھی لیکن سوائے ودربھ اور کوکن کے فصل اس لئے متاثر ہوئی کہ اگست میں بارش کافی وقفے تک نہیں ہوئی جن زمینوں پر بوائی دیر سے کی گئی اور کم زرخیز زمینوں میں پودوں کی نشوونما تسلی بخش نہیں ہوتی اور بارش کی کمی کے سبب فصل سے ہونے والی آمدنی تقریباً ماری گئی۔ ریاست

کی قریب قریب ۱۲۴ لاکھ ہیکٹر زمین کا رقبہ فصلِ خریف کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن ان میں سے ۵ لاکھ ہیکٹر کے رقبے میں بوائی کی ہی نہیں جا سکی۔ باقیماندہ ۱۱۹ لاکھ ہیکٹر زمین کے رقبے میں بوئی گئی فصل میں سے ۳۷ لاکھ ہیکٹر زمین کی فصلیں بے قاعدہ بارش سے متاثر ہوئیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس بنا پر اناج اور تلہن کی پیداوار میں ۲۱ لاکھ ٹن کی کمی پیش آئیگی۔ اس کمی کا اندازہ قیمت کے حساب سے لگائیے تو کسانوں کو ۴۴۰ کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ آخری "پیسے واری" کے مطابق ۱۹ ضلعوں کے ۷،۰۶۶ گاؤں، جن میں ۸۰ لاکھ لوگ آباد ہیں، فصلِ خریف کے شدید سوکھے کے سبب متاثر ہوتے ہیں۔ فصلِ ربیع کے صحیح دورے کی بنیاد پر لگائے گئے اندازے کے مطابق سوکھے کی زد ۱۴ ضلعوں کے ۴،۶۳۰ گاوؤں پر پڑی ہے۔ اس طرح مجموعی طور پر ۱۱،۲۳۷ گاوؤں اور ان میں بسنے والی ۱۳۵ لاکھ کی آبادی اس سال سوکھے سے متاثر ہوئی۔ قحط کی زد میں آنے والے دیہاتوں میں سے اکثر اورنگ آباد، پونے اور ناسک محصولاتی ڈویژن سے تعلق رکھتے ہیں۔

فصلوں کو بچانے کے اقدامات

ریاستی حکومت نے سوکھے سے نمٹنے کے لئے فوری اقدامات کئے۔ حکومت نے کھڑی فصلوں کو بچانے کے لئے فوراً جاری کردہ جو احکامات صادر فرماتے تھے۔ ان میں سے بعض احکامات یہ تھے : آبپاشی کے پروجیکٹوں سے ترجیحی بنیاد پر، پانی کو سب سے پہلے پینے کے لئے محفوظ رکھنا، اس کے بعد اگر زائد پانی دستیاب ہو تو اسے کھڑی فصلوں کو بچانے کے لئے استعمال کرنا یہاں تک کہ جنہوں نے قرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتی ہو انہیں بھی اس کا فیض پہنچانا اور ان کے زراعتی پمپوں کی برقی سپلائی کو قطع نہ کرنا۔ یہی نہیں، بلکہ زراعتی پمپوں کو جو متاثرہ رقبوں میں تھے، ان کے مالک کسانوں کو بھی۔ بجلی کی سپلائی کا فیض پہنچایا گیا اور انہیں بھی ان ندیوں اور نالوں سے جو نوٹیفائیڈ نہیں ہیں، پانی اٹھانے کی اجازت دے دی گئی۔

اکتوبر کے اول دس دنوں میں ریاست کے سبھی حصوں میں اچھی بارش ہوئی۔ اس صورتِ حال سے پورا فائدہ اٹھایا گیا اور وہ رقبے جن میں فصلِ خریف کی بوائی نہیں کی گئی تھی، یا جن میں فصلِ خریف برباد ہو گئی تھی، ان میں فصلِ ربیع کی بوائی کی گئی۔ اس مقصد کے تحت محکمۂ زراعت نے کسانوں میں بڑے پیمانے پر پروپگنڈہ کیا، چھوٹے کسانوں کو بیج اور فرٹیلائزر مفت دیئے گئے ریاست کے تقریباً ۶ لاکھ کسانوں کو اس قسم کی امداد دی گئی جس پر تقریباً ۷ کروڑ روپے صرف ہوئے اس کے نتیجے میں فصلِ ربیع کی بوائی معمول سے پانچ لاکھ ہیکٹر مزید رقبے میں ہوئی۔ شروع میں فصل کی حالت اچھی رہی لیکن نومبر سے فروری تک کی مدت میں وہ فصلیں جن کی کاشت کم درجہ اور درمیانی درجے کی زمینوں کی گئی تھی، سوکھ گئیں جس کا خراب اثر آمدنی پر پڑا۔ فصلِ ربیع کی پیداوار میں تقریباً ۹ لاکھ ٹن کی کمی واقع ہوئی اور کسانوں کی تقریباً ۱۵۰ کروڑ روپے کی آمدنی ماری گئی۔ اس طرح سوکھے کی اس شدید حالت کے سبب ۳۰ لاکھ ٹن اضافی اناج اور تلہن کی پیداوار کا نقصان پیش آیا۔ کسانوں کو ۵۹۰ کروڑ روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

جانوروں کے گھاس چارے کی فراہمی

اس شدید سوکھے کے سبب اب کسانوں کو مویشیوں کے گھاس چارے کا بھیانک مسئلہ درپیش ہے چنانچہ قحط زدہ علاقوں سے گھاس چارہ باہر بھیجنے یا منتقل کرنے کی ممانعت کردی گئی ہے، کسانوں کو گھاس چارے کے لئے تکاوی قرض بحساب ۴۰۰ روپے فی جانور اور زیادہ سے زیادہ ۲۰۰۰ روپے فی کسان' دینے کے احکامات صادر کئے جا چکے ہیں۔ دودھ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ساتھ ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ دودھ پیدا کرنے والوں کو مذکورہ سوسائٹیاں گھاس چارہ ادھار دیں۔

ریاست میں گھاس چارے کی دستیابی میں اضافہ کرنے کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔ ایک بھاری اور وسیع پروگرام کے تحت گھاس چارہ اگانے کا سلسلہ

مہاراشٹر ریاستی فارمنگ کارپوریشن، زراعتی یونیورسٹیوں
اور تعلقوں کے فارموں کے ذریعے جاری کیا گیا ہے۔ کسانوں
کی بھی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے کہ وہ اپنی اپنی زمینوں پر
گھاس اگائیں اور اس باب میں انہیں آبپاشی کا پانی مفت
اور فی ایکڑ ایک تھیلا فرٹیلائزر رعایتی نرخ پر دیا جارہا
ہے۔ امید ہے کہ اس پروگرام کے ذریعے ۷۲۰۰۰ ٹن
گھاس حاصل ہوگی۔ محکمۂ جنگلات کی چراگاہوں کا نیلام
پر دیا جانا روک دیا گیا ہے اور ان چراگاہوں کی گھاس نیز
وہ گھاس جسے قبائلی ترقیات کارپوریشن خرید لیا کرتی
تھی۔ کسانوں کو تگائی قرض پر دینے کے لئے محفوظ کردی گئی
ہے۔ سرکاری گوداموں کے ناخوردنی اناج کو بھی تگائی قرض
پر دیا جارہا ہے۔ اس پروگرام کی بدولت ۲٫۳۳ لاکھ
میٹرک ٹن چارہ دستیاب ہوگا۔ پنجاب سے گھاس چارا
لانے کے انتظامات بھی کئے جارہے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ کلکٹروں کو بھی یہ ہدایت دے
دی گئی کہ وہ ضروری سمجھیں تو مویشیوں کے کیمپ کھولیں۔
یہ کیمپ ایسے مقامات پر کھولے جائیں گے جہاں کافی
سایہ، گھاس چارا اور بیطاری علاج کی سہولتیں حکومت
کی طرف سے مہیا کی جاسکیں گی۔ ریاست میں شکر کے
کارخانوں سے بھی یہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ مویشیوں کے
کیمپ کھولیں اور رس نکالنے کے بعد گنے کی کھوئی
کے ساتھ جانوروں کا چارا اور دوسری گھاس ملا کر مویشیوں
کو کھلائیں۔

پینے کا پانی

سوکھے کی یہ نمایاں خصوصیت رہی ہے کہ عموماً
پینے کے پانی کی شدید قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اندازہ
لگایا گیا ہے کہ تقریباً ۱۷،۰۰۰ گاؤں اور ۱۱۷ شہری
علاقے یا تو پانی کی قلت سے دوچار ہیں یا دوچار
ہونے والے ہیں۔ پانی کی قلت سے نمٹنے کے لئے بعض
فوری اقدامات کئے جارہے ہیں۔ اسی طرح حکومت
آئندہ پینے کا پانی مہیا کرنے کے لئے بعض مستقل
اسکیمیں جاری کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت
ہدایت دے چکی ہے کہ جہاں ممکن ہو سکے بورنگ کنوؤں
کی کھدائی کر کے، عارضی بنیاد پر، پائپ کے ذریعے
پانی مہیا کرنے کی اسکیمیں جاری کر سکے اور دائمی طور پر
پائپ کے ذریعے پانی مہیا کرنے کی اسکیموں پر عمل کر کے
پینے کا پانی مہیا کیا جائے۔ ان کے علاوہ ایسے بورنگ
کے کنویں جن میں پانی کی مقدار کافی ہو، وہاں الیکٹرک
موٹریں بٹھائی جائیں جہاں موجودہ کنوؤں کو گہرا کر کے پانی
کا مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے وہاں، حکومت ہدایت دے
چکی ہے کہ کنوؤں کو گہرا کیا جائے جن دیہاتوں کو پانی مہیا
کرنا کسی اسکیم کے ذریعے ممکن نہ ہو وہاں پانی ٹینکروں
اور بیل گاڑیوں کے ذریعے پانی پہنچانے کی ہدایات دی جاچکی
ہیں۔ بحالت موجودہ ریاست کے ۲،۲۱۳ دیہاتوں کو ٹینکروں
اور بیل گاڑیوں کے ذریعے پانی پہنچایا جارہا ہے جس سے
پانی کی شدید قلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایسے
۱۶،۰۰۰ دیہات، جو پانی کی قلت سے دوچار ہیں، ان کے
لئے دائمی طور پر پانی مہیا کرنے کی اسکیمیں عمل میں لائی
جارہی ہیں۔ چنانچہ ۷،۲۰۰ دیہاتوں میں یہ اسکیم مکمل کی جاچکی ہے، دوسرے
باقی ماندہ دیہاتوں میں کام برابر جاری ہے اور توقع ہے کہ ایک مہینے میں
کام وہاں بھی مکمل ہو جائے گا۔

۱۱۷ شہری علاقوں میں ہنگامی طور پر پانی کی بہم رسانی
کی اسکیم پر ۱۱ کروڑ روپے کی لاگت سے عمل آوری جاری ہے
ان میں سے ۷۲ علاقوں میں اسکیم مکمل ہو چکی ہے اور باقیماندہ
علاقوں میں ایک مہینے کے اندر اسکیم کے مکمل ہو جانے کی
امید ہے۔

سوکھے سے متاثر لوگوں کو ملازمت

سوکھے کے حالات کے سبب زرعی مزدوروں اور
کاشتکاروں کو بڑے پیمانے پر ملازمت دی جارہی ہے
اس مقصد کے لئے ای۔جی۔ایس (ضمانت روزگار اسکیم)
کے تحت وسیع پروگراموں پر عمل ہو رہا ہے۔ مارچ ۱۹۸۶ء
کے آخر تک ۱۰،۹۳۷ جیسی بڑی تعداد میں مختلف کام
ضمانت روزگار اسکیم کے تحت ریاست میں چل رہے تھے

★ وزیر اعظم شری راجیو گاندھی
خشک سالی سے متاثر ناشک ضلع میں

اپنے تین روزہ دورۂ مہاراشٹر کے دوران وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے ناشک سے ۵۰ کلومیٹر دور واقع باجر پرکولیشن ٹینک کا معائنہ کیا۔

ایک کھلی ہوئی جیپ میں سفر کرتے ہوئے وزیر اعظم نے اچانک جیپ کا رخ دیوی گاؤں کی طرف موڑنے کا حکم دیا۔ اس گاؤں میں انھوں نے ایک ہریجن بستی کا دورہ کیا۔ گاؤں والوں سے بات چیت کی اور ان کی جھونپڑیوں میں داخل ہو کر ان کے رہن سہن کے طریقوں کا معائنہ کیا۔

باجر ٹینک کی تعمیر میں وزیر اعظم نے اپنی خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ یہاں پر ہونے والی بارش کی مقدار اور ٹینک کی تعمیر پر مامور کئے گئے مزدوروں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔

ناشک کے اس دورہ پر وزیر اعظم کے ہمراہ ریاستی وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان اور شریمتی سونیا گاندھی بھی تھیں۔

یہ ٹینک اس سال کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔

اسکیم ہذا کے ذیل میں ۱۵ء۹ لاکھ مزدوروں کو ملازمتیں دی گئیں جبکہ ۷ء۱۷ لاکھ مزدور پہلے ہی سے اس اسکیم کے تحت حقیقتاً کام کر رہے تھے۔

ضمانت روزگار اسکیم کے تحت جن کاموں پر حتی الامکان توجہ دی جاتی ہے وہ عموماً پیداواری نوعیت کے ہوتے ہیں جیسے آبپاشی کے پروجیکٹ، "پرکولیشن" ٹینک، بند باندھنا، زمین کی سطح برابر کرنا، یہ ایسے کام ہیں جن سے ان دیہاتوں کو آئندہ سوکھا کا مقابلہ کرنے میں مدد ملے گی۔ سوکھا سے متاثر علاقوں میں ایک گاؤں میں ایک ٹنکی کی جگہ دو ٹنکیاں رکھنے کی اور ۲ لاکھ مکعب فیٹ پانی کی گنجائش رکھنے والے پرکیولیشن ٹینک کی اجازت دی جا چکی ہے اور قوانین کو اس باب میں نرم کر دیا گیا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے جنگلات کی کٹائی، پانی کی کمی اور بارش کی بے قاعدگی خشک سالی کا خاص اور اہم سبب ہیں۔ اس لئے روزگار ضمانت اسکیم کے تحت قلت زدہ علاقوں میں جنگل بانی کے کام شروع کئے جانے کی بابت ہدایتیں کچھ پہلے دی جا چکی ہیں۔

مرکز سے امداد حاصل کرنے کی کوشش

ریاستی حکومت کی طرف سے مرکزی حکومت کی خدمت میں تفصیلی مراسلہ روانہ کیا جا چکا ہے جس کے ذریعے ۵۳ء۵۶۱ کروڑ روپے کی امداد طلب کی گئی ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے مطالبہ کی گئی خطیر رقم کے مقابل ۷۵ء۵۲ کروڑ روپے کی امداد دی گئی ہے چونکہ امداد بہت ناکافی ہے۔ اس لئے مرکز سے زیادہ امداد عطا کرنے کی گذارش کی گئی ہے علاوہ ازیں، مرکزی حکومت سے مدد عطا کرنے کے ان عام حالات میں ترمیم کرنے کی گذارش بھی کی گئی ہے تاکہ قلت زدہ حالات سے نمٹنے کے لئے امدادی رقم کفایت کرے۔ امید ہے کہ مرکز کی طرف سے اس کا خاطر خواہ جواب ملے گا۔

مہاراشٹر میں مجموعی طور پر ۸۹ تعلقے ایسے ہیں جو سوکھے سے متاثر ہونے کے امکانات رکھتے ہیں اور
قری راج

یہ تعلقہ پوری ریاست کا تقریباً ⅓ حصہ کو حاوی ہے۔ ان رقبوں کو پوری طرح ترقی دینے کے خیال سے، اور ان علاقوں کی بار بار کی قلت زدگی کو ختم کرنے کے مستقل اقدامات تجویز کرنے کی خاطر، حکومت نے ایک کمیٹی قائم کی ہے جس کے چیرمین وزیر توانائی، مکانات اور شہری ترقیات، ڈاکٹر ڈی۔ سبرامینیم ہیں۔ توقع ہے کہ یہ کمیٹی اپنی رپورٹ آئندہ مہینے پیش کرے گی۔ امید ہے کہ کمیٹی کارآمد رائے دے گی تا وہ علاقے جہاں کا ہمیشہ قلت کے پیش آنے کا خدشہ رہا کرتا ہے، مستقل طور پر اس سے نجات پا جا

ریاست سوکھے کے زبردست مسئلے سے دو چار ہے لیکن حکومت اس صورتِ حالات سے جنگی پیمانے پر مصروفِ جنگ ہے۔

(ترجمہ: اقبال احمد)

سعادت علی قریشی (ایم۔اے) عثمانیہ
۴/۸۶۵-۱-۲۳، مغل پورہ
حیدرآباد — ۵۰۰۰۰۲
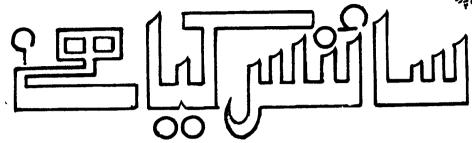
تقریباً سبھی سائنس کی ترقی سے کماحقہٗ واقفیت رکھتے ہیں لیکن سائنس کیا ہے، شاید اس نکتہ پر سیر حاصل بحث نہیں کی گئی۔ دراصل سائنس لاطینی زبان Scientia کے سے مشتق ہے جسکے معنی جاننے کے ہیں۔ اسی کو کسی قدر وضاحت سے کہا جائے تو اس کے معنی علم و حکمت پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ اس لفظ کو اکثر اپنے وصف کے ساتھ دیگر فنون کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تب اس فنون کے شعبوں میں ایک امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض جگہ جب خاص معنوں میں استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے حقیقی معنوں کا دائرہ محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ عام طور پر اس لفظ کا تعلق کیمیاء طبعیات حیاتیات سے وابستہ رہتا ہے اور یہاں موضوع بحث کا تعلق انہی معنوں سے ہوگا۔

سائنس کی بنیاد

دراصل قدیم زمانہ کے لوگ قدامت پسند تھے یعنی ان کے دین و ایمان پرانے عقائد پر مبنی تھے جو کہ انھیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ سورج کو ایک آتشیں سواری سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ خدا اس سواری میں بیٹھکر آسمانوں کے گرد گھومتا ہے۔ اسی طرح یہ محدود خیالی ایک عرصۂ دراز تک ان کے دلوں میں جاگزیں رہی لیکن ساتھ ساتھ ان عقائد کی حقیقت جاننے کا جذبہ بھی ان کے دلوں میں پرورش پانے لگا تھا اور جب یہ جذبۂ طلب صادق بن گیا تو قدامت پسندی کا پردہ چاک ہو گیا۔ اور انکشافات کا یہ سمندر ان کے سامنے موجزن ہو گیا۔ اپنے خیالات کی تصدیق اور نئے مقاصد کے حصول میں ان کی کوششیں بارآور ہوئیں۔ سب سے پہلے اجرام فلکی میں موجود حرارت کے مسئلے پر غور و خوض کیا گیا اور نہ صرف ان لوگوں نے طبعی معلومات حاصل کیں بلکہ جانوروں اور پودوں تک کا تحقیقی جائزہ لیا اور اس مشاہدے نے انھیں علم حیاتیات سے روشناس کرایا۔ روزمرہ کے مشاہدات میں اجرام فلکی کی گردش نے ان کے دلوں میں ایک تشویش پیدا کر دی تھی اور چند ہونہار دماغوں نے اس فلکیاتی معمہ کو حل کرنے کے لئے علم ہیئت کے متعلق ابتدائی معلومات بھی حاصل کیں لیکن یہ معلومات بھی ایک عرصۂ دراز تک قدامت پسندی کے دائرے ہی میں محیط رہی لیکن

ایونیا کے مشہور فلسفی طالیس نے اس قدامت پسندی کے پیرہن کو چاک کیا اور علم ہیئت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں یونانی فلسفی انگزمنس کے خیال کے مطابق آسمان نصف کرہ کی شکل میں ایک گنبد کی حیثیت رکھتا تھا، لیکن یہ نظریہ کبھی رد ہوا کبھی جزوی طور پر صحیح مانا گیا۔ بہر حال یہی وہ بنیادی اصول تھے جو ارتقائی منازل طے کر کے علم ہیئت بن گئے۔

اس کے بعد فیثا غورث کے دور میں اسی خیال کو پیش کیا گیا کہ دوسرے اجرام فلکی کی طرح زمین بھی اپنے مرکز پر گھومتی ہے اور زمین کے غیر آباد حصہ کا رخ مرکز کی جانب اور آباد حصہ کا رخ ستاروں کی جانب ظاہر کیا گیا ہے اور زمین کے مرکز کو ایک آتشیں گولہ سے تعبیر کیا گیا لیکن یہ نظریات بھی چوتھی صدی قبل مسیح کی جغرافیائی تحقیقات نے رد کر دیا اور اس بات کو ثابت کیا کہ زمین اپنے محور کے گرد چکر لگاتی ہے۔ اسٹارکس نے (۲۸۰ ق م) میں دریافت کیا کہ سورج زمین سے بڑا ہے اور اسی بناء پر اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آفتاب کا زمین کے گرد گھومنا ناممکن ہے (جیسا کہ قدیم زمانہ کے لوگوں کا خیال تھا) اسی طرح رفتہ رفتہ ان خیالات میں تصحیح و ترمیم ہوتی رہی اور علم ہیئت جس کو لوگ کبھی اہمیت نہیں دیتے تھے آج اپنی شاندار حقیقتوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہے اور اسی کے ذریعہ ہمیں متعدد سیاروں کے معلومات حاصل ہو رہی ہیں چنانچہ سمندر کے مد و جزر کی دریافت اسی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

نظریۂ مادّہ

علم ہیئت کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں مادہ کی ماہیت دریافت کرنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ ایونیا کے قدیم فلسفیوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ مٹی اور پانی کی آمیزش سے تمام چیزیں بنتی اور بگڑتی ہیں اور اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے پاتا۔ اس بات کے پایۂ ثبوت کو پہونچانے کے بعد انھوں نے مادہ کے بغیر فانی ہونے کو ثابت کیا اور کہا کہ تمام دنیا ایک ہی عنصر سے بنی ہے اور اس کی تمام اشیاء بدلی ہوئی اشکال میں ہمارے سامنے ہے لیکن اس کے بعد ایم۔ پی ڈاکلس نے چار عناصر کا ہونا ثابت کیا اور وہ عناصر ہوا۔ پانی۔ آگ اور مٹی تھے لیکن رفتہ رفتہ دوررس دماغوں نے اس غلط فہمی کو دور کر کے چھیانوے عناصر کا ہونا ثابت کیا۔

نظریۂ جوہر

اسی طرح مادہ کی تقسیم کے متعلق غور کیا گیا۔ آیا مادہ کی تقسیم کے بعد اس کے خواص اسی طرح برقرار رہتے ہیں جو پہلے تھے؟ کیا مادہ کی تقسیم کے بعد ان ذرات کی تشریح ممکن ہے جو مادہ سے حاصل ہوئے ہیں؟

جہاں یہ مسئلہ یونانیوں کو پریشان کئے ہوئے تھا وہیں اس مسئلہ کے حل کرنے کے شوق نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ گو، ایم پی ڈاکلس نے مختلف طریقوں سے اپنے مرتب کردہ عناصر کی جانچ کی لیکن اسکی نظر میں کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ لیکن لوسی پس اور دیمقراطیس نے اپنے تجربات کی وضاحت کی اور نظریۂ جوہر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن ان دونوں کے نظریۂ جواہر کو ڈالٹن یا آیوگیڈرو کے نظریۂ جواہر سے تقابل نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس زمانے میں یونانیوں کے طبعی اور کیمیائی معلومات محدود تھے کیونکہ آج کوئی نظریہ پیش کیا جاتا ہے تو اس پر متعدد تجربات کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ آج ہمارے پاس قابل لحاظ تعداد میں آلات موجود ہیں جب کہ زمانہ ماضی میں ایسی کوئی سہولت نہیں تھی۔ بہر حال ڈالٹن اور آیوگیڈرو نے مختلف آلات کی بدولت بے شمار تجربات کر کے صحیح نتائج اخذ کئے۔

یہ نظریہ ابھی نامکمل صورت میں تھا کیونکہ دیمقراطیس کا خیال تھا کہ خلاء کے اندر تمام چیزیں مساوی رفتار سے گرتی ہیں لیکن خلاء کے علاوہ یہ بات کہ وزنی اشیاء ہلکی اشیاء کی بہ نسبت تیز رفتار سے گرتی ہے تو اس نے اس کا سبب ہوا کی مزاحمت بتایا۔ اس کا خیال صحیح تھا جو نظری طور پر بیان کیا گیا تھا اسے شاید یہ معلوم نہ تھا کہ زمین میں کششِ جاذبہ بھی ہے اور تمام چیزوں کے اوزان ان کی کمیت کے تناسب سے ہوتے ہیں ارسطو نے اس کے خیال کو تسلیم تو کیا لیکن خلاء کے ہونے کو اس نے ناممکن قرار دیا لیکن گلیلو (۱۵۶۴ تا ۱۶۴۲) نے صحیح تجربات کر کے اس خیال کو مشاہدہ کا عملی جامہ پہنایا اور ارسطو کے خیال کی تردید کی۔

اس طرح یہ علم ترقی کے مدارج طے کر کے آج معراج کمال پر پہونچ چکا ہے۔

●

نلاٹت
نمبر۱۲ چوتھا منزلہ
کرملا (ایسٹ) بمبئی ۰۷...۴

اُردو افسانوں کا مراٹھی تر...

اور میرے تجربات

تقریبًا آٹھ دس سال سے میں اُردو افسانوں کا مراٹھی میں ترجمہ کر رہا ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی کئی مراٹھی ادیبوں نے اُردو افسانوں کا مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے جن ادیبوں کی کتابوں سے متأثر ہوکر میں اُردو افسانوں کا مراٹھی میں ترجمہ کرنے لگا ہوں اُن ادیبوں کا ذکر کرنا میرا پہلا فرض ہے۔

ردو افسانوں کے صرف چار انتخاب مراٹھی میں ابتک شائع ہیں۔ ان میں دو پروفیسر را۔ بھی۔ جوشی صاحب نے کئے ہیں۔ پہلے انتخاب میں ترقی پسند افسانہ نگاروں کے شامل ہیں۔ دوسرے میں خواتین افسانہ نگاروں کی تخلیقات ن دو کتابوں میں ترقی پسند اور اس کے بعد کے دور کی یاں شامل ہیں۔ شری پادجوشی نے نیشنل بک ٹرسٹ ب سے اردو افسانوں کا جو انتخاب شائع کیا تھا، اُسی کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں صرف کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی مت چغتائی کے پانچ پانچ افسانے ہیں۔ چوتھی کتاب ہے ہا" جسے میں نے مرتب کیا ہے۔ اس میں میں نے نسانہ نگاروں کے افسانوں کے علاوہ ۱۹۶۰ء کے بعد والے چند افسانہ نگاروں کے افسانوں کا بھی ترجمہ کیا ہے شری پادجوشی اور را۔ بھی۔ جوشی کے ترجمہ کیے ہوئے چاہے وہ منٹو کا ٹوبہ ٹیک سنگھ ہو یا واجدہ تبسم کا ہو کرداروں کے ناموں کے علاوہ مراٹھی پڑھنے والے کو ایسا قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ دوسری زبان کے افسانے ہیں را۔ بھی۔ جوشی خود مراٹھی زبان کے مشہور ادیب ہیں ہندی اردو کے ماحول میں اُن کی زندگی کے کئی سال گذرے ہیں۔ پھر بھی مراٹھی میں اردو افسانوں کا ترجمہ کرتے وقت مراٹھی میں ایک لفظ بھی اُردو کا آنے نہیں پاتا۔ وہ اردو افسانے کو مراٹھی میں اس چابکدستی سے ڈھالتے ہیں گویا وہ بنیادی طور پر مراٹھی ہی میں تخلیق کیا گیا ہو میں یہ بات اسلئے کہہ رہا ہوں کیونکہ اردو کے وہ الفاظ جو ہماری ناگپوری مراٹھی میں عام ہیں، خود بخود میرے ترجمہ کیے ہوئے افسانوں میں آجاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یاد، خوشبو، چاہ، پیار، ظالم، ایسے لفظ جب مراٹھی ترجمہ میں آتے ہیں تو پڑھنے والے تو کچھ نہیں کہتے مگر ملا وجہ نقادوں کا کام بڑھ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور مجھے اپنی غلطی کا احساس ہمیشہ وہ ترجمہ شائع ہونے کے بعد ہوتا تھا۔

مہاراشٹرین ہونے کے سبب شری پادجوشی صاحب کے ترجموں میں بھی یہ بات نظر آتی ہے جیسے کرشن چندر کے افسانے

پھر بابا، غالیچہ، نواوراس، بیدی کے افسانے متھن، لاجونتی، ٹرمنس سے پرے، عصمت چغتائی کے افسانے دو ہاتھ، بچھو پھوپھی، اُن افسانوں کا ترجمہ کرتے وقت شری پادجوشی صاحب کے لکھنے کی ادا ہندی اردو جیسی نظر آتی ہے۔ میں اسے نقادوں کے مطابق ناقابلِ برداشت مراٹھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ یہ مان کر چلتا ہوں کہ مراٹھی زبان میں جو اردو کے لفظ گھل مل گئے ہیں۔ اُن کا استعمال کرنے سے نزاکت بڑھ جاتی ہے۔ خوبصورتی میں چار چاند نہ سہی ایک دو تو یقیناً لگ ہی جاتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے۔ ہم نے ناگپوری مراٹھی میں اردو افسانوں کا ترجمہ کیا تھا اور شری پادجوشی نے حیدرآبادی مراٹھی میں

عام مہاراشٹرین ہجرت کے دنگے فساد کی گرفت میں نہیں آیا جتنا کہ یوپی، پنجاب اور کشمیر کے لوگوں کو آنا پڑا۔ پھر بھی پیشاور ایکسپریس، ٹوبہ ٹیک سنگھ، کھول دو، لاجونتی اور منٹو کے سیاہ حاشیے پڑھ کر وہ بھی بے چین ہو اٹھا تھا۔ اُسے بے چین کرنے کی طاقت، منٹو، بیدی، کرشن چندر کے افسانوں میں جتنی تھی اتنی ہی اُن افسانوں کا ترجمہ کرنے والے قلم میں تھی۔ اُس ترجمہ کرنے والے قلم نے اُسے پورے وجود کو جھنجھوڑ دینے والے اُن افسانوں سے واقف کرایا تھا۔

دراصل افسانہ اور افسانے کا ترجمہ فنی طور پر دونوں کے معیار ایک ہی ہیں۔ افسانے کی تخلیقی اہمیت سے مجھے انکار نہیں مگر ترجمہ بھی اُسی طرح کا فن ہے جو کوشش کرنے پر شاید حاصل بھی ہو مگر بہت کم ادیب ہوتے ہیں جو یہ راہ اختیار کرتے ہیں۔

اکثر لوگ دو تین زبانوں پر عبور رکھنے اور ان کے ادب سے واقف ہونے کے باوجود 'ترجمے' کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے اور ترجمے کو تضیع اوقات جان کر اس سے منہ موڑ لیتے ہیں شاید اسی وجہ سے اس میدان میں کمی بیشن کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

رات بھی۔ جوشی اور شری پادجوشی نے اپنے عہد کے عظیم اردو افسانوں کا ترجمہ کیا تھا۔ جنھیں پڑھ کر مجھے یوں لگا کہ اُن افسانوں نے اِن اُردو داں مراٹھی ادیبوں کے ذہن و جذبات کو اپنے بس میں کرلیا اور انھیں مراٹھی میں پیش کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔

میں نے جو پہلا اُردو افسانہ مراٹھی میں ترجمہ کیا وہ تھا راجندر سنگھ بیدی کا۔ اُس وقت کی میری عمر کو مدِنظر رکھتے ہوئے یقیناً وہ افسانہ 'جوگیا' ہی ہوسکتا تھا، صرف ایک بار پڑھ کر چند گھنٹوں میں بنا کسی رکاوٹ کے یہ افسانہ میں نے اردو میں ترجمہ کردیا۔

اب بھی میں جب کبھی دادر سیٹھ اگیاری لین سے گذرتا ہوں تو راجندر سنگھ بیدی سے زیادہ یہ افسانہ مجھے یاد آجاتا ہے۔ بعد میں بلّی کا بچّہ، نند لال، ایک باپ بکاؤ ہے، کا ترجمہ بھی میں نے کیا۔ ترجمہ شائع کروانے کے لئے بیدی صاحب کا اجازت نامہ ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں انھیں فون کیا تو انھوں نے فون ہی پر اجازت دیدی۔ بعد میں رسالہ کی کاپی دینے اُن سے ملا تو پتہ چلا کہ ان کا ہر افسانہ کئی کئی مرتبہ مراٹھی میں ترجمہ ہوچکا ہے۔

کرشن چندر کا 'آدھے گھنٹے کا خدا' آنگی اور جامن کا پیڑ، ترجمہ کرچکا ہوں۔ حالانکہ آنگی کرشن چندر کا بہت خوبصورت افسانہ ہے مگر مراٹھی میں 'آدھے گھنٹے کا خدا' اور جامن کا پیڑ ہی زیادہ پسند کیے گئے۔

سعادت حسن منٹو کے اب تک نو افسانے ترجمہ کرچکا ہوں کھول دو، بو، نیا قانون، میڈم ڈکاسٹا، ننگی آوازیں، ٹیٹوال کا کتّا، موذیل، منتر، اور ممّی کے علاوہ منٹو کے لکھے ہوئے خاکے 'تین گولے' اور آغا حشر کاشمیری کو بھی مراٹھی ترجمے کا جامہ پہنا چکا ہوں۔

کرشن چندر بیدی اور منٹو، ان تین افسانہ نگاروں میں، مجھے صرف منٹو کے افسانے ترجمہ کرتے وقت کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔

کرشن چندر اور بیدی کے افسانوں کا ترجمہ کرتے ہوئے مجھے دو چار بار لغت کا استعمال کرنا پڑا ہے مگر منٹو کے افسانوں کی زبان اس قدر سادہ اور سلیس ہے کہ میں افسانہ پڑھتے پڑھتے ہی اس کا ترجمہ کرتا چلا جاتا ہوں۔ لفظوں کے معنی تلاش کرنے کی نوبت کبھی نہیں آتی۔ یہ سچ ہے کہ ترجمہ کرتے سمے ایک زبان کے حسن کو دوسری زبان میں برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے پھر منٹو کی زبان کی چستی اور روانی ترجمہ کیے ہوئے افسانوں میں کچھ حد تک ضرور لائی جاسکتی ہے۔

خواتین افسانہ نگاروں کے افسانوں میں 'عصمت چغتائی'، جیلانی بانو، واجدہ تبسم کے کئی افسانے پہلے ہی مراٹھی میں آچکے ہیں۔ کرشن چندر، مہندر ناتھ کے بمبئی کے ماحول پر لکھے

انوں کا ترجمہ اور عصمت چغتائی کا مسلم گھرانوں کے پس منظر میں
افسانوں کا ترجمہ مراٹھی میں آسانی سے ہو سکتا ہے مگر نوابوں
یاشی اور اسلامی ماحول پر لکھے واجدہ تبسم اور عطیہ پروین کے
انوں کا مراٹھی میں ڈھالنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔
ان کے افسانوں میں نظر آنے والی سیکس کی گرمی ہضم کر
رنے کے لئے ہوتی ہے لیکن اسے مراٹھی میں قبول کیا جائے
نہیں؟ یہی سوچ کر میں نے اِن افسانوں کو مراٹھی کا لباس
نے کی جرأت نہیں کی۔

منٹو نے سماج کے بدنام افراد رنڈیوں، دلالوں، غنڈوں
پاکٹ ماروں کو کردار بنا کر اُن پر افسانے لکھے ہیں۔ وہ ایسے
وں میں رہا ہے جہاں روز اس کی نظر سے بہت گزرتا ہوگا مگر
خواتین افسانہ نگاروں نے کبھی فلم کے سوا کوٹھے کا درشن نہ
ہوگا وہ 'پیشہ'، 'نتھ اترائی'، 'طوائف'، 'ہم جنسی' جیسے موضوع پر
یاں لکھ مارتی ہیں یہ بات ذرا میری سمجھ سے باہر ہے۔ اسے
لوں، اور ادیبوں کے ڈیمانڈ اور سپلائی کے علاوہ کیا نام
جاسکتا ہے۔

رشید جہاں نے بھی 'انگارے' میں سیکس پر اظہار خیال کیا
ے۔ مراٹھی میں وبھاوری شرودکر، مکتا بائی دکشت نے بھی
موضوع پر قلم اٹھایا ہے پر وہ نجی تجربے کی دین تھی۔ نیز
پاس کے ماحول کو بنیاد بنا کر وہ افسانے لکھے گئے تھے۔

میں نے قرۃ العین حیدر کے افسانے 'کارمن' اور 'پت
کی آواز' ترجمہ کیا ہے۔ چند کو چھوڑ کر سبھی کا ماحول آزادی
آس پاس برٹش حکومت کا پیریڈ ہے۔ اس عہد کے جائزہ
تزدارات پر روشنی ڈالنے والے ان افسانوں میں خود مجھے
ہ دلچسپی نہیں اور جنھیں ہے اُس نسل کو ڈاکٹروں نے رسالے
ھنے سے منع کر دیا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے افسانوں کی
ں سے علمیت کا پتہ تو چل جاتا ہے مگر اُسے ترجمہ کرنا ایک
حد مشکل کام ہے۔ اُن کی زبان ہی اُن کے ترجمے کی راہ
ایک بہت بڑی دقت ہے۔

جیلانی بانو کے افسانے 'موم کی مریم'، 'روشنی کے مینار' اور
'پراجنم' کا میں مراٹھی میں ترجمہ کر چکا ہوں۔ ان کی زبان سادہ
ے۔ کہانیاں غیر علامتی اور کہانیت سے بھرپور ہوتی ہیں اسی
ئے اِن کے دو ناول بھی مراٹھی میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ یہی بات

خدیجہ مستور، بانو قدسیہ، جمیلہ ہاشمی کی کہانیوں پر بھی لاگو ہوتی
ہے۔ بانو قدسیہ کا افسانہ 'خلیج' میں نے چند گھنٹوں میں ترجمہ
کر لیا۔ بعض افسانے اچھے ہوتے ہوئے بھی ترجمہ کرنے کیلئے
مناسب نہیں ہوتے کیونکہ اُن افسانوں کی خوبی یا خصوصیت
ہی دراصل ترجمہ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے۔ مثلاً اشفاق احمد
کا 'گڈریا' ___ مراٹھی کا قاری سپارہ، تلک الرسول، الحمدللہ،
ابراہیم، ایوب اِن سب سے ناواقف ہے۔ لہٰذا وہ اس
افسانے کا کیا لطف اٹھا پائے گا۔ لمبے لمبے بالوں والا جن کیا
ہوتا ہے؟ وہ نہیں جانتا۔ اِن سب پر تفصیل سے لکھنے کے بعد بھی
ممکن ہے وہ افسانے سے صحیح طور پر لطف اندوز نہ ہو پائے۔
بیدی کا افسانہ 'رحمن کے جوتے' بھی اسی طرح کا افسانہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ اردو کہانیوں میں علامتوں کا استعمال ہندوستان
کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی ہے۔ میرا خیال غلط
بھی ہو سکتا ہے۔ یوں احمد علی نے بھی علامتوں کا استعمال کیا ہے
منٹو کا افسانہ 'پھندے' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مگر صحیح معنوں میں جدید افسانہ نگاروں میں ان کا بھرپور
استعمال ملتا ہے۔ سریندر پرکاش، بلراج مینرا، انور سجاد، رشید امجد
انھیں اردو میں پڑھتے ہوئے اچھا تو لگتا ہے مگر بعض اوقات
انھیں ترجمہ کرنا ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ بلراج مینرا کی 'دیا سلائی' یہ
کہانی مراٹھی میں پسند کی گئی مگر کمپوزیشن سیریز کا ترجمہ ایک مشکل
مسئلہ ہے۔ 'پانچواں کمپوزیشن' تو عنوان بدل دینے سے میراجی
یا تاثیر کی آزاد نظم کی طرح بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

سریندر پرکاش کے افسانوں میں البتہ یہ دقت پیش نہیں
آتی۔ اُن کی علامتیں ہندو دیومالا ہی سے ابھرتی ہیں۔ اسلئے
افسانہ ٹرانسکرپٹ ہونے پر ہندی والے بھی سمجھ سکتے ہیں اور
ترجمہ کرنے پر مراٹھی والے بھی لطف اٹھا سکتے ہیں' ان کا افسانہ
'بجوکا' میں نے مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے جو سبھوں نے پسند کیا۔

انور سجاد کی کہانی 'گائے' مجھے بے حد پسند ہے۔ میں نے
اُس کا مراٹھی میں ترجمہ کیا۔ مگر جب اُن کے دوسرے افسانے
'سیگل'، 'کونپل' وغیرہ کو اُن کی بنیادی علامتوں کی جانکاری بغیر
سمجھا نہیں جاسکتا۔

رشید امجد کی کہانی 'ٹکڑے ٹکڑے اندھیرا' پاکستانی حکومت
کے خلاف لکھی گئی ہے اور علامتی ہونے کے باوجود قاری کی سمجھ

میں آجاتی ہے۔ یہ کہانی بھی مراٹھی میں پسند کی گئی۔ میں نے اقبال مجید کی کہانی 'پوشاک' کا بھی ترجمہ کیا ہے جو ایمرجنسی کے زمانے میں لکھی گئی تھی۔ ہنس اینڈرسن کی ایک کہانی کو موجودہ حالات کے پس منظر میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس پر مجھے کئی خطوط بھی ملے۔ تھیم کا ایکس گریشن بھی کتنی بار خوبصورت ہو سکتا ہے۔ یہ کہانی اس کی عمدہ مثال ہے۔

رام لعل کی تقریباً سبھی کہانیاں ہندوستان کی کسی بھی زبان میں ترجمہ ہو سکتی ہیں۔ ان کے کردار، ان کا پلاٹ عام ہوتا ہے۔ میں نے اُن کی دو کہانیاں 'سیڑھیوں والا گھر' اور 'داماد' مراٹھی میں ترجمہ کی ہیں۔

جوگیندر پال کے یہاں فارم، موضوع اور اظہار کے اعتبار سے نیاپن ہے۔ ان کے کچھ افسانے آسانی سے ترجمہ ہو سکتے ہیں مگر بعض افسانے مشکل ہیں۔ ان کے افسانوں میں 'بہاؤ' اور 'دریا اور پیاس' کا میں نے مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے۔

غیاث احمد گدی کے افسانوں کو میں کافی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ ان کے دو افسانے 'چہرے بہ چہرے' اور 'نیل کنٹھ' کو میں نے مراٹھی کا لباس پہنایا ہے۔

انور عظیم کا افسانہ 'گرد' کو میں نے مراٹھی میں اس لئے ڈھالا کہ ویسا ہی ایک واقعہ حقیقی زندگی میں بھی میری نظر سے گذرا ہے۔

اقبال متین، انتظار حسین، آغا بابر، احمد ہمیش، کلام حیدری، کنور سین، بلراج کومل، کمار پاشی، ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے افسانوں کا میں مراٹھی میں ترجمہ کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں انتظار حسین مراٹھی میں زیادہ پسند کئے جائیں گے کیونکہ مراٹھی میں اُسی طرز کے افسانہ نگار جی۔ اے کلکرنی موجود ہیں۔ جی۔ اے کلکرنی کے کئی افسانے سلام بن رزاق نے اردو میں ترجمہ کئے ہیں۔

اشاعت کی جو مشکلات اردو میں پیش آتی ہیں۔ مراٹھی میں بھی تقریباً ویسی ہی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں مراٹھی میں دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ رسالے چھپتے ہیں — دیوالی نمبر تو یقیناً ہندوستان میں ایک ریکارڈ ہے مگر ماہانہ چھپنے والے رسالوں میں ادبی اور معیاری رسالے بہت کم ہیں مینک وانی، پرتشٹھان، للت، پنچ دھارا، ہنس، یہ چند اہم رسالے ہیں 'ستیہ کتھا' نام کا ایک عظیم ماہوار رسالہ دو سال قبل بند

ہوگیا۔ اس نے مراٹھی افسانے میں 'نو کتھا (ترقی پسند تحریک کے وقت ابھرنے والا مراٹھی افسانہ) کے وقت سے لے کر آج تک جو بھی موڑ آئے ہیں اُن سب کو نئی راہ دکھائی ہے آج کے دور کے اردو افسانے دراصل ایسے ہی رسالوں میں جگہ پا سکتے ہیں مگر یہ سب رسالے اتنا معمولی معاوضہ دیتے ہیں کہ اس کا ذکر بھی یہاں کرنا مناسب نہیں۔ غالباً اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کی اشاعت کی تعداد بہت کم ہے اور جو رسالے تھوڑا بہت معاوضہ دے پاتے ہیں وہ رومانی اور رد ٹمین کہانیاں چاہتے ہیں۔ ویسے 'راجس' نام کے ایک رسالے نے اردو افسانہ نمبر نکالا تھا، اس میں سبھی افسانے میرے ترجمہ کئے ہوئے تھے مگر 'فن اور شخصیت' جیسا کوئی رسالہ مراٹھی میں نہیں ہے جو کسی ایک ہی شخصیت پر ضخیم نمبر نکال سکے۔ مراٹھی رسالے ترجموں کو بغیر افسانہ نگاروں کی اجازت کے نہیں چھاپتے۔ نئی نسل جو سنہ ۱۹۷۰ء کے بعد اُبھری ہے، اُن کے بھی کچھ افسانوں کا میں نے مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان میں سلام بن رزاق کا افسانہ 'زنجیر ہلانے والے' میری کتاب 'ترجمہ' میں شامل ہے۔ جو افسانے شائع ہونے جا رہے ہیں اُن میں ساجد رشید کا 'نیرو'، مشتاق مومن کا 'ادھورا گیان' انور قمر کا 'منو کی ارتھ ہین یاترا'، انور خان کا 'ضدی لڑکی' اور یونس جاوید کا 'ایک بستی کی کہانی' ہے۔ پاکستان کے افسانے مجھے زبان کے اعتبار سے زیادہ آسان نظر آتے ہیں۔ مرزا حامد بیگ، مشتاق قمر اور انتظار حسین کے افسانے اس کی مثال ہیں۔ اسی طرح غزل میں ناصر کاظمی ابن انشاء، اقبال ساجد اور جمیل الدین عالی کے دوہے میں سہل زبان کا استعمال نظر آتا ہے۔ ہندوستان میں نئے لکھنے والوں نے بھی اس کی اچھی کوشش کی ہے۔ انور قمر نے 'منو کی ارتھ ہین یاترا' میں مشتاق مومن نے 'ادھورا گیان' میں اور ساجد رشید نے 'نیرو' میں فارم اور تھیم کے مطابق زبان کا استعمال کیا ہے۔

مجھے میرے ساتھ اردو افسانوں کا مراٹھی میں ترجمہ کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا جب کہ ہندی میں یہ بات نہیں ہے۔ وہاں سُرجیت، شدیپ، رمیش بترا، بادشاہ حسین رضوی، نور النبی عباسی، جاوید اقبال، پرمود پانڈے، شکیل صدیقی، زیبا علوی، پرویز احمد، کرشنا پال، ایسے کئی ترجمہ نگار موجود ہیں جو ابن انشا کی 'خمار گندم' ہو یا مشتاق احمد یوسفی کی 'زرگذشت'، چند ہفتوں میں

(باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر)

ایم۔ کوٹھیاوی راہی

کہکشاں کے خواب دیکھے ظلمتوں میں
اڑ گئیں نیندیں سنہرے پیکروں میں
ٹوٹ جائے گا جو ہے اس سے تعلق
ذکر شیشے کا نہ کیجے پتھروں میں
جب ہوائیں چھیڑتی ہیں ٹہنیوں کو
چاند چھپ جاتا ہے پیارے بادلوں میں
جام جتنے تھے لہو سے بھر چکے ہیں
اور کب تک جنگ ہوگی میکشوں میں
شہر خوباں بن گیا شہر خموشاں
کس نے یہ آنسو جلائے مقبروں میں
جب کمی محسوس ہوتی ہے کسی کی
لوٹ جاتا ہوں جنوں کی سرحدوں میں
آپ کب آواز دیں گے زندگی کو
گم نہ ہو جائے اجل کی وادیوں میں
رنگ کس موسم میں ہم آہنگ ہوگا
پھول رسوا ہو رہا ہے تتلیوں میں
دل کچھ اس صورت نظر آتا ہے راہی
جیسے انگارا سا گیلی لکڑیوں میں

دو

دھواں، غبار، دھندلکا، سفر سفر دیکھا
تمام سمت ہوئے جب سے در بدر دیکھا
بھرے تھے طاق اڑائے ہوئے چراغوں سے
کل اتفاق سے ہم نے بھی تیرا گھر دیکھا
یہ اتفاق ہے بلائیں نظر نہیں آئیں
کہ آنکھ بند رہی خواب رات بھر دیکھا
ترے شہید جو کھنچ آئے بابِ ہجراں تک
قریب منبر و محراب اپنا سر دیکھا
اگرچہ شہر میں راہی کے داد خواہ نہ تھے
اسی کا ذکر مسلسل، گئے جدھر دیکھا

غزلیں

• جعفر عسکری
۱۶۸/۲۲۹ - ممتاز محل کمپاؤنڈ
گولہ گنج، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

رونق ہے بازاروں میں
جیبوں میں ویرانی ہے

شہرِ الم کی گلیوں میں
ظلمت کی سلطانی ہے

اپنے جسموں سے منسوب
وہی چاک دامانی ہے

میرے دل کے درپن پر
اس کی شکل سہانی ہے

ہم دونوں کی چاہت کا
افسانہ طولانی ہے

خون سے کس نے لمحوں کی
لکھی رام کہانی ہے

یارو! وقت کے دریا کی
موج موج طوفانی ہے

آج کا ہر اردو شاعر
میرؔ ہے یا قاآنی ہے

جعفرؔ تن پر رہے قبا!
چار طرف عریانی ہے

• سہیل احمد صدیقی
معتمد اردو اکیڈمی، دہرم آباد،
ضلع ناندیڑ

شہرِ فنا میں تو ہی بتا دے بچا ہے کیا
آواز دے رہا ہے مگر اب خدا ہے کیا

تیری گلی کی یاد تو ذہنوں میں دفن ہے
میں خود سے پوچھتا ہوں کہ میرا پتہ ہے کیا

ہر شخص کی خدائی ہے تیری زمین... پر
کس کس سے پوچھتے پھریں اپنا خدا ہے کیا

رقصاں ترے ہی دم سے یہ نبضِ حیات ہے
تو ہی بتا کہ تیرے سوا آسرا ہے کیا

جس کی حفاظت آندھیاں کرتی ہے اے سہیلؔ
وہ اک چراغ مہر و وفا بجھ گیا ہے کیا

★ انیس الرحمٰن
فلیٹ نمبر ۱ - مومن اپارٹمنٹ
بندی والی پل روڈ، جوگیشوری
(ویسٹ) بمبئی ۴۰۰۱۰۲

بطرزِ میرؔ

قریہ قریہ آتش و آہن، گوشہ گوشہ دہشت ہے
پیکر پیکر شعلہ نفس ہے، چہرہ چہرہ وحشت ہے

آوازوں کی عریانی میں خاموشی روپوش ہوئی
سہمے سہمے چلتے ہیں ہم، گونگے سفر کی ہیبت ہے

دنیا کیسی جادو نگری کیا کیا من کو للچائے
بھول بھلیاں فکر و فن کی، جنتر منتر دولت ہے

لمحہ لمحہ خواب پریشاں، لحظہ لحظہ تعبیر پر
دو آنکھوں سے دیکھ نہ پاؤں کیسی اندھی چاہت ہے

برف کفن ہے تہذیبوں کا، لاوا آبادی کی چھت
مٹتے مٹتے سنورتے رہنا یہ انساں کی روایت ہے

اس نے مجھ سے اس موسم میں اپنا ناطہ یوں توڑا
خلوت ہے نہ جلوت ہے اب نہ نفرت نہ الفت

دیکھو تو کس آن سے میاں ہم ملکِ سخن کے فرماں
لفظ و معنی، شعر و بیاں، افکار ہماری رعیت

تبصرہ نگار:- ڈاکٹر محبوب راہی

بارسی ٹاکلی - اکولہ

۴۴۴۴۰۱

تاب:- صبح کا بھولا (بچوں کی کہانیاں)

ف:- اشفاق احمد

ت:- ۹۴ سائز ڈیمائی

ت:- دس روپئے

ا پتہ:- سوت گرنی کوارٹرس - امریڈ روڈ - تاج آباد

ناگپور ۹

ایسا لگتا ہے کہ اردو کے بالخصوص سینیئر اور مشاہیر قلم کار
ں کے ادب کو شجر ممنوعہ اور اس کی تخلیق کو گناہ کبیرہ جان کر اس
سلسل بے توجہی برت رہے ہیں۔ نتیجتاً بڑوں کے لئے تخلیق
نے والی غزلوں، نظموں، افسانوں، ناولوں، تحقیقی اور تنقیدی
عات پر مشتمل تصانیف کی تو بھرمار ہے لیکن بچوں کے لئے
جانے والی کتابوں کا تقریباً فقدان ہے۔ ایسے مایوس کن
ت میں بچوں کے ادب پر مشتمل کوئی کتاب جب اچانک
منے آتی ہے تو یک گونہ اطمینان اور مسرت کا احساس ہوتا ہے
یفیت ناگپور کے نوجوان فنکار اشفاق احمد کی تخلیق شدہ، بچوں
نیوں کو کتابی شکل میں دیکھکر ہوئی۔ اس کتاب کا معنی خیز نام ——
ح کا بھولا" اسی میں شامل ایک خوبصورت کہانی کا عنوان ہے
فحات کے اس مجموعہ میں ڈاکٹر منشاء الرحمن منشاء کے مبسوط مقدمہ
اکٹر محبوب راہی، م۔ ناگ اور غلام رسول اشرف کی وقیع آراء
ساتھ اشفاق احمد کی ۲۷ کہانیاں شامل ہیں جن میں بیشتر بچوں
نمائندہ اور معیاری رسائل و جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام
ں بچوں کے طبعی رجحانات، نفسیاتی تقاضوں، فطری دلچسپیوں
ہنی استعداد کے اعتبار سے ان کے مزاج اور معیار پر پوری
ہیں۔ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے حالات با محاورہ، سلیس
ل کی زبان، چھوٹے چھوٹے دلچسپ مکالمے، متاثر کن انداز
اور واقعات کے ربط و تسلسل کے تانوں بانوں سے تیار
یہ کہانیاں واقعی بچوں کی کہانیاں ہیں۔ ان کہانیوں میں
احمد ایک سخت گیر معالج یا معلم اخلاق کی طرح پند و نصائح
کی گولیاں نگلنے پر بچوں کو مجبور نہیں کرتے بلکہ ایک بے تکلف

دوست بن کر دلچسپیوں کی خوش رنگ ٹافیاں اور مسرت بخش سرد کی
سوندھی سوندھی مونگ پھلیاں بانٹتے، گلیوں، سڑکوں، ندی نالوں
کے کناروں پر اور کھیتوں کھلیانوں میں ان کے ساتھ پکنک مناتے
دکھائی دیتے ہیں۔

"صبح کا بھولا" میں شامل ۲۷ کہانیوں میں بہتر اور کمتر کی
درجہ بندی کرنا میرے لئے دشوار ہے۔ تاہم "قسمت کا لکھا"
"صبح کا بھولا"، "معصوم بھروسہ"، "نقش قدم"، "خاموش دیوالی"
اور "محنت کا پھل" یہ کہانیاں اپنی بے پناہ تاثر انگیزی کی بنا پر مجھے
کچھ زیادہ ہی پسند ہیں۔ ضروری نہیں کہ میری پسند سبھی کی پسند
ہو اس لئے آپ اس کتاب کو خرید کر پڑھیں۔ یقیناً ان کے علاوہ
بھی کہانیاں آپ کو پسند آئیں گی۔

سفید چکنا کاغذ، غلطیوں سے پاک دیدہ زیب کتابت،
اجلی بے داغ طباعت اور مشہور آرٹسٹ شکیل اعجاز کا تیار کردہ
سرورق۔ یہ خوبیاں کتاب کی ظاہری دلکشی اور خوبصورتی میں مزید
اضافہ کا موجب ہیں۔

اردو والوں میں اس کتاب کی مناسب پذیرائی نہ صرف یہ
کہ مصنف کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی بلکہ اس سے دوسروں کو بھی
بچوں کا ادب تخلیق کرنے میں تحریک ملے گی۔

قارئین کی رائے مطلوب

قومی راج میں شائع شدہ مضامین، تصاویر
اور خبروں پر بے لاگ تبصرے اور مبصرانہ خیالات
ادارے کے لئے مشعل راہ ہوں گے۔ جو یقیناً
"قارئین کی رائے" میں شائع کئے جائیں گے
اپنی رائے بطور خاص مرحمت فرمائیے (ادارہ)

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے حال ہی میں منترالیہ میں "اسے ہوتے انا بھاؤ ساٹھے" نامی مراٹھی کتاب کا اجرا کیا۔ تصویر میں وزیر مملکت برائے صحتِ عامہ اور سماجی بہبود، اور کتاب کے مصنف کے شری۔ و۔ ش۔ وٹھیکر نظر آرہے ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ کوآپریٹیو کاٹن گروورس مارکیٹنگ فیڈریشن کا پہلا عام اجلاس ۱۳ رمئی ۱۹۸۶ء کے روز کمل نین بجاج ہال، نریمان پوائنٹ، بمبئی میں منعقد ہوا۔ تصویر میں فیڈریشن کے ڈائریکٹروں کے ہمراہ وزیر تعلیم شری رام میگھے نظر آرہے ہیں۔

ماریشش کے وزیر تعلیم شری این پرشو رام نے وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ شری شری کانت جچکر کے ہمراہ مہاراشٹر راجیہ کی سلور جوبلی تقریبات کے موقع پر محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کے زیر اہتمام منعقد نمائش کا ۸ رمئی کے روز دورہ کیا۔ تصویر میں محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کے سیکریٹری شری دنیش افضل پورکر بھی نظر آرہے ہیں۔

ماریشش کے وزیر شری مدن مرلی دھر ڈھلو نے ۱۲ اپریل ۱۹۸۶ء کو وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان کی رہائش گاہ ورشا پر ان سے ملاقات کی ۔ یہ تصویر اسی موقعہ کی ہے۔

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان نے "دھوم دھڑاکا" کے سلور جوبلی تقریب کے موقع پر ۴ مئی ۱۹۸۶ء کے روز فلم کے اداکار شری اشوک سراف کو انعام سے نوازا۔ تصویر میں مشہور مراٹھی اداکار شری دادا کونڈکے بھی نظر آرہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے ۱۷ اپریل کے روز مہاراشٹر راجیہ پولس ہیڈ کوارٹرز کا دورہ کیا۔ اس موقع پر بمبئی اور ریاست کے دیگر پولس تھانوں سے رابطہ قائم رکھنے کے لئے کون کون سے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ان تمام باتوں سے متعلق وزیر اعلیٰ کو جانکاری دی گئی۔ خاص طور پر ہنگامی حالات میں وائرلیس کے ذریعہ اطلاعات پولس اسٹیشنوں کو دینے کے بارے میں وضاحت کی گئی۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ ضلع وردھا کے پاؤنار مقام پر کھڑی موبائیل میں فوجدار شری مانڈریکر سے گفتگو کر رہے ہیں
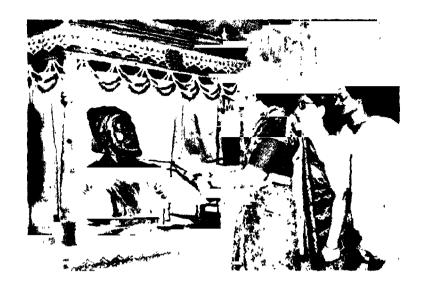
شریمتی چندریکا کینیا، وزیر مملکت برائے تعلیم، نے حال ہی میں شیوجینتی تقریبات کے سلسلہ میں تیار کردہ میگھ ڈمبری کا افتتاح کیا۔

مہاراشٹر کی تشکیل کی ۲۶ ویں سال گرہ کے موقع پر ودھان سبھا کے چیرمین شری شنکر راؤ جگتاپ نے یکم مئی ۱۹۸۶ء کے روز ودھان سبھا میں نصب مہاتما جیوتی با پھلے کے مجسمہ کی گُل پوشی کی۔ اس موقع پر لی گئی تصویر۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈمی کے زیر اہتمام منعقدہ اردو ڈرامہ مقابلے میں انعام پانے والے ڈرامہ کے فنکاروں کو وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ شری سید احمد ۶ رمئی ۱۹۸۶ء کو تیج پال ہال میں انعامات دیتے ہوئے۔

م۔ خ۔ شاذلی
شری شیواجی کالج۔ نندھار ۴۳۱۶۰۴

قومی راج کانگریس صد سالہ جشن خصوصی نمبر اور نئی تعلیمی پالیسی نمبر دستیاب ہوئے۔ دونوں ہی نمبر نہایت اچھی طرح ترتیب دیئے گئے ہیں۔ خاصہ فکری مواد فراہم کیا گیا ہے۔

محمد رضی الدین معظم
۲۰-۲-۸۶۶ رحیم منزل، شاہ گنج حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲

الحمدللہ کہ میرے محبوب رسالے قومی راج کے شمارے پابندی کے ساتھ باصرہ نواز ہوکر روح کی تسکین کا باعث بن رہے ہیں۔ بلامبالغہ ہر شمارہ حسین اور جاذب نظر شوکیس ہوتا ہے جس میں تمام اہل علم و فن اور صاحب ذوق و فکر و نظر کی پسند اور میلان طبع کا سامان سلیقہ سے سجا رہتا ہے۔ یوں نہ سلیقہ ہو جبکہ آپ جیسی نیاض وہ بھی خاتون کی ادارت۔ نفاست، سلیقگی، خوش مذاقی کا ثبوت دیتی ہیں۔ آج ہمارے بہت سے رسالے تو اس ظاہری حسن سے بھی عاری ہیں۔ اللہ نظر بد سے بچائے (آمین)

اخترالاسلام
ہفت روزہ میرٹھ میل، ۱۵۸ شاہ گھن میرٹھ (یوپی)

نئی تعلیمی پالیسی خصوصی نمبر (۱۰ دسمبر ۱۹۸۵ء) ایک ضخیم اور اہم دستاویز ہے۔ ہر مضمون اپنی جگہ اہم ہے۔ آپ نے بہت محنت اور ہنرمندی سے اس کو مرتب کیا ہے۔

وزیر تعلیم مہاراشٹر سے ملاقات میں ملاقاتی اگر پروفیسر رام میگھے سے صوفیہ، آسٹریا میں تعلیمی صورت حال اور وہاں کی عوامی اور سرکاری تعلیمی پالیسی پر بھی سوال کرتے تو یہ ہندوستانی قارئین اور یہ تعلیمی ڈھانچے کا تقابل ہوجاتا کیونکہ یونیسکو کانفرنس سے واپس آنے والے وزیر تعلیم ذہنی کینوس یقینی طور پر وسیع ہونا چاہیئے اور یہ اچھا رہتا کہ وزیر موصوف وہاں کے حالات خود بیان کریں، ان سے سوال کئے جاتے۔

فرید احمد یوسف شاہ، قاسم شاہ
نزد اکبری مسجد، آزاد نگر، وڑجی روڈ۔
مقام و پوسٹ: دھولے ۴۲۴۰۰۱ (مہاراشٹر)

۱۰ دسمبر کے قومی راج میں بیکل اتساہی اور شفیع اللہ خان راز اٹاوی کی غزل بہت پسند آئی۔ ۲۸ دسمبر کے قومی راج میں آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم سے متعلق مضامین بہت اچھے اور معلوماتی تھے، پسند آئے۔
غزلوں، نظموں کے ساتھ ساتھ کہانیاں بھی ضروری ہیں۔ اس سے قومی راج کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔ امید ہے آپ کہانیوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کرنے کی کوشش کریں گے۔
ہم لوگ قومی راج کا بے تابی سے انتظار کرتے ہیں۔ خداوند کریم قومی راج کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے۔ میری طرف سے یہ مبارکباد قبول کیجئے۔

शासनामार्फत दारूबंदीचा कौमी राज अंक
मिळाला तो फार छान व सुंदर होता.
त्यातील लेख सर्वच दारूबंदीचे होते ठिक आहे.
हे शासनाचे कार्य आहे. त्याबद्दल
शासनाचे धन्यवाद जर असे शासनाने कडक
धोरण अवलंबिले तर जरूर महाराष्ट्रातील
सुजलाम-सुफलाम होईल, सोन्याचे
दिवस येतील.

दिलदार ए. चौगुले
किराणा मालाचे व्यापारी
मु. काटे, पो. विजयदुर्ग,
ता. देवगड, जि. सिंधुदुर्ग.

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS PUNE-1986

AUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for 'without prepayment of postage*

۱۰ جون ۱۹۸۶ 10/6/86

Two

احمد نگر میں کرلوسکر آئل انجن لمیٹڈ

رتناگیری میں قائم کردہ ڈائمنڈ شام راک (آئی) لمیٹڈ کا آئی۔ او۔ این (I.O.N) ایکسچینج ریزنس پروجیکٹ۔

ضلع رائے گڈھ کے مقام روہا میں بمبئی ڈائنگ اور مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ کا پروسیسنگ ہاؤس

سیکوم خصوصی شمارہ
۱۰ جون ۱۹۸۶ء
جلد (۱۳) شمارہ (۱۱)

قومی راج

ہندی، مراٹھی، انگریزی، گجراتی، سندھی اور اردو، چھ زبانوں میں ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی شمارہ: ۵۰ پیسے ★ سالانہ: ۱۰ روپے

چیف ایڈیٹر: پی۔ اے۔ مانے
مینیجنگ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
ایڈیٹر: فیروزہ فیاض خان
سب ایڈیٹر: عطا اللہ

ایک سال کیلئے ۱۰ روپے
دو سال کیلئے ۲۰ روپے
تین سال کیلئے ۲۷ روپے
چار سال کیلئے ۳۶ روپے
اور
پانچ سال کیلئے صرف ۴۵ روپے

اس شمارے میں — صفحہ

"سیکوم" مہاراشٹر میں صنعت کاروں کا معاون ایک جائزہ

مہاراشٹر صنعتی ترقی میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ پھر بھی اس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ صنعتی سرگرمیوں کو مخصوص طور پر بمبئی، تھانے اور پونے کے اطراف میں مرتکز کر دینا خطرات سے خالی نہیں اور یہ کہ صنعتوں کا ریاست بھر میں یکساں ترقی کرنا فائدہ مند ہے، حکومت مہاراشٹر نے صنعتوں کو کم ترقی یافتہ علاقوں کی طرف پھیلانے اور منتشر کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ اس پالیسی کو مستقل شکل دینے کے لئے ایک ادارہ بنام اسٹیٹ انڈسٹریل اینڈ انوسٹمنٹ کارپوریشن آف مہاراشٹر، جو اب "سیکوم" کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء کو قائم کیا گیا تھا۔

یہ ایک خود مختار ادارہ ہے جس کے اپنے بورڈ آف ڈائریکٹرس ہیں اور بطور پبلک لمیٹڈ کمپنی "سیکوم" کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔

پروجیکٹ سے متعلق جانکاری

سیکوم کے جنرل مینیجر فائنانس کا کہنا ہے کہ:
"اگر پروجیکٹ سے متعلق صحیح اور درست معلومات ہوں تو بعد میں در پیش مسائل کا بخوبی صفایا کیا جا سکتا ہے۔"

سوال: پروجیکٹ کی جانکاری اور درست معلومات بہم پہنچانے کی بابت آپکا طریقۂ کار کیا ہوتا ہے؟ کیا اس سے سرمایہ اکٹھا کرنا مقصود ہوتا ہے یا روزگار کی فراہمی؟

جواب: روزگار کا مسئلہ یقیناً بہت اہم ہے لیکن بہت سے اور بھی معاملات ہیں جو غور طلب ہے۔ جیسے غیر ملکی زرمبادلہ کی بچت۔ اشیا کی تیاری میں نئے نئے طریقے پیدا کرنا جس سے آمدنی میں بچت ہو سکے۔ بجلی کا کم سے کم استعمال وغیرہ۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ملک میں کسی معاملے میں نئی تیکنک کو استعمال کیا جاتا ہے اور ایسی نئی تیکنک کی ضرور ہمت افزائی کی جانی چاہئے۔

سوال: جس دن درخواست دی جاتی ہے اور جس دن اس درخواست پر کارروائی مکمل ہو چکی ہوتی ہے اس دوران کتنا وقت درکار ہوتا ہے؟

جواب: اگر درخواست ہر لحاظ سے مکمل ہوتی ہے تو اس پر فوراً عمل درآمد ہو جاتا ہے۔ یہ معاملات تو اس بات پر منحصر ہوتے ہیں کہ درخواست گذار ہماری طلب کردہ ضروریات کو کتنی جلدی پیش کرتا ہے۔ ایسے بہت سے معاملات میں جو ایک یا ڈیڑھ ماہ کی مدت کے دوران ہی فیصل کر دئے گئے۔

سوال: کیا سیکوم کی طرف سے تیار کردہ رہنمایانہ خطوط ہمیشہ صنعتکاروں کے لئے قابلِ قبول تھے؟

جواب: یہ مسلسل عمل ہے۔ سب سے پہلے ہمیں درخواست موصول ہوتی ہے پھر اس پر بحث و گفتگو ہوتی ہے اور پھر تجویز کو باہمی طور پر قابلِ قبول شرائط پر مکمل کر لیا جاتا ہے۔ سیکوم کبھی بھی کسی صنعتکار پر اپنے خیالات کو جبراً قبول کرنے کے لئے نہیں کہتا ہے۔

بلا معاوضہ سہولتوں کی فراہمی

کسی صنعتی یونٹ کو پسماندہ علاقہ میں قائم کرنے کا خیال یا تجربہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی ناخدا اپنے جہاز کو ایسے سمندر میں لے جائے جس میں لے جانے کا اسے حق حاصل نہ ہو۔

"کیا پسماندہ علاقوں میں تعمیراتی سہولتیں حاصل ہوں گی؟ ایسا کوئی ہوگا جو ہماری ضروریات کی دیکھ ریکھ کر سکے یا اس پر توجہ دے سکے؟"

یہ ہیں وہ سوالات جو عموماً کارخانہ قائم کرنے کے نئے حوصلہ مندوں کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا جواب : "ہاں" یں ہے۔ جہاں تک سیکوم (اسٹیٹ انڈسٹریل کارپوریشن آف مہاراشٹر) کا تعلق ہے۔

اسکورٹس ڈویژن، جو سیکوم کا ایک انوکھا شعبہ ہے۔ متعلقہ مرکزی اور ریاستی سطح کے حکام کے ساتھ مسلسل شریک عمل رہتا ہے تاکہ ترقی پذیر علاقوں میں نئی تعمیراتی سہولتیں پیدا کرے۔ نیز جو سہولتیں دستیاب ہوں، جیسے پاور، آب رسانی، مواصلات، سلامتی اور آگ بجھانے کے انتظامات ڈاکخانے اور بینک کی سہولتیں، مقامی طور پر اشیاء کی نقل و حمل، رہائش گاہیں وغیرہ، انہیں بہتر خدمات کے لائق بنانے پر توجہ دیتا ہے۔

نیچے دیے ہوئے اقتباسات اُن مباحثات کے ہیں جو اسکورٹس ڈویژن کے افسران کے ساتھ ہوئے تھے اور جن سے ان متعدد سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے جن کے انجام دینے میں وہ مشغول ہے۔

سوال:۔ اب تک اسکورٹس ڈویژن نے کون سے ٹھوس نتائج حاصل کیے ہیں؟

جواب ——— **مواصلات**

اس باب میں ہماری کامیابی یہ ہے کہ تقریباً تمام ترقی کے مرکزوں میں ٹیلیفون ایکسچینج کا قیام ٹھیک وقت پر عمل میں آچکا ہے۔ وہ سہولتیں جن کا تعلق ٹیلیکس ٹیلی پرنٹرس، ہاٹ لائنز، ایس۔ ٹی۔ ڈی یا ڈیمانڈ سروس جیسے ٹرنک کال وغیرہ یا تو نصب کیے جا چکے ہیں یا بہت سے ترقی کرنے والے مراکز میں تنصیب کے مرحلوں میں ہیں۔ بذاتِ خود سیکوم کی کامیابی یہ ہے کہ ہم نے ان سہولتوں کی تنصیب میں صرف ہونے والے وقت کو کافی گھٹا دیا ہے اگرچہ ساز و سامان وغیرہ کی کمی کے مسائل جیسے محکمۂ مواصلات کو دوچار

اغراض و مقاصد

سیکوم کے ذمّے مہاراشٹر کے ترقی پذیر علاقوں میں صنعتی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کا کام سونپا گیا۔

سیکوم کی لگاتار یہ کوشش رہی ہے کہ اس مقصد کو پورا کرے چنانچہ اس سلسلے میں اس نے کئی ایک ترغیبات پیش کی ہیں۔ مثلاً مالی مدد دینا، علاقہ مذکورہ کو مختلف ترقیاتی خدمات کے ذریعے بہتر بنانا اور اس طرح وہ کارخانہ داروں کو اپنے نئے پروجیکٹ یا پروجیکٹوں کو جنہیں وہ اپنے توسیعی یا اضافی پروگراموں کے تحت قائم کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، ریاست کے کم ترقی یافتہ علاقوں میں قائم کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس بنا پر سیکوم کا دائرۂ عمل ریاست کے سوائے بمبئی اور پونے کے شہری علاقوں کے تمام علاقوں تک وسیع ہے۔

سلسلہ جنبانی کا ایک نیا طریقہ

محدود وسائل آمدنی کے باوجود سیکوم نے اپنی انتظامی مشینری کو ایڑ لگائی کہ صنعتی ترقی کے مسئلے سے نمٹنے کے لئے اسے ان مقامات کی امکانی معلومات حاصل کرنی ہوں گی جہاں زیادہ سے زیادہ صنعتیں یکجا طور پر جلد از جلد قائم کی جا سکیں۔ اس نے صنعتی ترقی کا

ایک نیا نمونہ اور طریقہ رائج کرنے
کے امکانات کی چھان بین کی، متوقع
سرمایہ کاروں کی، شناخت کی، ان کی
ضروریات اور تعبیرات کے سلسلے میں
ان کی ترجیحی ضرورتیں معلوم کیں اور
مالی مدد اور دوسرے بڑھاوا دینے
والے امور کے ذریعے ترغیبات
پیش کر کے جدید تیکنک یعنی تجارتی
مواصلات یعنی ایڈورٹائزنگ
اور رابطہ عامہ جیسے معاملات
کی جانب توجہ دلا کر اور ضرورت
بتلا کر نئے کارخانہ داروں کے دل
بڑھائے۔ یہ تنظیم بجائے خود مشروعات
کو نتیجہ خیز بنانے کے زیادہ دلچسپی
رکھتی ہے اور اس بنا پر تجارتی مقاصد
کے لئے قرض دینے والی فینانشیل
ایجنسی ہونے کی بجائے یہ مشروعات
کے قیام اور نتیجہ آور ہونے پر خاص
توجہ دیتی ہے۔

امر واقعہ کے متعلق عملی
حیثیت کی توضیح نے سیکوم کی سرگرمیوں
کو نئی راہوں سے روشناس کیا چنانچہ
اس تمام مدت میں اس کی حیثیت ایک
ایسے بلند پایہ ادارے کے مثل رہی
جو کارخانہ داروں کو پروجیکٹ کے
ذہن میں آنے کے وقت سے لے کر
مال کی تیاری کے بعد کے مرحلے تک
نتیجہ خیز خدمات فراہم کرتی ہے۔

فروغ کے مراکز (گروتھ سینٹرس)

بجائے اس کے کہ سیکوم اپنے
وسائل کو بہت سے مراکز پر مختصر
انداز میں پھیلاتی ہے۔ اس نے اپنی

ہونا پڑا، کم نہیں تھے۔ ہمیں اس محکمہ کی طرف سے، جہاں تک صنعتی ترقی کا معاملہ ہے
بہت اچھی حوصلہ افزائی ملی۔ بعض حالات میں انھوں نے اس خلیج کو، خاص ترجیح دے کر
جو طلب / فراہمی کے درمیان تھی، ان سہولتوں کے مقابل گھٹانے کی کوشش کی۔

پاور (بجلی)

ہمارے تمام کے تمام ترقی پذیر مرکزوں میں اس وقت بجلی کے تحتی اسٹیشن موجود ہیں،
جنہیں کلیتہً صنعتی استعمال کے لئے ایم ایس ای بی (مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ)
نے قائم کیا ہے جو ہمارے اشتراکِ عمل کا نہایت خوشگوار نتیجہ ہے۔ جن اہم نقطوں
پر غور کیا جانا چاہیئے وہ یہ ہیں:

پاور کاٹ دینے سے خاص استثنا، ترقی پذیر علاقوں کے لئے ان اوقات میں جب
پاور کی عام کمی ہو، ایم ایس ای بی کو اس اختیار کی تفویض کہ وہ ایک بورڈ کی ایک خاص
حد تک منظوری عطا کرے تاکہ تاخیر واقع نہ ہونے پائے۔ یہ دونوں صورتیں خاص طور
سے سیکوم کے ان مشوروں کا نتیجہ ہیں جو اس نے ریاستی حکومت اور ایم ایس ای بی
کو دئے تھے۔

اب رہائش گاہوں کو لیجئے۔ ہماری پہلی کوشش تو یہی کہ اس میں سڈکو کو شامل کرلیں
اور ہمیں اس بات میں تاراپور، اورنگ آباد، ناگپور اور ناسک میں کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں
جب سڈکو ایک بار کوئی اسکیم تیار کرلیتی ہے تو وہ عام لوگوں کے لئے پیش کر دی جاتی
ہے۔ اس طرح سے اس نے رہائشی مسئلے کو ان علاقوں میں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے
کچھ آسان بنا دیا ہے۔ ہم نے ایچ ڈی ایف سی (ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ فائنانس کارپوریشن)
جو آئی سی آئی سی آئی کا ایک تحتی ادارہ ہے) سے بھی تعلقات قائم کئے ہیں۔ ہم ایم
ایچ اے ڈی اے، ایچ یو ڈی سی او، اور ایم آئی ڈی سی سے بھی گفتگو کا سلسلہ
مسلسل قائم رکھتے ہیں۔

مؤخر الذکر اب سے پہلے رہائش کے معاملات کو کبھی خاطر میں نہ لاتی تھی۔ اس طرح
گذشتہ چار سال کے عرصے میں ایم آئی ڈی سی نے بھی ہمارے تمام ترقی پذیر مرکزوں
میں مکانات کھڑے کر دئے ہیں۔

نقل و حرکت:-

نقل و حرکت کی سہولتوں کو فروغ دینے کے لئے جن کی آمد و رفت کا تعلق ترقی پذیر
مرکزوں تک ہے، ہم ریلویز، ایم ایس آر ٹی سی (مقامی نیز نقل و حرکت کے بیرونی
مقامات تک ہے۔) اور ایک طرف دوسری ایجنسیوں کے ساتھ اور دوسری طرف
صنعتوں کی ایسوسی ایشن سے بھی ہم برابر رابطہ رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ←

کوششوں کو معدودے چند مرکزوں پر منحصر اور مرتکز کیا۔ اب یہ چند مراکز عموماً "فروغ کے مراکز" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ابتداً ایسے مکانات کا انتخاب کیا گیا تھا جہاں بعض تعمیرات شہری نوعیت کی تھیں۔ پھر کوشش یہ کی گئی کہ شہری نوعیت کی تعمیرات کو ایسی شان عطا کی جائے جو صنعت کے فروغ کے لئے ضروری اور شایانِ شان ہو۔

ایسے مرکزوں پر صنعتی تعمیرات تب ہی پنپنے کے قابل سمجھی جاتی ہیں جب بڑی اور درمیانی پیمانے کے یونٹوں کی ایک معقول تعداد اس مرکز کی طرف جھکتی ہے۔ اس لئے ان مرکزوں کے جائے وقوع کو منڈی کی نزدیکی اختیار کر کے خوشگوار مقامات برائے رہائش اور کام کاج بتلا کر فروخت کرنا ضروری ہوا۔ جب ایک بار صنعتوں کی ایک معقول تعداد کسی مرکز کو پرکشش سمجھنے لگتی ہے تو صنعتیں خود اپنے طور پر ایسے مرکزوں کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں اور اس بات کا اثر آس پاس کے علاقوں تک پھیلنے لگتا ہے

آج یہ حالت ہے کہ اس قسم کے ۱۸ "فروغ کے مراکز" کی نگہداشت و تربیت کی گئی اور انہیں پروان چڑھایا گیا۔ اب ریاست کے مختلف حصوں میں واقع یہ فروغ کے مراکز ایسی مرکزی حیثیت اختیار کر چکے ہیں جہاں سے مزید فروغ کی تولید ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اورنگ آباد کو لیجئے جس کے اطراف میں واقع والوج، جالنہ اور پیٹھن نے اس کی رفتار اور چال ڈھال سے حوصلہ پا کر تیزی کے ساتھ ترقی کی جانب اقدام کرنے لگی ہیں، تاکہ یہ مقامات اپنے یہاں آنے والی صنعتوں کو خوش آمدید کہہ سکیں۔ ست پور جو ناشک کا صنعتی علاقہ ہے، اسے توسیع دی گئی ہے تاکہ امباڈ کا علاقہ بھی اس کے زیرِ سایہ آجائے۔ اسی طرح فروغ کے مراکز مثلاً احمد نگر، چپلون، جلگاؤں، ناگپور، روہا، ستارا، تاراپور اور وردھا آج سیکوم کی کوششوں کی عملی تمثیلات ہیں جہاں کے دیہی علاقے صنعت کاریوں سے روشن ہوتے جا رہے ہیں اور جن کے ذریعے امید ہے کہ روشنی ان کے اطراف میں اور پھیلے گی اور جگمگاہٹ پیدا کرے گی۔

ٹھوس خدمتوں کی نوعیت

سیکوم جس قسم کی مستحکم خدمت ہیں مندرجہ ذیل علاقوں میں پیش کرتا ہے۔ ان کی نوعیت یہ ہے:

ہوا ہے کہ بسوں کے لئے نئے راستے۔ بسوں کے لئے ٹھہرنے کی نئی جگہیں (ٹالپس)، اور اس سروس کے متعدد بار آنے جانے میں اضافہ وغیرہ، پیش آچکا ہے اور جہاں تک راستوں کے ذریعہ نقل و حرکت کا تعلق ہے اور ریلویز کے سلسلے میں بھی فرسٹ کلاس کی سیٹوں میں اضافہ کیا جا چکا ہے۔

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ وایودوت سروسز کا ناندیڑ، اورنگ آباد، رتناگری اور پونے تک آغاز خاص طور سے سیکوم کے اشتراکِ عمل سے بہت آسان ہو گیا ہے اور ٹرافک کے امکانات اور دوسرے وایودوت سے متعلق اطلاعات کے بہم پہنچانے میں اس کی وجہ سے بڑی سہولت ہوئی۔

"اسی کے ساتھ ساتھ ہم سماج کی تعمیر میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ چنانچہ صنعتوں کے ٹرسٹ بنا کر ہم اسکولوں دواخانوں، لائبریریوں وغیرہ کے کھولنے پر بھی انہیں امداد کرتے ہیں"

یہ تمام باتیں، کہا جاتا ہے کہ اس لئے ممکن ہو سکی ہیں کہ ان کے سلسلے میں پیشگی منصوبہ بندی اور اشتراکِ عمل اور اداروں مذکورہ ایجنسیوں کے ساتھ مشورے پر ٹھیک اسوقت سے جب صنعتی حلقوں کی منصوبہ بندی کی جا رہی تھی، پوری طرح عمل کیا گیا۔ ہر حلقہ کی تعمیری ضروریات کو خاص طور پر سمجھنے کے لئے باقاعدہ دوروں اور میٹنگوں کے ذریعے جو انفرادی طور پر ہر صنعت کے ساتھ، ان کی ایسوسی ایشنوں کے ساتھ اور بڑھتی ہوئی مانگ پر اچھی طرح توجہ دیتے ہوئے کی گئیں۔ "عام تعمیرات کو چھوڑ کر" انھوں نے اتنا اور اضافہ کیا کہ "ہم ترقی پذیر حلقوں میں انفرادی صنعتوں کے مسائل سے نمٹتے بھی ہیں۔"

سوال: ان خدمات کے عوض آپ کچھ چارج بھی لیتے ہیں؟

جواب: نہیں، یہ خدمت بلا معاوضہ دی جاتی ہے۔ ●

(۱) پروجیکٹ کی نشاندھی اور مشورہ

اس ڈیویژن میں انجینئرنگ کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین ہیں جو نئے پروجیکٹوں کے امکانات کی لگاتار نشاندہی کرتے رہتے ہیں۔ یہ ڈیویژن غور طلب مشورے، ٹیکنیکل اور معاشیاتی امور اور منڈی سے متعلق جائزے پیش کرتا ہے۔ پھر اگر ضرورت ہوتی ہے تو اختصاص رکھنے والے مشاورین بھی طلب کئے جاتے ہیں

(۲) پلانٹ کی تنصیب کا مقام اور خدمت

سیکوم کا وہ شعبہ جو بزنس کی ترقی سے متعلق ہے مطلوبہ پلانٹ کی تنصیب کے سلسلے میں کارخانہ داروں کی رہنمائی کرتا اور پروجیکٹ کی ضرورت و نوعیت کی مناسبت سے چند مقامات کے نام بتلاتا ہے۔ کارخانہ داروں کی ہر پلانٹ کے مقام تنصیب سے متعلق تخمینہ اور پروجیکٹ کی خصوصی ضروریات کے پیش نظر، جس میں خام اشیاء، برقیات اور آب رسانی، منڈی کی نوعیت وغیرہ شامل ہیں نیز مالیات کی مقدار اور پلانٹ کے جائے وقوع کے مختلف مقامات کے لحاظ سے ترغیبات شامل ہیں، ان کے مختلف کارخانہ داروں کی مدد کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لحاظ سے سیکوم کے افسران صنعتی یونٹوں کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھتے ہیں۔ اور ان کی ترقی پیش قدمی کے منصوبوں وغیرہ کی نگہداشت کرتے ہیں۔ شخصی طور

سیکوم میں مانیٹر کے فرائض

"سیکوم" کا آپریشنس ڈیویژن غالباً سب سے زیادہ ذمہ داریوں کا کفیل ہے کیوں کہ جو قرضے سیکوم کی طرف سے مدد کی خواستگار کمپنیوں کو دئے جاتے ہیں ان پر نگاہ رکھنے کی ذمہ داری اور ان کی بروقت بازادائی پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا اسی ڈیویژن کے ذمہ ہے۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے اس ڈیویژن نے بہت سے طریقے اختیار کیے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور نے مسٹر آر سی سوہنی، ڈپٹی مینیجنگ ڈائریکٹر کافی تفصیل کے ساتھ ان کی تشریح کرتے ہیں:-

"صنعتی فائنانسنگ" مسٹر سوہنی کے بقول" ایک عرصہ سے زیر عمل ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ اس صف میں ہم سب سے پہلے ہیں۔ ریاستی سطح پر مالی ادارے۔ ریاستی فائنانشیل کارپوریشن ایکٹ، ۱۹۵۲ء کے تحت قیام پذیر ہو چکے تھے۔ پروجیکٹس کے کاموں کی دیکھ ریکھ کے سلسلے میں قیام ایک ایسی تکنیک ہے جو دقت طلب ہے لیکن جو اصلاحات اس مانیٹرنگ (دیکھ ریکھ) کے ذریعہ ہوتی ہیں وہی قابل شمار ہوا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے ہم جو سیکوم سے وابستہ ہیں خوش قسمت ہیں کہ ہم نے سیکوم کے ابتدائی مرحلوں میں سہارا، رہنمائی، اور مدد کے لیے اپنا پورا بوجھ آئی سی آئی سی آئی پر ڈالا اور اس طرح وہ خاص طور طریقے، سسٹمس، پالیسیاں، کام کرنے کے رہنمایانہ خطوط ترتیب کرنے میں آئے۔ پھر ۷۷-۱۹۷۶ء میں ری فائنانس کرنے کی اسکیم کی پیش کش آئی ڈی بی آئی کی طرف سے پیش کی گئی۔ اس کے ساتھ ہی خوبیوں میں صحیح طور پر بہتری آئی یہاں تک کہ "سیکوم" نہ صرف یہ کہ ری فائنانس کے بطور مالی سہارا حاصل کرنے کے قابل ہوا بلکہ اس سے زیادہ اہم اس فائدے نے ہمیں بڑھاوا دیا جو آئی ڈی بی آئی کے تجربہ کی شکل میں ہمیں پروجیکٹ کا تخمینہ لگانے، مانیٹرنگ کرنے، پیش قدمی کی پالیسیاں اختیار کرنے، پروجیکٹوں پر تبصرہ کرنے اور ان کے بعد کی باتوں وغیرہ پر غور کرنے کی شکل میں حاصل ہوئے۔ ان صورتوں میں ری فائنانس کی صورت میں میعادی قرضے دئے جاتے ہیں۔ ہمیں آئی ڈی بی آئی کے ذریعے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ ہم پروجیکٹ پر پھر ایک بار نظر ثانی کرلیں۔

سوال: دئے ہوئے قرضوں کی "مانیٹرنگ" آپ کس طرح کرتے ہیں؟

سوھنی: اس مقصد کیلئے بہت سے طریقے ہیں، جیسے رقم دینے سے پہلے جائزے اور دورے جس وقت کہ کام ہورہا ہو اور کام کی تکمیل کے بعد لیکن رقم دینے سے پہلے پھر جائزے اور دورے۔ ان باتوں پر زور دیا جانا کام کی نوعیت و حالت کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً ◀

پر ہر صنعت سے عملے سے بڑے افسران کے ساتھ اندرونی عمل کے طور پر رابطہ قائم رکھا جاتا ہے اور اس رابطے کو قائم رکھنے کا باقاعدہ خیال رکھا جاتا ہے۔ بہت سے معاملات میں اس قسم کی گفتگو نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور ریاست کے کم ترقی یافتہ علاقوں کی طرف صنعتی یونٹیں آمدہ کار ہو جاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر گفتگو کا طریقہ زیادہ تر بالادستی اور جبر کا نہیں ہوا کرتا بلکہ سمجھا کر آگے قدم اٹھانے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

(۳) مالی امداد

سیکوم کی مالی امداد کی اسکیمیں مختلف اور لچکدار ہیں۔ سیکوم کسی پروجیکٹ کی ضروریات کے پیش نظر میعادی قرض کی پیش کش کرتی ہے لیکن یہ قرض زمین، تعمیرات، پلانٹ اور مشنری کے سلسلے میں ہوا کرتا ہے۔ یہ میعادی قرض کی باز واپسی زیادہ سے زیادہ دس برس کی میعاد میں رکھی جاتی ہے اور شرح سود معقول یعنی ۵ء۱۲ فی صد بھی قرض کی اس رقم پر لگایا جاتا ہے جس میں پروجیکٹوں کے لئے ۱۶ اعلان کردہ اضلاع میں آئی ڈی بی آئی کی جانب سے دوبارہ مالی مدد کی ضرورت ہوا کرتی ہے اس کی واپسی کی مدت کا انحصار کارخانہ دار کی ضرورتوں اور سہولتوں کی بہم رسانی کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ مثلاً اصل رقم پر زیادہ سے زیادہ تین برس کی مدت کے لئے قرض پر باضابطہ التوا منظور کیا جاتا ہے اور یہ التوا پہلی ادائیگی کی تاریخ سے ابتداءً چھوٹی قسطوں میں جنہیں رفتہ رفتہ

بدلتا رہے گا۔ دوسرا طریقہ ہمارے پاس ہے "میعادی پیش قدمی کی رپورٹیں" یعنی خود کمپنیوں سے کام کے متعلق رپورٹیں طلب کرنا، جو تیاری کے مرحلے کے دوران اور کارخانے کے چالو ہو جانے کی میعاد کے بعد ہمیں کمپنیاں بھیجتی رہیں گی۔ اور تیسرا جو غالباً سب سے اہم ذریعہ ہے وہ رپورٹ / مکرر اطلاع، جو نامزد شدہ ڈائریکٹران کو دینی پڑتی ہیں اور جن سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ کمپنیوں کے بارے میں پیش قدمی اور مسائل وغیرہ کی رپورٹیں فراہم کریں۔ پھر ہمارے اسکوٹرس ڈیویژن کو بھی ایک اہم رول ادا کرنا پڑتا ہے کیونکہ پروجیکٹوں کی مانیٹرنگ ہم جو کرتے ہیں اس کے علاوہ ریجنل منیجران، مقامی سطح پر "سیکوم" کی آنکھوں اور کانوں کے مثل ہیں اور چونکہ ان کا یونٹوں سے باقاعدہ ملنا جلنا، آمنا سامنا ہوتا رہتا ہے نیز دوسرے حکام وغیرہ سے بھی اس لئے ان کے لئے یہ ممکن ہوا کرتا ہے کہ وہ صدر دفتر کو جدید ترین حالات سے مطلع کرتے رہیں اور امروزہ تاریخ تک کی تمام چھوٹی بڑی تبدیلیوں کی آگاہی دیں جہاں معاملہ مشترکہ سرمایہ کاری کا ہوتا ہے وہاں بنکوں / ایم ایس ایف سی وغیرہ اور اداروں کے مابین میٹنگیں خاص خاص حالات پر بحث و مباحثہ کے لئے باقاعدہ ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ساری باتیں گاہک کمپنی اور ان کے اعلیٰ عہدے داروں سے ہمارے بالراست رابطہ کے علاوہ ہیں۔

سوال: سیکوم کے آپریشنز میں کیا قرض دی ہوئی رقم کے ڈوب جانے کا بھی کوئی واقعہ ہے؟

جواب: (سوھنی) اس کا جواب "ہاں" بھی ہے اور "نہیں" بھی۔ آپ ڈیولپمنٹ بینک ہو سکتے ہی نہیں جب تک کہ آپ خطرات جھیلنے کے لئے تیار نہ ہوں کیونکہ یہ بات تو پروجیکٹ کو بڑھاوا دینے اور صنعت کو مالی امداد عطا کرنے کی خود طبیعت و مزاج میں داخل ہے لیکن جہاں کہیں ہم پریشاں حالی کی علامتیں دیکھتے ہیں وہاں فوراً ہی ناگوار حالات سے بچانے کی خاطر ہر معاملے میں مناسب سمجھتے ہوئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو ممکن / ضروری ہوتے ہیں۔

مسٹر سوھنی کے بقول "سیکوم" کا قیام تو اس لئے عمل میں آیا تھا کہ صنعت کو بمبئی، تھانے، پونے کی سخت اور گنجان آبادی سے منتقل کر کے انہیں مہاراشٹر کے ترقی پذیر علاقوں کی طرف منتشر کر دیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے رسم و راہ پیدا کرنے کی خاطر ایک دو شاخہ طریقہ تھا:

۱) : حکومت مہاراشٹر کی جلائے قیام سے متعلق پالیسی۔

۲) : ترغیبات کی "پیکیج" اسکیم۔ ترغیبات کی "پیکیج" اسکیم کا یہ حال ہے کہ اسے زیادہ دلکش بنانے کے لئے اس میں وقتاً فوقتاً ترمیمات کی گئی ہیں۔" ہمارے کارپوریشن کے اور دوسرے کارپوریشنوں کے درمیان یہی امتیازی فرق ہے۔

مسٹر سوھنی کو اس بات پر فخر ہے کہ سیکوم ہی وہ واحد اور اولین کارپوریشن ہے جس کے پیش نظر کلیتاً صنعت کی خدمت کا تصور رہا ہے۔ جس میں پروجیکٹ ◀

بڑھایا جاتا ہے ضمانت کی حاشیائی رقوم میں کمی ابتدائی مراحل میں کی جاتی ہے مستحق حالات میں بریج لون (یعنی حالات کو سدھارنے کی خاطر دیئے گئے کم مدتی قرض) پیش کئے جاتے ہیں تاکہ پروجیکٹ کے عمل درآمد میں سلامت روی اور ہمواری پیدا ہو۔

سیکوم "سیڈ کیپٹل اسسٹنس" (امداد تخمی سرمایہ کے بطور) آئی ڈی بی آئی اسکیم پر عمل درآمد کرتے ہوئے نئے کارخانہ داروں کو ۱۵ لاکھ روپے کی حد تک عطا کرتا ہے تاکہ اس ایکویٹی حصّوں میں واقع ہونے والی کمی میں مدد دی جائے جو پروجیکٹوں کی مالی ضروریات کے لئے لازمی ہے۔

منتخب بنیاد پر سیکوم سرمایہ کے حصّوں کی شکل میں یا تحریری طور پر سہارا دینے کی شکل میں رقم فراہم کرتا ہے۔

(۴) انڈسٹریل ایسکورٹ سروس

(صنعتی حفاظتی خدمت)

سیکوم میں ایک پوری طرح آراستہ ڈیویژن ہے جو لگاتار مرکزی اور ریاستی سطح پر متعلق افسران اور حکام کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھتا ہے تاکہ ترقی پذیر علاقوں میں نئی تعمیراتی سہولتیں پیدا ہوں نیز موجودہ سہولتوں میں جس میں پاور (برقیات) اور آب رسانی میں اضافہ، مواصلات، تحفظ اور فائر بریگیڈ کے انتظامات، ڈاکخانوں اور پیکنگ کی سہولتیں، مقامی نقل وحرکت، رہائشی مکانات وغیرہ شامل ہیں۔

کی نوعیت، پلانٹ کا محلِ وقوع، ایسکورٹ سروس، ترغیبات کی پیش کش، متوقع کارخانہ دار کی رہنمائی، جیسے امور شامل ہیں اور صنعتوں کے تمام علاقوں کو اسی نظر سے دیکھا جاتا ہے تاکہ پروجیکٹ پر جلد سے جلد کامیابی کے ساتھ عمل درآمد ہو اور اس کا مینیجمنٹ شروع ہو جائے۔ ایک اور نمایاں فرق سیکوم کی مارکیٹنگ حکمت عملی ہے جس کے ذریعہ وہ کارخانہ داروں کو ریاست کے ترقی پذیر علاقوں کی طرف لیجاتی ہے۔ سیکوم کے مطابق صرف فائنانس کا مہیا کر دینا ہی کافی نہیں ہے جہاں مہاراشٹر کے پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے صنعتوں کو منتشر اور تقسیم کرنا بھی پیش نظر ہو۔

(ترجمہ: اقبال احمد شیخ)

ہنگنی صنعتی علاقہ، ناگپور کا ایک سیکشن جہاں ۲۲۰ سیکوم کے یونٹوں نے ۳۰,۰۰۰ افراد کو روزگار مہیا کیا ہے۔

(۵) مرچینٹ بینکنگ سروس

سیکوم نے مرچینٹ بینکنگ سروس کی داغ بیل بھی ڈالی ہے۔ یہ خدمت امداد کردہ یونٹوں، خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جاری کی گئی ہے جو غیر رہائش پذیر ہندوستانی ہیں۔ یہ امداد ایسوسی ایشن کے قواعد وضوابط اور کمپنی کی تشکیل کے وقت سے لے کر عام لوگوں کے لئے حصّہ داری کے جاری کئے جانے تک ہوتی ہے۔

(۶) ترغیبات کی پیکیج اسکیم

اس اسکیم کے لئے درمیانی اور بڑے پیمانے کی صنعتوں کے سلسلے میں حکومتِ مہاراشٹر کے ایک ایجنٹ کے بطور سیکوم متعدد ترغیبات ان پروجیکٹوں کے سلسلے میں پیش کرتا ہے جو مہاراشٹر کے پسماندہ علاقوں میں قائم کئے جائیں گے۔ ان ترغیبات میں خاص سرمایہ کاری کی ترغیب، استثنیٰ / التوا ریاستی سیلس ٹیکس میں خام اشیاء کی خرید اور تیار مال کی فروخت پر، چنگی ڈیوٹی کا "ریفنڈ"، "اولیت" کرنے والی یونٹوں کے لئے جو ایک مقررہ سرمایہ کاری کے ساتھ کسی تعلقہ میں بالکل پہلی بار قائم کی گئی ہوں، وغیرہ کے لئے خاص رعائتیں دی جاتی ہیں۔

(۷) مرکزی سرمایہ کارانہ امدادی اسکیم پر عمل درآمد

سیکوم مرکزی سرمایہ کارانہ امدادی اسکیم کے لئے حکومتِ ہند کی طرف سے ایک ایجنٹ ہے۔ اس اسکیم کے تحت ایسی صنعتی یونٹیں جو گدھ چڑ دی

غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کو

★ وطن میں سرمایہ لگانے کی ترغیب

سیکوم کا بین الاقوامی ڈویژن خاص طور سے اس امر کو پیش نظر رکھے ہوئے ہے کہ غیر ملکوں میں بسے ہوئے ان ہندستانیوں کو جو اپنی واپسی پر اپنے وطن میں سرمایہ لگانے کے خواہش مند ہوں، یہاں وطن میں سرمایہ کاری کرنے پر متوجہ کرے۔ وہ مخصوص ترغیبات جو مرکزی حکومت کی طرف سے پیش کی گئی تھیں، انھوں نے غیر ملکوں میں آباد بہت سے ہندستانیوں کو جو اس سے پہلے انگلستان، مغربی جرمنی، سنگاپور، ہانگ کانگ اور خلیجی ملکوں میں آباد تھے، بہت سے غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کو مہاراشٹر میں، سیکوم کی مدد سے، خود اپنے مشروعات قائم کرنے کی طرف رغبت دلائی۔ اس طرح جاری کردہ مشروعات کی جملہ تعداد بقول سنیر منیجر، انچارج بین الاقوامی ڈویژن سیکوم کے ۲۵۰ سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اور انھیں کے بقول سرمایہ کاری کے روپ میں جو رقم یوں حاصل کی جا چکی ہے، ۳۰،۰ کروڑ روپیہ تک جا پہنچی ہے۔

ان سے ایک ملاقات کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سوال: وہ خاص فوائد کیا ہیں جو سیکوم کی مدد کے ذریعے غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

جواب: جب ہم نے غیر ملکوں میں آباد ہندستانیوں کو واپسی وطن پر متوجہ کرنا شروع کیا تو ہمارا خیال یہ تھا کہ وہ ٹیکنیکل معلومات رکھنے والے نئے کارخانہ دار ممکن ہے کہ نئی ٹیکنالوجیوں اور صنعتی پروسیسز کو اس ملک میں رواج دیں گے اور درحقیقت انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے نتیجہ میں بیرونی زرمبادلہ میں معتد بہ بچت پیش آئی کیونکہ غیر ملکوں میں آباد ہندوستانی عموماً زرمبادلہ میں خود اپنی آمدنیوں کو بڑی رقموں والے سامانوں کے خریدنے میں استعمال کرتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چند صنعتوں نے جو ان کے ذریعے یہاں قائم کی گئیں۔ وہ برآمدات کرتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ صنعتیں اپنے وطن کے لئے بیش قیمت زرمبادلہ کماتی ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے مزید فائدے یہ ہیں:

ــ ایک غیر صنعتی ضلع ــ میں قائم کی جائیں گی۔ وہ اپنی فکسڈ سرمایہ کاری کے ۲۵ فی صد کی حد تک گرانٹ کی مستحق، بعض شرائط کے تحت ہوں گی۔ جن کی سرمایہ کاری کی حد انتہائی طور پر ۲۵ لاکھ روپے ہوگی۔ یہ سرکاری امداد اورنگ آباد، چندر پور، جالنہ، رتنا گری اور سندھو درگ میں واقع مقامات کے لئے بھی ہوگی اور فکسڈ سرمایہ کاری پر ۱۵ فیصد سود کے ساتھ ہوگی اور جو امداد ۱۵ لاکھ روپے کی انتہائی حد تک ہوگی اور دوسرے ۱۱ اعلان کردہ اضلاع میں ۱۰ فی صدی سود پر، زیادہ سے زیادہ ۱۰ لاکھ روپے تک دی جا سکے گی۔

(۸) الیکٹرانکس صنعت کے لئے اسکیم

سیکوم الیکٹرانکس صنعت ــ ۱۹۸۵ء کی ترغیباتی اسکیم کے لئے حکومتِ مہاراشٹر کا ایک ایجنٹ ہے۔ اس اسکیم کے تحت مہاراشٹر میں نئی الیکٹرانک یونٹیں قائم کرنے پر اس بات کی مستحق ہوں گی کہ ان سے ترغیب کے طور پر سیلس ٹیکس، خرید ٹیکس اور مرکزی سیلس ٹیکس میں التوا دے دیا جائے لیکن یہ التوا مہاراشٹر کے کسی بھی علاقے کے لئے بشمول بمبئی شہری علاقے کے (سوائے زون I اور II کے) اور پورے پونے شہری علاقہ سمیت ۷ برس کی مدت کے لئے ہوگا۔

(۹) آلات و اوزار پر پٹہ داری کی بنیاد پر دیا جانے والا مدتی قرض

غیر ملکی ہندستانیوں کی قائم کردہ بعض مشروعات بلند پایہ ٹیکنیکل علاقوں سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ بعض دوسری ایسی ہیں جو ہندوستان میں پہلے پہل قائم ہوئی ہیں۔

سوال:۔ غیر ملکوں میں آباد ہندستانیوں کو ترغیب دینے میں کس حکمتِ عملی سے کام لیا گیا؟

جواب:۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سیکوم اب سمندر پار ملکوں میں کافی معروف ہو چکی ہے پھر بھی ہم سمندری ملکوں میں واقع سفارت خانوں، ہندستان میں سرمایہ کاری کے مرکزوں اور ہندستانی ایسوسی ایشن اور چیمبر آف کامرس سے ہمیشہ قریبی رابطہ رکھا کرتے ہیں۔ ہمارے رسالے، کتابچے ان تنظیموں کے نام باقاعدہ طور سے ڈاک کے ذریعے روانہ کئے جاتے ہیں کیوں کہ غیر ملکوں میں آباد ہندستانیوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے پہلا ذریعہ یہی تنظیمیں ہیں۔

اس کے علاوہ غیر ملکی جرائد اور اخبارات میں سیکوم کے اشتہارات شائع ہو کرتے ہیں لیکن ہماری اصل قوت غیر ملکوں میں آباد ہندستانیوں سے شخصی رابطہ ہے۔ جس وقت کہ وہ بمبئی آتے ہیں یہاں ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس ملک میں ان کے مختصر قیام کے دوران جس حد تک ممکن ہو سکے معلومات فراہم کریں۔ اس کی وجہ سے ان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اپنی مجوزہ مشروعات کو ترقی دینے مزید اقدام کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے خیال میں کچھ مزید اسکیمیں ہیں جن کے ذریعے مزید سمندر پار ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں کو واپس آنے کی ترغیب دی جا سکے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ ایک تجویز ایسی ضرور ہے کہ ایک ٹیکنالوجی پارک، پونے کے قریب قائم کیا جائے۔ ابتداءً اس میں ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر ایکسپورٹ کی مشروعات کو قائم کرنا مقصود ہے۔ سمندر پار ملکوں میں بسنے والے ہندستانیوں کی بڑی تعداد نے اس کمپیوٹر سافٹ ویئر میں اور اس سے متعلق میدانوں میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ پھر ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ایک خاص حلقے کو ترقی دے کر "این آر آئی زون" یعنی غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کے لئے "۱" سے ایک مخصوص حلقہ کے طور پر بنانے کا منصوبہ ہے جس میں بہترین شہری تعمیری سہولتیں صنعتی اور شہری دونوں طرح کی ــ حاصل ہوں گی۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ غیر ملکوں میں بسنے والے ہندستانیوں کے لئے یہ بات بہت مشکل ہوگی کہ وہ زیادہ دولتمند ملکوں میں زیادہ راحت بخش طرزِ زندگی کو ترک کر دیں اور کسی دور دراز کم ترقی یافتہ حلقے میں مکان بنائیں۔ اس قسم کا ایک خصوصی حلقہ ہوگا

سیکوم اکویپمنٹ لیزنگ اسکیم
ری پر دیئے جانے والے قرض
یم) پر بھی عمل در آمد کرتا ہے
آمد جنی گئی بنیاد پر ان بخوبی مستحکم
کے لئے ہے جو ریاست کے ترقی پذیر
یں قائم ہوں گی ۔ یہ قرض دل کش
شرائط پر دیا جاتا ہے تاکہ
ادائیگی کی مدت میں قرض لینے
فائدوں کی اصلاح کر سکے ۔

میابیاں

تقریباً دو دہے گذرنے کے
ہم پیچھے کی طرف، آج بتاریخ
ی ۱۹۸۶ء تک مڑ کر دیکھتے ہیں تو
یہ بات روشن ہوتی ہے کہ سیکوم
علاقوں میں ۴۲۶۸ صنعتی
کے قیام کا ذریعہ بنا اور ۴۴۸۵
روپے ان پروجیکٹوں پر لگایا
ہے ۔ ان پروجیکٹوں میں سے
۱ یونٹیں جن پر ۲۱۰۱ کروڑ
ی سرمایہ کاری کی گئی ہے ۔ اب
بنا رہی ہیں ۔ اضافی نوع کی
نٹیں جن پر ۵۷۵ کروڑ روپے
یہ کاری کی جا چکی ہیں ۔ ابھی تعمیر
ت مراحل میں ہیں ۔

س حقیقت پر غور کرتے ہوئے
کا دائرۂ عمل خاص طور پر درمیانی
ے پیمانے کی صنعتوں تک محدود
حقیقتوں کے تجزیے سے یہ
تسلی بخش طور پر سامنے آتی
قی یافتہ علاقوں میں صنعتوں کے
جو غیر صحت مندانہ ماحول پیدا
اگر یہ صنعتیں بمبئی، تھانے

ہمارا خیال ہے کہ غیر ملکوں میں آباد ہندوستانی کو نئے کارخانے ڈالنے اور ہمارا اشٹیٹ میں بود و باش اختیار کرنے میں بہت سے مسائل حل ہو سکیں گے ۔ لیکن یہ بات واضح کر دوں کہ یہ تجویزیں صرف ابتدائی ہیں ۔ جو اس موضوع پر ذہن میں آئی ہیں لیکن بڑے فیصلے جن کا تعلق ان پر عمل درآمد سے ہے، ابھی ان پر غور کرنا باقی ہے

سوال :- کیا آپ کے پاس غیر ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں کے لئے کچھ خاص اسکیمیں ہیں؟

جواب :- ہاں ! درحقیقت ہم ہمیشہ اپنے مؤکلین کی مختلف ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں اور ان اسکیموں اور ان کی ضرورتوں کو عملی جامہ پہنانے کو پیش نظر رکھتے ہیں ۔ غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کے ذہن میں اعتبار قائم کرنے کے لئے سیکوم نہ صرف یہ کہ قرض دینے والا ادارہ ہے بلکہ برابری کی بنیاد پر انھیں مضبوط کرنے کے لئے ایک شرکت دار ادارہ ہے ۔ ہم نے "وینچر کیپٹل اسکیم" (VENTURE CAPITAL SCHEME) بنائی ہے جس کے تحت سکیوم ۲۴ فیصد کی حد تک شیئر کیپٹل میں حصہ لیتی ہے ۔ بشرطیکہ یہ شیئر کیپٹل شروعات کے خرچ کا زیادہ سے زیادہ ۱۰ فیصد ہو ۔ اس کے علاوہ مصنوعات کے فروغ میں اور ابتدائی مرحلوں میں بڑھاوا دینے کے لئے ہم اپنی مارکیٹ ڈیولپمنٹ اسسٹنٹ اسکیم کے تحت ۵ لاکھ روپیہ تک قرض دیتے ہیں ۔ یہ اسکیمیں ابتداً کوالیفائیڈ ٹیکنوکریٹس کے لئے ہیں جو ملک میں اعلیٰ مصنوعات والی اشیا بنانے کے خواہش مند ہوں ۔

اور پونے کے اردگرد جمع ہو جاتیں، اس سے نجات مل گئی اور ریاست میں خاص طور پر جن علاقوں میں اب تک کوئی صنعت تھی ہی نہیں ان علاقوں میں ان کے قیام سے ایک صحت مندانہ اور ایک جیسے ڈھنگ پر صنعتوں کے قیام اور دور و نزدیک پھیلنے پر خوشگوار کیفیت پیدا ہو رہی ہے ۔

روزگار کے مواقع

ان سب باتوں پر مزید یہ کے ملی جلی سرمایہ کاری کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے آمدنی میں اور روزگار کے مواقع میں کتنا اضافہ ہوا ۔ سیکوم کی ان بڑھاوا دینے والی سرگرمیوں کے سبب ان یونٹوں کے ذریعے جو مال تیار کرنے کے قابل ہو چکی ہیں، جنوری ۱۹۸۶ء کی ابتدائی تاریخ میں ہی ۲،۵۵،۰۰ ہو چکی تھی ۔

اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ کام کرنے والوں کی اس تعداد میں دیہاتوں کے کاشتکاروں کی بڑی تعداد داخل کی گئی ہے ۔ یہ چیز پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جائے گی کہ دیہاتوں کا منظر خوشگوار تبدیلی کی طرف مائل ہے ۔ اس انقلاب میں اس بڑھتی ہوئی تکنیکی تعلیم کا بھی معتد بہ حصّہ ہے جس کی وجہ سے

یہ خوشگوار صورت حال رونما ہوئی ہے۔ روزگار کے وہ مواقع جو لوگوں کو ان کے مقامات کے قریب ان نئی صنعتوں اور ان کی طفیلی صنعتوں نیز ان کے وسیلے سے جاری ہونے والی دوسری سرگرمیاں جو نشوونما پا رہی ہیں اس کا نہایت اچھا اثر یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ بے روزگار لوگوں کی کثیر جماعت پہلے ہی سے صنعتوں سے لدے ہوئے شہروں کی طرف رخ کرنے سے رک گئی۔ درحقیقت ایک نئی قسم کا صنعتی کلچر شکل پذیر ہونے لگا ہے اور وہ بھی شہروں سے قریب تر واقع دیہاتوں میں جو سراسر ان ترقیوں کی دین ہے۔

صنعتوں کی دور تک رسائی

ان کمپنیوں کی فہرست جنھیں سیکوم نے ان علاقوں میں نئے پروجیکٹ قائم کرنے پر آمادہ کیا، موثر ہے جس میں بڑی بڑی کمپنیاں جیسے سیمنس، گلیکسو ایشیا لمیٹیڈ، مائکو، کرامپٹن گریوز، ناشک، بروک بانڈ، ایچ ایم ٹی، گیڈنگ ٹولز، گریوز لوہار ڈینی دو کھارڈٹ فارماسیوٹیکل، سی پی ایس۔ اورنگ آباد، کلرکیم، نرلون، رٹیکاز بریٹ، رودہا، ریلائنس ٹیکسٹائلس، باہیے ڈائنگ، جرمن ریمیڈیز، پاتل گنگا ضلع رائے گڈھ

سی۔ ٹی۔ آر لمیٹڈ، ہندوستان گیس لمیٹڈ مرباد کیمل پرائیویٹ لمیٹڈ، زینتھ اسٹیل ٹیوب،

انڈین ڈائی اسٹف، تاراپور، ریمنڈ وولن ملز، رسوئی وناسپتی، وی آئی پی انڈسٹریز۔ جلگاؤں، گروارے نائیلون،

یہ راتوں رات انجام دیا جانے والا کام نہیں

کوئی تجارتی تنظیم پنپنے کی امید نہیں کر سکتی اگر وہ اپنی پچھلی حالت میں ہر سال کچھ نہ کچھ تبدیلی اور بہتری نہ لائے۔ اور سیکوم اگرچہ ایک سرکاری ادارہ ہے، اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ "بزنس ڈیولپمنٹ سیکشن" کا یہ بزنس ہے کہ بزنس میں اضافہ کرے۔ جس کا صدر ایک جنرل منیجروں میں سے کوئی ایک ہوا کرتا ہے۔ یہ سیکشن اپنی پچھلی کارگذاریوں پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہیں رہتا بلکہ ہمیشہ ایسے نئے کارخانہ قائم کرنے والوں سے رابطہ جوڑنے کی فکر میں رہتا ہے جنہیں ریاست کے مختلف پسماندہ علاقوں میں یونٹیں قائم کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔

اور اس کام کو ڈپارٹمنٹ کس طرح انجام دیتا ہے؟ یہ تھا وہ سوال جو (بزنس ڈیولپمنٹ کے) جنرل منیجر سے پوچھا گیا تھا۔ اس کا جواب بڑا دلچسپ تھا۔

"جیسے ہی کسی ترقی پذیر علاقہ کا انتخاب کیا جاتا ہے ہم صنعتکاروں کی توجہ اخبارات وجرائد میں اشتہار دیکر اس کی طرف مبذول کراتے ہیں لیکن یہ معاملے کا صرف ایک پہلو ہے۔ دوسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم خود اپنے طور پر صنعتکار سے ملاقات کرتے ہیں،

الف: شخصی رابطہ قائم کر کے۔

ب: اس کے پاس بالراست لٹریچر روانہ کر کے۔

ج: صنعت کاروں کے ساتھ مل بیٹھنے کی صورت پیدا کر کے جس میں صرف مہاراشٹر ہی کے نہیں بلکہ دوسری ریاستوں کے صنعتکار بھی ہوا کرتے ہیں۔

جنرل منیجر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

"اس قسم کی براہ راست ملاقاتوں سے پہلے ہم ان کو خطوط لکھ کر ان کا ارادہ معلوم کرتے، مختلف کمپنیوں کے بیلنس شیٹس کا مطالعہ کرتے، اخبارات میں بزنس اور فائننس کالموں پر نظر ڈالتے، چیرمین کے بیانات پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان باتوں کی بنیاد پر جب ہم صنعت کاروں سے براہ راست ملتے ہیں تو ان کو بتلاتے ہیں کہ کس علاقے میں کیا کیا سہولتیں ہیں اور اگر انھیں اطمینان نہیں ہوتا تو اس کے علاوہ مقامات تجویز کرتے ہیں اور درحقیقت انھیں ان مقامات تک لے بھی جاتے ہیں تاکہ وہ بچشم خود دیکھیں اور فیصلہ کریں۔ عموماً ہم انھیں ایم آئی ڈی سی کے علاقے بتلاتے ہیں کیونکہ ایم آئی ڈی سی کے اصحاب زمینیں پہلے سے خرید لیتے اور انھیں ترقی دیتے،

آئی اے ای سی، لارسن اینڈ ٹوبرو۔ کرلوسکر آئل انجنس، کرامپٹن گریوز، ریلی وولف۔ احمد نگر، کارنیج اسپر ٹکس، کارڈین ریچھ ورکشاپ، مہندرا اینڈ مہندرا، ویکو لیبارٹریز۔ ناگپور، بھارت بجلی۔ سانگلی، ولکن لاول، یونیورسل کیبج، مہاراشٹر اسکوٹرس۔ ستارا۔ یہ فقط چند نام ہیں جو گنائے گئے ہیں۔

یہ فہرست ان مختلف سرگرمیوں [illegible]ی عکاسی بھی کرتی ہے، جن میں کمپنیاں [illegible]شغول ہیں اور جن سے صنعتی پیداوار [illegible]یں ہمہ جہتی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ [illegible]نہیں کے پہلو بہ پہلو درمیانی سائز کے کارخانوں کا ایک پورا سلسلہ ہے۔ [illegible] جوان کارخانہ داروں، ٹیکنیکل ماہرین اور سمندر پار بسنے والے ہندوستانیوں نے ترقی پذیر علاقوں میں قائم کیا ہے۔

رہنمایانہ شعبے

رہنمایانہ شعبوں کے قیام کا تصور [illegible]جنہیں حکومت مہاراشٹر کے ۱۹۷۹۔ ترغیبات کی پیکج اسکیم (مستحکم اسکیم) شروع کیا تھا تاکہ ایسے پروجیکٹوں کو شناخت کیا جاسکے جو ایک مقررہ رقم کی سرمایہ کاری کے ذریعے پہلے پہل کسی [illegible]یر صنعتی علاقے میں قائم کیا گیا اور جن [illegible]ی بدولت انہیں سیکوم کی کوشش کی [illegible]ا پر اپنے کارخانے کو بڑھاوا دینے [illegible]ے لئے خاص رعایتیں حاصل ہوئیں۔ [illegible] مسلسل کوششوں کی بنا پر بہت سی [illegible]ڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والی [illegible]پنیاں اور متعدد قومیتیں رکھنے والی کمپنیاں [illegible]س بات پر آمادہ ہوئیں کہ وہ اپنے [illegible]ی راج

راستے بناتے اور زمین کو مختلف سائز کے پلاٹوں میں تقسیم کرتے ہیں یہاں تک کہ زمین تیار رہتی ہے کہ کارخانہ دار آئے اور کام شروع کردے۔

سوال:۔ آپ ترقی کے مرکزوں کی شناخت کیسے کرتے ہیں؟

جواب:۔ یہ سلسلہ فوری طور پر انجام نہیں پاتا۔ ترقی کے مرکزوں کی شناخت ان بنیادوں پر کی جاتی ہے کہ کونسا علاقہ کن باتوں کے زیادہ سے زیادہ امکانات رکھتا ہے۔ پھر وہاں سے بمبئی تک پہونچنے کی کیا صورتیں ہیں، سماجی تعمیرات جیسے طبی سہولتیں، ہوٹلیں وغیرہ کہاں تک موجود ہیں۔

سوال:۔ سیکوم کو صنعتوں کے لئے مالی ترغیبات کی پیشکش کی خاطر فنڈس کہاں سے ملتے ہیں؟

جواب:۔ شروع میں یہ جان لیجئے کہ ہمارے پاس خود ہمارا باقاعدہ سرمایہ ہے اس میں اضافہ "بانڈس" وغیرہ کی خرید کے ذریعے کھلے بازار میں ہوتا رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ہمیں مزید فائنانس کی سہولتیں آئی ڈی بی آئی سے ملتی ہیں۔ سیکوم کو ایسے پروجیکٹس کے سلسلے میں جو ۳ کروڑ روپے تک کے ہوں، ۹۰ لاکھ روپے تک میعادی قرض دینے کا اختیار ہے۔ اس رقم کا ۵۰ فیصد آئی ڈی بی آئی رعایتی شرح پر مہیا کرتی ہے) آخر میں، قرض کی باز ادائی جو کمپنیوں کی طرف سے کی جاتی ہے وہ بھی آمدنی کا ذریعہ ہے۔

سوال:۔ کیا بزنس ڈیولپمنٹ ڈپارٹمنٹ کا کام ختم ہو جاتا ہے جب کوئی متوقع کارخانہ دار، کارخانہ قائم کرنا منظور کر لیتا ہے۔

جواب:۔ ایک بار جب کارخانہ دار ریاست کے ترقی پذیر علاقہ میں پروجیکٹ قائم کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے اور سیکوم اس کے پروجیکٹ کے لئے اصولاً مالی امداد دینا منظور کر لیتا ہے تو سیکوم کا اسکورٹس ڈیویژن اس کارخانہ دار کی زمین، پانی، برقیات، ٹیلی فون اور ٹیلیکس کی سہولتیں حاصل کرنے میں اور بعض حالات میں کمپنیوں کے منتظمین کے رہائش پذیر ہونے میں بھی ان کی مدد کرتا ہے۔

مالی مدد کے لئے عرضی پر تفصیل کے ساتھ غور اور مطالعہ سیکوم، کا "اپریزل شعبہ" انجام پاتا ہے اور جیسے ہی قرض کی منظوری بورڈ کی طرف سے دے دی جاتی ہے تو پروجیکٹ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ پھر بھی سیکوم ہمیشہ یونٹ کی خوشحالی کا خیال رکھتا ہے۔ بزنس ڈیولپمنٹ سیکشن اس کی ترقی کے سلسلے میں شروع سے آخر تک خیال رکھتا ہے اور ان کے توسیعی یا مختلف شعبے بنانے کے پروگرام میں ان کی مدد میں پیش پیش رہتا ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اس کا کام کارخانہ دار کے پروجیکٹ قائم کرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوا کرتا۔

(ترجمہ: اقبال احمد شیخ)

شعبوں کو کم ترقی یافتہ علاقوں میں
قائم کریں۔

بجاج آٹو لمیٹیڈ کا چر والوج
(ضلع اورنگ آباد) میں واقع ہے،
۱۵۷ کروڑ روپے کا پروجیکٹ ہے جو
ہر سال ۳ لاکھ اسکوٹریں تیار کرتا ہے
غالباً ایسا سب سے بڑا پرائیویٹ
سیکٹر میں قائم کردہ پروجیکٹ ہوگا
جو مہاراشٹر میں بمبئی، تھانے، پونے
علاقوں سے باہر واقع ہے۔ اشوک لے لینڈ
لیمیٹیڈ کا ۱۳۶ کروڑ روپے کا رہنمایانہ
شعبہ جو ضلع بھنڈارہ میں تجارتی ٹرکس
تیار کرتا ہے، یہ بھی بڑے پروجیکٹوں
میں سے ایک ہے۔ مہندرا اینڈ مہندرا
لمیٹیڈ نے اپنا رہنمایانہ شعبہ ۲۵ کروڑ
روپے کی لاگت سے اگت پوری تعلقہ
ضلع ناسک میں قائم کیا ہے جہاں
۲۵ ہزار ڈیزل انجن سالانہ تیار کئے جاتے
ہیں۔ ایک پروجیکٹ آٹوموبیٹو میٹل
پریسنگ اور الیکٹریکل اسٹامپنگ، کاگیسٹ
کین ویلیس لیمیٹیڈ نے ضلع پونے کے
ماول تعلقہ میں شروع کیا ہے۔ لوسل کا
ایگرو کیم پلانٹ، ہندوستان کی سب سے
بڑی کمپنی جو مونوکراٹو فاسٹ تیار کرتی
ہے، چپلون سے قریب لوٹے۔ پرشورام
مقام پر کام کرنا شروع کرچکی ہے۔
بھارت فورج کمپنی لیمیٹیڈ نے جلگاؤں
سے کسمبا گاؤں میں ۲۴ کروڑ روپے کی
لاگت سے ایک اسٹیل کے آلات و ہتھیار
تیار کرنے کا شعبہ قائم کیا ہے۔
گاروارے پلاسٹک اور پالسٹری
لیمیٹیڈ نے ضلع اورنگ آباد کے مقام
والوج میں ۶۵ء۷ کروڑ روپے کی لاگت
سے ایک پروجیکٹ قائم کیا ہے جس
میں پالسٹر چیپس بنائی جاتی ہیں۔ جاٹیلیک
وہیکلز انڈیا لمیٹیڈ ضلع تھانے کے مقام
نیرل میں ۱۲ ہزار گاڑیاں سالانہ بنانے
کا ایک شعبہ قائم کر رہی ہے۔

منجملہ طور پر اس قسم کے ۲۴
رہنمایانہ شعبے مستحکم اسکیم برائے
ترغیبات کے تحت کی منظوری سیکوم
نے عطا کی ہے۔ گویا یہ بنیاد ہے۔ ان
علاقوں میں طفیلی یونٹوں کے مضبوط
معاشیاتی اور فروغ کی بنیادیں ہیں۔

معدنیاتی / وسائلی بنیاد پر قائم کردہ صنعتیں

سیکوم کی یہ کوشش ہے کہ وہ ایسی
صنعتوں کو ترقی عطا کرے جو قدرتی اور
معدنیاتی وسائل پر مبنی ہیں اور ان صنعتوں
کو اس کا خیال ہے کہ ریاست کے مختلف
حصوں میں جہاں ان کے پائے جانے
کی امیدیں ہیں، قائم کرے۔

دو سمنٹ پلانٹس (منجانب
میسرز لارسن اینڈ ٹوبرو لمیٹیڈ اور دی
سینچری اسپنگ اینڈ مینوفیکچرنگ،
لمیٹیڈ) اور ایک چھوٹا سمنٹ پلانٹ
میسرز ہری گنگا سمنٹ لمیٹیڈ جس کی
بنیاد ضلع چندرپور کے چونے کے
پتھروں والے معدنیات پر ہے۔ چندرپور
میں قائم کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ
دو مزید سمنٹ پلانٹس، ایک چنا کا پور

ہندوستان مشین ٹولز
اورنگ آباد

فع الیوت محل اور دوسرا چندور۔ ٹٹرا
نع ضلع چندر پور میں۔ قائم کئے جانے
تجویز ہے جو جوائنٹ سیکٹر میں ہوں گے
سیکوم کے ذریعے قائم کئے جائیں گے
لع رتنا گیری میں ایک الومینا پروجیکٹ
غور ہے تاکہ وہاں کے باکسائٹ
زن سے کام لیا جا سکے جبکہ ضلع
چرولی میں خام لوہا کے مخازن سے
م لینے کے لئے ایک اسفنج لوہا پروجیکٹ
منصوبہ بندی جاری ہے۔

شترک سیکٹر کے پروجیکٹ

سیکوم نے مشترک سیکٹر پروجیکٹس
ساتھ ساتھ عوامی اور پرائیویٹ
یکٹر کی کمپنیوں کو ایک ساتھ رکھنے کی
ش اختیار کی تاکہ اس بات کی طرف
اطمینان ہو جائے کہ ریاست میں صحیح
م کے پروجیکٹس کام کر رہے ہیں جتنا
ان میدانوں میں بھی جہاں پرائیویٹ
یکٹر اپنی طور پر کام کرنے میں
ں و پیش میں ہو۔ اس سے اندازہ ہوگا
گذشتہ بیس برس کی مدت میں
سیکوم کی پالیسی میں تبدیلیاں رونما
چکی ہیں۔

اس نوع کے ۱۲ پروجیکٹس برسر
ل ہیں جن میں سے مہاراشٹر اینٹی
یوٹکس اینڈ فارماسیوٹیکلس لمیٹیڈ،
پور، دوائیں بنانے میں مشغول ہے۔
رکام (LORCOM) (پروٹیکٹیوز
لمیٹیڈ اورنگ آباد ربر کی مانع حمل اشیاء
ار کر رہی ہے۔ اور ٹینٹ سنتھیٹکس لمیٹیڈ
رت محل، مخلوط سوت تیار کر رہا ہے۔
ریاکل ایروماٹکس اینڈ کیمیکل لمیٹیڈ،
ل گنگا (ضلع رائے گڈھ) میں تھیلین
ی راج

امینو فیلین اور کیفے این مال تیار بھی
کرنے لگ گئے ہیں۔ صنعتی دھماکو اشیاء
بنانے والے پروجیکٹس وردھا میں صنعتی
ڈیٹونیٹرس، سندی گاؤں، وردھا میں
ایس جی آئرن کاسٹنگ اور سیمنس،
ضلع پونے کے ماول تعلقہ میں آرک
ویلڈنگ کے ساز و سامان ناگپور کے
قریب کلمیشور میں شیٹ مولڈنگ
کمپاؤنڈز، رائے گڈھ میں اور گلوا نائزڈ
شیٹ، ناندیڑ میں تیاری کے مختلف
مراحل میں ہیں۔ ان کے علاوہ مزید ۲۱
مشترک سیکٹر پروجیکٹس کے لئے
خواہش مندوں سے خطوط "سیکوم" کو مل
چکے ہیں۔ اس محاذ پر آنے والے
برسوں میں زیادہ سرگرمیوں کی امید ہے

سمندر پار بسنے والے ہندوستانیوں کی سرمایہ کاری

بدلتے ہوئے حالات کے تحت
اپنے آپ کو ڈھال لینے کی خاطر "سیکوم"
نے اس بات کی اہمیت محسوس کی کہ سمندر
پار ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں
کو سرمایہ کاری پر آمادہ کیا جائے تاکہ وہ
ہندوستانی جو اپنے وطن واپس آنے اور
سرمایہ لگانے کے خواہش مند ہوں یہاں
آسکیں۔ اس سلسلے میں سیکوم نے اپنے
ہی دائرہ میں ایک شاخ بنام بین الاقوامی
شعبہ یا ڈویژن کھول دیا ہے جس کے
ذمہ ان سے رابطہ پیدا کرنے اور انہیں
وسیع امداد بہم پہنچا کر مہاراشٹر میں
پروجیکٹس قائم کرنے پر آمادہ کرنے
کا کام سونپا گیا ہے۔ مرکزی اور ریاستی
حکومتوں نے سمندر پار رہائش پذیر
ہندوستانیوں کو خاص ترغیبات کی

جو پیش کش کی ہے ان کی بنا پر انگلستان
امریکہ، مغربی جرمنی اور خلیجی ملکوں میں
بسنے والے ہندوستانیوں میں سرگرمی پیدا
کی چنانچہ ان لوگوں نے اپنے وطن کی طرف خود
اپنے پروجیکٹس قائم کرنے کے لئے
آمد شروع کر دی ہے۔ اس قسم کے جو
وعدے اس میدان میں سیکوم نے دیئے
ہیں ان کی جملہ تعداد آج کی تاریخ میں
۲۶۲ ہے۔ یہ بات یہاں خاص طور
پر قابل ذکر ہے کہ ان میں سے اکثر
ٹیکنالوجی کے زبردست ماہرین میں شمار
ہوتے ہیں۔ جو خاص خاص کاموں میں
مشغول ہیں۔ لہٰذا سیکوم ان کی معلومات
تجربہ اور مہارت سے فیض حاصل کر کے
مہاراشٹر کی صنعتی ترقی کے لئے فائدہ
حاصل کرنے کی خواہش مند ہے اور
اس طرح یہاں کے اعلیٰ دماغ رکھنے
والوں کو پھر یہاں بلائے جانے کی اور
کسی قدر ان سے مستفید ہونے کی
صورت نکالی گئی ہے۔ حال ہی کے
برسوں میں سمندر پار کے مشہور ہندوستانیوں
کی تجارتی جماعتیں بھی مہاراشٹر میں
اپنے پروجیکٹس کو قائم کرنے میں گہری
دلچسپی کا اظہار کر رہی ہیں۔

سیکوم نے سمندر پار کے غیر
رہائشی ہندوستانیوں کو اپنے وطن میں
صنعتیں قائم کرنے پر آمادہ کرنے کے
لئے دو نئی اسکیمیں جاری کی ہیں۔ ان میں
سے ایک وینچر کیپٹل اسکیم ہے جو خاص
طور پر ان سمندر پار بسنے والے
ہندوستانیوں کے لئے ہیں جو ٹیکنیکل
مہارت اور تجربہ رکھتے ہیں جن کے
ذہنوں میں پروجیکٹوں کے صحیح خیالات
ہیں لیکن جنہیں مالی مدد کی ضرورت ہے۔

اس اسکیم کے تحت سیکوم، ایسے پروجیکٹوں کو جن پر ۷۵ لاکھ روپے تک کی لاگت آتی ہو انہیں شیئر سرمایہ کے ۲۷ فی صد کی حد تک شرکت داری کر کے مدد دیتا ہے۔ پھر یہ شیئر سرمایہ خواہ مساوی بنیاد پر ہو یا ترجیحی سرمایہ کاری کی بنیاد پر بشرطیکہ یہ سرمایہ پروجیکٹ پر آنے والی لاگت کا زیادہ سے زیادہ ۱۰ فی صدی تک ہو۔ زیادہ زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ ان پروجیکٹوں کو زیادہ بڑھاوا دیا جائے جن میں جدید ترین ٹکنالوجی سے کام لیا جاتا ہو اور جو مال درآمد کئے جانے والی اشیاء کا نعم البدل ہو سکے اور برآمدات میں بھی وہ مفید ہوں۔

سیکوم نے مارکیٹ ڈیولپمنٹ اسسٹنس اسکیم بھی تیار کی ہے تاکہ ابتدائی مراحل میں تیار مال کی نکاسی کے اہم مرحلے پر عبور حاصل کیا جا سکے۔ اس اسکیم کے تحت، سیکوم، سمندر پار رہائش پذیر ہندوستانیوں کے نئے پروجیکٹس کو مارکیٹ ڈیولپمنٹ اسسٹنس کے طور پر قرض کی شکل میں زیادہ سے زیادہ ۵ لاکھ روپے تک عطا کرتا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ ان اسکیموں کے شروع ہونے پر سمندر پار بسنے والے ہندوستانیوں کی طرف سے مہاراشٹر میں سرمایہ کاری کو زیادہ تقویت پہنچے گی۔

صنعت کار برادری
(اُدیوگ متر)

اس خیال سے کہ صارفین کو بہتر خدمت سے نوازا جائے۔ اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جتنی ایجنسیاں ترقی کے اس کام میں لگی ہوئی ہیں، ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے۔

اس بنا پر ایک ایجنسی بنام صنعتی برادری جو حسب ذیل کارپوریشنوں اور بورڈ کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ ۱۹۷۹ء میں تشکیل دی گئی تھی۔ مندرجہ ذیل میں سے ہر صنعتی جماعت کا ایک نمائندہ اس برادری کے نمائندے کی حیثیت سے ہوا کرے گا۔

مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (MIDC) مہاراشٹر اسٹیٹ الیکٹریسٹی بورڈ (MSEB) مہاراشٹر اسٹیٹ فائنانشیل کارپوریشن (MSFC) ڈائرکٹوریٹ آف انڈسٹریز اور سیکوم۔ یہ صنعتی برادری، ایک واحد مرکزی فورم کی حیثیت سے کام کرتی ہیں تاکہ کارخانہ داروں کو ان تمام ایجنسیوں کے اشتراک عمل کے ذریعے مدد بہم پہنچائی جا سکے۔ اس کا دفتر سیکوم کے دفاتر میں ہی قائم کیا گیا ہے۔

چیلینج دینے والے مستقبل سے نمٹنے کا سلسلہ

کسی بھی ادارے کی زندگی میں ۲۰ برس کی مدت کوئی زیادہ نہیں ہوا کرتی جس میں اس کی کارگذاریوں کا پورا پورا احاطہ کیا جا سکے۔ پھر بھی وہ راہیں اور کوششیں جو سیکوم کی طرف سے ان تمام برسوں میں بنائی اور پیش کی گئی ہیں۔ ان کے ذریعے اصل مقصد کا حصول یعنی صنعتوں کا پھیلاؤ اور تقسیم ان لوگوں کے فائدے کے لئے ہو جنہیں اب تک صنعتوں کے قیام سے ان کے فوائد سے محرومی رہی ہے اور جب اس بات پر نظر کی جاتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ جو کام بھی ہو رہا ہے وہ صحیح رخ پر انجام دیا جا رہا ہے۔

سیکوم اپنی دور بین نگاہوں سے پُر امید ہو کر مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سرگرم رول ادا کرنے کی خاطر آمادۂ کار ہے جیسے صنعتوں کے قیام میں سرگرمی اور لامحدود مواقع کی بنا پر آئندہ زیادہ سے زیادہ مانگ پوری کرنی پڑے گی۔

(ترجمہ: عبدالخالق)

سیکوم۔ غیر ترقی یافتہ علاقوں کے لئے ایک نعمت

ایچ۔ جی۔ درنگ (چیرمین)

حال ہی میں صنعتی پالیسی کو جو چھوٹ دی گئی اس کی بنا پر ملک میں صنعتی ڈھانچہ تیزی کے ساتھ بدلنے لگا ہے۔ مختلف تعمیری اقدامات جیسے اجتماعی حیثیت سے ٹیکسوں میں کمی، ٹیکس کے ڈھانچے کو آسان تر بنانا، ایم آر ٹی پی کمپنیوں کے اثاثہ

ے حدود میں توسیع، لائسنس دینے کی
یسی کو نرم بنانا ——— ان امور نے
تماعی سیکٹر میں سرمایہ کے حصول کے اور
رفتاری سے ساتھ ساتھ ترقی کے بہترین
قع فراہم کیے ہیں جن سے صنعتی ماحول کو
حد تک فروغ حاصل ہوا ہے۔ ۱۹ دسمبر
۱۹ء کو لوک سبھا میں طویل مدتی مالی پالیسی
ے بارے میں اعلان کرتے ہوئے وزیر مالیات
، اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اجتماعی ٹیکس
ے ڈھانچے میں آئندہ پانچ سال تک کوئی
یلی نہیں کی جائے گی۔

سیکوم کے لئے بھی یہ سال بہت سی
میابیوں کے حصول کا سال رہا ہے۔ ۳۰ جون
۱۹ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے دوران
اجتماعی تجارتی کارپوریشن نے سرمایہ کاری
۱۵ فیصد تک کی قابل ذکر پیش قدمی کی۔
ے ۲۹۹ درمیانی اور بڑے پیمانے پر کام کرنے
ے پروجیکٹوں کی امداد کا موقع میسر آیا جن

سے ۱۵٫۰۰۹ کروڑ روپے کا سرمایہ حاصل ہونے کی امید ہے۔ ان پروجیکٹوں کو شامل کرکے سیکوم کے شمار کیے جانے والے صنعتی پروجیکٹوں کی تعداد ۱۲۸۴ اور مجموعی سرمایہ کاری تقریباً ۴۰۰ کروڑ روپیہ ہو چکی ہے

سال مختتمہ ۳۰ رجون ۱۹۸۵ کے دوران سیکوم کارپوریشن کی جانب سے دی گئی مجموعی مالی امداد ۵۰ کروڑ روپے سے بھی متجاوز ہو گئی جو صرف ایک سال میں منظور کی جانیوالی رقموں کے لحاظ سے ایک ریکارڈ ہے

چکلتھنا صنعتی علاقہ اورنگ آباد

می راج

شری اے ڈبلیو۔ محمد کانکر
(مینجنگ ڈائریکٹر)

سیکوم یعنی ریاستی انڈسٹریل کارپوریشن آف مہاراشٹر ۵۹ غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کو مہاراشٹر میں خود اپنی صنعتیں قائم کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوئی جو ایک سال کی مدت میں نئے پروجیکٹوں کے قیام کے سلسلہ میں بھی ایک ریکارڈ ہی ہے۔ ان نئے پروجیکٹوں پر مجموعی خرچ کا اندازہ ۲۵۱ کروڑ روپے ہے۔

ریاستی حکومت کے رہنمایانہ خطوط کو مدنظر رکھتے ہوئے سیکوم مشترکہ پروجیکٹوں کو قائم کرنے کے سلسلے میں اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے ان میں سے اکثر اس قسم کے کم ترقی یافتہ مقامات پر قائم کیے گئے ہیں جو اب تک صنعت کاری کے فیض سے محروم تھے۔ ان پروجیکٹوں کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انہیں مشہور غیر ملکی کمپنیوں کا اشتراک عمل حاصل ہے جس کی وجہ سے ملک میں نئی بلکہ جدید ترین ٹیکنالوجی کا دور دورہ ہوگا۔ ان میں سے "سویڈن کے اے بی بوفورس"
(ABO Fors of Sweden)

اور ناروے کے ڈائنو انڈسٹریز
(DYNO INDUSTRIES of NORWAY)
کا اشتراک عمل "نوبل ایکسپلوکیم" لمیٹڈ کو صنعتی دھماکو اشیا بنانے والے پراجیکٹ کے لئے حاصل ہوا ہے۔ جبکہ دوسرا پروجیکٹ جو غیر ملکی اشتراک عمل ہی قائم کئے جا رہے ہیں یہ ہیں:

(۱) ڈائنو انڈیا لمیٹڈ
(ڈائنامٹ نوبل اے جی (آف فیڈرل ری پبلک آف جرمنی کے اشتراک عمل سے)۔
اور
(۲) سیتا کوٹیڈ اسٹیلس لمیٹڈ
(میسرز کاکیرل میکانیکل انڈسٹریز (آف بلجیم) کے اشتراک عمل سے)۔

قائم کی جا رہی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جس وقت "نوطیوران فاؤنڈرس مہاراشٹر لمیٹڈ" اور "نوبل ایکسپلوکیم لمیٹڈ" کی طرف سے مساویانہ شرکت کے ایکویٹی پارٹیسی پیشن (شیرس) کا اعلان ہوا تو عوام نے ان کے سلسلے میں بے پناہ دلچسپی ظاہر کی تھی۔

غیر ملکی سرمایہ کاری مہاراشٹر میں اُن صنعتی پروجیکٹوں کے سلسلے میں جنھیں غیر ملکوں میں آباد ہندوستانی قائم کرنے کے خواہشمند ہوں، زیادہ تر انفرادی صنعتکاروں تک ہی محدود رہی۔ تاہم حال ہی میں یہ بات سامنے آئی کہ غیر ملکوں میں آباد ہندوستانیوں کے سرمایے سے قائم کی جانے والی صنعتیں ایسی ہیں جن میں حصہ لینے والے سمندر پار کے بڑے بڑے ہندوستانی بزنس گروپس نے سرمایہ لگایا ہے جس سے ایک نئے رجحان کی صاف صاف نشاندہی ہوتی ہے۔ چنانچہ جلگاؤں میں ۱۰ کروڑ روپے کا ایک بھاری بھرکم

شری آر۔ سی۔ سوہونے
(ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر)

الکحل پلانٹ، کینیا میں رہنے والے "چندریا" گروپ کی جانب سے قائم کیا جا چکا ہے اور یہ گروپ مہاراشٹر میں چند مزید پروجیکٹ قائم کرنے پر غور کر رہا ہے۔ رام سنگھانیوں کا رام گروپ ضلع رائے گڑھ (قلابہ) میں ۲۵ کروڑ روپے کا مینفاکچرل پروجیکٹ اور نائیجیریا کے بھاردواج خاندان کے سن فلیگ گروپ کی جانب سے ضلع بھنڈارہ میں ۱۷۵ کروڑ روپے کا اسٹیل پروجیکٹ، سمندر پار ملکوں میں ہندوستانیوں کے متعلق گروپس کے دائمی طور پر مائل پذیر ہونے کی روشن دلیلیں ہیں۔

سیکوم کو اس بات کا احساس ہے کہ نئے صنعتکاروں کی بہت سی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت مال کا میسر آنا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ضرورتیں ہیں جو صنعت کے فروغ اور ترقی کے لئے یکساں طور پر اہم ہیں۔ سیکوم نے ہمیشہ اس بات

کی کوشش کی ہے کہ ان ضرورتوں کی تکمیل کرنے اور اسے زیادہ آسان بنانے کی طرف پیش قدمی کے طور پر اس نے اب مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (MIDC) سے ایک دو فریقی معاہدہ کر لیا ہے جس کے ذریعے قرض خواہ کو اپنی صنعت ایم آئی ڈی سی کے علاقوں میں قائم کرنے پر یہ سہولت حاصل ہوگی کہ وہ اس زمین اپنے فوائد کو سیکوم کے حق پر رہن رکھدے بجائے اس کے کہ وہ پہلے کی طرح، ایک تین فریقی معاہدے کرے، اس سہولت کے سبب ہمارے گاہکوں کا کافی وقت بھی بچ جائے گا اور کارپوریشن کی طرف سے پیش کی جانے والی خدمت بھی بہتر طور پر انجام دی جاسکیگی۔

کارپوریشن کی جانب سے مالی خدمات کو بہتر بنانے کے سلسلے میں کارپوریشن نے آئی ڈی بی آئی (IDBI) کی فارن کرنسی ری فائنانس اسکیم سے فارن کرنسی کی مد میں توسیع کی گذارش کی تھی جسکی حد تمام پہلوؤں سے ۹۰ لاکھ روپے کی میعادی مالی مدد تک ہو جسے آئی ڈی بی آئی نے منظور کر لیا ہے۔ اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے تک ایسے پروجیکٹ جن پر ۳ کروڑ روپے تک کی لاگت کا اندازہ ہوتا تھا، انھیں فارن کرنسی میں قرض حاصل کرنے کے لئے آل انڈیا فائنانشیل انسٹی ٹیوشنوں کی طرف رجوع ہونا پڑتا تھا تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں۔ اس طرح صنعت کاروں کی زیادہ سے زیادہ مدد کرنے سے کارپوریشن کو امتیازی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور اس کی اہمیت کو چار چاند لگ چکے ہیں۔

قومی راج

مختلف پروجیکٹوں کی ماہرین کے ذریعہ رہنمائی

ایسے دور میں جبکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعے نئے نئے معاملات طے کئے جارہے ہیں اور جبکہ صنعتوں نے کئی مسائل پیدا کر دیئے ہیں، پھر بھی ایک نیا صنعت کار اس رہنمائی کا طالب ہوتا ہے جو اسے صحیح صنعت یا پروجیکٹ کے انتخاب میں مدد دے سکے ایسے دشوار مرحلے پر سیکوم کا پروجیکٹ ڈیویژن ان مسائل کو حل کرنے کے لئے سامنے آتا ہے۔ یہ ڈیویژن انجینیروں پر مشتمل ہوتا ہے جو نئے پروجیکٹوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور صنعت کاروں کے ساتھ ایسا رابطہ قائم رکھے ہوتے ہیں جو نئے صنعت کاروں کے ہر خیال، ہر منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

سیکوم کے پروجیکٹ ڈیویژن کے ڈپٹی جنرل مینیجر کا کہنا ہے کہ اس ڈیویژن کے ذریعہ نئے صنعت کاروں کو صحیح صلاح و مشورہ اور کسی مخصوص پروجیکٹ کے انتخاب کرنے میں مدد دی جاتی ہے یعنی کس قسم کی ٹکنالوجی کی ضرورت کس پروجیکٹ کے لئے ہو سکتی ہے اور کس کس قسم کی مشنری اس پروجیکٹ کے لئے قابلِ استعمال ہوتی ہے۔

اس پروجیکٹ ڈیویژن کے ذریعہ مشترکہ اور امداد دیے گیے سیکٹروں میں نئے پروجیکٹوں کو قائم کرنے کا فرض بھی انجام دیا جاتا ہے۔ سیکوم بھی مساوی بنیاد پر اس میں شریک ہوتا ہے۔ بنیادی طور پر ایسے پروجیکٹوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جو بالخصوص مہاراشٹر سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور در حقیقت ان کا تعلق پسماندہ علاقوں سے ہوتا ہے۔

سیکوم غیر ملکوں میں آباد ہندستانیوں کو وطن میں سرمایہ لگانے کی ترغیب دلاتا ہے اور مناسب پروجیکٹ کے انتخاب میں مدد دیتا ہے۔

سوال: اس ڈیویژن کے ذرائع دوسرے کیا فرائض ہوتے ہیں اور سیکوم کی مدد سے صنعت کار کیونکر فیض یاب ہوتے ہیں؟

جواب: پروجیکٹ ڈیویژن کا ٹیکنیکل ونگ، آٹو موبائل انڈسٹری، غیر رواجی توانائی کے ذرائع، الیکٹرانکس وغیرہ جیسے سیکٹروں کی بابت ایک رپورٹ تیار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی جگہ سے تمام قسم کی معلومات صنعت کاروں کو مل جاتی ہیں اور انھیں مختلف کتب کا مطالعہ یا مختلف ایجنسیوں کی طرف رجوع نہیں ہونا پڑتا۔

"سیکوم" کے پاس اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئیروں اور ٹیکنالوجی جاننے والے ماہرین کا ایک مکمل شعبہ ہے، جو ملک میں کسی اور ادارے کے پاس نہیں ہے۔

جین اسپنرز، پیٹھن۔

کچھ سال پہلے ریاستی حکومت نے الیکٹرانکس صنعتوں کیلئے دو صنعتی علاقے عطا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ریاستی حکومت نے اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنایا اور تین خصوصی الیکٹرانک زون جو علاحدہ علاحدہ بمقام بھوساری پونے کے قریب، چکل تھانے اورنگ آباد میں اور ہنگنا ناگپور میں واقع ہیں۔ ان کی اصلاح و درستی جاری ہے۔ ریاستی حکومت کا الیکٹرانکی صنعتیں مہاراشٹر میں فروغ دینے کے سلسلے میں حاکمانہ توجہ اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ ریاست نے الیکٹرانک صنعتوں کے لئے ایک دلکش ترغیبی اسکیم (ان سینٹو اسکیم) خود پیش کی ہے اس کے علاوہ حکومت نے مختلف الیکٹرانک اشیا پر سیلس ٹیکس میں تخفیف کا اعلان کیا ہے اور اسے صرف ۴ فیصد مقرر کیا ہے۔ حکومت نے اور بہت سارے اقدام الیکٹرانک میں تربیت دینے کے سلسلے میں کئے ہیں تاکہ اس صنعت کو کوالیفائیڈ کاریگروں کی مناسب تعداد پانے میں دشواری نہ ہو۔

الکٹرانک صنعت کے سلسلے میں ترغیبی اسکیموں پر عمل درآمد اس کارپوریشن کے توسط سے ہوگا اور امید ہے کہ بہت سے نئے کارخانہ دار اس اسکیم کے تحت اس موقع پر فائدہ اٹھانے کے لیے پیش قدمی کریں گے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ الیکٹرانک کی آئندہ ترقی کے لئے بہت کافی امکانات ہیں بالخصوص سائنس ٹیکنالوجی، دفاع، ادویات تعلیم اور تفریحاتی امور میں، اور ریاست نے اس کی ترقی کی طرف ترغیب صحیح طور پر اور صحیح وقت پر دلائی ہے مہاراشٹر میں موجود صنعتی کلچر اور دستیاب تعمیرات جیسے سہولتیں جو ریاست کی طرف سے فراہم کی گئی ہیں ان سب کے پیش نظر مہاراشٹر الیکٹرانک صنعتوں کے لئے ایک زرخیز زمین ہے۔ امید ہے کہ اس میدان میں بھی یہ ریاست اپنی اولیت قائم رکھے گی۔

وہ عام اصلاح و بہتری جو برقیات محنت کے معاملات میں اس ریاست میں پیش آئی ہے نئے کارخانہ داروں کے لئے سازگار ہو چکی ہے اور اس ریاست میں سرمایہ کاری کے حالات بہت مناسب ہیں۔ ساری ریاست میں توانائی کے استعمال پر جو پابندیاں لگ گئی تھیں انھیں ۱۹۸۵ء کے ماہ مئی سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بند کرنے کے واقعات میں جو نمایاں ہوئی ہے اسے صنعتی حلقوں نے صحت افزا تبدیلی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اس سے پیداوار میں بے روک اور بے مزاحمت کے اضافہ ہوگا۔ مزید برآں کارپوریشن کی خاص توجہ اور کوشش صنعتی مرکزوں کو ان کے خام پیداوار ذرائع اور فروخت کی منڈی کے قریب کر دیا گیا ہے۔ یعنی ہوائی جہاز کی سروس بمبئی، رتناگیری اور بمبئی، اورنگ آباد ناندیڑ کے لئے جاری ہوں گی۔ حال میں پونے کو اورنگ آباد کے ساتھ وایو دوت پر مربوط کر دیا گیا ہے جو فیڈر ایئر لائن ہے مواصلات کا سلسلہ ترقی دینے کے ساتھ بڑھاوا دینے کے ایک اہم ابتدا کے برابر ہے اور ہم اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے

قومی

سے "بڑھتے ہوئے مرکزوں" کیلئے یہ بات صحیح ثابت ہوئی ہے۔ بہتر ہوگا اگر متعلق حکام ان "بڑھتے ہوئے مرکزوں" کو ہوائی سروسز کے ذریعے مربوط کرنے کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں تاکہ دور دراز علاقوں میں منقسم اور پھیلے ہوئے صنعتی مرکزوں کے مقاصد جلد از جلد پورے ہوں۔

کارپوریشن نے جب اس راہ میں قدم رکھا تھا تو اس نے مقاصد کے جلد از جلد حصول کے لئے "بڑھتے ہوئے مرکزوں" کی حکمت عملی کا منصوبہ ترتیب دیا تھا۔ سکیم نے اس کے بدلے چند مرکزوں تک اپنی جد و جہد کو مرکوز کیا جہاں بنیادی تعمیرات پہلے سے دستیاب تھیں۔ اس نظریہ کی تہہ میں یہ بات تھی کہ ایک بار جہاں صنعتوں کی ایک معقول تعداد ان "ترقی پذیر" مرکزوں کی طرف راغب ہوئی تو صنعتیں اپنے طور پر کام کو فروغ دینے کے لئے خود راہیں نکال لیتی ہیں اور ایک کی ترقی کا اثر آس پاس کے دوسرے حلقوں تک جا پہنچتا ہے۔ آج اس قسم کے ۱۸ "ترقی پذیر" مرکز صنعتوں سے بھرپور ہیں جن کے ذریعہ مقامی لوگوں کے لئے نہ صرف ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوئے بلکہ اس مقام کو اور اس کے آس پاس کی آبادیوں کو بھی خوشحالی نصیب ہوئی۔ اس حکمت عملی نے بہت اچھا فائدہ پہنچایا اور یہ یقین ہے کہ کارپوریشن اس جد و جہد کو جو ریاست کے کم ترقیاتی علاقوں میں تیزی کے ساتھ صنعتی ترقی کے لئے انجام دے رہی ہے۔ اسے وہ اس قسم کے "ترقی پذیر" مرکزوں کو مزید ترقی دینے کے ساتھ ساتھ جاری رکھے گی۔

یہ تمام ترقی ممکن نہ ہوتی اگر ہمیں مختلف حکومتوں اور نیم سرکاری ایجنسیوں کی بے لوث تائید حاصل نہ ہوتی، جس کے لئے کارپوریشن ان سب کی ممنون ہے۔ اس بات کا خاص طور پر ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ ریاستی حکومت کے انڈسٹریز، توانائی اور محنت کے محکمے کی طرف سے ڈائریکٹوریٹ آف انڈسٹریز، ٹیلی کمیونیکیشنز، پوسٹس اینڈ ٹیلیگراف کے محکموں کی طرف سے ریلویز، واپڈوت اور ریجنل سیمنٹ کنٹرولر کی طرف سے جو تائید اور سہولتیں عطا کی گئیں وہ بہت کارآمد تھیں۔

اسی طرح مہاراشٹر ریاست الیکٹریسٹی بورڈ (MSEB) مہاراشٹر اسٹیٹ کا فنانشل کارپوریشن (MSFC) مہاراشٹر انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (MIDC) مہاراشٹر اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن (MSRTC) مہاراشٹر پولیوشن کنٹرول بورڈ (MPCB) مہاراشٹر ہاؤسنگ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی (MHADA) اور سٹی اینڈ انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن (CIDCO) نے وقتاً فوقتاً اپنا بھرپور تعاون پلاننگ کے سلسلے میں اور علی الترتیب اپنی اپنی خدمات سے سکیم کو نوازا۔

ایسوسی ایشنز آف انڈسٹریز نے سکیم کے ترقی پذیر مرکزوں پر اپنی گہری دلچسپی بتلائی ہے تاکہ ان مرکزوں کی تعمیرات میں سدھار پیدا ہو۔

انڈسٹریل ڈیولپمنٹ بینک آف انڈیا (IDBI) نے سکیم کو اپنی مسلسل مدد سے نوازا۔ دوسرے فنانشیل اداروں، انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انویسٹمنٹ کارپوریشن آف انڈیا (ICICI) انڈسٹریل ری کنسٹرکشن بینک آف انڈیا (IRBI)۔ اور دوسرے تمام بینکوں نے بھی سکیم کی بھرپور مدد کی ہے۔

اس بات کا پورا یقین ہے کہ سبھوں کی بیش قیمت تائید اور دلی خوشنودی سے سکیم کو زیادہ سے زیادہ کامیابی آنے والے برسوں میں حاصل ہوگی۔

★ سلطانہ ایم۔ مُلّا (ایم۔اے)

قومی یکجہتی کے معمار..... چکبست لکھنوی

اُردو اُس زمانے کی یادگار ہے، جب مسلمان ہندوستان آئے اور اہلِ ہند سے اُن کا میل جول روز بروز بڑھتا گیا۔ اس وقت سے ملک کی زبان میں برابر تغیّر پیدا ہونا شروع ہوا۔ جس نے آخر ایک ایسی نئی صورت اختیار کر لی جس کا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانے تک ان کی زبان فارسی ہی رہی۔ دربار اور دفاتر میں بھی اس کا سکّہ جاری رہا۔ ہندوؤں نے بھی اس کا خیر مقدم کیا اور بڑے شوق سے سیکھا۔

اس زمانے میں فارسی کی بڑی قدر تھی۔ اس کا پڑھنا داخلِ تہذیب تھا۔ الغرض اُردو تین جلیل القدر اقوام یعنی ہندوؤں، مسلمانوں، انگریزوں کی متفقہ کوششوں سے ترقی پذیر ہوکر موجودہ حالت کو پہنچی۔ اب اس کا دقار دنیا کی دوسری زبانوں کی نظر میں قائم ہوگیا اور ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ زبان بولی اور سمجھی جانے لگی۔ اردو مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے ساتھ ہی عالمِ وُجود میں آئی اور رفتہ رفتہ برابر ترقی کرتی رہی۔ اگرچہ مسلمانوں کو "اردو زبان" کی ترقی میں نمایاں حصّہ لینے پہ ناز ہے۔ لیکن حقیقت میں ہندوؤں نے بھی اس کی خدمت مسلمانوں سے کچھ کم نہیں کی، میں یہاں پر اس ہندو اہلِ قلم اور سخنور کا ذکر کرنا چاہتی ہوں جس نے اپنی شیریں کلامی اور سخن سنجی سے دُنیا کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور اردو کی بہت کچھ خدمت انجام دی۔

تحریکِ جدید کے مشہور لیڈر، روشِ تازہ کے صحیح راہبر، زمانہ حال کی شاعری کے رکن رکین، روشِ قدیم وجدید کے شاعر جن کا نام ہے "پنڈت برج نرائن چکبست"۔

چکبست ۱۸۸۲ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے اور اوائل عمر ہی میں اپنے وطن لکھنؤ میں آ گئے۔ جہاں ابتدا تعلیم سے فراغت پا کے ۱۹۰۵ء میں کیننگ کالج سے بی۔ اے کی ڈگری اور ۱۹۰۸ء میں قانون کی ڈگری حاصل لکھنؤ ہی میں وکالت شروع کی اور تھوڑے ہی عرصے میں قابلیت، ایمانداری اور سب سے زیادہ اپنی خوش اخلاقی سے وکلاء کی صف اوّل میں آ گئے۔

چکبست کو شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا کہا جاتا ہے کہ ۹ برس کی عمر میں غزل کہی تھی۔ طالب علم کے زمانے میں بھی وہ شعر و شاعری کرتے رہے۔ کالج کے مشاعروں میں شریک ہوکر خراجِ تحسین کے علاوہ انعام اور تمغے بھی حاصل کرتے رہے مگر شاعری میں انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا۔ ضرورت کے موقع پر صرف لفظ چکبست جو کہ ان کا خاندانی نام تھا اکتفا کرتے تھے۔

خود کہتے ہیں ؎

ذکر کیوں آئے گا بزمِ شعرا میں اپنا
میں تخلص کا بھی دنیا میں گنہگار نہیں

شروع شروع میں معمولی غزلیں کہیں۔ مگر کچھ عرصہ
ند قومی، سیاسی، سماجی اور نیچرل نظموں پر آئے اور جن
ں انہوں نے مہارت حاصل کی۔ مسدّس کا شوق اُن کو
ت تھا۔ چکبست کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ لیکن وہ
م شعراء مثلاً میر و غالب، انیس و آتش بزرگوں کے
م کو سامنے رکھ کر طبع آزمائی کرتے رہے۔ نثر میں مولانا
محمد حسین آزاد کے پیرو تھے۔ چکبست نے جس ماحول
ں آنکھ کھولی اس وقت زمانے میں تبدیلی آرہی تھی اور ساتھ
ساتھ اردو شاعری میں بھی تبدیلیاں آرہی تھیں۔ ایک طرف
امت کا رنگ تھا جو سماج پر چھا رہا تھا تو دوسری طرف
تہذیب جو آہستہ آہستہ اپنا اثر جما رہی تھی۔ کچھ لوگ
امت پرست تھے، کچھ نئی دنیا کے خواب دیکھ رہے تھے۔
ر اس میں تبدیلی چاہتے تھے۔ چکبست اس آخری طبقے سے
لق رکھتے تھے۔ اقبال کی زبان میں ان کا قلب مومن اور دماغ
فر تھا۔ وہ لکھنؤ کی تہذیب، تمدّن، معاشرت اور اخلاق
ے دلدادہ تھے۔ لیکن وہ زمانے کے ساتھ چلتے بھی رہے
ر انہوں نے ہر طرح سے اپنی شاعری میں اصلاح و ترمیم کی۔

وہ صرف ایک اچھے نقاد، شاعر اور اہلِ قلم ہی نہیں
ے بلکہ ایک اچھے انسان بھی تھے۔ چکبست جدید دور
شعراء میں نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ ان کا مجموعہ کلام
صبحِ وطن" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ چکبست،
نوی "گلزارِ نسیم" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ محض عبارت سادہ نظم کرنا
شاعری نہیں ہے۔ شاعری کی عام تعریف
یہ ہے کہ نثر سے زیادہ دلکش اور پُرتاثیر ہو۔
برخلاف نظم کے شاعری میں یہ اصول مدنظر رہتا
ہے کہ جو مضمون باندھا جائے اور محض ایک
حالت کا اشارہ کر کے ترکیبِ الفاظ ایسی ہو کہ اس حالت کی
بہ نسبت مختلف نقشے پڑھنے والے کی آنکھوں
کے سامنے گزر جائیں۔ بندشِ الفاظ پر بہت
زور دیتے تھے۔ گویا یہ شعرِ آتش کا ان کے پیشِ نظر
تھا" ؎

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں سے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

الفاظ کی بندش کے ساتھ مناسب ہندی الفاظ
بھی موقع موقع سے خوب استعمال کرتے تھے اور جدید رنگ
کے مضامین اور خیالات کو صاف سادہ اور سلیس طرز میں
لکھنے پر قدرت رکھتے تھے۔

چنانچہ خود کہتے ہیں ؎

نیا مسلک نیا رنگِ سخن ایجاد کرتے ہیں
عروسِ شعر کو ہم قید سے آزاد کرتے ہیں

چکبست کا مطبوعہ منظوم کلام بہت مختصر ہے
لیکن انہوں نے جو کچھ لکھا بہت اچھا لکھا۔ ان کے کلام میں
ہمیں سیاسی، سماجی، نیچرل، مذہبی اور قومی نظموں کے علاوہ
مراثی میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی۔ غزل گو کی حیثیت
سے بھی ان کا درجہ بلند ہے۔

چکبست کی شاعری کے بارے میں عبدالقادر سروری
لکھتے ہیں:

"کر قوم کے سچے فدائی کی طرح چکبست کو
قوم کی خوشی سے انبساط اور تکلیف سے رنج
ہوتا ہے ..... چکبست کا نصب العین
صاف اور سیدھا سادہ ہے۔ آزادی کی راہ
میں فرقہ وارانہ کش مکش کے سبب روڑے
اٹک رہے تھے۔ اقبال کے ساتھ چکبست
کا دل بھی اختلاف پر جلتا تھا۔ چکبست اس پر
اظہارِ تاسف کرتے ہیں۔ لیکن ان کی شاعری
میں مذموم قنوطیت پیدا نہیں ہوئی ..... وہ
ہندوستان کے لئے ایک متحدہ قومیت کا
خوشگوار خواب دیکھ رہے تھے اور جب اس خواب
کی تعبیر میں الجھنیں پڑتی نظر آئیں تو وہ بیتاب
ہو جاتے تھے۔ اس کش مکش کی ذمہ داری مسلمانوں
پر رکھنے پر چکبست فطرتاً مجبور تھے۔ کسی جگہ
پردے پردے میں ان کے دل کا یہ چور ظاہر ہو گیا
ہے ..... ؎

اذاں سے نعرۂ ناقوس پیدا ہو نہیں سکتا
ابھی کچھ روز تک کعبہ کلیسا ہو نہیں سکتا"

چکبستؔ نے قومی نظمیں بھی کہی ہیں اُن کی نظموں کے چند بند ملاحظہ فرمایئے :

اے خاکِ ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیضِ قدرت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے طورِ حسنِ ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب و زینت کیا اوجِ عزوشاں ہے
ہر صبح ہے خدمت خورشید پرضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی

یہ جوشِ پاک زمانہ دبا نہیں سکتا
رگوں میں خوں کی حرارت مٹا نہیں سکتا
یہ آگ وہ ہے جو پانی بجھا نہیں سکتا
دلوں میں آکے یہ ارمان جا نہیں سکتا
طلب فضول ہے کانٹے کی پھول کے بدلے
نہ لیں بہشت بھی ہم ہوم رول کے بدلے

دیکھئے غلامی کے بارے میں وہ کس بیباکی سے کہتے ہیں .... ؎

ہے آج کل کی ہوا میں وفا کی بربادی
سنے جو کوئی تو سارا چمن ہے فریادی
قفس میں بند ہیں جو آشیاں کے تھے عادی
اُڑا ہے باغ سے بو ہو کے رنگِ آزادی
ہوائے شوق میں غنچے بکس نہیں سکتے
ہمارے پھول بھی چاہیں تو ہنس نہیں سکتے

مذہبی نظموں میں بھی انہوں نے بڑا زورِ قلم دکھایا ہے۔ "کنہل کنیا" شری کرشن جی کی پیدائش کے متعلق چھوٹی سی نہایت دلکش اور مقدس نظم ہے لیکن سب سے زیادہ پر زور اور مؤثر نظم گائے پر ہے۔ جس کے دو بند ملاحظہ فرمایئے ؎

دیکھے جنگل میں کوئی شام کو تیری رفتار
بے پئے جیسے کسی کو ہو جوانی کا خمار
مست کر دیتی ہے شاید تجھے قدرت کی بہار
وہ اترتی ہوئی دھوپ وہ سبزہ کا نکھار
ایک اِک گام پہ شوخی سے مچلنا تیرا
پی کے جنگل کی ہوا جھوم کے چلنا تیرا

صاحبِ دل تجھے تصویرِ وفا کہتے ہیں
چشمۂ فیضِ خدا مردِ خدا کہتے ہیں

کون ہے جس نے تیرے دودھ سے منہ پھیرا ہے
آج اس قوم کی رگ رگ میں لہو تیرا ہے

سوشیل نظموں میں بھی انہیں مہارت حاصل تھی۔ ان کی خاص نظم "پھول مالا" جو ہندوستانی عورتوں کے واسطے ہے۔ عورتوں کو بہت زیادہ آزادی اور تفریح کی خرابیوں سے متنبہ کرتی ہے۔

کہتے ہیں ؎

روشِ خام پہ مردوں کی نہ جانا ہرگز
داغ تعلیم میں اپنی نہ لگانا ہرگز
نام رکھا ہے نمائش کا ترقی و ریفارم
تم اس انداز کے دھوکے میں نہ آنا ہرگز
رنگ ہے جس میں مگر بوئے وفا کچھ بھی نہیں
ایسے پھولوں سے نہ گھر اپنا سجانا ہرگز
نقل یورپ کی مناسب ہے مگر یاد رہے
خاک میں غیرتِ قومی نہ ملانا ہرگز
رخ سے پردے کو اٹھایا تو بہت خوب کیا
پردۂ شرم کو دل سے نہ اٹھانا ہرگز
پوجنے کے لئے مندر جو ہے آزادی کا
اس کو تفریح کا مرکز نہ بنانا ہرگز

ان کی نظر میں بیوہ عورتوں کا بھی ایک درجہ تھا۔ اس لئے انہوں نے سنہ ۱۹۱۷ء میں ایک نظم "برقِ اصلاح" کے نام سے لکھی۔ چکبستؔ کی ایک نظم بعنوان "فریادِ قوم" جو کہ سنہ ۱۹۱۴ء میں تصنیف کی گئی۔ چکبستؔ ہندوؤں.... مسلمانوں ..... سکھوں اور تمام مذاہب کے ہندوستانیوں سے اس نظم میں خطاب کیا ہے ـــــ مسلمانوں سے کچھ یوں مخاطب ہوتے ہیں ؎

دکھا دو جوہرِ اسلام اے مسلمانو
وقارِ قوم گیا قوم کے نگہبانو
ستون ملک کے ہو قدرِ قومیت جانو
جفا وطن پہ ہے فرضِ وفا کو پہچانو
نبی کے خلق و مروت کے ورثہ دار ہو تم
عرب کی شانِ حمیت کے یادگار ہو تم
کرو خیال کچھ اسلاف کی حمیت کا
دیا تھا دشمنِ قاتل کو جام شربت کا

معاملہ ہے یہاں عیسائیوں کی عزت کا
یہ فرضِ عین ہے سودا نہیں مروت کا
اگر نہ اب بھی ہوا اسلام کا جگر پانی
ہزار خندہ کفر است بر مسلمانی

چکبست نے نیچرل نظمیں بھی لکھی ہیں۔ لیکن ان کی
داد کم ہے، مگر جس قدر ہیں سب اعلیٰ تخیل اور
سنِ بندش سے لبریز ہیں۔ چند رباعیات بھی کہی ہیں۔ حسبِ ذیل
باعی ملاحظہ فرمائیے ؎

بیکار تسلی سے ہے نفرت مجھ کو
لوں دادِ سخن نہیں یہ عادت مجھ کو
کس واسطے جستجو کروں شہرت کی
ایک دن خود ڈھونڈ لے گی نفرت مجھ کو

غزل گو کی حیثیت سے چکبست پرانے رنگ سے
لکل علیحدہ رہنا چاہتے تھے۔ انہوں نے صنفِ غزل میں ایک
اص جدت اور ترقی کی اور قدیم طرز سے علیحدہ رہے۔
رانے فرسودہ تشبیہات اور استعارات اور لوازمات
ر لوازماتِ غزل گوئی کو ایک قلم خارج کر دیا اور شیرینی
ر صفائی کا خیال رکھا۔ کہیں کہیں فلسفیانہ اور نصیحت
آمیز شعر بھی کہے ہیں ؎

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا
فنا کا ہوش آنا زندگی کا دردِ سر جانا
اجل کیا ہے خمارِ بادۂ ہستی اتر جانا
آبرو کیا ہے تمنائے وفا میں مرنا
دین کیا ہے کسی کامل کی پرستش کرنا
کمالِ بزدلی ہے پست ہونا اپنی آنکھوں میں
اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

چند غزلوں سے ماخوذ یہ اشعار ایک نئے آہنگ
ا پتہ دیتے ہیں۔ چکبست نے درست ہی کہا ہے ؎

نیا مسلک نیا رنگِ سخن ایجاد کرتے ہیں
عروسِ شعر کو ہم قید سے آزاد کرتے ہیں

انہوں نے طویل نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ان نظموں
ا ملکی رنگ قدیم ملکی رسم و رواج کا شمول سے نئے

ی راج

تشبیہات و استعارات اُن کی نظموں کو ادبی جواہر ریزے
بنا دیتے ہیں۔

چکبست، انیس و آتش کے صرف قائل ہی نہیں
مقلد بھی تھے۔ ان کی نظموں اور غزلوں میں ہر دو اساتذہ
کا رنگ چھلکتا ہے۔ ان کے کلام میں رنگینی ہے۔ انہوں نے
مرثیے بھی لکھے ہیں۔ خاص طور پر ملک کے جاں نثار لیڈروں
اور آزادی کے علمبرداروں کی وفات پر شاعر کے قلم سے
نکلیں یہ عموماً مسدس کی شکل میں ہیں۔ جوش میں ڈوبے
ہوئے مرثیے ہیں۔

چند بند یہاں بطور نمونہ دیئے جاتے ہیں۔ یہ گوپال
کرشن گوکھلے کے متعلق کہے گئے ہیں ؎

اجل کے دام میں آنا ہے یوں تو عالم کو
مگر یہ دل نہیں تیار تیرے ماتم کو
پہاڑ کہتے ہیں دنیا میں ایسے ہی غم کو
مٹا کے تجھ کو اجل نے مٹا دیا ہم کو
جنازہ ہند کا در سے تیرے نکلتا ہے
سہاگ قوم کا تیری چتا میں جلتا ہے

بال گنگا دھر تلک کے متعلق ؎

اٹھ گیا دولتِ ناموسِ وطن کا وارث
قوم مرحوم کا اعزازِ کہن کا وارث
دامنِ شاد ازلی شیرِ دکن کا وارث
پیشواؤں کے گرجتے ہوئے رن کا وارث
تھی سمائی ہوئی پونا کی بہار آنکھوں میں
آخر دور کا باقی تھا خمار آنکھوں میں

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی رائے کو پیش
کرنا بھی برمحل معلوم ہوتا ہے

"چکبست کی شاعری میں وطنیت
کا ایک تصور ابھرتا ہے۔ اب وہ محض انفرادی
جذباتی تصور ہی باقی نہیں رہتا۔ بلکہ اس کی
نوعیت اجتماعی اور سیاسی ہو جاتی ہے اور ایک
سیاسی تصور کی حیثیت سے وہ ایک نقطۂ نظر
اور نظریۂ حیات بن جاتا ہے۔ چکبست کی بیشتر
نظمیں اسی کی صورتِ حال کی ترجمانی ہیں۔ وہ

غلامی سے نفرت کرتے ہیں۔ انہیں آزادی سے محبت ہے۔ فرقہ پرستی کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں ...... وہ ہندوستانی قومیت کا ایک واضح تصور ضرور رکھتے ہیں۔ ان کے یہاں ایک سماجی اور تہذیبی شعور اپنی جھلک ضرور دکھاتا ہے۔ اسی لئے ان کی شاعری اپنے پیشروؤں کے مقابلے میں زیادہ آگے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے

بحیثیت نقاد چکبست مشرقی اور مغربی دونوں قسم کے تنقیدوں سے بخوبی آگاہ تھے۔ شاید اسی لئے ان کی رائیں ادبی معاملات میں منصفانہ اور غیر جانب دارانہ تھیں۔ کبھی کسی کی توصیف یا تنقید آنکھیں بند کرکے یا مبالغے کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔ بیجا توتو میں میں سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

اُلجھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں
وہ پھول ہوں جو کسی گلے کا ہار نہیں

بحیثیت نقاد چکبست کا پایہ بہت بلند تھا ـــ منشی سجاد حسین (سابق ایڈیٹر اودھ پنچ) ستم ظریف، اچھو بیگ عاشق لکھنوی، نواب سید محمد آزاد، جوالا پرشاد برق، بشن نرائن درؔ، دیا شنکر کول، تربھون ناتھ ہجر، وغیرہ پر جو مختصر مضامین انہوں نے لکھے ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہیں۔

۱۲ فروری سنہ ۱۹۲۶ء کو آپ ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے رائے بریلی گئے۔ یکایک فالج میں مبتلا ہوئے، اور زبان بند ہوگئی۔ ۷ بجے شام کو رائے بریلی اسٹیشن پر انتقال ہوا۔ آپ کی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی۔

گو آپ ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے ہیں مگر آپ کی تصانیف آپ کی یاد کو ہر وقت تازہ رکھتی ہیں۔ ایک مجموعہ "صبحِ وطن" کے نام سے مشہور ہے۔ جو ادبی دُنیا میں آپ کی زندہ یادگار سمجھا جاتا ہے۔ ڈرامہ نویسی میں بھی آپ کافی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک "کملا" نامی ڈرامہ بھی تحریر فرمایا جس نے اہلِ کمال سے کافی خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔

گرودیو رابندر ناتھ ٹیگور
مترجم ایم۔ رفیق

"جہاں ذہن خوف سے آزاد ہو"

نظم

جہاں ذہن خوف سے آزاد ہو اور سر اونچا رہے
جہاں تحصیل علم کی آزادی ہو
جہاں دنیا ٹکڑوں میں بٹی ہوئی نہ ہو
جہاں الفاظ سچ کی گہرائی سے نکلتے ہوں
جہاں نہ تھکنے والے ہاتھ تکمیل کی جانب بڑھتے ہوں
جہاں دلائل مردہ رسم و رواج میں دب نہ گئے ہوں
جہاں ذہن وسیع و عریض خیال و عمل کی دنیا میں
آگے بڑھے تیری رہبری میں
اسے خدائے بزرگ و برتر
ایسی آزاد دنیا میں تو میرے ملک کو جگا۔

اس کے علاوہ آپ کی کئی تصانیف عوام میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ "کاظم محشر" نے آپ کے مصرع سے تاریخ نکالی ؎

ان کے ہی مصرعے سے تاریخ ہے ہمراہِ عزا
موت کیا ہے انہیں اجزاء کا پریشاں ہونا

یقیناً چکبست صاحب کی عمر نے ان سے وفا نہ کی اور کم عمری میں ہی انتقال کر گئے۔

اس وقت صفی لکھنوی صاحب کا وہ شعر یاد آرہا ہے جس میں چکبست صاحب کی موت پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے

شمعِ بزمِ شعراء برج نرائن چکبست
بے وفا عمر نے تم سے نہ وفا کی افسوس

آشوتوش سنہا

لوک عدالت

روایتی عدالتوں کے ذریعے انصاف حاصل کرنے کا کلاسیکی تصور انصاف کے اس عمل کو محدود کردینے والے امور کے سبب بوجھل ہوکر رہ گیا ہے۔ مالی لحاظ سے یہ تباہ کن ہے اور مایوس کن موشگافیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ اسے بجا طور پر مکڑی کے جالے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ جو غریب کو تو گناہ کے پھندے کی مانند جکڑ لیتا ہے لیکن امیر اور طاقتور اس کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں۔ لوک عدالت بروقت انصاف کرتی ہے اور ہر ایک کی دسترس میں ہے۔

"انصاف میں تاخیر انصاف نہ کرنے کے مترادف ہے۔" یہ ایک ایسا محاورہ ہے جس کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے۔ روایتی انصاف کا نظام اپنی ناقابل برداشت تاخیر، غریبوں کے خلاف غیر منصفانہ امتیاز اور آئین میں درج سماجی انصاف کے مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکافی امداد کے سبب پہلے سے کہیں زیادہ معتوب ہو رہا ہے۔

گزشتہ کچھ برسوں میں عدالتوں میں فیصلہ طلب مقدمات کی بڑھتی ہوئی تعداد اور انہیں نپٹانے میں تاخیر کے بارے میں زوردار مباحثے ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں سخت تشویش ظاہر کی گئی ہے۔ عدلیہ پر بہت زیادہ بوجھ ہے۔ مقدموں کے فریقین کی تکلیف ناقابلِ بیان ہے۔ اکثر اوقات مطلوبہ راحت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب دعویدار اس دنیا سے کوچ کر چکا ہوتا ہے۔

قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان، ماہرینِ تعلیم سیاست داں اور جج اس پیچیدہ مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے کئی بار سر جوڑ کر بیٹھے ہیں۔ کام کے ضابطے آسان اور سادہ بنائے گئے ہیں۔ عدالتوں اور ججوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے اور ٹریبونل قائم کئے گئے ہیں لیکن کوئی ٹھوس نتائج نہیں نکلے۔ ہمارے آئین میں مندرج انصاف کا مفہوم ہے۔ سب کے لئے انصاف یعنی غریب اور دبے کچلے ہوئے لوگوں کو بھی وہی انصاف ملے جو متمول اور امیر لوگوں کو ملتا ہے۔

جسٹس پی۔ این بھگوتی نے جو اس وقت بھارت کے چیف جسٹس ہیں۔ جب وہ گجرات ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے تو غریبوں اور دبے کچلے لوگوں کو مفت قانونی امداد کا خیال پیش کیا تھا۔ بعد ازاں جب وہ سپریم کورٹ کے جج بنے تو انہوں نے مفادِ عامہ کے لئے مقدمہ بازی میں بہت دل چسپی لی۔ اب کوئی بھی شخص سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کو درخواست دے کر انصاف کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اور غریب لوگ مفت قانونی امداد اور مشورہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ غریبوں کو قانونی امداد، مفادِ عامہ میں مقدمہ بازی اور کمزوروں کی حفاظت کے لئے عدالتی سرگرمی جیسے اقدامات سراہے گئے ہیں لیکن ان کا انصاف کے عمل کو تیز کرنے اور عدالتوں میں

فیصلہ طلب مقدمات کی تعداد کم کرنے کے سلسلے
میں ان کا زیادہ فائدہ نہیں ہوا۔

اس سمت میں تازہ اقدام مفت قانونی
امداد کے پروگرام کے حصے کے طور پر عوامی عدالتوں
یا لوک عدالتوں کا قیام ہے۔ اس قدم کا مقصد جھگڑوں
خاص طور پر چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا تصفیہ کرکے انہیں
عدالتوں میں مقدمہ بازی کے عمل سے روکنا ہے۔ لوک
عدالت کا بڑا مقصد بات چیت کے ذریعے جھگڑے نپٹانا ہے۔

آپ مقدمے کے کسی بھی فریق سے دریافت کیجئے۔
کیا آپ دیر تک انتظار کر سکتے ہیں۔ ہر بار ملتوی ہونے
والی سماعت کی تاریخ پر عدالت میں حاضری دینے کے لئے
کام چھوڑ سکتے ہیں اور ایک کے بعد دوسری بالائی عدالت
سے رجوع کرنے کے لئے اخراجات برداشت کر سکتے ہیں،
مقدمے کے نتیجے کے بارے میں یقین نہ ہونے اور
تشویش کو برداشت کر سکتے ہیں۔ اپنے مد مقابل سے مسلسل
دشمنی رکھ سکتے ہیں اور بالآخر فتح ایک کی ہوگی۔ یہ آپ کے مخالف کی
بھی ہو سکتی ہے اور شکست دوسرے کی ہوگی، یہ آپ کی بھی ہو سکتی ہے،
آپ کے مخالف کی بھی ہو سکتی ہے۔ جواب میں اکثر لوگ
کہہ اٹھیں گے "نہیں نہیں۔" اور اکثر لوگ چاہیں گے کہ
کوئی پر امن حل نکل آئے جو دونوں فریقوں کو قابل قبول
ہو اور نتیجہ ایسا ہو جس میں نہ کوئی فاتح ہو نہ مفتوح۔ ایک
ایسا حل ہو جسے دونوں فریق بغیر کسی تلخی یا دل کی جلن کے
قبول کرلیں جس سے ان کے دلوں میں اطمینان ہو اور چہروں
پر مسکراہٹ۔ جب مقدمہ ختم ہو جائے تو دشمنی غائب ہو جائے
اور ایک پرانا دوست یا کنبے کا پیارا رکن پھر سے مل جائے۔

مصالحتی نظریہ

ایک لوک عدالت اپنا کام صبح نو یا ساڑھے نو
بجے شروع کرتی ہے اور دوپہر کے کھانے کے ایک گھنٹے
کے وقفے کے علاوہ شام ساڑھے پانچ یا چھ بجے تک کام
کرتی ہے۔ لوک عدالت کے اجلاس کچہری کے کسی کمرے
یا عدالت کے پریذائیڈنگ افسر کی طرف سے مہیا کردہ جگہ
پر ہوتے ہیں۔ ہر لوک عدالت میں دو یا تین ججوں کی ایک
جماعت بیٹھتی ہے۔ لوک عدالت کے جج عام طور پر سبکدوش
عدالتی افسر، اعلیٰ شہری ملازم اور باعزت شہری ہوتے ہیں،
جن میں قانونی، تعلیمی اور طبی پیشوں کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔
ان کا انتخاب بڑی احتیاط سے کیا جاتا ہے۔ انتظامیہ کمیٹی
انہیں ان کی عوامی خدمات، تعلیم، ایمانداری اور مقامی آبادی
میں احترام کی بنا پر دعوت دیتی ہے۔ ہر لوک عدالت میں
کم از کم ایک رکن کوئی وکیل یا سبکدوش جج ہوتا ہے۔ ان
عدالتوں میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اچھے مصالحت کار
ہوں اور عوام کے مسائل سے ہمدردی رکھتے ہوں۔

لوک عدالت عوام کے لئے کھلی ہوتی ہے۔ عام طور پر
لوک عدالت میں ایک بڑا مجمع لگ جاتا ہے۔ لوگوں کے سامنے
ایک ایک کر کے معاملے طلب کئے جاتے ہیں اور ہر معاملے
پر بحث ہوتی ہے۔ جج معاملات کی تہہ تک پہنچتے ہیں اور
متعلقہ فریق کو اس بات کے لئے راضی کرتے ہیں کہ وہ اپنے
جھگڑے کا تصفیہ پر امن طور پر کرلیں۔ طرفین کی کچھ دیر
سنوائی کے بعد وہ کسی منصفانہ فیصلے کے لئے کوئی فارمولا
تجویز کرتے ہیں۔ فریقین کو تھوڑی بہت ترغیب دینے سے
سمجھوتے کی کوئی راہ نکل آتی ہے جس میں طرفین کے کچھ
جھک جھکاؤ سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

بوجھ کم کرنا

لوک عدالت کی مصالحت کرانے والی ہر جماعت
کی مدد کے لئے ایک کلرک بھی ہوتا ہے جو عدالت کا
پریذائیڈنگ افسر مہیا کرتا ہے۔ کلرک معاہدے
یا فیصلے کا کاغذ لوک عدالت کی ہدایت اور مشورے
کے مطابق تیار کرتا ہے جس پر فریقین کے دستخط کرائے
جاتے ہیں۔ اگر یہ جھگڑا کسی عدالت میں بھی زیر سماعت
ہو تو یہ فیصلہ یا سمجھوتہ عدالت کے پریذائیڈنگ
افسر کو پیش کیا جاتا ہے اور اس امر کی تسلی کرلی جاتی ہے کہ
سمجھوتہ فریقین کی مرضی سے ہوا ہے اور قانوناً جائز ہے
اور وہ اس سمجھوتے کا اندراج کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

★ موھن لال ویشنوی
سینیر تکنیکی معاون "اردو"
نیشنل بوٹینکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لکھنؤ

سوسن مجموعہ کا خوبصورت پھول - امریلس

تعارف :-

امریلس کا پھول سوسن (Lilly) کے مجموعے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پھول کا تاریخی پہلو بڑا دلچسپ ہے۔ وہ یوں کہ یہ پھول ایک یونانی لڑکی کے نام سے مشتق ہے۔ ہمارے ملک میں سوسن کے سیمیں پھولوں کے مجموعے سے بھی اسے منسوب کیا جاتا ہے۔

اس خوشنما پھول کو جب گملوں میں اُگایا جاتا ہے تو یہ گھر کے برآمدوں کی زینت بنتا ہے۔ امریلس کے کافی عرصہ تک ٹکاؤ بنے رہنے والے پھول زیبائش، اور اکابانا طرز کی اندرونی سجاوٹ کے لئے بھی بہترین سمجھے جاتے ہیں۔ وسط فروری سے اپریل و مئی تک اس کے پھول ملتے ہیں۔ جبکہ دوسرے پھولدار پودوں میں اس کے مقابلے میں پھول کم ہی دکھائی دیتے ہیں ہندوستان میں پھولوں کی کاشت کے سلسلے میں امریلس نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

تحقیقی دستاویزوں سے یہ امر سامنے آیا ہے کہ امریلس کا پہلا مخلوط النسل پودا ۱۷۹۹ء میں پیدا کیا گیا تھا۔ لیکن ادھر پچھلے پچاس برسوں میں اس کی اقسام کی طرف زیادہ توجہ مرکوز رہی ہے۔

جدید دور میں امریلس کے جو بھی پودے اور پھول ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں، ان کی ترقیاتی نسل - دانی، فن، افزائش اور تحفظ کے معیار میں نمایاں تبدیلیوں کے زیر اثر ان کے پودوں اور پھولوں میں بہرحال اس خوشنما پودے کے لئے مزید دلکشی اور اس کے پھولوں کو خوشنما بنانے کی کوشش کافی کارگر ثابت ہوئی ہیں۔

ابتدا امریکہ میں نباتی سائنسدانوں نے گنٹھی نما پودوں کی نوع "امرولیسی" کے پودوں کی پار افزائش (Cross breeding) کے ذریعہ اس پودے کو اور اس کے پھولوں میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر کے ایک بڑا کام سرانجام دیا ہے۔ امریکہ کے علاوہ یورپی ممالک خاص کر ہالینڈ میں اس پودے کے مخلوط النسل پودے بھی تیار کئے گئے ہیں۔

ہندوستان کی پھولوں کی صنعت و بستان کاری، (Horticulture) سے امریلس عرصۂ دراز سے جڑا ہوا ہے۔

ہمارے یہاں اب تک امریلس کی لگ بھگ ۳۷۵ اقسام کے پائے جانے کی رپورٹ ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس سلسلے میں کسی مستند ریکارڈ کا احاطہ نہیں کیا جا سکا ہے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی انواع کے بانی پودوں سے متعلق مستند ریکارڈ میسر نہیں ہو سکا۔ رنگ سائز و جسامت اور پھول کے اعتبار سے ان پودوں کی شناخت میں درجہ بندی اور نام کے اعتبار سے بھی پیچیدگی لاحق ہوتی رہی ہے۔ (پرسی لینکاسٹر ۱۹۵۸ء نے) ہندوستان میں "لینکاسٹر" نے کئی مخلوط النسل پودے تیار کئے اور مختلف علاقوں سے انہوں نے متعدد پودوں کو نہ صرف اکٹھا کیا بلکہ برسوں تک ان پر کام کرتے رہے۔ ان کے کام پر مبنی مستند تحریروں سے سائنسدانوں نے کافی استفادہ کیا ہے۔

ادھر حال میں نیشنل بوٹینکل انسٹی ٹیوٹ، لکھنؤ میں اب تک امریلس کے ۶۰ مخلوط النسلی پودوں کی افزائش ہو رہی ہے۔ حالانکہ ان میں بہت سے پودے بانی پودوں سے مشابہہ ضرور ہیں جن میں چھوٹے اور درمیانی سائز کے پھول پائے جاتے ہیں مگر اہم بات یہ ہے کہ ان کے رنگ سائز و جسامت اور ان کی معیاری درستی کے زیر اثر، اب ان میں اور پرانے پودوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ یہ تمام مخلوط پودے بانی پودوں سے مختلف ہیں۔ اس پودے کی نباتی تحقیق کے طور پر ہمارے سائنسدانوں نے امریلس کے پودوں کی کاشت اور فن سے متعلق افزائش، اور بستان کاری کے جو قدم اٹھائے ہیں ان کا خاص مقصد یہی ہے کہ اس پودے سے متعلق بستانی (Horticultural) اور نباتی (Botanical) کیفیات سے متعلق تحقیق کے پہلو اجاگر کئے جا سکیں۔

امریلس کا پھول :-

عام طور پر امریلس کے پھول گچھے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ جو پودے کی بصل نما پھول ڈاری میں لگے ہوتے ہیں۔ اس کے پھول میں تولیدی اور دوسرے ذیلی اعضاء یکجا ہوتے ہیں۔ پھول کی رنگین پتیاں اور پنکھڑی ایک بصل نما شکل بنا لیتی ہے۔ جیسے (Perigone) کہتے ہیں۔ پھول کی چھ پنکھڑیاں چار حصوں میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ دو پنکھڑیاں ایک طرح کی، مزید دو ایک طرح کی اور باقی دو واضح طور پر مختلف دکھائی پڑتی ہیں۔ اوپر کی پنکھڑی سب سے جدا ہوتی ہے، جو سب سے بڑی ہونے کی وجہ سے پھول کو ڈھکے رہتی ہے۔ اس پھول کو اگر ایستادہ کاٹ کر دیکھا جائے تو دونوں حصے برابر نہیں ہوں گے۔ پنکھڑی کا نیچے کا حصہ بنیادی طور پر نلی نما ہوتا ہے۔ امریلس کے پھولوں میں کبھی کبھی زائدہ اکلیل (Corona) پنکھڑی اور زر ریشہ (Stamens) کے درمیان بھی ہوتا ہے۔ اس کے پھول نارنجی، چمکیلے سفید، گلابی، ہلکے گلابی، لال، اکہرے اور دوہرے رنگ کے دھاری دار پھول بہت ہی خوشنما لگتے ہیں۔

امریلس سے متعلق مستند تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پھول پچھلے ۵۰ برسوں سے زیادہ مقبول اور توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ شاید ایسا اس لئے ہے کہ اس پھول کی پار افزائش (Cross breeding) کرنے والوں نے اس پھول پر نمایاں کام کیا ہے۔ امریلس کے مخلوط النسلی پودے ہندوستان میں پچھلی صدی میں لاہور (اب پاکستان) لکھنؤ اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے پھول گھنٹی نما (Bell shaped) ہوتے ہیں۔

دنیا بھر میں باغبانوں (Gardeners) بستان کاروں (Horticulturists) اور نباتی سائنسدانوں (Botanists) نے یکساں طور پر اس پھول کی درستی اور افزائش کے روایتی طور طریقوں میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں کیں۔ جن کی وجہ سے اس پھول کی شکل و صورت اور خوبصورتی میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ اور اس پھول سے متعلق تحقیقی کام اب بھی جاری ہے۔

گل کشائی کا دور :-

عام طور پر امریلس کے پودوں کی ہری پتیاں زیادہ خوبصورت تو نہیں ہوتیں مگر امریلس ریٹی کیولیٹم (A. Reticulatum) اقسام کی پتیاں بھی بہت خوشنما ہوتی ہیں۔ یہ پودا عموماً سایہ دار جگہوں میں یا پود گھروں میں لگایا جاتا ہے۔ اس قسم کے علاوہ باقی تمام اقسام کے امریلس

کے پودوں کی مقبولیت ان کے پھولوں کی وجہ سے ہی ہوتی
ہے۔ اس کی ایک پھول دار شاخ میں دو یا چار پھول ہوتے
یں اور پھولوں کے تازہ بنے رہنے کا انحصار موسم اور مقامی
الات پر منحصر ہوتا ہے۔ مقامی حالات سے مطلب یہ
ہے کہ اس کی کاشت کیسے کی گئی ہے؟ زمین کیسی ہے؟ اور
ھاد وغیرہ کس مقدار میں دی گئی ہے۔ دورِ گل کشائی
پر موسم کے اثرات کا غالب آجانا قدرتی امر ہے۔ لیکن
پھر بھی کم سے کم گل کشائی کا دور تو تین ہفتے تک کا ہوتا ہے۔
امریلس کے پھول فروری سے اپریل تک پھولتے
یں۔ امریلس سائی بسٹر (A. Cybister) کے مخلوط
پودوں کے پھول تو مئی کے آخیر تک بھی پھولتے رہتے ہیں۔
دیکھا گیا ہے کہ اتر پردیش کی لو کے سامنے اس کے
پودے دم توڑتے نظر آتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں۔ لیکن امریلس
ریٹیکیولیٹم (A. Reticulatum) کے پھول تو موسم باراں کے
مہینوں میں یعنی جولائی۔ اگست میں بھی کھلتے ہیں۔ بہ حیثیت
آرائشی پھول کے امریلس کو سجانے والے پھولوں میں شمار
کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسے باغوں میں اور گملوں میں بھی لگایا
جاتا ہے۔ اس کے گملے تو گھر کے برآمدہ میں بے حد خوبصورت
لگتے ہیں۔ علاوہ اس کے کٹ فلاور یعنی سجاوٹی پھول کی
صورت میں بھی اس کا خاصہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی
پھول دار ٹہنی کو پودے سے الگ کر کے فوراً پانی میں ڈالنا
بہتر ہوگا تاکہ پھول تازہ بنے رہیں۔ گھروں کے اندر ان پھولوں
کے گلدانوں کے پانی میں تھوڑا نمک ضرور ڈالیں جس سے ان
کی تازگی کا عرصہ بڑھ جاتا ہے۔ اور کسی طرح کے جراثیم بھی
ان پر حملہ نہیں کرتے۔ سجانے کے لئے گلدان، مرتبان
وغیرہ آپ اپنی پسند کے مطابق استعمال کر سکتے ہیں۔

کیسے اگائیں :-

امریلس کو کھلی جگہ اور دھوپ چاہیئے مگر اتنی
بھی نہیں کہ برداشت نہ کر سکے۔ نیم سایہ دار جگہوں پر اس
کے پودے بہ آسانی لگتے ہیں اور پھول بھی معیاری نکلتے
ہیں۔ سخت زمین کے بجائے بلوئی مٹی میں اس کی
جڑیں بآسانی ہو پاتی ہیں۔ بلکہ مٹی کے ساتھ اگر تراب (Humus) [illegible]
کا اضافہ کیا جائے تو پودا بہتر طور پر افزائش پاتا ہے۔

امریلس کی منتخب اور چنیدہ اقسام کو گملوں یا
برتنوں میں اگایا جانا چاہیئے تاکہ ان کی دیکھ بھال مخصوص
طریقے سے کی جا سکے۔ لیکن بڑے پیمانے پر کی جانے والی کاشت
کے لئے گھنٹیوں کو سیدھے زمین میں بو دیا جاتا ہے۔
امریلس اگانے اور افزائش نسل کو بڑھانے کے
تین طریقے ہیں۔

۱ :- گھنٹی سے لگائے گئے پودوں کے سکر (Sucker) یعنی زیر بچے کی قلم کاٹ کر نئے پودے تیار کئے جاتے ہیں۔

۲ :- مئی جون میں کیسہ (Capsule) کے پھٹنے اور بیج بکھرنے سے پہلے ہی اس سے بیج حاصل کر کے فوراً بو دیا جاتا ہے۔ بیج بونے کے تین یا چار سال کے اندر پودا پھول دینے کے قابل ہوتا ہے۔ بیج اگر فوراً نہ بویا جا سکے تو اسے شیشہ کے نابیدہ (Desicator) مرتبان میں ایک سال تک کے لئے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

۳ :- گھنٹی یا پیازہ کی کٹائی (Bulbcutting) کا طریقہ زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ ہر گھنٹی کے سائز کے مطابق چار، آٹھ یا سولہ ٹکڑے کئے جاتے ہیں۔ اور ان ٹکڑوں کو الگ الگ بو دیا جاتا ہے۔ اور ہر ٹکڑا ایک نیا پودا تیار کیا جاتا ہے۔

امریلس کے پودے ہم بیج سے تیار تو کر سکتے ہیں
مگر اس میں پھولدار پودا تیار ہونے میں تین یا چار سال کا عرصہ
لگ جاتا ہے۔ اس لئے گھنٹی یا پیازہ کٹائی کا طریقہ
اختیار کر کے ہم گھنٹی کو سائز کے مطابق چار، آٹھ، یا
سولہ ٹکڑوں میں کاٹ کر نئے پودے حاصل کر سکتے ہیں۔
گھنٹیوں کو کاٹنے سے پہلے پوٹاشیم پرمیگنیٹ کے گھول میں
اچھی طرح صاف کر کے کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر نکالنا
چاہیئے۔ ابتداً ان ٹکڑوں کو چھوٹے گملوں میں بو دیا جانا
چاہیئے۔ اور گملے کے کنارے کنارے سینچائی کرنا بہتر ہوگا۔
نیم سایہ میں گملے کے اوپر شیشے کا ڈھکن لگا کر رکھنا چاہیئے۔
رفتہ رفتہ جب پودے اس لائق ہوجائیں کہ انہیں آسانی

سے منتقل کیا جا سکے۔ انہیں بڑے گملوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

حالانکہ امریلس سخت جان پودا ضرور ہے۔ لیکن ابتداً کچھ ضروری احتیاط برتنا بہتر ہوگا۔ سرد علاقوں میں چونکہ اس کی گھنیوں کو کچھ خطرہ لاحق ضرور رہتا ہے۔ لیکن گرم علاقوں میں اس طرح کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ لگاتار سینچائی سے اس پودے کی پتیاں زیادہ بڑھتی ہیں۔ اس لئے کم اور ہلکی سینچائی کرتے رہنا بہتر ہوگا۔ برسات کے بعد نم موسم میں بھی اس پودے کی پتیاں بڑھنے لگتی ہیں۔ ایسی صورت میں پودے کی درستی اس طرح سے کی جانا چاہیئے کہ پودا بالکل برہنہ نہ لگنے لگے۔

امریلس کے پودوں اور اس کے پھولوں کی رنگا رنگوں کے لئے مصنوعی بار افزائش سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ عام طور سے پودے چونکہ از خود دو جنسی ہوتے ہیں اور امریلس بھی ایسا ہی ایک پودا ہے۔ لیکن یہاں یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ پودے کا سائز کافی حد تک اس کے مادہ جنسی خلیہ پر ہی منحصر ہوتا ہے۔ اور اس کا رنگ نر جنسی زیرہ کی دین ہے۔ بار افزائش کر کے حاصل مخلوط النسلی پودوں میں فرق تو ضرور ہوگا۔ لیکن نئی ترکیبوں سے ایسا کر کے ہمیں بے حد خوبصورت، دیدہ زیب اور خوشنما پھول حاصل ہوتے ہیں۔

کھاد اور بار آوری کھاد:-

زمین میں اگائے جانے والے امریلس کے پودوں کو تازہ یا سڑی ہوئی کھاد سال میں کئی بار دی جا سکتی ہے۔ لیکن گملوں میں اگائے جانے والے پودوں کے لئے مشورہ یہ ہے کہ گملے میں لگ بھگ ۵ سینٹی میٹر مٹی نکال کر اس کے بدلے اچھی کمپوسٹ کھاد سے بھرائی کر دینا بہتر ہوگا۔ پتی کی کھاد اور ایک چمچ بھر ہڈی کا چورا فی گملا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہر پندرہ دن کے وقفہ میں رقیق کھاد کے ساتھ تھوڑی سی کھلی ملا دینا نہایت موزوں ثابت ہوگی۔

بچاؤ:-

امریلس کے پودوں کا سب سے بڑا دشمن ایک کالا چتی دار تتلی نما کیڑا (Blak Spotted Caterpillar) ہے۔ یہ کیڑا امریلس کے علاوہ سوسن کے مجموعوں کے دوسرے پودوں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کیڑے سے پودے کو بچانے کے لئے ۱ء۰ فیصدی مونوسل (Monocil) کا گھول بنا کر پودے پر چھڑکاؤ کرنا چاہیئے۔

امریلس کی گھنیوں کو کھوکھلا کرنے والے خطرناک کیڑے کا نام بلب مائٹ (Bulbmite) ہے۔ اس کیڑے کے حملے سے بچنے کے لئے گھنیوں کو استعمال میں لانے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ پانی کو 110°F. تک خوب کھولایا جائے۔ اگر پودے میں کہیں پھپھوندی نظر آئے تو اس کا تدارک لال دوائی یعنی پوٹاشیم پرمیگنیٹ کے گھول کے استعمال سے کیا جا سکتا ہے۔

امریلس کی چند مخصوص اقسام کے نام:-

سمراٹ، کرن، جیوتی، ڈائنا، جارجیس، یورنیس، سنو وائٹ، چارم، نونکس، اپولو، چارمنگ، پرنس، کوکٹ، بیگم سکندر، نظام، تارا، سٹار آف انڈیا، شاہ نجف وغیرہ وغیرہ ★

تبصرہ

تبصرہ نگار: فصیح اکمل

نام کتاب: حکم نامہ (شعری مجموعہ)
شاعر: سلطان سبحانی
صفحات: ۱۲۸
قیمت: بیس روپیے
ناشر: "ہم زبان" پبلیکیشنز
۱۹۳- ایم، ایچ، بی کالونی، مالیگاؤں
ناسک۔

★ سلطان سبحانی کا یہ شعری مجموعہ مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکاڈمی کے مالی تعاون سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔ جو خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ اہلِ ذوق میں اس مجموعہ کا یقیناً استقبال کیا جانا چاہیئے کیونکہ شاعر سلطان سبحانی بے حد تخلیقی اور فنکارانہ صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ "ہم زبان" اگرچہ بہت مختصر عرصے تک ہی شائع ہوا ہے لیکن اس ماہنامے کے ذریعہ ان کی ادبی صلاحیتوں کا لوگوں نے اعتراف کیا۔

مجموعہ میں چالیس نظمیں اور اکیاون غزلیں شامل ہیں۔ حمد و نعت اس کے سوا ہیں۔ پیش لفظ کے وسیلے سے ڈاکٹر وزیر آغا نے سلطان سبحانی کے سلسلے میں بڑی جامع رائے دی ہے:

"سلطان سبحانی نے عصر اور اس کے نمائندوں کی بے رحمی اور تشدد کو خنجر، خون کی بدلی، قتل کی آندھی، آہنی دیو پیکر پرندوں، دھماکوں اور وحشیوں کے رقص میں دیکھا ہے، اس کے نزدیک عصر ایک مشینی عفریت ہے جسے کومل محسوسات سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

وزیر آغا صفحہ ۱

گزشتہ کئی دہوں سے ہمارے یہاں شاعری کا جو بیڑہ غرق ہوا ہے، وہ روایت سے ٹوٹ کر فیشن زدگی کے جنون کی شاعری کرنے کا نتیجہ ہے۔ بڑے بڑے اس ہوا میں اپنے قدم نہ سنبھال سکے، سلطان سبحانی تو ابھی اس سلسلہ میں اپنی آواز کی دریافت میں مصروف ہے۔ لیکن یہ بھی ایک خوش کن تجربہ ہے کہ اس ہنگامہ میں اس نے اپنے افکار کو شدت دیکر کم از کم چہروں کا رُخ اپنی جانب کرلیا ہے۔ بہت سے تو اتنا بھی نہ کرسکے اور:

ع "روئے گُل سیر ندیدیم، بہار آخر شُد"

کا اس کلمہ پڑھتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

مجموعہ میں شامل نظمیں اور غزلیں دونوں متاثر کرتی ہیں۔ البتہ کہیں کہیں ایک ہی احساس کو کئی بار نظم کرنے کی کوششیں ملتی ہیں۔ ایک ہی مجموعہ میں خود کو اتنی مختصر مدت میں دہرانے کا عمل اچھا نہیں ہے۔ شاعر کو ہر حالت میں اس کیفیت سے دامن بچانا چاہیئے۔

"تغیر کا سیلاب آیا
تو زنجیریں ساری اٹھالے گیا
شہنشاہیت کا
سنہرا سمندر ہوا لے گئی
اور سب کی نظر
ایک کالے عمامے کی جانب بڑا امید ہو کر اٹھی
سُنا تھا کہ کالے عمامے کے اندر
نئے موسموں کے
طلسمات خانوں کی سب کنجیاں ہیں
مگر اس عمامے کے اندر
نیا حکم نامہ
بہت خوبصورت سے خنجر سے لپٹا ہوا سو رہا تھا
وہ جاگا
تو چاروں طرف
خون کی بدلیاں
قتل کی آندھیاں
شور کرنے لگیں"

(نظم: نیا حکم نامہ، صفحہ ۲۲، ۲۳)

یہ وہ نظم ہے جس کی بنیاد پر وزیر آغا نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

وہ دستخط تو وصیت پہ کرگیا لیکن
کراہتا ہوا اک درد کاغذات میں تھا

زباں تو کیا ہے دل و جاں بھی بیچ ڈالے گا
ہماری طرح ذرا کوئی باغیانہ چلے

تو اُدھر خط مرا پڑھتی ہے تو لگتا ہے مجھے
تیری آنکھوں کے حسین شہر میں ٹھہرا ہوں میں

اک کاغذی سیلاب ہے، اب تتلیاں، پھل پھول
ان چاند سے بچوں پہ بھی کیا قہر ہوا ہے

حال، جیسے فقیر کا کاسہ
زندگی، جیسے راہ کا پتھر

وہ پل گیا تو ہر اک شاخ ہو گئی دھانی
اگرچہ پاس ہی موسم کھڑا تھا پت جھڑ کا

جو معنی کی سولی پہ کھینچو گے مجھ کو
تو ہر لفظ سے شہر پیدا کروں گا

جوانی دھول مٹی ہے مگر کتنی چمکتی ہے
یہ موسم اس پہ چھا جائے تو دھرتی تنگ دیکھو گے

اس کے علاوہ بھی اس مجموعہ میں بہت سے خوبصورت اور زندگی کی ننگی حقیقتوں کو آئینہ کرتے اشعار موجود ہیں۔ یہ رائے کہ، سلطان سبحانی محض قتل و خون، دھماکوں، آندھیوں، طوفانوں، چٹانوں کا شاعر ہے، میرے خیال سے بہت سطحی رائے ہے سلطان سبحانی کے یہاں یہ استعارے زندگی کی صعوبات اور ہولناکیوں کے ردعمل کے طور پر آئے ہیں لیکن وہ محض اسی کے شاعر نہیں ہیں اور نہ ہی یہ ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اُن کے یہاں امکانات کے بہت سے رنگ ہیں جو رفتہ رفتہ ابھی اور بھی نمایاں ہوں گے۔

کھنڈر میں مکڑی کا جالا، جالے میں اک پتہ
لگتا ہے وہ کھنڈر کے گھر میں چھپا بیٹھا ہے

صفحہ ۱۱۴ پر غزل کا یہ شعر صفحہ ۱۴۱ پر "یہ کس کا گھر ہے"؟ کے عنوان سے مندرجہ نظم میں پوری طرح جلوہ گر ہے۔ ایسا نہ ہونا چاہیے۔
اس کے علاوہ:

بہت گہرا ہے یادوں کا سمندر
مگر تم جی رہے ہو پھر بھی بے گھر

(مطلب اور حاصلِ مطلب دونوں غائب)

تم اپنی ذات کے ذرّے بھی لے کے چل نہ سکے
ہمارے ساتھ روایات کا خزانہ چلے

(ذات کے ذرّے؟)

وہ ایک لمحہ صف شکن ہمیں ملا تو تھا مگر
نہ جانے کتنی آنکھ میں ستارے جھلملا گئے

(آنکھوں میں ہونا چاہیے)

کچھ اتنی دھول اڑاؤں گا ساری سڑکوں پر
تمام شہر کو تیری گلی بنا دوں گا

ترا پتہ جو اگر خود تری تلاش نہ دے
تمام شہر کو دھمکی تو بدمعاش نہ دے

میں سب کچھ چھوڑ آیا اُس کھنڈر میں
مگر اک یاد پیچھا کر رہی ہے

جب ہر لفظ اپنی کی عظمت میں بھاگے ؛ نئے دور کا مرثیہ کیا لکھوں گا

عجیب بات ہے سب مجھ سے خوف کھاتے ہیں
کہیں وہ شخص اِن آنکھوں سے جھانکتا تو نہیں

یہ حال ہے کہ ہر اک شخص پر جھپٹتے ہو
یقین ہے کہ تمہیں بھی "لگی" گلی اُس کی

اتنا ظالم انساں ہے وہ ؛ خود سے بھی اکثر ڈر جاتا ہے
اتنا ڈھونڈا خود کو ہم نے ؛ ذات کا گنبد ٹوٹ گیا
اب تو باہر کچھ نظر آتا نہیں ؛ جو بھی ہے اندر رہا ہے آج کل
زبردست مزاحیہ اشعار ہیں۔ ان کو اگر کسی اور مزاحیہ

مجموعہ میں شامل کیا جاتا تو یہ بھی "شاعری کی دوکان" (شاعری کی ایک مختصر سی مزاحیہ کتاب) کے ساتھ مقبول ہوتے۔
سفید گھوڑے پر سوار اجنبی، اداکاری، پیاس، کالی بلی، فاتح اگر میں ہنس پڑوں، شکریہ، اچھی ہی نہیں بہت اچھی نظمیں ہیں، آئندہ مجموعہ کی اشاعت کے وقت ان اشعار کو بھی مجموعہ میں شامل کرنے سے اجتناب ضروری ہے جن کے وزن میں شک ہو۔ طوالت کے خوف سے میں ایسے بہت سے اشعار یہاں درج نہیں کر رہا ہوں جن میں نہ صرف بہت سے فنی اسقام ہیں، کچھ اشعار وزن و بحر سے بھی دامن کشاں ہیں۔ ——

صفحہ نمبر ۲۸ سے آگے

لوک عدالت

کوئی رسمی کارروائی ضروری ہو تو وہ پوری کر لی جاتی ہے اور اگلے کاروباری روز وہ معاہدہ عدالت میں پیش کر کے معاملہ ختم کر دینے کے بارے میں حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔
فوجداری معاملات میں بھی فریقین کو راغب کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اختلاف کو چھوڑ دیں، پرانی دشمنی کو بھول جائیں اور ایسی صورت حال پیدا کریں جس میں جب وہ لوک عدالت سے باہر جائیں تو ان کے دلوں کوئی کدورت باقی نہ ہو۔ جب کسی ایسے معاملے کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو فریقین کو ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے یا دوستانہ ماحول میں ہاتھ ملانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد فوجداری مقدمے کو ختم کرنے کی اجازت لینے کے لئے سمجھوتہ پیش کیا جاتا ہے۔ دیگر کیسوں میں جہاں فریقین صرف قانونی مشورہ حاصل کرنے کے لئے آتے ہوں، متعلقہ شخص کو جو لوک عدالت سے صلاح لینے آیا ہو۔ قانونی مشورہ دیا جاتا ہے۔

ہمہ جہتی امداد

اب تک کا تجربہ شاہد ہے کہ عدالتوں میں زیر سماعت بہت سے معاملات پرامن ڈھنگ سے طے ہو جاتے ہیں اور فریقین خوشی خوشی لوک عدالت سے باہر جاتے ہیں۔ ان کی کورٹ فیس بچ جاتی ہے، عدالتوں میں فیصلہ طلب مقدموں کی تعداد کم ہوتی ہے اور مزید اپیلوں اور نظر ثانی کی درخواستوں سے نجات ملتی ہے۔ جو معاملے لوک عدالتوں میں آتے ہیں ان میں ایڈوکیٹ بھی مدد دیتے ہیں۔
شروع میں لوک عدالتیں گجرات میں قانونی مدد کے سلسلے میں شروع کی گئی تھیں۔ ریاست میں یہ تحریک مقبول ہوئی۔ قریباً دس ہزار مقدموں کا فیصلہ ان عدالتوں کے ذریعے کیا گیا۔ اس کے بعد یہ تحریک تامل ناڈو، اتر پردیش، بہار، راجستھان، مدھیہ پردیش اور دہلی میں بھی پھیلنے لگی۔ آج فوری ضرورت یہ ہے کہ زیادہ لوک عدالتیں قائم کی جائیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں لوک عدالتوں کو مختلف ریاستوں میں جو عظیم کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ ان سے نہ صرف سماجی انصاف حاصل ہوگا بلکہ عدالتوں میں فیصلہ طلب مقدموں کی تعداد بھی کم ہو جائے گی۔ سماجی کارکن اور دوسرے رضاکار ادارے اس تحریک کی شاندار کامیابی کے بہت معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ رضاکار انجمنوں کی امداد کے بغیر لوک عدالتیں اتنی ترقی نہیں کر سکتی تھیں۔

" قومی راج " کے بارے میں اپنی گراں قدر رائے ضرور تحریر فرمائیے۔

(اور)

دوستوں میں " قومی راج " کو متعارف کرائیے، تاکہ خریداری کی مہم تیز تر ہو۔ (شکریہ)

غزلیں

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

نکہتِ گل کی جب بھی سواری صحنِ چمن میں نکلتی ہے
موجِ خزاں خود بن کے مصاحب آگے پیچھے چلتی ہے

اے مری آنکھو! اے مری آنکھو! تم نے یہ کیا کچھ دیکھ لیا،
دل سے تو یہ آواز آتی ہے مٹی رنگ بدلتی ہے

مٹی سو سو سوانگ رچائے مٹی سو سو رنگ بھرے
بلبل کی صورت گاتی ہے مور کی صورت چلتی ہے

دنیا تجھ کو میں کیا سمجھوں اور بھی کوئی کیا سمجھے
تو تو اک اک پل کے اندر سو سو رنگ بدلتی ہے

محفل والو! تم سے اب اس درد کی شدت کون کہے
جب کیفیت سوزِ دروں کی لفظ و بیاں میں ڈھلتی ہے

جب اُس دیس کی یاد آتی ہے جس میں لڑکپن بیت گیا
جیسے اے آزاد! احساس پہ ایک چھری سی چلتی ہے

کلیم غازی پوری

یہ لوگ میری نگاہوں میں کیا سے کیا ہوتے
زباں کے ساتھ اگر دل کے پارسا ہوتے

وہ زندگی کی حقیقت سے آشنا ہوتے
جو میری طرح غمِ دل میں مبتلا ہوتے

روایتوں میں اُلجھ کر ہی رہ گئے ورنہ
قریب ہوتے حقیقت سے ہم تو کیا ہوتے؟

بہت حسین سی ہوتی یہ آج کی دنیا!
اگر حیات کے لمحات دیرپا ہوتے!

نہ دیکھتے کبھی اوروں کی روسیاہی کو
ہم اپنے دل کے لئے کاش آئینہ ہوتے۔

نگاہ جن پہ نہ ٹھہرے یہ ایسے لوگ ہیں کچھ
یہ بے وفا جو نہ ہوتے تو جانے کیا ہوتے

بکھر کے غم کے دھندلکوں میں کھو گئے کلیم
سمٹ کے رہتے ستارے تو دلربا ہوتے

★ شوق ماہری

موگھٹ روڈ۔ کھنڈوہ (ایم پی)

ہر وقت ایک مرحلۂ سخت میں ملے
دیوانۂ بہار سدا گشت میں ملے

طوفاں بے پناہ میں گزری ہے زندگی
کیا لطف ہم کو موجِ سبک دست میں ملے

شہرِ طرب میں یونہی بھٹکتا رہے گا دل،
شاید قرار اس کو کسی دشت میں ملے

جام و سبو کی سمت بڑھا بھی کسی کا ہاتھ
ڈوبے ہوئے سبھی نگہِ مست میں ملے

اے پیکرِ شباب ترے آستاں کی خیر
بھونروں کی طرح ہم بھی کبھی گشت میں ملے

یہ سب ترے عتاب کی ایک یادگار ہیں
جتنے بھی زخم بزم گہِ ہست میں ملے

اے شوق عمر بھر ہمیں آتے رہیں گے یاد
سیرِ شکار کے جو مزے دشت میں ملے

★ بسم اللہ عدیم

ایلی جنیش شیڈ، سنوارہ

برہان پور ۴۵۰۳۳۱

مجھ کو تو یہ فریبِ تمنا دکھائی دے
دنیا ترے بغیر تماشہ دکھائی دے

کس کو بتائیں جا کے زمانے میں اپنا غم،
ہر شخص اپنی آگ میں جلتا دکھائی دے

کل تک جو کہہ رہا تھا اندھیروں کا غم نہ کر
اب وہ بھی روشنی کا لٹیرا دکھائی دے

سولی چڑھائیے اُسے منصور کی طرح
جس کے لبوں پہ سچ کا اجالا دکھائی دے

انسان اپنی زیست کے رنگین خواب سے
روتا دکھائی دے کبھی ہنستا دکھائی دے

ہر دم مہک رہا ہے یہ تیرے خیال سے
دل بھی ترے مکاں کا دریچہ دکھائی دے

دشمن کے پاس مجھ کو ذرا لے چلو عدیم
کچھ تو مری حیات کو رستہ دکھائی دے

اندر سروپ دت ناداںؔ
بی ۳/۲۶۹ - پچھم وہار،
نئی دلی ۶۳ ۱۱۰۰

غزلیں

اور کیا ہے تیری بستی میں پریشانی مجھے
ہر قدم پر ٹوکتی ہے مرگ سامانی مجھے
دو پرندے ایک ہی پتھر سے مارے وقت نے
آگ بستی کو عطا کی، آنکھ کا پانی مجھے
جس کا وعدہ تھا کہ پہنائے گا تاروں کی قبا
جاتے جاتے دے گیا ملبوس عریانی مجھے
آئینہ اور اپنی صورت یہ ہے تیری کائنات
کیا کرے گا منشغل اپنا ہی زندانی مجھے
میں ترا گھوڑا ابنوں اور آگ کو شبنم کہوں
جی نہیں منظور اپنی فاتحہ خوانی مجھے
اک زمانے کی پریشانی ہے میرے سامنے
کب نظر آئی ہے اپنی چاک دامانی مجھے
میرا جیب رہنا بھی لیے ناداںؔ بہت مہنگا پڑا
بخش دی قاتل نے مقتل کی نگہبانی مجھے

شامل مری خطا میں تھی شاید رضا تری
ورنہ ذرا سی بھول کی اتنی بڑی سزا
رشکِ جناں سہی مری منزل کی چاندنی
لیکن وہ دھوپ جس کا تعلق سفر سے تھا
قرباں تری اَنا پہ اے ذوقِ شناوری
دریا کی موج موج تھی پروانۂ قضا
آیا ہوں روند روند کے اک اک حریف کو
ورنہ خوشی سے کس نے مجھے راستہ دیا
تیری طرح وہ دشت بھی مجھ کو عزیز ہے
نکلا ہے جس کے دل سے مرے گھر کا راستہ
اے دشتِ غم کے ساکنو! تم تو مری سنو
مارا ہوا ہوں میں بھی شبِ انتقام کا
ناداںؔ امیرِ شہر کے حربے عجیب تھے
شاید قلندری نے بھرم تیرا رکھ لیا

غزلیں

شفیع اللہ خاں رازؔ اٹاوی
ایس۔ این۔ کالج، کٹرہ
پیڑول خاں۔ اٹاوہ۔ یوپی
۲۰۶۰۰۱

دشتِ ظلمت میں آسرا تو ملے
کوئی جلتا ہوا دیا تو ملے!

زیست کی وسعتیں دکھائی دیں
آدمی کو کھلی فضا تو ملے

گامزن کا رُخ کے مسافر ہوں
کو ہساروں میں راستہ تو ملے

جن پہ نازاں ہے رفعتِ پرواز
ان پرندوں کا کچھ پتہ تو ملے!

سلسلہ ختم ہو خطاؤں کا
ہر خطا کار کو سزا تو ملے

بالیقیں زندگی سنور جائے
بے سہاروں کو آسرا تو ملے

راستے کی صعوبتیں منظور،
رازؔ، منزل کا کچھ پتہ تو ملے

خضر برنی
پندرہ روزہ لہریں
جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

ہم نے تو ساری عمر خطا میں تمام کی
کہنے کو ہے حیات مگر وہ بھی نام کی

مر مر کے جی رہا ہوں یہ عالم تو دیکھئے
تاخیر ہو رہی ہے فقط صبح و شام کی

پینے کے بعد ہوش نہ آئے تمام عمر
خواہش ہے تشنگی کو فقط ایسے جام کی

غم پر نثار ہونے لگی ہیں مسرتیں
مہلت کہاں نصیب ہے دم بھر قیام کی

ساقی کی چشمِ ناز کا یکساں ہے التفات
تخصیص کچھ نہیں ہے خواص و عام کی

اوجؔ اعظمی
خیر آباد۔ اعظم گڈھ (یوپی)

کشیدہ وقت کا خنجر دیکھئے کیا ہو
لہو لہو ابھی منظر ہے دیکھئے کیا ہو
فضائے دہر مکدر ہے دیکھئے کیا ہو
حیات موت کی زد پر ہے دیکھئے کیا ہو
اٹھی ہوئی ہیں نگاہیں کھنچے ہوئے ہیں ہاتھ
خمیدہ شاخِ ثمر ور ہے دیکھئے کیا ہو
گلا تھا دشت و دمن ہی کو ابرباراں سے
سنا ہے تشنہ سمندر ہے دیکھئے کیا ہو
جو چڑھتی دھوپ میں قد سے دو چند ہوتا تھا
وہ سایہ قد کے برابر ہے دیکھئے کیا ہو
ابھی بھرے بھی نہیں زخمہائے قلب و جگر
نگاہِ ناز میں نشتر ہے دیکھئے کیا ہو
دبی دبی ہیں شور شرابے دبی ہیں ہنگامے
سکوں کی سانس بھی دو بھر ہے دیکھئے کیا ہو
خبر ہے گرم کہ اب اہل سر کی خیر نہیں
"ہر ایک ہاتھ میں پتھر ہے دیکھئے کیا ہو"
بدل گئے ہیں نگاہوں کے زاویئے اے اوجؔ
قدم حصار کے باہر ہے دیکھئے کیا ہو!

عید کا دن

مومن خاں
شوق
اشرف ولا ۲۳-۲-۷۲ - ۱۱ تلے پلی
حیدرآباد۔

عید کا دن بہت سہانا ہے
جیسے خوشیوں بھرا خزانا ہے
مسکراتے حسین ہونٹوں پر
عید رمضان کا ترانا ہے
لوگ خوش خوش دکھائی دیتے ہیں
کیف و مستی کا یہ زمانا ہے
اس سے ہوتا ہے یار کا دیدار
چاند کی دید کا بہانا ہے
بھول کر پچھلی ساری باتوں کو
دشمنوں کو گلے لگانا ہے
عید کے دل نواز موقع پر
غمزدوں کو بھی مسکرانا ہے
اس مسرت میں شوق سے مل لیں
آج تو بس خوشی منانا ہے

غزل

تبسم مالیگانوی
۳۱- قریش نگر-
بمبئی

حسنِ طلب کی آگ جلا کر دور کر دیں گیلا پن
کرتا ہے ماحول کو ٹھنڈا ذہنوں کا برفیلا پن
طوفانوں نے موقع پا کر ناؤ الٹ دی ساحل پر
کچھ ملاحوں کی خود غرضی کچھ رسی کا ڈھیلا پن
چاند کا آنچل لہراتا ہے کالی رات کے ڈھلنے پر
صبح کا سورج دکھلاتا ہے فطرت کا چمکیلا پن
لگتا ہے ساری تہذیبیں جیسے ہوں یرقان زدہ
آنکھوں آنکھوں دیکھ رہا ہوں ایک بھیانک پیلا پن
موسم گل کی تنہائی بھی ایک قیامت ہوتی ہے
سناٹے میں ڈس لیتا ہے پھولوں کا شرمیلا پن
دستِ ستم نے کاٹ دیے ہیں پنکھ امیدوں کے سارے
لائے کہاں سے اس کا پنچھی اڑنے میں پھرتیلا پن
قاتل ہے وہ زہر تبسم ٹپکے سانپ کے پھن سے جو
اس سے اور زیادہ مہلک انسان کا زہریلا پن

غزل

غلام نبی ناظر
یاری پورہ
کشمیر

وہی سایہ اندریں سایۂ دیوار ملے … مجھ سے چھٹ جانے کی صورت میں وہ ہر بار ملے
ایک ایک ذرے میں نظروں کے نشاں چمکے ہیں … ایک ایک چوٹی پہ آواز کے آثار ملے
رات کے پردے پہ اب بھی ہیں کچھ اس دن کے نشاں … تارے گنتے ہوئے سورج کے طرفدار ملے
ہیں ہمالہ کے پہاڑوں کا تخالف لکھوں … ابھی اس پار ملے ہیں ابھی اس پار ملے
حسن کو اب کے لکیروں میں مقید کر دو … جال میں اب کوئی لپٹا ہوا طومار ملے
کارواں ایک تھا کرنوں کا رواں صحرا میں … کتنے سائے تھے چھپے بر سرِ بازار ملے
کہنہ اوراق صحائف یہ ہیں سانسوں کے نقوش … غمِ جاناں کے کئی نسخۂ اظہار ملے
ہم نے چاہا تھا کہ خوشیوں سے کنارہ کر لیں … ساتھی طوفاں کے سفینے میں بھی اغیار ملے
آج اس خطے میں کرتے ہیں شراروں کی تلاش … جا بجا ہم کو کئی تنکوں کے انبار ملے
ان کی شہرت کے دریچے سے بھی جھانکا ہم نے … کتنے سودائی سر صاحبِ دستار ملے
اپنی خاموشی کے تاروں سے عجب سُر نکلے
زخمہ ہاتھ آیا ہے ناظر ترے اشعار ملے

گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے ۲۳ مئی ۱۹۸۶ء کو روزہ افطار کی دعوت پر ممتاز افراد اور قونصلوں کے نمائندوں کو مدعو کیا۔ زیر نظر تصویر میں گورنر، مرکزی وزیر مملکت شری خورشید عالم خاں، شری دلیپ کمار، شری قاضی مرگھے، اور دیگر مسلمان مہمانوں کے ہمراہ نظر آرہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان ۲۴ مئی ۱۹۸۶ء کو کوکن تیرے کھول کھاڑی پر ۱۰۰ کروڑ روپے کے خرچ سے تیار کردہ پل کا افتتاح کر رہے ہیں۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ کی اہلیہ شریمتی کسم تائی چوان اور گوا کے وزیر اعلیٰ شری پرتاپ سنگھ رانے، نیز باندھ کام کے وزیر شری ویلاس راؤ دیشمکھ بھی نظر آرہے ہیں۔

پنڈت نہرو کو
خراج عقیدت

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے ۲۷ مئی کو بھارت کے پہلے وزیر اعظم سورگباشی پنڈت جواہر لال نہرو کی ۲۲ ویں برسی کے موقع پر منترالیہ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔
ریاستی کابینہ کے اراکین ممبران اسمبلی، چیف سیکریٹری شری بی۔ جی دیشمکھ، حکومت کے سینئر افسران اور ملازمین نے پنڈت جواہر لال نہرو کی تصویر کے آگے گلاب کی کلیاں نذر کر کے انھیں خراج عقیدت پیش کیا۔

پین ـ روہا ریلوے لائن کا وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے حال ہی میں افتتاح کیا۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ کی اہلیہ شریمتی کسم تائی چوان اور وزیر صحت عامہ شری بھائی ساونت کے علاوہ سینٹرل ریلوے کے جنرل منیجر شری ایس۔ ایس کھنہ اور ریلوے بورڈ کے رکن شری آر۔ کے جین بھی نظر آرہے ہیں۔

نائب صدر ہند شری وینکٹ رامن کا بمبئی ہوائی اڈے پر گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما استقبال کرتے ہوئے۔ اس موقع پر وزیر برائے شہری ترقیات ڈاکٹر وی۔ سبرامنین اور وزیر برائے تعلیم شری رام میگھے بھی نظر آرہے ہیں۔

نیلنگا میں خاندانی بہبود میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے عوض شری وی۔ کے کلکرنی کی، جوکہ دونوں پیروں سے معذور ہیں، مرکزی وزیر مملکت برائے سائنس و ٹیکنولوجی شری شیواجی راؤ پاٹل "چاکور کر ترغیبی انعام" دے کر عزت افزائی کر رہے ہیں۔

شری سام نوجوا، پریسیڈنٹ ساؤتھ امریکن پیپلز آرگنائزیشن جو ۲۷ مئی ۱۹۸۶ء کو بمبئی تشریف لائے، موصوف کا ایئرپورٹ پر وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے استقبال کر رہے ہیں۔

عبدالمجید سرور
مالیگاؤں اردو ایڈیٹرز اینڈ جرنلسٹس آرگنائزیشن
مالیگاؤں (ضلع ناسک)

★

محترم ریاض احمد خاں صاحب کی سرپرستی اور نگرانی میں ان دنوں آپ جس ڈھنگ سے "قومی راج" کو ترتیب دیتی ہیں وہ بلا شبہ قابل ذکر ہے۔ ہم لوگ اگرچہ اردو والے ہیں مگر اس سے پہلے مہاراشٹرین ہیں۔ ہمارے آبا و اجداد مہاراشٹر کی اسی خاک سے اٹھے اور اسی میں دفن ہو گئے ہمارے لئے یہی بڑا افتخار ہے۔

یہ مہاراشٹر کی عظمت ہے کہ اس نے اردو کو اس کے نہایت نازک دور میں سنبھالا، ترقی دی اور فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔ یہاں کی طرح حکومتیں گذشتہ ۳۸ سال سے اردو کے سلسلے میں روا دار اور وسیع القلب رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مہاراشٹر اردو کا عظیم مرکز ہے۔

قومی راج۔ مہاراشٹر میں اردو کا نشان ہے آپ نے اس نشان کو جس معیار اور اسلوب سے سنوارا ہے اس پر دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔

قومی راج سے سرکاری منصوبوں، پالیسیوں، پروگراموں کی معلومات ہوتی ہے۔ اس طرح اب اس کا ادبی مزاج بھی زیادہ واضح اور نکھرا ہوا ہے۔

شفیع اللہ خان راز اٹاوی (ایم اے)
ایس۔ این کالج، کرہلہ پرول خاں - اٹاوہ (یوپی)۔

★

"قومی راج" برابر باصرہ نواز ہو رہا ہے۔ تازہ شمارہ ۱/ فروری ۱۹۸۶ پیش نگاہ ہے۔ جی خوش ہو گیا۔ سرکاری پروگراموں اور اسکیموں کا آئینہ دار قومی راج ایسا علمی ادبی مجلہ بھی ہے جس کی ادبی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس گروہ بندیوں اور اثر و رسوخ کی بیساکھیوں کے دور میں 'قومی راج' کے دروازے ہر مکتبہ فکر و خیال کے شعرا و ادبا کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر کچھ صفحات کا اضافہ ہو جائے تو رسالہ کی افادیت اور مقبولیت میں بھی مزید اضافہ ہوگا۔

اندر جیت لال
ڈی۔ ۱۴، گل مہر پارک، جرنلسٹس کالونی
نئی دہلی ۱۱۰۰۴۹

★

"قومی راج" برابر مل رہا ہے اور میں اسے باقاعدگی سے پڑھتا ہوں۔ کچھ اس وجہ سے بھی کہ اس میں تعمیری مسائل اور خبروں کو بڑے اہتمام سے شائع کیا جاتا ہے۔

میری عمر بھر یہ شکایت رہی ہے کہ باوجود اس حقیقت کے کہ ہندوستان نے تعمیر و ترقی کی راہیں سائنس کی بدولت ہموار کی ہیں، اردو کی دنیا شعر و نثر، افسانہ و تنقید کے جال میں الجھی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ انحطاط کی علامت ہے نہ کہ تعمیر و ترقی کی۔

آپ کے خصوصی نمبر بڑے خاصے کی چیز ہیں اور میں انھیں ریکارڈ کر رہا ہوں تاکہ بغرض حوالہ ان سے استفادہ کر سکوں۔

خدا آپ کا حوصلہ اور امنگ جوان رکھے اور آپ حتی الامکان قومی راج کو ایک ترقی پسند جریدہ بنائے رکھنے میں کامیاب رہیں۔

رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمایئے
کوپن منی آرڈر پر اپنا پتہ مع پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف لکھیے۔
وی۔ پی۔ نہیں بھیجی جاتی ہے۔

ناشک میں انٹل اپلائنسس یونٹ ، بیرونِ ملک رہنے والے ہندستانیوں کا قائم کردہ ، جہاں ایل ۔ پی ۔ جی سلنڈر بنائے جاتے ہیں ۔

"تاراپور" بمبئی ہوائی اڈے سے محض ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر برقی صنعتی علاقہ ۔

اورنگ آباد میں گریوز لومبارڈینی لمیٹڈ کا لائیٹ وہیٹ ہائی اسپیڈ ڈیزل انجن پروجیکٹ جس کی سالانہ استعداد ۵۲۰۰ نمبر ہے ۔

اورنگ آباد میں دیوگری ٹکسٹائل ملز،
ایم ایس ٹی سی (MSTC) کی ملکیت ہے۔

MSEB
(ایم ایس ای بی) نے ایسے برقی اسٹیشن
ریاست کے ہر ایک صنعتی علاقے میں
قائم کیے ہیں۔

ایم۔ آئی۔ ڈی۔ سی (MIDC)
کی پانی فراہمی کی اسکیمیں ریاست کے تمام
۶۸ ترقی پذیر صنعتی علاقوں میں نمایاں ہیں۔

قومی راج
۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء
10/7/86

قومی راج

ہر ماہ کی ۱۰ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد نمبر ۱۳ ۱۰ ر جولائی سنہ ۱۹۸۶ء شمارہ نمبر ۱۲
سالانہ دس روپے فی شمارہ ایک روپیہ

چیف ایڈیٹر: پرمود مانے ★ مینیجنگ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں
ایڈیٹر: فیروزہ فیض خان ★ سب ایڈیٹر: عبد اللہ

سرورق

مہاراشٹر کے وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے اور وزیر مملکت برائے مالیات، ڈاکٹر شری کانت جچکر ۸۷-۱۹۸۶ء کا بجٹ اسمبلی میں پیش کرنے سے قبل آخری جائزہ لیتے ہوئے۔

ترتیب

صفحہ نمبر

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ۔ بی چوان

عہدے کے اوّل سَو دِن

اکونامک ٹائمز کے خصوصی نامہ نگار ایل۔ کے مٹکر کا

انٹرویو

شری ایس۔ بی۔ چوان، مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ جنھوں نے اس عہدے کو دوسری بار زینت بخشی ہے۔ اور جنھوں نے اس عہدے پر اپنے اول سَو دِن پورے کر لئے ہیں اور اس وقت بڑے ہی فکر مند حالات سے دوچار ہیں جہاں تک کہ ریاست کی تاریخ کے بے مثال قحط کا تعلق ہے۔ اس فکر مندی کی وجہ وہ نادیدنی خشک سالی ہے جس کی کوئی مثال ریاست کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

شری چوان جو ایک قابل منتظم کی حیثیت سے نیک نام ہیں اور کام کو کام کی طرح کرنے اور کرانے میں ماہر ہیں اور جو بحیثیت مرکزی وزیر داخلہ کے اپنی نیک نامی کو قائم رکھے ہوئے ہیں، اب اپنی توجہ متعدد محاذات کی طرف منعطف کرنا چاہتے ہیں جن میں سے پہلا اور سب سے اہم یہ ہے کہ لوگوں کو ایک صاف ستھرا نظم و نسق بہم پہنچائیں۔

وزیر اعلیٰ کو اس بات کا احساس ہے کہ شدت کے ساتھ پھیلی ہوئی رشوت ستانی کے سبب انتظامیہ کی مشنری بے کار ہو چکی ہے۔ اس لئے آئندہ انتظامیہ کو درست کرنے پر وہ زیادہ زور دیں گے اور رشوت خور عناصر کو جڑ سے ختم کرنے پر وہ خاص توجہ دیں گے۔ شری چوان "ڈسک سسٹم" کو جاری کرنے پر زیادہ توجہ دیں گے تاکہ تاخیر کرنے والے کل پرزے باقی نہ رہیں۔ وزیر اعلیٰ کی یہ خواہش ہے کہ لوگوں کی خدمت کرنے والی انتظامیہ جس کا نقطۂ نظر عام آدمی کی بہبودی ہے کسی کاغذ پر تین اشخاص سے زیادہ کی دستخطیں نہ ہوں۔ دو دستخطیں ان لوگوں کی جنھوں نے وہ کاغذات دیکھے اور تیسری دستخط اس افسر کی جو فیصلہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔

شری چوان انتظامیہ میں لامرکزیت کے حامی ہیں۔ چونکہ ان کا نقطۂ نظر لامرکزیت کو رواج دینے پر ہے اس لئے وزیر اعلیٰ کو یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ منترالیہ میں، جو ریاستی سیکریٹریٹ ہے، اس کی گزرگاہوں میں لوگوں کا ہجوم کیوں رہا کرتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں لوگ اب دونوں سیکریٹریٹ میں بہ نسبت ماضی کے کم تعداد میں دکھائی دیتے ہیں۔ لوگ منترالیہ یا ماضی میں کسی کام سے آیا کرتے تھے جس پر تحصیل دار بھی توجہ دے سکتے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ نچلی سطح کے افسران کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جا چکا ہے اور اس سلسلہ میں اگر ان سے کوئی جائز غلطی سرزد ہو گی تو انھیں اس غلطی پر معاف کر دیا جائے گا۔ اس لحاظ سے انھوں نے زور دے کر کہا کہ تاخیر اور رشوت ستانی ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی۔

شری چوان نے فرمایا کہ ماضی میں جو کچھ ہوا تھا، اس کی روشنی میں جائزہ لینے پر کہنا چاہتے ہیں کہ وہ کام جو اب تک باقی رہ گئے ہیں انھیں جلد از

جلد ختم کر دیں۔ جن امور پر فیصلہ کرنا باقی ہے اُن کی ایک فہرست بنائی جائے اور جن امور کو فوقیت دینی ہے۔ ان کو فیصلہ کے لئے اولیت دیں تاکہ عام آدمی کو وسیع پیمانے پر راحت ملے۔

اس بات کا اندازہ چلا ہے کہ مہاراشٹر کے بُرے دن جس کی وجہ مہاراشٹر کی ان دیکھی خشک سالی تھی، ختم ہونے کے قریب ہے۔ اس کی وجہ سے متعدد تکلیفیں جو پیش آئی تھیں۔ ان سے قطع نظر اصل مسئلہ جو سوکھا کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ پینے کے پانی کی زبردست کمی ہے، جو مہاراشٹر کے دیہاتوں کے بعض حصوں میں رونما ہوئی تھی۔ پانی کے سوتے جو قحط زدہ مقامات پر دیکھنے میں آئے، بہت نیچے جا چکے تھے۔ اگر بارش اچھی اور کافی مقدار میں نہ ہوئی تو زمین کے نیچے پانی کی سطح بلند نہ ہوئی تو سوکھے سے متاثر ہزاروں دیہاتوں کے لئے راحت پہنچانے کا کام کرنا ہوگا۔ پانی کی قلت کو دُور کرنے میں تھوڑا وقت اور لگے گا۔ اس موسم میں بارش اچھی ہونے کی امید ہے۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ اس سال کی شدید خشک سالی اور پانی کی قلت جس سے ہزاروں گاؤں کو سخت پریشانی پیش آئی اس پر حکومت کی سب سے زیادہ توجہ ہے، جس کی وجہ سے بعض ضروری مسئلے ملتوی رکھنے پڑے ہیں۔ چنانچہ اُن مسئلوں پر دوبارہ توجہ مبذول کی جاسکے گی۔ شری چوان نے فرمایا کہ مختصر میعادی کارروائیاں حکومت کی طرف سے کی جارہی ہیں جن کی بنا پر عارضی طور پر پانی بہم رسانی کی اسکیمیں، پوری تندہی کے ساتھ جاری کی گئی ہیں۔ ان اسکیموں کے ذریعے سوکھا سے متاثر علاقوں میں مزدوروں کو لگایا گیا ہے، جنھیں اس طرح سے عارضی کام دیا جانا بھی ضروری تھا۔ ریاستی حکومت ایک طویل میعادی اسکیم پر توجہ دے رہی ہے تاکہ پینے کے پانی کی بار بار پیش آنے والی تکلیف کا مستقل علاج کیا جاسکے یہ طویل میعادی اقدامات جن کا وزیر اعلیٰ نے ذکر کیا ہے، پانی کے قحط سے متاثر علاقوں میں فوقیت دئے جانے والے مسائل کے طور پر انجام دئے جا رہے ہیں کیونکہ بڑے اور اوسط درجے کی آبپاشی کی اسکیمیں ایسی ہیں جنہیں موجودہ حالات میں بعد کے لئے اٹھا رکھنا ممکن نہیں ہے۔

شری چوان نے فرمایا کہ پانی کی قلت سے متاثر علاقوں کو دوسرے تمام امور پر فوقیت دی جارہی ہے، تاکہ ان علاقوں میں بسنے والے لوگوں کو پینے کا پانی جلد از جلد اور یقینی طور پر مل سکے گا۔ ایک اہم پالیسی کے روپ میں حکومت مہاراشٹر نے آبپاشی کے پروجیکٹ اور موسمی آبپاشی کے پروجیکٹ کا آغاز کر دیا ہے اور حکومت ان کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ دیہاتوں تک پانی پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ "اس کے باوجود ہمیں یہ بات ماننی پڑے گی کہ ہمارا یہ اقدام صرف ایک محدود علاقہ کی خدمت کر سکے گا۔ موجودہ دور کا تقاضہ ہے کہ ہمیں پودکاری

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان، سیاسی جماعتوں کے نمائندوں، مزدور اداروں کے نمائندوں، صنعت کاروں، سماجی اداروں کے نمائندوں اور صحافیوں وغیرہ سے ایک میٹنگ میں خطاب فرماتے ہوئے۔ تصویر میں دیکھے جاسکتے ہیں (بائیں سے دائیں) شری ولاس راؤ دیشمکھ، وزیر محصول۔ شری شنکر راؤ جگتاپ، اسپیکر برائے اسمبلی۔ شری شرد پوار، حزب مخالف کے لیڈر اور شری سوشیل کمار شندے، وزیر مالیات۔

ناشک ضلع کے سنّر تعلقہ میں واقع پانگھری مقام پر وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے راحت رسانی کے کام کا معائنہ فرمایا۔ شریمتی سونیا گاندھی اور وزیر اعلیٰ شری ایس بی۔ چوان بھی آپ کے ہمراہ دیکھے جا سکتے ہیں۔

کے موجودہ طور طریقوں کو بدلنا ہوگا۔" اب یہ زرعی سائنسدانوں اور تحقیقی کام کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی تجویز پیش کریں جو فصلوں کے لئے سوکھا۔ روک ثابت ہوں۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ انھوں نے مرکزی حکومت پر زور ڈالا ہے کہ وہ ریاستوں کو ایڈوانس دینے کے طریقوں اور ذریعوں کے فارمولوں میں ترمیم کرے جسے ۱۹۸۲ء میں بنایا گیا تھا تاکہ ریاستیں خشک سالی اور قلت جیسی آفات کا مقابلہ کر سکیں۔ کیونکہ ۱۹۸۲ء کے بعد تمام اشیاء کے دام بڑھ چکے ہیں۔

شری چوان نے فرمایا کہ دائمی آبپاشی کے کاموں کے فائدے صرف ایک چھوٹے علاقے تک محدود رہتے ہیں۔ اگر آبپاشی کے طریقے کو دوسرے طریقے سے عمل میں لایا جائے اور اسے موسمی طریقے سے جوڑ دیا جائے تو سوکھا سے متاثر علاقوں کے کسانوں کو سال بھر میں ایک فصل کے حاصل کرنے کی امید ہو سکے گی۔ مناسب منصوبہ بندی کے ذریعے موسمی آبپاشی مہاراشٹر میں کاشت کئے گئے علاقوں کو ڈھائی گنا زیادہ فائدہ پہنچا سکے گی۔ بالخصوص ان علاقوں کو جو سوکھا سے متاثر ہوا کرتے ہیں۔ اگر "لفٹ" آبپاشی اور "فلو" آبپاشی کو بہتر انداز پر بنایا جائے تو سوکھا سے متاثر علاقوں کو اور کسانوں کو بہتر طور پر فائدہ پہنچایا جا سکے گا اور بروے اور ڈانڈیکر کمیشنوں کی رپورٹ اس باب میں کسانوں کے لئے روشنی کا مینارہ ثابت ہوگی۔ یہاں تک کی شکر کی فیکٹریوں کے لئے جو پانی دینے کا طریقہ اب تک جاری ہے اسے صرف آٹھ مہینے کے لئے کیا جا سکے گا اور سال بھر پانی دینے کے طریقے سے نجات مل جائے گی۔ شکر کی فیکٹریاں اپنی ضرورتوں کو کنوئیں کے ذریعے پانی حاصل کرکے آبپاشی کا کام انجام دے سکیں گے۔

شری چوان نے فرمایا کہ مہاراشٹر کو مرکز کی طرف سے ۷۰ کروڑ روپے مل چکے ہیں۔ مرکزی حکومت کے مدد دینے کے طریقوں کے بموجب یہ امداد ممکن ہے کہ ۱۵۰ کروڑ روپے تک جا پہنچے سوکھا سے متاثر علاقوں کو سال بہ سال جو مسلسل سرمایہ دیا جاتا ہے

وجہ سے سوکھا کی شدت گھٹتی جا رہی ہے اور سوکھا کی زبردست
نے کے باوجود فصلوں کی پیداوار بارانی علاقوں میں گھٹ
ے گی۔ مہاراشٹر میں غذائی اناج کی پیداوار ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے
م میں ۹۵ لاکھ ٹن تک حاصل ہونے کا اندازہ ہے۔ کل ہند سطح پر
پیداوار کی کیفیت مذکورہ سال میں قابل دید ہوگی۔

گذشتہ ۲۵ سال کے دوران یعنی اس وقت سے جب ۱۹۶۰ء
یاست مہاراشٹر وجود میں آئی، اس ریاست کی کامیابیوں کو
تے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اچھی منصوبہ بندی کی بدولت
نے اپنی پرانی حالت کو قائم رکھنے کی طرف رواں دواں ہے اور
میدانوں میں بالخصوص صنعت کاری میں اپنی اولیت کو باقی
ں کامیابی حاصل کرنے والی ہے۔ ریاست کی جشن سیمیں کے موقع
۱۹۸۶ء میں منائی گئی اور تمام امور پر غور کرنے سے اندازہ ہوا کہ
شٹر کی معاشیاتی حالت، خوشگوار منظر پیش کرتی رہے گی۔
نے اس بات سے انکار کیا کہ حکومتِ مہاراشٹر کی پالیسی صنعتوں
ے میں سخت گیر رہی ہے جس کی وجہ سے سرمایہ دوسری سمتوں
ہو رہا ہے۔ شری چوان نے کہا کہ صنعتوں کو رعایتیں عطا کرنے
رہ دیا گیا ہے اس کے متعلق شری چوان نے فرمایا کہ بمبئی شہر
ود میں صنعتوں کے قیام پر روک لگا دی گئی ہے لیکن نئی سرمایہ
ے لئے شہر کے حدود کے قریب تھانے، ناسک، رائے گڑھ اور
رنے والی نئی صنعتوں کو مہاراشٹر کے پسماندہ علاقوں میں جگہ دی جاتی
ہے۔ صنعت اور زراعت دونوں بے روک ٹوک قائم
اجازت ہے اور وہاں نئی صنعتیں قائم ہو رہی ہیں۔ اس طور

پر صنعتوں کی نشو و نما خوش آیند ہے اور ساتویں پنجسالہ منصوبہ کی میعاد
کے دوران اس کا معاشیات پر اچھا اثر پڑنے کے امکانات ہیں
انھوں نے فرمایا کہ نئے کارخانہ داروں کو مہاراشٹر کے ان علاقوں
میں کارخانوں کے قیام کے لیے مناسب ترغیبات دی جا رہی ہیں۔

ریاست کی شاندار ضمانتِ روزگار اسکیم کے بارے میں شری
چوان نے فرمایا کہ مذکورہ اسکیم پر عمل درآمد اور کارپردازوں کو ادائیگی
کے سلسلہ میں دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے تا کہ بے قاعدگی
دور کی جا سکے۔ کارپردازوں کو ادائیگی کرنے کے لئے اکاؤنٹنٹس
مقرر کئے جا چکے ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ کپاس کی اجارہ دارانہ حصول
کی اسکیم جو گذشتہ دو دہوں سے جاری ہے۔ اس سے کسانوں کو مارکیٹ
پر دباؤ ڈالنے والوں کے شکنجے سے نجات دلائی جا چکی ہے۔ چنانچہ
اس سال مہاراشٹر میں کپاس اگانے والوں نے کپاس کی جو مقدار حاصل
کی وہ ۳۰ لاکھ گانٹھوں سے تجاوز کر گئی ہے۔ اگر ریاستی حکومت کو مرکزی
حکومت کی طرف سے ابتدائی مرحلوں میں اجازت مل گئی ہوتی اور انھیں
کپاس کی زیادہ مقدار کو برآمد کرنے کا موقع دیا گیا ہوتا تو کپاس کی
گانٹھوں کو مہاراشٹر میں جمع رکھنے کا مسئلہ بڑی حد تک کم ہو گیا ہوتا۔
مرکز نے اب کپاس کارپوریشن آف انڈیا کو مہاراشٹر سے چار لاکھ کی
کپاس گانٹھیں خریدنے کی اجازت دی ہے اور اس نے ایک لچکدار
طریقہ اختیار کرنے کی اجازت بھی مہاراشٹر کو مرحمت فرمائی ہے جس کے
تحت کپاس برآمد کرنے کی اجازت پائیدار بنیاد پر دی ہے۔

شری چوان نے فرمایا کہ بمبئی سبربن الیکٹرک سپلائی لمیٹڈ
(باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر)

مہاراشٹر کرناٹک سرحدی تنازعہ کے سلسلہ میں شری ایس ایم جوشی، چیرمین برائے سمیوکتہ، مہاراشٹر سیما سمیتی نے حال ہی میں وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان سے آپ کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔

مہاراشٹر اسمبلی میں پیش کردہ، سنہ ۸۷-۱۹۸۶ء کا اضافی بجٹ

شری سوشیل کمار شندے
ریاستی وزیر مالیات

کھانا پکانے کی گیس، اور مٹی کا تیل اضافہ سے مستثنیٰ

ریاستی وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے نے ۱۶ جون ۱۹۸۶ء کو ریاستی لیجس لیٹو اسمبلی میں موجودہ مالیاتی سال (۸۷-۱۹۸۶ء) کے لئے حکومتِ مہاراشٹر کا مجموعی ۳۴۱،۶۳ کروڑ روپے خسارہ کا بجٹ پیش کیا اور ۱۷،۶ کروڑ روپے مزید ٹیکس لگانے کا اعلان کیا۔
شری شندے نے ارکانِ ایوان کو بتایا کہ وہ اس اضافی بجٹ کے ذریعے ہائی اسپیڈ ڈیزل کی شرح ٹیکس کو ۱۰ فیصد سے بڑھا کر ۱۲ فیصد اور پٹرول کی

ریاستی بجٹ برائے ۸۷-۱۹۸۶ء ایک نظر میں

	آمدنی	اخراجات	خسارہ
محصول کھاتہ	۴۴۴۹،۷۸	۴۶۰۶،۹۹	۱۵۷،۲۱ —
سرمایہ	۱۶۰۴،۶۱	۱۵۳۵،۷۲	۰۶۸،۸۹ +
جملہ	۶۰۵۴،۳۹	۶۱۴۲،۷۱	۸۸،۳۲ —
بقایا منصوبے	—	۷۲،۴۸	۷۲،۴۸ —
غیر منصوبہ جاتی وعدے	—	۱۸۰،۸۳	۱۸۰،۸۳ —
میزان کل	۶۰۵۴،۳۹	۶۳۹۶،۰۲	۳۴۱،۶۳ —

شرح ٹیکس کو ۱۲ فیصد سے بڑھاکر ۱۵ فیصد کرنا چاہتے ہیں۔ شری شندے نے بتایا کہ ڈیزل و پٹرول کی شرح ٹیکس میں ان اضافوں سے ریاستی حکومت کے خزانہ میں ۲۵ کروڑ روپے کی زائد آمدنی ہوگی۔ پٹرول و ڈیزل کی بڑھائی گئی شرح ٹیکس پر ۱۷ جون ۱۹۸۶ء سے عمل درآمد شروع ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس بجٹ میں پٹرول اور ڈیزل کے علاوہ دیگر پٹرولیم مصنوعات کی شرح ٹیکس میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ لیکن گھریلو استعمال میں آنے والی ایل پی جی گیس اور گھاسلیٹ کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

شری شندے نے ریاست میں لاٹری ٹکٹوں کی فروخت پر ۱۰ فیصد ٹیکس عائد کرنے کی بھی تجویز پیش کی ہے۔ بجٹ میں فروخت کی جانے والی سیمنٹ پر ٹیکس کی شرح آٹھ فیصد سے بڑھاکر ۱۰ فیصد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔

جہاں اوپر مذکور چند ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ ہوا ہے، وہیں دوسری طرف چند اشیاء کی شرح ٹیکس میں کمی کی گئی ہے۔ مثلاً المونیم کے برتن، سائیکل، گھاسلیٹ، اسٹو، اسپورٹس کے سامان، موسیقی کے آلات، کھلونے اور بچوں کے استعمال میں آنے والی پلاسٹک کی چیزوں کے ٹیکس کو گھٹا دیا ہے۔

شری شندے نے پروفیشنل ٹیکس، ایمپلائمنٹ ایکٹ کے مہاراشٹر سیلز ٹیکس کے تحت افراد کے مختلف طبقات کے لئے ٹیکسوں کی شرح میں نظر ثانی کا بھی اعلان کیا۔ جس کے ذریعے پورے سال میں دو کروڑ روپے کی آمدنی ہوگی۔ شری شندے نے سالانہ بارہ لاکھ روپے سے زائد کا کاروبار کرنے والے بمبئی سیلز ٹیکس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ بیوپاریوں پر سوا فیصد لیوی عائد کرنے کا بھی اعلان کیا۔

شری شندے نے بتایا کہ اضافی بجٹ میں مجموعی خسارہ ۲۴۲ء۶۳ کروڑ روپے کا ہے۔ بہرحال بعض ٹیکسوں کی شرح کو بڑھاکر چند نئے ٹیکس لگاکر اور بعض دیگر ٹیکسوں کو سدھارنے اور اقتصادی بچت کے بعد یہ خسارہ ۱۴۰ء۹۹ کروڑ روپے تک رہ جاتا ہے۔

وزیر مالیات نے مختلف ٹیکسوں کی جو تجاویز پیش کی ہیں ان کے ذریعے پورے سال میں ۱۷۶ کروڑ روپے کی زائد آمدنی ہوگی۔ فی الحال موجودہ مالیاتی سال کے جتنے مہینے باقی ہیں ان میں ۱۱۶ کروڑ روپے کی زائد آمدنی ہوگی۔

وزیر مالیات نے پورے مالیاتی سال میں بمبئی سیلز ٹیکس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ شدہ ڈیلروں پر نئے ٹیکس لگاکر ۱۴۰ کروڑ روپے اور موجودہ مالیاتی سال کے باقی ماندہ ۹ مہینوں میں ۹۳ کروڑ روپے کی مزید آمدنی کی تجویز پیش کی ہے۔

وزیر مالیات نے ایوان سے کہا کہ سماج کے مخصوص طبقات کو دی جانے والی رعایتوں کے نتیجہ میں سرکاری خزانہ پر ۴ کروڑ ۵۷ لاکھ روپے کا بوجھ پڑے گا۔

ان رعایتوں میں ایسی گاڑیوں کو 'مستثنیٰ' قرار دیا گیا ہے جنہیں جانور کھینچتے ہیں۔ المونیم کے برتن پر ۶ کی بجائے ۴ فیصد ٹیکس کی شرح اس لئے کی گئی ہے کہ اس کا عام طور پر استعمال سماج کا معاشی طور پر کمزور طبقہ استعمال کرتا ہے۔ مٹی کے تیل والے اسٹوو اور کھیل کود کے سامان پر شرح ٹیکس آٹھ فیصد کر دی گئی ہے۔

موسیقی کے آلات پر بھی موجودہ شرح ٹیکس ۱۰ فیصد کو گھٹاکر ۴ فیصد کیا گیا ہے۔

صابو دانہ، پوہا کو ٹیکس سے 'مستثنیٰ' قرار دیا گیا ہے۔ عینک پر سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ کرنے کی موجودہ حد ۷۵ روپے سے بڑھاکر ۱۰۰ روپے کر دی گئی ہے۔ کھلونوں اور طلباء کے استعمال میں آنے والی پلاسٹک کی اشیاء پر ٹیکس کی شرح میں کمی کرکے اسے ۸ فیصد کر دیا گیا ہے۔ بائیسکلوں پر اب ٹیکس کی شرح ۶ فیصد کی بجائے ۴ فیصد ہوگی۔ اسی طرح برف پر مچھیروں کی راحت کے لئے، شرح ٹیکس کو ۱۵ فیصد سے گھٹاکر ۶ فیصد کر دیا گیا ہے۔

وزیر مالیات نے یہ بھی کہا کہ الیکٹرونک صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے وہ ریاست میں تیار کئے جانے والے مخصوص الیکٹرونک

ٹیکس انکوائری کمیٹی کا قیام

حکومت مہاراشٹر جلد ہی ٹیکس انکوائری کمیٹی قائم کرے گی جو ریاست کے محاصل سے متعلق مسائل کی چھان بین کرے گی۔ وزیر مالیات شری سشیل کمار شندے نے ۱۶ جون ۱۹۸۶ء کو لیجسلیٹو اسمبلی میں اعلان کیا۔ ۱۹۸۶ء-۸۷ کا اضافی ریاستی بجٹ پیش کرتے ہوئے شری شندے نے کہا کہ کمیٹی ریاستی ضروریات اور محاصل کے درمیان توازن، عام فہم ٹیکس قوانین اور ٹیکس وصولی کے اخراجات کم کرنے سے متعلق سفارشات پیش کرے گی۔

صحافیوں کیلئے پنشن اسکیم

حکومت مہاراشٹر ریاست میں ورکنگ جرنلسٹوں کے لئے جلد ہی ایک پنشن اسکیم کا منصوبہ تیار کرے گی۔ جدوجہد آزادی کے دوران اور آزادی کے بعد ہندوستانی پریس اور صحافی کی خدمات کو قابل ستائش قرار دیتے ہوئے شری شندے نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ ریاستی حکومت یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ سبکدوشی کے بعد صحافیوں کے دن بڑی مشکلوں سے کٹتے ہیں، پنشن اسکیم تیار کر رہی ہے۔

سالانوں پر شرح ٹیکس کو ۴ فیصد سے گھٹا کر ۲ فیصد کرنا چاہتے ہیں۔

مانع حمل اشیا سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ

وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے نے اعلان کیا کہ ریاست مانع حمل کے زمرہ میں آنے والی تمام اشیاء و ادویات کو سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ یہ اعلان انھوں نے ۱۶ جون کو بجٹ پیش کرتے ہوئے کیا۔ اس ریاست کا مقصد خاندانی منصوبہ بندی پروگرام کو فروغ دینا اور اسے اپنانے والوں کو ہر ممکن سہولت فراہم کرنا ہے۔

شری شندے نے اعلان کیا کہ ٹیکسوں کی شرح میں مذکورہ تمام رعایتوں کا نفاذ یکم جولائی سے ہوگا۔

دھاراوی جھونپڑپٹی سُدھار

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کی صد سالہ کانگریس جشن کے موقع پر بمبئی کی رہائش گاہوں اور گندہ بستیوں کے سُدھار کے لئے عطا کردہ ۱۰۰ کروڑ روپے کے تحفہ کو اس مقصد کے لئے بطور جاری فنڈ استعمال کیا جائے گا۔

وزیر مالیات نے مہاراشٹر اسمبلی میں بتایا کہ دھاراوی گندہ بستیوں کے سُدھار کے لئے ۸۰ کروڑ روپے کی اسکیم حکومت کے زیر غور ہے۔ نیز متبادل جگہوں کے اہل جھونپڑا باسیوں کو جگہوں کی فراہمی اور ایسی گندہ بستیوں کو شہری سہولتوں کی فراہمی کے لئے حکومت نے ۱۵ کروڑ روپے کی بھی ایک مد رکھی ہے۔ اس کے علاوہ اس اسکیم میں پرانی بلڈنگوں کی از سر نو تعمیر بھی شامل ہے۔

مالیات کے وزیر مملکت شری سری کانت جچکر نے کونسل میں بجٹ پیش کیا۔

سالانہ پلان برائے ۸۷-۱۹۸۶ء

سالانہ پلان برائے ۸۷-۱۹۸۶ء کے اخراجات کا تخمینہ اس سے پہلے ۲۱۰۰/- کروڑ روپیہ لگایا گیا تھا۔ بعد میں ہر ضلع کے ڈسٹرکٹ پلاننگ اینڈ ڈیولپمنٹ کونسل کے نمائندوں سے بحث و مباحثہ کیا گیا اور ہر سیکٹر/تحتی سیکٹر کے خرچ و مصارف کو اسی کے مطابق مقرر کیا گیا۔ ان مباحثوں کی بنیاد پر سیکٹروں کے مصارف میں بعض تبدیلیاں کی گئیں اور سالانہ پلان کی سائز کو بڑھا کر ۲۱۱۰/- کروڑ روپیہ کیا گیا۔

ملحق نمبر I سالانہ پلان برائے ۸۷-۱۹۸۶ء میں نظر ثانی کرنے کے بعد سیکٹروں کے لئے مقرر کئے گئے خرچ کا تخمینہ بتلاتا ہے۔ ملحق نمبر II بڑے سیکٹروں کے لئے تجویز کردہ خرچ کا تخمینہ بتلاتا ہے اور مقرر کئے گئے نشانات کی نشاندہی کرتا ہے نیز ان پروگراموں کی نشاندہی بھی کرتا ہے جو سالانہ پلان برائے ۸۷-۱۹۸۶ء میں شامل ہیں۔ زراعت، دیہی ترقی، آبپاشی اور بجلی پاور کی ترقی، یہ سب ہر سیکٹر کے لئے پلان کے "دل" ہیں۔ ۸۷-۱۹۸۶ء کے سالانہ پلان میں، کل خرچ کا ۵۹٪ ان سیکٹروں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ان پروگراموں کے لئے جو بنیادی سروس انجام دیتے ہیں جیسے پینے کا پانی بہم پہنچانا، صحت اور ہاؤسنگ، ان کے لئے کافی انتظام کر دیا گیا ہے۔

سالانہ پلان برائے ۸۷-۱۹۸۶ء میں کل خرچ میں سے ——— (۱۹،۶۹٪) ان پروگراموں پر خرچ کے لئے رکھا گیا ہے جو ۸۶-۱۹۸۵ء کے سالانہ پلان میں خرچ کے لئے رکھی گئی رقم ۱۷،۸۲٪ سے زیادہ ہی ہے۔

ذیل میں دئے گئے گوشواروں سے مختلف سیکٹروں میں مجوزہ تخمینہ اور مجموعی تخمینہ کا فی صد اور سالانہ منصوبہ کی تقسیم بلحاظ سیکٹر بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے:

قومی راج۔

ملحق I

جس میں سالانہ منصوبہ برائے ۸۷-۱۹۸۶ بلحاظ سیکٹر پیش کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر تخمینہ مجموعی تخمینے کا کتنا فی صد ہے۔

(رقم لاکھ روپیوں میں)

نمبر شمار	ترقیاتی سیکٹر	مجوزہ تخمینہ ۸۷-۱۹۸۶ء	مجموعی تخمینے کا فی صد
۱۔	زرعی اور متعلقہ خدمات	۱,۴۲,۸۲٫۴۱	۶٫۷۷
۲۔	دیہی ترقیات	۱,۹۹,۳۲٫۰۳	۹٫۴۵
۳۔	آبپاشی اور سیلاب پر کنٹرول	۴,۲۶,۲۷٫۸۱	۲۰٫۲۰
۴۔	پاور	۴,۷۱,۵۴٫۰۰	۲۲٫۳۵
۵۔	صنعت اور کان کنی	۷۱,۹۹٫۱۵	۳٫۴۱
۶۔	نقل وحمل اور خبر رسانی	۱,۳۷,۳۹٫۶۵	۶٫۵۱
۷۔	سائنس، ٹکنالوجی اور ماحولیات	۱,۶۵٫۰۰	۰٫۰۸
۸۔	عام معاشیاتی خدمات	۲,۲۵٫۲۵	۰٫۱۱
۹۔	سماجی اور بستی کے لوگوں کی خدمات	۷۱,۱۵٫۴۳	۳٫۳۷
۱۰۔	صحت	۷۰,۳۶٫۵۰	۳٫۳۳
۱۱۔	پانی کی فراہمی، مکانات اور شہری ترقیات	۳,۷۸,۰۸٫۴۹	۱۷٫۹۲
۱۲۔	اطلاعات و تشہیر	۱,۴۵٫۰۰	۰٫۰۷
۱۳۔	درج فہرست جاتیوں، درج فہرست قبائل اور دیگر پسماندہ جاتیوں کی بہبودی	۲۲,۵۶٫۵۹	۱٫۰۷
۱۴	مزدور اور ان کی فلاح و بہبود	۱۱,۰۲٫۹۲	۰٫۵۲
۱۵۔	غذائیت	۶,۲۴٫۷۷	۰٫۳۰
۱۶۔	عام خدمات	۲۱,۶۵٫۰۰	۱٫۰۳
۱۷۔	وردھا منصوبہ	۱,۹۵٫۰۰	۰٫۰۹
۱۸۔	بمبئی کی ترقی	۸,۲۵٫۰۰	۰٫۳۹
۱۹۔	اضلاع کی واضح ضرورت	۶۴,۰۰٫۰۰	۳٫۰۳
	کل	۲۱,۱۰,۰۰٫۰۰	۱۰۰٫۰۰

ملحق II

گوشوارہ جس میں ۸۷-۱۹۸۶ء کے سالانہ پلان میں بڑے سیکٹروں کے خرچ کا تخمینہ بتلایا گیا ہے اور طبعی نشانات بھی

نمبر شمار	سیکٹر	تخمینہ (کروڑ روپے میں)	نشانہ
I	(زرعی اور اس سے متعلق خدمات)	۱۴۲ ، ۸۲	
	(۱) اناج کی پیداوار		۱۱۸ ، ۴۰ لاکھ ٹن
	(۲) تجارتی فصلیں		۱۶ ، ۶۵ " "
	(۳) بڑی مقدار میں پیداوار کی قسمیں		۶۰ ، ۶۷ لاکھ ہیکٹر
	(۴) مچھلیوں کا حصول		۲۱ ، ۴ لاکھ ٹن (مجموعی طور پر)
	(۵) سماجی جنگل بانی (جلد اگنے والے پودے)		۲۲،۰۰۰ ہیکٹر
II	دیہی ترقی	۱۹۹ ، ۳۲	
	(۱) آئی۔آر۔ڈی۔پی مستفید ہونے والے		۲،۳۹،۰۰
	(۲) این۔آر۔ای۔پی روزگار مہیا کرنے والے		۲،۲۱،۰۰ لاکھ مزدوری (ایام کار)
III	آبپاشی اور سیلاب پر کنٹرول	۴۲۶ ، ۲۸	
	(۱) بڑے اور درمیانی		۷۰،۰۰۰ ہیکٹر اضافی آبپاشی کے امکانات
	(۲) چھوٹے پیمانہ پر آبپاشی (ریاستی سیکٹر اور مقامی سیکٹر)		۲۴،۰۰۰ ہیکٹر اضافی آبپاشی کے امکانات
	(۳) سی اے ڈی اے		۷۰،۰۰۰ ہیکٹر رقبہ کا احاطہ کرنا ہے فیلڈ چینل کے تحت ۸۰،۰۰۰ رقبہ کو مسطح کرنا ہے۔
IV	پاور کی پیداوار	۴۷۱ ، ۵۴	
	(۱) ہائیڈرو		۱۵۴ ، ۶ میگاواٹ کی کل اضافی تولید
	(۲) ایم ایس ای بی		(i) ۵۰۰ گاؤں کی برقیاتی (ii) ۶۰،۰۰۰ پمپوں کو بجلی کی فراہمی

			(iii) ترسیلات کے خطوط (الف) ۶۶ کلو والٹ اور مزید ۱۳۹۴ اسی کے ٹی کلومیٹر ۱۰۷۵ ایم وی اے (ب) ۳۳ کلو والٹ اور مزید ۳۰۰ سی کے ٹی کلومیٹر ۱۰۰ ایم وی اے
V	نقل وحمل اور ترسیل (الف) ریاستی شاہراہیں (ب) بڑے ضلعی راستے (ج) دوسرے ضلع راستے (د) گاؤں کے راستے	۴۰ ء ۶ ۱۳۷	۱۹۳۵۶ کلومیٹر (مجموعی طور پر) ۲۶۱۲۰ کلومیٹر (مجموعی طور پر) ۲۷۸۰۰ کلومیٹر (مجموعی طور پر) ۳۰۶۴۰ کلومیٹر (مجموعی طور پر)
VI	آب رسانی، مکانات وشہری ترقیات (۱) شہر آب رسانی (i) آب رسانی میں اضافہ (ii) فیض یاب ہونے والی آبادی (۲) دیہی آب رسانی (i) پائپوں کے ذریعے آب رسانی (الف) فیض یاب ہونے والے گاؤں (ب) فیض یاب ہونے والی آبادی (ii) ٹیوب ویل (الف) فیض یاب ہونے والے گاؤں (ب) فیض یاب ہونے والی آبادی (۳) مکانات (i) دیہی مکانات دیہی بے زمین مزدوروں کے لیے مکانات وتعمیرات کے لیے گنجائش (ii) شہری مکانات معاشی طور پر کمزور طبقات کیلئے مکانات	۰۸ ء ۶ ۳۷۸	۶۶ ایم ایل ڈی ۷۰ر۴ لاکھ . ۱۰۸۷ ۰۲ر۱۹ لاکھ ۲۵۰۰ ۵۰ر۱۲ لاکھ ۱۸۰۰۰ مکانات ۷۵۰۰ رہائشی یونٹیس

ملحق III

سالانہ منصوبے کی تقسیم بلحاظ سیکٹر

علاقوں کے غیر مساوی ترقی کو ختم کرنے کیلئے سالانہ منصوبہ برائے ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں بلحاظ سیکٹر تقسیم یوں ہوگی۔

نمبر شمار	سیکٹر کا نام	منظور شدہ تخمینہ (رقم کروڑ روپے میں)
۱۔	راستے	۲۵.۵۳
۲۔	آبپاشی (بشمول چھوٹی آبپاشی)	۵۶.۰۰
۳۔	دیہاتوں کو برقیانا	۳۰.۰۰
۴۔	عام تعلیم	۲۰.۰۰
۵۔	ٹیکنیکل تعلیم ــــ	
	(الف) ٹیکنیکل تعلیم	۷.۰۰
	(ب) مزدور اور بہبودیٔ مزدور (انڈسٹریل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ)	۶.۰۰
۶۔	صحت سے متعلق خدمات	۳۱.۰۰
۷۔	پانی کی فراہمی ــــ	
	(الف) دیہاتوں میں پانی کی فراہمی	۱۸.۰۰
	(ب) شہروں میں پانی کی فراہمی	۳۲.۰۰
۸۔	ترقیات اراضی اور زرعی زمین کا تحفظ ــــ	
	(الف) زراعتی زمین اور پانی کا تحفظ	۱۵.۰۰
	(ب) کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ پروگرام	۱۰.۰۰
۹۔	بیطاری خدمات	۱.۴۷
	جملہ	۲۵۰.۰۰

بجٹ ماضی اور مستقبل کی روشنی میں

ڈاکٹر سری کانت جیچکر
وزیر مملکت برائے جنرل ایڈمنسٹریشن
اطلاعات و رابطۂ عامہ، مالیات و میزبانی

بجٹ کے اصول کو سیاسی معاشیات کے ذرائع علم انسانی کے مطابق ترقی دی جاتی ہے۔ ارسطو نے سیاسی معاشیات پر اپنے بحث و مباحثہ کے دوران معاشیات اور سیاسی معاشیات کے مابین فرق کی تشریح کی ہے۔ اس کے بقول معاشیات نام ہے گھر کے انتظام و انصرام کا۔ تاہم لفظ سیاسی معاشیات کو یوروپ میں مطالعات کے دوران بڑھاوا ملا۔ اگر بزرگ خاندان گھریلو معاشیات کو منظم کرتا ہے تو سربراہِ ریاست بھی اپنے شہریوں کے معاش کو منظم کرتا ہے۔ اس لحاظ سے سیاسی معاشیات کو شہریوں کے مفاد میں ایسی پالیسیوں کے روپ میں ڈھالا جاتا ہے جنھیں سربراہِ ریاست کے ہاتھوں بڑھاوا دینا مقصود ہوتا ہے۔

ہندوستان میں کوتِلیا نے بھی بادشاہ کے لئے قاعدے بنائے تاکہ ریاست کی آمدنی میں باقاعدگی آئے اور خزانے میں خرچ اخراجات کا پورا پورا حساب رہے۔ کوتِلیا نے خزانے کے حسابات کے بعض اقسام کی جانچ کا طریقہ بھی پیش کیا ہے۔ دفترِ خزانہ میں نقد رقموں کا باقاعدگی کے ساتھ حساب لگایا جانا چاہیئے۔ کوتلیا کے بعض قاعدوں پر آج بھی عمل ہو رہا ہے البتہ اس عمل برادری میں، اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں اب اصطلاحات اور نقروں میں، زیادہ نفاست لائی جا چکی ہے۔

بادشاہ کو ریاستی کاموں کے لئے پیسوں کی ضرورت پیش آئی۔ اس بنا پر بادشاہ نے ان مدوں پر جن میں شہریوں سے رقوم کی وصولی کا ذکر تھا منظور کر لیا۔ اس لئے ٹیکس لگانے سے پہلے، لوگوں کی آمدنی میں اضافہ کیا جانا ضروری ٹھہرا۔ معاشیاتی اصول کے مطابق اضافہ کرنا، سیاسی معاشیات کا اصل و الاصول ہے۔ جنگ کے زمانے میں خود بادشاہ کاغذی نوٹ جاری کرتے ہیں تاکہ جنگی ضروریات اور سرگرمیوں کو مالی رسد برابر ملتی رہے۔ آج اس طرح کی مدد کو خسارہ پر مبنی سرمایہ کاری کہتے ہیں۔ ہندوستان میں برطانوی حکومت نے دوسری عالمی جنگ کے اخراجات کی تکمیل کے لئے نوٹ جاری کئے تھے۔

انقلابِ فرانس اُس ملک کے شہریوں میں بعض پرانی روایات کو تبدیل کرنے کی خواہش کا نتیجہ تھا۔ وہاں کی سیاسی جمہوریت، لوگوں کے لئے ایسے اقتدار کی تمنائی تھی جو اس ملک کے لئے مناسب قاعدے بنا سکتی۔ اس سے پہلے وہاں تمام قاعدوں کی تشکیل 'شخصِ واحد' کے خیالات اور تصورات کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ اب اُس ملک کا تصور سماج کے عقل و شعور کے مطابق ہے۔ ریاستی پالیسی اب رائے عامہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہے کیونکہ وہ جمہور کے خیالات کی عکاسی کرتی ہے اُس ملک کے جمہوری خیالات کو بنانے ڈھالنے والے "میکانک" وہ لوگ ہیں جو انتخابات میں چنے جاتے ہیں اور لوگوں کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ اور اسمبلیاں وہ ادارے ہیں جن میں اس طرح چنے گئے نمائندے جمہوری خیالات کے مطابق قوانین وضع کرتے ہیں۔

ریاست کی پالیسیوں کو عمل میں لانے کے لئے رقوم کی ضرورت ہوتی ہی ہے۔ بجٹ سے متعلق امور کو انجام دینے والی مشینری ہی وہ ادارے

جو جمہوری عقل و دانش کے نقطۂ نظر کے مطابق پالیسی بناتی ہے۔ لفظ "بجٹ" قدیم فرانسیسی زبان کے لفظ "بوجٹ" (Bougette) سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ایک "چھوٹی تھیلی"۔ اگر نمائندوں کی تھیلیاں رقموں سے بھری ہوئی نہ ہوں تو وہ لوگوں کے لئے بنائی گئی پالیسیوں پر خرچ ہونے والی رقمیں کہاں سے لائیں گے۔ تھیلیوں کے لئے آمدنیوں کے ذرائع اور پروگراموں پر انہیں خرچ کرنے کے لئے مناسب طور پر تقسیم کرنے کی کوشش، بجٹ کے ذریعے کی جاتی ہے۔ امریکہ میں ریاستی حکومتیں ان مدوں کے نیچے جو کاروباری نوعیت رکھتی ہیں، لکیریں لگادی جاتی ہیں تاکہ خط کشیدہ ہونے کے سبب وہ نمایاں رہیں۔ ان باڈیوں کے لئے چنے گئے نمائندے روشن خیال ہوتے ہیں جو خود اپنے ذاتی کاروبار کا تجربہ رکھتے ہیں۔ انہیں یہ گمان بھی ہوتا ہے کہ چنے گئے نمائندے کہیں بے پروائی کے ساتھ پیسے خرچ نہ کر ڈالیں اس لئے وہ یہ بات اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ چنے گئے نمائندے کسی معاملے میں خرچ ہونے والی رقم کا تخمینہ خود بتلائیں تب کہیں کوئی ٹیکس لگانے کی منظوری دی جاتی ہے تاکہ مجوزہ اخراجات پورے کئے جاسکیں۔ کبھی کبھی اس کے برعکس بھی معاملہ ہوتا ہے۔ تب ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے اور اس رقم کی حد میں رہ کر خرچ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے جو ٹیکس کے ذریعے متوقع ہوتی ہے۔

اس کاروباری قسم کے طریقے کی وجہ سے سماجی محاسبہ کا آغاز ہوا۔ آمدنی اور خرچ کا محاسبہ کیا جانا ضروری ہے تاکہ ریاستی امور کو انجام دینے کے لئے دی گئی رقموں کے خرچ کئے جانے کی بابت عقلاً اور افادتاً معلومات حاصل ہوں۔ اسی طریقۂ محاسبت کی شکل دستوری طور پر قائم کردہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے جو ریاست کے ذریعے خرچ کی گئی جمہوری فنڈس کے حسابات کی جانچ پڑتال کرتی ہے۔ اس کام اور خرچ کو انجام دینے والے ادارے کے سکریٹری کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے روبرو حاضر ہو کر ادارے سے متعلق بجٹ سے انحراف کی وضاحت کرنی پڑتی ہے۔ اس سے پہلے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے روبرو حاضر ہونے کا مطلب یہ لیا جاتا تھا کہ محکمہ مذکورہ نااہل ہے۔ اس لئے جب پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے روبرو حاضر ہونے کی صورت پیش آتی تھی تو سکریٹری اپنے عملے کے لوگوں کی سرزنش کیا کرتا تھا۔

"میکانکوں" کا قیام

مغرب میں سرکاری بجٹ سے متعلق اداروں میں اضافہ اس کشمکش کا نتیجہ ہے جو اقتدار حاصل کرنے کے لئے قانون بنانے والوں، لیجسلیچر اور قانون پر عملدرآمد کرانے والوں (Executives) کے درمیان رہا کرتی تھی۔ جاگیردارانہ نظام کے زوال کے بعد بادشاہوں اور شہزادوں کے لئے ضروری ہوا کہ وہ اپنی مہموں کے لئے رقمیں حاصل کرنے کی خاطر قرض حاصل کرنے کی بجائے ٹیکس لگا کر رقمیں حاصل کریں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ٹیکس ادا کرنے والوں نے مطالبہ کیا کہ ان سے مشورے لئے جائیں۔ صدیوں تک برطانوی پارلیمنٹ اس بات سے گویا مطمئن رہی کہ وہ ان رقموں پر پابندی لگائے یا محدود کردے جو رقمیں کہ حکمران ٹیکس کی شکل میں لگاتے تھے اس کے بعد اسے اس رقم کے خرچ کرنے میں کوئی روک ٹوک نہیں کی جاتی تھی یعنی خرچ کرنے کے بارے میں وہ اپنی مرضی کا مختار تھا۔ صرف ۱۷ویں صدی کے اس نزاع و مناقشہ کے بعد جو پارلیمنٹ اور حکمران کے درمیان پیش آیا تھا اور جس کا انجام ۱۶۸۹ء کا انقلاب تھا اور جس کے مطابق "حقوق کے بارے میں مسودۂ قوانین" پیش کیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ کے حکمران کے خرچ پر بھی کنٹرول حاصل کیا۔ اس نزاع کے ختم ہونے کے بعد یہ روایت فروغ پاتی گئی کہ جس مد میں جتنی رقم مختص کی گئی ہے اسی کے مطابق اس مد سے خرچ بھی ہونا چاہئے اور اگر کسی دوسری مد سے کچھ رقم صرف میں لائی گئی ہو تو خاص مقاصد کے لئے ہی ایسا کیا جانا چاہئے۔

سیاسی معاشیات جو معاشی اصول کے تحت ہوا کرتی ہیں گذشتہ ایک سو برس کی مدت میں کافی تبدیلیوں سے دوچار ہو چکی ہیں۔ ۱۸۴۶ء میں "فری ٹریڈ تھیوری" آزاد تجارتی اصول کو بڑھاوا ملا۔ جس زمانے میں "کارن لاز" (اناج کے قوانین) کو لارڈ پیل نے منسوخ کیا جو اس زمانے میں وزیراعظم تھے۔ "آزاد تجارتی اصول" کے سبب ٹیکس بہت کم لگائے گئے تاکہ ریاست میں نظم و ضبط بخوبی قائم رہے۔ پھر کئی سرمایہ دارانہ پالیسیوں پر عمل کرنے والی ریاستیں باقاعدہ طور پر کم ہوتی گئیں۔ مانچسٹر چیمبر آف کامرس نے ۱۸۸۰ء میں ایک تجویز منظور کی کہ آزادانہ تجارت کے اصول کو یورپ کے تمام ملکوں اور امریکہ میں بھی ترک کیا جارہا ہے، آزادانہ تجارت کے اصول کو اس بنا پر ترک کیا گیا کہ معاشیات کے معاملے میں رفتہ رفتہ کمی ہوتی جارہی تھی۔ خوشحالی کے بعد کمی پیدا ہونے لگی اور پیداوار کے اضافہ نے سیاست دانوں کے دماغ کو کافی حد تک پریشان کیا۔ کارل مارکس نے اس بات میں صاف گوئی سے کام لیا اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ پیداوار کی بہتات جس پر سرمایہ دارانہ طریقے کے مطابق عمل کیا جارہا تھا وہی اس بحران کا اصلی سبب ہے۔
ریاست کو یہ بات معلوم ہوئی کہ خوشحالی جو پیش آئی اس کی وجہ

جنگوں کے زمانہ میں پیداوار کی بہتات تھی۔ چھوٹی چھوٹی مدتوں میں جنگ کے بعد وہ کارخانے جن میں جنگی ہتھیار تیار کئے جاتے تھے اور ان میں کام کرنے والوں کی کمی کی بنا پر بے روزگاری پیدا ہوئی۔ فرانسیسی ماہرین اقتصادیات گائڈ اینڈ ریسٹ نے اس باہمی تعلق کی اس بات کو نوٹ کیا کہ جنگوں میں ہونے والے خرچ اخراجات کا ایک دوسرے سے تعلق ہے جس کا اثر معاشیات پر پڑا۔ اس بنا پر ریاستوں نے یہ پالیسی اختیار کی کہ بجٹ کے ایک معینہ ٹکڑے کو دفاع کے محکمے پر تقسیم کیا جائے۔ فوج کو ایک مقررہ تعداد میں قائم رکھنے کا تصور اور محکمۂ دفاع کو ایک باقاعدہ تعداد میں برقرار رکھنا اور جنگی سامانوں کی تیاری کی پالیسی کو مشرق وسطیٰ کے بجٹ میں مبتلا، گزشتہ صدی کی خصوصیات رہی ہیں۔ بجٹ میں مستقل فوج کے لئے رقموں کا معین کرنا یوروپ کے تمام ملکوں کے قومی بجٹ کی نمایاں خصوصیت بن چکی ہے۔

کینیسیائی بجٹ

پہلی عالمی جنگ کے بعد بجٹ کی پالیسی میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لارڈ کینیس منظر پر آئے۔ لارڈ کینیس نے شکست کھائے ہوئے ملک سے تاوانِ جنگ کی رقم عاید کرنے کی پالیسی کو چیلنج کیا۔ لارڈ کینیس نے کہا کہ تاوان جنگ وصول کرنے کی پالیسی نقصان رساں ہوگی۔ یہ بات بہت سے دوسرے لوگوں کو، جو حکومت میں تھے، ناگوار گذری۔ لارڈ کینیس نے استعفیٰ دے دیا۔ ان کی کتاب "صلح کے معاشی نتائج"، جو ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی، اس نزاع کی وضاحت کرتی ہے۔ تاوان جنگ وصول کرنے کی بجائے، ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی مدد کریں تاکہ وہ اپنی معاشیات کو پھر سے منظم اور درست کرلیں۔ کینیس کی معقولیت پسندی اس وقت رد کردی گئی تھی پھر بھی دوسری عالمی جنگ کے بعد فتح یاب ملکوں نے اس پالیسی کی تصدیق کی۔ "مارشل ایڈ" اس کی گواہ ہے۔

اسی کتاب میں کینیس نے بطور تنبیہ کے کہا تھا کہ اگر ہم نے کرنسی کی قوتِ خرید کی حفاظت نہیں کی تو ملک انقلابی ہیئت سے دوچار ہوگا۔ انھوں نے لینن کے نقطۂ نظر کو بھی دہرایا تھا جس نے صاف طور سے کہا تھا کہ کرنسی کی بے اعتدالی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ یہ حوالہ کینیسیائی معاشی اصول کے نقطۂ نظر کے ساتھ اور بجٹ پالیسی پر پڑنے والے اس کے مفہوم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

وہ زبردست سرد بازاری جو ۱۹۲۹ء میں واقع ہوئی تھی بجٹ کی تاریخ میں نقطۂ انقلاب تھی۔ پہلے متوازن بجٹ کا اصول کارفرما تھا اور اب غیر متوازن بجٹ کا اصول جاری ہے۔ وہ کینیسیائی اصول، جو معاشیات میں کسی قدر سرد بازاری پر غالب آنے کے لئے تجویز کیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ کفایت شعارانہ تکنک نے لے لی ہے تاکہ ریاست اپنے بجٹ کے ذریعے جن سرگرمیوں کو فروغ دے ان میں کفایت شعاری ملحوظ رکھے۔

مالیات کو گھٹانا، ٹیکس لگانا، پبلک لون (قرضہ جات) جاری کرنا بعض ایسی نئی تیکنکیں جو کینیسیائی اصول کے مطابق خسارے کے بجٹ پر غالب آنے کے لئے اختیار کی جاسکتی ہیں۔

سود کی شرحیں ایسی ہوں جو لگائے گئے کفایتی سرمایہ کے ذریعے اچھی پیداوار کے متعلق اطمینان بخش ہوں۔ کینیسیائی معاشیات کے جاننے والوں کے مشوروں کی بدولت بہت سی دوسری تکنیکیں باقاعدہ طور پر فروغ پا چکی ہیں جن کو اختیار کرکے سرد بازاری اور خسارے سے رہائی مل سکتی ہے۔

کینیس نے خسارے پر غالب آنے کے طریقے بھی بتلائے ہیں۔ ایک طریقہ خفیف سا افراطِ زر ہے جسے کینیس نے خسارے پر غالب آنے کے لئے تجویز کیا۔ کینیسیائی اصول کا بحران اب واضح ہے۔ کینیسیائی ماہرینِ اقتصادیات افراطِ زر کے جاری رہنے کے سبب اب ناکامی سے دوچار ہیں۔

امریکہ کے پروفیسر بل نے ایک کتاب "اقتصادی امور کا بحران" مُدوّن کی ہے جس میں دنیا بھر کے تیرہ بڑے بڑے ماہرین اقتصادیات نے کینیسیائی اصول کے ذریعے ناکامی کا اظہار کیا ہے۔ بجٹ میں پیش کردہ مصارف کے بارے میں ریاست کی پالیسی پر مغربی ملکوں میں ماہرینِ اقتصادیات کی طرف سے کافی اعتراضات کئے گئے ہیں۔

ایسا ہی مباحثہ پہلے پنج سالہ پلان کے دوران ہندوستان میں دیکھنے میں آتا تھا۔ معاشیات کے ماہرین کی رائیں مختلف تھیں اور وہ کینیسیا میکانزم کے متعلق پلان کے اخراجات کے لئے مالیات مہیا کرنے کے امکانات پر الگ الگ رائیں رکھتے تھے۔ پھر بھی ہندوستان میں پنج سالہ پلان کا طور طریقہ یہ تھا کہ پیداواری نشانوں پر عمل متحدہ ہو اگرچہ بالآخر حیثیت سے بجٹ خسارے ہی کا کیوں نہ ہو۔ کینیسیائی اقتصادیات نے اشیاء کی پیداوار میں نشانات کی سطح میں اضافہ کی سفارش نہیں کی تھی۔

کینیس غیر پیداواری سرگرمیوں پر خرچ کرنے کے مؤید تھے۔ اس لئے کینیسیائی اقتصادیات نے خرباتی توسیع کو اختیار کیا کیونکہ جنگی اسلحہ پر خرچ غیر پیداواری ہوتا ہے۔ تاہم پلاننگ کے طریقۂ کار نے خرچ کو پیداواری امور کے ساتھ جوڑ دیا۔ اشیاء کی اضافی پیداوار نے، ریاستی بجٹ میں تقسیم کردہ رقموں کی مدد کے ذریعے، ہندوستانی پنج سالہ پلان میں ایک نئی

راہ کھول دی۔

بجٹ میں اس اختراع کو اب بجٹ کے حجم کا ایک جز دبنا دیا گیا ہے اب ہمارے پاس بجٹ موجودہ اخراجات کے لئے اور بجٹ میں اصل سرمایہ کاری کی شکل میں حاضر ہے۔ ان دونوں کو باہم ملا دیا گیا ہے۔ پلاننگ میں لگایا گیا سرمایہ اصل بجٹ میں شامل ہے۔ تاہم اس طریقہ کی وجہ سے موجودہ بجٹ میں اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ سالانہ بجٹ میں تبلائی گئی رقوں کو ریاست کے محکموں میں تقسیم کرنے کا کام عملے کے لوگ انجام دیتے ہیں۔ حالیہ اخراجات کو مناسب طور پر بڑھا دیا گیا ہے تاکہ منصوبوں میں ذکر کردہ ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا جا سکے۔

قیمتیں اور بجٹ

بجٹ میں مذکور اخراجات آخر میں اُن قیمتوں کے روپ میں ہوا کرتے ہیں۔ جو چیزوں پر خرچ کیے گئے تھے اور جو ملازمین کی تنخواہوں کی شکل میں ادا کیے گئے تھے۔ اگر تنخواہ پر ادا کی گئی رقم کم ہوگی تو خریدی گئی اشیا پر زیادہ ہوگی۔ خرچ کردہ یہ رقمیں ایک دوسرے کے برعکس بھی ہو سکتی ہیں۔ آخر میں اس بات کا امکان ہے کہ بجٹ کو دونوں سیکٹروں میں بعض مسئلوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ہو سکتا ہے کہ پیداوار کی قیمت بڑھ جائے اور تنخواہ بھی بڑھائی جائے اس لئے بجٹ ہر سال بڑھ بھی سکتا ہے کیونکہ قیمتوں کی شرح بڑھتی جاتی ہے۔ اگر قیمتوں کی سطح لگاتار گھٹنے لگے تو معاشیات کے جاننے والے سمجھ جاتے ہیں کہ قیمتیں گھٹ جائیں گی۔ اسے ہم معاشیات میں پلٹا کھانا کہتے ہیں۔ افراطِ زر بُری چیز ہے اور پلٹا کھانا بھی بُری چیز ہے۔ اقتصادیات میں اسے "گرمگو کی حالت" کہتے ہیں۔ ماہرینِ اقتصادیات کو صرف یہ کرنا ہے کہ وہ اس تخالف کو دور کر دیں۔ بجٹ سے متعلق پالیسی، جسے پلاننگ کے دوران مربوط کر لیا گیا تھا۔ قیمتوں کے رجحان کے نقطۂ نظر کے مطابق اس کا گہرا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر پلاننگ کا مقصد یہ ہے کہ اشیا اور سروسیز کی بہم رسانی میں اضافہ ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتوں کی سطح گرنے لگے گی۔ پلاننگ کا مقصد بہم رسانی میں اضافہ کرنا ہے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے بہم رسانی میں اضافہ ہوا تھا اور قیمتوں کی سطح گراوٹ کی طرف مائل تھی۔ تاہم ماہرینِ معاشیات نے حکومت پر تنقید کی اور ریاست کو مجبور کیا کہ وہ معاشیات کے بعض سیکٹروں میں قیمتوں کے گرنے پر روک لگائیں۔

اگر فارم کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے تو قیمتیں گریں گی۔ اسی طرح صنعتی اشیا کی پیداوار بڑھے گی تو قیمتیں گر جائیں گی۔ ملازمتوں کے میدان میں بھی ایسا ہی منظر پیش آئے گا۔

اگر گریجویٹوں کی تعداد بڑھے گی اور وہ زیادہ تعداد میں دستیاب ہوں گے تو ان کا باہمی مقابلہ ان کی آمدنی کو گھٹا دے گا اور تنخواہ کم ملنے لگے گی۔ اسی طرح انجینئر اور ڈاکٹر بھی زیادہ تعداد میں ملنے لگیں گے اور تعلیم کے حصول کے لئے انھیں زیادہ سہولتیں ملنے لگیں گی اور اس بنا پر ان کی آمدنی اور تنخواہ کی سطح نیچے آ جائے گی۔

بایں ہمہ ماہرینِ اقتصادیات کے نظریہ کے مطابق، ایسے رجحان کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ معاشیات کے ماہروں نے ریاست کو مشورہ دیا ہے کہ قیمتوں کی سطح پر روک لگائی جائے۔ پیداوار بھلے بڑھے لیکن قیمتیں نہ گرنی چاہئیں۔

اقتصادیات میں یہ انداز، بجٹ پر دُگنا بوجھ ڈالتا ہے پیداوار کی سرگرمیوں کو نیز سروسیز کو بڑھا دینے کے لئے کہ اُسے کفایت کے ساتھ فنڈس لگانے پڑتے ہیں۔ اُسے قیمتوں کے گرنے سے روکنے کے لئے بھی بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔ زرعی پیداواروں پر بھی ضمانت دی ہوئی قیمت ادا کرنے کے لئے ریاست کو ناگفتہ بہ رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔

ایسی ہی ناگفتہ بہ صورت حال صنعتی سیکٹر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے مالِ تجارت کے جو سیکٹر ہیں ان میں بھی مال کی پیداوار (یعنی رسد) زیادہ ہے اور طلب کم۔ ان تجارتی اشیار کی قیمت کی سطح کا گرنا بڑے ناموافق حالات پیدا کر دے گا جن کا اثر خاص طور سے تنخواہ دار ملازمین پر پڑے گا۔ ان مزدوروں کا یہ عام مطالبہ ہے کہ صنعتوں کا انتظام ریاست اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اگر ان صنعتوں کا انتظام ریاست اپنے ہاتھ میں لے گی تو پھر بھی منڈی میں پیداوار بڑھے گی اور مارکیٹ میں ان اشیار کی قیمت ایسے حالات پیدا کر دے گی جن سے مارکیٹ میں ان چیزوں کی قیمت گر جائے گی۔

اس لئے بجٹ سے متعلق پالیسی کو متخالف حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ بجٹ کو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ اپنے کیپٹل اخراجات کے ذریعے معاشی حالات کو ترقی دے۔ حکومت کی اصل سرمایہ کاری کی بدولت اشیار اور سروسیز کے بھاؤ بڑھ جائے گا۔ خیال یہ ہے کہ افراطِ زر کے سبب بڑھی ہوئی قیمتوں کو کنٹرول کیا جائے اور اس طرح کہ سامانوں اور سروسیز کی سپلائی بڑھا دی جائے۔ تقریباً تیس ۳۰ برس کے بعد ہم نے ایسی سطح حاصل کی ہے جس سے بعض تجارتی اشیار بازار میں مقابلتاً دستیاب ہیں قیمتوں کے گرنے کا میلان ایسی سرمایہ کاری کا نتیجہ ہے جو سرمایہ کاری ریاستی

اور قومی سطح پر پلاننگ کی وساطت سے کی گئی تھی۔ اب بجٹ کو امدادی رقموں، گارنٹی شدہ قیمتوں وغیرہ کا بوجھ اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اگر اس صورتِ حال کا کوئی حل نہیں ہے تو بجٹ پر مزید ٹیکسوں کا بوجھ پڑے گا۔ وہ تجارتی اشیاء اور مزدور، جن کا استعمال ریاست میں ان کے بجٹ کے ذریعے ہوا ہے، ان کی قیمتوں کے نقطۂ نظر کی وجہ سے یا مقابلہ کرنے والے بن جاتے ہیں یا اجارہ داری کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔

شری راجیو گاندھی ہمارے معاشیاتی پلاننگ میں برابر کے حل کی تلاش کر رہے ہیں۔ روسی یونین، چین اور دوسرے کمیونسٹ ملکوں میں معاشی اصلاحات نے بالخصوص قیمت بازار کے نقطۂ نظر سے پلاننگ کی حدبندیوں کا تجزیہ کیا ہے اس لئے معاشی اصول کی چھان بین کر رہے ہیں جو معاشیات کے تمام پہلوؤں میں مقابلہ آزمائی کو فروغ دے سکے۔ اسی قسم کی تلاش، ہندستانی معاشی پلاننگ میں ہندستان کے وزیرِ اعظم کر رہے ہیں جو ممکن ہے کہ معاشیاتی اصول میں نقطۂ انقلاب ثابت ہو۔

معاشیات میں اشیاء کی اجارہ دارانہ قیمتیں، نیز تنخواہوں کا اجارہ دارانہ ڈھانچہ، خود بجٹ پر افراطِ زر کا اثر پیدا کرے گا۔ اگر بجٹ کو افراطِ زر کے "پیرامیٹرول" سے، جو اشیاء کا استعمال کرنے اور مزدور (لیبر) کو کام پر لگاتے ہیں، آزاد رکھنا مقصود ہو تو باہر کے معاشیاتی ماحول کو برابر کا رکھنا ہوگا۔ اشیاء کا وہ بازار، جہاں سے بجٹ اپنے اشیاء کو خریدتا ہے، مقابلے کا ہونا چاہیئے۔ اسی طرح کام کرنے والوں کو بھی مقابلتاً موزوں ہونا چاہیئے۔ کمیونسٹ ملکوں میں معاشیاتی اصلاح اس اصول کے تابع ہے کہ وہ بازار میں مقابلے کے لئے سازگار ہو۔ مقابلے میں سازگار ہونے کا اصول مزدور پر بھی صادق آتا ہے جنہیں کارخانوں اور فارموں میں کام کے لئے رکھا جاتا ہے۔

اب سے سو سال پہلے کے بجٹ اور موجودہ زمانے کے بجٹ پر تبصرہ کرنا، جس میں ہندستان کی معاشی ترقی کے مسائل کی پلاننگ پر خاص توجہ دینی پڑتی ہے، پالیسیوں کی اور تضاد سے بھرے ہوئے تجربات کی کہانی ہوتی ہے، دلچسپی سے خالی نہیں۔ سرمایہ دار ملکوں میں کنیسیائی تجربات پر تبصرہ کیا گیا۔ کمیونسٹ ملکوں میں معاشی اصلاحات کا جھکاؤ معاشی مقابلے کی طرف ہے کیونکہ ان کا مطمحِ نظر منصوبہ بند ترقی اور ان کی منزلِ مقصود سوشلزم ہے۔ ہندستان کے ماہرینِ معاشیات کو ان رجحانات پر غور و فکر کرنی چاہیئے۔ اور بجٹ کو ان تجربات کی روشنی میں جن کا ذکر مختصراً کیا گیا ہے، معاشی ترقی کا ایک آلہ سمجھنا چاہیئے۔

محنت کشوں کا باہمی مقابلہ

بازار قیمتوں کی یکسانیت، ان محنت کشوں کی محنت اور قدرِ قیمت کے مطابق متعین کی جاتی ہے جن کے ذریعے پیداوار مذکور حاصل ہوئی۔ طلب اور رسد کا قانون تمام اشیاء پر عائد ہوتا ہے اور اس میں محنت اور پاور کو شامل کیا جاتا ہے۔ ان سب باتوں کو سمجھنے کے بعد قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ اگر اشیاء کو سستا کرنا ہے تو محنت اور پاور کو بھی اشیاء میں شمار کرنا ہوگا۔ اور تب قیمت مقرر کی جاسکے گی لیکن اس کے ساتھ ایک اور چیز پر نظر رکھنی ہوگی جسے کمپٹیشن یا نرخ میں مقابلہ کہتے ہیں۔ آزاد تجارت کا اصول، کفایت شعاری مقابلہ۔ منڈی میں مقابلۂ نرخ۔ یہ سب اصطلاحات ہم معنیٰ ہیں۔ حیرت ہے کہ وہ ماہرینِ معاشیات جو اصولوں کی تعلیم دیا کرتے ہیں خود مقابلۂ نرخ کے خلاف ہو جاتے ہیں اور بجٹ پر جب معاشیات کے ماہرین نظر ڈالتے ہیں تو وہ مداخلت کرنے والوں کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔

معاشیاتی نقطۂ نظر سے کینیسیائی نسخہ نہ ملازمت کے مسئلہ کو حل کر سکا اور نہ افراطِ زر کی صورت میں قیمتوں کی سطح کو تسلی بخش طور پر متعین کر سکا۔ ملازمت کو تنخواہ دار ملازم کی حیثیت دے گئی ہے جبکہ ذاتی روزگار کرنے والے بھی ایک طرح سے ملازمت ہی کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ماہرینِ معاشیات نے ذاتی روزگار پر سیر حاصل بحث کیوں نہیں کی یہ تو ظاہر ہے کہ ذاتی روزگار اور تنخواہ دار ملازمت میں بہت فرق ہے بلکہ ذاتی روزگار کرنے والا تنخواہ دار ملازمت کرنے والے سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ ذاتی روزگار کرنے والوں کے مقابلے میں تنخواہ دار ملازمین کی تعداد ۱۰٪ ہوگی۔ مسٹر راجیو گاندھی نے پالیسی ساز ماہرینِ اقتصادیات کو بار بار جھنجھوڑا ہے کہ وہ ذاتی روزگار کرنے والوں کی تعداد بڑھانے کے امکانات پر توجہ دیں [illegible] یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مالیاتی پالیسی میں کسی ایک ٹکڑے پر یعنی ملازمت کرنے والوں پر توجہ پوری توجہ دی جائے اور ذاتی روزگار کرنے والوں پر بالکل دھیان نہ دیا جائے ذاتی روزگار میں مشغول لوگوں کی کثیر تعداد کو دیکھتے ہوئے اور ہندستانی جمہوریت میں ان کے سیاسی وزن پر نگاہ ڈالتے ہوئے بجٹ سے متعلق پالیسیوں کو معقولیت پسند بنانا چاہیئے اور ذاتی روزگار کرنے والوں کو کم حقدار سمجھ کر چھوڑ دینا نہیں چاہیئے۔ گذشتہ مردم شماری میں ذاتی روزگار کرنے والوں کی عدد شماری ۱۹۸۰ء میں ہوئی تھی۔ ریاست مہاراشٹر نے اسٹیٹ لیول اکانومک سنسیس اور صنعتی سرگرمیوں میں لگے ہوئے

لوگوں کی آمدنی / خرچ کی تفصیلات شائع کی ہیں۔ اس کے مطالعات کے بعد اس بات پر غور کیا جاسکتا ہے کہ بجٹ سے متعلق پالیسی بنانے والے ذاتی روزگار سے لگے ہوئے لوگوں کو اسٹیٹ پالیسی کے ذریعے کس حد تک مدد دے سکتے ہیں۔ اس طرح مغربی اکانومک تھیوری کی وہ غلطی درست کی جاسکے گی جس کا ارتکاب اس نے ذاتی روزگار کرنے والوں کی معاشی پوزیشن کا تجزیہ نہ کرکے کیا ہے۔

لوگ چاہے تنخواہ دار ملازمت سے لگے ہوئے ہوں یا ذاتی روزگار کر رہے ہوں۔ ان کی محنت کی قدر و قیمت بازار کی قیمتوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے۔ بجٹ اشیاء کو کھا جاتا ہے اور محنت کش کی تنخواہ کو بھی۔ خواہ وہ بجٹ کے موجودہ ٹکڑے میں ہوں، خواہ حصص کی شکل میں۔ اگر اشیاء اور محنت بازار کی معاشیات میں برابر برابر ہوں تو بجٹ میں ان کا بہاؤ برابر ہی ہوگا بجٹ سے متعلق پالیسی بہرحال ایسی ہونی چاہیے کہ ذاتی مفاد کے لئے سماج میں مقابلے کی معاشیات کو فروغ حاصل ہو۔

بیلا پور۔ مانخورد ریلوے پروجیکٹ

بیلا پور۔ مانخورد ریلوے پروجیکٹ، جو ۱۷ کیلو میٹر لمبی نئی ریلوے لائن کی تعمیر سے تعلق رکھتا ہے نئی ممبئی کی ترقی اور اس کے نتیجے میں ممبئی کی بھیڑ بھاڑ میں کمی کے لئے خاص اہمیت کی چیز ہے۔ خوشی اور فخر محسوس ہوتا ہے کہ اس پروجیکٹ پر فوراً ہی کام شروع کردینے کے لیے ریاستی حکومت اس پروجیکٹ پر ہونے والے خرچ کا کچھ حصہ برداشت کرنے پر رضامندی کا اظہار کر چکی ہے۔ حکومتِ ہند ریاستی حکومت کو اور سڈکو کو مذکورہ خرچ کی بھرپائی کے لئے ڈبینچر جاری کرنے کی اجازت عطا کر چکی ہے۔

صفحہ نمبر ۵ سے آگے

عہد کے نئے دن

(بی ایس ای ایس) کو مزید پانچ سال کے لئے کام کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ریاست کو الیکٹریسٹی گرڈ کی مزید ۵۰۰ ایم ڈبلیو پاور دستیاب ہوسکے۔ یہ اجازت صرف پاور کی تقسیم کے سلسلے میں مزید پانچ سال کی مدت کے لئے نہیں دی گئی ہے بلکہ مہاراشٹر میں صنعتوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر زیادہ پاور کے حصول کے لیے حکومت مہاراشٹر کی طرف سے دی گئی ہے اسی لیے بی ایس ای ایس کی زائد پاور پیدا کرنے کی پیش کش کو خوش آئند گردانا گیا ہے۔

رہی بات مہاراشٹر اور کرناٹک کے درمیان حدود کے متعلق تنازع کی تو وزیر اعلیٰ نے کہا کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے صبر کرنے کی ضرورت ہے اور "دو۔ اور۔ لو" کے ذریعہ امید ہے کہ یہ مسئلہ حل ہوسکے گا۔

ز: ھیتا پنڈت

مرُوڈ جنجیرہ، مہاراشٹر

ہندستان میں ۱۹۸۳-۸۴ء میں ۸،۸۰،۰۰۰ سیاح آئے تھے جن میں صرف مہاراشٹر میں آنے والوں کی تعداد ۴،۵۰،۰۰۰ تھی۔ یعنی کُل تعداد کا ۵۴ فیصد، کیونکہ ملک بھر میں تمام سواحل کے مقابلے میں طویل ترین ساحل مہاراشٹر ہی کا ہے، جسے حفاظتی نقطۂ نگاہ سے زحمت کے بھیس میں رحمت کہا جاسکتا ہے۔ پھر یہ ساحلی علاقہ جغرافیائی امور کے لحاظ سے بھی کافی پُرکشش ہے۔ چٹانی زمینوں میں غیر کاشت کردہ فصلیں، دہانوں میں واقع کھاڑیاں، سواحل میں گھرے درز یا شگاف اور خلیجی پناہ گاہیں، کھلے سمندر کا حصّہ، آغاز اور دُور تک پھیلے ہوئے ایسے درختوں کے جنگلات جن کی چھالیں چمڑا رنگنے کے کام آتی ہیں۔ سمندری خوراک کا خزانہ بھی بہت وافر ہے جس سے سال کے آٹھ مہینے مچھلی پکڑنے والے کولی روایتی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں اور جھینی چھانٹنے کے بعد خوبصورت سونے سے آراستہ کولنیں فروخت کرتے ہیں۔

ہر سال سمندر سے دوسو سے زیادہ قسم کی کھانے کے لئے
ل استعمال مچھلیاں حاصل ہوتی ہیں۔ جنھیں شاہراہوں کے ذریعہ
ب ساحلی علاقہ سے دوسرے ساحلی علاقہ تک فوراً ہی ٹرانسپورٹ
دیا جاتا ہے۔ میٹھے پانی کے چشمے، جنگلات سے بھری چٹانی
ھلوان زمین سے اس طرح بہتے رہتے ہیں کہ ساحل سے لگی
ری کھاڑی کا ہر حصّہ ماہی گیروں کی ایک خوش حال بستی اور تجارتی بندرگاہ
منظر پیش کرتا ہے۔ خوش حالی کے ساتھ علاقائی رقابتیں اور باہمی
لڑائے بھی پیش آتے رہتے ہیں

سمندری لڑائیاں اور گھوڑ سوار اور پیادہ جنگ جو جتھوں
، رفت وگذشت نے ساحل پر آباد بستیوں میں مسلسل اُلٹ پلٹ کی
ال تک کہ بعض حالات میں پرانی ثقافت کی جگہ غیر ملکی طور طریقوں
نے لی۔ پھر یہ طور طریقے لوگوں کی زندگی کا اس طور سے جزو بن
گئے کہ گویا یہی ان کے پُرانے طور طریقے تھے۔ یہ صورت حال غالب اور مغلوب دونوں کے ساتھ پیش آئی۔ حملہ آوروں نے قدیم باشندوں ماہی گیروں اور دھان کے کاشتکاروں کی جگہوں پر رہائش اختیار کی۔ قدیم باشندوں پر، ان کی معاشیات پر، ان کی ترقی اور پیش قدمی پر بلکہ ان کے قوانین پر بھی اثر ڈالا۔ بعض اوقات اس کا نتیجہ تباہ کُن ثابت ہوا اور بعض اوقات زندگی کے طور طریقوں میں اصلاح کی صورتیں نکل آئیں۔ اگر حکمراں کی روش غلط ہوتی تو اس کے رشتہ دار اور رعایا مل کر اس کی سرکوبی کرتے یا پھر جیسے جیسے زمانہ گزرتا، اصلاح کی صورتیں خود بخود پیدا ہو جاتیں۔ اس جدید زمانے میں، بھارت کی آزادی کے ۳۹ سال گزرنے کے بعد بھی یہ آواز گونج رہی ہے کہ "پیش رفت اور ترقی کے ان چمپئنوں" پر کون ہے جو گرفت کرسکے؟

رمی راج

بمبئی سے جنوب کی طرف جانے والی ریاستی شاہراہ سے ایک سو کیلومیٹر کے فاصلے پر مروڈ جنجیرہ، مہاراشٹر کے ضلع رائے گڑھ میں واقع ہے۔ ویسے بمبئی میں "بھاؤ کے دھکے" سے لانچ کے ذریعے مروڈ جنجیرہ صرف ساٹھ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے لیکن آمدورفت زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں سے کوئی باقاعدہ لانچ سروس کا انتظام نہیں ہے۔ کوکن ریلوے کا منصوبہ جو غالباً بیس برس پہلے شروع کیا گیا تھا، نامکمل رہ گیا اور سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ ریاستی شاہراہیں جن کے ذریعے ساحل سے ہو کر ایک بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک جانے کا کوئی درمیانی راستہ نہیں ہے، ساحلی شاہراہ کا کام دیتی ہیں۔ پھر آخر وہ کون سی چیز ہے جو مروڈ جنجیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی طرف جانے والوں کے لئے باعثِ کشش بنی ہوئی ہے؟

جنجیرہ کی کھاڑی میں راجپوری کھاڑی نہایت خوبصورت خلیج ہے۔ لہردار ڈھلوان پہاڑیاں جو نصف کیلومیٹر کے قریب زمینی خطے پر پھیلی اور عارضی ہریالی سے ڈھکی رہتی ہیں۔ یہاں کے مخصوص پودوں، درختوں اور ساحلی پرندوں اور جانوروں سے مالا مال ہیں۔ وہ پہاڑی خطہ جو ساحل سے پرے ہے اور جہاں کچھ مسطح زمینی قطعات بھی ہیں اس پر موجود ہریالی مختلف قسموں کی ہے جن میں کچھ ایسے پودے بھی ہیں جو صرف برسات میں نظر آتے ہیں یہاں ایسے پودوں کی بہتات ہے جو گرمیوں میں بالکل ناپید ہو جاتے ہیں لیکن بیل کی طرح پھیلنے والے ایسے پودے اور جھاڑیاں سوکھ کر پڑی سی رہتی ہیں جو زمین کی حفاظت اور گرمی کو منعکس کرنے کا کام انجام دیتی ہیں اور بارش کے ہوتے ہی پھر سرسبز و شاداب ہو اٹھتی ہیں۔ یہ جھاڑیاں مختلف قسم کے ننھے پرندوں کے لئے اچھے گھونسلوں کا کام دیتی ہیں۔ چنڈول، چکاوک، سنہری کبوتر جیسے پرندوں کے گھونسلے تقریباً ۱۰ انچی پودوں پر جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ سوکھے پودوں اور زمین پر پھیلی ہوئی بیلوں میں پرورش پانے والے کیڑے مکوڑے ان خوبصورت رنگ برنگے پرندوں کی خوراک کا کام بھی دیتے ہیں اور خرگوش، خارپشت سناہی (یا سیہہ)، نیولا، شغال (گیدڑ) اور کبھی کبھی بارہ سنگھا اور بھونکنے والا ہرن۔ یہاں بڑی چھپکلی اور بعض قسم کے سانپ بھی ہیں لیکن سب سے زیادہ دلکش اور خوبصورت وہ مختلف اقسام کے پرندے ہیں جو اس بستی میں پائے جاتے ہیں اور جو انہیں جھاڑیوں میں اور جنگلات میں اپنی غذا تلاش کرتے ہیں۔ مچھلیوں کا شکار کرنے والے بحری عقاب سمندر اور ساحل پر اڑتے اور مچھلیوں کا شکار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ (کنگ فشر) شاہ پرندے ساحلوں پر مچھلیوں پر جھپٹتے، کھلے کھیتوں کے کنارے کیڑوں کو پکڑتے اور سر کے اوپر ٹیلی فون کے تاروں پر بیٹھے ہوئے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں کنگ فشر (شاہ پرندہ) کا گھونسلہ ساحل کے قریب پہاڑی مٹی کے سرنگ دار سوراخوں میں ہوا کرتا ہے۔ چھوٹا بگلا، بڑا بگلا اور متعدد قسم کے دیگر مچھلی خور پرندے نیز "لم ڈھیک" بھی، جن کے گھونسلے ساحلوں پر ہی ہوتے ہیں۔ کھاڑیوں کے آس پاس فوج در فوج نظر آتے ہیں بحری کچھوے بھی، انڈے بچے دینے کے موسم میں مروڈ جنجیرہ کی ریت پر جابجا بسیرا کرتے ہیں۔ کئی قسم کے خوش آواز پرندے چنڈول، ترمُنہ، بلبل وغیرہ آس پاس کے کھیتوں میں پھدکتے رہتے ہیں اور ساحلوں سے لگے ہوئے مقامات میں اندرون قصبہ یادہ حیل گڑھ جنگلوں کے گھنے حصوں میں دوسرے پرندوں کی ہمسائیگی میں بود و باش رکھتے ہیں۔ سردیوں میں سمندری بگلوں کے پرے کے پرے ــ خاکستری سر والے، سیاہ سر والے اور چھوٹی مچھلی خور سفید بگلے ــ اور ان کے علاوہ سمندری مرغابیوں کے غول کے غول، ہزاروں کی تعداد میں ساحلی سطحوں پر دکھائی دیتے ہیں۔ جب بگلوں کے جھنڈ کے جھنڈ مچھلی والیوں کے ٹوکروں میں سے ــ ٹرالروں میں سے مچھلیاں لے کر جاتے ہوئے۔ مچھلیاں اچکتے ہیں تو وہ نظارہ بڑا عجیب اور فرحت بخش ہوتا ہے۔

تقریباً اڑسٹھ اقسام کی گھاسیں، جڑی بوٹیاں، (بعض ایسی جو دواؤں کے کام آتی ہیں)، سایہ دار درخت، بیلیں۔ مروڈ، جنجیرہ کی ٹیکریوں اور آس پاس کے مقامات پر پائی جاتی ہیں ــ شیکاکائی بھی اس جگہ دستیاب ہے۔

ساحل کے کنارے کنارے سوائے چند مقامات کے جہاں کارآمد چھال والے درختوں کو رہائش گاہیں بنانے کے لئے ختم کیا گیا ہے، ایسے ایسے درخت ہیں جن کی لمبائی اڑتیس فٹ سے کم نہیں۔ ان درختوں کی کارآمد صنعتوں کو اب تک جنجیرہ میں تجربہ کے ذریعے جانچا نہیں گیا ہے پھر بھی ساحل کے کنارے کنارے اونچے درختوں کی ان قطاروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمندر، مچھلیوں کے ساتھ ان کا کوئی فائدہ مند لگاؤ ضرور ہے کیونکہ

ساحلی درخت کھارے پانی سے نشوونما پاتے ہیں برخلاف اندرونی مقامات
کے درختوں کے جو میٹھے پانی سے پھولتے پھلتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ اونچے درخت
طوفانی سمندر میں یا بھرتی کے وقت پانی میں ڈوب جاتے ہیں لیکن پانی
کے اُترتے ہی پھر اپنی جگہ کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مٹی کی کثیر مقدار
جو نرم ہوجاتی ہے ان درختوں کی بدولت بہہ جانے سے رُک جاتی ہے
ان درختوں کی جڑیں زمینی کٹاؤ کو بھی روکتی ہیں ورنہ نہ جانے کتنی زمین
سمندر کی بھرتی اور اُتار کے معمول سے اب تک سمندر کا حصہ بن
چکی ہوتی۔ ان درختوں سے ہوکر اور ٹکراکر اُترتا ہوا پانی کچھ ان درختوں
کی صفتیں، کچھ کیڑے مکوڑوں اور مکھیوں وغیرہ کو سمندر میں بہالے جاتا
ہے جو چھوٹے جھینگوں کے لئے غذا کا کام دیتے ہیں اور یہ چھوٹے جھینگے
سمندر کی بڑی مچھلیوں کی پرورش کا باعث بنتے ہیں۔ مذکورہ درختوں
کی جڑیں گھونگوں، چھوٹی بڑی سیپ اور سیپ مچھلیوں، کیکڑوں وغیرہ کے
لئے چھپنے کی جگہ کا کام بھی دیتے ہیں۔ ان درختوں کی جڑیں بڑے جھینگوں
اور آئسٹر (کستورا مچھلیوں) کی پرورش گاہیں بھی ہیں جو بعض موسموں
میں مقامی ماہی گیروں کی معاش کا ذریعہ بھی ثابت ہوتی ہیں۔ سنگھاڑے
اور اس نوع کی دوسری مچھلیاں کیچڑ دار پانی ہی میں فروغ پاتی ہیں۔ واضح
ہو کہ ان درختوں کے آس پاس کی زمین عموماً کیچڑ والی اور دلدلی ہوتی ہے۔

راجپوری کھاڑی اور دوسرے کئی مقامات پر (اگردانڈا کو چھوڑ کر)
جہاں ان لمبے درختوں تک پہنچنا آسان نہیں ہے، عموماً یہ نظارہ دیکھنے
میں آتا ہے کہ لوگ سنگھاڑوں، جھینگوں، سنگھی جیسی کیچڑیلی مچھلیوں کو ڈوری
سے بندھے ہوئے ٹین کے ڈبوں کو ایک لکڑی سے لٹکائے ہوئے کرتے
ہوئے نظر آتے ہیں پھر گھر جا کر ان مچھلیوں کو جن میں ٹکڑیوں کی گرم راکھ
پھیلا کر ڈال دیتے ہیں اور پھر کچھ دیر بعد انہیں تلتے اور کھاتے ہیں۔

یونیسیف کی ایک رپورٹ کے مطابق، اگر قدرتی مقامی پیداوار کا
استعمال مقامی لوگ کرتے ہیں تو ان چیزوں میں جو قدرتی غذائیت ہوتی ہے
ان سے بعض کوتاہیوں کی تلافی ہوجاتی ہے لیکن جب ان چیزوں کو تجارتی
پیمانے پر اختیار کیا جاتا ہے اور بڑے پیمانے پر غیر مقامی لوگوں میں اس کا استعمال
ہونے لگتا ہے تو ان کی خوبیاں غیر مقامی اثرات سے مل کر اپنی اعلیٰ افادیت
کھو دیتی ہیں۔

حال ہی میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ مروڈ-جنجیرہ کے آس پاس
کے علاقوں میں یعنی ٹھیکھی، راجپوری کھاڑی، اگردانڈا اور راجپوری سے
پرے عادل شاہی مقبروں کے مقام پر پانچ بڑے صنعتی پراجکٹ کے قیام
کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ جن ایجنسیوں نے ان پراجکٹوں کو قائم کرنے کا
منصوبہ بنایا ہے ان کے نام یہ ہیں:-

۱: او۔این۔جی۔سی: سپلائی کرنے کی بنیاد، ٹرمینل، ہاؤسنگ کامپلیکس کے لئے۔
۲: مجگاؤں ڈاکس لمیٹیڈ: بڑے پیمانے پر جہاز سازی یارڈ، فیبریکیٹنگ (تعمیراتی) یونٹ، ٹریننگ کالج، ہاؤسنگ کامپلیکس کے لئے۔
۳: کوسٹ گارڈ بیس۔
۴: ایک پرائیویٹ کمپنی: مختلف اقسام کے جہاز توڑنے کا یارڈ بنانے کے لئے۔
۵: پرائیویٹ پارٹیاں: "آئل رگ" کے اجزا بنانے کے لئے۔

مروڈ۔جنجیرہ بلاشبہ ایک مثالی مقام ہے مکین
ماہی گیروں کے چھوٹے جھونپڑوں، اسکولوں، مندروں، مسجدوں
دو عدد جزائری قلعوں اور ۲۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر بورلائی گاؤں
میں واقع ایک محل اور ایک سائنے گاگ (یہودی عبادت گاہ)،
کے وقوع کی وجہ سے اس کا رومانی اور تاریخی ماضی، دور دراز کلچروں
والے لوگوں کا انوکھا میل ملاپ اور خوش نوا، خوش رنگ پرندوں اور
انوکھے، اہم، کمیاب جانوروں سے بھرا ہوا ہونا، یہ خطہ یعنی مروڈ-جنجیرہ
اس بات کا مستحق ہے کہ یہاں قائم کی جانے والی سرگرمیاں مجوزہ صنعتوں
کی مقابلہ میں زیادہ دلکش اور قدرتی ماحول کو برقرار رکھنے والی ہوں۔
چونکہ یہ خطہ علم معیشت حیوانات کے لحاظ سے مالامال ہے، بہت سے
پرندوں کا سردیوں میں مقام ہجرت ہے اور مختلف قسم کے کچھوؤں کے
انڈے بچے دینے کی جگہ اور جائے پناہ ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ مروڈ
جنجیرہ کو قدرت کے ان بیش بہا خزانوں کے لئے مخصوص رکھا جائے۔
اور ان پر اثرانداز ہونے والی غیر فطری صنعتوں سے اس قدرتی ماحول کو
مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ غالباً اس کا جمالیاتی وقوع اور تیراکی کے
محفوظ سواحل اس بات کے متقاضی ہیں کہ یہاں معمولی پیمانے پر سیاحوں
کے لئے مقام سیاحت اور کھلے کلاس روم والی تعلیمی سرگرمیاں زیادہ
مناسب ہوں گی۔

اگر ہم پنچ گنی، مہابلیشور، ماتھیران، لوناولا، کھنڈالا، پونے اور
ناشک کے حالات کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ مہاراشٹر میں چھٹیاں
گزارنے کے لئے تفریح گاہوں یا صحت گاہوں کی کمی ہے کیونکہ زمین
کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لے لیا گیا ہے اور بیماری صحت گاہیں
ہر ایک کے بس کی نہیں ہیں۔ درحقیقت برسوں پہلے دسمبر ۱۹۸۲ء میں

آنجہانی وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کو لکھا
بھی تھا کہ مہابلیشور، پنچ گنی علاقے میں مزید تعمیرات کی اجازت نہ دی جائے
اس لحاظ سے مزید تعطیلاتی صحت گاہوں کی بیش از بیش ضرورت ہے
شہر کی گہما گہمی سے قدرے سکون کے لئے تفریحاً جا سکیں اور موجودہ
صحت گاہیں زیادہ زیر بار نہ ہوں۔ مروڈ۔ جنجیرہ سے ایک اور اہم کام لیا
جا سکتا ہے جو مالی حیثیت سے فائدہ مند بھی ہو سکتا ہے۔ علاقہ مذکور
کی طرف سمندر سے اور پختہ یا نیم پختہ راستوں کے ذریعے جایا جا سکتا ہے۔
یہاں کے قدرتی مناظر اور زمینی، کوہستانی اور بحری پرندے اور جانور
اسکول اور کالج کے طالب علموں کے لیے اچھا خاصا مطالعہ گاہ ثابت
ہو سکتے ہیں جہاں مہاراشٹر کے مختلف خطوں سے اور بیرون مہاراشٹر
سے بھی طالب علم مطالعوں کے لیے آ سکتے ہیں۔ مروڈ۔ جنجیرہ قدرت
کے مناظر اور پرندوں اور کمیاب جانوروں کی آماجگاہ ہونے کے باعث،
رصدگاہ کے قیام کے لئے بھی موزوں ہے اور ان مقامات کے اردگرد
مسطح کھیت طلبا کے لیے کیمپ کا کام دے سکتے ہیں اور ڈیگھی کے
مقام پر غیر استعمال کردہ کشتیوں سے اتر کر آنے کے پل وغیرہ بھی قدرتی اشجار
جانوروں، پرندوں کے مطالعات میں مفید ہو سکتے ہیں۔ ان امور کے
برخلاف ڈیگھی میں جنجیرہ کے جزائری قلعہ سے صرف ڈیڑھ کیلومیٹر کے فاصلے
پر، مجگاؤں ڈاکس لمیٹڈ نے ایک درخت پوش ٹیکری کو اپنے
حسب حال سائز کے مطابق توڑنے کا کام شروع بھی کر دیا ہے اور
اسے مسطح کرنے اور ساحل کی سفید ریت پر ٹیکری سے توڑے گئے پتھروں
کو پھیلانے کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ ایک مختصر سا جنگل جس میں وہ درخت
تھے جس کی چھال جلد رنگنے کے کام آتی ہے، کاٹ کر صاف کر دیا گیا ہے
اس کی کوئی تسلی بخش توجیہہ بھی نہیں پیش کی گئی کہ آخر یہی مقام کیوں
اس کام کے لئے چنا گیا ہے اور جہاز سازی اور اس سے متعلق سارے امور
کے لیے کیوں اسی جگہ پر نظر انتخاب پڑی۔ اگر اس جگہ کا انتخاب اس لئے
کیا گیا ہے کہ یہاں سے شہر بمبئی قریب ہے اور ڈاک کے مختلف سامانوں کے
لئے یہ جگہ موزوں سمجھی گئی ہے تو خود مجگاؤں ڈاک کے قبضے میں منگلور میں
ایک پائپ کوٹنگ پلانٹ، مزدوری دستیاب جگہ اور نصب شدہ تعمیرات
ہیں جو مختصراً ہی استعمال میں ہیں۔ اگر کسی خاص وجہ سے، اس صنعت
کو ترقیاتی امور کی تقسیم کے حساب سے مہاراشٹر میں جگہ دیا جانا ہی ہے تو
ضلع رتناگیری کے راج گھاٹ میں جے گڈھ کا علاقہ کافی پھیلا ہوا ہے جہاں
محفوظ کھاڑیاں، گہرے پانی کے چینل وغیرہ ہیں جو ان تمام ٹیکنیکی امور کے
مطابق ہیں جو مجگاؤں ڈاکس لمیٹڈ کو مطلوب ہیں۔ پھر اس مقام کو چھوڑ کر
ڈیگھی کو اس پراجیکٹ کے لئے انتخاب کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

منجملہ طور پر زمین کے استعمال کا تجزیہ بتلاتا ہے کہ ۹۹٪ فیصد زمینی
رقبہ چٹانی، ۲۸٪ مسطح زمین اور ۹٪ ساحلی کنارا ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈیگھی
کے مقام کا تمام کا تمام چٹانی اور بلند زمینی خطہ مسطح کرنا ہوگا۔ چٹانوں کو توڑ کر
ہموار کرنا ہوگا۔ نتیجتاً کنکریٹ کا ایک تپلا طویل ٹکڑا سمندر میں جا پہنچے گا جس
سے سمندر کے دہانے کا جمالیاتی منظر اور آس پاس کی خوبصورتی ختم
ہو جائے گی۔ اگر ماضی میں ہندوستان میں جمالیاتی منظر کے نام سے لوگ
ناک بھوں چڑھایا کرتے تھے تو اس کے جواب میں یونین ڈپارٹمنٹ کے
ماحولیاتی سیکشن اور ریاستی حکومت کے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ نے اب
جمالیاتی قدروں کو ایک سماجی اثاثہ قرار دے دیا ہے۔

جنجیرہ اور کنسہ کے دو قلعوں کی سماجی و تاریخی اہمیت، سولہویں
صدی عیسوی کے عادل شاہی مقبروں اور پر رونق طرز کے ای۔ جی محل
مروڈ۔ جنجیرہ کے سیاحوں کے دل و دماغ پر گہرے اور دائمی نقش
مرتسم کرتے ہیں۔ قلعۂ جنجیرہ، جس کا شمار تعمیراتی اور تاریخی حیثیت سے نوادرات
میں ہے پیشوا جی کے ۱۶ حملوں اور سمبھاجی کے فوجیوں کے تین حملوں
کا مقابلہ کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ چار صدیوں تک ہواؤں اور پانی کے
تھپیڑے بھی برداشت کرتا رہا ہے۔ کنسہ، جو ہندوستان کے مغرب
میں ایک خوشنما قلعہ ہے، ہندوستان کے پہلے امیر البحر کانہوجی آنگرے
کی بحری کمان کے تحت تعمیر کیا گیا تھا۔ مروڈ میں ۱۸۹۵ء میں مکمل کیا گیا۔
محل، جس نے بیسویں صدی میں شاندار داخلے کا بگل بجایا، ایک انوکھے
طرز کی تعمیر ہے جس کی بناوٹ میں دنیا بھر کے طرز تعمیرات کی جھلک پائی
جاتی ہے اور جس کی تعمیراتی سامان ہندوستان اور سمندر پار کے بہترے
مقامات سے منگوائے گئے تھے، اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ایک
عجائب گھر (میوزیم) کا رتبہ دیا جائے۔ اسی کے قریب، پہلی صدی عیسوی
کے بدھ کے غار، مقام کو دامیں دریافت کئے گئے ہیں، جہاں
راجپوری کے راستے جا سکتے ہیں۔ واضح طور پر تاریخی اور مناظر فطرت کا
ایک زبردست خزانہ مروڈ۔ جنجیرہ میں موجود ہے اور قدرشناسوں کا منتظر
ہے۔ ان دریافتوں کے بعد مقامی معیشت پر ان کا خوشگوار اثر
پڑنا لازمی ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ مروڈ۔ جنجیرہ اور ڈیگھی کو پسماندہ علاقہ تصور کیا
جاتا ہے اور ان کو ترقی دینا بھی ضروری ہے لیکن وہ ترقی جو ہماری صنعتی
ترقی کے قدم کے ساتھ رونما ہو قابل اعتراض ہے۔ اس بات کا بہت کم

(باقی صفحہ نمبر ۴۴ پر)

محمد رضی الدین معظم بی کام، بی۔ ایڈ، ایل ایل بی (عثمانیہ)
۸۶۶-۳-۲۰، رحیم منزل۔ شاہ گنج
حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲، آندھرا پردیش

پودوں میں جذبۂ احساس

سرجگدیش چندر بوس کے سائنسی کارنامے

۱۸۹۷ء کی بات ہے کہ ایک مشہور و ممتاز سائنسدان نے فرانسیسی زبان میں ایک کتاب شائع کی جسمیں انہوں نے یہ بتلایا کہ پودوں کی زندگی بھی جانوروں کی زندگی کے مشابہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر سبز پود آرات کے وقت کاربن ڈائی آکسائڈ جذب کرتا ہے اور آکسیجن خارج کرتا ہے اور آپ ہم آکسیجن جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرتے ہیں اس طرح پودوں کے سانس لینے کا طریقہ حیوانات کے سانس لینے کے طریقے کے برعکس ہے۔

اس کے علاوہ پودوں میں ایک قسم کا ہاضم خمیر (Degestive Ferment) پایا جاتا ہے جو نشاستہ کو شکر میں تبدیل کرتا ہے اور یہ خوراک یا پودے کی نشو و نما کے لئے جمع ہوتا رہتا ہے اور جب یہ کافی مقدار میں جمع ہو جاتا ہے تو غنچے اور شگوفے نمودار ہوتے ہیں۔ پودوں میں رگیں نہیں ہوتیں پھر بھی ان میں حرکت کرنے کی نمایاں قابلیت پائی جاتی ہے۔ آپ نے غالباً یہ دیکھا یا محسوس کیا ہوگا کہ عام طور پر پھولوں کا رخ سورج کی طرف ہوتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو نیچے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی اور نرم شاخیں جلد جلد بڑھنے لگتی ہیں۔ بعض پودے جیسے (SUN DEW) و نیس کا مکھی پھندا (Venus fly trap) میں چھوئی موئی کی حرکات بہت ہی نمایاں طور پر محسوس کی جاسکتی ہیں۔ سن ڈیو کے لیس دار ریشوں پر جب کوئی مکھی یا اور کوئی کیڑا بیٹھتا ہے تو اس کی ڈنڈی دار غدود یا گیر سے بند ہو جاتے ہیں اور اس کو ہڑپ کر جاتے ہیں وینس کے مکھی پھندے کے پتے میں دو حصے ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حصہ کو کوئی کیڑا وغیرہ چھولے تو وہ دونوں حصے آپس میں مل جاتے ہیں اور اس وقت تک نہیں کھلتے جب تک کیڑا پوری طرح ہضم نہ ہو جائے اور اگر چھوئی موئی کے درخت کے قریب ہاتھ لے جائیں یا اسکو چھولیں تو اس کے پتے بند ہونے لگتے ہیں اور اس کی ڈالیاں زمین کی طرف جھک جاتی ہیں۔

موجودہ صدی کے آغاز تک اس بات کا علم کسی کو بھی نہ تھا کہ اس صدی میں ایک ایسے سائنسداں کا ظہور ہوگا جنھوں نے ان مظاہر قدرت کا کافی مشاہدہ کیا اور ایک نرالی بات دریافت کی کہ پودے بھی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ہندوستان کے مایۂ ناز ممتاز اور بنگلے سائنسداں جگدیش چندر بوس تھے جن پر ہمارا ملک صدیوں فخر کر سکے گا۔ ان کی تحقیقات نے سائنس کی دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ ہندوستان بھی اعلیٰ تحقیقات اور اچھے کام کے لئے کسی دوسرے ملک سے پیچھے نہیں رہا۔ جگدیش چندر بوس سے پہلے سائنس کی حد تک ہمارا ملک ہندوستان بالکل گمنامی میں تھا لیکن انھوں نے ایسا میدانِ عمل پیدا کر دیا کہ نہایت ہی تھوڑے عرصہ

میں ہندوستان سائنسی تحقیقات کا گہوارہ بن گیا۔ اس لحاظ سے
ہم سر جگدیش چندر بوس کو ہندوستان کی حد تک سائنسی بیداری کے لئے
مبلغ اعظم کہہ سکتے ہیں۔ سر جگدیش چندر بوس نے اس نرالی تحقیق کا بیڑا
اٹھایا تو اس وقت وہ ادھیڑ عمر کے تھے اور جب وہ بات کرتے
تو منہ سے پھول جھڑتے معلوم ہوتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں بوس نے
انگلستان میں اپنے انوکھے نتائج سائنسی مجالس
"Scientific Association"
میں پیش کئے۔ اسی اثنا میں ان کو سر جیمس ڈیوار اور لارڈ ریلے کی
سفارش پر رائل انسٹی ٹیوشن کے ڈیوی فراڈے تجربہ خانہ میں کام
کرنے کا موقع دیا گیا۔ جہاں انھوں نے اپنی اس تحقیق پر کام کیا۔ اور
کافی امید افزا نتائج برآمد کئے۔ ان کے نتائج لندن کے اخبارات
اور رسالوں میں شائع کئے گئے۔ پھر انھوں نے ہندوستان واپس
آکر اپنی اس تحقیق پر بیس برس سے زائد عرصہ تک نہایت
جانفشانی سے کام میں مشغول رہے۔ اس ہندوستان کی تقریباً ۲۰
کروڑ آبادی میں صرف وہی یکا و تنہا اپنے خاص تحقیقی مصروفیات پر کام
کرتے رہے۔ ہندوستان بھر میں ان کو اس وقت ایک بھی ایسا قابل
شخص نہ مل سکا جس سے وہ اپنے تجربات کے متعلق تبادلہ خیال کرسکتے
۱۹۲۶ء میں جب وہ پھر انگلستان گئے تو آکسفورڈ یونیورسٹی میں
برٹش ایسوسی ایشن کے سامنے اپنی تحقیق پر ایک دلچسپ اور پرمغز
لکچر دیا۔ اس وقت سامعین میں ممتاز سائنسداں آئین سٹائن بھی موجود
تھے۔ لکچر کے اختتام پر انھوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح
کیا:

سر جگدیش چندر بوس کے اعزاز میں
مجلس اقدام کے صدر مقام میں ایک
مجسمہ استادہ کرنا چاہئے ۔

آئین سٹائن اس قدر کیوں متاثر ہوئے؟ اور بوس کی شہرت
تجربہ خانوں سے نکل کر عالمگیر کیوں ہوئی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں
نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تمام قسم کی حیات ایک ہی ہے واقعی
تجربات سے انھوں نے بتایا کہ فولاد اور دوسری دھاتیں بھی
محسوس کرسکتی ہیں پودے بھی جذبات رکھتے ہیں اور ہر شئے کے
ساتھ زندگی اور موت لگی ہوئی ہے۔

بوس نے نہ صرف تکبیری شیشہ کی مدد سے پودوں کا مشاہدہ
کیا بلکہ انھوں نے نازک سے نازک اور حساس ترین آلات کا ایک
مکمل سیٹ ایجاد کیا جن کی مدد سے پودوں کے عضلاتی شبیہ کا بخوبی مشاہدہ
کیا جاسکتا ہے۔ ان کو لوگ صوفی کہتے اور وہ صوفی تھے۔ وہ صوفی
جنھیں ہر شئے میں زندگی ہی زندگی نظر آتی ہے۔ اپنے کشف سے
انچ کے لاکھویں حصہ تک کا [illegible] لگایا۔ ان کا تخیل مشرقی تھا مگر
اس میں صحت کے ساتھ ساتھ جانچ پڑتال کرنے کی عادت مغربی
سائنسدانوں کی سی تھی۔ تاہم ان کے تجربات ایسے نرالے تھے
کہ ان کا یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ وہ سائنسی حقائق سے زیادہ
الف لیلیٰ کی داستانیں معلوم ہوتی تھیں چندر بوس ہی کی زبان
سے سن لیجئے کہ وہ کیا کہتے ہیں:

" اب تک ہم سمجھ رہے تھے کہ درخت اور
پودے ہم سے کسی قسم کا قریبی تعلق نہیں رکھتے
کیونکہ ان کی دنیا بے آواز معلوم ہوتی ہے لیکن
اب میں آپ کو دکھا دوں گا کہ یہ بھی حساس اور
ذی شعور مخلوق ہے اس میں زندگی کے آثار
پائے جاتے ہیں اور وہ آپ کے سوالوں کا جواب
دے سکتی ہے۔ جب چھوئی موئی کے پودے
کو چھو کر اسے صدمہ پہونچایا جاتا ہے تو اس
کے پتے آپس میں مل جاتے ہیں اور ڈالیاں
زمین پر جھک جاتی ہیں اور ہم نے ایک ایسا
آلہ ایجاد کیا ہے جس کی مدد سے چھوئی موئی کے
پودے کا ردعمل واضح خطوط میں حاصل کرسکتے
ہیں۔ اس لئے کہ اس کے بند ہونے والے
پتوں کے ساتھ ایک بیرم لگایا تھا تاکہ کاغذ پر
اس کے جوابی حرکات ترسیم ہوسکیں لیکن کاغذ
پر بیرم کی رگڑ بہت زیادہ تھی اس لئے بیرم کو
اس طرح ترتیب دینا پڑا کہ وہ ایک ایک
سیکنڈ میں ایک ہزار بار اہتزاز کرے اور ایک
موسیقی کی سُر پیدا ہو۔ ہم بیرم پر قلب کی
دھڑکن کے ہزارویں حصہ کا ٹھیک حساب لگائے۔
" ہم صرف ایسی اشیاء کو دیکھ سکتے ہیں جو
سرخ اور بنفشی شعاعوں کے درمیان ہوتی
ہیں۔ برخلاف اس کے پودے بالائے بنفشی
شعاعوں کو اور ایسی اثیری امواج کو محسوس

کرسکتے ہیں جو ہم تک لاسلکی امواج لاتی ہیں:
یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ پودوں میں ایک چھٹی
حس بھی ہوتی ہے۔ یہ بات مجھے اپنے چند تجربات کے دوران
معلوم ہوئی۔ جب کوئی پودا اپنے نبضی حرکات کو مرتسم
کررہا ہو اگر کچھ اس کے قریب آجائیں تو اس کی نبضی حرکات
میں خلل واقع ہوجاتا ہے لیکن جب وہ ہٹ جائیں تو پھر
اس کی نبضیں سابقہ کی طرح دھڑکنے لگتی ہیں۔ عام طور پر
صدمہ پہنچانے کے بارہ منٹ تک پودا متاثر رہتا ہے اس
کے بعد اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔

بوس نے پودوں کی نبض معلوم کرنے کے لئے حیرت
انگیز طور پر حساس آلات ایجاد کئے۔ پودے کی حرکات نہایت
سست ہوتی ہیں حتیٰ کہ ایک گھونگھا (snail) کی سست
رفتاری ایک پودے کی بالیدگی سے چھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے
اس کی اوسط بالیدگی ایک سکنڈ میں انچ کے لاکھویں حصہ کے
برابر ہوتی ہے یعنی اوسطاً وہ ایک انچ ایک لاکھ سکنڈ میں
بڑھتا ہے لیکن بعض پودے بہت جلد بڑھتے ہیں مثلاً بانس
بانس کا تنہ ۲۴ گھنٹوں میں ۹ تا ۱۲، انچ بڑھتا ہے۔ بوس نے
بہت ہی حساس متوازن مرکب پیرموں کے ایک نظام سے
اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن جوڑوں پرتاسی
کی رگڑ کی وجہ سے تکبیر صرف دس ہزار گنا تک ہوکر رہ گئی
جو ان کے مقصد کے لئے کافی نہ تھی پھر انھوں نے ایک
واحد مقناطیسی پیرم کی مدد سے اس کی کوشش کی جو اپنے محور
کے گرد ایسا گردش کرتا تھا جیسے اصل مقناطیسی سوئی (ایسی
سوئی جس پر زمین کی مقناطیسیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا) ہے
سوئی سے ملحقہ ایک چھوٹے سے آئینہ کے ذریعہ نور کے ایک
دھبہ کو ایک ڈھولکی پر منعکس کیا گیا جس سے ایک لاکھ سے
دس کروڑ گنی تک کی تکبیر حاصل ہوئی۔ اس سے ایک خوردبین کی
طاقت میں دس لاکھ سے زیادہ کا اضافہ ہوگیا۔ انھوں نے
اس آلہ کا نام بلند تکبیر جواب نگار (Crescograph) یا بالیدگی
کی پیمائش کرنے والی مشین رکھا۔ اس مشین کی طاقت کا تصور
آپ اس طرح کرسکتے ہیں کہ اگر اس کا تعلق گھونگھے جیسے
سست رفتار جانور سے کردیا جائے تو وہ اس کے بڑھنے
کی شرح کو ایک گھنٹہ میں ۲۰ کروڑ فٹ بتلاتا ہے۔ بوس
کہتے ہیں۔ پودے قلب رکھتے ہیں۔ کریسکوگراف ایجاد کرنے
سے پہلے مجھے کامل یقین تھا کہ جس طرح خون انسانی قلب کی
وجہ سے کھنچتا ہے بالکل اسی طرح پودے کے تنہ میں اس کا دباؤ
(Sap Pressure) بڑھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دباؤ
مستقل نہیں ہوتا بلکہ جھٹکوں کی سی کیفیت پائی جاتی ہے —
کریسکوگراف نے اس قیاس کی پوری پوری تصدیق کی —
(cyclimme) سیکلیمن میں اس (Sap) کی جنبش کی حقیقی شرح
ایک سکنڈ میں ایک انچ کے دس لاکھویں کے حصے کے برابر
حاصل ہوئی۔ لیکن جب پتہ کو آلہ کی مقناطیسی سوئی پر رکھا گیا تو
پودے پر روشنی کا ۱/حصہ ۱۲ سکنڈ میں دس فٹ کی شرح سے آگے
پیچھے حرکت کررہا تھا۔

بوس نے ایک دوسرا طریقہ بھی ایجاد کیا تھا جس میں اس
نے ایک برقی مقناطیسی سوئی لے کر اسکو ایک پودے کے
تنے میں ایک ملی میٹر کے دسویں حصہ تک پہنچادی اس
کے ساتھ رو پیما (Galvanometer) حرکت کرنے
لگا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تنہ کو قائم رکھکر سوئی کو راست دباؤ کے
تحت مس کرنے کا موقع دیں تاکہ نبض کی ہر حرکت کا پتہ لگ
جائے۔ ان کے تیار کردہ آلات نہایت ہی حساس قسم کے تھے جن
سے انھوں نے یہ ثابت کردکھایا کہ پودے لاسلکی پیغام کو محسوس
کرتے ہیں جو انسانی احساسات کی حدود سے باہر ہے۔ ان کے
طریقوں کی وضاحت یہاں ایک مثال سے ہوسکتی ہے انھوں
نے ایک چھوئی موئی کے پودے کو گلاس میں رکھا اور اس
اس کو صدموں اور آفتوں سے بچایا تو بظاہر وہ سرسبز و
شاداب اور بڑھتا ہوا دکھائی دیا لیکن جب اس کا امتحان
لیا گیا تو وہ کاہل ثابت ہوا۔ اس کے بعد وہ اپنے جنگلی بھائی کی
طرح لاسلکی پیغام کو محسوس نہ کرسکا اس کی سست حرکات کی
ترسیم کی گئی جس سے اس میں اور چھوئی موئی کے مکمل سکراؤ میں
بہت ہی حیرت انگیز فرق پایا گیا۔

سر جگدیش چندر بوس نے ایک پودے کو زہر دیکر دیکھا
اس کے تنہ کو برومائیڈ میں داخل کیا پھر جب اسکی نبضی حرکات
کا مشاہدہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ پودا زندگی کے لئے جدوجہد کررہا ہے
انسانی ... برقی رو کے لئے بہترین موصل ہے
اور اس اعتبار سے ایک ہندوستانی ایک یوروپین کی نسبت

روگنی حساسیت رکھتا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ تپش، دباؤ، اور روشنی کا ردّعمل مختلف افراد مختلف نسلوں کے لوگوں پر مختلف ہوتا ہے۔ بعض لوگ ٹینس کے بلّے کی چرچراہٹ کی آواز سن سکتے ہیں اور بعض نہیں۔ بعض لوگ ہوا کے رووّں کو خاص طور پر محسوس کرتے ہیں اور بعض کے سر میں طوفان بادِ باراں آنے سے پہلے درد محسوس ہوتا ہے۔ چیونٹی بالا بنفشی شعاعوں کو محسوس کر لیتی ہے جو انسانی احساس سے باہر ہے۔ اکثر پرندوں میں مقناطیسی حِس پایا جاتا ہے جو ان کی انتہائی بلند پروازوں میں رہنمائی کرتی ہے۔

اسی طرح پودوں کی حساسیت کو کئی طرح سے تحقیق کیا گیا تو پتہ چلا کہ ان کی حس کی صلاحیت بھی مختلف ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ اگر کوئی بادل کا ٹکڑا گذرتے ہوئے سورج کے سامنے آجائے تو درخت اسے فوراً محسوس کرتے ہیں۔ درختوں کے اس عمل کو انھوں نے کپکپانا کہا۔ پودے برق کے لئے انسان کی نسبت بہت زیادہ حساس واقع ہوئے ہیں جیسے بائیو فائیٹم (Bio Phytomm) حساس ترین انسانی زبان سے ۱۰ گنا زیادہ حِس رکھتا ہے دوسری طرف پودے اس قسم کے حرکات کے لئے اپنی جوابی فعل میں بہت سست ہوتے ہیں۔ جانوروں کو کسی قسم کی چوٹ کا احساس فوراً نہیں ہوتا بلکہ چوٹ لگنے کے کچھ وقفہ کے بعد ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے پیر میں ایک پن کو چھوتے ہیں تو اس کی اطلاع اعصاب کے ذریعہ دماغ تک پہونچتی ہے اور پھر واپس ہوتی ہے اسکے آنے اور جانے میں کچھ وقفہ درکار ہوتا ہے۔ ایک منڈک میں یہ وقفہ سکنڈ کا سواں حصہ ہوتا ہے جب کہ ایک پودے میں یہ ۵۰ گنا زیادہ ہوتا ہے اور تبدیلیٔ موسم کے ساتھ بڑھتا گھٹتا ہے یعنی گرما اور سرما میں زائد ہوتا ہے انھیں تجربات کی بنا پر کسی پودے پر متعدد بار عمل کریں تو پودا تھکن محسوس کرتا ہے۔ اس قسم کے تھکن کے باعث یہ وقفہ جو نوعی وقفہ کہلاتا ہے جلد بڑھتا ہے۔ انھوں نے معلوم کیا کہ خلیوں کا سلسلہ جس پر سے پودے میں صدمہ منتقل ہوتا ہے، انسانی اعصاب سے بالکلیہ مشابہ ہوتا ہے اور اس طرح پودا بھی اپنی ذہنی شعور کا اظہار کرتا ہے۔

तेलंगीचे एकच पान

धरग गोपी

एकच कान

اس قسم کے گیتوں کا نہ صرف ترجمہ کرنا مشکل ہے بلکہ ترجمے کے بعد اس سے لطف اندوز ہونا بھی محال ہے کیونکہ ان میں معنی سے زیادہ آوازوں اور ان سے پیدا ہونے والی تال کو اہمیت حاصل ہے۔ اردو میں بچوں کے اس نہج کے ایک گیت سے میرے خیال کی وضاحت ہوگی۔

پنڈت جی پنڈا کھا
گولی ماری تاخنتا
گولی گئی ریل میں
پنڈت جی گئے جیل میں

کیا اس گیت کا ترجمہ اصل کا ذرا سا بھی مزا دے سکتا ہے۔

یونس اگاسکر
۳۸/بی، جے دیو سہکار نگر، اندھیری (ویسٹ) بمبئی ۵۸

مراٹھی لوک گیت

عوامی ادب یا لوک ساہتیہ کی عمر ہماری تہذیب کی عمر کے برابر ہے۔ ہیولاک ایلیس کے نزدیک فنونِ لطیفہ میں سب سے پہلے رقص نے جنم لیا۔ اس رقص کو جب تال اور سُر کا ساتھ ملا تو پھر گانے کے بول وجود میں آئے اس طرح لوک گیتوں نے ابتدائی انسانی معاشرے میں آنکھ کھولی۔ اگرچہ بیشتر علوم و فنون کی پیدائش میں عورتوں سے زیادہ مردوں کی سرگرمیوں اور کوششوں کو دخل رہا ہے مگر بعض فنون سے عورتوں کی چنچل طبیعت اور جسمانی بناوٹ نے ایسا میل کھایا کہ انھوں نے اُن میں خصوصی طور پر ترقی کی۔ رقص بھی اُن میں سے ایک ہے۔ فطری مناسبت کے سبب لوک گیتوں کو بھی عورتوں نے خاص طور سے اپنایا۔ چنانچہ دنیا کے عوامی ادب میں گیتوں کا ذخیرہ بڑی حد تک عورتوں کا مرہونِ منّت ہے۔

مراٹھی میں بھی لوک گیت کی روایت عورتوں کے ہاتھوں بڑے پیمانے پر پروان چڑھی۔ اس سلسلے میں ان کے مخصوص طرزِ زندگی نے ان کا بہت ساتھ دیا۔ قدیم زمانے کی مہاراشٹر کی عورتیں ہندستان بھر کی دیگر عورتوں کی طرح منھ اندھیرے اُٹھ کر چکّی پر آٹا پیسنے بیٹھ جاتی تھیں۔ یہی وقت سحر وقت مناجات بھی ہوتا تھا اس لئے خالقِ کائنات کو یاد کرتی جاتیں اور چکّی کا پاٹ گھماتی جاتیں۔ چکّی کی گھرر گھرر اور مسلسل گردش سے ایک تال کا سماں پیدا ہوجاتا اور منھ سے بے اختیار بول نکل پڑتے۔ اس طرح چکّی کے گانے وجود میں آئے جو ایک خاص بحر یا چھند میں ڈھل گئے۔ مراٹھی میں اس چھند اور اس میں ڈھلے ہوئے گیتوں کو 'اووی' کہا جاتا ہے۔ 'اووی' مہاراشٹر کا سب سے مقبولِ عام چھند اور لوک گیت ہے جو مختلف موقعوں پر گایا جاتا ہے اور موقع و محل کے لحاظ سے اس میں خیالات اور جذبات ادا کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب دلھن پہلی مرتبہ سسرال میں قدم رکھتی ہے تو عورتیں دولھا دُلھن سے اصرار کرتی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا نام 'اووی' میں پرو کر لیں۔ چنانچہ دونوں وزن و قافیہ کا سہارا لے کر ایک دوسرے کا نام شعر میں پرو دیتے ہیں۔ اس وقت یہی 'اووی'، "اُکھانا" کہلاتی ہے۔ اُکھانا بھی کئی قسم کا ہوتا ہے۔ مثلاً خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالنے والا اُکھانا، 'پھگڑی کا (زنانہ) اُکھانا اور مردانہ اُکھانا پھگڑی عورتوں کا ایک کھیل ہے جس میں دو عورتیں یا لڑکیاں ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر گول گول گھومتی اور ناچتی ہیں۔ اس وقت وہ اپنی ساتھن کا ذکر اُکھانے میں کرتی جاتی ہیں۔ بعض اوقات دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب بھی کرتی ہیں۔ اس وقت اُکھانا پہیلیوں کا روپ اختیار کرلیتا ہے۔

دکن کے قدیم اردو ادب میں 'چکّی نامون' کا وجود ملتا ہے جن میں آٹا پیستے ہوئے عورتیں ذکر و مناجات کرتی ہیں۔ مراٹھی کی چکّی کی اوویوں اور دکنی کے چکّی ناموں میں مماثلت اور تاریخی مناسبت تلاش کی جاسکتی ہے۔ فی الحال ایک دو 'اوویاں' ملاحظہ کیجیے:

उगवल्या नारायणा, आदी उगव माज्या दारी
माज्या त्या बाळासंग, दुधातुपाची कर न्यारी

اے اُگتے ہوئے سورج دیوتا پہلے میرے دروازے پر آنا
میرے بال بچوں سنگ، دودھ اور گھی کی نہاری کھانا

पहाटेच्या दळणाला, पिठाचीग बरकत
भोळ्या माझ्या शंकराने, गिरजा धाडीला सोबत

پو پھٹے جو چکّی پیسوں، آٹے میں ہو برکت
میرے بھولے ناتھ کی بھیجی، گرجا کرے سنگت

عرض کرچکا ہوں کہ اووی کے گیت محض چکّی اور روحانی موضوعات تک محدود نہیں ہیں، ان میں انسانی جذبات و تجربات کے نئے نئے روپ اور رنگ الفاظ میں ڈھل گئے ہیں لیکن زیادہ تر

عورتوں کی زبانی انھیں ادا کیا گیا ہے۔ ان میں اُکھانا، اس اعتبار سے دل چسپ ہے کہ یہ فی البدیہہ کہا جاتا ہے اور اس میں نو بیاہتا بیوی کو اپنے شوہر کا نام پہلی مرتبہ اور سب کے سامنے لینا پڑتا ہے۔ آئیے اس کے بھی دو ایک نمونے دیکھتے چلیں:

उगवला चंद्र, रजनीला लागली चाहूल
x x x x रावांच्या घरातिटाकते शुभमुहूर्तावर पाऊल

اس کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا کہ:
"چاند طلوع ہوا اور رات کو اس کی آمد کا پتہ چل گیا۔ فلاں صاحب کے گھر میں اس مبارک موقع پر میرا پہلا قدم پڑ گیا۔"

नवरत्नांचा हार हिंदमातेच्या गळ्यात
x x x x रावांचे नाव घेते सुवासिनींच्या मेळ्यात!

ہند ماتا کے گلے میں ہے، نو رتنوں کا ہار
سہاگنوں کے بیچ لوں گی، فلاں صاحب کا نام اک بار

ہندستانی معاشرے میں تہواروں، میلوں ٹھیلوں اور دیگر تقریبات کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے سبھی واقف ہیں۔ مہاراشٹر کے لوگ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ یہاں بھی متعدد مذہبی نیم مذہبی اور معاشرتی تقریبات اور تہواروں کے موقع پر خاصا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن نئے شہری سماج میں عوامی گیتوں اور سنگیت کو ان تقریبات سے دیس نکالا مل گیا ہے۔ ورنہ روایتی دیہی سماج میں لوک گیتوں کے بغیر تہوار یا تقریب منانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پوجا پاٹ سے لے کر کھیل کود تک میں لوک گیتوں کا ساتھ ہوتا ہے۔ ناگ پنچمی کے موقع پر دائرے میں ناچتے ہوئے گایا جانے والا ایک گیت خاصا دلچسپ ہے۔ اس میں گیت گانے والی سب سے پہلے اپنی سہیلیوں کو ناگو یعنی ناگ دیوتا کی پوجا کرنے کے لئے بلاتی ہے تاکہ سب مل کر ندی پار جائیں اور پوجا کریں اچانک اُسے ندی پار رہنے والا داماجی سنار یاد آتا ہے جس نے کنگن کی جوڑی اس کے بھائی کے کہنے پر بنائی ہے لیکن وہ اسے پہن نہیں سکتی کیونکہ اس کی سسرال میں بھابیاں اور نندیں ہیں جو جل کر اس کے ساتھ اور بُرا برتاؤ کرنے لگ جائیں گی۔ اس کے بعد وہ ایک ایک زیور کا نام لیتی ہے اور اُسے پہننے سے انکار کرتی جاتی ہے جہاں تک یادداشت ساتھ دے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

اس گیت کا ایک ٹکڑا ملاحظہ کیجیے:

नदीच्या पल्याड ग
दामाजी सोनार
त्यान बाई घडविला
बांगडीचा जोड
वेग वेग लेव लेकी
कशी लेवू दादा
घरी माझ्या नंदा जावा
करतील हेवा दावा.

لوک گیتوں کے رچنا کاروں میں عورتوں کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے پیشِ نظر یہ تصور کرنا کہ انھوں نے لوریاں اور بچوں کے گیت بھی رچے ہوں گے، قطعی فطری خیال ہے۔ لوک گیتوں میں لوریوں کی مقبولیت و کثرت سے سبھی واقف ہیں اس لئے اس پر وقت نہ صرف کرتے ہوئے محض بچوں کے گیتوں پر کچھ روشنی ڈالوں گا۔ ان گیتوں میں طفلانہ دلچسپیوں کے ساتھ بچکانہ الفاظ اور بعض اوقات بے معنی قافیے بھی جوڑ دیے گئے ہیں بچوں میں بچہ بن کر ترتیب دئے ہوئے یہ گیت انگریزی کے نرسری گیتوں کی طرح دل چسپ اور زبان زد ہو جانے کی صلاحیت سے مملو ہیں۔

لوک گیتوں کی تخلیق میں بچوں کا بھی حصہ ہوتا ہے اگرچہ لوری جیسی تخلیق جس کا شمار بچوں کے ادب میں ہوگا عموماً ماؤں اور بزرگوں کی شعر گوئی کی قوت کی مرہونِ منت ہوتی ہے مگر بعض ایسے گیت جو بچے اپنے کھیلوں میں شامل کر لیتے ہیں انھیں کے ذہن کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے گیتوں میں بے معنی آوازوں اور ان گھڑ قافیوں کو بڑے آزادانہ طریقے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مہاراشٹر میں معصوم بچے اور عموماً لڑکیاں ایک کھیل کھیلتی ہیں جس میں گول گول گھوم کر ناچتے ہیں۔ تالیاں بجائی جاتی ہیں اور ذیل کا گیت گاتے گاتے اچانک آگے بڑھ کر ایک دوسرے کا کان پکڑا جاتا ہے۔ بہت چھوٹے بچے بیٹھے بیٹھے بھی یہ کھیل کھیلتے ہیں:

आपडी थापडी
गुळाची पापडी
धम्मक लाडू
तेल पाडू

(باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر)

ار اختر انصاری
یٹر ہمہ گیر
ن پورہ چوک۔ ناگپور ۱۸

قومی ایکتا اور فخرالدین علی احمد

بھارت کے پانچویں راشٹر پتی جناب فخرالدین علی احمد کا یوم ولادت ہر سال ۱۳ مئی کو "قومی ایکتا دن" کے نام سے منایا جاتا ہے۔ مرحوم شری احمد قومی یک جہتی اور اتحاد کے روشن مینار تھے۔ قومی یک جہتی کے تعلق سے انہوں نے کہا تھا "یک جہتی ہمارے دلوں میں ہونی چاہیئے۔ ظاہری نعروں اور جلسوں سے اس کو کچھ حد تک فروغ ملے گا لیکن وہ ہمارے دلوں کو نہ چھو پائے گی۔ قومی یک جہتی کا تصور ہمارے ، دلوں میں ہونا ضروری ہے۔

آپ ۲۴ اگست ۱۹۷۴ء سے ۱۱ فروری ۱۹۷۷ء
ں بھارت کے راشٹر پتی رہے تھا۔ اس عرصے میں آپ
بھارت کے سارے مقدس مقامات کی سیر کی۔ سکھوں
گردوارے میں حاضری دی۔ مسلم بزرگوں کے مزارات
گئے۔ ہندو، بودھ اور عیسائی فرقے کی مذہبی تقاریب
حصہ لیا۔ آپ کی ساری زندگی اتحاد و اتفاق کا اعلیٰ نمونہ
ی۔ آپ ابتدا ہی سے کانگریس کے حامی رہے۔ مسلم لیگ
نظریہ پاکستان کی شدید مخالفت کی۔ کانگریس کی تقسیم کے
قع پر شریمتی اندرا گاندھی کا ساتھ دینے والوں میں سرفہرست
ہے۔ اعلیٰ کردار اور خاموش پسندی کی بنا پر آپ مرکزی کابینہ
ان پارلیمنٹ اور سیاسی حلقے میں بے حد مقبول رہے۔
وارانہ فسادات کے دوران فساد زدہ علاقوں کا دورہ
نا۔ متاثرین سے تفصیلی گفت و شنید کرنا۔ امدادی کاروائی
ا اور اس علاقے کے باشعور افراد سے مل کر امن کا ماحول
کرنا۔ یہ خوبی بدرجۂ اتم آپ میں موجود تھی۔

ان کے والد کرنل زیڈ احمد سرکاری افسر ہونے کے
جود وطن پرست تھے۔ انگریزی حکومت سے کسی مسئلہ
ان بن ہوگئی تو حکومت نے انہیں فوجی ڈاکٹر مقرر کر کے
حد کے علاقے میں تعینات کر دیا۔ وہاں سے آپ دہلی
چلے آئے۔ یہاں نواب بہارو کے خاندان میں شادی ہوئی ۱۳ مئی ۱۹۰۵ء کو دہلی میں فخرالدین علی احمد پیدا ہوئے۔ ان کا آبائی وطن گولا گھاٹ آسام میں واقع کھاٹھری ہاٹ تھا۔ ابتدائی تعلیم گرنڈہ گورنمنٹ ہائی اسکول اور دہلی ہائی اسکول میں پائی۔ ۱۹۲۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد سینٹ اسٹیفن کالج دہلی میں داخل ہوئے لیکن جلد ہی انگلینڈ روانہ ہوگئے لیکن جہاں سینٹ کیتھرائن کالج آف کیمبرج سے ۱۹۲۷ء میں وکالت کا امتحان پاس کر لیا۔ اس کے بعد انر ٹیمپل لندن میں وکالت شروع کی۔ بھارت لوٹنے کے بعد پنجاب ہائی کورٹ اور کچھ مدت کے لیے کلکتہ ہائی کورٹ میں وکالت کی۔ بعد میں آسام لوٹ گئے۔

۱۹۳۱ء میں ۲۶ سال کی عمر میں انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو کر سماجی کاموں کا آغاز کر دیا۔ بعد میں آسام پردیش کانگریس کمیٹی کے رکن نامزد ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں جواہر لال نہرو نے کانگریس کے صدر کی حیثیت سے جو ورکنگ کمیٹی بنائی اس میں فخرالدین علی احمد بھی شامل تھے۔ اس وقت اتنی کم عمری میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کی رکنیت کسی کو حاصل نہ تھی۔ اس کمیٹی کے دیگر اراکین میں ڈاکٹر راجندر پرشاد ، مولانا آزاد،

سردار ولبھ بھائی پٹیل اور خان عبدالغفار خان شامل تھے۔
جواہر لال نہرو آپ کے اخلاق و صداقت سے بے حد متاثر تھے۔

۱۹۳۷ء میں کانگریس کے ٹکٹ پر آسام میں شمالی کامروپ
حلقہ سے اسمبلی چناؤ میں حصّہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ گوپی ناتھ
باردولی کابینہ میں خزانہ و محصول کے وزیر مقرر ہوئے
آپ محصول اراضی میں ۵۰ فی صد معافی دی اور آمدنی کے
دیگر ذرائع نکال کر ریاست کو فائدہ پہنچایا۔ بعد میں گاندھی جی
کے مشورے پر وزارت سے الگ ہو گئے اور انفرادی ستیہ گرہ
کی تحریک آزادی میں سرگرم عمل ہو گئے اور ۳½ سال
تک مسلسل نظر بند کر دیئے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں عابدہ بیگم
سے شادی ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں ایڈوکیٹ جنرل کے عہدے
پر مامور ہوئے۔

۱۹۵۲ء میں راجیہ سبھا کے لئے آسام سے منتخب ہوئے
۱۹۵۵ء میں سوویت روس جانے والے ہندوستانی وکلاء
کے وفد کی قیادت کی۔ ۱۹۵۷ء میں اقوام متحدہ میں
ہندوستانی نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ اسی سال
راجیہ سبھا کی رکنیت سے استعفیٰ دے کر دوبارہ آسام
اسمبلی میں لئے منتخب ہوئے اور لوکل سیلف گورنمنٹ۔ قانون
اور وزارت خزانہ کے وزیر بنائے گئے۔ ۱۹۶۲ء میں تیسری
بار اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے اور وزارت پر فائز رہے۔

۱۹۶۴ء میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی۔ ورکنگ کمیٹی
اور پارلیمانی بورڈ کے رکن نامزد کئے گئے۔ ۱۹۶۶ء میں
دوسری بار راجیہ سبھا کے لئے منتخب ہوئے اور ۲۹ جنوری
۱۹۶۶ء کو مرکزی کابینہ میں وزیر سینچائی بنائے گئے۔
۱۴ نومبر ۱۹۶۶ء کو اندرا جی نے آپ کو وزیر تعلیم مقرر کیا۔
۱۹۶۷ء کے عام چناؤ میں پہلی بار آسام کے بارپیٹا
حلقہ سے لوک سبھا کے لئے کامیاب ہوئے اور ۱۳ مارچ
۱۹۶۷ء کو مرکزی کابینہ میں صنعتی ترقی و کمپنی امور کے وزیر
بنائے گئے۔ صنعتی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے آپ
نے امریکہ۔ روس اور جاپان جیسے ترقی یافتہ ممالک کا دورہ کیا۔

۲۷ جون ۱۹۷۰ء کو آپ وزارت خوراک و زراعت
کے وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء کے لوک سبھا انتخاب میں
دوسری بار بارپیٹا سے منتخب ہوئے اور اگست ۱۹۷۴ء تک
مرکزی کابینہ میں ایک اہم ستون بنے رہے۔

۲۵ اگست ۱۹۷۴ء کو صدارتی انتخاب میں کثیر ووٹوں
سے کامیاب ہوئے اور ۲۴ اگست ۱۹۷۴ء کو بھارت کے
پانچویں راشٹرپتی بنے۔ حلف برداری کے موقع پر انہوں
نے اپنی جامع تقریر میں کہا تھا "بھارت ایک خوبصورت
گلدستہ ہے۔ اس میں ہر قسم کے پھول کھلے ہیں۔ مجھے
اپنے وطن کی عظمت اور تاریخ پر فخر ہے اور ہر بھارت واسی
کو ہونا چاہیئے۔ تحریک آزادی میں ہم سب نے مل کر
حصّہ لیا اور اتحاد کی برکت سے فتح پائی۔ بھارت میں
کئی مذاہب اور کئی بھاشا بولنے والے آباد ہیں۔ شمال
سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک سارا بھارت ہم سب
کا ہے۔ ہم اپنے وطن کے محافظ ہیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ
ہر فرقہ اور ہر سماج کے ساتھ یکساں برتاؤ کروں گا۔ یہ
سبق ہمیں مقدس قرآن کریم، گیتا اور گرنتھ صاحب سے
بھی ملتا ہے۔"

صدارتی انتخاب کے دوران مخالفین نے انہیں جائداد
کے متعلق چیلنج کیا لیکن آپ نے ایمانداری سے تمام تفصیل
منظر عام پر لاکر تمام حربوں کو ناکام کر دیا۔ آپ کے
دور صدارت میں ۲۵ جون ۱۹۷۵ء کو ملک میں ایمرجنسی
نافذ کی گئی تھی۔ فروری ۱۹۷۷ء میں آپ نے چند بیرونی
ممالک کا دورہ کیا۔ ملیشیا میں انہیں دل کا ہلکا دورہ پڑا۔
بھارت واپسی کے بعد دل ہی کے دورے سے ۱۱ فروری
۱۹۷۷ء کو راشٹرپتی بھون میں وفات پائی۔

فخر الدین علی احمد کو کھیل کود سے کافی لگاؤ تھا۔ آپ
گولف عمدہ کھیلتے تھے۔ کئی سال تک آسام فٹ بال
ایسوسی ایشن، کرکٹ ایسوسی ایشن اور آل انڈیا لان ٹینس
ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ آپ کے دوست احباب میں ہندو،
مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی، بودھ سبھی شامل تھے۔ آپ کی
ساری زندگی قومی یکجہتی کا نمونہ رہی۔

ڈاکٹر مجید بیدار
شعبۂ اردو، مولانا آزاد کالج آف آرٹس سائنس اینڈ کامرس
پوسٹ بکس ۲، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹرا۔ ۴۳۱

دکن کا آکسفورڈ

اورنگ آباد میڈیکل کالج

جنوبی ہند کے قدیم اور تاریخی شہر ہونے کے علاوہ دہلی اور دکنی تہذیب کے ملے جلے اثرات کو پروان چڑھانے میں شہر اورنگ آباد اپنی انفرادیت رکھتا ہے جسے عرصے تک دکن کے دارالسلطنت بننے کا فخر حاصل ہوا ہے اور پھر اس شہر نے علاقہ مراٹھواڑہ کی سربراہی کا حق ادا کیا۔ موجودہ دور میں شہر اورنگ آباد مراٹھواڑہ کے سات اضلاع کا مرکز ہے جہاں نہ صرف تعلیمی اور ثقافتی بنیادوں پر ذوق کی تسکین کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں بلکہ ترقیات کے ہر میدان میں آگے بڑھنے کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ ریاستِ نظام کا ایک اہم حصہ ہونے کی وجہ سے بھی اس علاقے کی تہذیبی روایات دکنی ہونے کے علاوہ حیدرآبادی انداز کی ہیں۔

شہر اورنگ آباد میں جہاں دیگر سہولتیں دستیاب ہیں وہیں پن چکی روڈ پر واقع میڈیکل کالج کی عمارت نہ صرف اپنی خصوصیات کو واضح کرتی ہے بلکہ گذشتہ انیس سالہ خدمات کی داستان بھی دہراتی ہے۔ ۱۵ راگست ۱۹۵۶ء میں قائم شدہ یہ میڈیکل کالج ۲۱ ہزار ۶۴۰ مربع میٹر طویل وعریض میدان کو احاطہ کئے ہوئے ہے جس میں رہائشی وارڈیں لیباریٹریز، وارڈس ہاسٹلس، قیام و طعام گاہیں، مہمان خانے، انتظارگاہیں اور آوٹ پیشنٹس ڈپارٹمنٹ کے علاوہ باصلاحیت ڈاکٹرس، خوش سلیقہ نرسیں اور ماہر فن اساتذہ موجود ہیں۔

اورنگ آباد میڈیکل کالج کئی خصوصیات کی بنا پر اپنی انفرادیت رکھتا ہے۔ یہاں پر علاج و معالجہ کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے کالج سے ملحق دواخانہ بھی موجود ہے جہاں پر ہر بیماری کے علاج کے لئے علیحدہ علیحدہ وارڈس قائم کئے گئے ہیں۔ ہر شعبے سے وابستہ اسپیشلیٹی کی نمایاں کارکردگی کی وجہ سے کالج اور دواخانے کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ میڈیکل کالج کے قیام سے قبل یہاں ریاست حیدرآباد کی نگرانی میں چلایا جانے والا مقامی ضرورتوں کے اعتبار سے دواخانہ عوام کی بیماریوں کے لئے علاج و معالجہ کی سہولت فراہم کرتا تھا جس میں آلات اور ماہر ڈاکٹرس کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی تھی۔ عثمانیہ میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل طلبہ یہاں ڈاکٹرس کی حیثیت سے کام کرتے۔ مراٹھواڑہ کے عوام کے لئے یہ امر بہت تکلیف دہ تھا کہ مقامی افراد درس و تدریس کے لئے حیدرآباد جائیں اور کثیر سرمایہ خرچ کر کے علم سے بہرہ ور ہوں۔ مراٹھواڑہ کے عوام کی اس دشواری کو محسوس کرتے ہوئے مقامی ڈاکٹروں نے ضرورت محسوس کی کہ اس پچھڑے ہوئے علاقے کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے اور علاج و معالجہ کی مکمل سہولتیں فراہم کرنے کے لئے میڈیکل کالج کا قیام عمل میں لایا جائے چنانچہ مئی ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر بی۔ ایس کلکرنی نے اس دور کے میڈیکل سروسیز کے ڈائرکٹر ڈاکٹر کھتری کے ہمراہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا اور اس سلسلے میں ریاست حیدرآباد کے وزیر داخلہ شری بندو سے صوبیداری گیسٹ ہاؤس میں ملاقات کی جہاں پر نئے تعلیمی سال سے میڈیکل کالج کے قیام پر

بات چیت کی گئی اور اعلیٰ عہدیداران نے اس کی منظوری بھی دے دی۔ وہ دور دکن کی تین اہم ریاستوں کی تنظیم جدید کا تھا اور چونکہ مراٹھواڑہ ابتداً سے ہی پچھڑا ہوا علاقہ تھا جہاں ترقی کی رفتار بہت سست تھی۔ اس لئے سیاسی حالات سے مکمل استفادہ کا موقع ہاتھ آگیا اور میڈیکل کالج کے قیام کے ساتھ ہی عملی طور پر تعلیم کا آغاز ہوگیا۔ ڈاکٹر بی۔ایس کلکرنی کا کالج کے پہلے پرنسپل کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ میڈیکل کالج کی جماعتیں چھاونی کے "نظام بنگلہ" میں شروع ہوئیں اور اس کا الحاق عثمانیہ میڈیکل کالج حیدرآباد سے رہا۔ حیدرآباد کی جامعہ عثمانیہ سے الحاق کے بعد ۴۰ طلبہ کو ایم۔بی۔بی۔ایس کورس میں داخلہ دیا گیا۔ سال ۱۹۵۷ء کے امتحانات جامعہ عثمانیہ کے تحت ہوئے۔ پھر کلینکل ٹریننگ کے لئے میڈیکل کالج ناگپور سے ۱۹۵۸ء میں استفادہ کیا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں مراٹھواڑہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تب ہی سے اس میڈیکل کالج کا الحاق مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے ہوگیا۔

سال ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۳ء تک ہر سال صرف ۴۰ بچوں کو داخلہ دیا جاتا رہا۔ جبکہ ۱۹۶۴ء میں ۱۰۰ طلبہ کو داخلے کی اجازت مل گئی۔ اس سال تک کالج چھاونی کے نظام بنگلہ میں ہی تھا۔ کالج کے قیام اور دواخانے کے آغاز کے لئے حکومت نے سرسالار جنگ کی زمین خریدی اور ۱۱ ہزار ۸۸۰ مربع میٹر پر کالج اور اس سے متعلقہ دفاتر کی عمارتیں تعمیر کی گئیں جبکہ ۱۹ ہزار ۷۶۰ مربع میٹر زمین پر دواخانے کے وارڈس اور لیباریٹری کے کمروں کی تعمیر ہوئی۔ موجودہ میڈیکل کالج کی عمارت جو پن چکی دروازے کے قریب واقع ہے۔ سال ۱۹۶۴ء سے شروع کی گئی۔ ۴۰ لاکھ روپے کی لاگت سے تیار شدہ اس عمارت کا افتتاح ۲۰ر جون ۱۹۶۴ء کو مرکزی وزیر صحت عزت مآب سوشیلا نائر نے کیا۔ تب ہی سے تمام میڈیکل کورسس کی تعلیم کا اس عمارت میں انتظام کیا گیا۔

کالج کے پہلے پرنسپل کی حیثیت سے ڈاکٹر بی۔ایس کلکرنی ۹ر اگست ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۰ر جولائی ۱۹۵۷ء تک فعال رہے۔ ۱۱ر جولائی ۱۹۵۷ء سے ۷ر جولائی ۱۹۵۹ء تک ڈاکٹر ٹی۔ایس رد نے دوسرے پرنسپل کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ پہلے ڈین ڈاکٹر پی۔ایم بھنڈارکر رہے جو ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۱ء تک عہدے پر فائز رہے پھر ڈاکٹر جی۔ کے کرندیکر ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۸ء، ڈاکٹر ایچ۔آئی جھالا ۱۹۶۸ء ڈاکٹر ایم۔آر دھام دھیرے ۱۹۷۰ء تا ۱۹۷۲ء، ڈاکٹر وی ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۶ء، ڈاکٹر پی۔ایس ویشواتر سال ۱۹۷۹ء، ڈاکٹر پی۔ سی بنسل ۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۷ء، وی۔آر دیشپانڈے ۱۹۷۹ء تا ۱۹۸۱ء تک کارکرد اور ۱۱ر جون ۱۹۸۱ء سے ڈاکٹر اے۔ایم ورے ڈین پر فائز ہیں جو پرانے عثمانین ہونے کے علاوہ انٹرمیڈیٹ اردو ذریعہ تعلیم سے وابستہ رہے۔ ڈاکٹر ورے ایک ڈاکٹر کے ساتھ ہی کامیاب منتظم بھی ہیں۔ بیرونی کی ڈگریوں کے علاوہ وزیٹنگ پروفیسر بھی رہ چکے ہیں کی صلاحیتوں کی وجہ سے حکومت نے انہیں نیشنل سے نوازا۔ وہ سال ۱۹۸۳ء میں "بیسٹ ٹیچر ایوارڈ" قرار دیئے گئے۔

اورنگ آباد میڈیکل کالج میں ایم۔بی۔بی۔ایس کے علاوہ ایم۔ایس اور ایم۔ڈی کے پوسٹ گریجویٹ کورسس زیر دوراں ہیں۔ فیکلٹی آف میڈیسن کا قیام ۱۹۶۳ء ہوا اور سال ۱۹۶۶ء کے پہلے بیچ (Batch) کے بعد پوسٹ گریجویٹ، ڈپلوما اور ڈگری کورسس کا آغاز کیا گیا۔ تمام کورسس میڈیکل کونسل آف انڈیا سے منظور شدہ ہیں۔

کالج کو فعال اور متحرک و کارکرد رکھنے کے لئے طلبہ کو تمام سہولتیں مہیا ہیں۔ جدید طرز کی لائبریری، لیباریٹریز، مرد و خواتین کی رہائش کے لئے علیحدہ ہاسٹلس اور ریزیڈنٹس ڈاکٹرس کے قیام کی سہولتیں مہیا ہیں۔ اس کالج کے تحت نرسس ٹریننگ کے علاوہ ڈینٹل کلینک کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تعلیم کے نظام کو فعال رکھنے کے لئے ۱۶ پروفیسرس، ۲۶ ایسوسی ایٹ پروفیسرس، ۵۲ ریڈرس، ۲... ہمہ وقتی طور پر تعینات ہیں۔ گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کے طلبہ و طالبات کے لئے رہائشی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں چنانچہ بوائز ہوسٹل میں ۳۶۸ طلبہ اور گرلز ہوسٹل میں ۷۷ طالبات کے رہائش کا انتظام ہے۔ ریزیڈنٹس کے لئے علیحدہ کامپلکس تیار کیا گیا ہے جس میں ۱۴۰ کو قیام کی سہولت فراہم کی گئی ہے جبکہ نرسس ہوسٹل میں ۲۸۵ خواتین کا انتظام ہے۔

کالج کی لائبریری میں ۱۶ ہزار سے زیادہ کتابیں موجود ہیں جبکہ ۹ ہزار سے زیادہ قومی اور بین الاقوامی رسائل وجرائد کو محفوظ کیا گیا ہے۔ ہر سال تقریباً ۳۲۰ رسائل اور جرائد منگائے جاتے ہیں جمخانہ میں ٹیبل ٹینس، شطرنج، باسکٹ بال، بیڈ مینٹن، ہاکی اور دیگر گیمس اور اسپورٹس کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

ایم۔بی۔بی۔ایس اور پوسٹ گریجویٹ کورسس کے علاوہ کالج کی طرف سے مختلف ڈپلوما کورسس کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ سال ۱۹۷۲ء سے میڈیکل لیبارٹری ٹکنالوجی کا ڈپلوما شروع کیا گیا جبکہ جولائی ۱۹۸۱ء میں آپتھالمک اسسٹنٹ کی ٹریننگ کا آغاز کیا گیا۔ آئندہ سال بی۔ڈی۔ ایس کورس کے آغاز کا امکان ہے۔

کالج کے تحت ڈپارٹمنٹ آف اناٹامی، ڈپارٹمنٹ آف فزیالوجی، ڈپارٹمنٹ آف بائیوکیمسٹری، ڈپارٹمنٹ آف فارماکالوجی، ڈپارٹمنٹ آف مائیکروبیالوجی، ڈپارٹمنٹ آف پری وینٹیو اور سوشیل میڈیسن، ڈپارٹمنٹ آف پیتھالوجی، ڈپارٹمنٹ آف ریڈیالوجی، ڈپارٹمنٹ آف ریڈیو تھراپی، ڈپارٹمنٹ آف ناک، کان اور حلق، ڈپارٹمنٹ آف فارمیڈیسن وٹاکسی کالوجی، ڈپارٹمنٹ آف آپتھالوجی، ڈپارٹمنٹ آف کارڈیو تھراسکرو، ویسکولر سرجری، ڈپارٹمنٹ آف انستھیالوجی، ڈپارٹمنٹ آف آرتھوپیڈکس، ڈپارٹمنٹ آف آبسٹٹرکس اینڈ گینکالوجی، ڈپارٹمنٹ آف میڈیسن ڈپارٹمنٹ آف پیڈیاٹرکس اور ڈپارٹمنٹ آف سرجری قائم ہیں۔

کالج میں تمام سہولتوں کے علاوہ اسٹوڈنٹس کینٹین، اسٹوڈنٹس کوآپریٹیو اسٹورس، پوسٹ آفس اور اسٹاف کوآپریٹیو کیش کریڈٹ سوسائٹی کے ذریعے انتظامات کو کارکرد بنایا گیا ہے۔ سال رواں کینسر کی روک تھام کے لئے کوبالٹ یونٹ (ریڈیو تھراپی) گردوں کی ناکامی پر امداد کے لئے ڈیالیسس یونٹ، کارڈیو تھوراسک اور ویسکولر سرجری کے علاوہ موبائیل آپتھالمک یونٹ کا آغاز کیا گیا ہے۔ مختلف موضوعات پر لیکچرس، ورک شاپ، سیمینار اور سیمپوزیم کا انعقاد بھی عمل میں آتا ہے۔ اس طرح اورنگ آباد میڈیکل کالج نے نہ صرف کئی سمتوں میں ترقی کی بلکہ اپنے ہونہار طالب علموں کی وجہ سے مراٹھواڑہ کے علاوہ تمام مہاراشٹر میں علاج و معالجہ کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا ایسا سلسلہ شروع کیا ہے جس کی قدر افزائی رہتی دنیا تک کی جاتی رہے گی۔

ہر ماہ کی ۱۰ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے

شرح خریداری

سالانہ :۔ ۱۰ روپے
۲ سالہ :۔ ۲۰ روپے
۳ سالہ :۔ ۲۷ روپے
۴ سالہ :۔ ۳۶ روپے
۵ سالہ :۔ ۴۵ روپے

ترسیل زر کا پتہ :۔
اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
بیرک ۱۹، مقابل سروچی بلڈنگ،
نزد منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۲۹،
فون نمبر ۲۰۲۱۵۳

(رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ کوپن منی آرڈر پر اپنا پتہ پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف لکھیں۔ وی۔پی۔پی نہیں بھجوائی جاتی ہے۔)

مراسلت کا پتہ :۔
ایڈیٹر "قومی راج"
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر، ۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲
فون نمبر ۲۰۲۰۶۵۱ ـ ۲۰۲۳۹۵۷

• منصور احمد عثمانی
(اردو آفیسر، دہلی انتظامیہ، دہلی)
رہائش :- سی ۹۳۱ - دہلی ایڈمنسٹریشن فلیٹس،
تیمارپور - دہلی -

اردو ہندی
روح ایک..... قالب دو

اردو اور ہندی جو دستورِ ہند کے آٹھویں شیڈول کی دو اہم اور مقبول ترین زبانیں بن چکی ہیں۔ اور ان کا شمار ہندوستان کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ دوہم رشتہ زبانیں ہیں اور ان کی اساس اور ماخذ مشترکہ ہے۔ نیز لسانیاتی ساخت کے اعتبار سے بھی یہ ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں۔ لیکن اگر ان زبانوں کو سماجی لسانیاتی تناظر میں رکھ کر دیکھا جائے تو ان کی جداگانہ حیثیت بھی واضح ہوتی ہے اور یہ دو ممتاز اور منفرد زبانوں کی حیثیت سے اُبھر کر سامنے آتی ہیں

بنیادی طور پر یہ ایک ہی زبان کے دو ٹکڑے ہیں۔ جو انگریزی حکومت کی ڈپلومیسی کا نتیجہ ہیں۔ جو لوگ تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں ... کہ انگریزوں نے اپنی حکومت کی کامیابی اور کامرانی کے لئے ہمیشہ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی کو اپنایا۔ ہندو، مسلم اختلافات بھی برطانوی اقتدار شاہی کے سبب مستحکم ستون بنے۔

اٹھارویں صدی سے پہلے اردو اور ہندی میں کوئی کشمکش نہیں تھی۔ یہ عوام کی مشترکہ زبان تھی۔ چنانچہ اردو کی پہلی باقاعدہ غزل بھی ایک ہندو شاعر چندر بھان برہمن ہی سے منسوب ہے۔

اردو..... اور..... ہندی دونوں زبانوں کے ادبی مورخ بھی اس نظریہ پر متفق ہیں کہ اس مشترکہ زبان میں تفریق کا عمل انگریزوں کے ایما پر ہوا تاکہ ہندو مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے وہ اپنی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط بنا سکیں۔

فورٹ ولیم کالج میں اس قومی زبان جس کے ہندی/ ہندوی / ریختہ / کھڑی بولی / ہندوستانی اور اردو معلیٰ وغیرہ بہت سے نام تھے جو دو حصے کئے گئے ایک حصہ کا نام "ہندی" اور دوسرے کا نام "اردو" مخصوص ہوا اور باقی سب ناموں کو ترک

کیا گیا اور یہ دونوں کے رسم الخط بھی مقرر ہوئے۔

شمالی ہندوستان میں اس نئی زبان کی ضرورت چونکہ عموماً درباروں، خانقاہوں، بازاروں اور فوجی لشکروں میں پڑتی تھی۔ لہٰذا لشکر جسے ترکی زبان میں "اردو" کہا جاتا ہے۔ اسی رعایت سے یہ زبان اردو کے نام سے موسوم کی جانے لگی۔ بقول راجہ شیو پرشاد، یہ پراکرت عربی و فارسی لفظوں کے سرمایہ سے مالا مال ہے اسے ہندی کہیں ہندوستانی، برج بھاشا، یا ریختہ، کھڑی بولی یا اردو اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا بیج محمود غزنوی نے بویا تھا۔

اردو اور ہندی کے بنیادی طور پر ایک ہی ہونے کی دسیوں دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ، سید عبدالواسع ہانسوی نے جب اس زبان کا پہلا لغت لکھا تو اس کا نام غرائب اللغات ہندی ہی تجویز کیا، اور اسی طرح مرزا غالب کے اردو خطوط کے مجموعے کا نام بھی عود ہندی رکھا گیا۔

بعض حضرات نظریہ کے ٹیڑھے پن کی وجہ سے اردو کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کا رشتہ پاکستان یا مسلمان سے جوڑتے ہیں۔ حالانکہ پاکستان بھی ہندوستان کا ایک حصہ ہے لیکن ایسی باتیں جتنے بڑے پیمانے پر پہلے تھیں اتنی ہی اب نہیں ہیں۔ کیونکہ حقیقت نے انہیں غلط اور بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ نے بھی اس نظریہ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ.....

"اردو مسلمانوں کی نہیں، بلکہ ہندوستان کی زبان ہے اور اردو کے فروغ میں دوسرے فرقوں کے لوگ بھی شامل ہیں۔"

اردو کو مسلمانوں اور ہندی کو ہندوؤں سے متعلق کر دینا نہایت درجہ کی حماقت ہے۔ جہاں تک عام بول چال کا تعلق ہے اردو کو صرف مسلمانوں سے منسوب کرنا قطعاً نامناسب ہے۔ کیونکہ اردو بولنے والے ہندو تو پھر بھی لاکھوں کی تعداد میں مل جاتے ہیں لیکن بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جنہیں اردو سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ مثلاً تامل ناڈ کے مسلمان تامل بولتے ہیں اسی طرح بنگال کے اور گجرات کے مسلمان بھی بالترتیب بنگالی اور گجراتی بولتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ "اردو" خالص دیسی زبان ہے یہ ہندوستان میں پیدا ہوئی اور یہیں پلی بڑھی، اور پھلی پھولی اور مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے یاد کی گئی، اردو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے، اس کی ترقی اور ترویج میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے علاوہ سکھوں/ پارسیوں اور انگریزوں نے بھی حصہ لیا۔ تقریباً سوا سو یورپین اور اینگلو انڈین اردو گو شعرا گزرے ہیں جن میں اکثر صاحب دیوان ہیں۔

سر تیج بہادر سپرو کی رائے میں اردو، تاریخی، سیاسی، معاشی اور تہذیبی لحاظ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد، اور یکجہتی کا نتیجہ ہے اور اس باہمی اتحاد کی وہ عظیم الشان یادگار ہے جس کو زمانہ کبھی نہیں بھلا سکے گا۔

۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۷ء تک کے قلیل عرصے میں سینکڑوں کتابیں ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر اس مشترکہ زبان میں لکھیں اور سینکڑوں اخبارات نکالے ان میں سے چند اخبارات اور ان کے ہندو مدیران کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں جنہوں نے اردو ادب کی بیش بہا خدمت کی اور اردو ادب میں اضافہ کیا۔

اخبارات	مدیران
۱:- قرن السعدین	معصوم نرائن
۲:- محب وطن	ماسٹر دھرم چند
۳:- فوائد الناظرین	ماسٹر رام چندر
۴:- فوائد الشائقین	پربھو دیال
۵:- سدھاکر اخبار	تارا مون
۶:- بنارس اخبار	رگھوناتھ گھوش
۷:- فخر الاخبار	لچھمن پرشاد
۸:- الحقایق	موتی لال
۹:- کوہ نور	منشی ہر سکھ رائے
۱۰:- خورشید عالم	منشی دیوان چند
۱۱:- نور الابصار	منشی سدا سکھ لال
۱۲:- خلاصۃ الاخبار	متھرا داس

یہ فہرست اس وقت کی ہے جب شمالی ہند میں اخبارات اور چھاپے خانوں کا رواج نیا نیا تھا۔ پڑھے لکھے افراد کی تعداد بھی محدود تھی۔ اس کے بعد سے ہندوؤں نے کتنے اخبارات

نکالے جن کی تعداد شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ چند مشہور اخباروں کے نام درج ذیل ہیں۔

"اودھ اخبار" "اخبارِ عالم" "ملاپ" "پرتاپ" "شیرِ پنجاب" "تیج" "شیرِ دکن" ۔ اس کے علاوہ کچھ ہفت روزہ اور ماہناموں کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں جو بہ بھی ہندو حضرات کی ادارت میں شائع ہوتے۔ مثلاً "تفریح" "آزاد" "طوطیِ ہند" "کیسر کیاری" "زمانہ" "زبان" "ادیب" "رہنمائے تعلیم" اور "مستانہ جوگی" وغیرہ۔

اُردو نے عیسائی/سکھ/پارسی اور اسلام جملہ مذاہب کی زبردست خدمت کی ہے۔ وطن کی آزادی کی لڑائی میں ہزاروں مجاہدین اس زبان میں ترانے گاتے ہوئے سُولیوں پر چڑھ گئے۔ اردو ہندوستان کے ہر حصّہ میں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ انگلینڈ اور کینیڈا کے علاوہ اور بہت سے ممالک میں اُردو کے بڑے بڑے مراکز ہیں۔ اگرچہ اس میں بہت سے عربی، اور فارسی کے الفاظ ہیں۔ لیکن عوام اس سے بدرجہ اتم مانوس ہو چکے ہیں۔

بقول ڈاکٹر شیام ورما، بدیسی الفاظ تو دیوتا کے مُنہ سے بولی گئی سنسکرت میں بھی مل جائیں گے، دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جو سراسر خالص ہونے کا دعوٰی کر سکے۔

اُردو کو انتہائی درجہ کی صحافتی وسعت حاصل ہے۔ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اردو بولی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُردو کے مخالفین بھی اُردو بولتے ہیں۔ اُردو اخبارات کی اشاعت جس قدر ہندوستان میں ہوتی ہے ہر شخص کو اس کا اعتراف ہے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہندوستان کے جن حصوں سے اردو اخبارات شائع نہیں ہوئے وہاں سے ہندی اخبارات بھی نہیں نکلتے۔

تاریخی حقائق پر نظر ڈالنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ، ہندی، اردو ہی کا قدیم نام ہے۔ یہاں تک کہ لفظ ہندو ہندوستان کے عام باشندوں کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ وسط ایشیا کے لوگوں میں بھی اکثر یہ نام رکھے جاتے تھے۔ مثلاً ایک ترکستانی باشندہ کا نام ہندو بیگ تھا۔ ہمایوں کے ایک بھائی کا نام ہندال مرزا تھا۔ تاریخ فرشتہ کے مورخ کا نام محمد قاسم ہندو شاہ تھا۔ اس کے باپ کے نام کے آگے بھی ہندو شاہ لگا تھا۔ اس سے اس بات کا اشارہ بھی ملتا ہے کہ جہانگیر کے وقت تک یہ نام کسی قوم یا فرقہ سے منسوب نہیں تھا۔

مہاتما گاندھی کے قول کے مطابق ہندی لفظ ہندوؤں کی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ تمام تر مسلمانوں کے آنے کے بعد پڑا ہے، اور اس سے مراد وہ زبان ہے جو اس وقت شمالی ہند کے ہندو اور مسلمان لکھتے پڑھتے تھے۔ لاتعداد مصنفین نے اپنی مادری زبان کو ہندی نام سے ہی موسوم کیا ہے۔ جو بعد میں انگریزوں کی ڈپلومیسی کا شکار ہو کر دو حصوں میں منقسم ہو گئی حتیٰ کہ رسم الخط بھی علیحدہ علیحدہ ہو گئے، اور اس طرح ایک جان دو جسموں میں سما گئی۔

مضمون نگار حضرات سے گذارش

* فل اسکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف صاف اور خوش خط تحریر فرمائیے۔
* کاربن کاپی یا زیروکس کاپی کے بجائے اصل مسودہ روانہ فرمائیے۔ اور آخر میں اپنا نام اور پتہ ضرور لکھ دیجیے۔
* صرف غیر مطبوعہ تخلیقات روانہ فرمائیے۔ مضامین کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیے۔
* غیر طلبیدہ تخلیقات کا معاوضہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ ادارہ کرتا ہے اس سلسلہ میں توجہ یا کسی یاددہانی کی ضرورت نہیں ہے۔

(ادارہ)

قتیلؔ راجستھانی

۳۱-بی، پیتھلم اپارٹمنٹس، ۴۰۰-ایس وی پی روڈ
بوریولی (ویسٹ) بمبئی نمبر ۱۰۳

چلتے رہیں گے دُکھ سُکھ کے ہم سارے موسم ساتھ لئے
بول رہا تھا کل وہ مجھ سے ہاتھ میں میرا ہاتھ لئے

ں نے اپنی جھولی سے کل پیار کے مجھ کو پھول دیے
وٹ آئے ہیں دامن بھر کے اُس کی یہ سوغات لئے

جن شاموں پر رشک کرے دل جن راتوں پر دن ہو نثار
کب آؤ گے جیون میں پھر ایسے ہی دن رات لئے

رنگ ڈالو تن من کی بگیا پھاگن بن کر آ جاؤ
برس پڑو دل کے آنگن میں رنگوں کی برسات لئے

موسم تو بدلا کرتے ہیں دھوپ کبھی ہے چھاؤں کبھی
کیوں بیٹھے ہو موند کے آنکھیں ایک ذرا سی بات لئے

ہم نے اپنی ساری شامیں لکھ دیں اُن کے نام قتیلؔ
عمر کا لمحہ لمحہ بیتا اُن کو اپنے ساتھ لئے

مرزا سازؔ قاسمی

۱۴۹-کیو/۴ اے-فیت والا کمپاؤنڈ
پائپ روڈ-کرلا-بمبئی ۴۰۰۰۷۰

میں دل کی بستی بھی جاں کا سہارا بھی، میں خرد بھی ہوں میں جنوں بھی
مجسّم اک دردِ ذات میری، مگر میسّر مجھے سکوں بھی

میں لختِ دل بھی گدازِ جاں بھی، میں اشکِ شبنم بھی جزوِ خوں بھی
میں اپنے پیکر میں رقصِ ہستی بھی، اپنے کردار میں جنوں بھی

یہاں تو حدِّ نگاہ تک بس، یہ ریگ زاروں کی وسعتیں ہیں
اگر ہو سمتوں کا کچھ تعیّن، تو سوئے منزل ذرا چلوں بھی

یہ میرا چہرہ بھی خال و خد بھی، سبھی مجھے اجنبی سے لگے ہیں
نظر کا آئینہ ہو اگر دل میں خود کو دیکھوں بھی اور ہنسوں بھی

نفس نفس خاک و خوں کے طوفاں، قدم قدم پتھروں کی بارش
کہاں ہے اس شہر میں وہ گوشہ، سکوں سے میں جہاں رہوں بھی

حیات اک داستانِ دل ہو، تو یہ بھی لازم ہے۔ ہم جلیسو!
کبھی زمانے سے کچھ کہوں بھی، کبھی زمانے کی کچھ سنوں بھی

یہی غنیمت کہ رنگ و بو میں، نقوش اپنے اپنے چھوڑ جاؤں
وجود پر اپنے بھولنا کیا، 'نہیں' بھی ہوں میں، اگرچہ ہوں بھی

مقابلہ جب بھی آسماں سے کیا ہے اپنا، تو میں نے دیکھا
ہے میری فطرت میں سرکشی بھی، مزاج ہے میرا سرنگوں بھی

سکونِ جاں ہو کہ دردِ ہستی، کہیں نہ ہم آہنگیاں نہ ہوں گی
اگر نہ ہو سازِ زندگی میں، حلاوتِ سوزشِ دروں بھی

• مہدی پرتاپگڑھی
معرفت ایگزیکیٹو انجینئر،
اری گیشن ڈویژن۔ پرتاپگڑھ (یوپی)

اے زیست مجھے تیری رفاقت سے ملا کیا
تہمت کے سوا حسن عنایت سے ملا کیا

خوش بخت ہے جو سرخ رُو اس دَر سے ملا ہے
ہم بکھرے ہیں اور اس کی رفاقت سے ملا کیا

بس یہ کہ زمانے نے بنایا ہے تماشا
اس سادگیٔ فکر کی دولت سے ملا کیا

ہم سب کے مسائل تو بہرحال تھے یکساں
ہم ٹوٹ گئے اور عداوت سے ملا کیا

جاری تھی دِل و ذہن میں اک جنگ سی یوں
اس کشمکش ذات کی وحشت سے ملا کیا

محرومی نے دی ذہن کے دروازے پہ دستک
ہاں اور ہمیں حسن تکلّف سے ملا کیا

وہ شخص پشیماں ہے نہ شرمندہ ابھی تک
سوچو کہ تمہیں اس کی ملامت سے ملا کیا

تہذیب کے ہم لمس کو بھی ترسے ہیں مہدیؔ
انسان کو پرواز کی دولت سے ملا کیا

★ ★ ★

• پروفیسر اشفاق انجم
شعبۂ اردو ایم۔ایس۔ایس۔بی۔ کالج
مالیگاؤں کیمپ، ضلع ناسک (مہاراشٹر)

سوزِ جواں

درد جب ذوق فغاں دیتا ہے
ہر بنِ مو کو زباں دیتا ہے

زخم کی لو سے پگھلتا ہے بدن
چشم کو گنجِ رواں دیتا ہے

ناخنوں تک سے اُبلتا ہے لہو
سیلِ باطن کا نشاں دیتا ہے

دل تو ہے جیسے چراغ مردہ
آگ پکڑے نہ دھواں دیتا ہے

ق

ایک شعلہ ہے رگ و پے میں رواں
زہر بنتا ہے نہ جاں دیتا ہے

دل میں رکھیں تو پگھلتا ہے دِل
لب جو کھولیں تو دھواں دیتا ہے

خوں ہی خوں ہے تا حدِ نظر
وحشتِ دل کا نشاں دیتا ہے

آنکھ بجھتی ہے تو جلتا ہے دماغ
آسماں ایسا سماں دیتا ہے

ہے تنِ گل پہ قبائے آتش
لمسِ شبنم بھی زیاں دیتا ہے

سخت برہم ہے سفیرِ گل تر
موسم شعلہ فشاں دیتا ہے

ایک چنگاری اچھلتی ہے اگر
شہر کا شہر دھواں دیتا ہے

وہ اندھیرا ہے کہ تارے نہ چراغ
رُوح کو سوزِ جواں دیتا ہے

چاند آغوش میں رکھتا ہے مگر
شب کا سناٹا فغاں دیتا ہے

کالے دریا سے اُبھرتا سورج
ہیبت وہم و گماں دیتا ہے

ذرّہ ذرّہ ہے حریفِ ہستی
آبِ حیواں بھی زیاں دیتا ہے

ایک لمحے کو نہیں غم سے فرار
رنج وہ دورِ زماں دیتا ہے!

غزلیں

اثر بن یحییٰ انصاری

عالیہ پبلیکیشنز، بیت اللہ (شیخ الادب)
ولی پورہ، دھولیہ، مہاراشٹر

تمام شہر میں یہ بات عام ہے کہ نہیں
"مری قسم" ترا نتیجہ کلام ہے کہ نہیں
زمانہ پوچھ رہا ہے تو کہہ نہیں دیتے
یہ خاکسار تمہارا غلام ہے کہ نہیں
ہمیں سے قسمتِ دار و رسن ہے تابندہ
ہمارے قتل کا منصوبہ عام ہے کہ نہیں
سکونِ قلب میسّر اگر نہیں اے دوست
تمام دولتِ کونین خام ہے کہ نہیں
بکھیر دوں ابھی قوسِ قزح کے رنگوں کو
مگر یہ فکر کہ اس کو دوام ہے کہ نہیں
حدودِ دیر و حرم سے گذر کے دیکھ لے دوست
میں جس جگہ ہوں وہ ہُو کا مقام ہے کہ نہیں
بکھر گئی ہیں عروسِ بہار کی زلفیں
یہ اک اشارۂ حسنِ تمام ہے کہ نہیں
بہارِ باغ ہے، وہ ہیں، یہ گھٹائیں ہیں
یہ انتہائے خوشی کا مقام ہے کہ نہیں
خرد سے پوچھ رہے ہیں جو اپنا نام و نشاں
اثر یہ عقل کے اندھوں کا کام ہے کہ نہیں

رونق سیمابی

۲/ ایل/ ۴ - تلکیگا روڈ، نزد کریم ٹاکیز،
ساکچی، جمشید پور ۱ (بہار)

★

زیادہ دوستی آپس کی ہوتی ہے مذموم
یہ بات اپنی نہیں ہے یہ بات ہے مرقوم
کسی کے نقشِ کفِ پا کو راہبر نہ بنا
طلسم زار ہے دنیا، ہوائیں ہیں مسموم
یہ قرب و دوری کا کیا ذکر زندگی کیلئے
دلوں کی یک جہتی لازم اور ہے ملزوم
خلوصِ حق عبادت اسی میں ہے مضمر
تو سر بہ سجدہ ہو پہلے قدم پھر انکے چوم
انانیت کی فضا شخصیت پہ غالب ہے
حقوقِ ذات سے کر دے نہ یہ کہیں محروم
سخن کو لاگ ترنّم سے آج ہے رونق
کرو "گذارشِ احوالِ واقعی" منظوم

عالم قریشی

محلہ اصالت پورہ، مراد آباد
(یو پی)

★

دوستوں سے فریب کھاتا ہوں
دشمنوں کو گلے لگاتا ہوں
منزلِ غم ملے، ملے، نہ ملے
جذبۂ دل کو آزماتا ہوں
اُس قدر اور یاد آتے ہیں
جس قدر ان کو میں بھلاتا ہوں
جو ترستے ہیں روشنی کے لئے
ان دلوں میں دیئے جلاتا ہوں
غم تو کل مجھ پہ مسکراتا تھا
آج میں غم پہ مسکراتا ہوں
دورِ ماضی کے یاد آتے ہی
عہدِ حاضر کو بھول جاتا ہوں
میں بھی عالم حیات کے خاکے
خود بناتا ہوں خود مٹاتا ہوں

★

غزلیں

نظرؔ جالنوی
نزد بھجنگ سینما ضلع جالنہ
مہاراشٹر

شکوۂ گردشِ ایام نہ ہونے پائے
غمِ عاشقی کہیں بدنام نہ ہونے پائے

کہیں ہو جائے نہ توہینِ وفا دنیا میں
دوستو رسمِ وفا عام نہ ہونے پائے

تہمتیں ضبط پہ آجائیں نہ دنیا کی کہیں
زندگی شہر میں بدنام نہ ہونے پائے

درد مٹ جائے گا اُن کا ہے یہ کہنا لیکن
درد کہتا ہے کہ آرام نہ ہونے پائے

راہِ دشوار میں تھک کر نہ کہیں رک جانا
دشتِ غربت میں کہیں شام نہ ہونے پائے

ڈھیر مٹی کا بھی ہوتا ہے تو ہو جائے مگر
گھر جو ہستی کا ہے نیلام نہ ہونے پائے

کر نظرؔ جہدِ مسلسل ہو جہاں تک ممکن
حسرتِ دل تری ناکام نہ ہونے پائے

شوبینہ شیریں شوبیؔ
اسٹیشن روڈ، نواپارا راجم
ضلع رائے پور (ایم پی)

جب تک نگاہ و دل کو بدلنا نہ آئیگا
سانچے میں انقلاب کے ڈھلنا نہ آئیگا

جب تک بھی ٹھوکریں نہ لگائیں گی راہ پر
اہلِ وطن کو گر کے سنبھلنا نہ آئیگا

بدلی نہ اگر ہم نے غلامی کی چال ڈھال
آزادیوں کی راہ پر چلنا نہ آئیگا

محنت سے ہاتھ کھینچ کے بیٹھے رہے جو ہم
منزل کی سمت پاؤں کو چلنا نہ آئیگا

جب تک جڑوں میں پودوں کو پانی نہ دینگے ہم
تب تک کسی بھی پھول کو پھلنا نہ آئیگا

اُستاد کے بغیر ترقی کی راہ پر
چلنا بھی ہم جو چاہیں تو چلنا نہ آئیگا

ہم بھی ہوا کے ساتھ نہ بدلے اگر تو پھر
چھاؤں میں انقلاب کی پلنا نہ آئیگا

ہم نے اگر امید کی پتوار چھوڑ دی
پھر ناؤ کو بھنور سے نکلنا نہ آئیگا

شوبیؔ اگر زبان میں شائستگی نہیں
نوکِ قلم کو پھول اگلنا نہ آئیگا

سیفی سرونجی
سیفی لائبریری سرونج (ایم پی)

میں تو سمجھا تھا کرم ہوگا نوازش ہوگی
کیا خبر تھی کہ مرے ساتھ بھی سازش ہوگی

مجھ کو اظہار کا آیا نہ سلیقہ اب تک
بات کہنے میں یقیناً کوئی لغزش ہو

خدمتِ خلق سمجھتا ہے جو شیوہ اپنا
اس کے دل میں نہ کبھی نام کی خواہش ہوگی

دل تڑپ جائے گا اس کا بھی یقیناً
اب کے ساون میں اگر جھوم کے بارش

ذہن ہو جائے گا بیدار جو تیرا سیفیؔ
لفظ بکھریں گے کتابوں میں نمائش ہوگی

وزیر اعلیٰ فنڈ میں

کابینہ کی جانب سے ایک ماہ کی تنخواہ کا عطیہ

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی۔ چوان اور ان کے کابینی رفقاء نے ۱۷ جون کو اپنی اپنی ایک ماہ کی تنخواہ "وزیر اعلیٰ راحت فنڈ" برائے خشک سالی میں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

سابق فوجیوں کی ضلع واری مردم شماری کیجئے

گورنر ڈاکٹر شرما

گورنر ڈاکٹر ایس۔ ڈی شرما نے اسٹیٹ مینجنگ کمیٹی اسپیشل فنڈ (مہاراشٹر) برائے سابق فوجیوں کی بازآبادکاری اور دوبارہ تعمیرات کے ۲۷ ویں اجلاس کی راج بھون میں ۱۱ جون کو صدارت کی۔

ممبروں سے خطاب فرماتے ہوئے گورنر موصوف نے ریاست میں تمام سابق فوجیوں کی ریاستی انتظامیہ کے ذریعے ضلع واری مردم شماری کرانے کی اہمیت پر زور دیا تاکہ ان کی موثر طریقے سے بہبود کی جاسکے۔

گورنر موصوف نے سابق فوجیوں، جنگ میں کام آنے والے فوجیوں کی بیواؤں اور ان کے خاندان والوں کی امداد کے لئے خاطر خواہ ذرائع کی اہمیت پر بھی زور دیا۔

بورڈ نے ملٹری لڑکوں/لڑکیوں کے ہوسٹلوں کے لئے دیے جانے والے ۱۲۵ روپے کے مشاہرہ کی رقم کو بڑھا کر ۱۵۰ روپے تک کر دینے کی منظوری بھی دی۔

کینرا بینک بورڈ کی طرف سے سابق فوجیوں، جنگ میں کام آنے والے فوجیوں کی بیواؤں اور معذور فوجیوں کو ۵۰۰۰ روپے دیے جانے والے قرض کی رقم کے سود میں رعایت کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

اس موقع پر شری بی۔ کے ہلوے، ایڈیشنل چیف سکریٹری حکومت مہاراشٹر، میجر جنرل ایس۔ ڈبلیو۔ کلکرنی، ایئر کمانڈر بی۔ پی بورشی لفٹیننٹ وی۔ پی جادھو اور شری ایس۔ ٹی بھوسلے موجود تھے۔

ڈائرکٹر وی۔ شانتارام کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب

مشہور فلم پروڈیوسر، ڈائرکٹر اور ۱۹۸۵ء کا دادا صاحب پھالکے انعام حاصل کرنے والے ڈائرکٹر وی۔ شانتارام کی مہاراشٹر انفارمیشن سنٹر کی طرف سے منعقدہ تقریب میں عزت افزائی کی گئی۔

تعلیم اور ثقافتی امور کے وزیر پروفیسر رام میگھے نے تقریب کی صدارت کرتے ہوئے شری شانتارام کو قومی یک جہتی اور مریضوں کے علاج و معالجہ کے موضوعات پر فلم بنانے کا مشورہ دیا۔

مرکزی وزیر برائے توانائی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے تقریر فرماتے ہوئے فلمی صنعت کی خدمت کرنے پر شری شانتارام کی ستائش کی اور ان کی عمر درازی کی دعا کی۔ شری ساٹھے نے مشہور شخصیتوں کو ایک شال اور شری پھل پیش کیا۔

صحافیوں سے بات کرتے ہوئے شری وی۔ شانتارام نے بھارت کی سماجی زندگی پیش کی جانے والی "اتر بھارت" فلم کے بارے میں انھیں جانکاری دی۔ جب ان سے ذرائع ابلاغ کے مؤثر ذریعہ ٹی وی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھیں نے اسے ایک حساس ذریعہ بتلاتے ہوئے اس میں جنسیات اور تشدد دکھانے سے پرہیز کرنے کا مشورہ دیا۔

آپ نے کچھ اشتہارات کی جانب بھی حکومت کی توجہ مبذول کرائی۔

استبدا میں ڈائرکٹر، مہاراشٹر انفارمیشن سینٹر شری آر۔ ایم ہیب
نے فلمی صنعت میں شری شانتارام کے گرانقدر خدمات کے بارے میں
تفصیلات پیش کرتے ہوئے اس تقریب میں تشریف لانے پر
ان کا شکریہ ادا کیا۔
نئی دہلی میں حکومت ہند کے اسپیشل کمشنر شری ایس
ایس سکسینہ نے شری شانتارام کی خدمت میں گلدستہ پیش کیا۔

شری بابو صاحب بھوگا ڈونکر، وزیر
مملکت برائے کمانڈ ایریا ڈیولپمنٹ اتھارٹی
(سی اے ڈی اے) سندھو درگ ضلع کے انچارج
وزیر، کالمبستا میں ربر کے درخت کی قلم لگاتے ہوئے
تصویر میں کوکن ترقیاتی کارپوریشن کے ڈائرکٹر
بھی نظر آرہے ہیں۔

تہواروں کو مل جل کر منائیے
گورنر ڈاکٹر شرما

بھارت کی یہ اعلیٰ روایت رہی ہے کہ یہاں بسنے والی تمام قومیں
ایک دوسرے کے تہواروں کو مل جل کر مناتی ہیں۔ اور قومی یکجہتی کا
وہ بے نظیر نمونہ پیش کرتی ہیں جس کی دنیا میں مثال ملنی مشکل ہے۔ گورنر
مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما ۱۲ جون کو بحیثیت مہمان خصوصی انڈو عرب سوسائٹی کی طرف
سے اسلام جم خانہ بمبئی میں منعقدہ عید ملن تقریب میں اپنے خیالات کا
اظہار فرمارہے تھے۔ گورنر موصوف نے فرمایا کہ ہمارے عظیم لیڈروں
مہاتما گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو نے لوگوں کی ذات پات سے بے
نیاز ہو کر خدمت کی ہے اور ملک کو سیکولرزم کی راہوں پر گامزن
کیا ہے۔
ابتدا میں انڈو عرب سوسائٹی کی صدر اور ممبر پارلیمنٹ ڈاکٹر
(شریمتی) نجمہ ہیپت اللہ نے گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما کا تعارف سامعین
سے کرایا۔
شری ٹی۔ کے ڈپے شریف آف بمبئی نے انڈو عرب سوسائٹی
کے اغراض و مقاصد بیان کیے۔
انڈو عرب سوسائٹی کے رکن شری آدم عادل نے اناؤنسنگ
کے فرائض انجام دیے۔
اس موقع پر وزیر مملکت برائے تعلیم شریمتی چندریکا کینیا شری شمیم
قریشی ایم ایل اے، عراق سعودی عربیہ کویت وغیرہ کے قونصل جنرل
اور شہر کے ممتاز افراد موجود تھے۔
سوسائٹی کے جنرل سکریٹری شری زیدی۔ لعل بندوق والا نے شکریہ
ادا کیا۔

عوامی عدالت نے موٹر حادثات دعووں کے ۲،۷ ا کروڑ روپے کا تصفیہ کرایا

مہاراشٹر میں موٹر حادثات کے شکار ہونے والوں کو عوامی عدالت
کی طرف سے ۲،۷،۲،۴،۲۰۰ را روپے کے معاوضہ کی اب تک امداد دی گئی۔
اس بات کا اعلان آج منترالیہ میں قانون و عدلیہ کے سکریٹری
شری بالا صاحب چوان نے بمبئی عظمیٰ میں واقع مختلف انشورنس کمپنیوں کے
نمائندوں اور سینئر افسران کی منعقدہ میٹنگ کے دوران کیا۔ میٹنگ میں
موٹر حادثات کے دعووں کے متعلق عوامی عدالت کے طریقہ کار پر بھی بحث کی گئی۔

قومی راج

شری چوان نے انشورنش کمپنی کے عہدے داران سے عوامی عدالت
[illegible]ثات کے دعووں کے تصفیہ کے طریقۂ کار میں سدھار کی بابت اسٹیٹ
[illegible]ڈ اور ایڈوائزر بورڈ کے ساتھ تعاون کرنے کی اپیل کی۔
بمبئی عظمیٰ کے موٹر ایکسیڈنٹ دعووں کے ٹربیونل کے چیرمین شری
[illegible]م سونک اور یونائیٹڈ انڈیا انشورنس، جنرل انشورنس کمپنی، نیشنل
اور نیو انڈیا انشورنش کمپنی کے نمائندوں نے شرکت کی اور عوامی عدالت
[illegible]کار میں سدھار کی بابت مشورے دے۔
بورڈ کے ممبر سکریٹری شری ایم۔ بی۔ پوار نے شکریہ ادا کیا۔

تلوجہ سانحہ
وزیر اعلیٰ کا اظہارِ غم

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے ضلع رائے گڑھ میں تلوجہ انڈسٹریل ایریا میں فیکٹری کی عمارت گرنے سے اس حادثہ میں مرنے والوں کے متعلقین کے گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا ہے۔
وزیر اعلیٰ نے اس حادثے میں مرنے والوں کے خاندان کو وزیر اعلیٰ راحت فنڈ میں سے ۱۰۰۰ ہزار روپے کی امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔

عوام میں اعتماد بحال کیجیے

وزیر اعلیٰ

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی۔ چوان نے ۱۳ جون کو بمبئی عظمیٰ پولس فورس کے [illegible] افسران سے شہر میں نظم و نسق کا جائزہ لینے کی غرض سے ملاقات کی۔
میٹنگ سے خطاب فرماتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے شہر میں بنکوں میں [illegible]تی کے کیس کا خاص طور سے حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حکومت کو امید ہے [illegible] ایسے معاملات کا جلد از جلد پتہ لگا لیا جائے گا تاکہ عام افراد کے دلوں میں اعتماد [illegible]ا ہو۔ وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ ضرورت محسوس ہونے پر پولس انتظامیہ کو سماج [illegible]ن عناصر اور امن کی فضا کو خراب کرنے والوں کے خلاف اپنی تمام قوت [illegible]دینی چاہیے۔ وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ حکومت ایسے فرض شناس افسران کا [illegible]ارلج

ہر ممکن تحفظ کرے گی۔ آپ نے وارننگ دی کہ غیر ذمہ دار افسر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ وزیر اعلیٰ نے سماج دشمن عناصر کی خاص طور سے منشیات کے پھیلاؤ کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔ وزیر اعلیٰ نے پولس مشنری کو اس جرائم کے پیچھے اصل ہاتھ کو بے نقاب کرنے کی ضرورت جتائی۔ ان ضمن میں چھوٹی موٹی کارروائی کرنے پر حکومت مطمئن نہیں ہوگی۔

وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ کسی بھی سیاسی جماعت یا فردِ واحد کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔
وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ نظم و نسق برقرار رکھنا پولس کا اولین فرض ہے اور انھیں اپنے فرائض بنا کسی عذر کے ادا کرنے چاہئیں۔ آپ نے

یقین دلایا کہ حکومت پولس فورس کی ضروریات پر ضرور دھیان دے گی۔ آپ نے اعلیٰ افسران کو جرائم کی تفتیش کو دھیان کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے انٹلی جنس مشنری کے کاموں میں سدھار کی بھی توقع ظاہر کی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حکومت انٹلی جنس مشنری کا ازسر نو جائزہ لینے پر بھی غور کرے گی۔

اس موقع پر چیف سکریٹری شری بی۔ جی دیشمکھ، شری این آر۔ رنگا ناتھن سکریٹری داخلہ شری ڈی ایس سومن پولس کمشنر شری مینڈ وزا ایڈیشنل پولس کمشنر موجود تھے۔

ابتدا میں پولس کمشنر شری ڈی۔ ایس۔ سومن نے فرمایا کہ جرائم کی تفتیش کے دوران اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے پولس انتھک کوشش کرے گی۔

آپ نے پولس فورس کی جانب سے سماج دشمن عناصر کے خلاف کارروائی کرنے کا یقین دلایا۔

صفحہ نمبر ۲۲ سے آگے مروڈ۔ جنجیرہ۔ مہاراشٹر

امکان ہے کہ مجگاؤں ڈاکس یا او۔ این۔ جی۔ سی مقامی گاؤں کے باشندوں کو کافی تعداد میں ملازم رکھیں گے کیونکہ قدیم نسل کھیتی اور ماہی گیری میں ماہر ہے اور نوجوان نسل گو توانا اور تنومند ہے، ان صنعتوں سے نہ واقف ہے اور نہ ان کی ٹریننگ پائے ہوئے ہے۔ ڈاکس کے کامپلیکس میں ہر سال ایک سو آدمیوں کی ٹریننگ کا انتظام کر رہے ہیں۔ جبکہ صرف مروڈ کی آبادی ۱۱،۳۰ ہے۔

مروڈ جنجیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقے مثالی طور پر علم معیشت حیوانات کے لئے سازگار ہیں۔ صنعتی یا دیگر امور کے لئے قطعاً سازگار نہیں ہیں اس سلسلے میں بعض تنظیمیں بھی اس خیال پر پختگی کے ساتھ قائم ہیں۔ اگر چیف سکریٹری شری بی جی دیشمکھ، ریاستی ڈپارٹمنٹ برائے ماحولیات کے سکریٹری شری سی۔ ڈی سنگھ، بمبئی ماحولیاتی ایکشن گروپ، انڈین ہیریٹیج سوسائٹی اور قدرتی امور سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم نے بروقت مداخلت نہ کی ہوتی تو معاملہ باہمی گفتگو اور بحث و مباحثہ کا رنگ اختیار نہ کرتا ان سب کی مداخلت سے آغاز ہوا کہ جہاں "نہیں" کے سوا کوئی بات سننے میں نہ آتی تھی اب مسئلہ نے یہ رُخ تو اختیار کیا ہے کہ آیئے! ہم سب مل کر اس کے بدلے کوئی دوسرا مناسب مقام تلاش کریں!!

تبصرہ

تبصرہ نگار: سلام بن رزاق
۹/۱۱۔ ایل۔ آئی۔ جی۔ کالونی
کرلا۔ بمبئی ۴۰۰۰۷۰

نام کتاب :-	جمالِ ہم نشیں
مترجم :-	محمد اسد اللہ
ملنے کا پتہ :-	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار۔ دہلی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ، جے جے اسپتال، بمبئی ۴۰۰۰۰۳

"جمالِ ہم نشیں" محمد اسد اللہ کے مراٹھی تراجم کا مجموعہ ہے۔ جس میں دو مزاحیہ انشائیے، دو مزاحیہ کہانیاں اور دو مزاحیہ ڈرامے شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مراٹھی طنز و مزاح پر ایک تعارفی مقدمہ تحریر ہے۔ مقدمہ مترجم کی دقت نظر اور ذوقِ مطالعہ کا غماز ہے۔ ان کی خوش ذوقی کا اس سے بڑا ثبوت خود کتاب میں شامل مشمولات ہیں۔ کیونکہ یہ سارے ادب پارے اُن ادیبوں کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہیں جو مراٹھی ادب کے صفِ اول کے مزاح نگار مانے جاتے ہیں۔

مراٹھی میں طنز و مزاح کی ایک شاندار روایت ہے اور ادب کی دیگر اصناف کے ساتھ یہ بھی جدید تقاضوں کے مطابق اپنی نوک پلک سنوارتی رہی ہے۔

مترجم نے اپنی منتخبہ تحریروں میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اس مختصر سے انتخاب کے ذریعے اردو کے قارئین کے سامنے مراٹھی مزاحیہ ادب کے عہد بہ عہد بدلتے رجحانات، نیز مراٹھی انشائیہ، ڈرامہ اور مزاحیہ مختصر کہانی، ان تینوں اصناف کی ایک جھلک پیش کی جا سکے۔ مترجم اپنے مقصد میں کامیاب ہے مگر دوسری طرف ان مختلف النوع اصناف کے سبب ہی کتاب کی کوئی منفرد حیثیت نہیں بن سکی۔

مراٹھی ادب کا دامن طنز و مزاح کی دولت سے اس قدر مالامال ہے کہ ان تینوں اصناف میں الگ الگ انتخاب کی بہر حال گنجائش ہے اس کے باوجود اس کتاب کا خیر مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ اردو میں مراٹھی طنز و مزاح پر یہ پہلی اچھی کوشش ہے۔

محمد اسد اللہ نے سارے ترجمے خلوص اور محنت سے کئے ہیں اور کوشش کی ہے کہ اردو کے قاری کو دورانِ مطالعہ کسی قسم کی غیریت کا احساس نہ ہونے پائے۔

خبریں - تصویروں میں

صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ ۱۲ر جون کو وگیان بھون نئی دہلی میں پروڈیوسر، ڈائریکٹر، وی شانتارام کی عزت افزائی کر رہے ہیں جنھوں نے ۱۹۸۵ء کا دادا صاحب پھالکے ایوارڈ حاصل کیا۔ بیرسٹر وٹھل راؤ گاڈگل، مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

گورنر مہاراشٹر، ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے، روایتی شمع جلا کر شری جینتی لال شیتوار کی تصاویر کی نمائش کا افتتاح کیا۔ شری جینتی لال، معذور انسان ہیں جو منھ میں برش پکڑ کر تصویریں بناتے ہیں۔ نمائش کا انعقاد جہانگیر آرٹ گیلری بمبئی میں فیلوشپ آف فزیکل ہینڈی کیپڈ اور جائنٹ انٹرنیشنل کے مشترکہ اہتمام سے کیا گیا۔ ڈاکٹر مادھوری شاہ، انسٹی ٹیوٹ کے چیرمین اور شری اے۔ جی جوگلیکر، جنرل سکریٹری بھی نظر آ رہے ہیں۔

شری سوشیل کمار شندے، وزیر برائے مالیات نے حال ہی میں بمبئی کے کاندیولی مقام پر "نالندہ بدھ وہار" کا افتتاح کیا۔

گورنمنٹ ڈینٹل کالج آڈیٹوریم میں ۱ر جون کو "پانچویں بار آنکھ کا عطیہ دینے کے کیمپ" کا انعقاد کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان نے صدر کے فرائض انجام دیے۔ شری باباصاحب دھابیکر، چیرمین، اکولہ ضلع پریشد، وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں "قومی نابینائی انسداد پروگرام" کے تحت، رولنگ سلور شیلڈ، تمام اضلاع میں آنکھوں کی سرجری کی اعلیٰ کارکردگی کے لیے حاصل کر رہے ہیں۔

شری وسنت راؤ دھوترے، وزیر مملکت برائے امداد باہمی، اکولہ ضلع میں راؤنڈ اللہ مقام پر چار کروڑ روپے کی لاگت والی پینے کے پانی کی اسکیم کا افتتاح کرتے ہوئے، تصویر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ شری وی۔ این۔ پاٹل (ایم ایل اے) شری دادا صاحب گھوترے اور شری رام داس گائیکواڑ۔

کمار شنکر کرشنا مورتی۔ روپارل کے طالب علم نے مہاراشٹر اسٹیٹ سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے بمبئی ڈویژنل بورڈ کے ذریعہ منعقدہ مارچ ۱۹۸۶ء کے ایچ۔ ایس۔ سی امتحان میں اول مقام حاصل کیا۔

شری آر۔ پی۔ کھرنک، بورڈ کے چیرمین، کمار کرشنا مورتی کو مبارکباد دے رہے ہیں۔ تصویر میں شری پردھان، پرنسپل روپارل کالج، شنکر کو مٹھائی پیش کر رہے ہیں۔ شری شیوانند کوشک ایس۔ پی کالج، پونے نے پوری ریاست میں مذکورہ امتحان میں اول انعام حاصل کیا۔

لوک نایک جے پرکاش نارائن لیپروسی
ایرڈیکیشن انسٹی ٹیوٹ والیو مقام پر واقع ہے۔
اس میں ایک نئے وارڈ کا نام رکھنے کی رسم ادا کی گئی۔
وزیراعلیٰ شری ایس۔ بی چوان مجمع سے خطاب
کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ تصویر میں شریمتی چندیکا
کینیا ڈیر انچارج برائے بھگانے ضلع اور ڈاکٹر ایس
بیٹرڈ چیرمین برائے انسٹی ٹیوٹ بھی نظر آرہے ہیں۔

ڈاکٹر ڈی یسبر امنین، وزیر برائے
توانائی، نیوٹیکنالوجیکل آکشن بیٹ۔ اپ
بایو گیس پلانٹ" نامی کتاب کی اشاعت
کا اعلان فرمایا۔ یہ کتاب ڈائریکٹوریٹ برائے
بایوگیس، کھادی اینڈ ویلیج انڈسٹریز کمیشن
کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔

شری جے۔ ٹی مہاجن، وزیر مملکت برائے
داخلہ صحافیوں کے ایک کیمپ برائے مطالعہ
قانون کا افتتاح کرتے ہوئے۔ آپ نے اس
کیمپ کا جلگاؤں ضلع میں روایتی دیپ روشن
کر کے افتتاح کیا۔

ساغر ملک (بی اے بی ایڈ)
تلاونی پڑگھا۔ بھیونڈی (ضلع تھانے) ۴۲۱۱۰۱

۲۵ مارچ اور ۱۰ اپریل کا مشترکہ شمارہ ملا۔ سرورق پر وزیراعلیٰ شری ششنکر راؤ چوان کی تصویر بہت خوب ہے۔ دیگر رنگین تصاویر نے قومی راج کی خوبصورتی میں چار چاند لگادئے ہیں۔ وزیراعلیٰ اور دیگر وزراء کا تعارف کام کی چیزیں ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی پر جناب یوسف ناظم کا مضمون اچھا ہے مگر اسلم عزیز (مالیگاؤں والے) کا مضمون آج کے دور کی چیز نہیں ہے۔ شعری مواد بھی اچھا ہے۔ مجموعی طور پر رسالہ صوری و معنوی ہر لحاظ سے خوب ہے۔

احمد جمال پاشا
ڈائریکٹر ادرنیٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
نشاط افزا، تیل ہٹہ، سیوان (بہار) ۸۴۱۲۲۶

آپ جس سلیقے سے "قومی راج" نکال رہی ہیں وہ ایک قابلِ تعریف کارنامہ ہے۔ اتنا رنگ برنگ شاید ہی کوئی پرچہ ہو۔ میں اسے ہمیشہ دلچسپی سے پڑھا کرتا ہوں۔

عبدالرحمٰن
خیرآباد۔ ضلع اعظم گڈھ (یوپی) ۲۷۶۴۰۳

قومی راج ہمارا بہت پسندیدہ پرچہ ہے۔ اس میں بہت اچھے اور مفید مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مجھے قومی راج سے بہت دلچسپی ہے۔

محمد فاروق (ایچ ایس سی۔ ڈی ایڈ)
گھسیٹی پورہ۔ اکوٹ (آکولہ) مہاراشٹر

دل موہ لینے والی نرالی آن بان سے "قومی راج" مسلسل موصول ہو رہا ہے۔ سرورق فریم کرنے کے لائق ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قومی راج علمی و ادبی خدمات کا ایسا عکس ریز ہے جس میں بے مثل دائمی نقوش جلوہ گر ہیں کہ جن کو حالاتِ زمانہ کی گرد کبھی نہیں ڈھک سکتی ہے۔
خداوند قدوس سے دعا ہے کہ آپ اور قومی راج کے معاونین کی عمریں دراز کرے تاکہ اردو کے رسالے قومی راج میں اور بھی نکھار آئے۔ آمین

اشفاق برادر
۱۳۲/۵۸، بابو پوروہ۔ کانپور (یوپی) ۲۳

ماہنامہ "فلم سنسار" بمبئی کے جنوری و فروری ۸۶ء کے مشترکہ شمارے میں "قومی راج" کا اشتہار دیکھا۔ دل خوش ہوا۔ کیونکہ عرصۂ دراز سے قومی راج کا پتہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا اور احباب سے اس کی ادبی انفرادیت کے بارے میں سنتا رہتا تھا۔

رزاق شاھد
تاجپورہ۔ عمرکھیڑ۔ ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

"نئی تعلیمی پالیسی نمبر" اس کے بعد "اصلاحِ انتظامیہ خصوصی نمبر" نکال کر آپ نے واقعی قابلِ تعریف کام کیا ہے جس سے قارئین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔
تازہ شمارہ بھی باصرہ نواز ہوا۔ معیاری غزلیں۔ تعمیری مضامین۔ دیگر حقیقت پر مبنی معلوماتی مقالات قومی راج کے لئے روشن مستقبل کے ضامن ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی ادارت میں رسالہ معیار کے اعتبار سے نقطۂ عروج کی منزل چھو لینے کے لئے آخری زینے طے کر رہا ہے جو ادبی دنیا کے لئے نہایت خوشگوار استعجاب کا باعث ہے اور قابلِ فخر بھی۔
دعا ہے کہ خدا (قومی راج) کو ثبات و مزید تابانی عطا کرے۔ (آمین)

یوم آزادی

خصوصی نمبر

جلد نمبر ۱۳ — ۱۰ اگست ۱۹۸۶ء — شمارہ نمبر ۱۳

سالانہ: دس روپے — قیمت فی شمارہ: ایک روپیہ

چیف ایڈیٹر: پرمود مانے — مینیجنگ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

ایڈیٹر: فیروزہ فیاض خان — سب ایڈیٹر: عبداللہ

شرح خریداری

یک سال کے لئے: ۱۰ روپے ؛ دو سال کے لئے: ۲۰ روپے

ین سال کے لئے: ۲۷ روپے ؛ ۴ سال کے لئے: ۳۶ روپے

پانچ سال کے لئے: ۴۵ روپے

سیل زر کا پتہ:

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز

گورنمنٹ آف مہاراشٹر۔ بیرک نمبر ۱۹ مقابل سوچی بلڈنگ نزد منترالیہ

بمبئی نمبر ۴۰۰۰۲۹

****

سرورق:

ہتاتما چوک۔ بمبئی میں "شہیدانِ وطن" کی یادگار۔

ترتیب

صفحہ نمبر

بھارت کو سرسبز بنانا وقت کی اہم ترین ضرورت

وَن مہوتسو کے موقع پر وزیر اعظم کا پیغام

امسال اور آنے والے سالوں میں بھارت کو سرسبز بنانا ہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں بھی ممکن ہو ہمیں درخت اگاتے رہنا چاہئے اور اس طرح اُجڑتے جنگلات کا نعم البدل ہم پا سکیں گے اور ہم اپنی زمینی دولت کو برباد ہونے سے بچا سکیں گے۔ وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے یکم جولائی سے ۳۱ راگست ۱۹۸۶ء تک ملک بھر میں منائے جانے والے ۳۰ ویں "وَن مہوتسو" کے موقع پر عوام کے نام اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

وزیر اعظم کے پیغام کا متن درج ذیل ہے:

"ہم ملک میں گذشتہ تین دہائیوں سے بھی زیادہ عرصے سے "وَن مہوتسو" مناتے ہیں۔ قدرتی حسن کو برقرار رکھنا ہی ہماری صدیوں پُرانی عظیم روایت رہی ہے اور اس کا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنا ہی ہماری زندگی ہے۔ اگر ہم نے جنگلاتی دولت کو فروغ نہیں دیا تو بہت ممکن ہے اس سے ہم معیشت حیوانات کے بحران سے دوچار ہو جائیں جو یقیناً ہمارے لئے باعثِ بربادی ثابت ہوگا۔

آج ہم اس بحران سے زیادہ قریب ہیں۔ ہم یہ بھول گئے ہیں کہ قدرت کی یہ نعمت بھی زوال پذیر ہے۔ ہم کو اس کی پوری طرح سے دیکھ بھال اور نگہداشت کرنی چاہئے اور بڑی احتیاط سے اس نعمت کو پروان چڑھانا چاہئے۔

اس سرزمین پر بڑھتی آبادی کا بوجھ عوام الناس کی زیادہ سے زیادہ ایندھن کی مانگ اور ہمارے جانوروں کیلئے چارہ کی بڑھتی مانگ سے نہ صرف ہماری جنگلاتی دولت متاثر ہوئی ہے بلکہ زمین کی زرخیزی بھی مائل بہ زوال ہوئی ہے۔ ہم جنگلات سے ہاتھ دھوتے جا رہے ہیں اور بنجر زمین میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔

امسال اور آنے والے سالوں میں بھارت کو سرسبز بنانا ہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہمیں جہاں بھی ممکن ہو زیادہ سے زیادہ درخت اُگانا چاہئے تاکہ اُجڑتے جنگلات کا نعم البدل ہو سکے اور اس طرح ہماری یہ زمینی دولت برباد ہونے سے بچ جائے۔ ہمیں اس بات کی بھی تلقین کرنی ہوگی کہ ہم اب سے شجر کاری کو ایک عوامی تحریک کے روپ میں آگے بڑھائیں گے۔ اُن جنگلات کو اُگانے کا نشانہ جو لگایا گیا ہے وہ تنہا حکومت کی ہی کوششوں سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔

۳۷ ویں وَن مہوتسو کے موقع پر آئیے ہم خود کو اس مقصد کیلئے وقف کر دیں۔ جنگلات کی صورت میں اس نعمت کو شجر کاری مہم کے ذریعے از سرِ نو مالا مال کر دیں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بقائے انسانی کا راز درختوں میں پوشیدہ ہے۔ قدرتی دولت درختوں کی ہی دین ہے۔"

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنسز، سنہرے سال

روسو کے مطابق "ملنساری" انسان کی دو فطری صلاحیتوں میں سے ایک ہے، دوسری فطری صلاحیت "اپنا بچاؤ" ہے۔ بنی نوعِ انسان کا اب تک باقی رہنا اُس کی دوسری صلاحیت کی وجہ سے ہے لیکن اس کی اخلاقی خوشحالی کی وجہ اس کی ہمدردی اور محبت ہے یہی وہ صلاحیت ہے جو انسان کو باہم ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہے۔

زمانۂ قدیم سے انسان ایک ساتھ رہتے آئے ہیں۔ اسی لئے ایک معاشرے کی طرح ایک دوسرے کے رنج و راحت کے شریک اور ایک دوسرے کی نگہداشت کرنے اور مدد دینے میں پیش پیش رہے ہیں۔ چوں کہ انسان قطعی طور پر معاشرے کا محتاج رہا ہے۔ اسلئے فطری حقوق کے سکہ کی دوسری طرف ہمیشہ معاشرتی ذمہ داریوں کا تصور رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہتوں نے اپنے ان بھائیوں کی مدد کی ہے جو جسمانی، دماغی، نفسیاتی اور سماجی طور پر مدد کے محتاج رہے ہیں جو مضبوط تھے اور صلاحیت رکھتے تھے تاکہ معذور بھی تندرست سماج کے ایک رکن کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرسکیں۔ اس کے باوجود سماجی خدمت بڑی حد تک اچھی طرح منظم نہیں کی جاسکی اور شخصی سطح تک ہی انجام دی جاتی رہی۔ لیکن آج کی کامپلیکس سوسائٹی کی جو ضروریات ہیں ان کی طرف سائنسی انداز میں توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنسز (ٹی آئی ایس ایس) اسی تصور کا عملی اظہار ہے۔ ہندستان میں سماجی کام کی کسی قدر تنظیم اور ادارہ کی نوعیت دینے کا کام مشنریوں نے انجام دیا لیکن پھر بھی اس میں سائنسی انداز کی کمی رہی۔ ڈاکٹر کلیفورڈ منشارٹ (Dr. Clifford Manshardt) ایک امریکی مشنری نے یہ بات پہلے پہل محسوس کی۔ ان کے بقول:

"ہندستان کی قومی بیداری کا سب سے زیادہ تسلی بخش پہلو یہ رہا ہے کہ سماجی خدمت میں زیادہ سے زیادہ لوگ دلچسپی لینے لگے ہیں۔ پورے ہندستان میں ریاستی حکومتیں اور میونسپلٹیاں سماجی بہبودی پر زیادہ توجہ دینے لگی ہیں جبکہ پرائیویٹ ایجنسیوں نے اپنے پروگراموں اور سرگرمیوں کو کئی گنا زیادہ کردیا ہے۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ اب ٹرینڈ سماجی ورکروں کی مانگ کی جانے لگی ہے کیونکہ سماجی کام میں عدم قابلیت کے معنی یہ ہیں کہ عوام کی جدوجہد کی بربادی اور مؤثر خدمات کی کمی، جسے اچھے پیمانے پر مؤثر انداز میں انجام دینے والی ایجنسیاں ہی شاید کرسکیں۔ اسلئے یہ بات بالکل قدرتی ہے کہ نئے معیاروں کی روز افزوں مانگ اور سماجی کام کی صلاحیت کے ساتھ تکنیک اور سماجی کام کرنے والوں کی پیشہ ورانہ ٹریننگ کی اہمیت کو سوچنے والے لوگ تسلیم کریں۔"

بنیاد ۱۹۳۶ء میں رکھی گئی؛

اس طرح ۲۲ جون ۱۹۳۶ء کو سر دوراب جی ٹاٹا اسکول آف سوشیل ورک کی بنیاد رکھی گئی۔ نیا قائم کردہ سر دوراب جی ٹاٹا ٹرسٹ نے ضرورت کے مطابق فنڈس پیش فرمایا۔ سر دوراب جی ٹاٹا گریجویٹ اسکول آف سوشیل ورک ہندستان میں اپنی نوعیت کا پہلا اسکول تھا اور آزادی ملنے تک اس قسم کا واحد اسکول تھا۔

ابتداءً یہ وسطی بمبئی میں واقع ناگپاڑہ نیبرھڈ ہاؤس میں تھا لیکن اس کے ساتھ جب لوگوں کی دلچسپی بڑھی تو اسے ۱۹۴۴ء میں "ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنسز" (ٹی آئی ایس ایس) کا نام دیا گیا۔ اس کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا تو ایک بڑی ذاتی جگہ کی ضرورت محسوس ہوئی لہذا ۱۹۴۹ء میں یہ اسکول ایک کرایے کے مکان میں منتقل ہوا اور ۱۹۵۴ء میں دیونار بمبئی میں اپنی ذاتی ۵ ہیکٹر زمین میں قیام پذیر ہوا۔ اس کی میں

ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشیل سائنسیز
کے ڈائریکٹران
جن کی قابل رہنمائی میں
ادارہ نے ترقی
کی منازل
طے کیں۔

پروفیسر جے. ایم. کمارپا
۱۹۴۱ء تا ۱۹۵۳ء

پروفیسر اے. آر. واڈیا
۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۲ء

بانی ڈائریکٹر ڈاکٹر کلیفورڈ منشارٹ
۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۱ء

موجودہ ڈائریکٹر
ڈاکٹر ارمیتی دیسائی
۱۹۸۲ء تا حال

ڈاکٹر ایم. ایس. گور
۱۹۶۲ء تا ۸۲

وزیراعظم، سورگباشی
جواہرلال نہرو نے
کنوبر ۱۹۵۴ء کو
ای. ایس. ایس'
موجودہ کیمپس، واقع
ار کا افتتاح کیا تھا۔
یرمین ڈاکٹر جان
ہے ادارہ کے اُس وقت
رننگ بورڈ کے چیرمین
ی مرارجی ڈیسائی
وقت کے بمبئی کے
اعلیٰ بھی دیکھے
سکتے ہیں۔

زائد اخلاقی مطالعاتی یونٹ: رضاکارانہ ایجنسیوں کی طرف سے مزدور، اجتماعی صحتی تربیت پر درس دینے کے لیے سامان جاتے ہیں۔

اڈیا اسپتال میں بچوں کی نگہداشت ایک سماجی کارکن۔ ایک بچہ کے ساتھ

جیرباﺋﯽ واڈیا اسپتال برائے اطفال میں طبی سماجی کارکنان، مریضوں کی خدمت میں مصروف۔

کا افتتاح ہمارے وزیرِاعظم پنڈت جواہرلال نہرو کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ ہندستان کی سماجی خدمت کی تاریخ میں یہ ایک اہم موڑ تھا۔

موجودہ کیمپس قابلِ دید قطعۂ زمین ہے۔ سائن۔ ٹرامبے روڈ کی ڈامر سے ڈھکی وسیع و گرم سڑک کے مقابلے میں کیمپس کی ہریالی سے بھری ٹھنڈی زمین آنکھوں کو ٹھنڈک، فرحت اور دل کو سرور سے نوازتی ہے۔ اس کی مختصر سی بلڈنگ کو اونچے لمبے درختوں نے ڈھانک رکھا ہے۔ اس کی پتلی سی گذرگاہ ننھے پودوں اور پھول دانوں سے آراستہ ہے۔ یہاں کی خوب صورتی اور آرام کے ساتھ ایک دلچسپ حکایت وابستہ ہے۔ زمین کی آراستگی فقیروں کی مرہون ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پروفیسر پانکر نے جو اختراعی ذہن رکھتے تھے، اصولی بات کو عملی شکل دینے کا فیصلہ کیا تاکہ بھیک مانگنے کی سماجی بُرائی کا مقابلہ کیا جا سکے۔ انھوں نے باغبانی کے لیے بھیک منگوں کو کام دیا۔ تجربے کا نتیجہ دلچسپ ثابت ہوا یہاں تک کہ پریس نے بھی اس کی تعریف کی۔

یہ مختصر سا تجربہ اس بات کا شاہد ہے کہ انسٹی ٹیوٹ نے اس ضرب المثل کو ثابت کر دکھایا "کہ آدمی کا مول کتابوں کے تول سے بڑھ کر ہے۔ ڈاکٹر منشارٹ، ٹی آئی ایس ایس کے بانی اور ڈائریکٹر نے بھی وعدہ کیا کہ وہ "ایسوں کو آدمی بنائیں گے جو فی الحال سماجی کام کرنا چاہتے ہیں اور صحیح معنوں میں سماجی کام کرنے کے قابل ہیں"۔ ٹی آئی ایس ایس نے اپنے اس مقصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔

صحیح ٹریننگ دینے کے طور طریقے کا آغاز صحیح قسم کے آدمی کے انتخاب سے ہوتا ہے۔ طالب علم کے اکاڈیمک ریکارڈ کو ثانوی اہمیت و درجہ حاصل ہے۔ مختلف مضامین سے، جسے ایک طالب علم ان یونی ورسٹیوں کے لئے جہاں سے وہ آیا ہے، پیش کرتا ہے ان کی افادیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ زیادہ اہمیت اس انتخابی ٹسٹ کو دی جاتی ہے جو خود انسٹی ٹیوٹ لیتا ہے۔ ایسے ٹسٹ میں مضمون نویسی، گروپ کے بحث و مباحثے اور انٹرویو لیا جانا شامل ہوا کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے طالب علموں کی لیاقت و قابلیت کی جانچ زیادہ بامقصد طور پر جا سکتی ہے۔

نصابات (کورسیز)

شروع میں انسٹی ٹیوٹ نے صرف ایک کورس رکھا تھا جو مختلف امور سے تعلق رکھتا تھا۔ اس میں کوئی خصوصی یا امتیازی مضمون نہیں تھا۔ گریجویٹ کے مابعد ڈپلوما بھی عام قسم کا تھا۔ ڈاکٹر مورتھی نے خاص قسم کے کچھ نصابات تیار کئے اور ان کے ساتھ کچھ عام پیپرز (پرچے) بھی بنائے اور باقی ماندہ خاص قسم کے تھے۔ یہ بات ۱۹۴۸ء کی ہے، آج انسٹی ٹیوٹ پورے وقت کے نصابات پیش کرتا ہے جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:۔

(الف) سماجی کام میں ماسٹر آف آرٹس ڈگری اور ساتھ ہی مختلف میدانوں میں خصوصیت جیسے کریمنالوجی اور اصلاحی ایڈمنسٹریشن

خاندان اور بہبودی اطفال، میڈیکل اور دماغی امراض سے متعلق سماجی کام اور شہری اور دیہاتی کمیونٹی ڈیولپمنٹ۔
(ب) ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری عملہ کی انتظام کاری میں اور صنعتی تعلقات اور
(ج) تحقیق کے طریقوں میں گریجویٹ کے مابعد سرٹیفکیٹ۔
انسٹی ٹیوٹ نیچے مندرجہ امور کے لیے کل وقتی اور جز وقتی نصاب رکھتی ہے :۔

(الف) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری۔ سماجی کام میں۔
(ب) ماسٹر آف فلاسفی کی ڈگری۔ سماجی سائنس میں۔
(ج) پی ایچ ڈی کی ڈگری ۔ سماجی کام میں ۔ اور
(د) پی ایچ ڈی کی ڈگری ۔ سماجی سائنس میں۔

فاضل وقتوں میں کام کی باتیں :

ترقی کے سب سے آخری مرحلے میں یعنی ۱۹۸۱ء میں فاضل اخلاقی مطالعات کے لیے ایک یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ یونٹ سیکھنے کے لیے ایسے بالغ شائقین کو تربیت دیتی ہے جہاں انسٹی ٹیوٹ میں سکھانے کے لئے ماہرین ہوا کرتے ہیں۔ یہ یونٹ ایک جز وقتی پروگرام، سال بھر کے لیے، اسپتال کی انتظام کاری کے سلسلے میں چلاتی ہے اور آخر میں ایک سرٹیفکیٹ عطا کرتی ہے

اسی طرح یہ یونٹ عملہ کی انتظام کاری اور کمپیوٹر کے استعمالات کے پروگرام عملہ کی انتظام کاری کے محکمہ اور الیکٹرانک ڈاٹا پروسیسنگ یونٹ کے اشتراک عمل سے شام کے وقت چلاتی ہے۔ ان کے علاوہ، یہ یونٹ سیمناروں اور مختلف میدانوں میں ورکشاپس، نیز ریفریشر کورسیز کا انتظام بھی ایسے عملہ کے لوگوں کے لئے کرتی ہے جو سماجی بہبود کے میدان یا تعلیمی محکموں یا ریسرچ یونٹوں میں اپنے ہم درجہ اور سہم رتبہ لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

تحقیقاتی پروجیکٹس :

اس انسٹی ٹیوٹ کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ سماجی تحقیقات کو منظم کرے، طالب علموں کو سماجی تحقیقات کے طور طریقوں کی تربیت دے انسٹی ٹیوٹ میں سکھے گئے مضامین کے علم کی نشو و نما کو فروغ دے، اور سماجی پالیسیوں کی تشکیل کو بڑھاوا دے :
اس مقصد کی تلاش میں انسٹی ٹیوٹ نے ۱۹۸۵ء کی ابتدا تک ۱۹۹ تحقیقاتی رپورٹوں کی تکمیل میں ہاتھ بٹایا۔ اس قسم کے مطالعات کی کفالت اور دستگیری کئی ایجنسیوں نے کی جس میں حکومت ہند، انڈین کونسل برائے سوشیل سائنس ریسرچ، یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن، میونسپل کارپوریشن برائے بمبئی عظمیٰ اور بین الاقوامی تنظیمیں جیسے یونی سیف، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن، انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن

ورلی میں واقع کمیونٹی سنٹر میں مزدوروں کے بچے کھیل کود میں مصروف۔

پروفیسر رجنی کوٹھاری، ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سائنسیز کے جشنِ طلائی سال کے موقع پر منعقد سیمینار کا افتتاح کر رہی ہیں۔ تصویر میں دیکھے جاسکتے ہیں (بائیں سے دائیں) ڈاکٹر ارمیتی ڈیسائی، ڈائریکٹر ٹی آئی ایس ایس، ڈاکٹر ایم ایس گورے، سابق وائس چانسلر یونی ورسٹی آف بامبے اور ڈاکٹر جے جے بجابجا، گورننگ باڈی کے چیرمین۔

جیسے باعزت اداروں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ایجنسیاں سماجی طور پر متعلق امور کا نام تجویز کرتی اور ان کا گہرا تجزیہ طلب کرتی ہیں۔ مطالعہ سے تعلق رکھنے والی بعض موٹی موٹی باتوں کا ذکر بھی کر دیتی ہیں۔
یہ انسٹی ٹیوٹ ان پر تحقیقات کرتا اور اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔
انسٹی ٹیوٹ کی ریسرچ یونٹوں کی تعداد ۸ ہے۔ یہ یونٹیں اہم اور نمایاں سماجی امور پر تحقیقات میں مصروف رہتی ہیں جیسے لیبر، عورتیں، بچے اور جوان، خاندان، دیہی اور شہری سوسائٹیاں، تعلیم اور عوامی بہبود سے متعلق انتظامِ حکومت۔
ان کے سیکھنے اور مطالعہ کرنے سے تعلق رکھنے والی سرگرمیوں کے لیے جدید ترین، خاص قسم کے سخت ظروف اور اوزار ضروری ہیں اس کام کو انجام دینے کے لیے تین سروس یونٹوں سے کام لینا پڑتا ہے یعنی سمعی و بصری یونٹ، الیکٹرانک ڈاٹا پروسیسنگ اور نیشنل سروس اسکیم (این ایس ایس) یونٹیں۔

عملی تربیت:

عملی علم کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے انسٹی ٹیوٹ نے لازمی عملی تجربا اور میدانی کام کے لیے پروگرام بنائے ہیں طالب علم اپنی اپنی دلچسپی کے دائروں میں رہنمائے اطفال کلینک، ادھیام پروجیکٹ، دیہی پروجیکٹ، یا خاص سیل جو پولس کمشنر کے دفتر میں مصیبت زدہ عورتوں کی مدد کے لیے حال ہی میں بنایا گیا ہے، کام کرکے عملی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

انھیں ان کے علاوہ دوسری انسٹی ٹیوٹس اور ایجنسیوں میں بھی رکھا گیا ہے۔ اس طریقہ سے طالب علم عملاً کام کرکے اور اس کام میں حقیقتاً لگے ہوئے دوسرے لوگوں کی رہنمائی حاصل کرکے، کام بخوبی سیکھ سکتے ہیں۔

راحت رسانی کے کام:

سماجی خدمت کے میدان میں تربیت یافتہ پیشہ وروں کو لگانا ایک مسلسل سلسلہ ہوا کرتا ہے جس کے ذریعے یہ انسٹی ٹیوٹ سماج کی خدمت کرتا ہے۔ ہنگامی حالات میں بھی یہ مدد کی پیشکش کرتا ہے۔ طلبا، فیکلٹی (مختلف کاموں کی استعداد رکھنے والے طلبا یا پیشہ ور) کے ہمراہ کام کرنے والے طلبا حکومت کے ساتھ یا کسی رضاکارانہ تنظیم کے ساتھ راحت رسانی کے کام اشتراک و عمل کرکے بھی انجام دے سکتے ہیں۔ راحت رسانی کے کام میں تو یہ انسٹی ٹیوٹ اپنے آغاز کے وقت سے ہی منہمک ہے۔ طالب علموں کی ایک جماعت اپنی فیکلٹی کی سربراہی میں کرد کشنر کے پناہ گزینوں کے کیمپ میں بھی مصیبت زدوں کی پریشانیوں کو گھٹانے میں مصروف تھی۔ کچھ عرصہ پہلے انھوں نے سوراشٹر کے مقام موروی میں ڈیم کے پھٹ جانے پر، آندھرا پردیش کے سیلاب، بمبئی کے فسادات اور بھوپال کے گیس کے المناک حادثے میں بھی خدمت انجام دی۔

(باقی صفحہ نمبر ۴۹ پر)

ڈاکٹر وی سبرامنین

قومی یک جہتی

مختلف واحدوں یا ٹکڑوں کو یکجا کرنا اور پھر اُنھیں جوڑ کر ایک کر کے ایک آزاد قوم بنا دینا اتنا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور اس کیلئے پہلا قدم یہی ہو سکتا ہے کہ قوم کے مختلف اجزا میں ایک بن جانے کا جذبہ ہو اور آپس میں ایک ہونے کی خواہش ہو۔ بدقسمتی سے مختلف سمتوں سے بھانت بھانت کی ایسی آوازیں شروع ہی سے کچھ اس انداز میں اٹھتی رہیں کہ یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اور اگر منزل کے قریب پہنچے بھی تو تفرقہ انداز بولیوں نے اس میں ایسا زہر گھولا کہ خواب بکھر گیا۔ اب آج ۳۸ برس بعد پیچھے مڑ کر دیکھیں تو بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ: ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ تقریباً چالیس سال تک ایک قوم کی حیثیت سے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے دنیا میں جانے مانے اور مشہور ہونے کے بعد ہمارے لئے یک جہتی ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے اور آج بھی ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ کون سی ترکیب برتی جائے کہ شمال و جنوب مشرق و مغرب کے ہم سب ہندستانی اسی ایک نام سے جئیں اور مشہور ہوں۔

جن کندھوں پر دستور سازی کا بوجھ رکھا گیا تھا اُن کی دُور رس نگاہیں اس چیز کو دیکھ رہی تھیں کہ خود دستور میں بعض ایسی باتوں کو شامل کرنا ضروری ہے جس سے قومی یک جہتی کو فروغ حاصل ہو۔ عدالتوں کا نظام کچھ ایسا رکھا گیا کہ ان میں دوسری ریاستوں کے کچھ جج ضرور ہوں ابتدا میں جنھیں آئی۔ اے۔ ایس اور آئی۔ پی۔ ایس کہا جاتا تھا۔ انہیں بعد میں آئی۔ ایف۔ ایس کے نام سے موسوم کیا گیا تاکہ ہر ریاست کی انتظامیہ کو، نیز پورے ملک کی انتظامیہ کو بلحاظ مقصد ایک سمجھا جائے اور عام احساس بھی یہی ہو کہ ہم سب ایک قوم ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ عام تصور بھی یہی ہو کہ ہم اس ملک کے ہی شہری ہیں۔ ریاستیں بھلے ہی الگ ہوں لیکن ہم متحدہ ہندستان کے شہری ہیں۔

دستور میں قانون سازی کی تین مختلف فہرستیں: (۱) دستور ساز اسمبلی (۲) ہندستانی پارلیمنٹ یا لوک سبھا اور (۳) راجیہ سبھا۔ اتحاد کو بڑھاوا دینے اور ملک کے مختلف ریاستی نمائندوں کے درمیان اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔

قومی ترقیاتی کونسل

صحیح معنوں میں ہم نہ رواجی فیڈریشن ہیں اور نہ مختلف فیڈریشنوں کی ایک جماعت یا کنفیڈریشن۔

ہمارے دستور سازوں نے یہ بات پیش نظر رکھی تھی کہ اس قوم کے مختلف حصوں میں افہام و تفہیم کا جذبہ لازمی طور پر ہونا چاہیئے تاکہ پورا ملک قومیت کی روح کے ساتھ پروان چڑھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دستور میں لوگوں کی بعض جماعتوں کے لئے خاص امداد کا

انتظام کیا گیا ہے اور بعض علاقوں کے لئے بھی جو پسماندہ رہ گئے ہیں لیکن مختلف ریاستوں میں اتحاد اور افہام و تفہیم کی حوصلہ افزائی کے لئے قومی یک جہتی اور عام معاشی اور انتظامی امور کی عام قومی پالیسی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی غرض کی تکمیل کے لئے ایک قومی ترقیاتی کونسل کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس کونسل میں تمام ریاستوں کے وزرا اعلیٰ ہیں جو ممکن ہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہوں لیکن جو اس کے باوجود ایک قومی جذبہ کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں تاکہ ملک کی سالمیت اور اتحاد محفوظ رہے۔ پھر بھی گذشتہ چند برسوں کے تجربات بتلاتے ہیں کہ قومی یک جہتی کے حصول کے لئے ہمیں ابھی کئی منزلیں طے کرنی ہیں۔

سیکولرزم اور قومی یک جہتی کا فرق

سیکولرزم کے معنی یہ ہیں کہ مختلف مذاہب کے ساتھ رواداری اور امن و امان کے ساتھ رہن سہن۔ لیکن قومی یک جہتی اس سے بلند تر چیز ہے۔ ایک ملک کے مختلف جغرافیائی حصوں کے ساتھ بین ریاستی اتحاد یا بین ریاستی تبادلۂ خیالات۔ لیکن یہ بھی قومی یک جہتی کی پوری تشریح نہیں ہے۔ قومی یک جہتی دراصل ہمارے ملک کے باشندوں کے اس جذبے کی عکاسی کرتی ہے جس جذبے کے تحت لوگوں نے دوش بدوش ملک کی آزادی کے لئے جنگ کی اور جو ہمارے دستور کی روح ہے۔ یہی وہ روح ہے جس کو زنگ آلود ہونے سے بچایا جانا چاہیے اور اس بات کی بھرپور کوشش کی جانی چاہیے کہ یہ تصور پورے آب و تاب کے ساتھ تمام امور میں جلوہ گر رہے۔

انتظامِ مملکت کا رول

اس پروسیس میں انتظامِ مملکت کا کیا رول ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض تجویزوں سے اس باب میں اختلافات ہوں لیکن غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ انتظامِ مملکت قومی یک جہتی کو بڑھاوا دینے میں ہمارے ملک میں کارآمد رول ادا کرسکتی ہے۔

گاندھی جی لسانی صوبوں کے حق میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کسی زبان کو اہمیت دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ قومیت کے ساتھ متصادم ہو۔ اگرچہ بدقسمتی سے لسانی ریاستوں نے چپقلش بڑھا دی اور ایسے مسائل پیدا کر دئے کہ ملک کی سالمیت خطرے میں پڑ گئی۔ اس مسئلہ پر از سرِ نو غور کرنا ضروری نہیں اگر ملک کی سالمیت و اتحاد پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔ انفرادی طور پر ریاستوں کی ترقی کے نقطۂ نظر سے مقامی زبان پر زور دیا جاتا ہے لیکن اس بات پر نگاہ رکھنی ہوگی کہ اس سے اختلافات میں اضافہ نہ ہو۔

۳ ـ لسانی فارمولا

اس ملک کی چار بڑی ریاستیں اتر پردیش۔ بہار۔ مدھیہ پردیش — ا[illegible] راجستھان نیز ہریانہ اور ہماچل پردیش میں ایک عام زبان ہے۔ دوسر[illegible] ریاستیں دوسری زبانیں رکھتی ہیں۔ پورے ملک کے لئے ایک زبان کی راہ میں ممکن ہے کہ اختلافات پیش آئیں لیکن اس معاملے میں کہ سہ لسانی فارمولا کو، جو اس سے پہلے رائج تھا، ترقی دی جائے، غالباً کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ریاستی زبان کو اندرونِ ریاست، رسل و رسائل کے واسطے (میڈیم) کے طور پر ترقی دی جائے تاکہ اس کے ذریعے ریاستی کلچر، فنونِ لطیفہ، ادب، فلسفہ اور سیاست کو ترقی مل سکے۔ عام قومی زبان، جس کے ذریعہ ہندوستان کا باشندہ ملک کے کسی بھی [illegible] ہر جا سکے اور اجنبیت محسوس نہ کرے ہندی ہوسکتی ہے۔ آخر میں [illegible] کی ترقیوں کے پہلو بہ پہلو رہنے کے لئے ایک زبان ہوتو جو انگریزی ہوسکتی ہے۔

اکانومک فارمولا کے لحاظ سے محفوظات

(ریزرویشن)

قومی یک جہتی کے بنیادی تصور میں مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان کسی نہ کسی درجہ میں رواداری کا سلسلہ ہوتا ہی ہے۔ اور باہمی ا[illegible] کا بھی۔ ساتھ ہم کو بعض پسماندہ طبقات کے لئے کچھ خیال کرنا پڑتا [illegible] بایں ہمہ بعض فرقوں اور قبائل کے لئے محفوظ نشستوں کے سوال۔ شدید تلخیوں کو راہ دی۔ بات یہ نہیں ہے کہ دوسری ریاستوں میں [illegible] سوالات نہیں ہیں لیکن آخری الذکر ریاستوں نے جذبات کے اظہار [illegible] شدت کی جگہ تحمل اور رواداری سے کام لیا۔ زیادہ بہتر طریقہ غالباً یہ ہوگا کہ محفوظات تو مستقل طور پر رکھے جائیں لیکن مذہب یا علاقہ وا[illegible] بنیاد پر نہیں۔ ہمارے دستور کے فلسفیانہ تصورات کی مناسبت سے یہ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ملک کے کمزور طبقوں کو آگے بڑھنے میں مدد دیں اور جو معاشی طور پر کمزور ہیں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ آئندہ تمام محفوظات ایک عام معاشی فارمولا کے تحت رکھے جا[illegible] قومی یک جہتی کے پیش نظر یہ بات زیادہ مناسب نہیں ہوگی اگر پورے ملک کے لئے محفوظات کے سلسلے میں کوئی ریزرویشن [illegible] معاشی سطحوں یا بنیادوں پر رکھیں۔ بجائے اس کے کہ کوئی اور بنیاد [illegible]

کریں جیسے مذہب، قبیلہ، فرقہ؟

اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ منصوبہ بندی کے طریقے کو مرکز سے الگ کردیں اور ریاستی ترقی پر کسی ایک ضلع کی ترقی پر بلکہ ضلع کی کسی ایک مقامی یونٹ پر زیادہ توجہ دیں۔ اس طرح منصوبہ بندی (مقطع) ہوجائے گی اور وہ لوگ بھی جو جڑ کی سطح سے متعلق ہوں گے۔ وہ بھی ترقی میں شرکت کریں گے اور کوئی معاشی سطح حاصل کرلیں گے۔ اس کی بدولت کسی حد تک وہ کھنچاؤ اور کشیدگی جو ریاستوں میں معاشی دشواریوں کے سبب پیدا ہوتی ہے گھٹ جائے گی۔

تہواروں کو مِل جل کر منانا

میرا ایک مشورہ یہ بھی ہے کہ قومی سالمیت کے لیے تمام تہوار عمومیت کے ساتھ سب لوگ مل کر منائیں۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ دیوالی، عید، بیتیتی یا کرسمس پوری قوم ایک ساتھ مل کر منائیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو قومی یک جہتی کے لیے یہ نیک شگون ہوسکتا ہے۔ سرکاری دفاتر میں مختلف تہواروں پر "فیسٹول ایڈوانس" دیئے جاتے ہیں اور سب ہی ملازمین ان موقعوں پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کو اور وسیع بنیاد پر سوچا سمجھا جائے تو قومی یک جہتی کی ایک اچھی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

ایک مسئلہ زبان کا بھی بعض اوقات یک جہتی پر اثر انداز ہوتا ہے ہمارے دستور نے ۱۴ زبانیں تسلیم کی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک یا دو زبانوں کو بڑھانے کی بات ابھرے۔ ظاہر ہے کہ یہ زبانیں ان ان لوگوں کے نزدیک اہم ہیں جو انہیں برتتے، بولتے ہیں۔ دوسرے کی عزت افزائی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی مادری زبان میں اس سے گفتگو کی جائے۔ پھر بھلا ہم دوسروں کی زبانیں پڑھنے پڑھانے یا سیکھنے سکھانے سے کتراتے کیوں ہیں؟ ہمارے سامنے اس عظیم شہر بمبئی کی مثال ہے جہاں ہر فرقہ، ہر مذہب، ہر برادری، ہر قوم بلکہ خود ہندستان کے ہر گاؤں کا کوئی نہ کوئی شخص یہاں موجود ہے اور سب مل جل کر رہتے ہیں، میل جول رکھتے ہیں، بات چیت کرتے کراتے ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایک سے زیادہ بولیاں بولتے ہیں۔ شاید اسی بنا پر اس عظیم شہر میں قومی یک جہتی دوسرے کسی شہر کے مقابلہ میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

پس جہاں اختلافات کی بنیاد فرقہ، مذہب یا زبان ہو، اسے حکومت وہیں ختم کردے کیونکہ قومی یک جہتی کے لئے یہی زہر ہے۔ لیکن اس کا حصول اس وقت آسان ہوسکتا ہے۔ جب انتظامیہ میں ایسے ارکان کی تعداد زیادہ ہو جو حکومت کے ہم خیال ہوں۔ انتظامیہ قومی یک جہتی کو بڑھاوا دینے کا یہ طریقہ اپنا سکتا ہے کہ ایسے اداروں کو کسی قسم کی امداد یا ترغیب سے نہیں نوازنا چاہئے جن کی بنیاد ذات پات یا مذہب پر ہے۔ اگر ہم ایسی امداد یا گرانٹ کو صرف ایسے اداروں کے لئے مخصوص کرلیں۔ مذہب یا ذات پات کے نقطۂ نظر سے مبرا ہیں اور صرف تعمیراتی کاموں میں ہی جٹے ہوئے ہیں تو اس سے قومی یک جہتی کو اچھی قوت مل سکتی ہے۔

قومی یک جہتی کے مفاد میں یہ بات ہے کہ ہر ادارے کے لئے یہ لازم ہو کہ وہ ہر شخص کو ممبرشپ عطا کرے۔ کوئی ادارہ اس وقت بلند منزلوں تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کی ممبرشپ صرف مخصوص ذات یا فرقہ کے لئے نہ ہو۔ اس سے ایسے اداروں پر جب یہ واضح ہوجائے گا کہ وہ فرقہ بندی میں جکڑے رہنے سے ہر قسم کی امداد یا توثیق سے کٹ گئے ہیں۔

ہم یکساں زبان کی بات کرتے ہیں تو ہمارے پاس یکساں رسم الخط ہونا چاہیئے۔ اس حقیقت سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ جب انگریزی فوجیوں نے اردو پڑھنا چاہا، تو انھوں نے رومن رسم الخط میں اردو کے بارے میں سیکھنا شروع کیا۔ ہم دیوناگری رسم الخط کیوں نہیں اپنا سکتے؟ یہ ہمارا اشٹر کا رسم الخط ہے۔ یہ اترپردیش، بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان، ہریانہ اور ہماچل کی زبانوں کا رسم الخط ہے۔ اس رسم الخط کو اپنانے سے قومی یک جہتی کو بہت فروغ حاصل ہوگا۔ اس بارے میں ہمیں بہت غور و خوض کرنا چاہیئے۔

اس طرح ملک کے فنونِ لطیفہ، ثقافت وغیرہ کو ایک دوسرے کو اپنانا چاہیئے۔ ہم نے اس کو کافی حد تک اپنا لیا ہے۔ ملک کی دیگر ریاستوں کے انتظامیہ نے بھی اس سلسلے میں کافی حوصلہ افزا اقدامات کئے ہیں لیکن اب تک تسلی بخش کام نہیں ہوا ہے ہمیں دوسری ریاست کی ثقافت سیکھنا چاہیئے۔ اور دوسری ریاستوں کو ہماری ثقافتی میدان میں کی گئی ترقیوں کو اپنانا چاہیئے۔

(باقی صفحہ نمبر ۴۹ پر)

پروفیسر م۔ خ۔ شاذلی
شری شیواجی کالج۔ قندھار

ہمارا قومی ترانہ

ہمارے قومی ترانے کا تاریخی پس منظر نہایت دلچسپ اور فکر انگیز ہے۔ شاید دنیا کے دیگر ممالک کے قومی ترانوں کے مقابلے میں ہمارا قومی ترانہ عجیب حالات سے گذرتے ہوئے قومی ترانے کے درجے تک پہنچا۔ ہماری آزاد حکومت کے قیام سے پہلے ہی عوام نے اپنا قومی ترانہ ترتیب دے لیا تھا۔ گو آج بھی بعض سیاسی حلقوں کی جانب سے اس ترانے کی طرف علیحدہ زاویۂ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں معلوماتی انداز میں اس تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جارہا ہے جس میں اس قومی ترانے کا جنم ہوا۔

۱۹۰۵ء کا زمانہ خصوصاً بنگالیوں کے لئے بڑا دشوار زمانہ تھا۔ لارڈ کرزن نے بضد ہوکر بنگالیوں اور دیگر ہندوستانی عوام کے احتجاج کے باوجود بنگال کو تقسیم کر دیا۔ وائسرائے لارڈ کرزن نے سرکار برطانیہ کے مفادات کے پیش نظر یہ قدم اٹھایا تھا۔ سرکار برطانیہ کے مفادات کے پیشِ نظر ہندوستان کے عوام کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس تقسیم کے خلاف مہم مسلسل جاری تھی جس کی قیادت سریندر ناتھ بنرجی کر رہے تھے جن کا کانگریس پر بڑا اثر تھا۔ البتہ ۱۹۰۸ء میں سریندر ناتھ بنرجی کانگریس میں اعتدال پسندوں کے گروپ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۱۱ء میں جارج پنجم اپنی ملکہ کے ساتھ ہندوستان آئے اور ۱۲ دسمبر کو انہوں نے دہلی میں دربار منعقد کیا۔ اسی دوران وہ تاریخی اعلان کیا جس میں بنگال کی تقسیم منسوخ کر دی گئی اور بنگال پھر ایک متحدہ صوبہ بن گیا۔ اس اعلان نے بنگال میں اور مجموعی طور پر تمام ہندوستان میں مسرت کی لہر دوڑا دی ـــــ مسرت سے اسی جوش میں سریندر ناتھ بنرجی کی قیادت میں اعتدال پسند کانگریسیوں نے طے کیا کہ جارج پنجم اور ان کی ملکہ کا کلکتہ میں شاندار استقبال کیا جائے اور چونکہ انہیں دنوں کانگریس کا ۲۸ واں اجلاس کلکتہ میں منعقد ہونے والا تھا۔ لہٰذا کانگریس کے پلیٹ فارم سے سرکار برطانیہ سے وفاداری کا اعلان کیا جائے۔ یہ اجلاس ۲۶ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک جاری رہنے والا تھا اور دو دن بعد یعنی ۳۰ دسمبر کو جارج پنجم کلکتہ آنے والے تھے چند ذمہ دار لوگ بنگالی کے مشہور شاعر رابندر ناتھ ٹیگور کے پاس گئے اور درخواست کی کہ وہ اس پر مسرت موقع کے لئے کوئی گیت لکھیں چونکہ یہ درخواست ایک بااثر شخصیت کی جانب سے کی گئی تھی اس لئے ٹیگور انکار نہ کر سکے جس کا اظہار انہوں نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔ لہٰذا ٹیگور نے "جن گن من" نامی گیت لکھ کر کانگریس کے ذمہ داروں کے حوالے کر دیا۔ ٹیگور نے کس خیال کے تحت یہ گیت لکھ کر دیا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بہر حال کانگریس کے ذمہ داروں نے گیت پڑھنے کے بعد اندازہ لگایا کہ یہ گیت کسی طرح بھی جارج پنجم کی شان میں نہیں پڑھا جا سکتا ہے۔ انہوں نے فوراً ہی کسی دوسرے شاعر سے ہندی میں جارج پنجم کی آمد پر ان کی تعریف و توصیف میں ایک گیت لکھوا لیا ـــــ البتہ اس

۲۸ ویں اجلاس کی رپورٹوں سے جو اخبارات میں شائع ہوئیں، ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی وہ گیت (جن گن من) جارج پنجم کے لئے پڑھا ہی نہیں گیا' اور شاید اس مقصد سے لکھا بھی نہ گیا ہو۔ کانگریس کی مصدقہ رپورٹ میں درج ہے کہ " کارروائی کا آغاز ــــــ بابو رابندر ناتھ ٹیگور کے اسی حب الوطنی کے گیت سے ہوا۔ اس کے بعد شہنشاہ کے لئے بطور خاص لکھا گیا ترانۂ استقبالیہ پڑھا گیا۔"

امرت بازار پتریکا (کلکتہ) نے اپنے شمارے مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء میں مندرجہ ذیل روئداد شائع کی۔ " کارروائی کی ابتدا ایک بنگالی حمدیہ ترانہ سے ہوئی۔ اس کے بعد قرار دادِ وفاداری کے وقت دوسرا گیت شہنشاہ کی ہندوستان میں آمد اور ان کے اعزاز میں پڑھا گیا۔"

کلکتہ کے دوسرے اخبار "بنگالی" نے اپنے شمارہ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء میں لکھا ہے کہ " کارروائی کا آغاز بابو رابندر ناتھ ٹیگور کے ایک حب الوطنی پر مبنی گیت سے ہوا جو بنگالی کا مشہور شاعر ہے اور جس کا انگریزی ترجمہ ہم ذیل میں دے رہے ہیں۔ اس کے بعد قرار دادِ وفاداری منظور کی گئی اور اس وقت ایک ہندی گیت شہنشاہ کے اعزاز میں بنگالی لڑکے اور لڑکیوں نے کورس کی شکل میں گایا۔"

مندرجہ بالا رپورٹوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل یہ گیت شہنشاہ جارج پنجم کے خیر مقدم کے وقت نہیں پڑھا گیا بلکہ اس وقت ایک دوسرا ہندی گیت پڑھا گیا۔ البتہ کانگریس کے دفتری ریکارڈ میں وہ گیت اور شاعر کا نام دستیاب ہو سکتا ہے البتہ ٹیگور کے شاعرانہ مرتبہ کے اعتبار سے اخبارات نے اس گیت (جن گن من) کا بھی ذکر خاص طور پر کیا ہے بلکہ اس کا ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔

اسی عرصے میں ایک اور واقعہ ہوا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گو ٹیگور جدید زمانے کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے انگریزی تعلیم اور مغربی سائنسی ترقیات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن جہاں تک اپنے ملک سے محبت کا تعلق تھا وہ ایک نہایت دیانت دار محبِ وطن تھے اور بھارت کی قدیم تہذیب کے دلدادہ تھے۔ روحانیت کے بھی بہت قائل تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کانگریس میں اعتدال پسندوں کی عرضداشتانہ روش کو پسند نہ کرتے تھے۔ اکثر اسی پر انہوں نے سخت تنقید بھی کی تھی۔ حکومتِ برطانیہ کی ظالمانہ پالیسی کو وہ خوب جانتے تھے۔ اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ بنگال اور آسام کے ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن نے جس کو ہم آج ڈائرکٹر آف ایجوکیشن کہتے ہیں۔ باقاعدہ ایک خفیہ سرکلر جاری کر دیا تھا کہ جن لوگوں نے ٹیگور کے قائم کردہ شانتی نکیتن میں بچوں کو داخل کیا ہے وہ فوراً بچوں کو وہاں سے نکلوا لیں اور جو ملازمین سرکار اب داخل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں انہیں اس حرکت سے باز رکھا جائے۔ سرکلر کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔ " .... زیر بحث ادارے سے کسی طرح کا تعلق ممکن ہے کہ ان بچوں کا مستقبل تاریک کر دے جو اس تاکید کے بعد بھی اس ادارے کے طالب علم رہیں گے۔" یہ سرکلر کسی طرح افشا ہو گیا اور کلکتہ کے ایک جریدے " بنگالی" کے شمارہ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء میں شائع ہو گیا اور قدرتی طور پر اس دور کے حالات کا اندازہ لگا کر کئی طلبا کو ادارہ چھوڑنا پڑا۔ اس طرح شانتی نکیتن کو اس سرکلر کے نتیجے میں زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٹیگور اور ان کے سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں پر عرصہ سے حکومت کی نظر تھی اور حکومت ادارہ شانتی نکیتن (بولپور) اور برہما چاریہ آشرم (بیر بھوم) کو بھارتی نوجوانوں کے لئے سیاسی انقلابیوں کے تربیتی مراکز سمجھتی تھی اور خصوصاً ملازمین سرکار کے بچوں کے لئے نہایت غیر مناسب سمجھتی تھی چنانچہ شہنشاہ کی آمد پر ٹیگور کے ایسے گیت (جن گن من) لکھنے نے جلتے پر تیل کا کام کیا اور ٹیگور اور ان کے اداروں کی بااثر سرگرمیوں کو کمزور کرنے کے لئے غالباً محکمۂ تعلیمات کی جانب سے یہ قدم اٹھایا گیا ہو۔

رابندر ناتھ ٹیگور نے اسی گیت کو آدی برہمو سماج کے ترجمان "تتوا بودھینی پتریکا" کے شمارے مورخہ جنوری ۱۹۱۲ء میں "بھارت ودھاتا" کے عنوان سے شائع کروا دیا۔ جس کا ذیلی عنوان "برہمی سنگیت" تھا۔ اسی ماہ کی ۲۵ تاریخ کو یہ گیت ٹیگور کے خاندان کے افراد نے ٹیگور کی ہدایت کاری میں "مگھ اتسو" کی جاترہ میں گایا۔ اس وقت سے البتہ یہ گیت "اتسو" سے متعلق مذہبی تقریب کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ "تتوا بودھینی پتریکا" اور "بھارتی" (پھاگن ۱۳۱۸ھ، فروری۔ مارچ ۱۹۱۲ء) کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ٹیگور نے "مذہب کا نیا دور" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز تقریر بھی کی تھی۔

اس دور میں حالات بھی تیزی سے بدل رہے تھے۔ انڈین نیشنل کانگریس کا ایک اجلاس ۱۹۱۱ء میں کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اور

۲۸ر دسمبر ۱۹۱۱ء کو اسی اجلاس کے تیسرے سیشن کے آغاز میں یہ گیت (جن گن من) پڑھا گیا اور کلکتہ کے اسٹیٹسمین (STATESMAN) نے اپنے شمارے مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۱ء میں اجلاس کی روئداد شائع کرتے ہوئے اس گیت کو "قومی ترانہ" لکھا۔ لہٰذا وہ تاریخی اعتبار سے لفظ "قومی" (National) پہلی بار اس گیت کے ساتھ استعمال کیا گیا جس کا سہرا کلکتہ کے اسٹیٹسمن اخبار کے سر ہے۔

تھیوسوفیکل کالج مدن پلی (مدراس) کا پرنسپل جیمس ایچ کزنس (COUSINS) اس گیت سے بہت متاثر ہوا۔ ہوا یوں کہ ۱۹۱۹ء میں رابندرناتھ ٹیگور نے اپنے جنوبی ہند کے دورے کے وقت اس کالج میں پانچ روز قیام کیا تھا۔ اس وقت انہوں نے اس کالج کے کسی جلسہ میں خود اسی گیت کو گایا اور انگریزی میں اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کو (MORNING SONG OF INDIA) (ہند کا نغمۂ صبح گاہی) نام دیا۔ اس گیت کے اعلیٰ خیالات اور پاکیزہ تاثرات سے متاثر ہو کر پرنسپل کزنس نے کالج کے بڑے ہال میں روزانہ صبح کالج شروع ہوتے وقت پڑھنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس کا تذکرہ اس نے اپنے ایک خط مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۳۷ء میں کیا ہے۔ کزنس اس پر بھی مطمئن نہ ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ نہ صرف بھارت کے اسکولوں اور کالجوں میں اس کی تشہیر ہو بلکہ یورپ اور امریکہ کے لوگ بھی اس شہرۂ آفاق گیت سے متعارف ہوں ۔ اس مقصد سے اس نے رابندرناتھ کے کئے ہوئے انگریزی ترجمے کی نقل تھیوسوفیکل کالج کے یادگار مجلہ ۱۹۳۶ء میں شائع کر دیا اور وسیع پیمانے پر مجلہ کی کاپیاں اس توقع پر تقسیم کر دیں کہ یہ مجلہ دنیا میں ایک قیمتی دستاویز کی حیثیت حاصل کرے گا۔

حالات نے پھر پلٹا کھایا اور کانگریس اعتدال پسندوں کے ہاتھ سے نکل گئی اور انتہا پسند گروپ اس پر حاوی ہو گیا جس کی قیادت دیش بندھو سی۔ آر۔ داس کر رہے تھے۔ کانگریس کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے پلیٹ فارم پر اس گیت کے پاکیزہ جذبات پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

" ہندو بین برادران! نہایت واضح طور پر اس گیت کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جس کو ابھی ابھی آپ نے سنا ہے۔ یہ گیت ہندوستان کی فتح اور شان و شوکت کا گیت ہے اور ہم اس پلیٹ فارم پہ آج ہندوستان کی فتح اور کامرانی کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔"

۱۹۳۷ء میں ہندوستان کے لئے کسی قومی ترانے کے لئے بحث مباحثہ شروع ہو گیا تھا ــــــ بعض سیاست دانوں نے یہ مسئلہ بھی کھڑا کر دیا کہ 'جن گن من' والا گیت کس مقصد سے اور کس موقع پر لکھا گیا تھا۔ اس موقع پر پرنسپل کزنس نے ۳ر نومبر ۱۹۳۷ء کو اسی تعلق سے ایک بیان اخبارات کو دیا جس میں اس نے کہا تھا کہ ــــ

" ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور کے حب الوطنی پر مبنی گیت کو جو جذبات کی روانی کے ساتھ ساتھ عالمی اہمیت کا حامل ہے یعنی "نغمۂ صبح گاہی" (جن گن من) ہی کو اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ گذشتہ تقریباً بیس سال سے وہ گیت غیر سرکاری طور پر لیکن حقیقی معنوں میں "بھارت کا قومی ترانہ" بن چکا ہے۔"

بعض حلقوں سے اس طرح کا اعتراض بھی کیا گیا کہ جو گیت سلطنت برطانیہ کے شہنشاہ کی آمد پر انکی شان میں لکھا گیا ہو جس سے ہماری جنگ آزادی جاری ہے، کس طرح قومی ترانہ بن سکتا ہے گویا در پردہ ٹیگور کی حب الوطنی کو بھی چیلنج کیا گیا تھا ــــ لہٰذا رابندرناتھ ٹیگور نے خود ہی ایک خط میں (مورخہ ۲ر نومبر ۱۹۳۷ء) کے ذریعے اپنی وضاحت اس طرح کی :ــــ

" سرکاری حلقوں میں میرے ایک با اثر دوست نے شہنشاہ کی شان میں ایک گیت لکھنے کے لئے مجھ سے اصرار کیا تھا ــــ اس کی درخواست پر مجھے بڑا تعجب ہوا اور ساتھ ہی کچھ غصّہ بھی آیا۔ اسی خطرناک ردِّ عمل کے نتیجے میں میں نے " جن گن من ادھی نایک " والے گیت میں اعلان کیا کہ فتح تو ہندوستان کے اس قادرِ مطلق کی ہے جو ان مسافروں کی ابدی رہنمائی کرتا ہے جو قوموں کے عروج و زوال کی دشوار گذار راہوں سے گذرتے ہیں۔ فتح تو اسی کی ہے جو انسان کے دل میں رہتا ہے اور کروڑوں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ کہ کسی دور میں بھی انسان کی قسمت کا وہ حاکم عالیٰ کسی طرح بھی ــــ جارج پنجم یا جارج ششم یا اور کوئی جارج نہیں ہو سکتا۔ چاہے میرا بہترین دوست ایسا سمجھتا بھی ہو اور وہ شہنشاہ کا کتنا ہی وفادار ہو۔ بہر حال عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی۔"

[وشو بھارتی سہ ماہی۔ مئی جولائی ۱۹۳۹ء
وچتر پارش۔ ۱۳۴۷ شک ص ۷۰۹]

اسی طرح ایک دوسرے خط میں مورخہ ۲۹ر مارچ ۱۹۳۹ء میں جو "وشو بھارتی" سہ ماہی، مئی جولائی کے شمارے میں شائع ہوا ــــ رابندرناتھ ٹیگور نے واضح کیا کہ ــــ

" یہ محض میری توہین ہوگی اگر میں ان لوگوں کے جوابات دینے کی طرف توجہ دوں جو مجھے اس حماقت کا حامل سمجھتے ہیں کہ جارج چہارم

یا جارج پنجم کو قصیدہ میں اس ابدی رہنما کی حیثیت دے دوں جو ہر زمانے میں اور تاریخ انسانی کے لامتناہی سلسلۂ سفر میں سازین کی رہنمائی کرتا ہے۔" اسی اثنا میں ترانہ کے انتخاب کیلئے ایک ورکنگ کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اس کمیٹی نے ۲۸ اکتوبر کو ایک اور ذیلی کمیٹی اسی مقصد سے تشکیل دی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد، جواہر لال نہرو، سبھاش چندر بوس اور اچاریہ نریندر دیو شامل تھے۔ اس کمیٹی کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ ایسا قومی ترانہ منتخب کرے جو وندے ماترم کے ساتھ یا وندے ماترم کی جگہ گایا جائے کیونکہ وندے ماترم کی موسیقیت اتنی متاثر کن نہیں تھی لیکن مختلف مباحث کے بعد بھی کسی ترانے کا انتخاب عمل میں نہیں آیا لیکن چونکہ جنگِ آزادی اپنے شباب پہ تھی۔ حالات تیزی سے بدلتے جا رہے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سیکڑوں مسائل حل طلب پڑے ہوتے تھے لہٰذا قومی ترانے کے مسئلے پہ اس قدر توجہ نہ دی جا سکی اور آگے چل کر "جن گن من ادھی نایک" ہی کو قومی ترانہ کی حیثیت میں تسلیم کر لیا گیا۔

دوسری جنگِ عظیم کے دوران جنرل موہن سنگھ کی قائم کردہ آزاد ہند فوج (انڈین نیشنل آرمی) نے جس کو بعد میں سبھاش چندر بوس نے ازسرِنو منظم کیا۔ بھارت کے قومی ترانے کے مسئلہ کو حل کرنے میں بڑی مدد دی۔ دراصل آزاد ہند حکومت اور اس کی فوج کے لئے ایک قومی پرچم اور قومی ترانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ گو سبھاش چندر بوس نے کانگریس کے پرچم کو جس پہ چرخے کی تصویر تھی آزاد ہند حکومت کا قومی پرچم تسلیم کر لیا تھا لیکن وندے ماترم کو قومی ترانے کی حیثیت میں تسلیم کرنے کا ان کا کوئی رجحان نہ تھا۔ ان کو جن گن من ادھی نایک، تحریکی اور موسیقی دونوں اعتبار سے مناسب معلوم ہوا اور انہوں نے اپنی حکومت کو اسے قومی ترانہ تسلیم کرنے کا حکم دے دیا۔

انڈین نیشنل آرمی کے سپاہیوں میں زیادہ تر پنجابی اور غیر بنگالی تھے۔ ان کو اس بنگالی گیت کی سنسکرت آمیز زبان مشکل معلوم ہوئی۔ لہٰذا اس گیت کو ہندوستانی زبان میں منتقل کر لیا گیا۔ اور آنند موہن سہائے کے بیان کے مطابق جو آزاد ہند حکومت کے وزیر تھے یہ واضح ہوتا ہے کہ تھائی لینڈ، برما، چین، جرمنی اور جاپان کے لوگ ہی قومی ترانے کی لے سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے اپنے ملکوں کے قومی ترانوں کے مقابلے میں اس ترانے میں کسی طرح کی کمی محسوس نہیں کی۔

قومی راج

اس عظیم نغمے کے حب الوطنی کے جذبات اور احساسات سے متاثر ہو کر انڈین نیشنل آرمی کے بہادر سپاہی خوشی خوشی موت کی وادیوں میں مردانہ وار کود پڑے تھے اور کوہیما اور امپھال کے میدانوں میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ آزاد ہند حکومت نے اس گیت کا ہندوستانی ترجمہ کیا تھا وہ حسبِ ذیل ہے لیکن اس گیت کی اصل طرز (لے) کو اس کی نغمگی کے اعتبار سے اسی طرح برقرار رکھا گیا۔

(۱)

سب سکھ چین کی برکھا برسے
بھارت بھاگ ہے جاگا
پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا
دراوڑ، اتکل، بنگا
چنچل ساگر، وندھ، ہمالا
نیلا، جمنا، گنگا
تیرے نت گن گائیں
تجھ سے جیون پائیں
سب تن پائیں آشا
سورج بن کر جگ پر چمکے
بھارت نام سبھاگا
جے ہو، جے ہو، جے ہو
جے جے جے جے ہو

(۲)

سب کے دل میں پریت بسائے
تیری میٹھی بانی
ہر صوبے کے رہنے والے
ہر مذہب کے پرانی
سب بھید اور فرق مٹا کے
سب گود میں تیری آکے
گوندھیں پریم کی مالا
سورج بن کر جگ پر چمکے
بھارت نام سبھاگا
جے ہو، جے ہو، جے ہو
جے جے جے جے ہو

(۳)

صبح سویرے پنکھ پکھیرو
تیرے ہی گن گائیں
باس بھری بھرپور ہوائیں
جیون میں رت لائیں
سب مل کر "ہند" پکاریں
جے "آزاد ہند" کے نعرے
پیارا دیش ہمارا
سورج بن کر جگ پر چمکے
بھارت نام سبھاگا
جے ہو، جے ہو، جے ہو
جے جے جے، جے ہو

آزادی کے فوری بعد ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ میں ہندوستانی وفد کو ایک قومی ترانہ بجانا تھا لیکن اس وقت کوئی قومی ترانہ موجود نہ تھا نہ ہی کوئی دستور نہ ہی کوئی پرچم تھا کیونکہ ہندوستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے اپنے حق کے اعتبار سے قوم نہیں تھا۔ رعایا کی حیثیت سے ہندوستان کے لوگ ایسا کوئی ترانہ اختیار نہیں کرسکتے تھے جو حقیقی معنوں میں قومی کہلاتے اور حکومت برطانیہ ایسی کسی بات کو تسلیم کرنے تیار نہ تھی۔ کانگریس کے اجلاسوں میں بھی کبھی وندے ماترم، کبھی جن گن من وغیرہ گیت گائے جاتے تھے۔

اعلانِ آزادی کے ساتھ ہی ہندوستان نے کانگریس کا ترنگا جھنڈا جس پر چرخے کے بجائے اشوک چکر بنایا گیا، قومی پرچم کی حیثیت میں تسلیم کرلیا۔ ۱۹۵۱ء میں حکومتِ ہند نے ایک پمفلٹ "ہمارے قومی ترانے" کے عنوان سے شائع کیا جس میں کہا گیا تھا کہ "ایک دستور، ایک پرچم اور ایک ترانہ کسی قوم کی تین بنیادی ضرورتیں ہیں۔"

جب اقوام متحدہ سے ہندوستانی وفد نے اپنی حکومت کو معلوم کیا کہ اقوام متحدہ میں بجانے کے لئے کوئی قومی ترانہ نہیں ہے۔ لہٰذا وقتی طور پر حکومتِ ہند نے جن گن من کے حق میں فیصلہ دے دیا اور اقوام متحدہ کے آرکسٹرا نے اس کا ریکارڈ بجایا۔ وہ بڑا کامیاب ہوا۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے محسوس کیا کہ یہ گیت کافی پسند کیا گیا ہے اور کئی ممالک کے نمائندوں نے اس نئی طرز کی موسیقیت پہ زور دیا جو ان کے لئے نہایت جدید اور متاثر کن تھی۔

۲۴ جنوری ۱۹۵۰ء کو ہندوستان کی مجلس دستور ساز نے جن گن من کو قومی ترانہ تسلیم کرلیا۔ موسیقی کے ماہرین کی نظر میں وندے ماترم کی موسیقیت غیر دلچسپ ہے اور یہ کہ اس میں کوئی کشش نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے جن گن من کی نغمگی، سادہ زبان اور جاذبیت میں اضافہ ہوگیا۔ مزید یہ کہ خیالات کے اعتبار سے وہ مکمل طور پر قومی ہے جس میں کسی طرح کی فرقہ واریت یا تنگ نظری کا مفہوم پیدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آج ہم جو قومی ترانہ پڑھتے ہیں وہ پورے گیت کا صرف پہلا بند ہے۔ جس کے صحیح الفاظ حسبِ ذیل ہیں :-

جن گن من ادھی نایک جے ہے	[اے ان گنت انسانوں اور ان کے دل کے رہنما! تیری فتح ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا	[اے بھارت کی قسمت کے مالک
پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا	[پنجاب۔ سندھ۔ گجرات مراٹھا (مہاراشٹر)
دراوڑ، اتکل ونگا	[دراوڑ، اڑیسہ، بنگال
وندھ، ہماچل، یمنا گنگا	[وندھیاچل، ہماچل جمنا اور گنگا
اچھل جل دی ترنگا	[بحرِ ہند کی اچھلتی موجیں
تو شبھ نامے جاگے	[یہ سب تیرے ہی نام سے زندہ ہیں۔
تو شبھ آشش مانگے	[اور تجھ ہی سے برکت مانگتے ہیں۔
گاہے تو جیہ گاتھا	[اور تیری ہی حمد گاتے ہیں۔
جن گن منگل دایک جے ہے	[اے انسانوں کو امن و مسرت دینے والے تیری فتح ہے۔
بھارت بھاگیہ ودھاتا	[اے بھارت کی قسمت کے مالک
جے ہے، جے ہے، جے ہے	[تیری فتح ہے اور صرف تیری ہی فتح ہے۔
جے، جے، جے، جے ہے	[فتح صرف تیرے ہی لئے ہے۔

گیت کی زبان بنگالی ہے لیکن سنسکرت آمیز تاکہ غیر بنگالی لوگ جو سنسکرت آمیز ہندی بولتے ہیں، سمجھ سکیں۔ یہ گیت مشرِ بلادل راگ میں گایا جاتا ہے اور اس کا تال کہروا ہے۔

اس قومی ترانے کا آغاز خدا سے مخاطبت سے ہوتا ہے جس کی تمام انسانوں کے دلوں پر حکومت ہے اور جو ہندوستان کی قسمت کا بھی مالک ہے اور جس کو ہمیشہ فتح ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کے جغرافیائی اتحاد کا تذکرہ ہے کہ شمال میں پنجاب، سندھ، گجرات مغرب میں مہاراشٹر، جنوب میں دراوڑ، مشرق میں بنگال اور اڑیسہ اور انتہائی شمال میں ہماچل پردیش اور وہ تمام زمین جس کو گنگا اور جمنا سیراب کرتی ہیں۔ درمیان میں کوہ وندیاچل اور اس طرح اس تمام قطعۂ ارضی کی حفاظت کے لئے قدرتی طور پر چاروں طرف بحر ہند کی اچھلتی موجیں لہراتی رہتی ہیں۔ آخری سطور میں تمام ملک کی جانب سے خدا کی حمد کی جاتی ہے کہ تمام صوبائی اکائیاں، ندیاں، پہاڑ اور یہ سمندر تمام اسی کے فضل کے محتاج ہیں۔ اسی کی حمد کرتے ہیں کہ فتح اسی کی ہے جو ہندوستان کی قسمت کا مالکِ حقیقی ہے۔

یہاں قومی ترانے کا پہلا بند ختم ہوتا ہے۔ دوسرے بند میں تاریخ کے حوالے سے ملک کے مختلف مذاہب کا ذکر ہے۔ اور تیسرے بند میں بھارت کے مستقبل کے تعلق سے امید اور مسرت کا پیغام ہے۔

یہ قومی ترانہ صرف مبارک موقعوں پر نہایت خاموشی اور پوری توجہ اور احترام سے سنا جانا چاہیئے۔ گانے والے شرکاء اور سننے والے تمام لوگ بلا حرکت (اٹینشن کی حالت میں) کھڑے رہنا چاہیئے۔ کوٹ اور شرٹ کے بٹن باقاعدہ لگے ہوں۔ لباس لاپرواہی سے نہ پہنا گیا ہو۔ گانے کے دوران کسی طرح کی جسمانی حرکت نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسے اشارے، گفتگو، کانا پھوسی، کاندھوں کا اُچکانا، مکھیاں اڑانا، ناک یا کان سکوڑنا وغیرہ۔ مختصر یہ کہ جسم پر مکمل کنٹرول ہو۔ ہاتھ اپنی قدرتی حالت میں غیر متحرک ہوں، ہاتھ نہ ہی سامنے بندھے ہوں نہ سینے پر نہ پشت پر بندھے ہوں۔ جہاں کہیں بھی ہم قومی ترانہ سنیں فوراً کھڑے ہو جانا چاہیئے کسی طرح کی حرکت نہ کریں اور ان تمام ہدایات میں کسی طرح کی بھی رعایت نہیں ہے۔ کوئی تشہیری ادارہ یا کوئی اور قومی ترانہ گاتے جاتے وقت رقص وغیرہ نہ کرے۔ کوئی فوٹوگرافر تصویر لینے کے لئے کسی کو اشارہ نہ کرے اور نہ ادھر ادھر گھومتا پھرے۔

مسلح افواج کو واضح ہدایات ہیں کہ وہ کس موقعہ پہ قومی ترانہ بجائیں۔ مثلاً:-

[۱] جبکہ بھارت کو کوئی اعزاز دیا جارہا ہو۔

[۲] جب مرکزی اور ریاستی حکومت کے وزراء سلامی لیتے ہوں۔

[۳] جبکہ آرمی ہیڈ کوارٹرس سے واضح ہدایات دی جاتی ہیں۔

۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء سے "رائل سیلوٹ" کو اب ہم "نیشنل سیلوٹ" کہتے ہیں۔ یہ سلامی صرف راشٹرپتی، گورنر یا راج پرمکھ کو دی جاتی ہے۔

" جنرل سیلوٹ کسی اور معزز شخصیت کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن صرف کسی تقریب میں لیکن صرف راشٹرپتی، گورنر اور راج پرمکھ اپنی اپنی ریاستوں میں سیلوٹ لے سکتے ہیں جبکہ ساتھ میں قومی ترانہ بھی بجایا جائے۔"

قومی ترانہ ۲۶ جنوری اور ۱۵ اگست کو ہر سال بجایا جائیگا۔ چاہے مذکورہ بالا شخصیتیں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ وزیر اعظم کے لئے قومی ترانہ نہیں بجایا جائے گا بجز کسی خاص موقع پر جب آرمی ہیڈ کوارٹرس کی جانب سے واضح ہدایت دی جائے۔

دراصل قومی ترانہ بھارت کے عوام کے اعتقادات، محبت اور اپنی مادرِ وطن کے وقار کے احساسات کا مجموعہ ہے۔

☆☆☆☆

• ہارون خوشتر
۱۱/۱- آگری پاڑہ میونسپل بلاک، بالمقابل جھولا میدان
مورلینڈ روڈ - بمبئی نمبر ۱۱

دادابھائی نوروجی

انڈین نیشنل کانگریس کے زمانۂ طفولیت میں جن ممتاز اور بیدار مغز شخصیتوں نے سرپرستی کی ہے۔ ان میں دادابھائی نوروجی اور سر فیروز شاہ مہتہ کا نام سرفہرست رہے۔

بلند نظر دادا بھائی نوروجی جو بمبئی میں ۴ ستمبر سنہ۱۸۲۵ء میں پارسی مذہبی رہنما خاندان میں پیدا ہوئے۔ نوروجی پالن جی ان کے والد اور مانک بائی ان کی والدہ تھیں رسم و رواج کے مطابق گیارہ سال کی کمسن عمر میں انہوں نے سات سالہ خاتون گلابی سے شادی کی۔ تین بچوں کے باپ تھے اور ۳۰ جون سنہ۱۹۱۷ء میں انتقال کیا۔

چار سال کی عمر میں یتیم ہوجانے والے بھارت کے اس ہونہار سپوت نے بمبئی کے الفسٹن کالج میں تعلیم پائی۔ زمانہ طالب علمی میں سوائے ان کی ماں کے اور کوئی پرسانِ حال نہیں تھا۔ اپنی مفلسی کے زمانہ میں بھی وہ اس قدر محنت اور انہماک سے اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے تھے کہ ان کے معلمین اکثر کہا کرتے تھے .....

"یہ لڑکا کروڑوں میں ایک ہوگا"

اور ہوا بھی ایسا ہی ......

وہ پہلے ہندوستانی تھے جن کو سنہ۱۸۵۰ء میں، الفسٹن کالج ہی میں ریاضی اور نیچرل فلاسفی کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔ بمبئی یونیورسٹی نے اس روشن دماغ معمر طالبعلم کو سنہ۱۹۱۶ء میں L.L.D. کی اعزازی ڈگری عطا کی۔

"آج میں جو کچھ ہوں اپنی ماں کی وجہ سے ہوں"

زمانہ شناس دادا بھائی کا یہ قول اپنی ماں کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت اور اظہارِ حقیقت ہے۔

وہ طالب علمی کے زمانہ میں کالج کی علمی انجمن کے سربراہ تھے۔ بمبئی میں تعلیم نسواں کا پہلا مدرسہ دادا بھائی نے جاری کیا تھا، اور علمی ترقی یا سوشیل تربیت کے لئے شہر میں جتنی انجمنیں قائم ہوئی تھیں جو زمانہ کے دست و برد سے محفوظ رہیں۔ ان کی ترویج و بقا میں اسی سوشیل مصلح دادا بھائی کا ہاتھ تھا۔ بھید بھاؤ سے الگ، عورتوں کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دینے والا اور عورتوں و مردوں کے لئے برابر کا قانون کا حامی، یہی وہ باعمل شخص تھا۔ جسے بابائے قوم (Grand Father of Nation) کہا جاتا ہے۔

آنجہانی دادا بھائی پہلی بار کاما اینڈ کمپنی کی تجارتی فرم کی جانب سے ۱۸۵۵ء میں لندن گئے جہاں کاروبار کے ساتھ ساتھ وہ ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کے ذریعہ اس ضرورت پر زور دیتے رہے کہ حکومت انگلستان ہندوستانیوں کو نمائندگی دے جس کی چند غیر متعصب انگریزوں نے حمایت کی۔ ۱۸۶۹ء میں وہ ہندوستان واپس لوٹے اور ریاست بڑودہ کے دیوان کی حیثیت سے دو سال کام کیا اور ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے سلسلہ میں سرگرم ہو گئے۔

۱۸۸۷ء میں وہ پھر انگلستان گئے اور ۱۸۸۶ء میں انگلستان کی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ انگلستان میں وہ برٹش عوام کو دلائل کے ساتھ ہندوستان کی صحیح پوزیشن بتلاتے رہے کہ برٹش حکومت میں ہندوستان غریب سے غریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

انہوں نے اپنے دلائل سے ثابت کیا کہ آج ہندوستانی عوام کی سالانہ آمدنی ۲۰/ روپے ہے۔ یہ بات وہ ماہر اقتصادیات ہونے کے ناطے ثابت کر سکے۔

ان کی تجویز تھی کہ انڈین سول سروس کا امتحان انگلستان اور ہندوستان دونوں جگہ بیک وقت رکھ دیا جائے اور یہ تجویز برٹش پارلیمنٹ میں منظور ہو گئی۔ آنجہانی برٹش پارلیمنٹ میں آزاد امیدوار تھے۔ لارڈ سیلسبری نے کہا تھا......

"کالے آدمی کو برٹش حلقہ منتخب نہیں کرتا"

لیکن وہ منتخب ہو گئے۔

دادا بھائی نے "راست گفتار" نامی گجراتی ہفتہ وار پرچہ نکالا تھا۔ جو ترقی پسند نقطۂ نظر کا حامل تھا۔ اس کے علاوہ "POVERTY OF INDIA" ایک پمفلٹ بھی شائع کیا۔ نیز ۱۸۸۳ء میں "VOICE OF INDIA" ایک اور پرچے کا اجرا کیا تھا۔

غیر متعصب رہنما دادا بھائی تین مختلف برسوں میں یعنی ۱۸۸۶ء، ۱۸۹۳ء اور ۱۹۰۶ء میں، انڈین نیشنل کانگریس کے صدر رہے۔ دسمبر ۱۸۹۳ء میں جب کہ وہ کانگریس کے لاہور سیشن کے صدر منتخب ہوئے تھے تو بمبئی سے لاہور کا سفر ایک جلوس کی شکل میں تھا۔ مختلف مقامات پر وہاں کے شہریوں نے پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ امرتسر کے سنہری گردوارے میں ان کی عزت افزائی کے لئے خلعت پیش کی گئی۔ برٹش پارلیمنٹ کے آئرش ممبران کا پیغام دادا بھائی نے کانگریس کو دیا، کہ......

"اپنے کانگریسی ساتھیوں کو یہ پیغام دینا نہ بھولنا کہ آئرلینڈ کے ہوم رول ممبر جو پارلیمنٹ میں ہیں وہ ہندوستانیوں کے مفاد کے لئے ان کے پشت پناہ ہیں"

۱۹۰۶ء میں کلکتہ میں منعقدہ کانگریس کے یادگار اجلاس میں سودیشی تحریک کی تائید کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ......

"سوراج ہندوستانی بیماری کا واحد علاج ہے"

ایک دوسری تقریر میں آنجہانی نے کہا تھا......

"ہم کسی کی حمایت یا مدد نہیں چاہتے، بلکہ انصاف کے خواہش مند ہیں۔ سوراج یا سیلف گورنمنٹ" ——

دو بار بمبئی میونسپل کارپوریشن کے منتخب ممبر ۱۸۸۵ء میں بمبئی پریسیڈنسی ایسوسی ایشن کے نائب صدر بھی منتخب ہوئے اور انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

یہی وہ بیدار مغز اور غیر متعصب محب وطن ہے جس نے فرزندان وطن کو خواب خرگوش سے بیدار کیا، اور ان میں سیاسی بیداری پیدا کی اور متحدہ قومی زندگی کا راستہ دکھلایا۔

۱۹۰۵ء میں جب لارڈ کرزن نے بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، تو پورے ملک نے اس تقسیم کے خلاف آواز اٹھائی تھی اس وقت آنجہانی دادا بھائی ۸۲ سال کے بوڑھے تھے۔ اس ضعیف العمری میں بھی دادا بھائی نے جو بین الاقوامی سیاست سے باخبر تھے۔ اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

ممتاز غیر ملکی دوستوں میں پروفیسر آرلی بارسرارسکن پیری (چیف جسٹس آف بمبئی) سیموئل اسمتھ (کپاس کے تاجر) ایلن ہوم (انڈین نیشنل کانگریس کے بانی) مارٹن ووڈ (ایڈیٹر ٹائمس آف انڈیا) تھے۔ ان کی باہمی دوستی ہندوستان سے محبت اور اسی کے مسائل سے دلچسپی تھی۔

عدم تشدد کے حامی دادا بھائی جیسے محب وطن کے ہندوستانی دوستوں میں سہراب جی بنگالی، خورشید جی کاما، جمشید جی ٹاٹا، کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ (باقی صفحہ ۵۹ پر)

منیر المحوی صدیقی ایم۔اے
گلی بشا زری۔ گوجر پورہ
بھوپال۔ ۴۶۲۰۰۱

ایک مجاہد شاعر
راحت کوٹی اور شعلۂ دل

حضرت وراثت علی خاں صاحب راحت کوٹی کا نام اردو زبان وادب، شعروسخن اور جنگِ آزادی کی جدوجہد میں نمایاں خدمات انجام دینے کے لئے محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ راحت صاحب گذشتہ ۶۵۔۷۰ سال سے زبان وادب، شعروسخن اور ملک وقوم کی خدمات نہایت خلوص وانسانیت کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ راحت صاحب کو میدانِ شاعری میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

راحت صاحب کی یہ خوش نصیبی ہے کہ انہیں ملک کے قابلِ قدر استادِ فن شاعر وادیبؒ محقق ومترجم حضرت علامہ محوی صدیقی لکھنوی سے شرفِ تلمذ کی سعادت بھی حاصل ہے۔ راحت صاحب اپنے استاد سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں استاد کا بڑا ادب واحترام ہے۔ اور علامہ کی شاگردی پر فخر اور عزت محسوس کرتے ہیں۔ علامہ کو بھی حضرت راحت کوٹی سے خاص لگاؤ تھا، اُنس تھا، محبت تھی۔

راحت کوٹی کی صدہا قومی، ملّی، اخلاقی، انقلابی، جوشیلی نظمیں اور شاعرانہ، عاشقانہ، عارفانہ، عالمانہ غزلیں ہند وپاک کے مقبول ومشہور رسائل واخبارات کی زینت بنتی رہی ہیں — یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ حضرت راحت کے چار شعری مجموعے (۱) پیامِ راحت ۱۹۳۸ء (۲) فردوسِ نظر ۱۹۷۵ء (۳) شعلۂ دل ۱۹۷۶ء اور (۴) نالے اور نغمے[۱] ۱۹۸۲ء شائع ہوکر علمی وادبی حلقے میں مقبول اور مشہور ہو چکے ہیں۔

راحت کوٹی نہایت صابر وشاکر، قناعت پسند، خوددار اور غیور انسان وشاعر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ موصوف نے آج تک شعروشاعری کو ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ اپنی تمام مطبوعات صاحبِ علم اور باذوق وباشعور ادب نوازوں کو بلا قیمت اعزازی طور پر عنایت فرمائیں اور مسرور ہوئے۔ علم وادب، شعروسخن سے ایسی بے لوث اور والہانہ محبت رکھنے والے ایسے بزرگ بہت کم نظر آتے ہیں۔

راحت کوٹی کو اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان [illegible] بے پناہ محبت ہے، عقیدت ہے، احترام ہے اور یہی پاکیزہ جذ[بہ] ہے جس کی بنا پر موصوف اپنے ملک وقوم پر نثار ہونے کے [لئے] ہمیشہ تیار رہے۔ راحت صاحب جنگِ آزادی کے ایک جانباز مجا[ہد] اور بہادر سپاہی رہے ہیں۔

شعلۂ دل اسی جوشیلے اور مجاہد شاعر کا تیسرا شعری مجموعہ۔ شعلۂ دل میں شاعر نے اپنے جذبات، خیالات، افکارات، حادثا[ت] مشاہدات کو نہایت بردباری، جواں مردی اور بہادری کے سا[تھ] اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ "شعلۂ دل" کے مطالعہ کے بعد [جو] تأثرات میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں وہ محترم رند رحمانی نائب [مدیر] رسالہ "رگ وسنگ" کانپور کا تحریر کردہ تبصرہ پیش کر کے ظا[ہر] کر رہا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

"شعلۂ دل" راحت کوٹی کی نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے [کی] تمام نظمیں جوش، حرّیت، حب الوطنی، تحریک آزادی اور مجاہدینِ آز[ادی] قومی را

---

[۱] : مرتبہ، منیر المحوی صدیقی ایم۔اے۔ مطبوعہ جنوری ۱۹۸۲ء

کی عقیدت مندی پر مبنی ہیں۔

راحت کوٹی کا یہ موضوعاتی شعری مجموعہ جدوجہد آزادی کی ایک تاریخی دستاویز ہے جس کی اہمیت کل کی طرح آج بھی مسلّم ہے۔ چونکہ مصنف نے خود عملی طور پر مجاہدانہ زندگی بسر کی اس لئے ان کے اشعار تجربے کی آنچ میں تپ کر دو آتشہ بن گئے ہیں۔ حسبِ ذیل اشعار کو اگر واقعات سے الگ کر کے دیکھا جائے تو روایتی غزل کا حسن اپنی جگہ برقرار ہے۔ سے

ترا آشیاں جل گیا ہے جو بلبل
نہ غم کھا کہ بے خانماں اور بھی ہیں

قفس کی راتیں گلستاں کے خواب سے معمور
بہ لطف وہ ہے میسّر جو آشیاں میں نہیں

کسی کے جور و ستم کا اثر کچھ بھی نہیں ہوتا
طبیعت بے نیازِ غم ہے وقتِ غم نہیں ہوتی

انہیں سے داد مذاقِ الم ملے تو ملے
اٹھا چکے ہیں جو کچھ آفتیں زمانے کی

اہلِ دنیا کو سبق دانائے مشرق نے دیا
زندگی کا راز پوشیدہ خود آگاہی میں ہے

مرے جرمِ عشق پر تم مجھے دار پر چڑھا دو
یہ سزائے قید کم ہے مرے مطمع نظر سے

قفس گل پوش ہے صیاد بھی ہے مہرباں لیکن
کہیں دل سے خیالِ آشیاں بھی دور ہوتا ہے

صیاد جلاتا ہے نشیمن تو جلا دے
چھوٹیں گے قفس سے تو بنالیں گے کہیں اور

دل میں رکھا کبھی لگا ہوں میں
برق نے میرے آشیانے کو

تنگ ہے گوشہ نشینی اہلِ ہمت کے لئے
لذتِ صحرا نوردی آبلہ پائی میں ہے

کیا ہمتِ پرواز تری ہو گئی رخصت
صیاد سے کیوں شکوۂ بے بال و پری ہے

نصب کرنا ہے پرچم سینۂ تاریخِ عالم پر
خداوندا تو اتنا زور دے دے مرے بازو میں

اردو کی سیاسی شاعری کے انتخاب میں راحت کوٹی کے بہت سے اشعار جگہ پانے کے مستحق ہیں۔ قدیم ادبی حلقوں میں اس کی پذیرائی یقینی ہے۔ [1]

ایک اور قد آور ناول نویس، افسانہ نگار، صحافی و ادیب خواجہ احمد عباس اردو بلٹز بمبئی کے آخری صفحے "آزاد قلم" میں راحت صاحب کے شعلۂ دل پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

"شاعری جو ایک شعلہ تھی"

"شعلۂ دل (نظموں کا مجموعہ) مصنف راحت کوٹی ———
مرتب، جمال احمد خان

اردو زبان کے مسلمان شاعروں میں جذبۂ حریت اور انقلاب و آزادی کے شاعرانہ ترجمانوں کی کچھ کمی نہیں ہے۔ محمد وراثت علی خاں راحت کوٹی (جو قسمت سے اب تک بقیدِ حیات ہیں[2]) ہمارے ملک کے اولین مجاہدینِ آزادی میں سے ہیں۔ انہوں نے تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور آج بھی محبِ وطن ہیں۔ یہ ورثہ ان کو اپنے جدِ امجد دائی خاں صاحب سے ملا تھا جو ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں پیش پیش تھے۔ اور جنہیں اور جن کے بھائیوں کو انگریزی حکومت نے پھانسی دے دی تھی۔ اس لئے ۱۹۱۸ء سے آپ کانگریس سے وابستہ ہو گئے۔

---

[1] ماہنامہ رنگ و سنگ، کانپور، شمارہ ۱۰۶/۱۰۵ جلد ۹ مئی/جون ۱۹۷۹ء، صفحہ ۷۷

[2] ۲۱ دسمبر ۱۹۸۱ء کو راحت صاحب پر زبردست ہارٹ اٹیک ہوا۔ پانچ سیکنڈ تک سانس رکی رہی تو خاتمہ تھا۔ منجھلے نواسے نے سینہ مسلا، سانس آئی۔ زندگی باقی خدا کا شکر (مرتب)

کئی بار جیل جانا پڑا۔ مالی نقصانات اٹھائے۔ مختلف ستیہ گرہوں میں حصہ لیا۔ مہاتما گاندھی، جواہر لال نہرو، مولانا آزاد، نیتاجی سبھاش چندر بوس، ان کی قومی خدمات اور خاص کر ان کی شاعری سے متاثر تھے۔ بال گنگا دھر تلک، مولانا حسرت موہانی، جواہر لال نہرو، سبھاش چندر بوس، اشفاق اللہ اور بھگت سنگھ وغیرہ پر ان کی پر جوش نظمیں تھیں مگر دونوں کتابوں کے مسودات، بھوپال اسٹیٹ پولس (آزادی کے پہلے) اٹھا کر لے گئی اور تلف کر ڈالا۔ جمال احمد خاں نے جو بھی نظمیں انھیں ادھر ادھر ملی ہیں ان کو بڑی محنت سے "شعلۂ حق" میں ترتیب دیا ہے۔

بھگت سنگھ کو خراجِ عقیدت

۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو بھگت سنگھ کو جب پھانسی دے دی گئی، راحت صاحب نے ایک نوحہ لکھا جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

شہیدانِ وطن کا سوگ تو اتنا کرے کوئی
کہ چشمِ شبنمی سے خون برسایا کرے کوئی

جب راحت صاحب کو ڈویژنل افسر ضلع فتح پور کی عدالت سے قید سخت کا حکم سنایا گیا تو شاعر نے یہ شعر پڑھا۔

مرے جرم عشق پر تم مجھے دار پر چڑھا دو
یہ سزائے قید کم ہے مرے مطلع نظر سے

قوم کے جوانوں سے خطاب

اس میں جوانوں کے جذبات و احساسات کی کتنی ٹھوس ترجمانی کی گئی ہے ؎

جوانوں کے ہر کام میں آب و تاب — کہ ہر شب نیا دیکھتے ہیں خواب
جوانوں کی ہر دھن ہے کیف و رباب — جوانوں سے ملت کا قائم شباب
جوانوں کے بازو میں ہے انقلاب

آج کتنے نوجوان اس کسوٹی پر پورے اتریں گے؟ آج کے نوجوانوں کے بازو میں انقلاب نہیں ہے۔ صرف "شباب" ہے۔

انقلاب کا نعرہ

ایک زمانے میں کہا جاتا تھا کہ انگریزی سلطنت پر کبھی سورج ڈوبتا نہیں ہے۔ انگریزوں کی حکومت کبھی ہندوستان سے جا نہیں سکتی۔ راحت صاحب نے ان لوگوں کو دعوت فکر و عمل دی ہے۔

مفکر انقلاب دیکھ رنگ جہاں ہے آج کیا
جلوۂ صبح اور ہے منظر شام اور ہے

کتنا انقلابی انداز ان کی فکر کا ان کے بیان کا اس ایک شعر سے ظاہر ہوتا ہے ؎

الٹ دو بڑھ کے پردہ آج افرنگی سیاست کا
مٹا دو ہند سے تفریق ہندو و مسلماں کی

راحت صاحب کی شاعری بے کار معلوم ہوتی ہے۔ مگر اصل میں ایسا نہیں ہے۔ اس شاعری میں اور ایسے سب شاعروں میں ہماری جنگِ آزادی کی نہ صرف تاریخ ہے بلکہ اس کی روح انقلاب کارفرما ہے۔ آج نہیں تو کل ہم اس سرچشمہ سے سیراب ہوکر آزادی کے متوالوں کی طرح جب اپنی کمر ہمت کس کر میدان میں اتریں گے تو یقین ہے کہ نہ صرف بھارت بلکہ دنیا میں انقلاب لے آئیں گے۔

یہ شاعری نہیں ایک لپکتا ہوا انقلابی شعلہ ہے جو دھیما تو ہو سکتا ہے مگر بجھ نہیں سکتا۔

---

(۱) راحت صاحب دو بار جیل گئے مگر حکومت سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ صبر اور قناعت اختیار کی۔ آگرہ جیل میں ساٹھ دن کے اندر ۵۴ معیاری غزلیں کہیں۔ میں نے کسی لیڈر کے بارے میں آج تک یہ بات نہیں سنی کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی بیوہ ماں، بہن، بھائیوں اور نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر گھر سے وطن کی آزادی کے لئے جد و جہد کرنے نکل کھڑا ہو۔ حبِ وطن کی جانثاری اور سرشاری سے بڑھ کر اور کیا مثال دی جا سکتی ہے۔ (مرتب)

(۲) جب مہاتما گاندھی نے مولانا محمد علی اور شوکت علی کے ساتھ ہندستان کا طوفانی دورہ کیا تھا تو خلافت فنڈ سے مصارف حاصل کئے مگر راحت صاحب نے کسی فنڈ سے ایک پیسہ بھی حاصل نہیں کیا۔ سفر میں روکھی سوکھی غذائیں لیں۔ کبھی صرف بھنے ہوئے چنے نصیب ہوتے ـــ تو کبھی صرف سوکھی ہوئی روٹی اور نمک مرچ پر قناعت کی۔ (مرتب)

آزادیٔ دوام کی ساعت قریب ہے
راحت سکے لب پر نعرہ ہے اب انقلاب کا [1]

ان دونوں گراں قدر تبصروں کے بعد اگر میں راحت صاحب کی سیاسی شاعری پر قلم اٹھاؤں تو یہ سورج کو چراغ دکھانے کے علاوہ اور کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لئے میں صرف یہاں ان اشعار کو پیش کر کے اس مقالہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں جو دوران جنگ آزادی راحت صاحب کی زبان سے بہ شکل نالے بلند ہوئے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب راحت نے پہلی بار زندانِ فرنگ میں قدم رکھا، نہایت سکون و اطمینان سے رات بسر کی۔ صبح جب بیدار ہوئے تو فرماتے ہیں

ہوئے جب داخلِ زنداں نہ دل میں گھر کی یاد آئی
ہمیں تو شورشِ زنجیرِ پا میں لطفِ خواب آیا

دوسرے دن جب چکی پیسنے کی مشقت برداشت کرنی پڑی تو نہایت صبر و استقلال کے ساتھ یہ اذیت بھی اٹھائی اور اپنا غم غلط کرنے کے لئے غزل سرائی شروع کر دی، اور جھوم جھوم کر گانے لگے

چکی کی مشقت میں ہوتی ہے غزل خوانی
دیکھیں تو ذرا آکر اب حسرت موہانی

زنداں ہی میں ہوتی ہے تکمیل شکیبائی
انساں کے کھلتے ہیں سب جوہر انسانی

نگاہِ باغباں کیوں ہے چمن میں شعلہ بار اب تک
نہیں دیکھا ہے کیا ہنگامہ برق و شرار اب تک

بارِ غمِ حیات خوشی سے اٹھا لیا
مرے شعورِ غم کو جو خود داریاں ملیں

ٹکراتی ہے جو غم سے مسرت کبھی کبھی
ہوتی ہے زخم دل میں لطافت کبھی کبھی

راحت سکون سے کام لے زنداں کا در نہ توڑ
بڑھتی ہے اس سے قیدِ محبت کبھی کبھی

آنسوؤں کو روک لے گرنے نہ پائیں خاک پر
دل کی عزت دہر میں شائستگیٔ غم سے ہے

خوشی کو معراجِ الفت نہ سمجھو
کہ آئینِ ضبطِ فغاں اور بھی ہیں

ظاہر کسی پہ رازِ جنوں کا نہ کیجئے
یہ آپ ہی کا راز ہے، افشاں نہ کیجئے

یہ چرخِ اخضری گردش میں رہتا ہے جو صدیوں تک
تو پھر ہوتا ہے دنیا میں کوئی اہلِ نظر پیدا

رباب گل پہ نغمے گائے زیرِ آشیاں برسوں
سرور و کیف سے جھوما کیا ہے گلستاں برسوں

آنکھوں کی ان کی مستی توبہ شکن ہے راحت
تھوڑی سی لے کے رکھ لو مینائے آرزو میں

ہونٹوں پہ آہ بھی نہیں آنکھیں بھی نم نہیں
دنیا سمجھ رہی ہے مجھے کوئی غم نہیں

راحت صاحب کی وہ غزلیں جو دوبارہ جیل جانے پر کہی گئی تھیں مختلف احباب کی بیاضوں میں درج ہیں۔ خط و کتابت جاری ہے۔ انشاء اللہ فراہم ہونے پر انہیں بھی شائع کیا جائے گا۔

میری دلی تمنا اور دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ مجاہد شاعر کو ابھی برسوں تندرستی اور سلامتی کے ساتھ شاد رکھے و آباد رکھے۔

[1] ہفت روزہ بلٹز اردو بمبئی صفحہ ۱۶ ـ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء

مرتب: احسن احمد عثمانی (مالیگاؤں)

انیس سو بیالیس ۱۹۴۲ء کے مجاہدینِ آزادی

مالیگاؤں

ہندوستان میں آزادی کی لڑائی غیروں کے حملوں کے وقت سے ہی شروع ہوئی۔ مہاراشٹر بھی اس لڑائی میں پیچھے نہیں رہا اور یہ لڑائی ۱۹۴۷ء میں آزادی حاصل کرنے تک جاری رہی۔ ابتدا میں جنگِ آزادی کی صورت وہ نہیں تھی جو انگریزوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد ہوئی تھی۔ ۱۸۱۸ء کے بعد ہی جنگِ آزادی میں عوام شامل ہوئے اور اس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء میں ظاہر ہوا۔ اس لڑائی میں عوام شامل ہوئے لیکن ہم یہ جنگ ہار گئے اس کی وجوہات تاریخ کی کتابوں میں کھلی حقیقت کے روپ میں ہیں۔

۱۸۵۷ء کے بعد بھی آزادی کی لڑائی کسی نہ کسی صورت میں جاری رہی۔ انگریزوں کے ظلم و جبر کے خلاف اشخاص اٹھتے رہے۔ آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ مادرِ وطن پر لوگ اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔

انڈین نیشنل کانگریس بنی۔ مسلم لیگ بنی۔ آزاد ہند فوج بھی میدان میں اتری۔ نوجوان جذباتی لوگوں کے گروپ بھی سرگرمِ عمل رہے۔ جلیان والا باغ جیسے واقعات ہوتے رہے لیکن آزادی کے پروانے شمعِ آزادی کے گرد جمع ہوتے رہے اور مصیبتیں جھیلتے رہے۔

۱۹۲۷ء میں قومی پارٹی کا اجلاس مدراس میں منعقد ہوا۔ اس میں پھر ایک بار مکمل آزادی کی قرارداد منظور ہوئی۔ خلافت تحریک شروع ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر کے ہندو اور مسلمان دونوں آزادی حاصل کرنے پر متفق ہوئے۔ اور کاندھے سے کاندھا ملا کر انگریز کے خلاف ایک پہاڑ بن گئے۔ سائمن کمیشن کا زبردست بائیکاٹ ہوا۔ اور یہ جنگ شدت اختیار کرتی رہی۔

۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء کو صدر قومی پارٹی پنڈت جواہر لال نہرو نے ترنگا جھنڈا آزاد ہندوستان کے جھنڈے کے طور پر لہرایا اور ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کو پورے ہندوستان میں "یوم آزادی" منایا گیا۔ ۶ اپریل ۱۹۳۰ء سے گاندھی جی کی قیادت میں ستیہ گرہ اور عدم تعاون کی ملک گیر تحریک شروع ہوئی۔ یہ تحریک سب سے زبردست تھی اس پر جوش و خروش انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ انگریز سرکار نے اپنے ظلم اور استبداد سے اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کی۔ تقریباً ۶۰ ہزار لوگوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ جگہ جگہ گولیاں چلائی گئیں۔ جس میں قریب قریب ۱۰۰ لوگ شہید ہوئے اور ۴۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔

مالیگاؤں لوم اور علوم کا شہر ہے۔ اس شہر میں ابتدا سے ہی بیداری ہے۔ یہ شہر کبھی قومی دھارے سے جدا نہیں ہوا۔ نمک تحریک ہو کہ شخصی ستیہ گرہ کہ آغا خاں پیلس مورچہ ہو۔ ہمیشہ ہی ہر جگہ حصہ لینے کے لئے لوگ تیار رہتے ہیں۔

> اس مضمون کی تیاری میں مرتب نے شری پی جی گنٹے کی کتاب "سوتنتر سینانی چرتر اور فریڈم فائٹرز" سے استفادہ کیا ہے۔ شری گنٹے بمبئی گزیٹ کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔ جنگِ آزادی میں یوں تو ملک کے گوشے گوشے لوگوں نے قربانیاں دی ہیں اور آزادی کی خاطر گھر لٹا دئے ہیں مگر مالیگاؤں کا بھی اس جدوجہد میں منفرد مقام رہا ہے جیسا کہ اس مضمون سے ظاہر ہوگا۔

۱۹۲۱ء میں یہاں خلافت تحریک کا بڑا زور تھا۔ یہاں جو تحریک چلی تھی اس کے سلسلے میں زبردست لڑائی ہوئی تھی۔ سیکڑوں لوگ اس میں شامل تھے۔ یہاں کے لوگوں نے اپنا تن من دھن اس میں لگایا تھا۔ انگریزوں کے ظلم کا شکار ہو کر یہ لوگ شہید ہوئے۔ عبدل خلیفہ خدا بخش، عبدالغفور محمد اسرائیل اللہ رکھا۔ محمد شعبان (منشی) بھکاری، شہاب الدین نتھو شیخ محمد حسین حاجی تدو، پہلوان عبدالغفار محمد شکور، محمد سلیمان شاہ ردزن مومن، ان شہیدان نے اپنی جانیں اور وطن پر نچھاور کر کے جو شمع جلائی تھی، اس کے اردگرد نیا خون داخل ہوتا رہا۔ قومی دھارے میں شامل ہونے کے لیے مالیگاؤں والوں نے ہر تحریک کا ساتھ دیا۔

ان مجاہدین آزادی کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ پنشن مقرر کی گئی۔ تعلیمی سہولیات مہیا کی گئیں۔ انھیں توصیفی اسناد اور تانبے کی اسناد پیش کی گئیں۔ صرف خلافت تحریک میں حصہ لینے والوں کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔

ہم بھی انتالیسویں یوم آزادی پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور یہ مضمون بھی خراج تحسین کی ایک شکل ہے۔

الحاج قاضی عباس علی قاسم علی

۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے تعلیم انگریزی دسویں تک حاصل کی آپ مالیگاؤں کے مسلم طبقہ میں تیز و طرار لیڈر رہے۔ ۱۹۳۲ء میں چھ ماہ سزائے سادہ ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں چھ ماہ سزائے قید سخت دی گئی اور ۱۹۴۲ء میں ۹ ماہ تک جیل میں رہے۔ آپ کی عمر کافی ہونے کے باوجود آج بھی فعال سیاست میں حصہ لیتے ہیں۔ برسوں تک کانگریس میں رہے۔ مالیگاؤں میونسپل کونسل کے ممبر اور کچھ سالوں تک پریزیڈنٹ بھی رہے۔ آپ ایک لمبے عرصے کیلئے سینٹرل جج کمیٹی کے ممبر رہے ہیں۔ آج کل مالیگاؤں اسکول بورڈ کے ممبر ہیں۔ آپ ہندو مسلم دونوں طبقوں میں یکساں مقبول ہیں۔ حق گوئی اور بے باکی میں آپ بہت مشہور رہیں۔

الحاج ہارون احمد انصاری

۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کی جب کہ مسلمانوں اور خاص طور پر جولاہوں میں تعلیم کا فقدان تھا۔ سنہ ۴۲ء کی "تجارت چھوڑو" تحریک میں حصہ لیا۔ اس لئے سزا ہوئی۔ آپ برسوں تک صوبائی پاورلوم سوسائٹی کے ممبر اور چیرمین رہے۔ سنہ ۵۷ء میں ممبر اسمبلی چنے گئے۔ سنہ ۶۲ء میں دوبارہ اسمبلی کے ممبر بنے۔ مالیگاؤں کانگریس (آئی) پارٹی کے روح رواں ہیں۔ جے۔ اے۔ ٹی۔ ہائی اسکول اور جے۔ اے۔ ٹی ٹیچرس ٹریننگ کالج قائم کیا۔ اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں صرف آپ کی ذاتی کوششوں کو بڑا دخل رہا۔ آپ کچھ دن مالیگاؤں کے صدر بلدیہ بھی رہے۔ آپ ایک مانے ہوئے مقرر ہیں۔

عنایت حسین ملا یحییٰ بھائی

عنایت حسین تعلقہ کانگریس میں کام کرتے تھے۔ سائمن کمیشن کے خلاف تجویز پاس کرنی تھی تو میٹنگ لینا طے ہوا۔ تقریباً سَو لوگوں نے میٹنگ میں آنے کا وعدہ کیا لیکن صرف چار ہی لوگ آئے۔ جن میں مرلی دھر وئید، سونو گواندے، سونو مالوی اور وہ خود۔ راجہ بہادر کے یہاں میٹنگ ہوئی۔ اس سلسلہ میں گرفتاریاں ہوئیں تو عنایت حسین کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ان کو چار ماہ کی سزا ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں شخصی ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ ۱۹۴۲ء میں پانچ قندیل پر ایک جلسہ ہوا۔ جلسے میں بہت لوگ تھے۔ اس وقت کا پرانت سون ڈیکھنے نامی آدمی تھا۔ اس نے گولی چلائی۔ کئی لوگ زخمی ہو گئے۔ سب لوگ بھاگے تو احراریوں نے اسٹیج پر جمع ہو کر جلسہ چلایا۔

عنایت حسین ضعیف ہیں مگر ابھی چلتے پھرتے ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی تو انھوں نے کہا کہ سنہ ۱۹۲۱ء میں جن لوگوں نے کام کیا ان کی قربانیاں ہم لوگوں سے زیادہ ہیں لیکن ہم کو دکھ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ خلافت تحریک تو پورے ملک میں تھی جس میں ہندو مسلم دونوں ساتھ تھے اس لیے انھیں بھی پنشن اور تعلیمی سہولیات ملنی چاہیے۔ جن لوگوں کو آزادی کی لڑائی کا کچھ علم نہیں انھوں نے خلافت تحریک کو صرف مسلمانوں کی تحریک کا نام دیا۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آزادی کی لڑائی لڑنے والوں کا ہمیشہ مذاق اڑایا اور انگریزوں کے ساتھ مجاہدین آزادی کو ستایا بعد میں وہ لوگ کانگریس کے وفادار بن کر سامنے آئے۔

کانگریس اور ملک کو ان سے نقصان پہنچا۔

مرلی دھر وئید

یہ ۱۹۱۴ء میں ضلع جلگاؤں میں پیدا ہوئے۔ لیکن مالیگاؤں آکر بس گئے۔ ان کی تعلیم انگریزی چہارم تک ہوئی۔ ۱۹۴۱ء میں شخصی ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ اس جرم میں انھیں ایک ماہ کی سزائے سادہ دی گئی۔ ۱۹۴۲ء میں "بھارت چھوڑو" تحریک میں حصہ لیا۔ گرفتار کر لیے گئے۔ اور ایک سال کی قید ہوئی۔

کچھ دن دھولیہ جیل میں کچھ دن عیسیٰ پور جیل میں گذرے۔

سونو بھلا مالوی

۱۹۰۸ء میں باگلان ضلع ناسک میں پیدا ہوئے۔ مراٹھی چہارم تک تعلیم حاصل کی۔ مالیگاؤں آکر بس گئے۔ ۱۹۳۱ء میں نمک ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے۔ چار مہینے جیل ہوئی۔ پھر ۱۹۴۲ء میں "بھارت چھوڑو" تحریک میں حصہ لیا۔ گرفتار کر لیا گیا۔ اور دو سال کی سزا ہوئی۔

یادو نارائن جادھو

منجا وڑ دیہات میں پیدا ہوئے یہ دیہات مالیگاؤں سے قریب ہے۔ بی اے۔ ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء میں جنگل ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ ۴۲ء میں "بھارت چھوڑو" تحریک میں شرکت اور رہنمائی کی وجہ سے ۲ سال کی سزا ہوئی۔ ۵۵ء میں گوا کی آزادی کی

تحریک میں حصہ لیا۔ ۷۵ء میں ممبر آف پارلیمنٹ چنے گئے۔ مہاتما جیوتی با پھلے ہائی اسکول کے روحِ رواں ہیں۔ سوشلسٹ ذہن کے ہیں۔

ہری بھاؤ تسگے

مالیگاؤں کے سنگمیشور محلے میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مراٹھی ساتویں تک ہوئی۔ ۱۹۳۲ء کی ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ ایک سال کی سزا ہوئی۔ اور ۷۵ روپیہ جرمانہ ہوا۔ ۱۹۴۲ء کی تحریک میں حصہ لیا گرفتار ہوئے۔ اور ایک سال کی پھر سزا ہوئی۔ بہت دنوں تک ناسک ضلع کانگریس (ا) کے صدر رہے۔ آج بھی ایک کارکن کی طرح کام کرتے ہیں۔

کانتی لال ویرچند شاہ

مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ بی اے ایل ایل بی تھے۔ وکالت کرتے تھے ۱۹۴۲ء کی "بھارت چھوڑو" تحریک میں حصہ لینے پر گرفتار ہوئے۔ چھ ماہ قید سخت اور ۷۵ روپیہ جرمانہ ہوا۔ آپ آجکل جین بھکشو بن گئے ہیں۔ دنیا کو تیاگ دیا ہے۔ ہندوستان بھر میں گھومتے ہیں۔ اور تقریریں کرتے ہیں۔ ان کی میٹھی آواز اور علم سے بھری تقریر سننے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔

کیشو لال دگڑو ساشاہ

مالیگاؤں میں پیدا ہوئے کیشو لال وکیل کے نام سے مشہور ہیں۔ برسوں مالیگاؤں کانگریس کمیٹی کے نائب صدر اور خزانچی رہے۔ ۴۱ء میں شخصی ستیہ گرہ میں گرفتار ہوئے چھ ماہ قید میں رہے ۱۹۴۲ء کی تحریک میں

حصہ لیا۔ چھ ماہ قید سخت دی گئی۔ آپ مالیگاؤں ہریجن سیوا کے صدر بھی رہے۔

والچند ملہاری بھاوسار

۱۸۸۷ء میں مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ گاندھی جی کے اعلان پر جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔ اس وقت ان کی عمر ۴۲ سال تھی۔ ۳۰ سال تک کانگرس میں کام کیا۔ آپ کو مالیگاؤں میں پہلے ستیہ گرہی ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ایک سال کی سزا کاٹی۔ کچھ دن دھولیہ جیل میں رہے کچھ دن عیسیٰ پور جیل میں رہے۔ تقریباً ۵ سالوں سے مالیگاؤں تعلقہ فریڈم فائٹرس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔

نارائن داس اچھارام بوہارے

مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں ۲۳ سال کی عمر تھی۔ جنگ آزادی کی بہت پہلے سے حصہ لیتے تھے دیہاتوں میں انگریزوں کے خلاف پرچار کرتے تھے اور جنگ آزادی میں حصہ لینے کے لئے لوگوں کو اکساتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں مالیگاؤں سے دس کلومیٹر دور وہوڑ نامی گاؤں کی پہاڑی کے قریب ان کو گرفتار کیا گیا۔

اور انگریز سرکار کے خلاف اور کانگریس کی حمایت کے جرم میں تین ماہ کی سزا دی گئی۔ ۱۹۴۲ء میں انکی شادی ہوئی اور جیسے ہی شادی ہوئی بھارت چھوڑو تحریک شروع ہوئی، انھوں نے نئی نویلی دلھن کو چھوڑا اور تحریک میں کود پڑے۔ ان کی بیوی اندرا بائی نے انھیں رخصت کیا لیکن جب نارائن داس گرفتار کر لئے گئے اور انھیں ایک سال کی سزا ہوئی تو اندرا بائی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ شدید بیمار ہو کر اس جہانِ فانی سے جہانِ ابدی کی طرف سدھار گئیں۔ نارائن داس جیل ہی میں تھے کہ انھیں بیوی کی موت کا صدمہ جھیلنا پڑا۔ نارائن داس جی کانگریس سیوا دل کے کرتا دھرتا تھے تقریباً چھ سو عورت مرد ان کے ساتھ کام کرتے تھے۔

شیواجی نام دیو پاٹل

ضلع ناسک کے سب سے کم عمر مجاہدِ آزادی تھے۔ یہ صرف سولہ

دگڑو بیا جی بھسے

۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے مالیگاؤں وطن ہے۔ شروع سے آپ کا یقین ہے کہ ملک میں صرف کانگرس کے پاس ہی صحیح پروگرام ہے۔ آپ ۱۹۴۲ء میں مجاہدِ آزادی تھے مالیگاؤں میں ۱۹۴۲ء میں انگریز فوجیوں نے گولی چلائی تھی۔ آپ اس میں زخمی ہوئے تھے۔

لکشمن پنڈو دیورے

۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء کی بھارت چھوڑو تحریک میں حصہ لیا نتیجے میں گرفتار کر لئے گئے۔ ایک سال کی قید بامشقت جھیلنی پڑی۔

سال کے تھے تب سے جنگ آزادی میں کام کرتے تھے۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے وہ چھوٹے موٹے کام کرتے تھے جو اس وقت کے لحاظ سے اور انگریزوں کے ظلم و استبداد کو دیکھتے ہوئے بہت جان جوکھوں کا کام تھا۔

شیواجی پاٹل پوسٹر لگاتے تھے، پمفلٹ بانٹتے اور مجاہدین آزادی کے لئے پیغامبر کا کام کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں پانچ قندیل جو کہ اس وقت شہر کا مرکز تھا "بھارت چھوڑو تحریک" کے پوسٹر لگا رہے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔ ۲۹ دسمبر ۴۲ء کو سزا سنائی گئی اور ۱ جنوری ۴۳ء کو انھیں یروڈا جیل (پونہ) بھیج دیا گیا۔

ہم نے ان سے پوچھا کہ اتنی کم عمر ہونے پر بھی آپ کو کس طرح سوجھا کہ ہندستان آزاد ہونا چاہیئے جب کہ آپ کی کھانے کھیلنے کی عمر تھی۔ پاٹل صاحب نے بتایا کہ میں گجراتی زبان کا اخبار "جنم بھومی" پڑھتا تھا اس اخبار کے مطالعہ سے ذہن بنا کہ ہندستان آزاد ہونا چاہیئے، اسلئے میں نے مجاہدین آزادی سے جان پہچان کی اور انڈر گراؤنڈ (زیر زمین) کام کرنے لگا۔ ہمارا کام رات کے وقت اور صبح سویرے زیادہ ہوتا تھا۔ بعد میں یہ سوشلسٹ کانگرس اور راشٹریہ سیوا دل میں شریک ہوئے اور آج تک اسی میں کام کرتے ہیں۔

وسنت بھگونت جوشی

آپ مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں تحریک آزادی میں شریک ہوئے گاندھی جی نے جب "بھارت چھوڑو" کا نعرہ لگایا تو یہ بھی اس میں شامل ہوئے اور گرفتار ہوئے۔ ایک سال کی سزا ہوئی۔ آپ کا شمار پرجوش مجاہدین میں ہوتا ہے۔

مولوی عبدالقدیر حبیب اللہ

۱۹۱۵ء میں مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم پرائمری تک حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک مالیگاؤں کانگرس کے صدر رہے۔ آزادی کے سپاہیوں کے لئے زیر زمین کام کرتے تھے۔ کبھی گرفتار نہیں ہوئے لیکن آپ ایک پرجوش مجاہد آزادی تھے۔

ایک لال دامودر

مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۲ء کی تحریک میں حصہ لیا۔ اس لئے ایک سال کی سزا ہوئی۔

بھلا دلیپت پاٹل

دُسانے نامی دیہات جو مالیگاؤں سے صرف دس کلومیٹر پر واقع ہے وہاں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں بھارت چھوڑو میں حصہ لیا اور چھ ماہ کی قید سخت ہوئی۔ ۱۹۴۳ء میں کسانوں کی تحریک میں حصہ لیا۔

پانڈورنگ چنداساوکار

۱۹۲۱ء میں ساور کرواڑی مالیگاؤں تعلقے میں پیدا ہوئے۔ مراٹھی ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں حکم امتناعی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلسۂ عام لینے کی کوشش کی اور جنگل ستیہ گرہ میں حصہ لیا اس لئے گرفتار کر لئے گئے، اور ایک سال کی قید سخت دی گئی۔

آپ نوجوان اور پرجوش مجاہد آزادی مانے جاتے تھے اور تقریریں بھی کرتے تھے۔

نارائن پانڈورنگ وانی

۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں گولی باری ہوئی تو پیر میں گولی لگی بعد میں پیر کاٹنا پڑا۔

فقیرا جانو سونار

پیدائش ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ مراٹھی پانچویں تک پڑھائی ہوئی۔ ۱۹۴۲ء میں ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ اس لئے چھ ماہ قید سخت دی گئی۔ پھر ۴۴ء میں تین ماہ قید سخت ہوئی۔

اونکار اپا لنگایت

سنہ ۲۴ء میں مالیگاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم انگریزی ششم تک ہوئی۔ آغاخاں پیلیس مورچہ پونے میں آپ شامل تھے۔ تین ماہ قید سادہ ہوئی۔ بعد میں دوبارہ تین ماہ قید سخت سنائی گئی۔ آپ مالیگاؤں میونسپل کونسل کے ممبر بھی رہے۔ کئی سیاسی، سماجی اداروں میں شامل ہیں۔

جنگم کاشی ناتھ شنکر

سنہ ۲۱ء میں پیدا ہوئے سنہ ۴۲ء میں مالیگاؤں میں انگریز سرکار کے حکم سے گولی چلائی گئی تھی، جن میں بہت سارے لوگ زخمی ہوئے تھے ان میں کاشی ناتھ جی بھی زخمی ہوئے تھے۔

آپ مالیگاؤں فریڈم فائٹرز ایسوسی ایشن کے سکریٹری ہیں۔

مرلی دھر انند اجادسار

یہ کانگرس پارٹی ورکرول اور مجاہدین آزادی کے خدمت گار رہے۔ جلسے جلوس میں آگے رہتے تھے۔ سنہ ۴۲ء میں جب گولی چلائی گئی تو زخمی ہوئے۔

بھیکا انند اپوار

سنہ ۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ساتویں تک تعلیم ہوئی۔ سنہ ۴۲ء میں گولی باری میں دائیں پیر میں گولی لگی۔

آپ کانگرس آئی کے کارکن ہیں۔ بڑھاپے کے باوجود نوجوانوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ آپ کے کام کو دیکھتے ہوئے سرکار نے اسپیشل ایگزیکیٹیو مجسٹریٹ بنایا ہے۔

کچھ مجاہدین آزادی اور بھی ہیں جن کی معلومات ہم تک نہیں پہنچ سکی ہیں یہ تین نام بھی ان گمنام لوگوں میں سے ہیں۔ پربھاکر شنکر جوش، جنگلو گوما بھیلے، کاشی ناتھ گنگادھر سونار۔ ان کی معلومات ہمیں مل نہیں سکی ہیں۔

ہم ان تمام مجاہدین آزادی کو سلام کرتے ہیں اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

اسیرانِ جنگِ آزادی (مالیگاؤں)

اسیرانِ جنگِ آزادی (مالیگاؤں) ہم لوگوں کے درمیان نہیں ہیں۔ ملک کو آزاد کرانے میں اِن لوگوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا تھا۔ مالیگاؤں کے منشی شعبان بھکاری کو ظالم انگریزوں نے پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا تھا اور کئی دیگر افراد کو جیلوں میں ٹھونس دیا تھا جہاں وہ انگریزوں کے ظلم وستم کی تاب نہ لاکر آزادیٔ وطن کے لئے شہید ہو گئے، امر ہو گئے۔ ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی، جو آزادی کے لئے قدم سے قدم ملا کر چلے تھے، ایک ہو کر آگے بڑھے تھے۔
اس جبر و استبداد کا جن باہمت لوگوں نے مقابلہ کیا اور بچ گئے وہ بعد ازاں مجاہدینِ آزادی کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔

مضمونِ ہذا میں مالیگاؤں کے اسیرانِ آزادی کی تصاویر بھی شائع کی جا رہی ہیں جن کو مرتب شری احمد عثمانی نے کافی محنت سے حاصل کیا ہے۔

اسیران جنگ آزادی

مالیگاؤں

عبدالغفار عبداللہ
تین سال سزا

یعقوب حیات علی
تین سال جیل

ساکھر چند
تین ماہ جیل

عبدالرزاق ابراہیم
تین سال جیل

بال چند ہیرا چند
تین سال جیل

وہاب غفور
تین سال جیل

شفیع اللہ محمد
ایک ماہ سزا پچاس روپے جرمانہ

محمد صدیق
سات سال سزا

سلامت اللہ نادر
بیس سال سزا

محمد اسحاق کرامت
تین سال جیل

دلیپ سنگھ
چیئرمین و مینیجنگ ڈائریکٹر
راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائزرس لمیٹڈ، بمبئی ۴۰۰۰۲۲

راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائزرز، ٹرامبے کی

آلودگی روک تھام مہم

تہذیب کے طلوع آفتاب سے پہلے بنی نوع انسان کی تاریخ کے ابتدائی سالوں میں قدرت کی پورے کرۂ ارض پر حکمرانی تھی پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا، ترقیوں کے کرشمے منظر عام پر نمودار ہونا شروع ہوئے۔ اپنی رہائش اور بود و باش کے طور طریقوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش میں بنی نوع انسان نے، قدرتی وسائل زندگی سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے لگا۔ یہیں سے صنعتی دور کا آغاز ہوا اور اس کے اثرات ماحولیاتی آلودگی کے روپ میں سامنے آنے لگے۔ زمینی دولت کا انسانی بھلائی کے کاموں میں استعمال ہونے لگا اور صنعت کی رفتار تیز ہو گئی لیکن انسان کی یہ اندرونی خصلت ہے کہ وہ اپنے آپکو تحفظ بخشے اور زندگی کو اعلیٰ معیار تک پہنچانے اور ان صنعتوں سے پھیلنے والی آلودگی کو دور کرنے کی فکر میں بھی لگا رہا۔

اس طرح سائنس اور ٹکنالوجی کو اور بھی زیادہ فراست سے بروئے کار لایا جانے لگا تاکہ مختلف صنعتی فیکٹریوں سے نقصان رساں مقدار اخراج کو کم سے کم کر دیا جائے۔ دوسرے صنعتی اداروں کی طرح، میسرز راشٹریہ کیمیکلس اینڈ فرٹیلائزرس نے بھی اس آلودگی روک مہم میں برابر حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔

قومی راج.

تعارف :

آر سی ۔ ایف فرٹیلائزر اور کیمیکلس پیداوار اور تقسیم کاری کا کاروبار انجام دے رہا ہے ۔ یہاں خام اشیاء کی صورت میں کیمیکلس کی تیاری کی جاتی ہے جنہیں ٹیکسٹائلس ، ڈائی اسٹف ادویات و دفاع وغیرہ دوسرے صنعتی اداروں میں استعمال کیا جاتا ہے فرٹیلائزر اور کیمیکلس کی پیداواری صلاحیت کی تفصیل بشمول خام اشیاء کے حسب ذیل ہے ۔

فرٹیلائزر	روزانہ کی مقدار ٹن میں	سالانہ مقدار ٹن میں
(۱) یوریا	۳۰۰	۹۹۰۰۰
(۲) یوریا (نئی)	۱۰۰۰	۳۳۰۰۰۰
(۳) سوفالا (۱۵:۱۵:۱۵)	۱۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
(۴) سوفالا (۲۰:۲۰:۰)	۱۲۰۰	۳۶۱۰۰۰

فوری تیار کردہ اشیاء

(۱) امونیا	۳۲۰	۱۰۵۶۰۰
(۲) امونیا (نئی)	۹۰۰	۲۹۷۰۰۰
(۳) نائٹرک ایسڈ	۳۲۰	۱۰۵۶۰۰
(۴) نائٹرک ایسڈ (نئی)	۷۵۰	۲۴۷۵۰۰
(۵) سلفورک ایسڈ	۳۰۰	۹۹۰۰۰
(۶) فاسفورک ایسڈ	۱۰۰	۳۰۰۰۰

صنعتی تیار کردہ اشیاء

(۱) میتھانال	۱۲۰	۳۶۰۰۰
(۲) امونیم بائیکاربونیٹ	۱۲	۴۰۰۰
(۳) گاڑھا نائٹرک ایسڈ	۶۰	۲۰۰۰۰
(۴) سوڈیم نائٹریٹ / نائٹرائیٹ	۱۲	۴۰۰۰
(۵) میتھیلامائنز	۱۲	۴۰۰۰

خام اشیاء	روزانہ کی ضرورت ٹن میں	سالانہ ضرورت ٹن میں
(۱) راک فاسفیٹ	۹۲۵	۲۷۷۵۰۰
(۲) ڈائی امونیم فاسفیٹ	۲۵۰	۷۵۰۰۰
(۳) مریٹ آف پوٹاش (کے سی آئی)	۲۶۰	۷۸۰۰۰
(۴) سلفر	۱۰۰	۳۳۰۰۰
(۵) نفتھا	۵۰	۱۶۵۰۰
(۶) ایسوسیئیٹڈ گیس (۱۰۰۰ مکعب میٹر)	۲۰۰ تا ۱۸۰۰	۶۰۰۰۰۰

اخراج اور اس پر قابو پانے کے طریقے

خام اشیاء کو جب اصل اشیاء میں تبدیل کرنے کے لئے مختلف مراحل سے گذارا جاتا ہے تو کچھ ناگزیر باقی ماندہ گیس کا اخراج ہوتا ہے ۔ اس اخراج پر قابو پانے کے لئے آر سی ۔ ایف کے تمام پلانٹوں کی آلودگی روک سامانوں سے اچھی طرح ان کی تنصیب کے وقت ہی لیس کر دیا گیا تھا ۔ ان آلودگی روک سامانوں کو نئی نئی ایجادات کے ساتھ بدل دیا جاتا تھا تاکہ اخراج کے اثرات کو کم سے کم کیا جا سکے ۔

آر سی ۔ ایف سے جو بھی فضائی اخراج ہوتا ہے وہ چار آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء یعنی سلفر ۔ ڈائی ۔ آکسائڈ ، سلفورک ایسڈ مسٹ ، آکسائڈ آف نائٹروجن اور پرلی کولیٹ اشیاء کے سبب ہوتا ہے ۔ گھری ہوئی ہوا میں امونیا کو آلودگی پیدا کرنے والی شئے نہیں سمجھا جاتا ہے اسلئے اس آلودگی پیدا کرنے والی شئے کے لئے کوئی قومی یا بین الاقوامی معیار نہیں ہے ۔

یہ بات خیال میں رہے کہ تمام آلودگی روک اقدامات کا عین مقصد یہ ہوتا ہے کہ محدود فضا کی ہوا کے قومی یا بین الاقوامی معیار کو برقرار رکھا جائے ۔

اگلے صفحات میں یہ دیا گیا ہے کہ چیمبور اور اس کے اطراف و اکناف میں محدود ہوا کے معیار کو بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ذریعے اور آر سی ۔ ایف کی موبائل مانیٹورنگ لیباریٹری سے وقتاً فوقتاً کیسے خطرے کے الارم بجائے جاتے ہیں ۔

ان اعداد سے ہر شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ چیمبور میں محدود ہوا کی قسم سینٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ کے مقرر کردہ قومی معیار پر پوری طرح اترتی ہے ۔

چیمبور حلقہ میں گھری ہوئی ہوا کی خاصیت

(تمام نمبرات مائکرو گرام فی مکعب میٹر ($\mu g/m^3$) میں دیے گئے ہیں)

SO_2 ۔ سینٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ کا معیار ۱۲۰ $\mu g/m^3$

سال/	مارولی چیمبور			سائن ۔ کولی واڑہ		
...ام	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم
۱۹	۳۷٫۵	۶۶	۱۴	۴۰٫۹	۷۲	۱۱
۱۹	۳۳	۵۱	۱۲	۳۳٫۲۵	۷۳	۸
۱۹	۲۶٫۱	۶۹	۱۰	۳۹٫۵	۸۲	۱۵
۱۹	۲۱٫۵	۵۸	۱۰	۳۴٫۶	۵۶	۹

N... ؛ سینٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ کا معیار ۔ ۱۲۰ $\mu g/m^3$

سال/	مارولی چیمبور			سائن ۔ کولی واڑہ		
...ام	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم
۱۹	۳۵٫۸	۵۷	۲۲	۲۹٫۶	۵۰	۱۰
۱۹۸	۴۰٫۵	۶۲	۲۶	۲۹٫۶	۶۹	۱۰
۱۹۸	۴۰٫۸	۷۱	۲۹	۳۲	۵۱	۱۴
۱۹	۵۰٫۵	۶۳	۴۳	۳۳٫۶	۶۹	۱۲

...ی معاملات ۔ سینٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ کا معیار ۔ ۵۰۰ $\mu g/m^3$

سال/	مارولی چیمبور			سائن ۔ کولی واڑہ		
...ام	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم
۱۹	۲۸۷٫۱۶	۴۵۴	۱۷۸	۲۱۲٫۵	۳۵۷	۱۰۲
۱۹	۲۷۰٫۶	۴۳۷	۱۵۳	۱۹۲٫۵	۲۶۶	۱۰۲
۱۹۸	۲۳۳	۴۰۷	۸۵	۱۸۸٫۹	۳۵۸	۸۷
۱۹۸	۲۹۲٫۱۶	۴۴۵	۱۴۲	۲۱۳٫۲	۳۰۸	۱۰۱

امونیا:- سینٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ کا معیار: کوئی ہندوستانی معیار نہیں

سال / مقام	ماروی چیمبور			سائن - کولی واڑہ		
	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم	اوسط	زیادہ سے زیادہ	کم سے کم
١٩٨١	٥١٦	٢٢٧٩	٣١	٧٩	٢٧٣	٢١
١٩٨٢	٥٧١٫٦٦	١٤٦٦	١٢٠	٣١٤	٣١٤	١٠
١٩٨٣	٢٢١٫٨	٤٥٦	٣٦	١٣٢	١٣٢	١٦
١٩٨٤	٣٢٫٨	١١٣٣	٣٢	١٠٦	١٠٦	٢٢

چیمبور حلقہ میں گھری ہوئی ہوا کی خاصیت

(موبائل مانیٹرینگ وین کے ذریعہ کی گئی پیمائش)

تمام اعداد مائکروگرام فی مکعب میٹر میں

SO_2		NO_x		NH_3		ملتوی معاملات	
اوسط	زیادہ سے زیادہ	اوسط	زیادہ سے زیادہ	اوسط	زیادہ سے زیادہ	اوسط	زیادہ سے زیادہ
پرانی "ایم" وارڈ آفس (٢٦/٣/٨٥ تا ٨٥/٤/١٠)							
١٥	٢٣	٥٥	٩٤	٦	١١	٢٠٠	٣٥٠
ٹیلیکام فیکٹری ٹاؤن شپ (٨٥/٦/١١ تا ٨٥/٤/١٧)							
١٢	١٧	٤٠	٤٥	٣	٦	١٨٦	٣٢٠
بی اے آر سی ٹاؤن شپ (٢٩/٤/٨٥ تا ٨٥/٥/٦)							
٨٥	١١٫٥	٣٥	٦٣	١٣	٢٠	١٥٧	١٧٥
سندھی سوسائٹی (٢٠/٢/٨٥ تا ٨٥/٢/٢١)							
٩	٢٣	٢٩	٤٨	٣٩	٧٢	٢٠٣	٤٣٠

بہتی گندگی کی پیمائش کرنے والا یونٹ:
زیرِ نظر تصویر میں بہاؤ کی پیمائش کرنے کا انتظام دکھلایا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ 'گرٹ' چیمبر بھی جو بہتی گندگی کو دور کرنے کی تدبیر میں معاون بنتا ہے۔

آکسیڈائزڈ کیا ہوا نالا جس میں ایک کیچ روٹر بھی لگا ہوا ہے جو غلاظتوں کو دُور کرنے کے لئے موثر ہوتا ہے۔

بہتی ہوئی غلاظت کو دُور کرنے والے پلانٹ کا ایک منظر۔

سلفر ڈائی آکسائیڈ اخراج اور تیزابی دھوئیں سے روک تھام

سلفر ایسڈ اور اسٹیم جنریشن پلانٹ سے خصوصی طور پر سلفر ڈائی آکسائیڈ کا اخراج ہوا کرتا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں آر۔سی۔ایف نے پرانے اور رواجی سلفرک ایسڈ پلانٹ کو نئے ڈی۔سی۔ڈی۔اے (دوہرے رواجی دوہرے جذب کرنے والے) سسٹم سے تبدیل کر دیا تاکہ SO_2 کے گھٹ مادے کو ۶۰۰ ایم ایم پی سے کم حد تک قائم رکھا جائے SO_2 کے اخراج کو کم کرنے کے لئے دوسرا جو اقدام کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ فیول تیل کو "لو سلف ہیوی اسٹاک" (ایل ایس۔ایچ۔ایس) سے بدل دیا گیا۔ اور یہ کام پہلے مرحلے پر انجام دیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں (یعنی سنہ ۱۹۸۰ء میں) بائلر میں بھیجنے پانی کے سلفر فری سے یہ کام انجام پذیر ہوا۔ ان تمام کارروائیوں کے جملہ نتائج یہ برآمد ہوئے کہ سلفر ڈائی آکسائیڈ کا اخراج جو ۱۹۷۶ء میں ۵ر۷ ٹن فی دن کے حساب سے ہوا کرتا تھا وہ ۱۹۷۸ء میں ۴ ٹن فی دن کے حساب سے ہونے لگا اور ۱۹۸۰ء میں تو وہ ایک ٹن فی یوم اور گھٹ گیا۔

تیزابی دھوئیں کے مسئلے سے صرف ہمارے سلفرک ایسڈ پلانٹ میں ہی نپٹا جاتا تھا۔ اونچی مقدار میں اس قسم کے دھوئیں کو کم کرنے والی ایلی مینٹر کی تنصیب سے تیزابی دھوئیں کا اخراج جو ۳۰ ملی گرام فی مکعب میٹر ہوا کرتا تھا وہ گھٹ کر ۵ ملی گرام فی مکعب میٹر ہوگیا۔ مزید یہ کہ، ذخیرہ کی اونچائی ۳۱ میٹر سے ۵۵ میٹر تک بڑھا دی گئی ہے تاکہ اچھی طرح انتشار پذیری ہوسکے۔

ان دو طریقوں سے تیزابی دھوئیں اور SO_2 کے اخراج کا مسئلہ قابو میں آگیا۔

نائٹروجن آکسائڈ کے اخراج پر قابو (NOx)

آر۔سی۔ایف کامپلیکس میں نائٹرک ایسڈ پلانٹ ہی NO_x کے اخراج کے خصوصی منبع ہیں۔ نیا نائٹرک ایسڈ پلانٹ جو آر۔سی۔ایف میں نصب کیا گیا ہے۔ اس میں خشک تیزاب/الکلی روئیدگی کے ساتھ جذب کرنے کی تکنک کو اپنایا گیا ہے۔ نیز اخراج کا عمل ۶۵ میٹر اونچائی سے کیا جاتا ہے تاکہ انتشار کا عمل بہتر طور پر انجام پائے

ہمارے پرانے نائٹرک ایسڈ پلانٹ میں ایک نئے طریقے سے اخراج کی مقدار ۱۰۰ پی پی ایم سے بھی کم کی جاچکی ہے۔ (تقریباً اوسطاً ۷۰ پی پی ایم) یہ مقدار اس سے قبل ۲۰۰۰ پی پی ایم تھی۔ اس کے علاوہ ایک نئی اسکیم سلیکٹیو کیٹالائٹک ریڈکشن (SELECTIVE CATALYTIC REDUCTION) اسپینڈلیا (ESPENDIGA) اسپین کے تعاون سے روبہ عمل لائی جارہی ہے اور اس اسکیم کے مکمل ہونے پر اخراج میں مزید نصف کی کمی آجائے گی یعنی تقریباً ۵۰ پی پی ایم یا اس سے بھی کم۔

نائٹروجن آکسائڈ کے اخراج کے مقابلے کے لئے جو کہ گاڑھے نائٹرک ایسڈ پلانٹ سے ہوا کرتا ہے، آر۔سی۔ایف نے اپنا ذاتی سسٹم قائم کرکے اس پر کنٹرول کرنے کا انتظام کیا ہے۔

موجودہ سفلا پلانٹ میسرز کیمیرا اووائی کے تعاون سے از سر نو تشکیل دیا جارہا ہے اور اس میں جو طریقہ اپنایا جائے گا، اس سے NO_x کے اخراج کی مقدار ۱۵۰ پی پی ایم سے بھی کم ہوجائے گی۔ اس از سر نو تعمیر کا کام دسمبر ۱۹۸۷ء تک پایۂ تکمیل کو پہونچ جائے گا۔ ہمارے اے این پی پلانٹ میں NO_x نہ اخراج کی سطح ۸۰۰ پی پی ایم یعنی تقریباً ۰/۵٪ تک کم کردی گئی ہے اور اس کے لئے یوریا کی مزید مقدار شامل کی گئی تھی یہ اسکیم پلانٹ کے جاری ہونے کے بعد عمل میں لائی گئی تھی۔

پرٹیکولیٹ اخراج پر قابو پانا

پرٹیکولیٹ اخراج ہمارے نمک کے گروپ والے پلانٹوں سے جو یوریا۔ فاسفورس، الیٹر، سفلا اور اے۔این۔پی پلانٹوں پر مشتمل ہے، سے ہوتا ہے۔ ہمارے نئے یوریا پلانٹ میں پرٹیکولیٹ اخراج پر نہ صرف اچھی ڈیزائن والے پرلنگ ٹاوروں سے کیا گیا ہے۔ بلکہ دھول صاف کرنے والے گیلے طریقے والے سسٹم کو بھی استعمال میں لایا گیا ہے۔

ہمارے اے این پی اور فاسفورس ایسڈ پلانٹ میں، دھول کے اخراج کو دھول جمع کرنے والے اور فابرک فلٹروں کے استعمال سے کم سے کم کردیا گیا ہے۔ سلفا پلانٹ سے دھول کے اخراج پر قابو پانے کے لئے دو (VENTURI) (SCRUBBERS) (جنھیں انگلستان سے درآمد کیا گیا ہے) اور مقامی طور پر ہندوستان ڈار آلیور کی جانب سے تیار

کئے گئے چار عدد کی تنصیب ۱۹۷۷ء میں کی گئی تھی۔ ان دھول غبار پر کنٹرول کرنے والے اسکربروں (SCRUBBERS) سے پرٹیکولیٹ اخراج جو ان پلانٹوں سے ہوا کرتا ہے، بہت حد تک کم کر دیا گیا ہے۔

حادثاتی اخراج سے بچاؤ

منبع پر آلودگی کو قابو میں کرنے کے علاوہ حفاظتی اقدامات کے پیش نظر اس بات کا بھی خصوصی طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ فیکٹری سے کسی قسم کا حادثہ پیدا کرنے والا اخراج، گھری ہوئی فضا میں نہ ہونے پائے جو یقیناً اطراف واکناف میں بود وباش اختیار کئے ہوئے لوگوں کے لئے مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

ان دو ناموں کو بیان دیا جارہا ہے جہاں دو حادثاتی اخراج کا واقعہ پیش آسکتا ہے۔ اس معاملے میں امونیا گیس لی گئی ہے۔

(۱) امونیا اسٹوریج ٹینک جو امونیا پلانٹ، (ہارٹان اسفیئر) کے قریب ہے۔

(۲) فضائی دباؤ والا ٹینک برائے امونیا جو بیرباؤ میں ہے۔

ان حادثاتی اخراج کی روک تھام کی اہمیت کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوئے، از حد یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر متعلقہ شخص کی حفاظت ہو۔ اور اسی لئے روک تھام کے لئے کئی مرتبہ جانچ کی جاتی ہے۔ پچھلی مرتبہ مارچ ۱۹۸۵ء میں یہ کام مکمل کیا گیا تھا۔ اس وقت اندرونی جانچ پڑتال کے کام سے یعنی مارچ ۸۵ء میں یہ بات بہ مشکل ظاہر ہوئی کہ شیل پلیٹ کی موٹائی میں کوئی کمی واقع ہوئی ہو۔ درحقیقت یہ پتہ چلا کہ وہ بالکل اچھی حالت میں ہے (یعنی ایسی جیسے بالکل نئی ہو)۔

آلودگی کی روک تھام اور مستقبل کے منصوبے کے اخراجات

آلودگی کی روک تھام کے اقدامات کے لئے ہونے والے اخراجات کی رقم ۱۰ کروڑ روپے تھی اور اب تک ۱۸۷۲ کروڑ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ مختلف آلودگی روک سامانوں اور سسٹموں کی دیکھ ریکھ اور چلانے کے لئے جو سالانہ خرچ مالیاتی کھاتہ پر پڑتا ہے وہ تین کروڑ روپے تک ہے۔

بہتر زندگی اور بہتر ماحول بنانے کے لئے آر۔ سی۔ ایف کے یہ اقدامات عین اس کی روایات کے مطابق ہیں

آلودگی پر کنٹرول کیلئے اخراجات

	اب تک کئے گئے اخراجات	روپے لاکھ میں
۱۔	ڈی سی۔ ڈی اے سسٹم برائے سلفرک ایسڈ پلانٹ۔	۱۶۳
۲۔	این پی کے پلانٹ کیلئے دھول وغبار دور کرنے کے لئے سسٹم۔	۷۲
۳۔	ائیر مانیٹرنگ انسٹرومینٹ	۲۵
۴۔	سی این اے ٹیل گیس اسکربر	۱
۵۔	این پی کے پلانٹ کیلئے فیوم اسکربر	۱۵
۶۔	ایل ایس ایچ ایس سسٹم سے بدل	۴۵
۷۔	نائٹروفاسفیٹ پلانٹ	۱۲۲
۸۔	نائٹرک ایسڈ پلانٹ	۲۱۰
۹۔	این پی کے پلانٹ کے لئے فیوم اسکربر	۲۴
۱۰۔	کاربن ریکوری فلٹرس	۱۳
۱۱۔	پی اے پی لائن سلیکنگ یونٹ اور جپسم ہینڈلنگ سسٹم	۱۶
۱۲۔	اثر زائل کرنے والے پٹس سی این اے، ایس اے اور ڈبلیو ٹی پلانٹس	۲
۱۳۔	تیز رو پانی علاحدہ کرنے والا سسٹم	۵
۱۴۔	ہواؤں کی پیمائش کرنے والے آلے	۱
۱۵۔	بل سپیریشن ٹینکس	۱
۱۶۔	ہواؤں کی دیکھ ریکھ والا پلانٹ	۱۵۵
۱۷۔	نئے امونیا میں منجمد کرنے والا اسٹرپیر نئے یوریا پلانٹ جس سے دھول وغبار دور کرنے کے لئے زائد پانی حاصل کیا جاتا ہے۔	۱۰۰
		۱۰۰۰

حیاتیاتی تدبیر جو نامیاتی مادوں کو کم کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس کا ایک فضائی منظر۔

جن کیلئے اخراجات کئے گئے

۱۔	۷۵x میں کمی پرانے نائٹرک ایسڈ پلانٹ میں	۲۰۰
۲۔	سلفا پلانٹ (تخمیناً) کی از سر نو تشکیل	۱۵۰۰
۳۔	محدود فضا میں متعین قسم کے اسٹیشن (تخمیناً)	۱۲۰
		۱۸۲۰

ماحولیاتی انتظام کاری اور آلودگی پر قابو پانا

ماحولیات کے مناسب انتظام اور آلودگی روکنے کے لئے ایک علاحدہ محکمہ چند سالوں قبل بنایا جا چکا تھا اور اس کی سربراہی ایڈیشنل چیف انجینئر کے عہدہ کے کسی سینئر افسر کے ذمہ ہوتی ہے اور اس کی مدد کے لئے پانچ انجینئروں پر مشتمل ایک گروپ ہوتا ہے جو مختلف میدانوں میں اچھے خاصے تجربے کا حامل ہوتا ہے اور اپنے تجربوں کی روشنی میں پلانٹوں کو جاری رکھنے اور آلودگی روکنے کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ محکمہ فیکٹری میں مختلف قسم کے آلودگی روک اقدام کے لئے کام انجام دیتا ہے اور انتظامیہ اور قانونی محکموں کو جیسے مہاراشٹر پولیوشن کنٹرول بورڈ، سنٹرل پولیوشن کنٹرول بورڈ بمبئی میونسپل کارپوریشن وغیرہ کو فیکٹری میں آلودگی روک کے سلسلے میں مختلف کی گئی کارروائیوں سے مطلع کرتا ہے اور یہ یقین دہانی کراتا ہے کہ ان پر مناسب عمل درآمد ہو رہا ہے

اس کے علاوہ چارٹائر سسٹم بھی ماحولیاتی انتظام کاری، آلودگی کنٹرول اور تحفظ کے سلسلے میں کئے گئے ہیں، جو ادارتی خاکہ سے بالکل ظاہر ہوتا ہے۔

انتظامی چارٹ
برائے ماحولیات انتظام اور تحفظ

★ وی ۔ پی ۔ راجہ
ٹرانسپورٹ کمشنر

بمبئی میں موٹر گاڑیوں کے دھوئیں سے پیدا شدہ فضائی آلودگی کی کثافت پر کنٹرول

اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ موٹر گاڑیوں سے خارج ہونے والا دھواں ہوا میں ۵۰ سے ۶۰ فیصد تک فضائی کثافت کا باعث ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی نے جو کہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں پیش پیش ہے۔ چند اقدام کئے ہیں۔ اور موٹر ڈرائیوروں بمبئی موٹر وہیکلز (ترمیم) قوانین بابت سنہ ۱۹۸۴ء کا پابند ہونا لازمی قرار دیا ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے بمبئی کو فضائی کثافت کے کنٹرول میں لانے کے متعلق چند باتیں کہی ہیں ــــ

حکومت مہاراشٹر ماحولیاتی کثافت سے عام طور پر اور ممبئی میں بڑھتے ہوئے فضائی کثافت سے خاص طور پر سردیوں میں دوچار ہے اور اس مسئلہ کے مقابلے کے لئے ایک کمیٹی چیف سیکریٹری کی صدارت میں وضع کی گئی ہے تاکہ جہاں تک ہوسکے کثافت کا قلع قمع کیا جاسکے۔ کثافت کی کئی وجہ معلوم ہوئی ہیں۔ جن میں سے موٹر گاڑیوں کے ذریعے پیدا ہونے والے دھوئیں سے ہوا میں ۵۰ سے ۶۰ فیصد کثافت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس مسئلہ کو خاص طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ اپریل سنہ ۱۹۸۳ء میں اس مسئلہ کے حل کے لئے سفارشات پر اقدام کیا گیا۔ ایک مفصل پیپر جو کہ ہوائی کثافت سے متعلق تھا۔ تمام موٹر گاڑیوں کے بنانے والوں، ٹرانسپورٹ اداروں اور موٹر ایسوسی ایشنوں کو بھیجے گئے۔ اور علاوہ ازیں اس پیپر کو انتظامیہ کے عہدیداران، پالیسی بنانے والوں، سائنس دانوں اور دیگر متعلقہ افراد میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔

اس کے بعد ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۸۴ء کو آخری طور سے قوانین شائع کردیئے گئے۔ بمبئی وہیکلز (ترمیم) قوانین کے تحت موٹر گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں شہری علاقوں میں ۶۵ ہارٹ ریج سموک یونٹ سے کم اور دیہی علاقوں میں ۷۰ سموک یونٹ ہارٹ ریج سے کم ہونا چاہیئے۔ موٹر کے انجن سے کاربن مونو اکسائیڈ ۳٪ سے زائد نہیں نکلنی چاہیئے۔ موٹر گاڑیاں جو کہ ۵ سال سے چل رہی ہیں اور ۸۰۰۰۰ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرچکی ہیں۔ ان سے بھی کاربن مونو آکسائیڈ کی مقدار کا اخراج ۴٫۵٪ سے زائد نہیں ہونا چاہیئے۔ پولس ڈپارٹمنٹ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی موٹر یا سواری کو روک کر اس کے مونو آکسائیڈ کے بارے میں پوچھ تاچھ کرسکتی ہے اور ان کے خلاف اقدام کرسکتی ہے۔

بمبئی موٹر وہیکلز قوانین بابت سنہ ۱۹۸۴ء کے نفاذ کے بعد ان پر عمل درآمد کیلئے بھی انتظامات کئے گئے لیکن ان سب باتوں کے لئے عوام کا تعاون درکار ہے کیونکہ کثافت کا معاملہ

ماحول کو صاف رکھنے کے لئے موٹر گاڑیوں کے دھوئیں سے ہونے والی آلودگی کی جانچ۔

ہے اور اس پر عمل آوری میں ان ہی کا تعاون درکار رہے۔

ان قوانین کے نفاذ سے قبل مجوزہ ڈرافٹ، ڈرافٹ رپورٹ فضا اور آواز کثافت موٹر گاڑیوں کے باعث "تمام موٹر گاڑیوں کے بنانے والوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔ ہر موٹر گاڑی بنانے والے سے قوانین کے نفاذ کے بعد یہ درخواست کی گئی کہ دھوئیں کے اخراج کی جانچ پڑتال کے لئے نمونے کے طور پر ٹیسٹ کے لئے ایک گاڑی ضرور بھیجیں اور اس کے لئے، آٹوموٹیو ریسرچ ایسوسی ایشن آف انڈیا، پونے یا وھیکلز ریسرچ ڈیویلپمنٹ اسٹابلشمنٹ، احمد نگر کا متعین ہونا ضروری ہے۔ ان اداروں سے مستند ہونے یا ان کو دکھلانے کے بعد یہ دونوں ادارے کاربن مونو آکسائیڈ کی رپورٹ تیار کرتے ہیں اور یہ تمام موٹر گاڑیاں بنانے والوں کو ان قوانین کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ ایسی موٹر گاڑیاں بنانے والے جو کہ ان اداروں کو مطمئن نہیں کر پاتے ہیں۔ انہیں مزید وقت درکار ہوتا ہے جو کہ انہیں دیا جاتا ہے۔

راستوں پر چلنے والی موٹر گاڑیوں کو "سیلف سرٹیفکیٹ اسکیم" جاری کرنے کی ترغیب دی گئی اور اس کا نفاذ ان تمام موٹر گاڑیوں پر ہوتا ہے۔ جو کہ یکم مئی ۱۹۸۵ء یا اس کے بعد نکالی گئی ہیں۔ تمام موٹر آٹوموبائیل تاجروں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ Exhaust Gas Analysers یا اسموک میٹر جو بھی درکار ہو اپنے پاس رکھیں۔

مستقبل میں موٹر گاڑیاں خریدنے والوں کے لئے یہ مہم چلائی جائے گی کہ وہ اپنے آپ دھواں نکلنے کی مقدار کی جانچ پڑتال دھواں کے اخراج کا ٹیسٹ کرلیں اور اس کے بعد ہی وہ موٹر گاڑی خریدیں۔

ہر موٹر گاڑی کو پیٹرول پمپ جانا لازمی ہوتا ہے۔ لہٰذا دھوئیں کو کنٹرول کرنے میں پیٹرول پمپ معاون ہو سکتے ہیں۔ بمبئی میں پیٹرول پمپ تاجروں سے اس سلسلہ میں تبادلہ خیال کیا گیا ہے اور انہیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ Gas Exhaust Analysers درآمد کریں اور موٹر وغیرہ کی مرمت کے وقت سے میکینک لوگوں کو ایسی تربیت دیں کہ وہ کاربوریٹر کو اس طرح بٹھائیں کہ وہ کم سے کم دھواں پھینکیں۔ فی الحال اس قسم کے اقدام سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا ہے۔

اس کے علاوہ تمام مقرر، مراکزان افسران کے ذریعے جو کہ موٹر وھیکلز ڈپارٹمنٹ کے متعلق ہیں معائنہ کئے جائیں گے۔ موٹر وھیکلز ڈپارٹمنٹ بنیادی طور پر جانچ پڑتال کا رول ادا کرے گا۔ اس کے علاوہ دیگر جانچ پڑتال کا کام آر ٹی او دفاتر میں کیا جائے گا اور اس کے لئے مدتی سرٹیفکیٹ طلب کریں گے۔ جو کہ موٹر وھیکلز ڈپارٹمنٹ کی ذمہ داری ہوگی۔ Exhaust Gas Analysers یا اسموک میٹر ایسے پیمانے ہیں۔ جو کہ کثافت کو ناپ سکتے ہیں اور یہ تمام سامان اب کھلے عام بکتے ہیں۔ اور

موٹر گاڑیوں کے دھوئیں سے خارج ہونے والی کاربن مونو آکسائیڈ کی پیمائش۔

ان پر باہر سے درآمد کرنے کے لئے کسٹم ڈیوٹی بھی محض ۴۰ فیصد کردی گئی ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں ان کا استعمال ہوسکے۔ ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں عموماً ٹرک ــ اور بسیں ہیں ــ ریاست مہاراشٹر میں پسنجر روڈ ٹرانسپورٹ تومیائی گئی ہے۔ اس وجہ سے ڈیزل سے چلنے والی بسیں تقریباً ایم ایس آر ٹی سی۔ بی۔ او۔ ایس ٹی، ای ایم ٹی، کے ایم ٹی، پی سی ایم ٹی اور ایس ایم ٹی کے تحت ہیں۔ ان تمام اداروں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہارٹریج اسموک میٹر درآمد کریں۔ تاکہ دھوئیں کی کثافت پر قابو حاصل کیا جاسکے۔ بی ای ایس ٹی نے ایسے ۴ ہارٹریج اسموک میٹر درآمد کئے ہیں۔ ایم ایس ٹی ایس کو بھی کہا جارہا ہے کہ وہ اپنے ڈپو ایسے آلوں سے مزین رکھیں تاکہ دھوئیں کے اخراج کو کم کیا جاسکے۔

اس سلسلہ میں ٹرک کے مالکان کے اداروں سے بھی بات چیت کی گئی ہے اور انہیں بھی اس بات کا احساس دلایا گیا کہ دھوئیں سے بچاؤ سب کے فائدے کے لئے ہے۔ ان مالکان ادارہ جات کی جانب سے محض یہی خوف ظاہر کیا گیا ہے کہ افسران ہوسکتا ہے بدعنوانیاں کریں اور انہیں خوامخواہ ستایا جائے۔ بدعنوانیوں کے انسداد کے لئے خود ان موٹر گاڑی مالکان ادارہ جات سے کہا گیا کہ وہ بذات خود صحیح سازو سامان یا آلے اپنے خرچ پر لگائیں۔ اور انہیں اس بات کا یقین دلایا گیا کہ ان کے خود کے سرٹیفیکٹوں پر بھروسہ کیا جائے گا۔ انہیں مستند مانا جائے گا۔ اگر وہ اتنا پیسہ لگانے کے لئے تیار ہوں۔ جس سے بہت سی آسانیاں بھی پیدا ہوگئی ہیں اسطرح اپنے مستند ہونے کا سرٹیفکیٹ خود دینے کیلئے کئی مراکز کو اتھارٹی بھی دی گئی ــ ہم اس لئے موٹر گاڑیاں نہیں خریدتے ہیں کہ فضائی کثافت سے دوچار ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو فضائی کثافت کا شکار ہوں وہ موٹر مالکان ہوں چنانچہ بمبئی جیسے شہر جہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ جھونپڑپٹیوں میں رہ رہے ہیں جن کے گھروں کے دونوں جانب روڈ ہیں وہ روزانہ مونو آکسائیڈ ایچ سی اور این او ایکس جیسی زہریلی گیس نگلتے رہتے ہیں جو کہ موٹر گاڑیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ بمبئی ہی میں ۲۵ کروڑ روپے کثافت سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے تحفظ کے لئے علاج میں خرچ کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا خرچ ہے جو بظاہر کثافت کو دور کرنے میں کسی طرح بھی مدد نہیں کرتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ فضائی کثافت کو دور کرنے کے لئے اقدام کئے جائیں۔ ●

۱۰ راگست ۱۹۸۶ء سے "قومی راج" بطور ماہنامہ شائع ہوگا اور ہر شمارہ کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ (ادارہ)

شری ایس۔کے۔ پاٹل
ممبر سکریٹری ایم۔ پی۔ سی بورڈ

ماحولیاتی آلودگی: تدابیر روک تھام

دنیا بھر میں صنعتی فروغ تیزی سے جاری ہے لیکن اس کا ایک منفی پہلو صحت کے لئے مُضِر آبی آلودگی میں اضافہ بھی ہے۔ خصوصاً ترقی یافتہ ممالک یا ترقی پذیر ممالک میں بڑے پیمانے پر صنعتی فروغ زیر عمل ہونے کی وجہ سے آبی آلودگی کی روک تھام بھی نہایت ضروری ہوگئی ہے کیونکہ اس آلودگی سے صرف صحتِ عامہ ہی نہیں بلکہ سمندری حیوانات اور نباتات کے بھی بُری طرح متأثر ہونے کا خدشہ لاحق ہے۔ ریاست مہاراشٹر کا شمار بھی ملک کے صنعتی ترقی یافتہ ریاستوں میں ہوتا ہے اسی لئے آبی آلودگی کی روک تھام کا مسئلہ ریاستی حکومت کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔

بہرحال اس سلسلہ میں پہلا قدم اٹھاتے ہوئے آبی قانون ۱۹۷۴ء (آلودگی پر قابو اور روک تھام) کے نفاذ کیلئے مہاراشٹر پولیوشن کنٹرول بورڈ (ایم۔پی۔سی۔ پی) کا قیام عمل میں آیا مذکورہ بورڈ کے ذمہ جو فرائض عاید کئے گئے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں؛

۱۔ حکومت کو ندیوں کی دیکھ بھال اور ان کی قدرتی حالت میں برقراری سے متعلق مشورے دینا۔

۲۔ ندیوں کی دیکھ بھال اور بہتری سے متعلق اقدامات تاکہ عوام کو پانی مہیا ہو سکے اور حیوانات، زمین، اور سمندری جانداروں کی بقا کا انتظام ہو سکے نیز گھریلو، تجارتی، صنعتی اور زراعتی مقاصد کے لئے پانی کا جائز استعمال ممکن ہو سکے۔

۳۔ ندیوں کی صفائی۔

۴۔ ریاست گیر پیمانے پر دریائی پانی کی آلودگی سے حفاظت اور موجودہ اور نئے ذرائع سے پیدا ہونیوالی گندگی سے پانی کی حفاظت اور روک تھام۔

۵۔ آبی اخراج کی درجہ بندی اور ریاست میں واقع پانی کی ہر قسم میں بہتری اور معیار کا تعین۔

اِن اقدامات پر عمل آوری کے لئے فی الحال ۱۹ آبی آلودگی سے متاثرہ علاقوں کی مذکورہ قانون کے تحت "آبی آلودگی روک تھام علاقے" قرار دیا گیا ہے۔

دریائی پانی کی درجہ بندی

چونکہ دریائی پانی کو پینے کے لئے، گھریلو استعمال کیلئے، مچھلیوں اور جنگلی جانوروں کی افزائش کے لئے اور تجارتی و زراعتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے دریائی پانی کی مندرجہ ذیل طریقے سے درجہ بندی کی گئی ہے۔

(الف) تازہ پانی

	اقسام	استعمال
۱۔	اے۔ ۱	جراثیم سے پاک کرکے پینے کے لئے۔
۲۔	اے۔ ۲	لازمی صفائی کے بعد پینے کے لئے۔
۳۔	بی	نہانے کے لئے، سوئمنگ پول۔
۴۔	سی	مچھلیوں اور جنگلی جانداروں کے لئے۔
۵۔	ڈی	زراعتی و صنعتی مقاصد کے لئے۔

(ب) سمندری پانی

۱۔	ایس ڈبلیو۔ I	کھیل کود، نہانے اور نمک سازی کیلئے۔
۲۔	ایس ڈبلیو۔ II	ماہی گیری تجارت۔
۳۔	ایس ڈبلیو۔ III	انجماد کے لئے۔
۴۔	ایس ڈبلیو۔ IV	بندرگاہ کے لئے۔
۵۔	ایس ڈبلیو۔ V	جہازرانی کے لئے۔

متعین علاقوں میں تازہ اور سمندری پانی کے۔ زون قائم کئے گئے ہیں۔ اس طرح ذرائع آلودگی کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ خارج شدہ آلودہ پانی میں بہانے کے لئے خود تدابیر کریں۔

بورڈ کی منظوری

بورڈ کی منظوری حاصل کئے بغیر متعین علاقوں میں کسی کے صنعتی اور آلودہ پانی کا اخراج ممنوع ہے۔ منظوری در نامہ ہے جس کے تحت کس قسم کا اور کتنا آلودہ پانی سمندر میں ہے۔ اب تک بورڈ نے ۹ ۸ ۱۱۱، اجازت نامے منظور جن میں ۱۲۰۰۱۱ صنعتی اور ۱۷۷ مقامی اداروں کے لئے

مختلف صنعتی علاقوں میں نئی صنعتوں کے قیام کی اجازت اس وقت تک حاصل نہیں کی جاسکتی جب تک مطمئن نہ ہو کہ مذکورہ بالا صنعت کے آلودہ پانی کے ذخیرہ اور اخراج کے لئے لازمی شرائط کے مطابق ضروری ا کئے گئے ہیں۔

شرائط برائے اجازت نامہ

تمام صنعتوں کیلئے یہ لازم ہے کہ وہ فاضل اد اجزاء کے اخراج میں زیادہ سے زیادہ حد تک کم

بہتے ہوئے گندے پانی کی غلاظت کرنے والی کوالٹی کنٹرول تجربہ گ
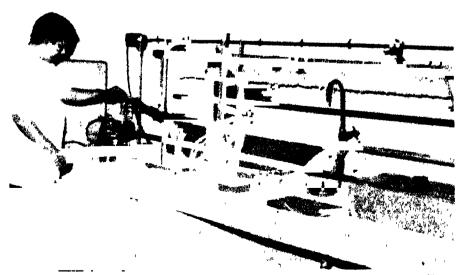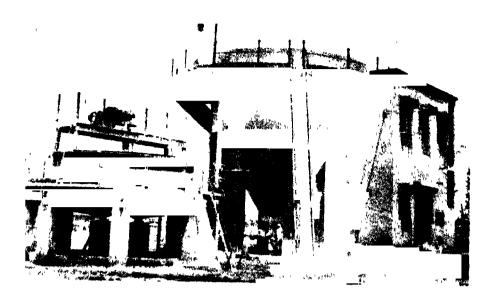
بے اثر کر دینے والا ٹینک۔ ساتھ ہی ساتھ صنعتی غلاظتوں کو مشینوں کے ذریعہ دور کیا جاتا ہے۔

آلودہ پانی کو ضابطہ کے مطابق صفائی کر کے اسے دوبارہ استعمال کے قابل بنائیں۔ اب تک ریاست میں واقع تقریباً ۳۴۳۹ صنعتوں میں آلودگی کی روک تھام کے لیے ضروری تدابیر اپنائی گئی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق کل صنعتی آلودہ پانی کی ۸۶ فیصد مقدار سمندر میں بہا دی جاتی ہے۔ بیشک آلودگی روک تھام کے سلسلے میں صنعتوں کی جانب سے تعاون اطمینان بخش ہے۔ برعکس اس کے مقامی اداروں کی جانب سے گھر استعمال کے ناصل پانی کی دیکھ بھال میں تعاون غیر اطمینان بخش ہے۔ بمبئی میونسپل کارپوریشن کی جانب سے جاری اقدامات میں اہم ایک پروجیکٹ کی تیاری جاری ہے جس کے ذریعہ خارج شدہ گندے پانی اور کیچڑ کی صفائی بڑے پیمانے پر کی جا سکے گی۔ یہ پروجیکٹ ۱۹۸۹ء تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

قانونی اقدامات

آلودگی کی روک تھام کے سلسلے میں کسی بھی صنعت کے لاپرواہی برتنے پر انتہائی کارروائی کے طور پر اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ اب تک ۱۲ صنعتوں کے خلاف ایسی کارروائی ہو چکی ہے۔

مچھلیوں پر اثرات

۱:۔ جانچ کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ماندری کھاڑی میں آلودگی کی مقدار نہایت کم ہے۔

۲:۔ ملاڈ کھاڑی میں گھریلو پانی کے اخراج میں گندگی کی ملاوٹ سے یہ نالہ آلودہ ہے اور مچھلیوں کی بقا کے لئے غیر محفوظ ہے۔

۳:۔ ماہم نالہ کھاڑی تو سب سے زیادہ گندہ ہے اور اسکی بڑی وجہ ہے کھاڑی کے حدود رقبہ سے کہیں زیادہ گندے پانی کا اخراج۔ یہ کھاڑی یقیناً کسی بھی آبی جاندار کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہاں آلودگی کی بدبو کا احساس بہت دور سے ہی ہو جاتا ہے۔

۴:۔ تھانے کھاڑی اور بمبئی کی بندرگاہ کے پانی میں حالانکہ بیرونی اجزاء کی ملاوٹ پائی جاتی ہے اس کے باوجود یہ پانی اتنا نقصان دہ نہیں ہے اس کی اصل وجہ قدرتی موجوں کے باعث مسلسل صفائی ہے۔

آبی آلودگی کی روک تھام کے لئے گو کہ اقدامات جاری ہیں جن کے باعث کم از کم بمبئی عظمیٰ میں پانی کے معیار میں رفتہ رفتہ بہتری بڑھتی جائے گی۔ اس حقیقت کے باوجود آلودگی کے روک تھام میں معاون قانون اور ضوابط پر سختی سے عمل آوری بھی ضروری ہے ورنہ آبی جانداروں کی بقا کو شدید خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

قومی راج

جذب کرنے والا جوہری اسپیکٹروفوٹومیٹر جس سے گندے پانی میں پائی جانے والی دھاتوں کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

میڈک (ایم آئی ڈی سی)
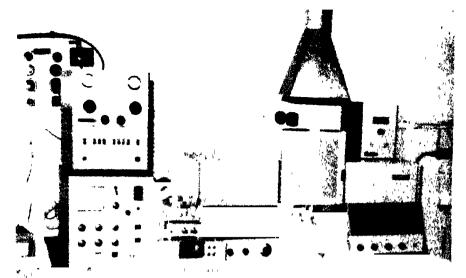
ہمارے شہر کا صنعتی ترقیاتی ادارہ (میڈک) آلودہ پانی کے اخراج کے لئے صرف زیر زمین نالوں کا انتظام کرتا ہے لیکن آلودہ پانی کی صفائی کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مذکورہ ادارہ اور ہمارے شہر پولیوشن کنٹرول بورڈ کے درمیان رابطہ نہایت اہم ہے۔

یہاں یہ واضح کیا جانا ضروری ہے کہ تقریباً چھوٹے صنعتی یونٹوں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہر یونٹ کے لئے علاحدہ صفائی پلانٹ مہیا کرسکیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کئی صنعتی یونٹیں اپنا ایک مشترکہ پلانٹ قائم کریں تاکہ آلودہ پانی عام نالہ میں بہانے سے پہلے صاف کیا جاسکے۔ یہ کام میڈک انجام دے سکتا ہے اور اس پر اخراجات، فیضیاب ہونے والے صنعتی اداروں سے وصول کئے جاسکتے ہیں۔

زراعت کیلئے فاضل پانی

آج کل دنیا بھر میں خارج شدہ فاضل پانی کو زراعتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ کچھ صنعتی ادارے بھی کارخانوں سے خارج ہونے والے پانی کو صاف کرکے اپنی زمین پر کھیتی باڑی کے لئے استعمال کررہے ہیں۔

صنعتی پانی سے کاشتکاری کے امکانات کا دارومدار پانی میں پائی جانے والی ملاوٹ پر ہے۔ اگر یہ ملاوٹ غیر معدنیاتی اجزاء کا نتیجہ ہے تو یہ زراعت کے لئے غیر مفید ہے۔ اور اگر ملاوٹ معدنیاتی اجزاء کے باعث ہے تو کاشتکاری کے لئے فائدہ مند ہے۔

برعکس اس کے عام پانی سے زراعت کے لئے چار وجوہات کی بناء پر سفارش کی جاسکتی ہے۔

۱۔ یہ پانی سال بھر دستیاب ہوتا ہے۔
۲۔ اس میں پودوں کی نشوونما میں معاون اجزاء پائے جاتے ہوں۔
۳۔ اس میں زرخیز خور دبینی اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ اور
۴۔ معدنیاتی اجزاء کی ملاوٹ سے زراعتی زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

شکر اور شراب سازی

شکر کارخانوں میں عام طور سے خارج شدہ پانی کی صفائی اور دیکھ بھال کے لئے پلانٹ نصب کئے جاتے ہیں لیکن اکثر پلانٹ کی گنجائش میں کمی اور پلانٹ کی ٹھیک طرح سے دیکھ بھال نہ ہونے کی صورت میں آلودہ پانی کی صفائی میں خامیاں رہ جاتی ہیں۔ اگر کبھی گنے کی فصل توقع سے زیادہ ہوگئی

ہے تو گانٹھوں کا صحیح جگہ ذخیرہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور انھیں مجبوراً کچے گوداموں میں کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے، جس سے ماحول پر مضر اثرات کا حملہ ہو سکتا ہے۔ شکر کارخانوں سے خارج شدہ ٹھوس اشیاء سے کاغذ سازی، ایندھن اور کھاد تیار کی جاتی ہیں۔

شراب سازی کے کارخانے بھی عموماً شکر کارخانوں کے قریب ہی قائم کئے جاتے ہیں کیونکہ یہاں پر آلودہ پانی کے اخراج کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

لیباریٹریاں

مذکورہ بورڈ کے ماتحت بمبئی، اورنگ آباد اور ناگپور میں پانی قانون ۱۹۷۴ء کے تحت لیباریٹریاں قائم کی گئی ہیں۔

جانچ افسران مختلف صنعتی اداروں سے اور کارخانوں سے نمونے جمع کرتے ہیں جن کا اُن لیباریٹریوں میں کیمیائی تجزیہ کیا جاتا ہے۔ دریاؤں اور کھاڑیوں کا پانی بھی اسی طرح جانچا جاتا ہے تاکہ ماحولیاتی آلودگی کی مقدار معلوم کی جاسکے۔

فضائی آلودگی اور روک تھام

ریاست مہاراشٹر میں ۲ مئی ۱۹۸۳ء سے فضائی آلودگی کنٹرول قانون ۱۹۸۱ء نافذ العمل ہے۔ اس سلسلے میں بمبئی شہر میڈک۔ تاراپور اور میڈک۔ روہہ کے علاقوں کو فضائی آلودگی زدہ علاقے قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا قانون پر عمل آوری پانی قانون برائے ۱۹۷۴ء کے مماثل ہے اور تقریباً اسی وقت سے اب تک بورڈ نے ... ۱۰ صنعتوں کو چند شرائط کی پابندی کے ساتھ اجازت نامے عطا کئے ہیں۔ صنعتوں کی باقاعدہ جانچ کا سلسلہ بھی ٹھیک طرح سے چل رہا ہے۔

جہاں تک فضائی آلودگی کا مسئلہ ہے، یہ اکثر غیر متوقع اور نظر نہ آنے والے ردوبدل، حالات اور حادثات کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا فضائی آلودگی پر قابو پانے کے سلسلے میں کئی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ محکمۂ ماحولیات ان حالات پر نظر رکھتا ہے اور انتظامی امور انجام دیتا ہے۔

بھوپال کے المناک حادثات سے سبق لیتے ہوئے مہاراشٹر بورڈ نے تمام بھارت میں اپنی نوعیت کی ایک کمیٹی قائم کی ہے اس کمیٹی میں ۷، اراکین شامل ہیں اور اس کے سربراہ ڈاکٹر آر۔ کے۔ گارگ ہیں جو بھابھا اٹومک ریسرچ ٹرامبے میں کیمیکل انجینئرنگ ڈویژن کے ڈائریکٹر ہیں۔ اس کمیٹی کے قیام کا مقصد خاص تحفظِ ماحول ہے۔ ریاست مہاراشٹر میں واقع تقریباً ۹۴ صنعتوں میں پُرخطر کیمیائی عناصر سے آلودگی میں اضافہ کی روک تھام کے سلسلے میں اختیار کردہ حفاظتی تدابیر کی سختی سے جانچ پڑتال اسی کمیٹی کی ذمہ داری ہے۔

مذکورہ کمیٹی نے صنعتوں کو مندرجہ ذیل ہدایات بھی جاری کی ہیں

۱۔ پلانٹ پر کام کرنے والوں کو غیر معمولی حالات کا سامنا کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

۲۔ تیزابی گیس سے کارخانہ کے ماحول کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے ہوا پیمائی باقاعدہ جاری رکھی جائے

بستی گندگی کو دور کرنے کے لئے حیاتیاتی مینار۔

۳۔ پلانٹ میں نصب حفاظتی تدابیر کی باقاعدہ جانچ ہونی چاہیئے۔

۴۔ غیر ضروری پُرخطر اجزا کو آٹھ گھنٹوں کے اندر ضائع کر دیئے جائیں یا انھیں غیر مضر بنایا جائے۔

۵۔ پلانٹ میں موجود خطرناک کیمیائی اجزار سے پیدا ہونے والے ہر ممکنہ خطرہ کا اندازہ لگایا جائے اور ان خطرات پر قابو پانے کے اقدامات طے کیے جائیں۔

۶۔ کارخانے جہاں پُرخطر کیمیائی اجزار زیر استعمال رہتے ہیں انھیں ہدایت دی جائے کہ وہ قریبی آبادی کو تربیت دیں اور ان سے تعاون حاصل کریں کہ وہ مذکورہ اجزار کے باعث غیر متوقع حالات میں حفاظتی تدابیر پر عمل کریں۔

۷۔ پلانٹ کے وہ تمام لوازمات مثلاً پائپ لائن وغیرہ اگر غیر ضروری بن جائیں تو انھیں ناقابلِ استعمال بنا کر ضائع کیا جائے۔

۸۔ پُرخطر کیمیائی اجزار کی نقل و حمل کے دوران مالکان ہر طرح کی احتیاط برتیں۔

۹۔ پُرخطر کیمیائی اجزا۔ والے کارخانوں کے قریب نئی عمارتوں اور گندی بستیوں کی تعمیر ممنوع قرار دی جائے۔

مذکورہ بالا ہدایات پر عمل آوری کیلئے مہاراشٹر بورڈ نے ایک ضمنی کمیٹی تشکیل دی ہے جس کے صدر ڈاکٹر وی۔ وی۔ کالے سابق ایڈیشنل ڈائریکٹر، انڈسٹریز ہیں۔

گاڑیوں سے خارج شدہ کثافت

حال ہی میں کیے گئے ایک اندازے کے مطابق موٹر کاروں سے خارج ہونے والی کثافت سے فضائی آلودگی میں ۵۰ تا ۶۰ فیصد اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بورڈ کی سفارش پر بمبئی موٹر وہیکل قانون میں ضروری ترمیمات کی گئی ہیں۔

۱۔ انجن سے چلنے والی گاڑیوں سے خارج شدہ کثافت کی مقدار شہری علاقوں میں ۶۵ ہارٹریج یونٹ اور دیہی علاقوں میں ۷۰ ہارٹریج یونٹ ہونی چاہیئے۔

۲۔ انجن سے چلنے والی گاڑیوں سے خارج ہونے والی کثافت میں کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار غیر متحرک حالت میں ۳ فیصد سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے اسی طرح جو گاڑیاں ۵ سال تک استعمال ہو چکی ہوں۔ یا ۸۰ ہزار کیلومیٹر تک چل چکی ہوں ان میں کثافت پذیر کاربن ڈائی آکسائڈ کا جزو ۴.۵ فیصد سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں موٹر وہیکلس محکمہ اور پولس محکمہ کو گاڑیوں کی جانچ کے لئے ضروری اختیارات دئیے گئے ہیں۔

ٹرانسپورٹ کمشنر کی جانب سے اشتہار بازی کی مہم بھی چلائی گئی اور صرف اخبارات کے ذریعہ اشتہارات پر تقریباً ۵ لاکھ روپیہ صرف کیا جا چکا ہے۔ اب تک بورڈ کے چیرمین نے متعدد پریس کانفرنس منعقد کی ہیں۔ ان کے علاوہ ریڈیو، ٹی وی پر بھی گفتگو نشر کی گئی۔

مؤثر طور پر غلاظت دور کرنے والا عمل۔

آلودگی کی سطح کا جائزہ لینے کے لئے موبائل تجربہ گاہ۔

کیچڑ وغیرہ کے قطعات بنا کر گندے پانی کو صاف رکھنے کی تدبیر۔

گاڑیوں کی وقتاً فوقتاً جانچ کے لئے ٹرانسپورٹ انسپکٹر
س۔ سب انسپکٹر، کے رتبہ کے افسران کو ضروری اختیارات
ونپ دیے گئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مہاراشٹر پولیوشن کنٹرول بورڈ
پنے اقدامات کے ذریعہ ملک بھر میں فضیلت حاصل کرلی ہے
ں بورڈ کے سامنے کئی پیچیدہ مسائل ہیں۔ خوشی کی بات ہے
ڈ کو اپنے اقدامات میں عوام، اخبارات اور صنعتی اداروں
ں تعاون حاصل ہے۔ اور ویسے بھی آلودگی کی روک تھام
ب کا فرض ہے۔

(ترجمہ: زیب النساء)

ہ نمبر ۱۱ سے آگے قومی یکجہتی

مزید براں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ قومی یکجہتی ہمارے
ہیں رچ بس جانی چاہیئے۔ سیاسی اداروں کا قیام، مذہب
یات یا زبان کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان اداروں کا
فیانہ یا سیاسی اصولوں کے تحت ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا ہوا تو
ب جہتی کو بڑی تیزی سے فروغ حاصل ہو جائے گا۔ یہ عین ہمارے
ر کے مطابق بات ہوگی جس میں لکھا ہے کہ یہ قوم ایک واحد
ہے ایک متحد، سیکولر، سوشلسٹ، جمہوریہ ہے۔

(ترجمہ: اقبال احمد)

راج

صفحہ نمبر ۸ سے آگے "ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ ......

اس طرح ٹی آئی ایس ایس تین طلبہ سے ۵، کی فیکلٹی ۱۹۳۶ء میں
۲۰ ایم۔ اے طلبا کی جماعت سے ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۱۵۰ کی جماعت
بن گئی۔ گذشتہ پچاس برس میں ۲۰۰۰ طلبا سے زیادہ اس انسٹی ٹیوٹ
سے پاس ہو کر نکلے اور اپنے ملک میں اور سمندر پار ملکوں میں
بڑی بڑی جگہوں میں کام کر رہے ہیں۔ اس نے سماجی کارکنوں اور
سماجی سائنس دانوں کو سماجی خدمات کی ٹریننگ دینے میں اولیت
کا رول نہ صرف ہندوستان بلکہ برما، سری لنکا، ملیشیا، سنگاپور،
نیپال، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور متعدد افریقی ملکوں میں بھی انجام دیا ہے۔
کسی ادارے کی زندگی کے لئے ۵۰ برس کچھ زیادہ نہیں ہوا کرتے
پھر بھی اس مختصر سی مدت میں ٹی آئی ایس ایس نے ہندوستان میں سماجی
خدمت اور سماجی اصلاح کے میدانوں میں اپنے کارناموں کے نشانات
چھوڑے ہیں۔ اس نے ہندوستان میں تعلیم کے میدان میں ایک نیا تصوّر
پیدا کیا۔ آج سماجی کام کے لئے ۴۲ ادارے ہیں جو ہندوستان میں سماجی
خدمت انجام دے رہے ہیں لیکن ٹی آئی ایس ایس آج بھی بے مثل
ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے جس کے
لئے اس نے دیہی پروگرام اور ٹریننگ کیمپ بنائے ہیں تاکہ اس سے وہ
اپنا جشن طلائی (پچاس سالہ سالگرہ) منائے۔ اس سے اندازہ لگایا
جا سکتا ہے کہ "ٹی آئی ایس ایس" اپنی زندگی کے پچاس سال میں جدید ترین
واقعات کے اور سماج کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے سامنے سینہ سپر رہا ہے اور اس
طرح اس نے اپنا تعلق اور امتیاز باقی رکھا ہے

امن!

سروشؔ یزدانی
پوسٹ: امڑاپور — ۴۴۴۳۰۱
براہ: کھام گاؤں۔ ضلع بلڈانہ

امن پیغامِ طرب، تسکیں نصاب — امن نغمہ نور و نکہت کا شباب
امن ذرّوں کی تجلّی کا ندیم — امن مہر و ماہ کا مونس قدیم
امن کی رہ میں ہے روشن مہر و ماہ — امن کا صدقہ ہے حشمت اور جاہ
امن ہر تلخی میں ہے قند و نبات — امن ہر ظلمت میں ہے نورِ حیات
امن نغموں کا دیارِ جاں فروز — امن گیتوں کا رسیلا ساز و سوز
امن دستِ ساقیٔ مہوش میں جام — امن غنچہ و گل پہ کرنوں کا خرام
امن تہذیب و تمدّن کا لباس — امن دانش علم و حکمت کی اساس
امن اقلیمِ سخن کا شہریار — امن ہر فن کا خدا، پروردگار
امن گیتوں کی فضا میں رقصِ جام — امن نکہت کا اُجالوں پہ قیام
امن رزم و بزم میں عجز و نیاز — امن خلوت ہو کہ جلوت دل گداز
امن دنیا کے لئے خوابِ لطیف — امن سے ظاہر ہوئی ارضِ کثیف
امن آرام و سکوں کی جلوہ گاہ — امن ہوش و آگہی کی بارگاہ
امن تریاقِ اَلَم، روحِ حیات — امن تسکینِ جہاں، غم سے نجات
امن میں جذبِ وفا، روحِ فروغ — امن میں جور و جفا یکسر دروغ
امن میں سر در گریباں اہرمن — امن سے ابلیس نالاں، پُر محن
امن کی ہر صبح عکسِ روئے یار — امن کی ہر شام زلفِ مشکبار
امن خواب آور مسرت کا سرور — امن خشتِ زیرِ سر زانوئے حور
امن میں ہر شاہرہ جیسے غزل — امن میں ہر خانہ ہے رشکِ محل
امن کے ایواں پہ رقصندہ بہار — امن نغمہ ریز شورِ آبشار
امن حکمت کا علَم دانش نشاں — امن گوشِ آگہی دل کی زباں
امن کے محضر پہ مُہرِ جبرئیل — امن کے داعی خلیل ابنِ خلیل
امن بیش و کم حامی و مُشیر — امن پیش و پس کا ناصر اور میر
امن سے لعل و گہر ہیں تابدار — امن ہی سے سیم و زر پر ہے نکھار
امن کی صبحیں فروزاں، نور بار — امن کی شامیں جواں کوکب شمار

امن کے نغمے ہیں الہامی سروشؔ
امن کے زیرِ اثر ادراک و ہوش

بسم اللہ عدیم۔
مع مسجد گلی چوک (ادبی میگزین سنٹر)
برہان پور ۴۵۰۳۳۱ (ایم پی)

نغمۂ آزادی

آزادیٔ وطن کے ہم مل کے نغمہ گائیں
سارے جہاں میں اس کی عظمت کو ہم بڑھائیں

خاکِ وطن سے بڑھ کر کوئی بھی شے نہیں ہے
ماتھے پہ اس سے اپنے آؤ تلک سجائیں

رکھتے ہیں عزم گاندھی، نہرو کا بانکپن بھی
اہلِ جہاں نہ ہم کو ہرگز اب آزمائیں

نانک کی ہے یہ دھرتی چشتیؒ کا یہ چمن ہے
دیکر لہو ہم اپنا ہر پھول کو کھلائیں

غالب و میر و تلسی، اقبال نے دیا جو
گا کر وہی ترانہ دنیا کو ہم سنائیں

دنیا پہ چھا رہے ہیں بربادیوں کے سائے
روشن رہے یہ دنیا ہم شمع وہ جلائیں

ہو جائے جاں وطن پہ میری عدیم قرباں
میں روز و شب خدا سے کرتا ہوں یہ دعائیں

غزلیں

ڈاکٹر محمد منشاء الرحمٰن خاں منشاء

۱۱ راسٹار کی ٹاؤن ناگپور۔

سخت مشکل کٹھن، پُر خطر راستے
ہم کو بھاتے ہیں دشوار تر راستے

دل میں ہوں جب مصائب شکن حوصلے
بے ضرر ہوتے ہیں پر ضرر راستے

ان پہ چلتے ہیں جب ہم سے اہلِ جنوں
اڑتے ہیں بن کے گردِ سفر راستے

نئی منزلوں کا جو رکھتے ہیں شوق
ڈھونڈتے رہتے ہیں عمر بھر راستے

کوئی راہی نہ بھٹکے کبھی راہ میں
بولنا سیکھ جائیں اگر راستے

چلنے والے تو چلتے ہیں ہر حال میں
اجنبی شہر میں پوچھ کر راستے

راہیوں کا خدا جانے کیا حشر ہو
بھول بیٹھے ہیں خود راہبر راستے

کاش چھٹ جائے اندھی سیاست کی دھند
صاف آئیں نظر معتبر راستے

لوگ منشاؔ سبھی جا رہے ہیں ادھر
انکو لے جا رہے ہیں جدھر راستے

ڈاکٹر اختر نظمیؔ

صدر شعبۂ اردو، کملا راجہ پوسٹ گریجویٹ،
گرلس کالج۔ گوالیار۔ (ایم۔ پی)

تمہارے ہاتھ نہ آئی ہیں اور نہ آئیں گی
یہ تتلیاں ہیں، گلابوں کے پاس جائیں گی

چلے گا بس تو یہ کر دیں گی راکھ بستی کو
کوئی چراغ نہ چنگاریاں جلائیں گی

گئی رُتوں کی صدائیں سمیٹ کر دیکھو
کوئی غزل ہی سنائیں گی جب سنائیں گی

میں چاہتا ہوں ذرا جلد نیند آ جائے
یہ لوریاں تو بہت دیر میں سلائیں گی

ہیں خوشبوؤں کے گھرانے الگ الگ لیکن
کسی کو نام پتا، یہ نہیں بتائیں گی

شکستہ جان کے، قزاق جنکو چھوڑ گئے
وہ کشتیاں کبھی یاروں کے کام آئیں گی

تم ان کے ناز اُٹھاتے رہے اگر نظمیؔ
تو ایک روز یہ، یادیں بہت ستائیں گی

محمد تحسین عباسی پرویزؔ

ایم اے ریسرچ اسکالر شعبۂ اردو
بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی (یو۔ پی)

★

ایک تو کیا جو محبت کا صلہ دیتا ہے
یہ زمانہ ہی وفاؤں کی سزا دیتا ہے

شمع اک پیار کی جب کوئی جلا دیتا ہے
وہ زمانے کے مقدر کو جگا دیتا ہے

وہ بھی آنسو ہے کہ جو آگ بجھائے دل کی
یہ بھی آنسو ہے جو دامن کو جلا دیتا ہے

اپنے ماتھے پہ ستاروں کو چمکنے دیجئے
عشق میں یہ رہِ منزل کا پتہ دیتا ہے

وہ بھی اب میری طرح رو کے گذاریں راتیں
عشق جب دونوں طرف ہو تو مزہ دیتا ہے

ان کی خاموش نگاہوں کی شکایت کرنا
اور دیوانے کو دیوانہ بنا دیتا ہے

برق گرتی ہے جو گلشن کو جلانے کیلئے
اپنے دامن سے ہر اک پھول ہوا دیتا ہے

ایک ہم ہیں کہ ستم یاد ہے اسکا پرویزؔ
ایک وہ ہے کہ وفاؤں کو بھلا دیتا ہے

حفاظت کھنڈوی
کھنڈوہ (ایم-پی)

یادگارِ عہدِ الفت کا نمائندہ رہے
زندگی ستو بار اُجڑے دردِ دل زندہ رہے

وقت کے زخموں کا خود ہی وقت مرہم بن گیا
آپ نے جو زخم بخشے تھے وہ تابندہ رہے

چاند ڈوبا، آس ٹوٹی، آ گیا وقتِ سحر
طالبِ دیدار کس امید پر زندہ رہے

خود جلا ڈالا نشیمن میں نے اتنا سوچ کر
زندگی بھر بجلیوں سے کون شرمندہ رہے

ہائے اُن معصوم ہونٹوں پر تبسم کی کرن
ثلج پر جیسے ضیائے چاند رخشندہ رہے

ڈوبنے والے نے طوفاں کو کنارہ کر لیا
اہلِ ساحل اپنی ناکامی پہ شرمندہ رہے

دُور ہی سے پھر مجھے آواز تو دے لیجئے
ذہن و دل میں کوئی احساس تو زندہ رہے

یوں شبِ فرقت حفاظت ہجرِ جاناں میں کٹی
جیسے کانٹوں پر کوئی پھولوں کا باشندہ رہے

دیکھ تو ہیں عاشقی ہوگی.....
رونے والے تری ہنسی ہوگی

آبرو مفلسی میں کیا ہوتی
اک ضرورت پہ بک گئی ہوگی

کیوں برستی ہیں ٹوٹ کر آنکھیں
آگ احساس میں لگی ہوگی

میری قسمت کے بل نہیں نکلے
تیری زلفوں میں برہمی ہوگی

آپ ہی آستاں ہٹا لیجئے
سر ہٹانے میں سرکشی ہوگی

جس میں تیرا کرم بھی شامل ہو
وہ تباہی بھی دیدنی ہوگی

آپ اور اتنی دل نشیں باتیں
یہ حفاظت کی شاعری ہوگی

غـــزلـیں

ظفر گورکھپوری

ایف ۲/۲ نیو میونسپل کالونی
دیونار، بمبئی ۴۰۰۰۴۳

بستی کے سخی آپ جواب آپ ہی دینگے
لوٹے ہوئے کا سو کا حساب آپ ہی دینگے

کسطرح مرے شہر میں جنگل ہوا داخل؟
فردا کے مورخ کو جواب آپ ہی دینگے

سچّی ہے اگر پیاس تو میخانے ہزاروں
ایسا نہ سمجھئے کہ شراب آپ ہی دینگے

تاریخ مرے خون کے قطرے کو گنے کیوں
جب آپ ہیں قاتل تو حساب آپ ہی دینگے

پھرتے ہیں ہتھیلی پہ ہرے پیڑ اُگائے
تپتے ہوئے صحرا کا عذاب آپ ہی دینگے

جن کو مری سچائی نے بے پردہ کیا ہے
ان چہروں کو ریشم کی نقاب آپ ہی دینگے

دنیا سے ملا ہوں تو یقیں ہونے لگا ہے
تسکینِ دلِ خانہ خراب آپ ہی دینگے

بہار صدیقی بدایونی

ویسٹرن ریلوے، کوٹہ
(راجستھان)

دیوانگی ملی ہے بڑے اہتمام سے
وحشت سی ہو رہی ہے جنوں کے سلام سے

کیفِ مئے نگاہ کے رنگین جام سے
نظریں بچا رہا ہوں نظر کے پیام سے

گذرے ہیں راہِ عشق میں ہم ہر مقام سے
واقف ہیں خوب اہلِ محبت کے کام سے

اے دل یہ ان کے حسنِ نظر کا فریب ہے
ہر گز نہ مطمئن ہو نظر کے پیام سے

ہم شمعِ دل جلا کے مٹائیں گے تیرگی
خائف نہ ہوں گے رنج کی تاریک شام سے

ہر گام پر فریب کے پھیلے ہوئے ہیں جال
بچ بچ کے چل رہا ہوں زمانے کے دام سے

اپنوں نے ظلم ڈھائے ہیں ہر گام پر بہار
لوٹا گیا ہوں خوب محبت کے نام سے

عامر برقی اعظمی

ڈی - ۲۰۰، ڈائرکٹریٹ آف نیول شپ
پروڈکشن، نیول ہیڈ کوارٹر،
نئی دہلی ۱۱۰۰۱۱

پتھر نہیں، آئینہ ہے حیران تو ہوگا
قاتل کے تبسم سے پریشان تو ہوگا

اس کو بھی محبت بھرا اک گیت سنا دو
وہ شخص فرشتہ نہیں انسان تو ہوگا

میں ایک مسافر مجھے کیا سنگ سے لینا
کوئی نہ کوئی آپ کا ارمان تو ہوگا

تاریکی احساس جنم لیتی رہی ہے
کرنوں کا سمندر ہے پشیمان تو ہوگا

جب دیر و حرم صورتِ میخانہ بنیں گے
سایہ تلے گھر جلنے کا امکان تو ہوگا

جینے کی تمنا نے کیں آسانیاں پیدا
مرنا بھی کسی وجہ سے آسان تو ہوگا

یہ عہدِ گذشتہ کا حسیں شہر ہے عامر
جذباتِ ستم سے کوئی انجان تو ہوگا

"موسم بھیگی آنکھوں کا"

جب بھی ادبی محفلوں میں خواتین کی شاعری پر گفتگو چل نکلتی ہے تو
ر جودہ دور کی شاعرات بھی موضوعِ بحث بن جاتی ہیں۔ اسی طرح کی ایک
بی محفل میں رفیعہ شبنم عابدی زیرِ بحث آئیں۔ میرے ایک کرمفرما کہنے لگے
"رفیعہ مشاعروں کی شاعرہ ہیں" میں نے سن لیا اور خاموش رہا۔
دسرے کرمفرما کہنے لگے کہ "رفیعہ اپنی شاعری میں بے ربط الفاظ کے
ستعمال سے باز نہیں آتیں بس یہی ان کی خامی ہے خیالات کی پختگی اور
شعار کی ادائیگی کا سلسلہ بدرجۂ اتم ان کی شاعری میں موجود ہے"۔ میرے عزیز
یہ دلیل سن کر مجھے رفیعہ شبنم عابدی کی شاعری سے امیدیں وابستہ ہو گئیں۔ رفیعہ
بنم عابدی کی شاعری، ان کا طرزِ تکلم، فنِ عروض سے واقفیت اہلِ ذوق
کھ چکے ہیں۔ اگر رفیعہ اس عمر میں ہی موضوعِ بحث ہیں تو یہ بھی ان کی کامیابی
ہے۔ بہرحال جب اس محفل میں رفیعہ کی شاعری پر مجھے لب کشائی کرنا پڑی تو
یں نے بغیر کسی جھجک کے کہا کہ "رفیعہ نے گھر کی چار دیواری کی قید اپنے اوپر
سلط ہوتے ہوئے بھی اپنے احساسات اور خیالات کو اس قید سے آزاد
لا ہے اور بحیثیت ایک خاتونِ مشرق انھوں نے روزمرہ کی زندگی سے
ل ہونے والے تجربوں سے استفادہ کیا ہے۔

"موسم بھیگی آنکھوں کا" رفیعہ شبنم عابدی کا مجموعۂ کلام
ہے۔ قاعدے کے مطابق اس میں حمد بھی ہے، نعت اور منقبت بھی
ور غزلیں اور نظمیں بھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ رفیعہ نے فنِ شاعری میں نہ صرف
ارت حاصل کر لی ہے بلکہ خیالات کے اظہار میں بھی بانکپن پیدا کر لیا ہے
لانکہ یہ خصائل کہنہ مشقی کے آثار نہیں ہیں پھر بھی ان سے ملتے جلتے
رور نظر آتے ہیں۔ خیالات کے اظہار اور شعر میں بانکپن کے لئے ہی یہ شعر
یش کرتا ہوں ؎

روز خوشبو کے مقدر میں رہی خود سوزی
اپنی ہی آگ میں جلتے رہے صندل کتنے

سورج کہاں؟ درازیٔ قد کیسے ناپیے
سائے بڑھے، وجود مٹے، جسم گھٹ گئے

رفیعہ کی شاعری اگر میں یہ کہوں کہ پاک صاف شاعری ہے
تو بیجا نہ ہوگا۔ پورے مجموعۂ کلام کو دیکھ لیجئے، ایک شعر بھی ایسا نہیں ملے
گا جس سے اخلاقی قدروں میں فرق پڑتا ہو۔ بےباکی ضرور ہے مگر نہ اشاروں
میں نہ کنایوں میں عریانیت کی جھلک تک نظر نہیں آتی۔ اس سے صاف
ظاہر ہے کہ رفیعہ آج بھی ہندوستانی خاتون کے حجاب اور ہندوستانی خاتون
کی تہذیب کی پروردہ ہیں۔ اس دور میں ایسی بھی شاعرات ہیں جو
اپنی ترقی کے زینے اپنی شاعری میں جزوِ عریانیت شامل کرنے میں سمجھتی ہیں
جسے سماج بھی قبول نہیں کرتا مگر رفیعہ میں یہ عنصر یکسر غائب ہے۔
دیدہ زیب سرورق، عمدہ کتابت کے ساتھ ساتھ رفیعہ کی "پروائیاں
درد کی" عزیز قیسی کا، رفیعہ شبنم کی شاعری کا مختصر محاصرہ اور شفیق جعفری کا
رفیعہ کی شاعری پر تبصرہ بھی ہے۔ قیمت ۲۵ روپئے ہے جو
حسن پبلی کیشنز، بارہ امام روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۳، اور مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،
پرنسیز بلڈنگ جے جے اسپتال، بمبئی ۳ سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

مراسلت کا پتہ:-
ایڈیٹر قومی راج
ڈائرکٹوریٹ آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریشن بلڈنگ
مقابل منترالیہ بمبئی ۴۰۰۰۳۲
فون نمبر:- ۲۰۲۰۶۵۱ — ۲۰۲۳۹۵۷

مہاراشٹر میں

"ایڈز" پر قابو پانے کیلئے اقدامات

ریاستِ مہاراشٹر میں ایڈز (AIDS) پر قابو پانے کے لئے حکومتِ مہاراشٹر نے بہت سے مؤثر اقدامات کئے ہیں۔

اسٹیٹ ڈائرکٹوریٹ برائے ہیلتھ سروسیس میں ایڈز پر قابو پانے کے لئے ایک علیحدہ سیل قائم کردیا گیا ہے۔ جوائنٹ ڈائرکٹوریٹ ہیلتھ سروسیس (میڈیکل) کو ریاست میں ایڈز پر قابو پانے کے لئے پروگرام آفیسر کی حیثیت سے تقرر کیا گیا ہے۔ وبائی بیماری ایکٹ ۱۸۹۷ء کے تحت بچاؤ کے لئے استعمال کرنے کے سوال پر غور وخوض کیا جا رہا ہے تاکہ اس طرح کے کیسوں کو علیحدہ طور پر جانچا جاسکے۔

جے جے گروپ آف ہاسپٹل، بمبئی میں ایک لیباریٹری ٹسٹ سنٹر کے طور پر ایچ ٹی ایل وی۔ III، اینٹی باڈی کے لئے ایک ایڈز کلینک نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اس سینٹر میں بڑے خطرات والے کیسوں کے ٹسٹ کئے جاتے ہیں۔ یہ سنٹر ایک تعلیمی مرکز کا کام بھی انجام دے رہا ہے جہاں مختلف طرح کی نمائشوں اور مختلف قسم کے معلوماتی کتابچوں سے ایڈز سے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ بمبئی میں اس سلسلہ میں بھرپور جائزہ لینے کے لیے رضاکاروں کا بھی تقرر کیا گیا ہے جوان افراد کا جو زیادہ پُرخطر آبادی میں بسے ہوئے ہیں۔ بیسے بیکہ ورعورتیں۔ ہم جنسی میں ملوث ہونے والے لوگوں کا اس کے تحت احاطہ کیا جائے گا۔ فی الحال ایڈز ٹسٹ کیٹس (KITS) کو ابّاٹ لیباریٹری انٹرنیشنل، یو ایس اے کی جانب سے مفت دیا گیا ہے۔ یکم مئی ۱۹۸۶ء تک تقریباً ۱۴۰ نمونوں کو ان لیباریٹریوں میں جانچا گیا لیکن اب تک ایڈز کے کسی کیس کا پتہ نہیں چلا ہے۔

حکومتِ ہند نے اس ریاست میں جی ایس میڈیکل کالج، بمبئی اور گورنمنٹ میڈیکل کالج، ناگپور کو بطور نگراں مرکزوں کے منظوری دے دی ہے۔ ریاستی حکومت نے مزید ایسے مراکز کو گرانٹ میڈیکل کالج، بمبئی اور گورنمنٹ میڈیکل کالج، اورنگ آباد، میرج، پونے اور سولاپور میں قائم کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ حکومت ہند سے یہ بھی درخواست کی گئی ہے کہ ان نگرانی رکھنے والے مراکز (Elisa Kits) اور دیگر ساز وسامان فراہم کئے جائیں گے خون کی جانچ بآسانی ہو سکے۔

ریاستی غذا وادویہ کے کنٹرولر کو بھی یہ ہدایت جاری کردی ہے کہ درآمد کردہ خون کے اجزاء جو بازاروں میں دستیاب ان پر ایسی تصدیقی تحریرات ہونی چاہئیں کہ یہ ایڈز سے مبرّا کنٹرولر کو یہ مزید ہدایت بھی دی گئی ہے کہ پیشہ وارانہ یا تجا بلڈ بینکوں کو پیشہ ور خون کے عطیہ دہندگان سے خون حاصل کرتے وقت انتہائی احتیاط برتنا چاہیئے اور ایڈز کے تمام مشتبہ کیسوں مذکورہ مراکز کی طرف فوراً بھیج دینا چاہیئے تاکہ ان کی خاطر خواہ جا جاسکے۔

ریاستی ڈائرکٹوریٹ برائے ہیلتھ سروسیس نے اس سلسلے میں میڈیکل کالجوں کے ڈین، سول سرجن، سپرنٹنڈنٹ اور دیگر متعلقہ افسران کو ایک سرکولر کے ذریعے ایڈز کی تفصیل وار معلومات دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ کنٹرول کرنے والے اقدامات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان افسران کو یہ ہدایت بھی دے دی گئی ہے کہ ریاست میں ایڈز

(باقی صفحہ نمبر ۵۸

کی روک تھام کے اقدامات کا جائزہ
والی ریاستی سطح کی کمیٹی کی تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے ۱۸ ممبران کی ایک
ی سطح کی کمیٹی نیشنل ایڈز پروگرام ——
(Acquired Immuno Deficiency Synd
آوری اور اس کے کاموں کا جائزہ لینے کی غرض سے
کی ہے۔

محکمہ صحت عامہ کے سکریٹری اس کمیٹی کے چیئرمین
کئے گئے ہیں جبکہ دیگر ممبران اس طرح سے ہیں —
ری میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ڈرگس ڈپارٹمنٹ۔ سکریٹری
ن اینڈ ایمپلائمنٹ ڈپارٹمنٹ۔ سکریٹری سوشیل
کلچرل افیرس اسپورٹس اینڈ ٹورزم ڈپارٹمنٹ۔ ایڈیشنل
ی ہوم ڈپارٹمنٹ۔ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز بمبئی۔
ڑ آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ ریسرچ بمبئی۔ ڈائرکٹر
نز اسٹیٹ انشورنس اسکیم بمبئی۔ کمشنر فوڈ اینڈ ڈرگس
ٹریشن بمبئی، میونسپل کمشنر میونسپل کارپوریشن آف گریٹر
بمبئی ایگزیکیٹو ہیلتھ افسر میونسپل کارپوریشن آف گریٹر بمبئی۔
ڈی۔ کے مترا، ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ اینڈ پروفیسر آف
ن، بی۔ جے میڈیکل کالج پونے، ڈاکٹر پی۔ ایم کھارے،
سر آف مائیکرو بایولوجی گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی۔
ڑ جنرل انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز بمبئی۔ ڈائرکٹر
انسٹی ٹیوٹ آف ویرولوجی پونے۔ وائس چانسلر
سٹی بمبئی یا اس کا نمائندہ۔ ڈاکٹر ایچ۔ ایم بھاٹیہ،
بٹر امینو۔ ہامیٹولوجی، کے۔ ای۔ ایم اسپتال کمپاؤنڈ،
۔ جوائنٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیز (میڈیکل)۔
کٹوریٹ آف ہیلتھ سروسیز بمبئی۔

یہ کمیٹی ریاست میں ایڈز کے ہونے والے واقعات
لگائے گی۔ ایڈز کی سرگرمیوں کی نگرانی کے کاموں کا
ہ لے گی۔ ریاست میں ایڈز کے پھیلنے کی روک تھام کے
ات کا جائزہ لے گی اور عوام اور ڈاکٹروں و طبیبوں
ایڈز سے متعلق معلومات کی فراہمی کے سلسلے میں
نشرواشاعت کا سلسلہ قائم رکھے گی۔
کمیٹی کی مہینے میں ایک مرتبہ بیٹھک منعقد کی جائے گی۔

ریاستی کوٹے سے مکانات کی تقسیم
قوانین میں نرمی

ریاستی حکومت نے شہری حد بندی اراضی قانون کے
تحت حکومت کے دستیاب ۱۰ فی صد مکانات اور ہاؤسنگ
بورڈ میں ۲ فی صد مکانات الاٹ کرنے کے سلسلے میں
قوانین میں نرمی کر دی ہے۔

حکومت کی طرف سے جاری کردہ نئے قوانین کے
مطابق، اس طریقۂ کار کو اور زیادہ آسان بنا دیا گیا ہے۔
ان قوانین کو اس سے پیشتر جاری کردہ قوانین کو فرد
کرتے ہوئے جاری کیا گیا ہے۔

قوانین کے تحت مجاہدین آزادی، مسلح افواج کی جانب
سے بہادری کے تمغے یافتہ سابق اور موجودہ ممبران پارلیمنٹ
اور ایم ایل اے، ممبر رہنے کے دوران فوت ہو جانے والے
ایم۔پی اور ممبران اسمبلی کے فیملی ممبرس، ادب، ثقافت،
صحافت کے میدانوں کی ممتاز شخصیتیں، سابق اور موجودہ
سرکاری ملازمین ان مکانات کے لئے درخواستیں روانہ
کر سکتے ہیں۔

ان قوانین میں بڑی تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ ہر سال
گنجائش کے تحت دستیاب مکانات کا ۵۰ فی صد
وزیر اعلیٰ کی جانب سے خصوصی مقاصد کے لئے محفوظ
کر لیا جائے گا۔ یہ فی صد راجع بہ ماضی ہوگا۔

ریاستی حکومت کے وہ ملازمین جن کی عمر ۴۵ — ۵۰
سال کے گروپ میں ہیں وہ بھی درخواست دے سکتے
ہیں۔ قبل ازیں اس اسکیم کے تحت وہ ملازمین جو دو سالوں
کے دوران سبکدوش ہونے والے ہوتے تھے وہی اس
اسکیم کے تحت درخواست دے سکتے تھے۔

مرکزی اور ریاستی حکومت کے وہ ملازمین جو
ریاست میں پیدا ہوئے ہیں اور فی الحال ریاست کے
باہر کام کر رہے ہیں لیکن وہ مہاراشٹر میں رہائش پذیر
ہونا چاہتے ہیں انھیں حکومت مہاراشٹر ۱۵ سالوں سے
رہائش پذیر ہونے کی شرط سے مستثنیٰ قرار دے گی۔

وزیرِ اعلیٰ کا غریبوں کے تئیں جذبۂ ہمدردی

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے ۱۵ رجولائی کو ان کی ۶۶ ویں سال گرہ کے موقع پر مختلف اداروں اور بہی خواہوں کی جانب سے آپ کو پیش کئے گئے پھولوں کے ہار کو سینٹ جارج ہسپتال، کاما ہسپتال، چلڈرنس آرتھوپائیڈک ہسپتال اور اسٹیٹ ایمپلائز انشورنس اسکیم ہسپتال ورلی کے مریضوں میں تقسیم کیا گیا۔

یاست میں عوامی عدالت کی مقبولیت

عوامی عدالت کے پروگرام کو مہاراشٹر میں بولیت حاصل ہوئی ہے۔ مہاراشٹر میں سال ۸۶-۱۹۸۵ء ے دوران عوامی عدالت کی ۱۸۰ بیٹھک منعقد کی گئی ں میں ۶۱۸۲ کیسوں کی سنوائی کی گئی اور ۴۰ ۲۶ سوں کا تصفیہ کرایا گیا۔ گذشتہ سال عوامی عدالت کی ۷ بیٹھک منعقد کی گئی تھی جس میں ۱۵۹۲ کیسوں کا صفیہ کردیا گیا تھا۔

رواں مالیاتی سال کے دوران ۲۰ رجون ۱۹۸۶ء ر ریاست میں عوامی عدالت کی ۱۰ بیٹھک منعقد کی گئی۔ ور تجربہ عوامی عدالت کی ۱۴ بیٹھک منعقد کی گئی تھی جس موٹر حادثات کے ۱۱۳۰ دعووں کی سنوائی کی گئی ں میں ۷۴۱ کا تصفیہ کرکے ۲۰۰،۷۴،۲۷ روپے ور معاوضہ دلوائے گئے۔

عوامی عدالت پروگرام کا مقصد عوام کو قانونی ر پر جلد انصاف دلانا ہے۔ عوامی عدالت کے ذریعے التوں میں زیر التوی کیسوں کا فوری طور پر تصفیہ کیا اتا ہے۔ اس عدالت کے ذریعے غریب اور امیر آدمی ے درمیان تنازعہ کو بخوبی حل کیا جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار کا مقصد طویل مدت طریقۂ کار کا خاتمہ ہے۔

اس طریقۂ کار کا مقصد عدالت میں لڑنے کے بجائے مل بیٹھ کر تصفیہ کرنا ہے۔ عوامی عدالت کی کامیابی سے عدالتوں میں کام کا بوجھ کم ہو جائے گا۔

ڈبلیو ایم ڈی سی کی طرف سے وزیر اعلیٰ راحت فنڈ میں ایک لاکھ روپے کا عطیہ

ویسٹرن مہاراشٹر ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے چیئرمین شری ایم اس پوار نے ۱۵ رجولائی کو وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان کی خدمت میں ۱،۰۰،۰۰۱ روپے کا چیک وزیر اعلیٰ راحت فنڈ کے لئے پیش کیا۔

کارپوریشن کی منیجنگ ڈائرکٹر شریمتی لینا مہنڈالے نے ملازمین کی جانب سے جمع کی گئی ۱۰۹۸۰ روپے کی رقم بھی وزیر اعلیٰ کی خدمت میں پیش کی۔

صفحہ ۵۶ سے آگے

مہاراشٹر میں "ایڈز" پر قابو پانے کیلئے

وقوع پذیر ہونے کی کسی بھی کیس کی اطلاع کو، اس کے شناخت ہو جانے کے فوراً بعد صدر دفتر کو پہنچا دی جانی چاہیئے۔

ایک ریاستی سطح پر مشاورتی کمیٹی کی تشکیل بھی، سکریٹری، صحت عامہ، کی صدارت میں عمل میں آ چکی ہے جو ایڈز کے کنٹرول پروگرام پر عمل درآمد کے سلسلے کا باقاعدگی سے جائزہ لے گی۔

احمد آباد میں (Hepatitis-Brepidemic) سے درس لیتے ہوئے ریاستی ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسیس نے سول اسپتالوں میں مرکزی نسبندی کے طریقوں کو تیز ترکرنے کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ نسبندی کے لئے مزید ساماوں اور انجکشنوں کی سوئی اور بجکاری کی زائد تعداد بھی فراہم کی گئی ہے۔ اسپتالوں کے حکام کو یہ بھی ہدایت دے دی گئی ہے کہ ہر درون خانہ و بیرون خانہ مریض کے لئے ہر انجکشن کے لئے ایک جدا آٹو کلیوڈ پچکاری مع سوئی کو استعمال میں لائیں۔

شری کے۔ جی۔ پرانجپے

کومتِ مہاراشٹر کے نئے چیف سکریٹری

شری کے۔ جی پرانجپے نے مہاراشٹر کے نئے
یف سکریٹری کی حیثیت سے ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء کو اپنے عہدے کا چارج
لے لیا۔ مختلف انتظامی تجربوں کے حامل ۵۶ سالہ شری پرانجپے بی۔ اے
آنرس) ایل ایل بی ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں آپ آئی اے ایس میں شامل ہوئے۔
شری پرانجپے مہاراشٹر اور گجرات میں کلکٹر، ڈیویژنل کمشنر وغیرہ
جیسے عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔ آپ جی اے ڈی (پرسنل) ہاؤسنگ
ہری ترقیات، تعلیم، امدادِ باہمی، محصول اور جنگلات اور منصوبہ بندی
جیسے سات محکمہ جات میں بحیثیت سکریٹری کام کر چکے ہیں۔
مرکزی حکومت کی وزارت پٹرولیم اور منصوبہ بندی کمیشن میں بھی آپ
رہ چکے ہیں۔
شری پرانجپے نے غیر ممالک بشمول شمالی امریکہ، یوروپ اور مشرقِ وسطیٰ
کا بھی دورہ کیا ہے۔

شری کے۔ جی پرانجپے ایک مخلص اور بے باک افسر کی حیثیت سے
مشہور ہیں۔ اب تک آپ نے جن حیثیتوں سے کام کیا ہے اس سے یہ بات
صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ آپ ہر مسئلہ کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے
ہیں۔ شری پرانجپے نے ناشک کے کلکٹر اور بمبئی ڈیویژن کے کمشنر کے
عہدے پر فائز رہتے ہوئے بہت سی انتظامی اصلاحات کی تھیں اور
کاشتکاروں کو ان کی حصولِ آراضی پر اعلیٰ معاوضہ کی ادائیگی کے مشورے
دئے تھے۔ آپ اس سلسلے میں اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیرمین بھی رہ چکے ہیں۔
مکانات و شہری ترقیات محکموں کے سکریٹری کی حیثیت سے آپ
نے بہت سی نئی اسکیمیں وضع کیں۔ آپ خداداد صلاحیتوں کے مالک
ہیں۔ اپنی ملنساری و خوش اخلاقی اور لوگوں کی خاطر ہمدردی کی بنا پر آپ
نہ صرف عوام میں بے حد مقبول ہوئے ہیں بلکہ اپنے ساتھیوں اور
دوسرے ملنے جلنے والوں کے دلوں میں بھی گھر بنالیا ہے۔ آپ کے
تمام ساتھی افسران اس بات کے لئے پُرامید ہیں کہ آپ کا دور
مہاراشٹر کے لئے حقیقی معنوں میں کامیاب، مستحکم اور ترقیاتی دور
ثابت ہوگا۔

●●

زمی راج

دادا بھائی نوروجی

(صفحہ نمبر ۱۹ سے آگے)

اِن کے کمسن ہندوستانی دوستوں میں آر۔ جی۔ بھنڈارکر،
فیروز شاہ مہتہ، جی۔ کے۔ گوکھلے، دنشا واچا اور ایم۔ کے۔ گاندھی
تھے ——

دنشا واچا نے کہا ہے کہ دادا بھائی نوروجی کو ہندوستانی
سیاست اور اقتصادیات کا باوا تسلیم کیا جاتا ہے۔
ہماری نظر میں ہندوستان کی قومی تحریک کی تاریخ
میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

(ڈکشنری آف نیشنل بائیوگرافی، مرتبہ ایس پی سین،
کیمبرج شارٹر ہسٹری آف انڈیا، از: جے۔ الان ——
انڈین نیشنل موومنٹ، از:۔ جیوتی پرشاد سُود،
اور انسائیکلوپیڈیا سے استفادہ کیا گیا)

●●

پونے میں سنت گیانیشور اور سنت تکارام کی پالکیوں کا سواگت

خبریں - تصویروں میں

پیٹھن میں "پیٹھنی ویونگ سینٹر" کے دورے پر گورنر ڈاکٹر ایس۔ ڈی شرما نے سرکاری افسران سے گفتگو کی۔

ڈاکٹر سیدنا محمد برہان الدین صاحب جو داؤدی
بوہرہ فرقہ کے مذہبی رہنما ہیں، وزیر اعلیٰ
راحت فنڈ میں وزیر اعلیٰ کو ایک لاکھ روپے
کا چیک پیش کر رہے ہیں۔
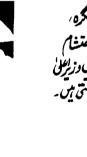
وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان کی ۶۶ ویں سالگرہ،
شانمکھانند ہال بمبئی میں نہایت تزک و احتشام
کے ساتھ ۱۴ر جولائی کو منائی گئی۔ تصویر میں وزیر اعلیٰ
کی شریکِ حیات شریمتی کسم تائی بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

۱۳ر جولائی ۱۹۸۶ء بروز سنیچر شام ۶ بجے ناگپا
نیبرہڈ ہاؤس بمبئی ۸ میں ایک جلسہ انجمن بقائے ار[illegible]
کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا جس میں بلا تفریق مذ[illegible]
و ملت، طلبا و طالبات کو مفت کاپیاں تقسیم کی گئیں
زیر نظر تصویر میں شری سید احمد وزیر مملکت
برائے تعمیرات، اوقاف و ماحولیات، ایک طالب
کو کاپیاں دیتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوا
۱۲ جولائی ۱۹۸۶ء کو مہاراشٹ
راجیہ سہکاری شکر کارخانہ سنگھ
شاکھر بھون میں "سبھاگرہ" کا افت
کرتے ہوئے۔

آنجہانی میتھلی شرن گپت کی جنم شتابدی سمیتی کی ایک نشست کا انعقاد ڈاکٹر سری کانت جچکر وزیر برائے اطلاعات ورابطۂ عا
کی صدارت میں ۲۳ جولائی ۱۹۸۶ء کو منترالیہ میں ہوا۔ اس موقع پر سابق وزیر ڈاکٹر رام منوہر ترپاٹھی اور ڈائرکٹر جنرا
برائے اطلاعات ورابطۂ عامہ شری پرمود مانے بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔
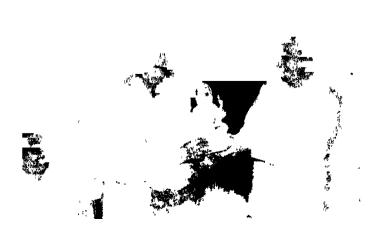
شری سوشیل کمار شندے،
وزیر مالیات کے ہاتھوں ۱۵ جولائی ۱۹۸۶ء
کو شاہر سانبھلے کی جانب سے "مہاراشٹر
کی لوک دھارا" نامی سیریل ٹی۔وی پر
پیش کرنے پر اُن کی رویندر ناٹیہ مندر
میں قدر افزائی کی گئی اور انہیں استقبالیہ
پیش کیا گیا۔ اسی موقع کی یہ تصویر۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان، وزیر تعلیم شری رام میگھے اور وزیر برائے جنگل بانی شری شیواجی راؤ موگھے اور
مختلف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، سماجی جنگل بانی کے موضوع پر ودھان بھون میں ۲۳ جولائی ۱۹۸۶ء کو گفتگو کرتے ہوئے

ہاؤس آف سوویت کلچر میں
۲۲ جولائی ۱۹۸۶ء کو ۴۲ ویں پولینڈ
کے قومی دن" کے موقع پر وزیر مملکت
برائے تعلیم شریمتی چندریکا کینیا مہمانِ خصوصی
کی حیثیت سے تقریر کر رہی ہیں۔

قومی راج

قارئین کی رائے

بابو۔ آر۔ کے (ایم۔ اے)
آزاد الیکٹرانکس، چاول منڈی۔ اچل پورسٹی
ضلع امراؤتی۔ (مہاراشٹر) ۴۴۴۸۰۶

قومی راج' اس دوران باقاعدگی کے ساتھ دستیاب ہو رہا ہے۔ کتابت طباعت، موضوع و مواد الغرض۔ ع

حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

مہاراشٹر میں اردو نوازی کے لئے مبارکباد قبول کیجئے۔ ہماری ریاستی حکومت کی پالیسیوں کی آئینہ دار اور اردو ادب کا پاسدار' قومی راج' ایک مثالی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے جس کے لیے آپ کا پورا اسٹاف لائق صد ستائش ہے۔

خد و خال تو خوب ہیں لیکن صحت ذرا فربہی کی طرف مائل ہوتی تو بڑا ہی لطف رہتا۔

★

ماسٹر محمد شرف الدین بی۔اے (ڈی ایڈ)
مقام و پوسٹ کجلیشر۔ تعلقہ کارنجہ ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

قومی راج' کا مطالعہ ایک عرصہ سے کرتا آ رہا ہوں۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ "قومی راج" اردو کے مفید چند خوبصورت اور معیاری رسائل میں منفرد مقام کا حامل ہے۔

آپ حضرات نے کچھ نمایاں اضافے کئے ہیں جن سے رسالہ کے حسن میں بڑا نکھار آگیا ہے۔ مبارکباد قبول فرمائیں۔

★

بسم اللہ عدیم برہانپوری
جامع مسجد گلی، چوک۔ برہان پور (ایم۔ پی) ۴۵۰۳۳۱

مہاراشٹر کے منظر نامے ماہنامہ' قومی راج' کے ادبی صفحہ پر میری تخلیق کو آپ نے بغیر اثر و رسوخ کی بیساکھی کے شرفِ قبولیت بخشا۔ اس ادب شناسی کا میں مشکور رہوں۔

اعزازی شمارے سے نوازا۔ اس کا تہہ دل سے شکریہ۔

★

★ عبدالمجید دھولیوری
صدر، چیخ پوکلی تعلقہ کانگریس کمیٹی (آئی)
ایم۔ ایچ نمبر ۲۲، دوکان نمبر ۵/۳۲، آر۔ نمبر ۱۵
پائس اسٹریٹ۔ بائیکلہ۔ بمبئی۔ ۴۰۰۰۱۱

آپ کی سرپرستی و نگرانی میں "قومی راج" عوام میں مقبول ہوتا جا رہا ہے، اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا۔

قومی راج، اردو کی تاریخ میں اپنا مقام بنا رہا ہے جہاں حکومت کی پالیسیوں کا خلاصہ آپ کرتے ہیں وہیں اردو ادب کے معیار کو بھی باقی رکھتے ہیں۔ یہ قابل تعریف بات ہے۔ یہ تمام باتیں آپ کی خاص توجہ کی وجہ سے ہیں، یہ بات میں بلا جھجھک کہوں گا اور آپ کا مزاج بھی ایسا ہی ہے۔

★

محمد اشفاق راہی
جلال پورہ۔ کھام گاؤں ۴۴۴۳۰۳

'قومی راج' کی خصوصیت ہے کہ تمام مضامین اپنی جگہ اہم ہوتے ہیں البتہ "ادب" کے لئے، چند صفحات کا اضافہ کر دیا جائے تو میرے خیال میں بہتر ہوگا۔

بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ "قومی راج" اردو کا دیدہ زیب اور معیاری رسالہ ہے۔ میں قومی راج کی ترقی کے لئے دعاگو ہوں۔

قومی راج

کے بارے میں اپنی رائے بطور خاص مرحمت فرمائیے اور اپنے مشوروں سے نوازتے رہیے۔

ساتھ ہی 'قومی راج' کو دوستوں میں متعارف کرائیے اور خریداری کے لئے توجہ دلا کر 'قومی راج' کو زیادہ سے زیادہ اردو دوستوں تک پہنچانے کی کوشش میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

★

ترسیلِ زر اور مراسلات کے پتے صفحہ نمبر ۱ پر درج ہیں۔ کوپن پر پورا نام پتہ صاف صاف تحریر فرمائیے تاکہ 'قومی راج' فوراً جاری کیا جا سکے

(ادارہ)

قومی راج

ہر ماہ کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلد نمبر ۱۳

شمارہ ۱۴

۱۰ ستمبر ۱۹۸۶ء

سالانہ دس روپے

فی شمارہ ایک روپیہ

چیف ایڈیٹر: پرمود مانے — مینجنگ ایڈیٹر: ریاض احمد خاں

ایڈیٹر: فیروزہ فیاض خان — سب ایڈیٹر: عبد اللہ

مراسلت کا پتہ :-

ایڈیٹر قومی راج

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،

گورنمنٹ آف مہاراشٹر

۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ

مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ترسیل زر کا پتہ

اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمنسٹریشن)

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز

گورنمنٹ آف مہاراشٹر

بیرک نمبر ۱۹، مقابل سروجنی بلڈنگ،

نزد منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۲۱

ترتیب

صفحہ نمبر

قومی یک جہتی قائم رکھیے اور نئے مسائل کا مقابلہ کیجیے

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان کا یوم آزادی پر پیغام

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نے آزادی کی ۳۹ ویں سالگرہ کے موقع پر عوام سے قومی ایکتا اور یکجہتی قائم رکھنے اور آزادی کی حفاظت کرنے کی اپیل کی۔ آپ نے اپنے پیغام میں جو آکاش وانی اور دور درشن سے نشر کیا گیا، فرمایا کہ:

"ہم اپنے ملک کی ۳۹ ویں آزادی کی سالگرہ مناکر ۴۰ ویں سال میں داخل ہورہے ہیں۔ دور درشن کی طرف سے کی گئی اس نئی سہولت کی وجہ سے پہلی مرتبہ مہاراشٹر کے مختلف حلقوں میں عوام سے مخاطب ہوں۔

اس مبارک موقع پر میں مہاراشٹر کے عوام کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس موقع پر میں تمام رہنماؤں اور تمام مجاہدین آزادی جنھوں نے اپنی زندگی مادرِ وطن کی آزادی کی خاطر قربان کردی، انھیں میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ آج ہمارے درمیان موجود مجاہدین آزادی کو بھی میں گرم جوشی کے ساتھ مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

گذشتہ کچھ مہینوں کے دوران رونما ہونے والے حالات اور سابق بھارتی فوج کے چیف کا قتل افسوسناک ہے۔ اس حرکت کی ہمارے ملک کے تمام باشعور حضرات نے مذمت کی ہے۔

یہ قدرتی امر ہے کہ یوم آزادی کے موقع پر ہم ہماری جدوجہد آزادی کی عظیم تاریخ کے بارے میں سوچتے ہیں۔ ہمارے عظیم رہنماؤں نے غیر ملکی غلامی کی زنجیروں سے ہمارے ملک کو بھی صلح و تمنا کے آزاد کرایا تھا ان کے نزدیک سیاسی آزادی کا مطلب معاشی طور پر مضبوطی اور سماجی مساوات تھا اور دنیا کے نقشہ پر بھارت کو ایک مضبوط ملک کی حیثیت سے پیش کرنا تھا۔ یہ ہمارے قومی رہنماؤں کی خواہش تھی۔

ہم نے ۱۹۴۷ء میں آزادی حاصل کی۔ ۳۹ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہمارے ساتھ کئی آزاد ہونے والے ممالک میں ابھی تک صحیح معنوں میں آزادی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

ہماری آزادی اور ملک کی ایکتا کو صرف بیرونی حملے سے ہی خطرہ نہیں ہے۔ حملہ کا مقصد جغرافیائی طور پر چڑھائی نہیں ہے۔ کچھ بیرونی طاقتیں ہمیں معاشی طور پر کمزور اور ہمارے خیالات پر مسلط ہونا چاہتی ہیں۔ ہمیں یوم آزادی مناتے وقت اس حقیقت کو خاص طور سے دھیان میں رکھنا چاہیے۔

بیک وقت ہم قوم دشمن اور سماج دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہیں۔ حکومت نے اس سلسلے میں اقدامات کیے ہیں۔ میں عوام سے اپیل کرتا
ہوں کہ وہ حکومت کے ساتھ ان اقدامات کے بارے میں خلوص دل سے تعاون کریں۔
ریاست نے گذشتہ ۳۹ سالوں میں مختلف میدانوں میں قابل ذکر ترقی کی ہے۔ سماجی آزادی کا ماحول، فرقہ وارانہ لعنت کا خاتمہ باہمی
سوجھ بوجھ اور اچھے جذبات کی آج بے حد ضرورت ہے۔ آج ہمیں قومی ایکتا اور یک جہتی قائم رکھنا ہے اور آزادی کی حفاظت کرنی ہے اور
تب کر کے ہی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں جس کا خواب ہمارے ملک کی جنگ آزادی کے وقت قومی رہنماؤں نے دیکھا تھا۔
ہم نے آزادی کے بعد چھ پنج سالہ منصوبے بنائے۔ اب ہم ساتویں منصوبے کا پلان بنا رہے ہیں جس کا مقصد متوازی ترقی ہے
سماجی انصاف کے مقصد کی خاطر یہ ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کسانوں کو آبپاشی کے پروجیکٹوں سے پانی مہیا کریں اس سے خشک سالی
سے متاثرہ علاقوں میں کاشتکاروں کو راحت ملے گی۔

مہاراشٹر کے کچھ حصوں میں ہر سال خشک سالی کی سی حالت ہو جاتی ہے جس سے دیہی علاقوں میں پانی کی فراہمی اور چارے کی قلت پیدا ہو جاتی
ہے۔ ریاستی حکومت نے اس سال اس حالت سے نمٹنے کے لیے بہتر اقدامات کیے ہیں۔ مجھے خوشی ہوگی اگر سماج کے تمام طبقے ان اقدامات
کے لیے اپنا تعاون پیش کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ آنے والے سال میں ریاست میں زرعی پیداوار اور پینے کے پانی کی حالت اطمینان
بخش ہو گی کیونکہ امسال اب تک اچھی بارش بھی ہوئی ہے

میں یہاں کچھ اہم نکات پر روشنی ڈالنا چاہوں گا۔ ریاستی حکومت نے بمبئی عظمیٰ میں واقع سلم علاقوں کی حالت کو سدھارنے
کا عزم کیا ہے جس کے لیے ہمارے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے مرکزی حکومت کی جانب سے ۱۰۰ کروڑ روپے کی امداد
منظور کی ہے۔ اس رقم اور مالیاتی اداروں کی جانب سے مزید ۱۵۰ کروڑ روپے کی رقم سے ریاستی حکومت ۲۵۰ کروڑ روپے کا
سلم سدھار پروگرام وضع کرے گی۔ حکومت اس اسکیم پر جلد از جلد عمل آوری شروع کرنے کی خواہش مند ہے۔
ریاستی حکومت نے ریاست میں مکانات کے مسائل پر ایک اہم فیصلہ بھی کیا ہے اور اس مقصد کے لیے آراضی حد بندی
قانون کے تحت فاضل آراضی پر صرف کم لاگت کے مکانات بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔
ہمارا ملک آج بے شمار مسائل سے دوچار ہے اور ان مسائل کو باہمی سوجھ بوجھ اور رواداری کے جذبات کے ساتھ ہی حل کیا
جا سکتا ہے۔

ہم آزادی کی سالگرہ کے مبارک موقعہ پر ریاست کے عوام کے مسائل
حل کرنے کا عہد، جمہوریت کی راہ پر گامزن رہتے ہوئے
کریں۔"

شنکر راؤ چوان
(وزیر اعلیٰ حکومت مہاراشٹر)

بیس نکاتی پروگرام سنہ ۱۹۸۶ء

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد جو نیا بیس نکاتی پروگرام پیش کیا ہے اس کی افادیت کے پیش نظر یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اس کے ثمرات اصل حقدار تک ضرور بضرور پہنچیں گے۔

نئے بیس نکاتی پروگرام میں مجموعی طور پر اس ملک سے اور خصوصاً دیہی علاقوں سے غربت دور کرنے کے لیے جامع نکات پیش کئے گئے ہیں گذشتہ پانچ سال میں، غریبوں کی دس کروڑ سے زیادہ تعداد غریبی کی سطح سے اوپر اٹھائی جا چکی ہے۔ ان نکات کا مطمح نظر غربت کو ختم کرنا اور روزگار کے بھرپور مواقع پیدا کرنا ہے۔ پروگرام مذکور میں ملک کی سائنس اور ٹیکنیکل ترقی کو پسماندہ علاقوں تک لے جانے پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ ان نکات کو ازسرِ نو ہمارے کارناموں اور تجربوں کی روشنی میں اور ساتویں پلان کے مقاصد کے دائرے میں غریبوں کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔ ان نکات کے ذریعے ان وعدوں کی تکمیل کا عزمِ مصمم دہرایا گیا ہے۔

غریبی کو ختم کرنا۔
پیداوار بڑھانا۔
آمدنیوں میں نابرابری کم کرنا۔
سماجی و معاشی نابرابری کو دور کرنا اور زندگی کی قدروں کو بڑھانا۔

یہ بات باعث فخر ہے کہ حکومت مہاراشٹر ہمیشہ ہی بیس نکاتی پروگراموں پر موثر طور پر عمل آوری میں پیش پیش رہی ہے۔ ریاستی حکومت اس نئے بیس نکاتی پروگرام پر بھی اسی طرح جوش و خروش کے ساتھ عمل کرے گی اور پوری خود اعتمادی سے اس قومی پروگرام کے نفاذ میں اولین مقام کی حامل بنے گی۔

نئے ۲۰ نکاتی پروگرام کا متن جسے ۲۰ راگست ۱۹۸۶ء کو پارلیمنٹ کے روبرو پیش کیا گیا تھا، جو ہر عنوان کے تحت حکومت کے اپنے وعدوں کی تشریح کے ساتھ نیچے درج ہے۔

۱ دیہی غربت کا خاتمہ

۱: غربت کو دور کرنے والے پروگرام ہر گاؤں کے تمام غریبوں تک پہونچانے کا پختہ ارادہ کرنا۔

۲: اجرت روزگار کے پروگراموں کو علاقائی ترقی اور انسانی وسائل کے فروغ کے پروگراموں کو باہم مربوط کرنا اور قومی اور اجتماعی اثاثوں کو جیسے اسکولی عمارتوں، سڑکوں، تالابوں اور ایندھن اور گھاس چارہ کے ذخیرے قائم کرنا۔

۳: زرخیزی اور پیداوار کو بہتر بنانے اور دیہی روزگار کے مواقع کو وسعت دینے کے لیے دیہی ترقی کے مختلف پروگراموں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دینا۔

۴: دستی کرگھوں، دست کاریوں، دیہی اور چھوٹی صنعتوں کو فروغ دینا اور ذاتی روزگار کے لیے مہارتوں کو بڑھانا۔

۵: پنچایتوں، امداد باہمی کی سوسائٹیوں اور لوکل باڈیز میں زندگی کی روح دوڑانا۔

۲ زراعت کو دوبارہ قابل نشوونما (اپجاؤ) بنانے کی تدبیر

۱: نمی کو محفوظ رکھنے کے لئے ٹیکنالوجی کو ترقی دینا۔ اور زمین و پانی کے وسائل کو بہتر انتظام کے ذریعے محفوظ رکھنا۔

۲: مناسب اور بہتر بیجوں کو ترقی دینا اور تقسیم کرنا۔

۳: قحط سے متاثرہ علاقوں اور قحط زدوں کی راحت رسانی کے پروگراموں میں مناسب تبدیلیوں کے ذریعے قحط سے متاثر ہونے کے امکانات گھٹانا۔

۳ آبپاشی کیلئے پانی کا بہتر استعمال

۱: آب گیر علاقوں کو ترقی دیجئے اور ڈیلٹاؤں اور بندرگاہوں میں گندہ پانی کی نکاسی کا طریقہ بہتر بنانا۔

۲: آبپاشی کے انتظام کو بلندی سے نیچے کی طرف بہنے والے علاقوں میں بہتر بنانا۔

۳: پانی کے بہاؤ کو رکنے سے، کھارے پن سے اور بے کار استعمال سے بچانا۔

۴: سطح کے اور زمین کے پانی کے استعمال کو باہم مربوط رکھنا۔

۴ بڑی مقدار میں پیداوار

۱: مشرقی علاقوں میں اور دوسرے کم پیداواری علاقوں میں چاول کی پیداوار میں انقلاب برپا کرنا۔
۲: خوردنی تیلوں میں خود اعتمادی حاصل کرنا۔
۳: دالوں کی پیداواری مقدار اور زیادہ کرنا۔
۴: فروٹ اور سبزیوں کی کاشت کو اور زیادہ کرنا۔
۵: زرعی پیداوار کو جدید طریقوں پر گودام، غلہ وغیرہ کی کوٹھی میں رکھنے، پروسیسنگ کے ذریعے سڑنے سے بچانے اور بیچنے کے لیے منڈی تک پہنچانے کی سہولتوں میں اضافہ کرنا۔
۶: پیداوار بڑھانے کے لیے مویشیوں اور ڈیری کا کاروبار کرنے والے کسانوں کی مدد دینا۔
۷: ماہی پروری (مچھلی پالن) اور دریاؤں اور سمندروں میں ماہی گیری کو ترقی دینا۔

۵ اراضی کی اصلاحات کی تعمیل:

۱: زمین کے ریکارڈس کی بھرپور تکمیل کرنا۔
۲: زرعی اراضی کی سیلنگ کی تعمیل کرنا۔
۳: بے زمینوں کو زائد اراضی بانٹ دینا۔

۶ دیہی مزدور کے لیے خاص پروگرام

۱: زراعت اور صنعت میں غیر منظم محنت کے لیے اقل ترین اجرت پر عمل درآمد کرانا۔
۲: بیگار کو منسوخ کرنے والے قوانین پر پوری طرح عمل کروانا۔
۳: بے گار مزدوروں کی بازآبادکاری کے لیے راضی خوشی کام کرنے والی ایجنسیوں کو شامل کرنے کی کوشش کرنا۔

۷ پینے کا صاف پانی

۱: تمام گاؤں قریوں کے لیے سلامتی و صحت بخش پانی کا اہتمام کرنا۔
۲: اس طرح کے پانی فراہم کرنے والے سوتوں اور اور ذخیروں کو اچھی حالت میں رکھنے کے لیے مقامی باشندوں کی مدد کرنا۔
۳: درج فہرست جاتیوں اور قبیلوں کو پانی مہیا کرنے کرانے پر خاص توجہ دینا۔

۸ سبھوں کے لئے تندرستی

۱: ابتدائی صحت پر توجہ دینے والی اچھائیوں کو مزید بہتر بنانا۔
۲: جذام، ٹی بی (دق)، ملیریا، گھینگا یا گلگھڑ، اندھاپن اور دوسری بڑی بیماریوں کے خلاف جنگ کرنا۔
۳: تمام ننھوں اور بچوں کے لیے متعدی بیماریوں سے محفوظ رکھنے والی دوائیں مہیا کرنا۔
۴: دیہی علاقوں میں حفظانِ صحت کی سہولتوں میں بالخصوص مستورات کے لیے اضافہ کرنا۔
۵ معذوروں کی بازآبادکاری کے پروگراموں پر خاص توجہ دینا۔

۹ دو بچّوں کا معیار

۱: دو بچوں کے معیار کو راضی خوشی منظور کروانا۔
۲: والدینی ذمہ داری کو ذہن نشین کرانا اور فروغ دینا۔
۳: ننھوں کی اموات کو گھٹانا۔
۴: زچہ اور بچہ کے لیے تحفظ کی سہولتوں کو وسعت دینا۔

تعلیم کی توسیع

- ابتدائی تعلیم کو ملک گیر بنائیے جس میں لڑکیوں کی تعلیم پر خاص طور سے زور دیا جائے۔
- تعلیمی مضامین کو ہر سطح پر بہتر بنائیے۔
- غیر رواتی تعلیم اور باضابطہ پڑھائی لکھائی کے پروگراموں کو، مہارتوں میں اضافہ میت، فروغ دیجئے۔
- تعلیم بالغان کے پروگراموں میں پڑھنے والوں کی اور اپنے طور پر بخوشی شامل ہونے والی ایجنسیوں کی شرکت کے ذریعے ذوق وشوق کو بڑھانا۔
- قومی یک جہتی اور سماجی و اخلاقی قدروں پر زور دیجئے اور اپنے قومی ورثہ پر ناز کرنا دل میں بٹھلائیے۔

درج فہرست جاتیوں اور قبائل کیساتھ انصاف

- ان دستوری دفعات اور قوانین پر جو درج فہرست، جاتیوں اور قبائل سے متعلق ہیں، عمل درآمد کو یقینی بنانا۔
- جو اراضی درج فہرست جاتیوں اور قبائل کو تقسیم کی جا چکی ہیں ان پر ان کے قبضے کو یقینی بنانا۔
- تقسیم اراضی کے پروگرام کو پھر سے مضبوط اور قوی بنانا۔
- تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے پڑھانے کے خاص پروگرام ترتیب دیجئے اور ترتیب دینے میں مدد دینا۔
- سڑکوں پر سے کوڑا کرکٹ اور غلاظت کی صفائی کا کام دوسروں سے کروانا ختم کرنا اور صفائی مزدوروں کی باز آبادکاری کے لیئے خاص پروگرام عمل میں لانا۔
- خاص کامپونینٹ (ملے جلے) پروگراموں کے لیے بہتر ہدایتیں اور کافی رقمیں مہیا کرنا۔
- درج فہرست جاتیوں اور قبائل کو پوری طرح سماج کے دوسرے طبقوں کے ساتھ شامل و مربوط کر لینے کے لیے پروگرام منعقد کرتے رہنا۔

۱۸ اپنے مقام سے بے گھر کیے گئے درج فہرست قبیلوں، جاتیوں کا پھر آباد کیا جانا یقینی بنانا۔

۱۲ عورتوں کو برابری کا درجہ:

۱: عورتوں کا درجہ بلند کرنا۔

۲: عورتوں کے مسئلوں سے آگاہی بڑھانا۔

۳: عورتوں کے حقوق سے متعلق عام بیداری پیدا کرنا۔

۴: عورتوں کو تربیت دینے اور ملازمت سے لگانے کے لیے ایک قومی پروگرام بنانا اور عمل میں لانا۔

۵: عورتوں کو برابری کی حیثیت سے سماجی و اقتصادی ترقی نیز قومی تعمیر میں حصہ لینے کے قابل بنانا۔

۶: جہیز کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنا اور جہیز مخالف قانون پر مؤثر ڈھنگ سے عمل کیے جانے کو یقینی بنانا۔

۱۳ جوانوں کے لئے نئے مواقع

۱: جوانوں کے لیے کھیل کود، اولوالعزمی کے کاموں اور ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے مواقع میں اضافہ کرنا۔

۲: ان کی جسمانی تندرستی بڑھانا۔

۳: جوانوں کو بڑی تعداد میں قومی ترقی کے پروجیکٹوں میں مشغول رکھنا جیسے گنگا کی صفائی، ماحول کا بچاؤ، اور اس کو مالا مال کرنا اور عوام کی تعلیم۔

۴: تمام میدانوں میں ممتاز جوانوں کو شناخت کر کے رکھنا تا کہ ان کی سوجھ بوجھ کو ترقی دی جا سکے اور اس طرح ان کی حوصلہ افزائی کی جا سکے۔

۵: قومی یک جہتی، ثقافتی قدروں، سیکولرازم اور سائنٹفک مزاج کو بڑھاوا دینے میں جوانوں کو مشغول رکھنا۔

۶: نہرو یووک کیندروں کو جال کی طرح پھیلا دینا۔

۷: نیشنل سروس اسکیم اور نیشنل کیڈٹ کور کو طاقتور بنانا ۔

۸: دیہی جوانوں کی بہبودی کے لیے کام کرنے والی رضاکار ایجنسیوں کی ہمت افزائی کرنا ۔

۱۴ لوگوں کے لئے مکانات

۱: دیہاتوں کے غریبوں کے لیے مکان کیلئے نئی زمینیں حاصل کرنا ممکن بنانا ۔

۲: تعمیر مکان کے پروگراموں کو وسعت دینا ۔

۳: درج فہرست ذاتوں اور قبیلوں کے لئے مکانات کی تعمیر پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا ۔

۴: کم قیمت والے تعمیراتی سامان بہم پہنچانا ۔

۱۵ گندہ بستیوں کا سدھار

۱: گندہ بستیوں کے بڑھاؤ کو محدود کرنا ۔

۲: موجودہ گندہ بستیوں کے لیے بنیادی سہولتیں مہیا کرنا ۔

۳: شہری علاقوں میں پلان کے مطابق مکانات کی تعمیر کی حوصلہ افزائی کرنا ۔

۱۶ جنگل بانی کیلئے نئی حکمت عملی

۱: لوگوں کی پوری مشغولیت کے ذریعے زیادہ درخت لگانا، اور زیادہ جنگل بانی کرنا ۔

۲: لکڑیوں اور جنگل کی پیداوار تک قبائلی آبادی اور مقامی باشندوں کی رسائی کے روایتی حقوق کا تحفظ کرنا ۔

۳: بنجر زمینوں کو پیداواری مقصد کے لیے قابل استعمال بنانا ۔

۴: جھیلوں، پہاڑیوں، ریگستانی اور ساحلی علاقوں میں مناسب پودے، سبزیاں، گھاس اگانا ۔

۱۷ ماحول کی حفاظت

۱: ماحولی زمینوں کو بگاڑنے اور خراب کرنے کے خطرات سے عوام کی واقفیت بڑھانا ۔

۲: ماحولیات کی حفاظت کے لیئے لوگوں کی تائید کو حرکت میں لانا ۔

۳: اس بات کے مان لینے کی ترغیب دینا کہ رفتہ رفتہ یا دیرپا ترقی کے علم معیشت حیوانات کی محافظت ضروری ہوا کرتی ہے ۔

۴: پروجیکٹوں کے لیئے دوررس نگاہی سے جگہ کا انتخاب کرنا اور ٹیکنالوجی کا مناسب انتخاب بھی اسی لحاظ سے کرنا ۔

۱۸ صارفین کیساتھ بہتر سلوک

۱: استعمال کی ضروری چیزوں کو ایسے دائرے میں لانا تاکہ غریب آسانی سے خرید سکیں ۔

۲: خریدار کی حفاظت کی تحریک کو عملی شکل دینا ۔

۳: طریقۂ تقسیم کا ڈھانچہ نئے سرے سے بنانا تاکہ سرکاری امدادی رقم نہایت ضرورت مندوں کو ملے ۔

۴: عوام میں تقسیم کے طریقے کو مضبوط بنانا ۔

۱۹ دیہاتوں کے لئے توانائی

۱: پیداواری استعمال کے لئے بجلی کی بہم رسانی کو قریوں تک میں پہنچانا ۔

۲: توانائی کے چند نئے وسائل کو ترقی دینا بالخصوص بایو گیس کو، کسی ایک کے نہ ہونے پر دوسرا طریقہ اپنایا جاسکے ۔

۳: دیہی توانائی کے لیے خاص متحدہ علاقائی پروگراموں کو فروغ دینا ۔

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

ڈاکٹر کنہیا کنڈپ
ایم اے ، پی ایچ ڈی۔

شری چکر دھر سوامی : مہاراشٹر اور مراٹھی

مہاراشٹر میں عقیدت مندی کا مہانو بھو مسلک ایک اہم دینداری کا پیروکار مسلک ہے اس کے ماننے اور تسلیم کرنے والے نہ صرف مہاراشٹر میں ہیں بلکہ بحر او قیانوس سے پرے بھی ہیں اور اس کی وجہ ان کا وہ لٹریچر ہے جو مختلف النوع ہے اور طبعزاد بھی۔ یہ مسلک ان مسالک میں سے ایک ہے جنھوں نے اہلِ ہنود کے اس طبقے کو جسے شودر کہتے ہیں مندروں میں بے روک ٹوک داخلے کی اجازت دی۔ یہ طبقہ ان میں سے ایک ہے یہی وہ طبقہ ہے جس نے ابتداءً ادب کی ان ضخیم معلوماتی کتابوں کو پیش کیا جو پہلے مراٹھی میں موجود نہیں تھیں اور ان کی کوششوں سے اس زبان میں دستیاب ہونے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ مہانو بھو ادبیات کو طبعزاد مراٹھی ادبیات کا سوتا کہا جاتا ہے۔

ان کی مراٹھی ادب کی ہزاروں جلدیں مسوّدات کے روپ میں صدیوں پڑی رہیں۔ اس طرح مہانو بھو ادبیات نے مراٹھی ادب کو مالا مال کرنے میں اس طرح بیش بہا خدمات انجام دیں کہ اس نے ان طبعزاد مراٹھی ادبی خزانوں کو نہایت مستعدی اور محنت سے بہترین حالت میں رکھا۔ مہانو بھو مسلک کے پیروکاروں کو صرف اس بات سے دلچسپی نہیں تھی کہ مراٹھی کی شان میں اضافہ ہو بلکہ انھوں نے
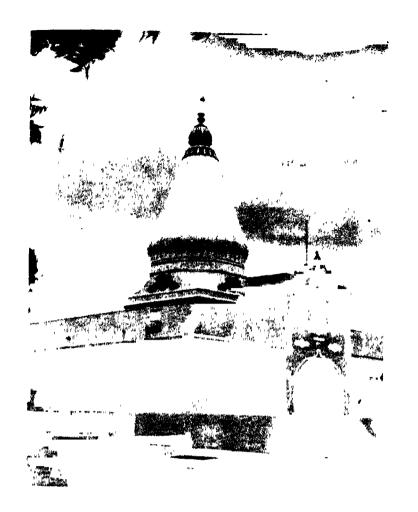
اورنگ آباد کے پیٹھن مقام پر
شری چکردھر سوامی کا نیا تعمیر کردہ مندر،
یہاں شری چکردھر سوامی
کا مجسمہ نصب ہے۔

اس کے پرچم کو لہراتا ہوا اور بلند رکھا اور درۂ خیبر سے لے کر کابل، قندھار، پشاور، پنجاب تک اسے پھیلایا۔ اس طرح مہانو بھاؤ والوں نے لاکھوں دلوں میں اس کی تخم ریزی کی۔

مہانو بھاؤ اور مراٹھی

مہانو بھاؤ فلاسفی کے مطابق شری چکرادھر سوامی نے اس مسلک کے پرچارک اور ایشوری اوتار کی حیثیت سے اپنی سرگرمیوں کے لیے مہاراشٹر کی سرزمین کو ترجیح دی تھی۔ اسی طرح اپنے خیالات کے اظہار کیلئے انھوں نے مراٹھی کو ذریعہ بنایا۔ اس لحاظ سے جدید مہاراشٹر شری چکردھر سوامی کا مرہون ہے کہ ان کے ذریعے اور ان کی کوششوں سے مراٹھی کو حقیقی معنوں میں بڑھاوا ملا۔ اور یہ زبان مالا مال ہوئی۔ اسی لیے مہاراشٹر کے مسلکوں کو فروغ دینے والوں میں انھیں بلند مقام حاصل ہے۔ پھر خوبی یہ کہ شری چکرادھر سوامی پیدائشی مہاراشٹری نہیں تھے پھر بھی اس مسلک کی ترویج کے لیے انھوں نے مہاراشٹر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ چکرادھر سوامی زندگی بھر اس سرزمین میں محنت کرنے اور کام کے لحاظ سے مہاراشٹری تھے۔ کسی دوسرے سنت نے مہاراشٹر کے لیئے اتنی زیادہ عزت اور فخر کا اظہار نہیں کیا جتنی عزت اسے شری چکردھر نے دی۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ "بکے مہاراشٹری بنو" اس لیے پنجاب اور کشمیر کے ہزاروں مہانو بھاؤ

جرلشیوری: مشہور کتاب "لیلا چرترا" کو اسی مقام پر مرتب کیا گیا۔

مندروں کے لیے یاترا کا مقام بن چکا ہے جس طرح
اراشٹر کے لیے کام کیا۔ اسی طرح مراٹھی کے لیے
نے اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں اور مقامی معاملات و
ر مذہبی پرچار کے لیے بھی مراٹھی ہی کو واسطہ بنایا
ورت گیتا کی فلاسفی کی زمانے کی تبدیلی کی مناسبت
یح کی اور اس طرح انسانوں کے لیے علم کے دروازے
کے ابتدائی الفاظ محفوظ رکھے گئے ہیں۔ ہم کہہ سکتے
ان کو مذہبی زبان کا درجہ، مہانو بھو کے پیروؤں کے نقطۂ نظر
، حاصل ہوا۔ شری نگدیو اچاریہ نے جو چکرادھر کے دل و
قہ شناس تھے، اپنے ماننے والوں کو صرف مراٹھی میں
نصیحت کی۔ اس بنا پر بہت سی اچھی ادبی تصانیف نثر
میں، مراٹھی میں وجود میں آئیں۔ اس بات کو فراموش نہیں
ان سب باتوں کی جڑوں میں چکرادھر کا روحانی فیضان تھا
دھر کا مہاراشٹرا اور مراٹھی سے گہرا تعلق تھا اور اس میں شبہ
یں کہ ان کی نصیحتوں نے مہاراشٹر کے کلچر کو کئی طرح سے
وجہ ہے کہ کئی فاضل مصنفین نے ان کی زندگی اور تصنیفات
ریوں سے تنقید کی روشنی میں جانچا۔ گیانیشور کے بہت

پہلے لکھی گئی - لیلا چرتر" کو دیکھیے تو اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ چکر دھر سوامی کی زندگی کی ڈائری ہے۔ اس سے مہاراشٹر کی سماجی اور ثقافتی معاملات پر اچھے انداز میں روشنی پڑتی ہے۔ اسے ایک دلکش تحفہ کہا جانا چاہیے جو مہانو بھو کے طالب علموں کو مختلف زاویوں سے اپنی طرف کھینچتا ہے اس کی صدا بہار مٹھاس سے اسی وقت لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے جب اسے اس کی اصلی زبان میں پڑھا جائے۔

شری چکر دھر نے "پر برھما کا اوتار" ہونے کے سبب عوام اور تعلیم یافتہ خواص دونوں کو متاثر کیا۔ اس کے علاوہ اپنی شخصی خوبصورتی سے بھی۔ ان کی شخصی خوبصورتی مردوں اور عورتوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی اور وہ ہمیشہ ان کی مصاحبت میں رہنا چاہتے تھے۔ لاکھوں آدمی شری چکرا دھر کو سماج کے دل و دماغ کے قیافہ شناس کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے۔ اپنے بلند مرتبے کو فراموش کر کے وہ عوام کی ہم نشینی اختیار کرتے تھے۔

اپنے ماننے والوں کو سوچنے سمجھنے کے لیے ذہنی طور پر آزاد رکھتے تھے۔ ان کے دلوں سے رعب و خوف کو دور کرنے کے لیے ہنسی مذاق بھی کرتے تھے اور کھیلوں کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ حقیقتاً کھیل کے ایک واقعہ کے سبب ہی ان کی زندگی میں انقلاب آیا اور انھوں نے سنیاس اختیار کی۔ اس کے بعد اگرچہ انھیں کئی شادیوں کے جھمیلوں میں جکڑا گیا لیکن انھوں نے سب سے اپنی گلوخلاصی حاصل کر لی اور الگ ہو گئے۔ اپنی سادگی پسندی سے انھوں نے عوام کی بہبودگی میں کافی دلچسپی لی۔ شاہانہ استقبال کو انھوں نے کبھی پسند نہیں کیا کیونکہ اس سے خود بینی پیدا ہوا کرتی ہے۔ مال و دولت کا حرص کبھی نہیں کیا۔ چوروں کو بھی کشادہ پیشانی سے خوش آمدید کہتے تھے کہ اس طرح وہ اپنے جرم سے باز آجائیں اور انھیں "مہاتما" کہہ کر بات کہتے تھے۔ اونچ نیچ کے قائل نہیں تھے۔ چھوت اچھوت کو یکساں سمجھتے تھے۔ ایک موچی ان کی جسمانی خوبصورتی سے متاثر ہو کر ان کا گرویدہ ہو گیا۔ انھوں نے جوگیشوری میں تین موچیوں کو درشن دیا، ان کے ہاتھ سے مٹھائی کھائی اور پھر اسے "پرساد" کے طور پر تقسیم کیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کے سماجی ڈھانچے میں ان کے اس قسم کے افعال سے کتنا انقلاب رونما ہوا۔

پیدائش کے لحاظ سے چکر دھر گجراتی تھے لیکن مراٹھی پر انھیں زبردست عبور حاصل تھا اور کئی علوم میں کمال رکھتے تھے۔ چنانچہ مہائم بھٹا کو انھوں نے سنسکرت میں گفتگو کرنے میں شکست دی تھی۔ پرچار کرتے

دیپ مندر، بیلا پور کا
صدر دروازہ
یہ مندر شری چکر دھر سوامی مندر کے
نام سے بھی مشہور ہے۔

سنسکرت جملے عموماً بے ساختہ دہرایا کرتے تھے۔ وہ پرچار گجراتی
رتے تھے اگرچہ انھوں نے مراٹھی میں بھی پرچار کیا۔
شری چکر دھر سنسکرت کی دھارمک اور ادبی کتابوں پر اچھا عبور
تے تھے اور "شرتی۔ سمرتی۔ پرانوں" پر بھی بلکہ مہانوبھاو کے کئی اُمور و
ل گیتا سے ہی ماخوذ ہیں۔
سوامی جی گھوڑوں کی بابت اچھی معلومات رکھتے تھے۔ ان کی کئی بیماریو
ے واقف تھے اور ان کی دوائیں جانتے تھے۔ ڈانسنگ کے "آرٹ"
ے آپ کو محبت تھی۔ آپ علم نجوم بھی جانتے تھے۔ کسانی سے بھی آپ
بستہ رہ چکے تھے۔

عدم تشدد اُن کا دائمی طریقہ تھا۔ انھوں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا
"لیلا چرتر" عدم تشدد کے سلسلے میں ان کے جذبات کا آئینہ دار ہے
جس میں شروع سے آخر تک اس کا موقع موقع سے انھوں نے ذکر
کیا ہے۔
پیدائشی گجراتی ہوتے ہوئے بھی چکر دھر مہاراشٹر آئے اور اپنے
مہانوبھاو کا پرچار سلیس مراٹھی میں مہاراشٹر میں کرتے رہے۔ یہی وجہ
ہے کہ اس سنت کی فلاسفی اور خود سنت مہاراشٹر میں لاکھوں کو بے حد
عزیز ہیں۔

انبالہ تالاب، رام ٹیک۔ ضلع ناگپور کا دلکش منظر

صدر مہند شری گیانی ذیل سنگھ کے اعزاز میں ۲۱ اگست کو راج بھون بمبئی میں لوک برادری کی طرف سے کچرل پروگرام پیش کیا گیا۔ زیر نظر تصویر میں صدر موصوف فنکاروں کے رقص سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ تصویر میں گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما اور وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان کو دیکھا جاسکتا ہے۔

صدر جمہوریۂ ہند کا بمبئی میں پرجوش خیر مقدم

صدر جمہوریۂ ہند شری گیانی ذیل سنگھ ۲۱ اگست کی دوپہر ہندستانی فضائیہ کے ایک خصوصی طیارے "راج دوت" کے ذریعے اپنے چار روزہ دورے کے لیے بمبئی تشریف فرما ہوئے۔ صدر موصوف کے خیر مقدم کے لیے مہاراشٹر کے گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما، وزیر اعلیٰ شری ایس بی۔ چوان اور شریمتی چوان ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ بعد ازاں صدر جمہوریۂ ڈاکٹر شرما اور شری چوان کے ہمراہ بذریعہ ہیلی کاپٹر راج بھون روانہ ہوگئے۔ صدر شری گیانی ذیل سنگھ کے ہمراہ ان کی دختر کماری امرجیت کور بھی تھیں۔

گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے راج بھون میں صدر ذیل سنگھ کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا جس میں وزیر اعلیٰ، آپ کی کابینہ کے رفقار شرا اور دوسری سرکردہ شخصیتیں شریک تھیں۔

۲۲ اگست کو صدر موصوف نے بمبئی ویٹنری کالج کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر نہرو سینٹر آڈیٹوریم میں کلیدی خطبہ پڑھا۔ اس موقع پر مہاراشٹر کے وزیر زراعت شری جگن ناتھ راؤ ...

صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ ۲۲ اگست کو نہرو سنٹر میں بمبئی وٹرنری کالج کی صد سالہ تقریب کے موقع پر کالج کی طرف سے شائع کردہ یادگار کتاب کا اجراء کرتے ہوئے۔ زیر نظر تصویر میں گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما اور وزیر اعلیٰ شری اے بی۔ کی۔ چوان بھی دیکھے جا سکتے ہیں

صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ نے ۲۲ اگست کو بمبئی کے بھارتیہ ودیا بھون میں راجہ جی کی تصنیف کردہ رامائن مہابھارت کی تین لاکھ جلدوں کا اجراء فرمایا۔ زیر نظر تصویر میں شری نا گردھاری لال مہتا، وزیر اعلیٰ شری ناشنکر راؤ چوان، شری پردیپ چندر گپتا، اور ایم اے غامس دیکھے جا سکتے ہیں۔

...نے، جو کرکوکن زرعی یونی ورسٹی کے وائس چانسلر ہیں، جس سے یہ کالج وابستہ ہے۔ صدر جمہوریہ کا خیر مقدم کیا۔

بھارتیہ ودیا بھون میں سی راج گوپال اچاریہ کی رامائن اور مہابھارت اور گرو دیو راناڈے کی فلسفہ اپنشد کا سروے نامی کتابوں کی رسم اجراء کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے صدر موصوف نے فرمایا کہ:

"آج کی مادہ پرست دنیا میں بھی اگر ہم اپنے کارناموں کی بنیاد روحانیت اور اخلاقی قدروں پر نہ رکھیں تو ہمارا ہر کارنامہ لایعنی ہو کر رہ جائے گا۔

آپ نے فرمایا کہ ہر انسان کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ نہ صرف انسانیت کو سمجھنے کی کوشش کرے بلکہ نفرت سے احتراز کرتے ہوئے وہ اس سے پیار بھی کرے۔

...می لوح

مویشیوں کی افزائش پر توجہ دیجئے

صدر جمہوریۂ ہند شری ذیل سنگھ کا مشورہ

صدر جمہوریہ شری گیانی ذیل سنگھ نے مویشیوں کی افزائش نسل کی ترقی پر مزید زور دیا تاکہ ناقص غذائیت کے خطرے کو دور کیا جا سکے۔

بمبئی ڈیٹنیری کالج کی صد سالہ تقریبات میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے صدر جمہوریہ نے کہا کہ صدی کے آخر تک ناقص غذائیت کا مسئلہ خطرناک صورت حال اختیار کرے گا اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے معیاری اور زیادہ تعداد میں مویشیوں کی ضرورت ہے۔

شری ذیل سنگھ نے مویشیوں کے علوم اور علم مویشیان کے گریجویٹس کے معیار کو بلند کرنے پر بھی زور دیا۔

وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان نے نشاندہی کی کہ افزائش مویشیان ترمیم شدہ ۲۰ نکاتی پروگرام کا اہم حصہ ہے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اگر ہم رامائن کی تعلیمات پر عمل کریں تو ملک کو درپیش حالات سے ہم بآسانی نمٹ سکتے ہیں"

ہندوستان اس لحاظ سے بڑا ہی خوش قسمت ملک ہے کہ یہاں بڑے بڑے سادھو، رشی، منی اور صوفیوں نے جنم لیا۔ ہمارے ان بزرگوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین اور نصیحت کی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے ان کی تعلیمات کا الٹا اثر لیتے ہوئے علیحدگی پسندی اور انتشار جیسی باتوں میں دلچسپی لینی شروع کر دی۔

صدر موصوف نے لوگوں کو نصیحت کی کہ وہ ملک کے لوگوں میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ملک مستحکم اور خوشحال بن سکے۔

ہم اپنے آپسی اتحاد ہی کے بل بوتے پر نہ صرف مادرِ وطن کا بلکہ خود اپنے اقدار اور سالمیت کا بھی دفاع کر سکتے ہیں۔

صدر موصوف نے فرمایا کہ ہندوستان روحانی صبر و تحمل اور پیار کا نمائندہ ملک ہے۔ جو لوگ مذہب کے نام پر نفرت پھیلا رہے ہیں وہ بذاتِ خود مذہب کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ شری چوان بھی موجود تھے۔

بھارت جین مہامنڈل کے ۴۵ ویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر گیانی ذیل سنگھ نے فرمایا کہ اتحاد اور قومی سالمیت کے پیشِ نظر ملک کے مختلف مذہبی اور دیگر جماعتوں کو اپنے اختلافات کم سے کم کرنا چاہیے۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے صدر نے تمام مذہبی طاقتوں سے کہا کہ آج چند انتشار پسند طاقتیں ملک میں انتشار پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے ان کے ان گھناؤنے منصوبے کو ناکام بنا دیں۔
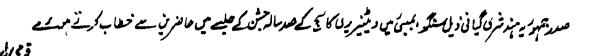
صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ، بمبئی میں ڈیٹنیری کالج کے صد سالہ جشن کے جلسے میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے

ایس۔ کے مِتّل
پروفیسر تاریخ، میرٹھ کالج، میرٹھ

لوکمانیہ تلک کا ورثہ

لوک مانیہ بال گنگا دھر تلک جدوجہد آزادی کے ایک ممتاز رہنما تھے۔ وہ ایک عظیم دانشور اور مفکر تھے۔ وہ دادا بھائی نوروجی و مہاتما گاندھی اور قومی تحریک کے مابین رابطے کی حیثیت رکھتے تھے۔ دادا بھائی نوروجی نے کلکتہ کانگریس (۱۹۰۶ء) میں سوراج کا عَلَم بلند کیا اور تلک نے لفظ سوراجیہ کو ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا اور اعلان کیا کہ

"سوراجیہ میرا پیدائشی حق ہے اور میں اسے حاصل کرکے رہونگا"

گاندھی جی نے اس پیدائشی حق کے حصول کے لیے ستیہ گرہ کا استعمال کیا۔

۲۳ جولائی ۱۸۵۶ء کو پیدا ہونے والے تلک نے گذشتہ صدی کی آٹھویں دہائی میں عوامی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۸۸۰-۹۰ء کے درمیان ان کے سیاسی اور عالمی نظریات کی تشکیل ہوئی۔ اس دہائی میں انھوں نے تعلیم کے کارِ عظیم کے ساتھ سیاسی تشہیر میں بھی حصہ لینا شروع کیا۔ تعلیمی مقاصد کے لیے انھوں نے برطانوی سرکار کے کنٹرول سے آزاد تعلیمی ادارہ قائم کیا اور سیاسی نظریات کی تشہیر کے لیے دو ہفتہ وار اخبارات "مراٹھا" اور "کیسری" جاری کئے۔

آئندہ برسوں میں تلک برطانوی سرکار کے خلاف سرگرم سیاست میں حصہ لینے لگے اور ساتھ ہی عوام کو اس جدوجہد میں شریک کرنے کے لیے حکمت عملیاں اختیار کیں۔ اپنی شخصی مثال سے انھوں نے ثابت کر دیا کہ محض مصائب اور قربانیاں ہی سیاسی آزادی دلا سکتی ہیں۔ ان کے ۴۰ سال سے زائد عرصے پر محیط عوامی زندگی قربانی مصائب اور بے لوث خدمات سے عبارت ہے۔

پیدائشی لیڈر

تلک جلد ہی جان گئے کہ ہندستان اور انگلینڈ کے مفادات ٹکراتے ہیں اور یہ ٹکراؤ ناگزیر ہو گیا ہے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ برطانوی حکمرانوں کے ساتھ نرم رویہ اب نہیں چل سکتا۔ ان کا خیال تھا کہ ان پڑھ دیہاتیوں کو بھی سیاسی بصیرت کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ عوام کو سیاسی دھارے میں شامل کرنے کے لئے انھوں نے 'گنپتی' اور 'شیواجی' تہواروں کا انعقاد شروع کیا۔

جب ۹۷-۱۸۹۶ء میں ہندستان شدید قحط اور گلٹی دار طاعون کی خوفناک وبا کا شکار ہو گیا تو تلک نے اراضی محصول کی ادائیگی روک دینے کے لیے کہا۔ انھوں نے کسانوں سے کہا کیا تم بزدلی اور فاقہ کشی سے مرنا چاہتے ہو؟ اگر تمہارے پاس پیسہ ہے تو بیشک حکومت کے تمام واجبات ادا کر دو لیکن اگر تمہارے پاس پیسہ نہیں ہے تو کیا تم ایک ماتحت سرکاری افسر کے غیض و غضب سے بچنے کے لیے اپنی چیزیں فروخت کر دوگے؟ کیا تم موت کے شکنجے میں پھنسے ہونے کے باوجود ذرا جرأت سے مظاہرہ نہیں کر سکتے؟

بے باک صحافی

"مراٹھا" اور "کیسری" میں ہر ہفتے وہ ایسے مضامین بیباکی سے شائع کرتے تھے جن میں اس نوآبادیاتی نظام کے تباہ کن اثرات کی وضاحت ہوتی تھی جس نے ہندستان کے سماجی و سیاسی ڈھانچے کو کھوکھلا کر دیا تھا۔

انھوں نے اپنی تحریروں سے خود کو حکومت کا معتوب ٹھہرالیا اور

تین مرتبہ ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آخری دو مقدموں نے کافی مقبولیت حاصل کی اور ہندوستان میں برطانوی راج کی بنیادیں ہلا دیں۔

۱۸۹۷ء میں تلک کو برطانوی سرکار کے خلاف نفرت پھیلانے کا مجرم قرار دیا گیا۔ جج نے ایک بااثر شخصیت کی حیثیت سے ان سے خطاب کیا۔ اس نے کہا کہ تم ایک بااثر شخص ہو اور تمہارے لوگ تمہاری ذہانت، گراں قدر اہلیت اور طاقت کے سبب تمہاری رہنمائی کے خواہاں ہیں اور جج نے انھیں ۱۸ ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی۔ جیل سے رہا ہونے پر ان کا ایک ہیرو جیسا استقبال کیا گیا۔

کل ہند رہنما

اب تلک ایک کل ہند رہنما بن چکے تھے۔ لارڈ کرزن کی پالیسی اور خاص طور پر ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال نے ملک بھر میں بے عزتی کی لہر دوڑا دی اور قوم پرستوں کی تحریک نیز رفتار ہو گئی۔ تلک نے سوراج، سودیشی، بائیکاٹ اور قومی تعلیم کے پروگرام کا اعلان کیا۔ ۱۹۰۷ء میں کلکتہ کے ایک جلسے میں انھوں نے کہا:

> ہم مسلح نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس ایک مضبوط اور سیاسی ہتھیار بائیکاٹ ہے۔ ہم انھیں محصول جمع کرنے میں مدد نہیں دیں گے اور امن برقرار رکھیں گے۔ ہم انھیں سرحدوں پر ہندوستان کے باہر ہندوستانی خون اور رقم پر جنگ لڑنے میں مدد نہیں دیں گے۔ ہم انھیں محصول نہیں ادا کریں گے۔

اس طرح بائیکاٹ کو جنگ کے نعم البدل کی حیثیت سے اختیار کیا گیا۔ ان کے چار پہلوی پروگرام نے کانگریس میں ہی اندرونی اختلافات پیدا کر دیے۔

تلک کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور ہندوستانیوں کے بڑھتے ہوئے جذبۂ قوم پرستی سے بوکھلا کر حکومت برطانیہ نے ۱۲ مئی اور ۹ جون ۱۹۰۸ء کو "کیسری" میں شائع کردہ دو مضامین کی بنیاد پر تلک پر مقدمہ چلانے کے احکامات جاری کر دیے۔ مقدمہ ۱۳ جولائی کو شروع ہوا۔ محمد علی جناح نے انھیں ضمانت پر رہا کرانے کی کوشش کی مگر بے کار۔ تلک نے آخر کار ۲۱ گھنٹوں کی تاریخی تقریر کی۔ انھیں چھ سال کی کالے پانی کی سزا سنائی گئی اور ان کی قید پر سارے ہندوستان کی آنکھیں بھر آئیں۔ وائسرائے لارڈ منٹو کا خیال تھا کہ:

"تلک جیسے مقبول احتجاج کنندہ کے ساتھ کسی بھی قسم کی نرمی برتنے کا موقع نہیں ہے"۔

سر ویلنٹائن چیرول کا خیال تھا کہ ۱۹۰۸ء میں ان کو دی جانے والی سزائے قید نے ہندوستانی باغیوں کو ان کے سب سے قابل اور پرعزم رہنما سے دور کر دیا تھا۔

ہوم رول تحریک

کرما کی تھیوری میں یقین رکھنے والے ایک لمحے بھی بے کار نہیں رہ سکتے۔ چھ سال کالے پانی کی سزا نے ان کے ارادوں کو کمزور نہیں کیا بلکہ وہاں کے مصائب نے انھیں فو
اینی بیسنٹ کے ساتھ تلک نے ہوم رول کو ہندوستان میں مقبول عام کیا۔ لکھنؤ کے مشہور یادگار اجلاس میں ۱۹۱۶ء انھوں نے کانگریس کے اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کو یکجا کیا۔

سماجی انقلابی

تلک سماجی یا اندرون ملک اصلاحات کے سخت مخالف چوں کہ ان کا خیال تھا کہ اس سے غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف [illegible] سے توجہ ہٹ جائے گی۔ وہ سیاسی کارگزاری کو ترجیح دیتے [illegible] کی مخالفت کا اصل مقصد سمجھے بغیر لوگ انھیں سماجی انقلاب کا قرار دیتے ہیں۔ جب کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں ایک سماجی انقلابی تھے۔ ایک مرتبہ خود انھوں نے کہا کہ حکومت کی جانب شراب بندی کی توقع کرنا بے کار ہے۔ یونین کو چاہیے کہ کوششوں سے ظاہر کرے کہ وہ شراب پینے پر مصائب جھیلنے دیتے ہیں۔

اپنی وفات سے قبل ۱۹۲۰ء میں انھوں نے کانگریس ڈیمو پارٹی بنائی تاکہ ملک ۱۹۱۹ء میں جاری کردہ ضابطے کے مطا کے لیے تیار ہو سکے۔ انتخابی منشور میں تلک نے ہندوستانیت کی توسیع، سیاسی حق رائے دہندگی، رسم و رواج اور ذات کی بنیادوں پر پائی جانے والی تمام سماجی نااہلیت کو دور شامل کیا تھا۔

اگر گاندھی جی بابائے قوم تھے تو تلک یقیناً ہندوستانی قوم بابا تھے۔ اے کاش ان کی زندگی [illegible]

پروفیسر) جگن ناتھ آزاد

مولانا آزاد کا شعری ذوق

شعری ذوق کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ اس کے لئے کوئی اصول یا ضابطہ طے نہیں کیا جاسکتا۔ میرا ذوقِ شعر آپ کے ذوقِ شعر سے مختلف ہے۔ آپ کو ایک شعر پسند ہے مجھے نہیں پسند۔ میں کسی شاعر کو بہت اچھا شاعر مانتا ہوں، آپ اسے شاعر تسلیم نہیں کرتے ان تمام حقائق کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بحیثیت مجموعی نقادانِ فن کا خاصی تعداد میں شعراء یا ان کے اشعار کے اچھے یا معمولی ہونے پر اتفاق رائے بھی ہے اور یہی اتفاقِ رائے بغیر کسی ضابطے کے، میزان بھی ہے اور معیار بھی۔

آج تو نقد و نظر کا قافلہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ نثری شاعری بھی معروضِ وجود میں آگئی ہے اور ویسے مولانا شبلی نے بھی کہہ دیا تھا کہ شعر کے لئے وزن کی ضرورت نہیں ہے تاہم صوتی آہنگ شاعری کا ایک معیار رہا ہے اور اچھے شعر کی پہچان میں صوتی آہنگ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

میرے لڑکپن کے زمانے میں ذوقِ ادب کی پرورش کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ شاعری میں استادی شاگردی یا اصلاحِ شعر کے معاملے کو چھوڑ دیئے، اس کے علاوہ بھی کچھ مدت پہلے تک شعری ذوق کی پرورش کے لئے ماحول کی موجودگی ضروری سمجھی جاتی تھی جو وجدان کی تربیت کے لئے ممد و معاون ثابت ہو سکے۔ ویسے آج بھی مدرسے کالج یا یونیورسٹی میں استاد چاہے خود شاعر نہ ہو اس سے یہ توقع یہ کی جاتی ہے کہ کسی شاعر کا کلام پڑھاتے وقت وہ طلبہ کو محض شعر کے معانی ہی سے آشنا نہ کرے بلکہ ایسا فرض ادا کرے کہ طالبِ علم شعر سے لذت اندوز ہو سکے اور یہ فرض صرف استاد ہی پر آکر ختم نہیں ہو جاتا۔ ادبی محفلوں اور ادبی گفتگو میں بھی اس طرح کی منزلیں طے ہوتی رہتی ہیں۔ جو لوگ شبلی، حالی، سید سلیمان ندوی، ظفر علی خان، اقبال، حسرت موہانی، غلام رسول مہر، جگر، فراق، محروم، جوش، جمیل مظہری، امجد حیدر آبادی، عبدالمجید سالک، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سید عبداللہؒ اور اس مزاج کے دوسرے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے ہیں۔ وہ اس معاملے میں میرے ہمنوا ہوں گے۔

مولوی سید میر حسن شاعری میں اقبال کے استاد نہیں تھے ویسے مدرسے میں ان کے استاد تھے لیکن داغ سے بھی پہلے اقبال کے ذوقِ شعر کی پرورش مولوی سید میر حسن ہی نے کی۔ انہوں نے "سردِ آزاد" انہیں سبقاً سبقاً پڑھائی اور "سردِ آزاد" نامی کتاب کا انتخاب ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ مولوی سید میر حسن کے سامنے مقصد کیا تھا۔ اقبال کا ابتدائی کلام دیکھئے۔ اس میں تضمین کے اکثر اشعار وہی ہیں جو اقبال نے "سرد آزاد" میں پڑھے تھے۔

تو کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ مولانا آزاد کی ذہنی تربیت بھی ایک ایسے ماحول میں ہوئی تھی جس کی بدولت رچا ہوا ادبی اور شعری ذوق اس ماحول میں بیٹھنے والے کا جزو مزاج بن جایا کرتا تھا۔ ان کے والد مولوی خیرالدین ایک خاندانی عالم تھے مولانا آزاد کا اوڑھنا بچھونا عربی فارسی اور اردو ہی رہی۔ ذوقِ شعر تو بندۂ فیاض ہی سے ملتا ہے لیکن ادبی ماحول اور ادب کا مطالعہ اس ذوق میں جلا پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ کچھ تو ماحول کے

بیض سے اور کچھ مطالعۂ کتب کے طفیل مولانا آزاد کا شعری ذوق
بارہ تیرہ برس ہی کی عمر میں ان کی تخلیقِ شعر کی صورت میں اہلِ نظر
کے سامنے آیا۔ اس سلسلے میں مولانا خود اپنے ایک خط[1] میں
لکھتے ہیں۔

۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ بمبئی سے
حکیم عبدالحمید فرخ نے جو "پنچ بہادر" نکالا کرتے تھے
ایک گلدستہ "ارمغانِ فرخ" کے نام سے نکالا اور
کلکتہ میں بعض شعراء اس کی ماہواری طرحوں پر
مشاعرہ کرنے لگے۔ ایک مرتبہ اس کی طرح تھی :-
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی
میں نے گیارہ شعر کی غزل لکھی۔ تین شعر مزخرفات کے
اب تک ذہن نے ضائع نہیں کئے

نشتر بدل ہے آہ کسی سخت جان کی
نکلی صدا تو فصد کھلے کی زبان کی
گنبد ہے گردباد تو ہے شامیانہ گرد
شرمندہ میری قبر نہیں پاسبان کی
آزاد! بے خودی کے نشیب و فراز دیکھ
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

یہ ان کا بارہ تیرہ سال کی عمر کا کلام ہے اور وہ بھی
۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کہا ہوا جب ہندوستان بھر میں داغ
اور امیر کا طوطی بول رہا تھا اور ان ہی کے انداز میں شعر کہنا کمالِ فن
سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب اقبال ایسا شاعر بھی غزل میں
اس طرح کے مصرعے کہہ رہا تھا
چلئے ذرا حضور دوپٹہ سنبھال کے

اس لئے ان اشعار پر تبصرہ کرنے کے عوض میں یہ زیادہ مناسب
سمجھتا ہوں کہ مولانا آزاد کے اسی مذکورہ خط میں مندرج خود مولانا کی
رائے ان اشعار سے متعلق بیان کر دی جائے۔ یہ خط ۳ دسمبر ۱۹۳۶ء
کا ہے۔ گویا مولانا چھتیس برس بعد ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے
ان کے متعلق رائے دے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں

یہ اشعار اب کس قدر لغو معلوم ہوتے ہیں
لیکن اس وقت ان ہی لغویات نے لوگوں کو متحیر کر دیا
تھا۔ آج بھی جب کہ چھتیس برس گزر چکے ہیں اپنی وہ
وہ خوشی پوری طرح محسوس کر رہا ہوں جو مجھے اس
وقت محسوس ہوئی تھی جب "ارمغانِ فرخ" میں یہ
غزل چھپ کر آئی تھی اور زندگی میں پہلی بار میں نے
اپنا نام رسالے میں چھپا ہوا دیکھا تھا۔

اس خط میں آگے چل کر مولانا اپنے ایک اور شعر کا ذکر
کرتے ہیں۔ یہ شعر اور اس کا یہ تمام ذکر اکثر مصنفین نے اپنے
مقالات میں بغیر حوالے کے کیا ہے۔ میں یہ شعر اور واقعہ مولانا
آزاد کے لفظوں ہی میں بیان کر رہا ہوں جس سے مولانا کی صلاحیت
شعر گوئی پر نہیں بلکہ صلاحیت شعر فہمی پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ میرے
نزدیک شعر گوئی سے شعر فہمی زیادہ مشکل کام ہے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

اس زمانے میں مرزا غالب کے ایک شاگرد
نادر شاہ خان شوخ رامپوری کلکتے میں مقیم تھے انہیں
کسی طرح یقین نہیں ہوتا تھا کہ جو غزلیں میں سناتا ہوں
میری ہی کہی ہوئی ہیں۔
ایک دن مسجد سے نکل رہا تھا کہ ان سے مڈبھیڑ
ہوگئی۔ مجھے پکڑ کر ایک کتب فروش کی دکان پر لے
گئے جس کی دکان مسجد سے متصل تھی۔ کہنے لگے ایک
شاگرد نے جان عذاب میں ڈال دی ہے۔ چند شعر
اسی وقت کہہ دو۔
میں سمجھ گیا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے
زمین بتلائی ۔ یاد نہ ہو، شاد نہ ہو۔ میں نے وہیں
بیٹھے بیٹھے چھ شعر لکھ دیئے۔
کہنے لگے اشعار کی تعداد طاق ہونی چاہیئے۔ میں
نے ایک شعر اور کہہ دیا
وعدۂ وصل بھی یہ کچھ طرفہ تماشے کی ہے بات
میں تو بھولوں نہ کبھی ان کو کبھی یاد نہ ہو

---

[1] مولانا آزاد کا یہ خط جو غلام رسول مہر کے نام ہے مولانا آزاد کی
ایک غیر مطبوعہ تحریر کے عنوان سے اکثر اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکا
ہے۔ "قومی آواز" لکھنؤ اور "مدینہ" بجنور نے اس پر یہی عنوان دیا ہے
یعنی "مولانا آزاد کی ایک غیر مطبوعہ تحریر"۔ آزاد ہند کلکتہ نے اس
خط کا یہ عنوان قائم کیا ہے۔ "اپنی ابتدائی شاعری، اخبار نویسی اور
علمی و ادبی سرگرمیوں پر مولانا آزاد کا تبصرہ" میں مذکورہ خط کا متعلقہ
حصہ مدینہ بجنور (یکم مئی ۱۹۵۰ء) سے نقل کر رہا ہوں۔
مہر صاحب کی وہ کتاب اس وقت میرے سامنے نہیں ہے جس
میں یہ خط چھپا ہے۔

کہنے لگے صورت سے تو دس بارہ برس کے صاحبزادے
معلوم ہوتے ہو لیکن خدا کی قسم عقل باور نہیں کرتی۔

اب دیکھئے مولانا نے اس شعر کے بارے میں نہیں کہا کہ شعر اب کس قدر لغو معلوم ہوتا ہے۔ یہ شعر یقیناً اچھا شعر ہے ان تین اشعار سے تو کہیں بہتر ہے جو پہلے درج کئے جا چکے ہیں۔

یہاں سے مولانا آزاد کی اردو یا فارسی شاعری پر تبصرہ مقصود نہیں ہے کیونکہ موضوع "مولانا آزاد کا شعری ذوق" خود اس بحث کا رخ متعین کر رہا ہے۔ اس لیے یہاں میں ان کے اردو اور فارسی کلام پر بحث نہیں کروں گا ورنہ کہتا کہ مولانا نظم اور غزل کے علاوہ رباعی ایسی ظالم صنفِ سخن پر بھی قادر تھے اور جس قدر اردو میں لکھا اتنا ہی فارسی میں وغیرہ وغیرہ۔ ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ مولانا کی نثر کے بعض حصّے ایسے ہیں جن میں شاعرانہ رنگ موجود ہے اور یہ نثر ان کے رچے ہوئے شعری ذوق کی غمازی کر رہی ہے۔ مثلاً تذکرہ کا یہ اقتباس دیکھئے "کبھی سرو کی بلند قامتی پر رشک آیا تو سربلندی و سرافرازی کے لئے دل خون ہوا۔ کبھی سبزۂ پامال کی خاکساری و افتادگی پر نظر پڑ گئی تو اپنے پندار اور خود پرستی پر شرم آئی۔ کبھی بادِ صبا کی روش پسند آئی تو اقامت گزینی سے وحشت ہوئی۔ آوارگی و رہ نوردی کی دل میں ہوا سمائی۔ کبھی آبِ رواں کی بے قیدی و بے تعلقی اس طرح جی کو بھائی کہ پابندیوں اور گرفتاریوں پر آنکھوں نے آنسوؤں اور دل نے زخموں کے ساتھ ماتم کیا۔ پھولوں کو جب کبھی مسکراتے دیکھا تو اپنی آنکھوں نے بھی رونے میں کمی نہ کی اور درختوں کو جب کبھی جنبش ہوئی، شاخوں نے جھوم جھوم کر وجد کیا تو اپنی سنگینی اور بے حسی بھی ضرور یاد آ گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بجلیاں کوندتی رہیں، بادل گرجتے رہے لیکن افسوس کہ نیند بھی بڑی ہی سخت تھی اور پشتِ غفلت کسی بڑے ہی تازیانے کا انتظار کر رہی تھی۔

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دُعا ہی ورنہ صدا
درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

مگر اس قسم کی مثالوں سے اپنی بات میں وزن پیدا کرنا ذرا دشوار ہے۔ اس لئے کہ اردو میں ایسے بہت سے نثر نگار ہیں جن کی نثر شاعرانہ انداز کی حامل ہے لیکن ان کا شعری ذوق مشکوک ہے بلکہ بعض صورتوں میں تو معدوم ہے لیکن مولانا آزاد کے بارے میں چونکہ یہ بات نہیں کہی جا سکتی اس لئے میں نے ان کے بیسیوں شاعرانہ نثر پاروں میں سے ایک بطور مثال پیش کر دیا ہے۔

جیسا کہ گذشتہ سطور سے ظاہر ہے مولانا ابو الکلام آزاد کا شعری ذوق منجھا ہوا تھا، بہت بلند تھا۔ متانت اور توازن کی خصوصیات سے بریز تھا۔ ان کے انتخابِ شعر کا معاملہ یہ تھا کہ نثر میں جہاں کہیں شعر یا مصرعے لاتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ شعر یا مصرعے اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔ ویسے اچھی نثر کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس میں اشعار کی بھرمار نہیں ہونا چاہیئے (شاعری پر تنقیدی مضمون کی بات دوسری ہے) لیکن ہمارے یہاں ایک دور ایسا گذرا ہے کہ مصنف اپنی نثر کو جگہ جگہ اشعار سے مزیّن کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے مصنفین میں حضرت نیاز فتح پوری، مولانا غلام رسول مہر اور جناب جوش ملیح آبادی کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں ——
جوش صاحب کی اشعار سے لبریز نثر تو خیر خاصی تصنع آمیز تحریر کا نمونہ ہے۔ نیاز فتح پوری اور غلام رسول مہر کی نثر میں بھی اشعار کا انتخاب وہ جادو نہیں جگا سکا جو مولانا آزاد کے حصّے میں آیا ہے۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مولانا ان اشعار کا انتخاب پہلے سے کر لیتے تھے جو انہیں اپنی مجوزہ تحریر میں استعمال کرنا ہوتے تھے۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس بات کا کوئی ثبوت ہم تک نہیں پہنچایا لیکن جب ہم مولانا کی نثر پر نظر ڈالتے ہیں اور اس میں موقع و محل کی مناسبت سے برمحل اشعار یا مصرعوں کی شمولیت دیکھتے ہیں تو عبدالرزاق ملیح آبادی کی بات کا یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں سوال کسی شعر کو نثر میں استعمال کرنے کا نہیں ہے بلکہ اس کے انتہائی برمحل استعمال کا ہے اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب نثر لکھنے کے دوران میں شعر خود بخود یاد آ جائے۔ پہلے سے جمع کئے ہوئے اشعار وہ بے ساختہ پن پیدا نہیں کر سکتے جو موقع اور محل کی مناسبت سے خود بخود یاد آ جانے والے اشعار پیدا کر سکتے ہیں۔ اشعار کے یاد آ جانے کا تعلق صرف ذوقِ شعر ہی سے نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ حافظے سے بھی ہے اور مولانا ابو الکلام آزاد کے سوانح حیات کے اوراق اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ وہ قسامِ ازل سے ایک غیر معمولی حافظہ لے کر آئے تھے۔ غبارِ خاطر،

؎ تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی — اب زندہ دل کہاں ہے باقی ساقی
میخانے نے رنگ روپ بدلا ایسا — میکش میکش رہا نہ ساقی ساقی

ہی کو لے لیجئے۔ یہ کتاب کسی کتب خانے میں بیٹھ کے نہیں
لکھی گئی جہاں حوالے کے لئے جو کتاب آپ چاہیں آپ کو مل سکتی
ہے۔ یہ کتاب قید خانے میں لکھی گئی۔ وہاں حوالے دیکھنے کے
لئے کتابیں کہاں۔ وہاں اُن کا حافظہ ہی ان کا کتب خانہ تھا اور
ان کا وجدان ہی ان کا رہنما۔ اور اس کتاب میں صرف متفرق اشعار
ہی نہیں، دس دس مسلسل اشعار اس میں موجود ہیں۔ مولانا کے
حافظے کا ذکر کرنے سے اور انہیں کیا کچھ حفظ تھا۔ نثر میں
بھی اور نظم میں بھی اس کی مثالیں دینے سے بات اپنے مقصد
سے دور جا پڑے گی ورنہ ایسی مثالیں ایک دو نہیں ہیں بیسیوں
ہیں۔ راقم التحریر کو خود اس کے حافظے کی حیرت انگیز صلاحیتوں
کا تجربہ ہے۔ اس سلسلے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں " ایک دن
عرفی کے اس مشہور قصیدے کا ذکر آ گیا

جہاں بگردم و دردا بہ ہیچ شہر و دیار
نہ یافتم کہ فروشند بخت در بازار

اور مولانا نے اس قصیدے کا حسن بیان کرتے ہوئے پورا قصیدہ
زبانی سنا دیا۔" در اصل ان کے حافظے کا ذکر شعر کے تعلق سے
اس لئے ضروری ہے کہ شعر کے تعلق سے ان کا حافظہ اور شعری
ذوق مل کے ایک اکائی بن جاتے ہیں۔ اردو میں انہیں میر اور
غالب کا کلام بہت پسند تھا اور ان کے سینکڑوں اشعار انہیں
زبانی یاد تھے۔ اسی سے ان کے ذوقِ شعری کی بلندی کا اندازہ لگایا
جا سکتا ہے۔

اردو اور فارسی کے کسی شعر یا مصرعے کے نثر میں استعمال
کے متعلق مولانا کی جس خصوصیت نے مجھے خاص طور سے متاثر
کیا ہے یہ ہے کہ جہاں کہیں مولانا نے شعر کا صرف ایک مصرع
استعمال کیا ہے اور اس مصرعے کو مکمل شعر کی صورت میں دیکھنے
کے لئے میں نے پہلا یا دوسرا مصرع تلاش کیا ہے تو میں ہمیشہ
اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس شعر کا پہلا یا دوسرا مصرعہ واقعی اس
قابل نہیں ہے کہ اس موقع پر استعمال کیا جا سکے۔ یا تو غیر استعمال
شدہ مصرع کمزور نظر آیا اور زیادہ معنی و مفہوم کے اعتبار سے
اس مقام کے لئے موزوں نظر نہیں آیا۔ یہ مولانا آزاد کے شعری
ذوق کی دقتِ نظری پر دلالت ہے۔ مثلاً "غبارِ خاطر" کے ایک
خط کا یہ حصّہ دیکھیے۔

" صحن کے شمالی کنارے میں نیم کا ایک تناور درخت
ہے۔ اس پر گلہریوں کے جھنڈ کودتے پھرتے ہیں۔

انہوں نے جو دیکھا کہ

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

تو توبہ اُ "لبیک لبیک" اور مرحمت عالی زیاد کہتے ہوئے
اس دسترخوانِ کرم پر لوٹ پڑیں۔

یاران صلائے عام است گرمی کنید کارے

اب دیکھیئے پہلا مصرع غالب کا ہے۔ پورا شعر یہ ہے۔

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

اب اس شعر میں سے پہلے مصرع کو نظر انداز کرنا اور
موقع و محل کی مناسبت کے پیشِ نظر دوسرے مصرعے کو منتخب کرنا
مذاقِ انتخاب کی انتہائی لطافت کی دلیل ہے۔ دوسرا شعر حافظ شیرازی
کا ہے اور مذکورہ مصرعے کا پہلا مصرعہ ہے۔

شہریست پُر ظریفاں و ز ہر طرف نگارے

اس شعر کا دوسرا مصرع یہاں منتخب کرنا۔ پھر اسی مذاقِ انتخاب
یا شعری ذوق کی رفعت کا ثبوت دیتا ہے جس کا ثبوت ہمیں پہلی
مثال میں مل چکا ہے۔

استادِ محترم ڈاکٹر سید عبد اللہ نے "امامِ عشق و غزل"
کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق ایک مقالہ تحریر
فرمایا تھا جس کے اکثر الفاظ و فقرات آگے پیچھے کر کے ایک
ہندوستانی مصنف نے اپنی کتاب کے اوراق سجائے ہیں۔ میں
اپنے اس مضمون کا اختتام ڈاکٹر سید عبداللہ کے مذکورہ مقالے
کے ایک اقتباس پر کر کے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا تاکہ ایک
تو میری بات مکمل ہو جائے۔ دوسرا استادِ محترم کی تحریر ایک بار
پھر اپنی اصلی صورت میں قارئین کے سامنے آ جائے۔ لکھتے ہیں: ۔

" ابوالکلام آزاد کا ذوق بھی ایک جام مرکب ہے۔ اس میں دو
متضاد لہریں جمع ہو گئی ہیں۔ ایک تو ان کا اصلی طبعی رنگ، دوسرا
ان کا اکتسابی رنگ۔ ایک میں ان کی جبلت مضطرب نظر آتی ہے
دوسری میں ان کے اکتسابات کی جھلک ہویدا ہے۔ ان دونوں کے
اجتماع سے ان دونوں کا ذوقی نظام مرتب ہوا ہے.... ابوالکلام کے
مزاج کے شخصی اور موروثی عناصر سے قطع نظر ان کے مذاق میں
دورِ مغلیہ کی تہذیبی اقدار نے بھی کچھ کم حصّہ نہیں لیا۔ مذاق کے
ان رنگوں کے ساتھ ساتھ عربی ذوق و ذہن کے ریشے بھی سختی
سے پیوست ہیں۔ عربی ذہن کی خصوصیت ہے عقیدے کی پختگی
اور مجرد افکار کو مجسم بنا دینے کا رجحان اور مغل ایرانی ذوق کی

(باقی صفحہ پر)

ـد شاکر خاں (ایم اے اردو)
ـ۴۷ء، پبلک سوامان ۔ جے پور (راجستھان)

قومی یک جہتی اور اردو

قومی یک جہتی کا مسئلہ جتنا نیا ہے اتنا ہی پرانا ہے ۔ خاص طور سے ہندستان جیسے ملک میں جو کئی قوموں، تہذیبوں، مذہبوں، زبانوں اور فرقوں کا ملک ہے جو اپنا ایک مخصوص مشترکہ کلچر رکھتا ہے ۔۔۔ ہندستان میں آریوں کے آنے سے پہلے قومی یک جہتی کا کیا تصور تھا؟ اس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے ۔ جب یہاں آریہ آئے اور انھوں نے دراوڑوں اور ہندستان کے قدیم باشندوں کو دکن کی طرف کھدیڑ دیا اور یہاں اپنا تسلط قائم کرلیا ۔ آریوں نے اپنے قومی تحفظ اور حفاظت کیلئے اپنے آپ کو چار فرقوں میں تقسیم کرلیا ۔

ان چار فرقوں کی تقسیم سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ آریوں کو ـد پر اندرونی اور بیرونی حملوں سے نجات مل گئی اور پوری قوم ترقی ـلیں طے کرنے لگیں ۔ برہمنوں نے علم و ادب کی مسند سنبھالی ۔ ـتریہ نے ملک اور سماج کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا ۔ ویشوں نے صنعت ـت کے ذریعے ملک کو آباد کیا اور باقی سارے کام شودروں اپنے ذمے لے لیئے ۔ یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ آگے چل کر ـات پات کے تصور نے پورے ملک کی بنیادیں ہلادیں ۔ ملک ـں اور غلاموں، ظالموں اور مظلوموں ۔ سرمایہ داروں اور غریبوں ـں اور جاہلوں کے بڑے طبقوں میں تقسیم ہوگیا ۔

ہندستان میں جب مسلمان آئے تو ہندستان کی سماجی، مذہبی ـسیاسی زندگی تباہ ہو چکی تھی ۔ ملک کئی خانوں اور علاقوں میں تقسیم تھا ۔ ہر علاقہ کا علیحدہ کلچر اور علیحدہ زبان تھی ۔ سنسکرت زبان کا ـدہ زبانوں میں ہونے لگا تھا ۔ اور یہ صرف پنڈتوں میں مذہبی امور انجام ـتک محدود ہو چکی تھی جبکہ خود پنڈتوں اور برہمنوں کی مادری زبانیں ـتھیں ۔ مسلمانوں نے ہندستان میں جب سیاسی فتح حاصل کی اور جب یہاں استحکام نصیب ہوا تو قومی باشندوں کو مسلمانوں اور اُن ـمذہب، عادت و اطوار اور زبان کو قریب سے دیکھنے کا موقع

ملا ۔ مسلم بادشاہوں نے یہاں مُلکی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے عدل و انصاف اور فیاضی کا اصول اپنایا اور کلیدی محکموں کو چھوڑ کر حکومت کا سارا کام ہندوؤں کے ہی ذریعہ چلایا ۔

عوامی زندگی اور سیاسی زندگی کے اس میل جول نے ایک دوسرے کی زبانوں کو سیکھنے پر مجبور کر دیا ۔ اس لیے مسلمان سنسکرت اور مقامی زبانیں سیکھنے اور بولنے کی کوشش کرنے لگے ۔ دونوں قوموں کے اتحاد ۔ میل جول اور تعاون سے ہندستان کو ایک نئی زبان ملی جو بعد میں ارتقا کرتے کرتے اُردُو کے نام سے مشہور ہوئی ۔

جس وقت مسلمانوں کو سیاسی استحکام نصیب ہوا ۔ ہندی کئی شاخوں میں تقسیم تھی ۔ جیسے مشرقی ہندی، اودھی، بھوجپوری چھتیس گڑھی ۔ مگدھی، میتھلی ۔ مغربی ہندی، کھڑی بولی، برج بھاشا اور ہریانی وغیرہ میں بٹی ہوئی تھی ۔ جس کے اثرات مجموعی طور پر اب بھی موجود ہیں ۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اشتراک سے جو زبان وجود میں آئی اس کا تعلق مغربی ہندی سے تھا ۔

مسلمانوں کی مادری اور سرکاری زبان زبان فارسی تھی ۔ مسلمانوں نے اردو کو فارسی رسم الخط میں لکھنا شروع کیا اس لئے یہ رسم الخط اُن کے لئے اجنبی نہ تھا ۔ ہندوؤں نے بھی اپنی ضروریات کو پورا کرنے اور

ج

مسلمانوں سے تعلقات بڑھانے کے لئے اسی رسم الخط کو اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دور سے ہی اردو کی تعمیر و ترقی میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی بڑی زبردست کوشش اور مشترکہ حصہ رہا ہے فارسی اور عربی کی علمی و ادبی کتابوں کا ترجمہ اردو میں ہونے لگا۔ ٹھیک اسی طرح سنسکرت سے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا ترجمہ بھی اردو میں ہونے لگا۔ زبان کی اجنبیت ختم ہونے کے ساتھ ساتھ ہندو مسلمانوں میں میل ملاپ بڑھا اور بھائی چارہ قائم ہوا۔ اور ہندوستان کے مخصوص مشترکہ کلچر میں یک جہتی قائم ہوگئی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اردو یک جہتی کی سب سے بڑی یادگار ہے، مشترکہ کلچر کا حسین تحفہ ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر شروع میں ہندوؤں نے اپنی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے فارسی لکھنا پڑھنا شروع کیا تھا لیکن جیسے ہی اردو زبان وجود میں آئی ہندوؤں نے اس نئی زبان کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آج بھی ایک طویل فہرست ہندو اور دوسرے مذاہب کے ادیبوں اور شاعروں، مصنفوں کی نظر آتی ہے جنہوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں اردو کی خدمت کی اور جن کی اردو جس کا ماضی شاندار ہے اور جس نے آزادی کی جنگ میں نمایاں حصہ لیا آج اسے کسی ایک طبقہ کی زبان کہنا تعصب اور تنگ نظری ہے۔ منشی پریم چند، پنڈت برج نرائن چکبست، دیا شنکر نسیم، رتن ناتھ سرشار، راجندر سنگھ بیدی جیسے ہندو شاعر اور ادیب اگر آج زندہ ہوتے تو اردو کے لئے اس تعصب اور تنگ نظری کے خلاف میدان عمل میں آکر جہاد کرتے۔ اردو زبان نے جس طرح آزادی کی جنگ میں حصہ لیا ہے اس کی مثال دوسری علاقائی زبانوں میں ملنا مشکل ہے۔ جنگ آزادی میں "انقلاب زندہ باد" کے نعرے نے جو قیامت برپا کی تھی۔ اس سے کون سا آزادی کا دیوانہ واقف نہیں ہے۔ یہی نعرہ اگر کسی دوسری علاقائی زبان میں ہوتا تو اتنا اثر نہیں کرتا۔ آج بھی ناسازگار حالات میں ہندوستان میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک اردو بولنے اور سمجھنے والے مل جائیں گے۔ جب کہ دوسری علاقائی زبان صرف اپنے اپنے علاقوں تک محدود ہیں۔ آج ہندوستان کا کوئی ایسا صوبہ نہیں ہے جہاں اردو کے اخبارات اور رسائل نکلتے اور پہنچتے نہ ہوں۔ راجستھان جیسے خالص راجستھانی اور ہندی علاقہ میں اور مہاراشٹر جیسے خالص ہندی اور مراٹھی علاقہ میں اور گجرات جیسے گجراتی علاقے میں بھی اردو جاننے اور سمجھنے والوں کی خاصی بڑی تعداد ہے اور وہاں اردو کو فروغ اور مقبولیت حاصل ہے۔

اردو نے جس طرح ماضی میں کسی حکومت کی سرپرستی کے بغیر عوام کے دلوں میں جگہ پیدا کی تھی اسی طرح آج بھی اردو اپنا مقام غیر محسوس طور پر پیدا کر رہی ہے۔ اس کی ایک مثال فلموں کی زبان ہے جن فلموں کی زبان اردو ہوتی ہے وہ فلمیں کافی مقبول ہوتی ہیں۔ اور جن فلموں کی زبان ہندی یا دوسری علاقائی زبانیں ہوتی ہیں اپنی فنی اور دیگر خوبیوں کے باوجود ناکام ہو جاتی ہیں۔

ہندوستان کی خاصی بڑی تعداد فلم دیکھتی ہے۔ یہ ایک مثال ہے آج کے اس "ڈسکو ہنگامے" کے دور میں جہاں مغربی موسیقی کی ہر جگہ بہار ہے وہاں اردو غزلیں بھی ہر ایک کے دل میں رچی بسی پڑی ہیں۔ یہ کچھ مثالیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اردو کے ذریعے ہی قومی یک جہتی قائم کی جا سکتی ہے۔

آخر میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ اردو صرف ہندوستان میں ہی مقبول نہیں ہے بلکہ دنیا کے اور کئی ممالک جیسے پاکستان، ایران، ترکی، انگلینڈ، روس، بنگلہ دیش، کناڈا، مصر اور عرب ممالک وغیرہ میں بھی کافی مقبول ہے۔

ہندوستانی زبانوں میں صرف اردو ہی ایسی واحد زبان ہے جس کے ذریعہ بیرونی ممالک اور عوام سے پائدار دوستی قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اس کی شیرینی اور لب و لہجہ پر ہر شخص متاثر ہو جاتا ہے۔ ہم ملک کے کسی بھی علاقے میں چلے جائیں چاہے وہ پنجاب ہو یا مدراس، مہاراشٹر ہو یا گجرات، اتر پردیش ہو یا بہار۔ ہر جگہ اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ملک کی کوئی زبان ایسی نہیں ہے جس میں کم سے کم ۳۰٪ اردو کے الفاظ اور محاوروں کا استعمال نہ ہوتا ہو۔ اردو کی تاریخ گواہ ہے کہ اردو قطعی صرف ایک طبقے کی زبان نہیں ہے اور نہ کبھی رہی۔ بلکہ مشترکہ دین ہے جس کی قدر سبھی کو کرنا چاہیے اور قومی یک جہتی کے لئے اس مشترکہ تحفہ سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اردو ہندوستان کی تسلیم شدہ قومی زبانوں میں سے ایک زبان ہے لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اردو کو اپنے جائز مقام کے لئے بڑی جد و جہد کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مگر دوسرا پہلو بڑا ہی امید افزا ہے کہ اردو پورے ملک میں دھیرے دھیرے اپنے اثرات پھیلا رہی ہے جس کے ساتھ قومی یک جہتی کی فضا بھی ہموار ہو رہی ہے۔

وی۔پی۔سکسینہ
ریجنل میٹیورولاجیکل سینٹر۔قلابہ بمبئی

آلودگی کا مقابلہ کرنے کیلئے اقدامات

گذشتہ چند برسوں سے ماحول اور ماحولیات کے مسائل سے بڑی دلچسپی ظاہر کی جا رہی ہے جس کا سبب وہ اعلیٰ ٹیکنالوجیاں ہیں جو مادی سہولتوں کے حصول کے لئے بروئے کار لائی گئی ہیں۔ ان مسائل میں سے فضائی آلودگی کے اثرات بھی شمار کئے جاتے ہیں فضائی آلودگی بوڑھوں اور جوانوں میں یعنی سانس لینے میں، تکلیف کا سبب بنتی ہے، آنکھوں میں دھندلاپن لاتی ہے۔ پودوں اور جانوروں کو نقصان پہونچاتی ہے اور غالباً عالمی پیمانے پر تباہی اور بربادی کا اثر دکھاتی ہے۔

بھوپال کا ۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کا بھیانک حادثہ، جو یونین کاربائیڈ پلانٹ سے ایم۔آئی۔سی گیس کے رِسنے کے سبب رونما ہوا تھا اور جس میں ہزاروں افراد کی جان گئی تھی، اب تک ہمارے ذہن و دماغ میں تازہ ہے۔ اس کے اثراتِ مابعد اب بھی باقی اور نمایاں ہیں۔ اُس حالیہ واقعہ کو بھی ہرگز بھلایا نہیں جا سکے گا جو دہلی میں شریرام فوڈ اینڈ فرٹیلائزرس پلانٹ کے اسٹوریج ٹینک سے دلخراش اور چبھتی ہوئی گیس اولیئم کے بھاری مقدار میں رِسنے اور خارج ہونے کے سبب پیش آیا تھا اور جس کے طفیل ایک ہی دن میں یعنی ۴ دسمبر ۱۹۸۵ء کو سیکڑوں لوگ گلے کی خراش، تنفس کی تکلیف اور کھانسی کا دورہ پڑنے کی شکایتوں کی بنا پر اسپتالوں میں داخل کئے گئے تھے۔ ان حادثات نے اس عام اعتقاد کو جھٹلا دیا کہ فضائی آلودگی، کوئی ایسا حقیقی مسئلہ نہیں ہے جس سے بڑے پیمانے پر صحت کو خوف و تشویش لاحق ہو۔

فِضائی آلودگی کیا ہے؟

زیادہ تر آلودگی پیدا کرنے والے کئی ایندھنوں کا جلنا اور ہوا کے ساتھ مِل جانا۔ ہوائی / فضائی آلودگی کہلاتا ہے۔ "فضائی آلودگی اور اس پر قابو پانے کے بارے میں" انجینئروں کی جوائنٹ کونسل نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"فضائی آلودگی کے معنی ہیں: بیرونی فضا میں ایک یا زیادہ آلودگی پیدا کرنے والی اشیاء کا ہونا جیسے گرد و غبار، بودار بخارات، گیس، کُہر، بو، دھواں اور بھاپ یا بخرات، کا اتنی نمایاں مقدار میں اٹھنا اور اتنے عرصے

تک اٹھنا کہ وہ انسانی نباتاتی یا حیوانی زندگی
کے لئے یا عمارات کے لئے مضرت رساں
ہو یا جو غیر معقول انداز میں زندگی یا عمارت
سے سکون کے ساتھ مستفید ہونے میں رکاوٹ
ڈالتا ہو۔"
مختلف اداروں نے اس کی تعریف کئی اور روپ میں کی
ہے۔

علم موسمیات کا رول

علم موسمیات (میٹیا رولوجی) اس بات کی تشریح پیش کرتا ہے کہ آلودہ کرنے والی شئے کی ایک بار نکلنے والی مقدار کے ساتھ اس کے نکلنے کے وقت سے لے کر، اس کے کسی دوسرے مقام پر معلوم کئے جانے کے وقت تک، کیا باتیں پیش آتی ہیں۔ ہوا کا جھونکا، ہوا کو آلودہ کرنے والے مرغولوں کو پتلا کر دیتا ہے۔ کسی چمنی یا کسی موٹر کار کے اگز ہاسٹ پائپ سے نکلنے والا دھواں ہوا کے ساتھ مل جاتا ہے اور مختلف حالات کے تحت مختلف ڈھنگ سے فضا میں اڑتا ہے۔ وہ مختلف موسمیاتی حالات اور عناصر جو دھوئیں کی حرکات کو، نیز اس کی یکجائی یا پتلا ہونے کی کیفیت کو، متاثر کرتے ہیں، ان پر نیچے دئے ہوئے پیراگرافوں میں بحث کی گئی ہے:

ہوا

یہ نہایت اہم موسمیاتی عنصر ہے جس پر کسی جگہ کی آلودگیوں کو منتشر کرنے اور ہٹانے کا انحصار ہے۔ تیز ہوا دھوئیں کو سرعت کے ساتھ منتشر کر دیتی ہے اور دور لے جاتی ہے جس سے اس دھوئیں کے برے اثرات کم ہو جاتے ہیں یا ختم ہو جاتے ہیں اس لئے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ہوا کن حالات کے تحت تند و تیز یا ہلکی دھیمی ہو جاتی ہے۔

مقامی ہوا: کسی جگہ کی آلودگی کے مسئلے کو گھٹانے یا بڑھانے میں دلچسپ رول ادا کرتی ہے۔ مقامی ہوا کی ایک مثال کسی ساحلی علاقہ پر چلنے والی بحری ہوا (نسیم) اور بری ہوا ہے

دباؤ

ہوا کی آلودگی کے مسئلے میں اہم رول ادا کرنے والی شئے ہوا کا دباؤ نہیں بلکہ ہوا کے اتار چڑھاؤ کی وہ مقدار ہے جو ایک خطے سے دوسرے خطے میں جانے پر بدل جاتی ہے۔ دباؤ کے زیادہ ہونے یا کم ہونے کا پتہ لگانے کے لئے "موسمی چارٹ" پر ایک خط کھینچ دیا جاتا ہے (جسے آئی سو بار کہتے ہیں) جو ان مقامات کو ملاتا ہے جہاں ہوا کا دباؤ "باد پیمائی" کے لحاظ سے مساوی ہوتا ہے۔ ہوا زیادہ دباؤ سے کم دباؤ کی طرف چلتی ہے لیکن زمین کی گردش کی وجہ سے مڑ جاتی اور منحرف ہو جاتی ہے۔ اس بنا پر ہوا چکردار شکل اختیار کر کے کم دباؤ والے خطے کی طرف چلتی ہے اور اسی انداز میں زیادہ دباؤ والے خطے سے آتی اور ختم ہو جاتی ہے۔ کم دباؤ والے خطے میں یہ خاصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے اوپر جو ہوا ہوتی ہے وہ اوپر کی سمت حرکت میں آ جاتی ہے اور زیادہ دباؤ والے خطے کے سلسلے میں، وہ ہوا جو اس کے اوپر ہوتی ہے وہ نیچے کی سمت ڈوبنے کے روپ میں غوطہ زن ہوتی ہے۔ ہوا کی طاقت بالراست بدل جاتی ہے کیونکہ دباؤ کا اتار چڑھاؤ کم دباؤ والے خطے کے مرکز میں زیادہ ہوتا ہے بمقابلہ اس خطے کے مرکز کے، جہاں زیادہ دباؤ ہوتا ہے۔ کم دباؤ والے خطوں کو تیز و تند ہواؤں کا تجربہ ہوتا ہے جبکہ زیادہ دباؤ والے خطے کے آس پاس کی ہوائیں سست رفتار اور کمزور ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کم دباؤ والے خطے کے اوپر جو آلودگیاں ہوتی ہیں وہ تیزی کے ساتھ دفع ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف زیادہ دباؤ والے خطوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کے اوپر جو آلودگیاں ہوتی ہیں وہ وہیں کی وہیں غیر متحرک، جامد اور ساکن بن کر رہ جاتی ہیں۔

تصویر
دباؤ کا نمونہ
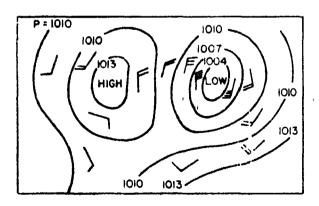
حرارت

حرارت کے اتار چڑھاؤ کی شرح بھی کسی مقام کی آلودگی کی شرح پر قابو رکھنے میں ایک اہم عنصر ہے۔ مقیاس الحرارت کے سب سے اوپر کا ہمرا نمایاں رول ادا کرتا ہے۔ عام حالات میں بلندی کے ساتھ حرارت گھٹتی ہے اور بلندی کے ساتھ حرارت کے گھٹنے کی شرح کو "اتار کی شرح" کہتے ہیں۔ عموماً حرارت کے "اتار کی شرح" ۶° سنٹی گریڈ/ کیلومیٹر ہوتی ہے اور قبولِ حرارت کی حالت میں اضافہ ہونے کی صورت میں حرارت کی شرح ۸° ، ۹ سنٹی گریڈ/ کیلومیٹر ہوا کرتی ہے۔ اس قسم کے حالات موسم سرما کے مہینوں کے دوران، اندرونی علاقوں میں پیش آتے ہیں جب کہ زمین کی حرارت تیزی سے گھٹتی ہے لیکن اوپری حصوں میں ٹھنڈک زیادہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے زمین کے قریب حرارت الٹ پلٹ ہو جاتی ہے۔ اس الٹ پلٹ کے سبب نقلِ حرارت کے دھارے کا آغاز، مزاحمت سے دوچار ہوتا ہے اور یہ کیفیت فضا کو آلودہ کرنے والے عناصر جس علاقہ پر موجود ہوتے ہیں وہ وہیں رُکے رہتے ہیں۔ اگر الٹ پلٹ نہ ہو تو حرارت کو منتقل کرنے والے دھارے ان آلودگیوں کو روکنے والے عناصر کو منتشر کر دیتے ہیں۔

بارش

بارش آلودگیوں کو فضا سے دھو دیتی ہے اس لئے یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بارش کن حالات میں ہوتی ہے ہوا اُن علاقوں کی طرف چلنا اختیار کرتی ہے جہاں دباؤ کم ہوتا ہے اور اگر نمی کافی مقدار میں ہو تو ابر اکٹھا ہونے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں بعض اوقات اچانک بارش نمودار ہوتی ہے۔ جن حلقوں پر دباؤ زیادہ ہوتا ہے وہ اس ڈوبتی ہوئی ہوا کے ساتھ مل جاتے ہیں جو اس کے اوپر ہوتی ہے جس کے سبب اُلٹ پلٹ پیش آتا ہے اس طرح بلند دباؤ والے علاقے صاف آسمان کے ساتھ شامل اور آلودگیاں اس کے اوپر منجمد سی ہو کر رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

فضا میں چھائے ہوئے بخارات (کہر)

کہر صبح میں اس وقت چھا جاتی ہے جب ہوا دھیمی ہوتی ہے۔ رات میں زمین سے قریب کی ہوا سرد ہو جاتی ہے جس سے اُلٹ پلٹ پیش آتا ہے۔ جب سورج نکلتا ہے تو وہ اُلٹ پلٹ کو توڑ دیتا ہے اور زمین سے نزدیک تر جو آلودگیاں ہوتی ہیں وہ منتشر ہو کر بلندی کی طرف وسیع حصے میں پھیل جاتی ہیں۔ دوسری طرف کہر زمین پر آنے والی سورج کی کرنوں کی مزاحمت کرتی ہے جس کے سبب اس کی حرارت سرعت کے ساتھ زمین تک پہونچ نہیں پاتی۔ کہر کی تشکیل سے زمین کے قریب آلودگی کا جماؤ دیر تک قائم رہتا ہے۔

بادل

ایک پتلے تختے جیسا بادل کا اوپری حصہ اس غیر ثابت و محکم فضا کی علامت ہے جو اس سے پرے نقلِ حرارت کے دھارے کی مزاحمت کرتا ہے۔ البتہ اس سے بالاتر حصے کی فضا محکم ہوتی ہے اس لئے آلودگی کی شکستگی اور اس کا انتشار بادلوں کی تہہ کے حصۂ زیریں میں محسوس رہتا ہے۔

مختصراً یہ کہ فضائی آلودگی کا نیچے کی فضا کی متلاطم کیفیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ علم کائنات فضائی کی رو سے بعض اوقات آلودگی کے مخرج کو مخالف موسمی حالات میں بند کر دینے سے کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ کسی صنعت کو قائم کرنے سے پہلے اُس کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں اس کی آلودگی سے ماحول پر بہت کم خراب اثرات پڑنے کے امکانات ہوں۔

(ترجمہ: ایم۔ حیات شیخ۔ ایم اے)

ڈاکٹر دتّا سامنت (ایم۔پی)
(مہاراشٹر جنرل کامگار یونین)

آلودگی روک تھام مہم

ٹریڈ یونین اور مزدوروں کی جدّوجہد

بھوپال میں حال ہی میں یونین کاربائیڈ سے ہلک گیس کے اخراج سے تقریباً ۲،۰۰۰ اشخاص کی ہیبتناک ہلاکت نے جو تباہی مچائی تھی اس کے نتیجے میں آلودگی کی روک تھام پر ٹھیک طور سے عوامی توجہ مبذول ہوئی ہے حقیقتاً بمبئی جیسے شہروں میں شاید ہی کوئی حصّہ ملے جو آلودگی سے پاک ہو اس آلودگی زدہ علاقے میں اگر انسان جیتے ہیں تو یہ محض انھیں قدرت کی عطا کردہ دفاعی قوت کا نتیجہ ہے۔

گو کہ عوام کے ہر طبقہ کی جانب سے آلودگی کی روک تھام مہم میں شرکت جاری ہے پھر بھی اس سلسلے میں ٹریڈ یونین اور مزدور طبقہ کی جدوجہد قابلِ غور ہے۔ آلودگی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صنعتی آلودگی اور دوسری ماحولیاتی آلودگی جو زیادہ تر گنجان آبادی، فلک بوس عمارتوں کی وجہ سے ہوائی وسعت میں کمی اور موٹر گاڑیوں سے پٹرول اور ڈیزل کی ایک بڑی مقدار کا اخراج وغیرہ کا نتیجہ ہے۔ ماحولیاتی آلودگی سے بعید صنعتی آلودگی کے تعلق سے مزدوروں کا مسئلہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔

مثال کے طور پر چمبور میں واقع کیلیکو کیمیکل فیکٹری کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس فیکٹری کی انتظامیہ نے چند سالوں تک کلورین جیسی گیس کی ذخیرہ اندوزی کے سلسلے میں حفاظتی تدابیر سے غفلت برتی تھی۔ کیا ایسے معاملہ میں انتظامیہ کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ مزدوروں کو اپنے اعتماد میں لیں؟ مزدوروں کو خود ان کی اپنی حفاظت کے علاوہ نہ ہی انفرادی طور پر اور نہ ہی یونین کے توسط سے کوئی علاحدہ اختیارات حاصل ہیں۔ یہاں خصوصی طور پر کھانے میں واقع میسرز انڈین اینڈ کمپنی کا ذکر ضروری ہے۔ صنعتی کیمیکل سے مزدوروں پر ہونے والے مضر اثرات کا پتہ چلانے کے لئے جب ایک رپورٹر وہاں پہونچا اور یونین نے اسے ضروری معلومات بہم پہونچائیں تو انتظامیہ نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے کمپنی یونین کے مزدور اراکین کے خلاف کارروائی کی۔ اب حالات ایسے ہیں کہ مذکورہ کمپنی میں لیڈ کے زہریلے اثرات سے مزدوروں کی جان و صحت محفوظ نہیں ہیں اور ایسے کئی واقعات بھی ہو چکے ہیں لیکن مزدور بیچارے مظاہرہ کی بات تو چھوڑیئے اپنی تکلیف کا اظہار بھی کرنے سے ڈرتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ یونین کو مزدوروں کے اس مسئلہ کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے لیکن اس کے لئے کئی پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن میں سے فوری حل طلب مسئلہ انتظامیہ کے وضع کردہ قوانین میں "قابلِ اعتراض حرکات" کے معنی تبدیل کرنا ہیں۔ اسی طرح

کی ایک دوسری مثال سدرشن کیمیکل روہہ کی دی جا سکتی ہے اس کمپنی کے جراثیم کش ادویہ کے شعبہ میں یونین سے غیر متعلق مزدور کام پر لئے جاتے ہیں تاکہ کسی شکایت کا موقع نہ رہے۔ حالانکہ کامگاروں کی صحت و تندرستی کیلئے سال میں ایک بار اُن کی طبی جانچ ضروری ہے لیکن کنٹراکٹ پر کام کرنے والے مزدوروں کو یہ سہولت نہیں ملتی کیونکہ انتظامیہ انھیں ایک سال سے زیادہ کام پر نہیں رکھتا۔ ہندوستان میں ٹریڈ یونین اداروں کو کنٹراکٹ مزدوری کے طریقۂ کار کے خلاف ضرور جنگ کرنی چاہیے۔

شکر ہے کہ آج کل مشترکہ قومیت کی وسیع پیمانے کی کمپنیاں جہاں مضر صحت کیمیائی اجزا تیار کئے جاتے ہیں، اب آلودگی کی روک تھام کے سلسلے میں مستعدی سے حفاظتی تدابیر پر بھی دھیان دے رہی ہیں۔ مثال کے طور پر میسرز بےیر (انڈیا) لمیٹڈ اور ہندوستان لیور لمیٹڈ کے نام قابل ذکر ہیں یہ دونوں صنعتی ادارے اپنے منافع کا ایک بڑا حصہ آلودگی کی روک تھام کے لئے ضروری اقدامات پر صرف کر رہے ہیں۔

اب میڈک (مہاراشٹر صنعتی ترقیاتی کارپوریشن) کو لیجئے۔ اس ادارہ کے تحت کئی مفصل علاقوں میں صنعتی بستیاں قائم کی جا رہی ہیں۔ لیکن اب تک کی قائم شدہ کسی بستیوں میں نہ ہی فضائی اور نہ ہی معدنیاتی آلودگی سے حفاظت کی خاطر تدابیر کا خیال رکھا گیا۔ تارا پور میں ایک جگہ مصنوعی کنوئیں کا پانی آلودہ ہو کر پیشاب کے رنگ کی طرح سرخ و زرد مائل ہو گیا تھا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ گرام پنچایت کے لیڈروں نے فوری توجہ دیکر پائپ لائن کا کام تیزی سے مکمل کروایا اور اس طرح شہریوں کو مذکورہ کنوئیں کے بدبودار پانی کے استعمال سے بچایا تھا۔

اسی طرح کی دیگر کمپنیوں میں آئی ڈی آئی، برلا کی زینت کیمیکل اور ٹیکسٹائل ہاؤس بھی شامل ہیں جہاں سے خارج ہونے والے آلودہ معدنیاتی پانی کو سمندر میں بہا کر لے جانے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ چنانچہ یہ آلودہ پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور اکثر کنوؤں میں جمع ہو جاتا ہے اس معاملے میں مزدور کیا اقدامات کر سکتے ہیں طے نہیں ہے۔

بمبئی کی ایک مشہور کمپنی جو "شائنے اپ" پاؤڈر تیار کرتی ہے، مزدوروں کے ساتھ ناانصافی کا رویہ اختیا کئے ہوئے ہے۔ بس صنعتی ادارے کے تین کارخانے اندھیری ورسوا، اور بوریولی میں قائم ہیں۔ یہاں پاؤڈر کی تیاری سے لے کر مہر بند کرنے تک کا سارا کام کھلے ہاتھوں سے کیا جاتا ہے۔ مزدوروں کے لئے نہ ہی کوئی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں اور نہ ہی انھیں اچھی تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس سفوف کے مضر اثرات قریبی علاقوں میں پھیل رہے ہیں۔ مزدور اپنی یونین کے توسط سے باقاعدہ مظاہرہ کرتے رہتے ہیں لیکن انتظامیہ نے سخت رویہ اپناتے ہوئے اپنے ملازمین کے لئے مزید پریشانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ایسی کمپنیوں میں مزدور اور یونین کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کر پاتے نتیجتاً ٹریڈ یونین کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ٹیکسٹائل ملوں میں آلودگی عام ہے۔ ان ملوں میں سوت کی کتائی سے لے کر رنگائی تک ایسڈ، کاسٹک سوڈا کلورین اور بلیچنگ پاؤڈر کے استعمال سے خارج شدہ معدنیاتی پانی بے حد آلودہ ہو کر اطراف کی گنجان آبادیوں میں آلودگی کے پھیلاؤ کا سبب بنتا ہے۔ اگر ٹریڈ یونین چاہے تو اس کے خلاف اہم اقدام کر سکتی ہے۔

پیرومیں بھادیوی پر واقع اسٹینڈرڈ مل میں ابھی حال ہی میں کپڑے سکھانے کی ایک نئی مشین نصب کی گئی۔ اس مشین میں لگے ہوئے گرم ہوا پھینکنے والے پنکھے کی آواز کا شور اطراف کے لوگوں کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چناؤ کے موقع پر اتفاق سے اس علاقہ میں ہمارا آنا ہوا تب کامگار اگھاڑی کے محنتی نمائندوں کے ذریعے جدوجہد کی گئی اور انتظامیہ کو مجبور کیا گیا کہ اس شور کو کم کر دیں۔ اب یہ شور کافی حد تک کم ہو چکا ہے اور تیسری شفٹ میں اس پنکھے کا استعمال بالکل بند کر دیا گیا ہے۔

آلودگی کی روک تھام میں ٹریڈ یونین کا دائرۂ عمل اتنا وسیع نہیں جتنا سرکاری عہدہ داروں مثلاً فیکٹری انسپکٹر یا گورنمنٹ اینٹی پولیوشن سیل کے عہدیداروں کا ہے۔ اگر یہ عہدیدار یونین اور مزدوروں کو اپنے اعتماد میں لے کر ان سے مدد لیں تو آلودگی کی روک تھام کے سلسلے میں کارآمد اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ایسی کمیٹیاں قائم کی جائیں جن میں مزدور، انتظامیہ اور سرکاری نمائندے شامل ہوں تاکہ آلودگی کی روک تھام سے متعلقہ مسائل کے کامیاب حل تلاش کئے جا سکیں۔

اگر کارخانوں کے سخت شرائط سے خوف زدہ ہو کر مزدوروں کی صحت و تندرستی کے مسائل سے نپٹنے کے لئے یونین کو بالکل ہی الگ چھوڑ دیا گیا تو ان حالات میں یونین اور مزدوروں میں اتفاق رائے قائم نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں جہاں کچھ کمپنیوں میں مزدوروں اور فیکٹری انسپکٹر کے ذریعے برفضا اخراج پنکھے (Exhaust fans) مہیا کئے گئے لیکن بجائے فائدہ ہونے کے اطراف کے رہائشی علاقوں میں آلودگی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

مضر صحت اور ناقص انتظامات کے ساتھ ساتھ آلودگی سب سے زیادہ انڈسٹریل اسٹیٹ میں تعمیر کردہ صنعتی کارخانوں میں پائی جاتی ہے۔ ان چھوٹے صنعتی اداروں میں بہت ہی کم تعداد میں ملازمین رکھے جاتے ہیں جو خوف کے مارے کسی یونین میں شامل نہیں ہوتے۔ ایسی جگہوں پر ناقص انتظامات اور آلودگی کے خلاف ملازمین کی قوت مدافعت بہت کمزور رہتی ہے۔ بمبئی شہر میں ایسے صنعتی اداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے جہاں پر آلودگی کی روک تھام کے علاوہ خود ملازمین کے اپنے مسائل مثلاً کم از کم اجرت اور فنڈ وغیرہ کے مسئلے کے حل کے لئے ٹریڈ یونین اہم فرائض انجام دے سکتی ہے۔

جنوبی گجرات میں واپی، بلسار صنعتی علاقے میں ایشیا کا سب سے بڑا کیمیکل انڈسٹریل کمپلیکس زیر تعمیر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اخبارات کی رپورٹ میں زیر تعمیر ادارہ کے ساتھ آلودگی سے حفاظت کی کیا تدابیر کی گئی ہیں۔ اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ توقع ہے کہ متعلقہ عہدے دار اور صنعتکار اس امر پر فوری توجہ دیں گے۔

جے کے کیمیکل فیکٹری تھانہ ۱۹۸۰ء سے بند ہے اور تقریباً ۹۰۰ مزدور جو کہ ملک کے اس اہم ترین صنعتی ادارے سے منسلک تھے، بیروزگار ہو چکے ہیں۔ فیکٹری میں کام بالکل بند ہے اور کئی معاملات مختلف عدالتوں میں زیر غور ہیں۔

گذشتہ مہینہ اس فیکٹری سے کسی گیس کے اخراج کی خبر ملی۔ ایسی غیر قانونی حرکت پر نظر رکھنے کے لئے کوئی حل نظر نہیں آیا۔ لہذا مزدور اور یونین کا اولین فرض ہے کہ وہ ایسے خطرناک معاملات پر متعلقہ عہدے داروں کی توجہ فوری طور پر مبذول کرائیں آلودگی کی روک تھام سے متعلق ٹریڈ یونین کی ذمہ داریوں کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے لیکن امید افزا کامیابی اسی وقت ممکن ہے جب کہ دیگر اداروں کی جانب سے بھی ضروری تعاون اور حوصلہ افزائی حاصل ہو سکے تاکہ ملازمین کے ساتھ ساتھ پورے سماج کی حفاظت ہو سکے۔

(ترجمہ :- زیب النساء)

صفحہ ۔۔۔ سے آگے

مولانا آزاد کا شعری ذوق

یادگار ہے۔ تخلیقی لطافتوں سے وہ دلچسپی جو ابوالکلام کی تحریروں میں فارسی شاعری سے انتہا درجے کے شغف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

"اس میں شک کی مطلقاً گنجائش نہیں کہ ابوالکلام کے نظام ذوقیانہ عادات کا بڑا حصہ فارسی کی عاشقانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری سے اثر پذیر ہوا ہے۔ گویا اس جام مرکب کا لطیف حصہ انہیں فارسی کی شاعری خصوصاً مغل دور کے ادب سے ملا ہے اور ظاہر ہے کہ اس جام کا تند عنصر دینی اور عربی اذواق سے ماخوذ ہے۔ یوں ؟ اس کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے تخیل میں تندی اور تیزی کے لئے جو طلب تھی۔ اس کی تسکین بڑی حد تک مغلوں کے زمانے کی شاعری نے کی ہے — اور اس طرح ان کا وہ ذوق نشو و نما پاتا رہا جس کی اہم ترین غذا وہ شورش انگیز تخیل ہے جس کا بڑا سرمایہ عرفی، فیضی، نظیری اور غالب کی شاعری میں پایا جاتا ہے اور اگر اس کے سرچشمہ ہائے بعید کی تلاش کی جائے تو ہمیں ان کا سراغ حافظ میں بھی مل جاتا ہے۔"

ڈاکٹر ایس ۔ ایم بھٹ کمکر
جوائنٹ ڈائریکٹر برائے صحتِ عامہ،
(میڈیکل) بمبئی

ایڈز ۔ خوفناک مرض نہیں

ایڈز (AIDS) یا بالفاظِ دیگر "ضعفِ ناگہانی" کے مرض کا نام سُن کر ہی لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگتی ہیں لیکن طبّی ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ مرض اگرچہ بہت ہی خطرناک ہے اور اس میں مبتلا مریض صد فیصد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں، اس سے کسی قسم کی گھبراہٹ، بے چینی یا پریشانی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ۔ درج ذیل مضمون میں ریاستی محکمۂ صحت عامہ، جو اقدامات حفظِ ما تقدم کے بطور کر رہا ہے، ان پر بحث کی گئی ہے ۔ اس میں اس بات پر بھی بحث کی گئی ہے کہ اس مرض پر قابو پانے کے لیے عوام کو اس سے متعلق کیوں کر باخبر رکھا جا سکتا ہے ۔ اس مضمون میں اس بیماری سے متعلق عوام میں پائی جانے والی غلط باتوں سے پیدا شدہ خوف کا بھی سدِّ باب ہوتا ہے ۔

ایڈز جون ۱۹۸۱ء تک، جب کہ امریکہ سے اس سے متعلق پہلی خبر ملی تھی، ایک نامعلوم مرض تھا ۔ وہاں یہ مرض اب صحتِ عامہ کے لیے ایک مسئلہ بن چکا ہے ۔ اس لیے کہ وہاں گذشتہ ۵ برسوں میں ۲۲،۰۰۰ کیسوں کا پتہ لگایا گیا ۔ فی الحال، امریکہ میں ہر ماہ تقریباً ۱۰۰۰ کیسوں کا پتہ لگ رہا ہے ۔ یہ مرض دنیا بھر میں ۹۷ ممالک میں پھیل چکا ہے اور اس مرض میں مبتلا مجموعی کیسوں کی تعداد ۲۷،۱۷۵ ہو چکی ہے ۔

ہمارے ملک میں، تامل ناڈو میں مارچ ۱۹۸۶ء میں ایسے کیسوں کا پتہ چلا جن میں مبتلا مریضوں کے جسم کی ایڈز کے خلاف قوت مدافعت تباہ ہو چکی تھی ۔ اپریل سے جولائی ۱۹۸۶ء کے چار مہینوں کے دوران ہمارے ملک میں ۱۸ کیسوں کی موجودگی کا پتہ چلایا گیا ہے ۔ ان میں سے تامل ناڈو میں ۱۵، مہاراشٹر میں ۲، اور آندھرا پردیش میں ایک کیس کی موجودگی کا علم ہوا ۔

اگرچہ یہ مرض ہمارے ملک میں اتنے خطرناک روپ میں نہیں ابھرا ہے جتنا کہ امریکہ میں، لیکن درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر کسی بھی شخص کو اس مرض سے ذرا بھی بے احتیاطی نہیں برتنی چاہیے ۔

(۱) یہ مرض صد فیصد مہلک ہے ۔

(۲) ہر چھ یا ۱۲ ماہ میں اس مرض میں مبتلا کیسوں کی تعداد دوگنی ہو جاتی ہے ۔

ہماری ریاست میں ایڈز کے پہلے کیس کا پتہ بمبئی کے ایک اسپتال میں ۹ جون ۱۹۸۶ء کو لگا جس سے عوام کے ذہنوں میں بے حد خوف طاری ہو گیا ۔ اس لیے ریاستی محکمہ برائے صحت عامہ نے فوراً عوام اور طبّی پیشہ سے منسلک لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے اور انھیں اس بیماری سے باخبر کرنے کے لیے ایک مہم کی شروعات کر دی ۔ ریاستی حکومت یقیناً اخبارات کی مشکور ہے کہ ان میں مسلسل مضامین کی اشاعت سے عوام کے ذہنوں پر چھایا خوف دُور ہوا اور وہ اس مرض سے متعلق مزید جانکاری حاصل کرنے لگے ۔

محکمۂ صحت نے ریاستی اور ضلعی سطح پر مختلف سیمناروں کا انعقاد بھی کیا جہاں پرائیویٹ طور پر پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں اور حکومت کے اداروں، اسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کے علم میں بھی اضافہ کیا گیا ۔ گذشتہ دو ماہ کے دوران ایڈز پر قابو پانے والے پروگراموں کا ریاست بھر میں مسلسل انعقاد کیا گیا ۔ بعض حلقوں سے یہ ردِّ عمل ظاہر ہوا کہ حکومت حالات

سے نپٹنے کے لیے کچھ زیادہ ہی مستعد ہے۔

تاہم، محکمہ برائے صحت عامہ مختلف قسم کی سیمناروں کے ذریعے طبی پیشوں سے وابستہ لوگوں تک اس مرض سے متعلق جانکاری اور سائنسی حقائق بتلانا چاہتا تھا اس لئے کہ عوام اس مرض سے متعلق وضاحت کے لئے انھیں ڈاکٹروں سے رجوع ہوتے ہیں۔

ایڈز سے متعلق جانکاری حاصل کیجئے اور خوف کی فضا سے نجات پائیے

ٹی۔ وی، ریڈیو اور اخبارات وغیرہ سے ذرائع سے اس مرض سے متعلق عوامی شعور کو بیدار کیا گیا۔ اس لئے کہ موثر علاج نہ ہونے کی صورت میں عوامی صحت کی دیکھ ریکھ کے لیے ابتدائی طور پر ایسی حکمت عملی اپنانے سے ہی مرض پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تاہم محکمہ صحت عامہ نے دوسرے قومی صحتی منصوبوں پر عمل درآمد کرنے میں کسی بھی طرح کی کوتاہی نہیں برتی۔ اس محکمہ نے ایڈز کنٹرول پروگرام کی وجہ سے مختلف صحتی سرگرمیوں کو بھی پس پشت نہیں ڈالا۔

حکمت عملی:

ایڈز کے خوف کو موثر طور پر دفع کرنے کے لیے محکمہ صحت نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ صرف اسکریننگ اور مرض کی جانچ پڑتال کی سہولت ہی کافی نہیں ہے لیکن بلڈ بینکوں، تجربہ گاہوں کی ضروریات، مرکزی فہبندی کے نظام اور ایس ٹی ڈی کلینکوں کی کارکردگی میں اصلاح کی ہنوز ضرورت باقی ہے۔ اسے مختلف محکموں و اداروں جیسے میڈیکل کی تعلیم، غذا او ادویات ایڈمنسٹریشن، سماجی بہبود، تعلیم اور گھر وغیرہ سے گہرا اور مسلسل رابطہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ریاست نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے ہیں:

بلڈ بینک مہاراشٹر میں دو کیس اور ایک ریاست آندھرا پردیش میں رونما ہوا جن میں بیرونی ممالک کے مریضوں کے خون کے ذریعہ اس مرض کے پھیلنے کے ممکن خدشات ظاہر کئے گئے۔ ہمارے ملک میں اس قسم کے واقعات کی روک تھام کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور بلڈ بینک کے اپنے کاموں میں سدھار کرنا چاہیئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن نے سرکاری اور غیر سرکاری بلڈ بینک کے جانچ کا جامع پروگرام وضع کیا ہے۔ ذخیرہ خون بھی اس بیماری کے پھیلنے کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے لہذا حکومت ہند اس سلسلے میں مناسب اقدامات کر رہی ہے۔

اخبارات میں ایڈز کے بارے میں شائع شدہ خبروں کی وجہ سے ریاست میں عطیہ خون دینے والوں کی کمی ہو گئی ہے۔ یہ بات کچھ مقامات پر صحیح ہو سکتی ہے لیکن تمام ریاست میں یہ بات ممکن نہیں۔ عطیہ خون کرنے والوں کے لئے تشویش کی کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ اس میں سائنٹیفک آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔

خون کے عطیہ دہندگان عطیہ خون سے ایڈز میں مبتلا نہیں ہوتے۔ عطیہ خون قطعاً محفوظ ہوتا ہے۔

عوام کو بنا کسی لیس و پیش خون کا عطیہ دینا چاہیئے۔ مریض جنھیں رضاکاروں کی طرف سے یا اس کے بجائے خون کا عطیہ دیتے ہیں وہ ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

یہ صرف خون کے فروخت کرنے والوں کا ان کی طرف سے خدشہ لاحق رہتا ہے اس لیے خون کی فروخت کرنے والوں کے خون کی جانچ کرنا ضروری ہے۔ یہ کام خاص طور سے میٹروپولیٹن شہروں کے بلڈ بینکوں میں کیا جاتا ہے ہمیں اپنی ریاست میں صد فیصد رضاکارانہ طور پر خون بطور عطیہ جمع کرنا چاہئیے۔

اگر بیرونِ ممالک میں خون روانہ کرنا ہو تو اس کا ELISA ٹسٹ کرا لینا چاہیئے

مو فلیا اور تھالسومیا جیسے کیس کے مریضوں کے خون کی جانچ کروانی چاہیئے۔ کھلی ہوئی سرینج اور سوئیاں منشیات کے عادی لوگوں میں تبادلۂ خون کا ذریعہ بنتی ہیں، یہی حال اسپتال کے انجکشن کا بھی ہے۔ محکمہ صحت نے ہسپتالوں اور پرائمری ہیلتھ سنٹروں کو اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرنے کے احکامات دیے ہیں۔ ہر انجکشن کی سرینج اور سوئی الگ سے استعمال کی جانی چاہیئے یا اس سے کم از کم ۲۰ منٹ تک گرم پانی میں ڈبو کر رکھنی چاہیئے۔

تجربہ گاہ کی سہولت

ریاست نے میٹروپولیٹن اور ضلعوں کے وہ علاقے جہاں اس بیماری کے ہونے کا خدشہ ہے۔ نشان دہی کر لی ہے۔ اور اس سلسلے میں ریاست میں تجربہ گاہوں میں کام شروع کیا جا چکا ہے اور پہلے مرحلے کے طور پر یہ کام گرانٹ

میڈیکل کالج، ایس ایم میڈیکل کالج بمبئی اور گورنمنٹ میڈیکل کالج ناگپور میں کام جاری کیا جائے گا۔

علاج:۔

ایڈز کے مریضوں کا گورنمنٹ کے تمام ہسپتالوں میں داخلہ کیا جائے گا۔ ان کا علاج مفت اور پوشیدہ طور پر کیا جائے گا۔ ایڈز کے مریض اپنا داخلہ اور ڈسچارج اپنی مرضی کے مطابق کر سکتے ہیں۔

پیشہ ور عورتیں:۔

منشیات کے عادی خون فروخت کرنے والے ایس ٹی ڈی کلینک میں جانے والے مریض ہم جنسی وغیرہ کرنے والوں سے اس بیماری کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔ محکمۂ صحت نے ریاست میں ایس ٹی ڈی کلینک کے کاموں کی نگرانی کا منصوبہ بنایا ہے۔ حکومت اس گروپ کی متواتر تحقیق کی جانچ کرنے پر بھی غور کر رہی ہے کوئی بھی فرد کس طرح سے ایڈز کا شکار ہوتا ہے۔ اس کی بھی کھوج کی جا رہی ہے۔

نیشنل کونسل برائے ایڈز کے [illegible] کی [illegible] ہے۔ [illegible] کی کمیٹی نے ایڈز کے [illegible] کا مشورہ دیا ہے۔

عوام کے ذہنوں میں ایڈز کے بارے میں پھیلتے ہوئے خدشات دفع کرنے کے بارے میں مندرجہ ذیل نکتوں کو یاد رکھنا ضروری ہے:

(۱) یہ بیماری طرف دھات اور خون کے ذریعہ پھیلتی ہے یہ بیماری ہاتھ ملانے یا جسم کے چھونے سے نہیں ہوتی۔

(۲) یہ بیماری ہوا، کھانا، پانی کے ذریعہ نہیں پھیلتی ہے۔

(۳) مچھر یا دیگر حشرات الارض کے کاٹنے سے بھی یہ بیماری نہیں لاحق ہوتی ہے۔

(۴) عطیۂ خون محفوظ طریقہ ہے۔

(۵) رشتہ دار یا میڈیکل اسٹاف کو اس بیماری میں مبتلا مریض سے ملاقات کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کے علاوہ عوام کو طبی تعلیم اور پروپیگنڈہ مہم کے ذریعے اس سلسلے میں معلومات فراہم کی جا سکتی ہے۔

ان کے علم میں یہ بات لانی ضروری ہے:

(۱) آزادانہ جنسی تعلقات سے بچنا چاہیے (۲) سوئیوں، ٹوتھ برش اور بلیڈ وغیرہ کا مشترکہ طور پر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ (۳) نرودھ کا استعمال بے حد محفوظ طریقہ ہے اس کا بروقت استعمال ضروری ہے۔

ویسٹرن بورڈ کی جانب سے کہ ایچ آئی ایس اے ٹیسٹ میں مثبت علامتوں والے مریض درج ذیل احکامات پر عمل کریں۔

الف: اپنا ہمدم جنسی تعلقات قائم نہ کیجئے۔

ب: بیماری کے دوران جنسی تعلقات قائم نہ کیجئے۔

ج: ہم جنسوں سے تعلقات قائم نہ کیجئے۔

د: حاملہ ہونے سے بچئے تاہم حمل ٹھہر جائے تو اُسے ساقط کرا دیجئے۔

ہ: خون یا کسی عضو کا دان نہیں کرنا چاہیئے۔

اگر ہم مذکورہ بالا نکات پر عمل کریں اور عام جنسی زندگی گذاریں اور صحت کے قانون کے تحت رہیں تو ہم شرطیہ طور پر ایڈز سے محفوظ رہیں گے۔

اگر آپ پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں تو آپ کو ایڈز کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مضمون نگار حضرات سے گذارش

- ★ فل اسکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف صاف اور خوشخط تحریر فرمایئے۔
- ★ کاربن کاپی یا زیروکس کاپی کی بجائے اصل مسودہ روانہ فرمایئے، اور آخر میں اپنا نام اور پتہ ضرور لکھ دیجئے۔
- ★ صرف غیر مطبوعہ تخلیقات روانہ فرمایئے۔ مضامین کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیئے۔

غیر طلبیدہ تخلیقات کا معاوضہ دینے یا نہ دینے کا فیصلہ ادارہ کرتا ہے اس سلسلہ میں توجہ یا کسی یاد دہانی کی ضرورت نہیں ہے۔

(ادارہ)

تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں بذریعہ رجسٹری مرحمت فرمائیں (ادارہ)

تبصرہ

تبصرہ نگار
ریاض احمد خاں

کتاب کا نام:	سی پارۂ دل
شاعر:	منشی عبدالکریم شیفتہ
طباعت:	شلفا آرٹ، تار دیو بمبئی
ناشر:	دریشیں پبلی کیشنز بمبئی

"سی پارۂ دل" کہنہ مشق و بزرگ شاعر حضرت منشی عبدالکریم شیفتہ کا مجموعۂ کلام ہے جس میں نظموں اور غزلوں کے علاوہ رباعیات اور فارسی کلام بھی شامل ہے۔ تین عدد پیغامات، ایک پیشکش از جناب عبدالاحد ساز اور دوسرا پیش لفظ صاحب دیوان کا ہے۔

اس سے پہلے کہ عبدالکریم شیفتہ صاحب کے اس مجموعۂ کلام پر کچھ کہا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیش کش کے مطالعے کی اہمیت بتا دی جائے۔ یوں تو حضرت شیفتہ کا نام اردو ادب میں آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ایک معروف نام تھا مگر گردش لیل و نہار نے باوجود اب تک ان کے بقید حیات ہونے کے انھیں گم نام کر دیا تھا۔ عبدالاحد ساز نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کا یہ مجموعۂ کلام اب سے چالیس برس پہلے شائع ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر نہ ہو سکا۔ اس کے شائع ہونے کی نوبت ۱۹۸۴ء میں پہنچی۔ اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ساز اس کار دگراں کو پورا کرنے کا بیڑہ نہ اٹھاتے تو شیفتہ آج بھی گمنامی کی منزلوں میں ہوتے۔ اب یہ شیفتہ کی خوش قسمتی سمجھیے یا عبدالاحد ساز کا جذبۂ اخلاص کہ اردو داں طبقہ کو حضرت شیفتہ کے مجموعۂ کلام سے روشناس کرایا۔

حضرت عبدالکریم شیفتہ نے اپنے پیش لفظ میں اپنی مجبوری ظاہر کی ہے کہ یہ مجموعۂ کلام اب تک کیوں منظر عام پر نہیں آ سکا۔ ظاہر ہے مجبوری صرف روپے پیسوں ہی کی ہو سکتی ہے۔ کیا اس کی ذمہ داری اردو داں طبقہ کے علاوہ کسی اور طبقے کے سر منڈھی جا سکتی ہے؟ "نہیں" تو پھر اردو داں طبقہ کیوں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا کہ کوئی سندباد جہازی اس "ضعیف" کو کمر پر لادے گا۔ شعرا اور خاص طور سے وہ شعرا جو شروع بیسویں صدی میں ان میں یہ اخلاقی جرأت ہی نہیں کہ وہ اپنی خواہش کی شہرت کریں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس طرح کے عظیم اور باوقار شعرا کی طرف نظریں خود بہ خود اٹھ جائیں مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس سے زیادہ اور بے حس زمانہ اور کون سا آئے گا۔

شیفتہ کا عزم دیکھیے کہ وہ اپنے پیش لفظ میں کہتے ہیں کہ:

"میں اپنے کلام کی بعد از مرگ اشاعت کا نہ قائل تھا نہ خواہاں"

اگر ان کا یہ جذبہ صادق نہ ہوتا تو "سی پارۂ دل" ابھی تک پردوں ہی میں چھپا رہتا۔

غنیمت ہے کہ دریشیں ادبی گروپ اینڈ پبلی کیشنز نے حضرت شیفتہ کی خواہش دیرینہ بار آور ہوئی۔

پہلے حمد کا شعر ملاحظہ فرمائیے سہ

تخیل نہ پہنچے، بعید اسقدر ہے
قریب اس قدر ہے کہ ہر دل میں گھر ہے

"بعید" "قریب" "قدر" جیسے الفاظ کا استعمال حضرت شیفتہ کی کہنہ مشقی کی دلیل ہے۔ یہی نہیں حالانکہ ان کی شاعری یکسر روایتی انداز کی پروردہ نظر آتی ہے۔ مگر اس میں بھی کئی اشعار اپنا بانکپن ظاہر کیے بغیر نہیں رہتے۔ سہ

جز بچ گیا ہو گردش لیل و نہار سے
وہ ناتواں نظر سے تمھاری بچا نہیں

★

پھرتا ہے جستجو میں شب و روز جس کی تو
اے شیفتہ وہ تجھ میں ہے تجھ سے جدا نہیں

★

"سی پارۂ دل" دریشیں پبلیکیشنز
۹۴ - برکت علی دیرانی مارگ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

یا پھر

جناب عبدالاحد ساز معرفت محمد حاجی آدم اینڈ کمپنی
۸۴ - چکلا اسٹریٹ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۳ سے صرف گیارہ روپے میں حاصل کی جا سکتی ہے۔

باوا کرتن گوپال مغموم

کوٹھی نمبر ۱۳۱، سیکٹر نمبر ۱۸۔ سی
چندی گڑھ

خونِ انساں میں جو انسان کا خنجر ڈوبے
نسلِ انسانی کا پھر کیوں نہ مقدر ڈوبے

جن کے احساس تھے روشن گرِ شمعِ دانش
گردِ ماضی میں وہ تہذیب کے دفتر ڈوبے

ہائے جذبات کی تپتی ہوئی جلتی ہوئی ریت
زد پہ آجائے سمندر تو سمندر ڈوبے

سیپیوں ہی میں رہے بند وہ نایاب گہر
بارہا جن کے لیے کتنے شناور ڈوبے

صید کے خون کا خود بھی ہے تقاضا شاید
صید کے خون میں، شاہین کا شہپر ڈوبے

کہیں محسن سے جو جھکا یا ستم ہائے بشر
عرقِ شرم میں ہر راہ کا پتھر ڈوبے

اک نہ اک تیغ نے سر ان کے تراشے آخر
سر بسر بادۂ نخوت میں جو خود سر ڈوبے

رہ گئیں خول میں آنکھوں کے سمٹ کر نظریں
دھند میں وادی و کہسار کے منظر ڈوبے

روشنی جن کی نہ اشعار کے پیکر میں ڈھلی
کن اندھیروں میں خیالوں کے وہ پیکر ڈوبے

دل کے بجھتے ہی اندھیرے کا ہے احساس شدید
کون کہتا ہے چراغِ مہ و اختر ڈوبے

تیز رفتار ہے یہ وقت کا دریا کتنا
اس میں ابھرے بھی کئی اور ابھر کر ڈوبے

چند جذبات کو مغموم جو رستہ نہ ملا
گھٹ گیا دم، تو مرے سینے کے اندر ڈوبے

عطاء الرحمٰن طارق

۹/۹۴، فاطمہ بنگلہ کے کے روڈ جیکب سرکل بمبئی ۱۱

نوچ رہا ہے اپنے ہی پر
گنبد نیچے، ایک کبوتر!!

باپ کڑا ہے، پاروتی کا
کیسے نین، لڑائیں شنکر؟

آؤ، سر ٹکرا کر دیکھیں!
میں بھی پتھر، تم بھی پتھر

چڑھا بولا، باغ میں بیٹھیں
تتلی بولی، "یس، سر، یس، سر"

بحریں فیڈ (FEED) کرادی جائیں
شعر کہے گا اب کمپیوٹر

خالد کمال خالد

اے ون چال ۲ وکرولی
پارک سائٹ۔ بمبئی ۴۰۰۰۷۹

پھول کو اُس پھول سے نسبت ہی کیا دیں نام کو
کوئی کیا جانے وہ کیا چنتے تھے یا روشام کو

یوں جھکا کر اپنا مکھڑا دیکھتے تھے جانِ جاں
جیسے خورشیدِ ضیا افشاں کا عالم شام کو

ان کے اُن ناز و ادا کو دیکھتا ہی رہ گیا
خواب کا عالم تھا گویا کیا کہوں اس شام کو

ان کی اُن مخمور آنکھوں نے چھڑایا میکدہ
کون دیکھے گا لبِ لعلیں کے آگے جام کو

جیسے مُرلی کا تموج وہ تبسم کی لہر
جیسے رادھا رقص فرما ہو اودھ کی شام کو

کیوں نہ آئے بارہا اس کا تصور دوستو!
وہ حسیں تھی، نوجواں تھی اور وہ بھی شام کو

اس دلِ مجبور کو سمجھا کے خالد تھک گئے
چین آتا ہی نہیں کمبخت اس ناکام کو

* ابراہیم اشکؔ
ساوویلا۔ دکشت روڈ۔
ولے پارلے۔ (ایسٹ)
بمبئی ۴۰۰۰۵۷

کسی کو اپنا بنالیں کسی پہ مر جائیں
یہ حادثہ ہی سہی اس سے ہم گزر جائیں

تلاش ہے کہ نئے زخم کوئی دے جائے
پرانے زخم اگر اس طرح سے بھر جائیں

گزر رہی ہے یونہی عمر بے سبب اپنی
تڑپ رہے ہیں کہ کچھ کام ہم بھی کر جائیں

رہِ دفا میں کچھ ایسے بھی موڑ آتے ہیں
کسی کی آنکھ میں ڈوبیں تو پار اتر جائیں

جو سوچتا ہے نظر سے ہمیں گرانے کو
اسی کے دل میں کسی دن نہ ہم اتر جائیں

ہم ایسے لوگ جہنم سے جو نہیں ڈرتے
یہ سوچتے ہیں کہ کس حوصلے سے گھر جائیں

•

* منظر بھوپالی
اسلام پورہ، بھوپال۔ ایم پی

آگہی کا زخم سر پر لگا
سارا عالم روشنی سے تر لگا۔

آسماں بے خوف چھو کر آگئے
روح کی گہرائیوں سے ڈر لگا

آنسوؤں کو سیپیوں میں بند رکھ
دل خزانے کی حفاظت پر لگا

میں ہوں پانی کربلا میں پھینک دے
اپنا ہر الزام میرے سر لگا

کھل گئے جب ہم پہ دنیا کے فریب
زندگی جینا ہمیں دوبھر لگا

تھک کے بیٹھا تو ہوا لے جائے گی
بازوؤں پہ حوصلوں کے پر لگا،

بک گئی دانشوری سکوں کے مول
یہ عبارت شہر میں منظرؔ لگا

* خلشؔ قادری
نیا گودام، کامٹی
ناگپور

ساحل نظر سے دور ہے دریا چڑھاؤ پر
اہلِ سفر کا بوجھ ہے کاغذ کی ناؤ پر

لرزاں ہے تجھ کو دیکھ کے دل شاخِ باثمر
دستِ ہوس کی آنچ نہ آئے جھکاؤ پر

کب تک رہے گا سایۂ فگن سر پہ آسماں
شاید اماں ملے ہمیں اگلے پڑاؤ پر

بس تھوڑی دیر اور کہ جل جائے گی حیات
صدیوں سے گامزن ہے دہکتے الاؤ پر

تسکین کا سبب ہے لہو کی ہر ایک بوند
مرہم سا لگ رہا ہے نیا گھاؤ، گھاؤ پر

پنہاں ہوں جس میں سینکڑوں خنجر بکارہے
میرا سلام دوستو! ایسے بناؤ پہ

•

جنرل ویدیا کا سفّاکانہ قتل

جنرل ارون کمار ویدیا

جنرل ارون کمار سری دھر ویدیا، جو اس سال ۳۱ جنوری کو ریٹائر ہوئے تھے۔ ہندستانی افواج میں ایک ممتاز سپاہی تھے جنھوں نے اپنی بہادری اور اولوالعزمی کے بہت سے کارنامے انجام دیے تھے۔

میدانِ کارزار میں انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ فوج میں وہ ہر دلعزیز افسر تھے۔ ۲۰ جنوری ۱۹۴۵ء کو انھوں نے فوج میں ملازمت شروع کی۔ اپنی ۴۰ سالہ فوجی زندگی میں وہ کئی بار ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ اگست ۸۳ء میں وہ ملک کی مسلح افواج کے سالارِ اعظم چیف آف آرمی اسٹاف مقرر ہوئے اور ۳۱ جنوری ۱۹۸۶ کو اپنی فوجی خدمات سے سبکدوش ہو گئے۔

۱۰ اگست کی صبح پونے کے علاقہ کنٹونمنٹ میں سرکٹ ہاؤس کے پاس اس ۶۰ سالہ آرمی چیف جنرل کو نامعلوم اشخاص نے قتل کر دیا۔ جنوبی کمانڈ کے ترجمان نے مطلع کیا کہ پونے بارہ بجے جنرل ویدیا کو راجندر سنہ جی روڈ اور ابھی منیو مارگ کے چوراہے کے پاس گولیوں کا نشانہ بنایا۔ اس وقت جنرل ویدیا خود کار چلا رہے تھے اور ان کی بیوی بھانومتی بھی ان کے بازو میں تھیں۔ مسز ویدیا کو بھی کئی گولیاں لگیں اور وہ شدید طور پر زخمی ہوئیں۔

آپ کی دو شادی شدہ لڑکیاں ہیں جن میں ایک دلی اور دوسری بھوٹان گئی ہوئی ہے۔

آنجہانی شری ویدیا کے

غمزدہ اہلِ خاندان

گورنر ڈاکٹر ایس ڈی شرما، وزیراعلیٰ شری ایس بی چوان، وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے اور مرکزی وزیر برائے مالیات شری وی۔ پی سنگھ، ۱۱ راگست کو آنجہانی جنرل ارون کمار ویدیا کے جسدِ خاکی پر پھول چڑھاتے ہوئے۔

صدر جمہوریہ شری گیانی ذیل سنگھ نے پونے میں ہندستانی افواج کے سابق سربراہ کے قتل کیے جانے پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔

ایک پیغام میں صدر جمہوریہ نے کہا کہ "جنرل ویدیا ایک حوصلہ مند اور شجاع سپاہی اور ہندستانی افواج کے وقار کو سربلند کرنے والے تھے۔ ان کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی۔ انھوں نے کہا کہ یہ تشویشناک بات ہے کہ تشدد کا رجحان ایک جرثومہ کی طرح بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہے۔ اس کی بلا امتیاز مذمت کی جانی چاہیے۔ اور پوری طاقت کے ساتھ تشدد پھیلانے والی طاقتوں کو ختم کر دینا چاہیے۔ جنرل ویدیا کی موت میرا ذاتی نقصان ہے۔" صدر جمہوریہ نے سوگوار خاندان کو یہ تعزیتی پیغام بھیجا۔

مہاراشٹر کے وزیراعلیٰ شری ایس۔ بی۔ چوان جو اورنگ آباد کے دورے پر تھے، جنرل ویدیا کے قتل کی خبر سن کر فوراً ہی پونے روانہ ہو گئے، جہاں جنرل کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ چوٹی کے پولس افسران، اعلیٰ انتظامیہ افسران اور چند وزراء بھی پونے پہونچ گئے۔

نائب صدر جمہوریہ نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ ملک میں جو غم وغصہ پیدا ہوا ہے اگر یہ احتجاجی جذبہ تشدد کے رجحان کے خلاف

شری رام پردھان سابق مرکزی سیکریٹری برائے داخلہ شریمتی ویدیا کو تسلی دیتے ہوئے۔

پیدا ہوا ہے تو یہ کہنا چاہیئے کہ جنرل ویدیا کی موت (قربانی) بے کار نہیں ہوگی۔

گورنر مہاراشٹر نے جنرل ویدیا کے قتل پر مہاراشٹر حکومت اور عوام کی طرف سے دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے مسز ویدیا (جنرل ویدیا کی بیوہ) کے نام تعزیتی پیغام بھیجا ہے۔ گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما اسپتال گئے جہاں شریمتی ویدیا زخمی اور زیر علاج تھیں۔

مہاراشٹر پردیش کانگریس کمیٹی (آئی) کی صدر مسز پربھا راؤ، مہاراشٹر کابینہ کے چند وزراء — ولاس دیشمکھ، بالا صاحب جادھو اور رام میگھے بھی وزیر اعلیٰ کے ساتھ تھے۔

وزیر داخلہ شری بوٹا سنگھ نے کہا کہ جنرل ویدیا ہندوستان کے بہترین جنرلوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا ہے کہ اس وحشیانہ قتل کی مذمت کرنے کے لیے ان کے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

وزیر اعظم کا اظہار تعزیت

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے جنرل اے ایس ویدیا کو گولی مار کر ہلاک کیے جانے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

بیرون ملک سے روانہ کیے گئے اپنے تعزیتی پیغام میں شری گاندھی نے جنرل ویدیا کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ انھوں نے اپنی تمام عمر بہتر طور سے ملک کی خدمت کی اور مادر وطن کے وقار کو بلند کیا۔

ان کے علاوہ ملک کے دوسرے رہنماؤں نے بھی جنرل ویدیا کی موت پر شدید رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔

وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان کا اظہار تعزیت

جنرل اے ایس ویدیا کو گولی مار کر ہلاک کیے جانے پر وزیر اعلیٰ نے اپنے شدید صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پورے ملک کے لیے یہ بہت ہی افسوسناک واقعہ ہے۔ جنرل ویدیا بہت ہی اعلیٰ درجے کے فوجی افسر تھے آپ نے دیش کے لیے نایاب خدمات انجام دی ہیں۔ انھیں ملک کے لوگ کبھی بھلا نہیں سکتے۔

سوگوار خاندان کے دکھ میں میں بھی برابر کا شریک ہوں۔

جنرل ویدیا کا آخری سفر

سابق جنرل ویدیا کی لاش کو جنوبی کمانڈ اسپتال سے ایک فوجی گاڑی میں ایک جلوس کی شکل میں نکالا گیا۔ اس وقت شام کے چار بجے تھے جب لاش فوجی شمشان "مکتی دھام" میں پہونچی۔ جنرل ویدیا کے آخری درشن کے لیے اسپتال سے شمشان تک لوگوں کی ایک لمبی قطار فٹ پاتھ اور چھتوں پر دیکھی گئی۔ موسلا دھار بارش کے باوجود لوگ "جنرل ویدیا امر رہیں" کے نعرے لگاتے ہوئے جلوس میں چل رہے تھے۔

وزیر دفاع ارون سنگھ، بری فوج کے سربراہ جنرل سندرجی، ایڈمرل تہیلیانی، ایئر مارشل لا فانٹین۔ مہاراشٹر کے گورنر ڈاکٹر شنکر دیال شرما۔ وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان اور ان کی وزارت میں شامل وزراء، فوج کے اعلیٰ حکام نے جنرل کو گلدستۂ عقیدت پیش کیا۔ جنرل کی لاش کو ان کے داماد میجر ارون کوچر نے آگ دی۔ جنرل ویدیا کی بیوہ مسز بھانومتی ویدیا اپنے بچے اور بچیوں سمیت وہاں موجود تھیں۔

وزیر اعلیٰ نے خاندانی بہبود پروگرام میں مشغول

...کارانہ اداروں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔

وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان نے ۱۳ اگست کو فرمایا کہ حکومت ...نی بہبود اور صحت پروگرام کی عمل آوری میں مشغول رضا کار اداروں کی ...افزائی کرنے کے لیے انعامات کی اسکیم وضع کرنے کے لیے تیار ہے۔

آپ منترالیہ میں منعقدہ خاندانی بہبود کے میدان میں کام کرنے والے ...ار اداروں کی دوسری ریاستی سطح کی کانفرنس کی افتتاحی تقریب ...اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ ایسی پلاننگ کرتے وقت انعامی اسکیم کے ...کچھ اصول مقرر کرنا چاہیئے تاکہ رضا کار اداروں میں مقابلہ کے جذبے ...لیے صحت مند ماحول قائم کیا جا سکے۔

آپ نے مزید فرمایا کہ خاندانی بہبود پروگرام کو ترجیح دیئے جانے کی ...رت ہے۔ آپ نے تاکید کی کہ اگر اس پروگرام پر موثر طور سے عمل ...ی کرنی ہے تو اس میں عوام کو عملی طور پر شامل کر کے ہی کی جا سکتی ...ہے۔

وزیر اعلیٰ نے عہدیداران کو بمبئی عظمیٰ اور مہاراشٹر میں ڈیڑھ مہینے میں ...پروگرام کے لیے مشاورتی کمیٹی قائم کرنے کی ہدایت دی۔ آپ نے ...کارانہ اداروں کے مسائل کو جلد از جلد حل کرنے کا ...ین دلایا۔

شری چوان نے فرمایا کہ اگر متعلقہ ڈاکٹر نسبندی کے آپریشن عدالت ...ٹس دے کر کرتے ہیں تو انہیں قصوروار نہیں ٹھیرایا جا سکتا ...بت ان کی قانونی مدد کرے گی۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے وزیر صحت عامہ شری بھائی ساونت ...فرمایا کہ حکومت رضا کار اداروں کے مسائل پر غور کرے گی۔ اور اس ...سلسلے میں کچھ معاملات پر کارروائی بھی کی جا چکی ہے۔

وزیر مملکت برائے صحت عامہ شریمتی رجنی ساتو نے رضا کارانہ ...روں کے کاموں کی سراہنا کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے اداروں کو ...وہ تعداد میں خاص طور پر دیہی علاقوں میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔

وزیر اعلیٰ فنڈ میں امداد

اس موقع پر وزیر صحت عامہ شری بھائی ساونت نے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں وزیر اعلیٰ راحت فنڈ کے لیے ہیلتھ افسروں اور اسٹاف کی طرف سے جمع کیے گئے ۴۲، ۵۲، ۵ روپے کا ایک چیک پیش کیا۔ اس مقصد کے تحت ۹۱۳، ۹۴ روپے کی پہلی قسط دی جا چکی ہے۔

ابتداء میں ہیلتھ سروسیز کے ڈائرکٹر ڈاکٹر (شریمتی) ایم۔ آر۔ چندرا کاپور نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ ایڈیشنل ڈائرکٹر ہیلتھ سروسیز ڈاکٹر ایس۔ این بھڈ کامکر نے شکریہ ادا کیا۔

ریاستی دیہی فراہمی آب اسکیمات کیلئے

مرکز کی طرف سے ۱۹٫۳۴ کروڑ روپے کی امداد

حکومت ہند نے دیہی فراہمی آب پروگرام میں تیزی لانے کے تحت رواں سال ۸۷-۱۹۸۶ء کے دوران مہاراشٹر میں دیہی فراہمی آب اسکیم کے لیے ۱۹٫۳۴ کروڑ روپے کی رقم منظور کی ہے۔ گزشتہ سال ریاست نے اس پروگرام کے تحت ۱۸٫۴۵ کروڑ روپے کی مالی امداد حاصل کی تھی۔

دیہی فراہمی آب پروگرام میں مالی امداد دے کر تیزی لانے کا مقصد فراہمی آب اسکیمات کے ذریعہ دیہی علاقوں میں پانی فراہم کرنا ہے۔ مرکزی حکومت کا اس پروگرام کے تحت ان اسکیمات کی منظوری کا دیہی علاقوں کی حالت سدھارنا ہے۔ ریاستی حکومت نے بھی اپنے بجٹ میں دیہی فراہمی آب اسکیمات کے لیے رقم مختص کی ہے۔ ریاستی حکومت نے ۹۸٫۶۹ کروڑ کی امسال دیہی علاقوں میں پائپ کے ذریعہ فراہمی آب اسکیمات اور بورویل اور کنووں کو کھودنے کے پروگرام کے لیے منظور کی ہے۔

مرکزی حکومت نے مہاراشٹر فراہمی آب اور سیوریج بورڈ کی طرف سے ۲۲۷ دیہی پائپ واٹر سپلائی اسکیمات کو موجودہ سال کے دوران منظوری دے دی ہے۔

ان اسکیمات سے ۱٫۵۰ لاکھ آبادی کو فائدہ حاصل ہوگا۔ ان اسکیمات کا مجموعی خرچ ۱۵۵۱٫۲۷ لاکھ روپے ہے۔ کچھ اور اسکیمات مرکزی حکومت کی جلد ہی منظوری حاصل ہونے کی غرض سے روانہ کی جا چکی ہیں۔

ناگپور ڈویژن میں سیلاب

وزیر اعلیٰ نے ۳ لاکھ روپے منظور کئے

وزیر اعلیٰ شری ایس۔ بی چوان نے ناگپور ڈویژن کے ناگپور، ردھا، بھنڈارا اور چندر پور ضلعوں میں شدید بارش اور سیلاب وجہ سے جاں بحق ہونے والے افراد کے خاندان والوں کو وزیر اعلیٰ حت فنڈ میں سے فوری مالی امداد کے طور پر تین لاکھ روپے کی راد منظور کی ہے۔

شہر بمبئی کی مخدوش اور پرانی عمارتوں کے مرمت کا پروگرام

شہر بمبئی کی پرانی اور مخدوش عمارتوں کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بمبئی بلڈنگ ریپیئر اینڈ ری کنسٹرکشن بورڈ کو ریاستی حکومت نے ۶۹ یں قائم کیا تھا۔ حکومت نے مہاراشٹر ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ تھارٹی (ایم۔ ایچ۔ اے۔ ڈی۔ اے) ۵ دسمبر ۱۹۷۷ء میں قائم ی۔ بورڈ کو اس اتھارٹی میں ضم کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں ۱۹۶۴۲ رہائشی عمارتوں کی مرمت اور دوبارہ تعمیر کرانی تھی جس میں ۱۶۵۰۲ عمارتیں ستمبر ۱۹۴۰ء کی تعمیر کردہ تھیں۔

بمبئی ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ (بی۔ ایچ۔ اے۔ ڈی۔ بی) و ایم ایچ اے ڈی اے میں تبدیل کر کے اس کے ذمہ مرمت اور دوبارہ تعمیرات کے کام سونپے گئے۔

مرمت اور دوبارہ تعمیر فنڈ

قانون کی شرائط کے مطابق بمبئی بلڈنگ ریپیئر اینڈ ری کنسٹرکشن فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ ریاستی حکومت اور گریٹر بمبئی میونسپل کارپوریشن کی طرف سے ۰۶ء۳ کروڑ روپے بطور عطیہ حاصل کیا جاتا ہے بمبئی عظمیٰ کی میونسپل کارپوریشن کی طرف سے بطور ایجنسی جمع کیا جاتا ہے اور حکومت کارپوریشن کو ۵ فیصد کے حساب سے دیتی ہے اور اس فنڈ سے مرمت اور دوبارہ تعمیرات کا سارا کام کیا جاتا ہے۔

ترجیح دی گئی فہرست میں سے ۱۳۹۸۷ عمارتوں میں سے ۹۴۶۹ عمارتوں کی اکتوبر ۱۹۶۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ تک مرمت کی گئی جس ی کل مالی لاگت ۴۱ء۱۰۲ کروڑ روپے ہوئی۔ موجودہ ۶۴۲ عمارتیں زیر مرمت

رمی رج

ہیں۔ اسی مدت کے دوران ۸۴ عمارتوں کو جن میں ۱۴۱۲۸ کرایہ دار رہتے ہیں دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح ۵۰۲۹ مکانات مختلف ٹرانزٹ کیمپوں میں تعمیر کئے گئے۔ بلڈنگوں اور ٹرانزٹ کیمپوں کی ۹۵ء۵۲ کروڑ روپیہ خرچ کر کے تعمیر کی گئی۔ بمبئی ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ (بی۔ ایم۔ اے۔ ڈی۔ بی) کے ریپیئر اور ری کنسٹرکشن ونگ کے ذریعے یہ تمام کام کیا گیا۔ عمارتوں کی مرمت کے لیے کرایہ داروں کو عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (این او سی) دیا گیا۔

مانسون سے قبل سروے

مانسون سے قبل پرانی اور مخدوش عمارتوں کا ایک سروے ہر سال کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ عمارتوں کا حصہ گرنے اور عمارت گرنے کے خطرے کے پیش نظر ایسی عمارتوں کی ترجیحی لسٹ تیار کی جاتی ہیں۔ اس سال کے دوران سروے کیا گیا جس میں ۸۲ عمارتوں کو انتہائی خطرناک حالت میں پایا گیا اور ان عمارتوں میں بسنے والے تقریباً ۲۰۰۰ مکینوں کو ٹرانزٹ کیمپوں میں بسانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ان عمارتوں کی لسٹ تمام بمبئی عظمیٰ کے لیجسلیٹو اسمبلی / لیجسلیٹو کونسل سابق کونسلروں اور دیگر سماجی کارکنوں کو پیش کی گئی۔ ایسی عمارتوں کے بارے میں بمبئی عظمیٰ کی میونسپل کارپوریشن کے وارڈ افسران کو تفصیلات اس ہدایت کے ساتھ فراہم کی گئی کہ وہ اس سلسلے میں مناسب اقدامات کریں۔ بی۔ ایچ۔ اے۔ بی۔ ڈی اور میونسپل کارپوریشن میں ایک کنٹرول یونٹ قائم کیا گیا۔

کارروائی کا پلان

بمبئی ہاؤسنگ اینڈ ایریا ڈیولپمنٹ بورڈ نے علاقائی سطح پر دوبارہ تعمیرات کا پروگرام وضع کیا ہے جس کے تحت ہاؤسنگ کی سہولت کیلئے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مواقع دئیے جائیں گے۔ بورڈ نے متبادل جگہوں کی غرض سے بمبئی میں مختلف ٹرانزٹ کیمپ کی تعمیر کا پروگرام بنایا ہے جس کے ذریعے مرمت کے کاموں میں سرعت پیدا کی جائے گی۔

بورڈ نے ۸۲۵ عمارتوں کی تعمیر اور رواں سال کے دوران ۰۱ء۳۰ کروڑ روپے کی تخمینی مالیت سے ٹرانزٹ کیمپ میں ۹۶۴ مکانوں کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے۔ جنرل انشورنس کارپوریشن (جی آئی سی) اور یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا (یو ٹی آئی) کی طرف سے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی غرض سے قرض بھی حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

نے فرقہ وارانہ فسادات کی شدت کے ساتھ مذمت کی اور ایسے واقعات پر کڑی نظر رکھنے کی تاکید کی۔ ہندستانی ہونے کے ناطے ہماری رگوں میں ایک ہی خون دوڑ رہا ہے۔ اسپتال میں مریض کو خون دیتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ خون کس ذات کے فرد کا ہے اس لیے ہمیں ذات پات سے بے نیاز ہو کر ملک کی ایکتا کو برقرار رکھتے ہوئے دیش کو آگے بڑھانا چاہیے۔

پولس کمشنر شری سزن نے توقع ظاہر کی کہ اس پولس چوکی سے لوگوں کو بہترین خدمات سے نوازا جائے گا۔ آپ نے اس سلسلہ میں عوام سے بھرپور تعاون کی بھی اپیل کی۔

صدر ہند کے تمغہ پانے والے ناگپاڑہ کے سینئر پولس انسپکٹر شری وسنت ساونت کی بھی اس موقع پر عزت افزائی کی گئی۔

علاقہ کے میونسپل کونسلر شری برہمچاری پانڈے نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ شری وسنت ساونت نے شکریہ ادا کیا۔

ملک کی تعمیر و ترقی کیلئے

تعلیم نسواں اشد ضروری۔

وزیر مملکت برائے تعلیم شریمتی کینیا

کوئی طالب علم محض داخلہ نہ ملنے کی بنا پر تعلیم سے محروم رہ جائے یہ انتہائی افسوسناک بات ہوگی۔ درحقیقت ہسپتال، عدالتیں اور اسکول عوام کی خدمت کے لیے ہی بنائے جاتے ہیں۔ وزیر مملکت برائے تعلیم شریمتی چندریکا کینیا نے ۵ اراگست کو انجمن اسلام گرلس ہائی اسکول بلاسس روڈ، بمبئی ۸ کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد میں بطور مہمان خصوصی اپنے ان خیالات کا اظہار فرمایا۔

وزیر موصوفہ نے مزید فرمایا کہ ہمارے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے بھی ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے تعلیم نسواں کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ شریمتی کینیا نے فرمایا کہ ریاستی حکومت نے ساتویں پنچسالہ منصوبہ میں تعلیم نسواں پر خصوصی توجہ دی ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ریاستی حکومت کی جاری کردہ سادتری بائی پھلے اسکیم کا، جس کے تحت کوئی صاحب حیثیت شخص کسی لڑکی کے تعلیمی اخراجات کی کفالت کو اپنے ذمہ لے کر ریاست کی عورتوں میں ناخواندگی دور کرنے میں مدد و معاون ہوتا ہے، کا حوالہ دیتے ہوئے حاضرین سے اس اسکیم پر عمل درآمد کرنے کی اپیل کی۔ نیز آپ

کماٹی پورے میں پولس چوکی کا

وزیر مملکت شری سید احمد کے ہاتھوں افتتاح

وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ شری سید احمد کے ہاتھوں ۵ اراگست کماٹی پورہ پانچویں گلی ایم۔ آر۔ روڈ جنکشن بیٹ نمبر ۲ کی پولس چوکی کا افتتاح ہوا۔ اس موقع پر بمبئی عظمیٰ کے پولس کمشنر شری ڈی۔ ایس سومن اور ڈپٹی پولس کمشنر زون ۲ کے شری شمس الدین شرف اور اسسٹنٹ کمشنر آف پولس (ٹرافک) شری شام پاٹل بھی موجود تھے۔ اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے شری سید احمد

اسکول کے تعلیمی معیار پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔
وزیر مملکت برائے تعلیم شریمتی چندریکا کینیا کی آمد پر اسکول کی
ں نے آپ کو گارڈ آف آنرس پیش کیا۔
اس سے قبل اسکول کی پرنسپل رئیسہ سید نے مہمان خصوصی کا تعارف
تے ہوئے آپ کی توجہ داخلے کے مسائل پر مبذول کرائی اور اس
لے میں وزیر موصوفہ کی کوششوں کی سراہنا کی۔ پرنسپل صاحبہ نے
سہ کے اغراض و مقاصد بھی بیان کیے۔
اس موقعہ پر اسکول کی طالبات نے کئی آئٹم بڑے خوبصورت انداز
پیش کیے۔
صدر انجمن اسلام ڈاکٹر اسحق جمخانہ والا، نائب صدر شریمتی پرپھائی
ڈاکٹر دالش، شری علی شمشی رکن مہاراشٹر اسٹیٹ
اکیڈمی، ایجوکیشن انسپکٹر کماری پٹیلے۔ سوم ہائی اسکول
نسپل شریمتی کلکرنی اور دیگر خواتین اس موقعہ پر موجود
ہیں

وزیر اعلیٰ کی
راجیو گاندھی کو مبارکباد

وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی۔چوان نے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی
کو ۲۰ اگست کو آپ کی ۴۲ ویں سالگرہ کے موقع پر پرجوش
مبارکباد پیش کی۔

اپنے اس مبارکبادی کے پیغام میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ
"میری طرف سے اور ریاست کے عوام کی طرف سے
میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ آپ کی
مبارک قیادت میں ملک و قوم کو زیادہ سے زیادہ ترقی
و خوشحالی نصیب ہو۔"

صفحہ نمبر ۸ سے آگے

۲۰ نکاتی پروگرام

۶ ایک جوابدہ انتظامیہ

۱: طریقۂ کار کو سادہ / آسان بنانا۔
۲: اختیار سونپتے جانا۔
۳: جوابدہی کا نفاذ زیر زور طریقہ کرنا۔
۴: ترتیب بندی کے ساتھ مانیٹرنی (تنبیہ کرنے والا) سسٹم بلاک سے قومی سطح تک جاری کرنا۔
۵: عوام کی شکایتوں کی طرف فوری طور پر ہمدردی کے ساتھ توجہ دینا۔

انجمن اسلام گرلس ہائی اسکول، بلاسس روڈ، بمبئی کے زیر اہتمام
ہی میں منعقدہ جلسۂ تقسیم انعامات کی تقریب میں شریمتی چندریکا کینیا
ر مملکت برائے تعلیم اسکول کی ایک طالبہ کو انعام دے رہی ہیں۔
ظر تصویر میں اسکول کی پرنسپل شریمتی رئیسہ سید بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کی
ازسرِنو تشکیل

حکومت مہاراشٹر نے اپنی ایک تجویز جنرل ایڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ نمبر EST-1179/UA مورخہ ۹ مارچ کے تحت قائم کردہ مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے بورڈ کو تحلیل کر دیا ہے اور اس کی جگہ عہدیداروں اور ممبروں پر مشتمل ایک نئے بورڈ کی تشکیل کی ہے جو اس طرح ہے۔

(۱) شری شنکر راؤ چوان۔ وزیرِاعلیٰ مہاراشٹر منترالیہ بمبئی۔ صدر

(۲) ڈاکٹر ظ۔انصاری۔ بمبئی۔ نائب صدر

(۳) شری سید احمد
وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ ماحولیات منترالیہ بمبئی۔ رکن

(۴) شری علی سردار جعفری۔ بمبئی۔ رکن

(۵) شری کیفی اعظمی۔ بمبئی۔ رکن

(۶) شری مجروح سلطانپوری۔ بمبئی۔ رکن

(۷) شری مقبول سلیم۔ ناندیڑ۔ رکن

(۸) شری سیتو مادھو پاگڑی۔ بمبئی۔ رکن

(۹) ڈاکٹر آدم شیخ۔ بمبئی۔ رکن

(۱۰) ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاء۔ ناگپور۔ رکن

(۱۱) شری ودیادھر گوکھلے۔ بمبئی۔ رکن

(۱۲) پروفیسر جی۔ڈی۔ ایس شیخ۔ پونے۔ رکن

(۱۳) شری قاضی سلیم۔ اورنگ آباد۔ رکن

(۱۴) شری فاروق اے۔ظفر علی۔ بیڑ۔ رکن

(۱۵) شری عبدالخالق قاضی۔ امرگا۔عثمان آباد۔ رکن

(۱۶) شری وینکٹ راؤ جادھو۔ اورنگ آباد۔ رکن

(۱۷) پروفیسر شریمتی تسنیم پٹیل ارزاپور۔ تعلقہ بیلولی ضلع ناندیڑ۔ رکن

(۱۸) شریمتی فاطمہ انیس۔ بمبئی۔ رکن

(۱۹) شری انیس احمد خاں حاجی نواب غلام دستگیر خاں امراؤتی کیمپ۔ امراوتی

(۲۰) شری شفیع قریشی۔ ناندیڑ۔ رکن

نئے بورڈ کی کارکردگی کی معیاد اس کے ازسرِنو تشکیل ہونے تک ہے۔

قومی راج
کا زرِ سالانہ

- ایک سال کے لئے : دس روپے
- دو سال کے لئے : بیس روپے
- تین سال کے لئے : تیس روپے
- چار سال کے لئے : چھتیس روپے
- پانچ سال کے لئے : پینتالیس روپے

ترسیلِ زر کا پتہ :-

اسسٹنٹ ڈائرکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
بیرک نمبر ۱۹، مقابل سروچی بلڈنگ، نزد منترالیہ
بمبئی ۴۰۰۰۳۲ -

وزیراعلیٰ شری ایس۔بی۔ چوان منترالیہ کے احاطے
میں ۱۵ اگست کو یوم آزادی کے موقع پر
ترنگا جھنڈا لہراتے ہوئے۔

خبریں ۔ تصویروں میں

لوکمانیہ تلک کی ۶۶ ویں برسی کے موقع پر یکم اگست کو دہلی میں تلک
برج کے قریب منعقدہ تقریب میں بھارت کے چیف جسٹس شری پی۔ این۔
بھگوتی نے لوکمانیہ کے مجسمہ کی گلپوشی کی۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے۔

گورنر ڈاکٹر ایس ڈی شرما، یوم آزادی پر کاونسل ہال، پونے میں قومی پرچم کو سلامی دیتے ہوئے

ریاست مہاراشٹر کے ناگپور اور دوسرے ۹ دوردرشن کیندروں کو بروز ۹ راگست ۱۹۸۶ء بوقت ۸ بجے شام انڈین سٹیلائٹ انسٹ۔ا۔بی کے ذریعے بمبئی دوردرشن کیندر سے منسلک کر دیا گیا ہے۔ ملک میں مہاراشٹر نے یہ اولین اقدام کیا ہے۔ افتتاح کے موقع پر بیرسٹر وٹھل راؤ گاڈگل، مرکزی وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات اور وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان دیکھے جا سکتے ہیں۔

۱۹ راگست کو گورنر مہاراشٹر شری ڈاکٹر شنکر دیال شرما کی ۶۵ ویں سالگرہ کے موقع پر وزیراعلیٰ شری شنکرراؤ چوان انھیں پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے۔

MAHARASHTRA

وزیراعلیٰ شری شنکرراؤ چوان ۶راگست کو مہاراشٹر راجیہ بھارت اسکاؤٹس اینڈ گائیڈس کی طرف سے شجرکاری مہم کو تیز تر کرنے والے پروگرام کا افتتاح کرتے ہیں تصویر میں آرگنائزیشن کے صدر اور سابق وزیر شری سدھاکر راؤ بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

युवक बिरादरी

وزیراعلیٰ شری شنکرراؤ چوان ۳۱ر جولائی کو پاٹکر ہال میں "گروپ کی شکل میں گیت گانے والوں کے سیمنار کی افتتاحی تقریب میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر اندرا ہندوجا کی تحقیق اور مسلسل کاوش کے نتیجہ میں بمبئی کے کے ای ایم ہاسپٹل میں ۸ راگست ۱۹۸۶ کو ایک خاتون منی شام جی چاولہ نے ایک صحت مند ٹیسٹ ٹیوب بے بی کو جنم دیا۔

جنوبی بمبئی جے سیز ادارے کی طرف سے ۲۱ راگست ۱۹۸۶ء کو منعقدہ تقریب میں ڈاکٹر مذکورہ کو "نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی شہری خاتون" کا ایوارڈ دیا گیا۔ زیرنظر تصویر میں شری اشوک پاٹل وزیرمملکت برائے اسپورٹس ڈاکٹر اندرا ہندوجا کو ایوارڈ دیتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں۔ دوسری تصویر میں وزیر صحت عامہ شری بھائی ساونت، خاتون منی شام جی چاولہ (گود میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کو لیے ہوئے) اور ان کے والدین کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

انجمن اسلام سیف گرلس ہائی اسکول، بلاسس روڈ کی طرف سے ۱۲ راگست کو یوم والدین تقریب اور ایک کلچرل پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ زیرنظر تصویر میں وزیر مملکت برائے ہاؤسنگ، شری سید احمد اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔ تصویر میں پرنسپل محترمہ رشیدہ سید، محترمہ مرچنٹ اور محترمہ خطیب بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

قارئین کی رائے

سلطان سبحانی
۱۹۳ - ایم - ایچ - بی کالونی
مالیگاؤں (ناسک) ۴۲۳۲۰۳

"قومی راج" کے تازہ شمارہ (۱۰ر جون ۱۹۸۶ء) میں میری کتاب "حکم نامہ" پر فصیح اکمل صاحب کا تبصرہ نظر سے گذرا۔ تبصرے کی اشاعت پر آپ کا بہت بہت ممنون ہوں۔

فصیح اکمل صاحب نے اپنے تبصرے میں میرے کچھ اشعار کو جس "شعر فہمی" کی سطح پر رکھکر مجروح کیا ہے اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ اہلِ نظر خود دیکھ لیں گے۔ لیکن تبصرے کے آخر میں انھوں نے بغیر کوئی مصرعہ لکھے "حکم نامہ" کے کچھ اشعار کو جو وزن و بحر سے دامن کشاں ظاہر کیا ہے اس پر مجھے حیرت ہے۔

اگر فصیح اکمل صاحب ان اشعار کی نشاندہی فرما دیں تو میں ممنون ہوں گا۔

★

وقار واثقی
۱۵۲۵ - رسول آباد کالونی - احمد آباد ۲۸

"قومی راج" مجھے مستقلاً ملتا رہا ہے۔ قومی راج حکومتِ مہاراشٹر کا بہترین ترجمان ہے جسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے لیکن آج کل اس میں جو نکھار آتا جا رہا ہے وہ آپ کی طرزِ فکر اور سلیقہ مندی کا ثبوت ہے۔

★

ایم - اے - خلیل
مدیر روزنامہ "سحر" ناندیڑ و پربھنی
گلشن لین - پربھنی - ۴۳۱۴۰۱

یوں تو مہاراشٹر میں اردو رسالہ جات وغیرہ بہت نکلتے ہیں لیکن "قومی راج" کی بات ہی کچھ نرالی ہے۔ اس میں نہایت ہی ڈسپلن کے ساتھ تصاویر اور غزلیں چھپتی ہیں اور دیگر مضامین اس قدر دلفریب ہوتے ہیں کہ بعض اوقات پورا ہی پرچہ پڑھ لیتا ہوں۔ مضامین اور تخلیقات میں بڑے سکون کے ساتھ رات ۱۱ بجے شب سے ۱۲ بجے شب تک پڑھ کر ہی پرچہ بند کرتا ہوں۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی، سابق وزیر اعظم کی رنگین تصویر یوم مہاراشٹر کے موقع پر جو سرورق پر دی گئی ہے وہ نہایت ہی لاجواب ہے اور ساتھ ہی ساتھ جناب سریش ڈیسائی کا مضمون جو صفحہ ۱۳ پر ہے معلومات افزا ہے۔ اکثر خریداران سے سنا گیا کہ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کی تصویر کو فریم کر کے رکھا گیا ہے جو شمارہ (۸ - ۹) میں ہے جو احترام کے قابل ہے۔

اسی طرح "قومی راج" خصوصی ۸، ۹ کے صفحہ ۱۷ پر مہاراشٹرین ساڑھی میں ملبوس جو ایک خاتون کی تصویر دی گئی ہے، قابلِ تعریف ہے جس کے لئے مہاراشٹر کو فخر ہے۔ ۲۵ر مئی ۱۹۸۶ء کے قومی راج میں مضامین اور غزلیں اور تصاویر دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ جو آپ لوگوں نے معلومات کا خزانہ بھر دیا ہے اس کے لئے مکرر آنجناب کو مبارکباد دیتا ہوں۔

★

طاہر جمیل احمد قریشی
جونیر انجینئر
احمد کالونی - راجورہ (مانک گڈھ)
ضلع چندرپور (مہاراشٹر)

"قومی راج" کا تازہ شمارہ ۱۰ر جولائی ۱۹۸۶ء پیش نگاہ ہے۔ "قومی یکجہتی اور فخر الدین علی احمد" اور "اردو، ہندی۔ روح ایک قالب دو" یہ دو مضامین کافی پسند آئے۔ غزلیں سبھی معیاری ہیں۔ قومی راج کے مطالعہ سے سرکاری پالیسیوں اور پروگراموں کے متعلق کافی معلومات ہوتی ہے۔ اردو میں "قومی راج" مہاراشٹر میں اردو کی عظمت کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے جس نفاست و سلیقگی سے اُسے آراستہ کیا ہے اس کیلئے آپ لائق مبارکباد ہیں۔ ہم لوگ قومی راج کا بیتابی سے انتظار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قومی راج کو ایک بے مثال جریدہ بنا دے۔

★ **عبدالعزیز خان زخمی** اور منظر جناب۔ صدر مدرس
اردو اسکول ۱ دونڈائچہ۔

ماشاء اللہ قومی راج بہت بہتر ہوتا جا رہا ہے رسالہ دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ غزلیں تو بہت ہی ستھری ستھری ہیں۔ اللہ دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

قومی راج

۱۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء 10/10/86

ترتیب

صفحہ نمبر

وزیراعلیٰ کا پیغام

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ "قومی راج" ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو ایک خصوصی شمارہ "گاندھی جینتی نمبر" شائع کر رہا ہے۔

سیواگرام کے جشنِ طلائی کے موقع پر اس شمارے کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ہمارے محبوب وزیراعظم شری راجیو گاندھی کی خواہش کے مطابق اس جشنِ طلائی کو شاندار پیمانے پر منایا جا رہا ہے۔

مہاتما گاندھی کی زندگی نہ صرف ہندوستانی عوام کے لیے بلکہ دنیا بھر کے لوگوں کیلئے ہمت و جرأت اور خود اعتمادی پیدا کرنے کا ذریعہ بنی رہی۔

انسانوں کی بھلائی، ہمدردی، عدم تشدد اور سچائی کی خاطر قربانی کا جذبہ پیدا کرنے والی اس بلند پایہ ہستی کی اعلیٰ تعلیمات یقیناً لوگوں میں قوت و حوصلہ بیدار کرنے میں مددگار رہیں گی۔

مجھے امید ہے کہ یہ خصوصی شمارہ جس میں مہاتما گاندھی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور ان کی تعلیمات پر روشنی ڈالنے والے مضامین شامل ہیں۔ یقیناً دلچسپی سے پڑھا جائے گا اور ان کے اثرات لوگوں کے دل و دماغ پر منقش ہوں گے۔

یہ بھی امید ہے کہ اس شمارہ کا بھی "قومی راج" کے سابقہ شماروں کی طرح خیر مقدم کیا جائے گا اور اسے بھی حوالہ جات کے لیے محفوظ کر لیا جائے گا۔"

ایس۔ بی چوان

وزیراعلیٰ

ملک بھر میں گاندھی جینتی نہایت جوش وخروش سے منائی گئی
جگہ جگہ دعائیہ جلسے اور بھجن تقریبات کا اہتمام

پورے ملک میں ۲ اکتوبر کو امن کے پیامبر باپو موہن داس کرم چند گاندھی کی یادگار منائی گئی جنہوں نے ہندوستان کو عدم تشدد کے راستے پر لگایا اور چالیس سال تک ملک کی جدوجہد آزادی کی رہنمائی کی۔

ملک بھر میں بابائے قوم کی ۱۱۷ ویں سالگرہ کے موقع پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا اور مختلف ریاستوں میں مہاتما گاندھی کے پسندیدہ بھجن گائے گئے۔ ان کے مجسموں کی گلپوشی کی گئی پرارتھنا سبھائیں، قومی یکجہتی کانفرنسیں، چرخا تننے کے مقابلے اور مہاتما گاندھی کی زندگی کے بارے میں سمینار منعقد کئے گئے۔

مہاتما گاندھی کی جائے پیدائش پوربندر میں ایک خصوصی دعائیہ جلسہ منعقد کیا گیا۔ دریائے سابرمتی کے کنارے گاندھی جی آشرم میں ایک بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے اور ہردے کنج میں جہاں خود مہاتما گاندھی پرارتھنا کیا کرتے تھے، ایک عظیم الشان دعائیہ جلسہ منعقد کیا گیا۔

بمبئی میں میئر شری دتا نلاوڑے، بمبئی کے شریف

وزیراعظم شری راجیو گاندھی ۲ اکتوبر کو سیوا گرام آشرم میں منعقدہ "باپو نمائش" میں تشریف لے گئے۔ یہ اسی موقع کی تصویر ہے

دو روزہ ماحولیاتی سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی۔ موصوف کے دائیں جانب بمبئی ریجنل کانگریس (آئی) کے صدر شری مرلی دیورا (ایم۔ پی) اور بائیں جانب وزیر اعلیٰ شری شنکر راؤ چوان نیز مرکزی وزیر برائے ماحولیات و جنگلات شری ضیاء الرحمٰن انصاری دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس جلسے کے شرکاء میں سے ممتاز شخصیتیں، مہاراشٹر کے گورنر ڈاکٹر ایس۔ڈی شرما، وزیر اعلیٰ شری ایس۔بی چوان اور ریاستی کانگریس (آئی) کی صدر پربھا راؤ بھی تھیں۔

وزیر اعظم نے کہا کہ ناوابستگی کی پالیسی جس کی بنیاد پنڈت نہرو نے ڈالی تھی اور حکومتِ ہند نے جس پر عمل کیا، مہاتما گاندھی کے بتائے ہوئے عدم تشدد کے نظریے کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔

شری پی۔ کے لوٹپے اور ہریجن سیوا سنگھ کے صدر شری ایچ۔ این ترویدی نے منترالیہ میں مہاتما گاندھی کے مجسمے کی گل پوشی کی۔

کانگریس سدن کے ایک جلسے میں شری مرلی دیورا نے عوام کو مہاتما گاندھی کے راستے پر چلنے کی تلقین کی۔ منی بھون میں جہاں مہاتما گاندھی بمبئی آنے پر ٹھہرا کرتے تھے، ایک مذہبی جلسہ منعقد کیا گیا۔

۲ راکتوبر کو سیوا گرام (ضلع وردھا) میں وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے مہاتما گاندھی کے فلسفے اور تعلیمات کو ملک کی ترقی کے لئے معاون و سازگار گردانا۔

سیوا گرام کے جشن طلائی کے موقع پر انجینیرنگ کالج کے احاطے میں ایک عظیم الشان جلسے کو خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ مہاتما گاندھی کا طریقۂ کار ملک کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں مدد دے گا۔

اس سے قبل وزیر اعظم نے مہاتما گاندھی کی زندگی کے بارے میں ایک تصویری نمائش کا افتتاح کیا۔

قومی راج

ناگپور میں بینو انگلش ہائی اسکول صد سالہ جشن تقریبات کا وزیراعظم شری راجیو گاندھی، روایتی دیپ جلا کر افتتاح کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر تصویر میں شری وسنت ساٹھے، مرکزی وزیر برائے توانائی اور دیگر عہدیداران دیکھے جا سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ملک میں پھیلی فرقہ پرستی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے بھی گاندھی جی کا طریقہ کار ایک موثر ہتھیار ہوگا۔

آپ نے مزید فرمایا کہ مہاتما گاندھی نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کے لئے ایک مشعل رہبری کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کا اندازِ فکر ہزاروں سال تک ساری دنیا کی رہبری کرتا رہے گا۔

شری راجیو گاندھی ناگپور سے بذریعہ ہیلی کاپٹر یہاں پہنچے تھے۔ آپ نے آشرم کو تفصیل سے دیکھا جہاں مہاتما گاندھی نے دس سال گذارے تھے اور ملک کی جدوجہد آزادی کی رہنمائی کی تھی۔ "آدی نواس" میں انہوں نے آشرم میں رہنے والے ایک بوڑھے سنیاسی سے بھی گفتگو کی۔

اس کے بعد وزیراعظم نے اس دعائیہ جلسے میں شرکت کی جس کا اہتمام آشرم والوں نے پیپل کے اس تاریخی درخت کے نیچے کیا تھا جس کو مہاتما گاندھی نے ۱۹۳۶ء میں لگایا تھا۔

۲۳ اکتوبر کی رات کو وزیراعظم شری راجیو گاندھی انڈین ائر فورس کے خصوصی طیارے کے ذریعے حیدرآباد سے بمبئی پہنچے۔

ہوائی اڈے پر گورنر ڈاکٹر شرما، وزیراعلیٰ شری چوان اور ان کی کابینہ کے دیگر رفقاء، میئر نلاوڑے اور شری ٹوپے شریف آف بمبئی، نے ان کا خیر مقدم کیا۔

شری گاندھی ہوائی اڈے سے ایک بلٹ پروف کار میں بیٹھ کر راج بھون روانہ ہوئے۔ دوسرے روز آپ نے شہر میں منعقدہ پروگراموں میں حصہ لیا۔

بادشاہ خان کا تحفہ "نہرو جیکٹ"
وزیرِ اعظم نے زیبِ تن کیا

وزیر اعظم، سیواگرام آشرم کے دورے کے موقع پر نہرو جیکٹ زیب تن کئے ہوئے تھے جسے سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خان نے انہیں تحفہ میں دیا تھا۔

ہلکے بھورے رنگ کا یہ جیکٹ خود "بادشاہ" کے ہاتھوں بنے ہوئے کپڑے سے تیار کیا گیا تھا اور کانگریس کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر بادشاہ خان نے وزیر اعظم کو یہ بے مثال تحفہ پیش کیا تھا اور وزیر اعظم اس وقت سے اسے محفوظ رکھے ہوئے تھے اور ۲ راکتوبر کو گاندھی جینتی کے موقع پر اسے استعمال کیا۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی [illegible] سیواگرام آشرم کے [illegible] میں چرخہ چلاتے ہوئے

قومی راج اور لوک راجیہ کا
مہاتما گاندھی نمبر
وزیر اعظم کے ہاتھوں اجراء

وزیرِ اعظم شری راجیو گاندھی نے ۲ راکتوبر کو سیواگرام آشرم میں حکومت مہاراشٹر کی جانب سے مہاتما گاندھی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کی تعلیمات پر مبنی "قومی راج" اور لوک راجیہ کی خصوصی اشاعت کا اجرا کیا۔

اس موقع پر وزیر اعلیٰ مہاراشٹر شری شنکر راؤ چوان، وزیر مالیات شری سوشیل کمار شندے، وزیر برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ ڈاکٹر شری کانت جچکر اور محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل شری پرمود مانے بھی موجود تھے۔

شپنگ کارپوریشن آف انڈیا کی سلور جوبلی تقریبات کے موقع پر بھابھا آڈیٹوریم میں شپنگ کارپوریشن آف انڈیا کے صدر اور مینجنگ ڈائرکٹر شری آنی۔ ایم راجوار، وزیر اعظم راجیو گاندھی کو تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ زیر نظر تصویر میں مرکزی وزیر مملکت شری راجیش پائلٹ بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور اندھیارے کا رونا روتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو اٹھ کر چاہے کتنا چھوٹا سا کیوں نہ ہو دیا جلاتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں ہر شخص جہاں کہیں بھی وہ کام کرتا ہو۔ ایسا دیا روشن کرے جس سے اندھیارا دور ہو اور ہندوستان کی حالت بہتر ہو۔ جس میں ہم سب ہنسی خوشی جیون بتائیں۔

— آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی

اوما شنکر شکلا۔ وردھا

وردھا میں مہاتما گاندھی کا سیواگرام

راشٹر تیرتھ دنیا بھر میں مشہور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ راشٹر پتا مہاتما گاندھی نے اپنا آشرم ۵۰ سال قبل ۱۹۳۶ء میں قائم کیا تھا۔ یہ وردھا سے سات کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے ڈانڈی نمک ستیہ گرہ کے موقع پر گاندھی جی نے عہد کیا تھا کہ جب تک سوراجیہ حاصل نہیں ہوگا وہ سابرمتی آشرم نہیں لوٹیں گے۔ اس وقت وردھا میں دیش بھکت اور کانگرس نیتا جمنالال بجاج نے گاندھی جی سے درخواست کی تھی کہ وہ وردھا آکر رہیں اور ان کی پوری تیاری وردھا میں کی جائے گی۔ وردھا بھارت کے بالکل بیچوں بیچ ہے اس وجہ سے لوگوں سے رابطہ قائم کرنے میں بھی فائدہ رہے گا۔ گاندھی جی نے سیٹھ جمنالال جی کی بات مان لی۔ اور وہ ۱۹۳۳ء میں وردھا آگئے۔ جمنالال جی نے اپنا شاندار و خوبصورت باغ گاندھی جی کو تحفہ میں دے دیا۔ باپو جی وہیں رہنے لگے۔ باپو جی کا آشرم وہیں شروع ہوا۔ [illegible] رکھا گیا۔

سیواگرام میں گاندھی جی کی کھاٹ

گاندھی جی نے سوچا کہ گاؤں میں رہنا چاہیے اور سیٹھ جمنالال جی نے وردھا سے پانچ میل کی دوری پر واقع اپنے شیگاؤں میں نھیں اپنی زمین آشرم کے لیے دے دی اور وہاں باپو جی ۳۶/۴/۳۰ سے رہنے لگے۔ شیگاؤں کا نام بعد میں اسکیم تھے سے بدل کر "سیواگرام" ھا گیا۔ سیواگرام میں ان کے آشرم میں ان کے پرائیویٹ سکریٹری ی مہادیو بھائی دیسائی، پیارے لال جی، ڈاکٹر سوشیلا نائر، چمن لال ائی۔ آچاریہ کشور لال مشروالا، کاکا صاحب کالیلکر، آچاریہ نائکم وغیرہ ام کرنے لگے اور آچاریہ شری من نارائن جی وردھا سے ان کے پاس کر ان کے کاموں میں مدد دیتے تھے۔

باپو سے ملنے کے لیے دیس بدیس کے لوگ آنے لگے، وردھا، ور سیواگرام کا نام آنکھوں میں چمکنے لگا۔ گاندھی جی سے ملنے کے لیے وزیر اعظم جواہر لال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، راجندر بابو، چکرورتی راج گوپال چاری، شریمتی سروجنی نائیڈو، سبھاش چندر بوس، مولانا بوالکلام آزاد، بادشاہ خان وغیرہ بھی آتے تھے۔ اور راشٹریہ آندولن کو کس طرح آگے بڑھائیں۔ اس پر بحث و مباحثہ کرتے تھے۔

انگریز سرکار کی راجدھانی دلی تھی تو کانگریس کی راجدھانی وردھا اور سیواگرام تھی۔ کانگریس کی میٹنگ یہاں ہوتی تھی۔ کانگریس نے "بھارت چھوڑو" تجویز کا خاکہ یہیں بنایا تھا۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء سیواگرام کی تاسیس کا دن ہے۔ یہی وہ دن تھا جب وردھا سے چل کر باپو جمنالال بجاج کے امرود کے باغیچے میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور کہا کہ اب ہم یہاں رہ کر اصلی دیہاتوں پر مشتمل بھارت کو زیادہ سمجھ سکیں گے اور اس کی سیوا کر سکیں گے۔

سیواگرام میں پہلے رہائشی نواس بنا۔ باپو جی، محترمہ کستوربا کے ساتھ وہیں رہنے لگے۔ دوسرے لوگ بھی وہاں رہتے تھے۔ جس جگہ آج گاندھی جی کی کٹیا ہے وہ جگہ میرا بہن نے سوت کاتنے کے لیے بنوایا تھا۔ بعد میں گاندھی جی اس کٹیا میں آکر رہنے لگے۔

گاندھی جی نے یہیں پر نئی تعلیمی پالیسی کا کام شروع کیا اور اس کی انجام دہی کا کام آچاریہ نائکم جی کے ذمے کر دی۔ تعلیمی پالیسی کو بڑھاوا

دینے کا کام سارے دیس میں پھیلایا۔

گاندھی جی نے سیواگرام میں کل ہند چرخہ سنگھ کا دفتر بنوایا اور اس کی ذمہ داری سری کرشن داس جی جاجو کو سونپی۔ جماعت کھادی کو بڑھاوا دینے کا کام کرتی تھی۔ جب باپو کا قیام وردھا میں تھا تو انھوں نے کل ہند دیہی صنعت سنگھ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور ڈاکٹر جے سی۔ کمار جی کو اس کام کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی۔ راشٹر بھاشا کو فروغ دینے والی کمیٹی کی بھی بنیاد یہیں ڈالی گئی تھی اور وہ کام آچاریہ کاکا صاحب کالیلکر، جے وی اچاریہ شریمن نارائن جی کو سونپا گیا۔ راشٹر بھاشا ہندی کے پرچار کا کام غیر ہندی طبقے میں کیا جانے لگا۔

سیواگرام آشرم کی آتما باپو کے جیون سندیش کی نشانی کے لحاظ سے ان کی کٹیا ہے۔ یہ ایک روشن منارہ ہے جو دیش بدیش کے ہزاروں دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جس کا جیسا خیال ہو اسی کی مناسبت سے یہ سادہ صاف ستھری اور خوبصورت کٹیا ویسی ہی روشنی عطا کرتی ہے۔

باپو جی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۶ء تک یہاں رہے اور دیس کی رہنمائی کی۔ جب تک یہاں رہے وہ اسی کٹیا میں رہے کیونکہ گاندھی جی کو کھانسی آنے لگی تھی تو ڈاکٹروں نے انھیں صلاح دی تھی کہ وہ اسی آخری نواس میں رہیں۔ یہ کٹیا جمنا لال جی نے اپنے رہنے کے لیے بنوائی تھی۔ اس کے ایک کمرے میں پیارے لال جی رہتے تھے بعد میں شری چمن لال اس کٹیا میں رہنے لگے تھے۔ محترمہ کستوربا کے لیے بھی ایک کٹیا بنائی گئی تھی اور اسی کے سامنے پرارتھنا بھومی (عبادت گاہ) ہے۔ یہ سب کٹیا خالی پڑی ہیں اور اب ان میں گاندھی جی اور محترمہ کستوربا کی گھریلو چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔

"پرارتھنا بھومی"

گاندھی جی کی زندگی میں یہ مقام پرارتھنا کا بہت بڑا اور اہم مقام تھا وہ یہاں صبح و شام پرارتھنا کرتے تھے۔ پرارتھنا میں آشرم کے سب لوگ شریک ہوتے تھے۔ یہاں رامائن کا پاٹھ بھی ہوتا تھا باپو کو جو کچھ کہنا ہوتا تھا وہ شام کے وقت کہتے تھے۔

پرارتھنا استھان کے بارے میں باپو کا خیال یہ تھا کہ ہمیں غریبوں کے ساتھ رہنا ہے۔ کروڑوں بھوکوں کی سیوا کرنی ہے اس لیے میرا "پرارتھنا گھر" یا "پرارتھنا مندر" اینٹ چونے کا مکان نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے تو نیلا آکاش کا چھپر اور عزیز ہی

کستوربا کے ہاتھوں درخت باکول کی شجر کاری

کے روپ میں کھمبے کافی ہونے چاہئیں۔

پیپل کا پیڑ

باپو کٹی کے آنگن میں گھر کے چوکیدار کے روپ میں ان کی زندگی

ہندوستانی تعلیمی سنگھ جس کا قیام ۱۹۳۸ء میں عمل میں آیا
اور جو بنیادی تعلیم کے پرچار کے لئے تھا۔

یادگار کے طور پر ایک درخت بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اسے باپو نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ آج وہ پودا پیپل کا اچھا بڑا پھیلا ہوا پیڑ بن گیا ہے۔ ایک بار آچاریہ شریمن نارائن جی نے اس پیڑ کے بارے میں لکھا تھا کہ صبح و شام پرارتھنا اور سنگیت سن کر وہ پیڑ خوب بڑھ گیا ہے۔ سیواگرام کے درشن کے لیے آنے والے یاتریوں کو بھی ٹھنڈک اور چھاؤں عطا کرتا ہے۔ اس پیڑ کے پاس ہی کستوربا کے ہاتھوں لگایا گیا ببول کا ایک پیڑ بھی بہت اچھا اور خوبصورت ہے اور آچاریہ ونوبا جی کی "پد۔ یاترا" کی یاد دلانے والا پیپل کا ایک درخت بھی ہے جسے آچاریہ جی نے لگایا تھا۔ آشرم میں چمپا۔ نیم۔ ارجن۔ نیلگری۔ اشوک وغیرہ جیسے بہت سے پیڑ ہیں۔ جن میں مختلف بیاؤں کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔

سیواگرام ایک راشٹریہ تیرتھ ہے۔ یہیں پر رہ کر گاندھی جی نے ملک کو آزادی دلائی۔ لوکمانیہ تلک نے کہا تھا کہ سوراجیہ ہمارا پیدائشی حق ہے اور اسے ہم لے کر رہیں گے۔ یہ ان کا قول تھا اور اس قول کو عملاً سچ کر دکھانے والے گاندھی جی تھے جنہوں آزادی حاصل کرنے کے لیے سب کا تعاون حاصل کیا تھا۔ دیش کے دوسرے بہت سے لوگوں نے دیش کی آزادی کے لیے اپنی جانیں بھینٹ دی تھیں۔ بہت سے دوسروں نے جیلوں میں دکھ اٹھائے تھے تب کہیں آزادی ملی تھی۔

دیش کی جنتا کو گاندھی جی نے اٹھارہ نکاتی پروگرام دیا تھا اور کھادی۔ دیہی صنعت کاری کے طور پر سودیشی گرام ادیوگ، راشٹر بھاشا، سخت خدمت وغیرہ کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ گاندھی جی آزادی کے ساتھ ساتھ دیش کی زیادہ سے زیادہ معاشی ترقی بھی چاہتے تھے۔ اس زمانے میں بھی ان کے پیش کئے ہوئے پروگراموں کی کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

آج سیواگرام جو گاندھی جی کے پیش کردہ نکات میں سے ایک نکتہ تیرتھ گار کا روپ دھارن کر چکا ہے جہاں دیش بدیش کے یاتری آتے رہتے ہیں ان یاتریوں کو ٹھہرنے کے لیے ایک یاتری نواس (مسافرخانہ) بھی سرکار نے بنوا دیا ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم سب اس سیواگرام آشرم کا جشن طلائی منا رہے ہیں۔ یہ آشرم صدیوں راشٹر پتا کی یاد دلاتا رہے گا۔ ■

گاندھیائی معاشیات

معاشی اصول

اور گاندھی جی کا نظریہ

ڈاکٹر شری کانت جیکر
وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطہ عامہ، محکمہ برائے عام انتظامیہ، توانائی، مالیات و میزبانی ۔

انڈین اکانامک ایسوسی ایشن نے احمد آباد میں منعقدہ ۶۸ ویں سالانہ کانفرنس میں "گاندھیائی معاشیات کے اصول پر بھی تحریریں پیش کی گئیں ۔ تقریباً ۲۴ پرچے، ۱۰۰ معاشیات کے طلبا کی طرف سے ہندستانی یونی ورسٹیوں کو موصول ہوئے تھے ۔ دس پرچے اصل حالت میں کاٹ چھانٹ کے بغیر شائع کیے گئے تھے اور باقیماندہ مختصراً خلاصہ کی شکل میں ۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ معاشیات کے فاضل ادیبوں کی اس فہرست میں ان ماہرین معاشیات نے جو حکمتِ عملی تجویز کرنے اور ضابطے بنانے میں حکومت کو مشورہ دیتے رہتے ہیں، کوئی پرچہ پیش کیا ہی نہیں ۔

انڈین اکانامک ایسوسی ایشن کے اس پہلو نے مجھے کافی حیرت زدہ کیا، اور اس کے کئی وجوہ ہیں ۔ اوّل یہ کہ ریاست اور یونیورسٹی کے ماہرین معاشیات کے درمیان باہم کوئی رابطہ نہیں ہے ۔ دوسرے یہ کہ ایسی کانفرنسوں میں متعدد ملکوں کے بہت سے ماہرین معاشیات شرکت کرتے ہیں ۔ وہ دفتروں سے چھٹی لیتے اور ریاست سے ایسی کانفرنسوں میں شرکت کرنے کے لئے رقمیں پاتے ہیں ۔ اس لئے ان کے کانفرنس میں آنے اور خموشی سے چلے جانے کے انداز نے کافی مایوس کیا ۔ تیسرے ان سرکاری ماہرین معاشیات نے اصولوں، مفروضوں اور تجویزوں کی چھان بین کرنے میں اپنے آپ کو لگایا نہیں جس سے انڈین اکانامک کانفرنس کا علمی دامن مالا مال ہوتا ۔ مسز تامراج لکشمی کے تحریری پرچے کے علاوہ، کانفرنس نمبر میں کسی سرکاری ماہر معاشیات کا کوئی تحریری پرچہ نہیں ۔ جب میں نے انڈین اکانامک ایسوسی ایشن کی اگزیکیٹو کمیٹی کی فہرست میں دیے ہوئے فاضلوں کے ناموں کو چن کر ان فاضلوں کے ناموں کے ساتھ مقابلہ کرنے لگا جنہوں نے گاندھیائی اقتصادیات یا معاشیات پر پرچے پیش کیے تھے تو مجھے یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ اگزیکیٹو کمیٹی کے ارکان میں سے کسی نے کوئی تحریر پیش کی ہی نہیں ۔ یہ عام طور پر سچ ہے سوائے چند ایسے ممبران کے جنہوں نے کانفرنس کے دوسرے سیکشنوں میں پرچے پیش کئے ۔ ماہرین معاشیات جماعتی حیثیت سے بہت خوشی محسوس کرتے ہیں جب اُن کی اگزیکیٹو کونسل کا کوئی سر فہرست فاضل کانفرنس کے لئے بھی دیے ہوئے عنوان پر اپنا مضمون پیش کرتا ہے ۔

گاندھیائی معاشی نظریہ کے مطالعہ کا شوق اور ہندوستانی معاشیات کے ساتھ اس کا تعلق کافی بلند نظر آتا ہے اگر ہم ان اد کو شمار کریں جو اس کے نذر کئے گئے اور ان مضامین کی گنتی کریں جن کے خلاصے پیش کئے گئے ۔

پرچوں کی درجہ بندی

		صفحات کی تعداد	تعداد فاضلوں کی مشترک یا انفرادی طور
۱	گاندھیائی معاشیاتی اصول	۱۹۰	۶۹
۲	زراعت و صنعت	۱۱۸	۵۷
۳	بین الاقوامی مالیات	۱۲۸	۲۷

ان مفروضات سے جو اوپر مقابلتاً دئے گئے ہیں، اُن فاضلوں کی تعداد واضح ہے جو گاندھیائی معاشیات پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے خواہشمند ہیں۔ پروفیسر پی۔ سی۔ جوشی نے ان فاضلوں کے پرچوں میں سے، جو ایسوسی ایشن کو موصول ہوئے ہیں، گاندھیائی معاشیات پر مباحثہ کے لئے تنقیح طلب امور کو ترتیب دیا ہے۔

معاشیات میں خالص اصول کے نقطۂ نظر سے جنوبی گجرات یونیورسٹی کے پروفیسر ایس۔ سریزواس راؤ کا مضمون بلحاظ اصول معیاری کہا جا سکتا ہے، جو گاندھی پر نظریات ایک وسیع و جامع جائزہ ہیں۔ جو ان معاملات کے پیچھے جانچنے والی کسوٹی کا کام دے سکتے ہیں جو مصنف نے سب ہی قسم کے نظریات کا خلاصہ کیا ہے۔

پروفیسر ایس۔ وی۔ کھنڈے والے گاندھیائی نظریہ کا اصولاً کم اور ضرورتاً زیادہ ہونا تسلیم کرتے ہیں (صفحہ ۱۵۶) رائیگر نے دو ٹوک کہہ دیا کہ گاندھیائی معاشیات نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں۔ اور لیاری بھی ان کا ہم خیال ہے: "گاندھیائی معاشیات کے متعلق آخر کوئی کیوں پوچھنے لگا، آیا ایسی کوئی چیز ہے بھی، اور وہ ہوگی بھی کیسی — میں تو حیران ہوں (صفحہ ۴۸)

مضمون زیر مطالعہ کے بارے میں بہت سے فاضلوں کے نزدیک موجودہ اصولوں کی بہت سی شاخیں ہیں۔ ڈاکٹر رانے نے اکانمکس میں استعمال ہونے والی اصطلاحات و کنایات کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے خیال میں جو اشارات و کنایات استعمال کیے گئے ہیں ان میں قیمت اور فائدہ مندی بطور تصورات کے لائے گئے ہیں۔ (صفحہ ۱۰۴)۔ پروفیسر ایل۔ ایم۔ بھولے کے انکشاف کے مطابق سماج میں معاشی سرگرمیوں پر ضروریات اور فرائض کے نقطۂ نظر سے ان نظریوں میں دھرم کا پہلو ہے (صفحہ ۱۱۰) ڈاکٹر سی کے رینوکاریا اور ڈاکٹر آر۔ پی۔ شرما نے معاشیات میں گاندھیائی پیرامیٹرز (یعنی ان میں متعین صورتوں) کی توثیق کی ہے (صفحہ ۱۲۲ و صفحہ ۱۳۲) ان مصنفین نے جو نتیجے نکالے ہیں حسابات کو بخوبی جاننے والے تفصیل سے مطالعہ کرنے کے بعد بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

الٰہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر ایس کے مہتا نے پہلے معاشیات میں "زردان کو ضرور تمندی کا تصور قرار دیا تھا، پروفیسر اوپی ماہا جن نے اسے گاندھیائی مثالوں کی تعریف میں استعمال کیا ہے (صفحہ ۶۷)

یہ نظریئے بذات خود اکانامک کے اصولوں میں نئی راہیں کھولتے ہیں۔ سردست یہی کہا جا سکتا ہے کہ ابھی ان کی اصلیت تخم کی سی ہے جن سے بعد میں تخم کاری اور پیداوار کا کام لیا جانا ممکن ہے۔

واضح رہے کہ مسائل کو حل کرنے والے گاندھی اور معاشیاتی اصول کے گاندھی دو الگ الگ نوعیت رکھتے ہیں اگرچہ مؤخر الذکر سے اوّل الذکر کے سلسلے میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس باب میں جے۔ ڈی۔ سیٹھی کے نظریات اہم ہیں، جہاں انہوں نے مغرب کے اصول معاشیات کو مقابلتاً پیش کیا ہے کہ "گاندھی نے تمام مثبت اصولوں اور فلسفوں کو رد کر دیا ہے۔ ان کی رہ گزر اس سلسلے میں ملاوٹ سے پاک، عام طرز کی رہ گزر تھی۔ پروفیسر ڈی۔ رانے کا تبصرہ اہم اور خوب ہے کہ خیالات کی دنیا میں گاندھی کا پلہ بھاری ہی ثابت ہوگا۔ گذشتہ سو سوال کے عرصے میں بہت سے مارکس وادی اپنے پہلے کے خیالات سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ یہ معاملہ

دلچسپ ہوتے ہوئے بھی ناکافی ہے۔ مارکس نے سائنٹفک سوشلزم "کا اصول ایجاد کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مارکس کا وہ اصول کارآمد نہیں ہے اور اس لئے اس اصول کو ترک کر دیا گیا۔ لیکن گاندھی کے بارے میں یہ بات پیش نہیں آئی۔ ہم ان کا نام اصول کے بغیر بھی گاندھیائی ہیں۔ اس لئے گاندھیائی مثال کو حقیقت کا روپ دیتے رہنا چاہئے ورنہ رفتہ رفتہ وہ وقت آسکتا ہے جب ہم گاندھیائی نہیں رہیں گے۔ خوشگوار یا دیر اصول نہیں بنا کرتیں۔

ہم گاندھی کے تصورات سے واقف ہیں۔ ان کے یہ تصورات ہندوستان تک محدود نہیں رہتے۔ یہ تصور عالمگیر تھا۔

ہم قدیم ماہرین معاشیات کے اصولوں سے واقف ہیں اور اسی طرح مارکسی معاشیات اور قدیم معاشیات کے نئے جاننے والوں کے اصولوں سے بھی۔ اصولوں کے ان بھول بھلیوں اور ترتیب گھموں میں ہمیں یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے آیا ایسا بھی کوئی معاشیاتی اصول ہے جو گاندھیائی تصور کے حق کی تصدیق کرے۔ گاندھی کی تصنیفات معاشیاتی سرگرمیوں کے بارے میں واضح الفاظ نہیں رکھتے۔ پھر بھی ایک معاشیاتی اصول کی سچائی اس تصور کے زیادہ قریب ہو سکتی ہے جو گاندھی کا معاشیاتی تصور تھا۔ ہمیں گاندھی کی "مثالی معاشیات" اور ان کے پیمانہ اور متعین صورتوں کی معلومات ہے اگرچہ ان کے الفاظ اور زندے

معاشیات کے صرف و نحو میں نہیں ہیں۔ مارکس نے بھی کہا تھا کہ "سوشلسٹ معاشیات کا تصور میرا سمجھایا ہوا ہے۔

کانفرنس کے بہت سے فاضلوں نے گاندھیائی معاشیات، گاندھیائی اصول معاشیات، دولت کا گاندھیائی نظم و نسق وغیرہ کے بارے میں اپنے مطالعات میں قدیم ماہرین معاشیات کے معاشیاتی اصولوں کو اور قدیم ماہرین معاشیات کے نئے فاضلوں کے اصولوں کو گڈمڈ کر دیا ہے۔ تاہم مارکس کے اصول معاشیات وغیرہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمیں تو فقط عالمگیر اصولوں سے کام ہے، الفاظ اور فقروں کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

شری ایم۔ جی۔ بوکارے کے ملخص مقالہ میں (صفحہ ۱۵۲) ایک جملہ اس طرح پر ہے: (تجارت میں) "آزادانہ مقابلہ سرمایہ دارانہ معاشیات کو امن و سکون کے ساتھ گاندھیائی معاشیات میں تبدیل کر دیتا ہے۔ مقالہ کے لئے یہ مضمون ہے۔"

گاندھیائی نظریہ کی تصدیق کے لئے اس نوعیت کی سائنسی تحقیق ضروری ہے۔ کیا تجارتی مقابلہ سرمایہ داری کو کفایت شعاری میں تبدیل کر دیتا ہے جو گاندھیائی نظریہ کے تقریباً قریب ہے؟ اس کا جواب اثبات میں بھی ہو سکتا ہے اور انکار میں بھی۔ اگر جواب انکاری نوعیت کا ہوا تو لازمی طور پر گاندھیائی

گاندھی جی کا بیت الخلا
جسے وہ خود نہایت صاف رکھا کرتے تھے

پیادہ چلتے وقت باپوجی کی لکڑی اور لکڑی کی کھڑاؤں۔

اصول کی خلاف ورزی پیش آئے گی۔

اس مقالہ کے لکھنے والے ڈاکٹر جھکر کہتے ہیں: "میں نے چند مقالے لوک راجیہ (قومی راج) کی گذشتہ اشاعتوں کے لئے لکھے تھے جن میں معاشیات کے بعض پہلوؤں کو اجاگر کیا تھا۔ یہ بات کافی دلچسپی رکھتی ہے کہ کس طرح فطری اصول کے حامیوں نے دولت کے افضل ذریعہ کو تمام زراعتی محنت کشوں پر منحصر کیا۔ آدم اسمتھ نے اس اصول کو ان تمام محنت کشوں تک وسعت دے دی جو پیداواری سرگرمیوں کے ذریعے پیداوار کا وسیلہ بنتے ہیں۔ ریکارڈو نے اسے سماجی دولت میں خالص آمدنی کو ظاہر کرنے والی اصل رقم بتلایا۔ مارکس نے کہا کہ یہی اصول سرمایہ دار کو سوشلسٹ سماج میں بدل دینے کا باعث ہوگا۔ ایک جیسا اور یکساں ہونے کا اصول سیاسی معاشیات کی چھان بین میں نمایاں ہے۔"

میرے خیال میں جن مطالعوں کا ذکر اس سے پہلے انتظام کار اصول کے طور پر کیا گیا ہے ان کا تعلق "اصول یکسانیت" سے ہے جنہیں گاندھیائی نظریہ کی چھان بین کرتے وقت پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اگر معاشیات میں مقابلہ کا اصول بروئے کار لانے سے گاندھیائی نظریہ تک دسترس ممکن ہے تو ہم سائنسی طور پر اس کی چھان بین کر چکے ہیں کیونکہ یکسانیت کے اصول کو عمل میں لایا جا چکا ہے۔ ان ہی باتوں کو پیش نظر رکھ کر بوکارے کے بیان کی چھان بین کی جانی چاہئے۔ (یعنی سرمایہ داری میں تجارتی مقابلہ معاشیات میں انقلاب کا باعث ہوتا ہے اور اس کی کایا پلٹ کر دیتا ہے) یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔

تجارتی مقابلہ معاشیات کا فطری اصول ہے۔ اڈمنڈ برک نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ خدائی قانون ہے۔ نیچریوں نے، جو قدیم مکتب فکر کے پیروکار تھے، معاشیات میں نیچری قوانین کی چھان بین کی تھی۔ برک نے آدم اسمتھ سے پہلے کچھ لکھا ہے۔ مقابلہ کرنے کا علم ہمسری کرنے کے معنی دیتا ہے۔ مارکس اور اینجل نے اس تضمین (اصل کے ساتھ مطابقت دینے) کو خط کشیدہ کیا تھا۔ لینن نے بھی اسے دہرایا۔ قدیم مکتب مارکسی مکتب اور قدیم مکتب کے نئے فاضلوں میں ان نظریوں پر بحث یا اصول مساوات کی طرف میلان کم تھا، کیوں کہ وہ معاشیات میں اصولاً مقابلہ کے انکاری ہے اور ان سبھوں نے اصول کو خموشی کے ساتھ منظور کر لیا۔ معاشیات میں مقابلہ، سرمایہ دارانہ معاشیات میں توازن پیدا نہیں کر سکتا۔

ماہرین اقتصادیات آسانی سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ لایونل رابنس نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ جوائنٹ اسٹاک کمپنیاں، پیٹنٹس اور مارکے اصول مقابلہ میں شگاف کے ہیں۔ پروفیسر ہائک نے بھی ایک ادب الفاظ میں رائے زنی کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے۔

ماہرین اقتصادیات پہلے ایک رائے قائم کرتے ہیں پھر اس قیاس کو مستحکم و مضبوط بنانے کے لئے اصول مرتب کرتے ہیں۔ خود لارڈ کینیس (Lord Kenes) کا شمار بھی اسی زمرے میں ہے۔

نہوں نے ۱۹۱۹ء میں اپنی کتاب "امن کے معاشیاتی نتائج" (Economic Consequences of Peace) شائع کی۔ آخری ابواب میں ان کو مغربی یورپی ملکوں کے سیاست دانوں اور حکومتوں نے تنبیہ کی کہ سنہ ۱۹۱۷ء کا روسی انقلاب یورپی سرمایہ دارانہ معاشیات کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیگا اگر افراطِ زر پر قابو پایا نہ گیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے لینن کا حوالہ بھی دیا تھا۔ اگر افراطِ زر کے سبب کرنسی بے اعتدالی کی گرفت میں جا پہنچی تو اس سے انقلاب کے لئے زمین تیار ہونے کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے لارڈ کینیس کے بقول انقلاب کو دور رکھنے کے لئے کرنسی کو بے اعتدالی سے دور رکھنا ضروری ہے۔ یہ رائے زنی کمیونزم کے خلاف ہے اس لئے اسے بطور اصول کے رکھا جانا تجویز کیا جاتا ہے۔

اگر معاشیات پر افراطِ زر غالب آجائے تو، لارڈ کینیس کے بقول، اشتراکی (Socialist) انقلاب کے رونما ہونے کا امکان رہتا ہے۔ بعد میں، اگر سرد بازاری کا دَور دَورہ پیش آجائے اور سرمایہ دارانہ معاشیات مغلوبیت کا شکار ہو جائے تو کمیونسٹ انقلاب دامنگیر ہوگا۔ یہ بیانات ایک دوسرے کی ضد یا مخالف ہیں۔ لارڈ کینیس کے مطابق، کمیونسٹ انقلاب بُرا ہے اور اس لئے انہوں نے یہ اصول پیش فرمائے ہیں۔ مالتھوس رئی۔ آر مالتھوس، جن کا انتقال سنہ ۱۸۳۵ء میں ہوا، بھی اسی تصور کے حامی تھے کہ آبادی کا یا کسی چیز کی پیداوار کا حد سے زیادہ بڑھنا تمدن کے لئے یا سرمایہ دارانہ معاشیات کے لئے تباہی کا پیش خیمہ ہے اور یہ بات صحیح ہے۔ یہ اصول اس قیاس کے ساتھ ربط رکھتا ہے کہ عدم استحکام یا کسی چیز کی کمی کو دور کرنے کے لئے بڑھتی ہوئی آبادی پر پابندی لگائی جانی چاہئے۔ اس طرح ایک معیار کے حصول کے لئے دوسرے معیار سے کام لیا جاتا ہے۔ سائنسی منطق گزشتہ کے ساتھ پیش نظر رکھتے ہوئے مالتھوس (Malthus) اور کینیس (Kanes) نے اپنے اپنے تصورات تائید میں حکومت علمی پیش کی ہے۔ اصول تجربوں کا نچوڑ ہوا کرتے ہیں جن کی تائید عمل اور تجربوں کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔

مالتھوس نے آبادی کے بارے میں اپنا اصول انہی انداز میں پیش کیا ہے۔ اگر کسی چیز کی بازار میں موجود مجموعی مقدار یا رسد، مانگ یا طلب سے زیادہ ہو تو زیادہ پیداوار کے سبب بحرانی کیفیت پیدا ہوگی۔ اس لئے مالتھوس کے بقول سرمایہ داری کو بچانا چاہئے۔ اس وجہ سے زائد پیداوار کے خلاف عمل کرنے کے لئے غیر پیداواری طبقے۔ جیسے مالکان زمین۔ کا ہونا ضروری ہے۔ سرمایہ داری کو بچانے کا قیاس بہت اہم ہے، اصول، قیاسات کی تائید میں بنائے جاتے ہیں۔

گاندھی کے بارے میں معیاری یا مثالی کفایت شعاری کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ کیا ایسا کوئی معاشیاتی اصول ہے جو ان کے معیار کو پائیدار بناتا ہو۔ کیا ایسا کوئی معاشیاتی اصول ماہرین معاشیات کے علم میں نہیں ہے اُن کا یہ معیار فقط خیالی شمار ہوگا جس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سوال معاشیات کے نقطۂ نظر سے ہے۔ گاندھیائی معاشیات کے فقرے پر بحث کرنا لفظی بحث شمار ہوگا۔ اسی طرح مارکسی معاشیات، کینیسی معاشیات، ریکارڈیائی معاشیات، ہندوستانی معاشیات اور اشتراکی معاشیات بھی لایعنی ہونگی۔ صرف معاشیات باقی رہ جاتی ہے۔ ہم معاشیات سے اور اس کے اصولوں کو جانتے ہیں۔ وہ مختلف اصول جن سے ہم واقف ہیں ان میں مقابلے کا اصول زیر غور آتا ہے۔ مقابلے کا یہی اصول ہے جس کے ذریعے ہم معاشیات میں پیش آنے والی حرکتوں میں نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ پھر اصولی طور پر اخذ کئے گئے ان نتیجوں کا مقابلہ حقیقتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جو فرق پیش آتے ہیں ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ وہ فرق کیوں کر پیش آئے۔ اس طرح انکشاف اس بات کا ہوتا ہے کہ سختی اور بے لوچ پن کہاں ہے۔ عدم مقابلہ کا تعلق بے لوچ پن سے ہے۔ اس کے ذریعہ اجارہ دارانہ طور طریقوں کی حقیقتاً مزید چھان بین کرتی ہے۔ اس طرح ہم یہ جان گئے ہیں کہ مطالعات میں مقابلہ اور اجارہ داری، معاشیات کے زمرے اور مقولے ہیں۔ اب اس سے متعلق سوال کو حل کیا جا سکتا ہے۔ کیا مقابلہ کسی تمثیل کا پیش رَو ہوا کرتا ہے جو تمثیل کہ اس نظریہ سے بہت زیادہ قریب ہو جسے گاندھی نظریہ کہتے ہیں؟ دوسری صورت میں، کیا اجارہ داری گاندھی کے اُسی نظریہ کی پیش رَو ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ مقابلہ، سرمایہ دارانہ کفایت شعاری کو غیر مستحکم بنا دیتا ہے لیکن کیا چیز غیر مستحکم ہوگی اس کا مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔ مقابلے کے پیش آنے پر پیداواری یونٹوں کا بھاری

شری گوپال کرشن گوکھلے، مہاتما گاندھی کے ساتھ، جنوبی افریقہ میں جہاں انہوں نے نسل پرستی کے خلاف جنگ کی تھی۔
گاندھی جی شری گوپال کرشن گوکھلے کو اپنا "سیاسی اتالیق" کہتے تھے۔

بھرکم ڈیل ڈول یا حجم تو گھٹ جائے گا بلکہ امکان ہے کہ یونٹیں بند ہی ہو جائیں گی۔ لیکن اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں دیا گیا ہے آیا اس کا اثر چھوٹی یونٹوں پر ہوگا اور وہ بھی بند ہو جائیں گی یا نہیں۔ یہ مسئلہ اچھی طرح حل کیا جانا چاہئے۔ اس مسئلے کے مذکورہ پہلو پر میں نے اپنے پہلے کے، قومی راج میں شائع شدہ مقالوں میں بحث کی ہے۔

سرمایہ دارانہ کفایت شعاری میں مقابلے کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی اس طرح کی جا سکتی ہے:

(۱) سرمایہ داری کا ارتقا ر پیداوار کے سلسلے میں مشینوں کی مدد سے وابستہ ہوتا ہے۔

مشینوں سے نکلنے والی پیداوار دیں ان پیداواروں کا مقابلہ میں بست کر دیتی ہیں جو دستی، گھریلو، جاگیردارانہ معیشت سے برآمد ہوتی ہیں۔

(۲) سرمایہ دارانہ معیشت زائد اقدار یا قیمتوں کو جدید کاری کے پروگراموں پر لگاتی ہے۔ مشینیں آدمیوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔ اس طرح سرمایہ دارانہ معیشت میں کام کرنے والوں کی محفوظ فوج کام پر لگائی جاتی ہے اور یہ طریقہ اس نقطہ تک برتا جاتا ہے جہاں معاشیاتی مقابلہ آرائی کے سبب رسد کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور در طلب کی مقدار گھٹ جاتی ہے۔

(۳) اس کے بعد سرمایہ دارانہ پیداوار کو عدم استحکام کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ پھر جب قیمتیں گھٹاؤ کی سطح کی طرف جا رہی ہوں تو نفع حاصل نہیں ہوتا۔ اسی کو سرد بازاری یا مندا کہتے ہیں۔

اگر مندا یوں ہی بڑھتا جاتا ہے تو پیداوار کی سرمایہ دارانہ

باپوجی کے بلند خیالات کی
قدر وقیمت کا اندازہ لگانا
کمپیوٹر
کے لئے بھی مشکل ہے۔

یونٹیں بند کر دینی پڑتی ہیں۔

یہ طریقہ مختصراً مارکسیائی اصول میں منطقی ارتقار ہے از خود توسیع پذیر سرمایہ کی، اس طریقہ عمل کے تحت، نقشہ کشی عمل میں آتی ہے۔ ظاہری دکھاؤ، ترقی اور پھر اس ظاہری منظر کا غائب ہو جانا سب منطقی ارتقار کا کرشمہ اور حرکتیں تھیں جو قیمتوں کے (اتار چڑھاؤ کے) قانون کو موجب پیش آئی تھیں۔ قیمتوں (کے اتار چڑھاؤ) کا قانون، مقابلہ آرائی کے اصول کے تابع ہے۔ اس طرح، واقعیت پسندانہ معاشیاتی قانون، تبدیلیوں اور ترقیوں کا پیش رو کا کام دیتا ہے۔ اس قسم کی کایا پلٹ کا ظہور ان حالتوں میں ہوتا ہے، محفوظ فوج میں، طلب کی کمی اور رسد کی زیادتی میں قیمتوں کے گھٹاؤ کی طرف مائل ہونے میں، سرد بازاری کی صورت میں، نفع بٹورنے کا خیال کھو جانے پر اور آخر کار جب سرمایہ دارانہ طریق پر پیداوار کو رکھنے کا خیال ہی غائب ہو جائے۔

معاشیاتی اصول کی حکمرانی میں پھر بھی یہ سوال باقی رہتا ہے۔ محفوظ فوج کے لوگ پھر کیا کرتے ہیں؟ ان کی معاشیاتی اہمیت سرمایہ دارانہ معاشیات میں مارکس نے واضح طور پر بیان کی ہے۔ اُن کی موجودگی، مقابلے کے سرمایہ دارانہ معاشیات میں تنخواہوں میں باقاعدگی لاتی ہے۔ وہ منحرف، اڑیل اور ہٹی ملازمین میں نظم وضبط اختیار کرانے کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ وہ "طلب" کی بہ نسبت کام کرنے والوں کی رسد، اور آمد کو قائم رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ سے تنخواہ کی سطح کو زندگی گذارنے کے لائق حد تک کم کرنا ممکن ہوتا ہے۔ مارکس کا یہ تجزیہ اکانامک اصول میں بہت قیمتی ہے۔

پھر بھی اُن کی موجودگی کسی وضاحت کے بغیر ہی رہتی ہے۔ یہ محفوظ فوج کے لوگ سرمایہ دارانہ کفایت شعاری میں گذر بسر کس طرح کرتے ہیں؟ ان کے گذر بسر کر لینے کی وضاحت اکانامک اصول کے ضمن میں آتی ہے۔ اس کی وضاحت نظری حقیقت کے موقع و محل پر لاگت کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ زرعی نظم ونسق اور تنظیم اس کی عملی شہادت ہے۔ ذاتی روزگار کے خاندانی فارم یورپ اور امریکہ میں جگہ جگہ ترقی پر ہیں۔ ماہرینِ معاشیات ایسے مناظر کو شناخت کر لیتے ہیں اور اس کی وضاحت نظری حقیقت کے موقع و محل پر لاگت کی مناسبت کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ کاشتکار کو بحیثیت مالک کے موقع و محل کا کوئی خرچ دینا نہیں پڑتا۔ اس لئے وہ زراعت میں فارم کی اشیار کے پیدا کرنے والے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ محفوظ فوج میں تمام ذاتی روزگار والوں کی وضاحت اس اصول کے مطابق کی جا سکتی ہے۔

صحیح طور پر اسے گذر بسر کے لئے پیداوار کا نام دیا جا سکتا ہے بخلاف اس پیداوار کے جو منافع کے لئے ہوتی ہے۔ ماہرینِ معاشیات، قدیم بھی، مارکسی بھی، نیز قدیم ماہرینِ معاشیات کے نئے فاضلین بھی، معاشیاتی اصول کے نقطۂ نظر سے دولت کے زراعتی اور صنعتی وسائل میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ اشیار، محنت، سرمایہ، جو وسائل دولت کے عناصر ہیں، معاشیاتی

میں انہیں صرف جیلی کی حیثیت دی جاتی ہے۔ اگر خاندانی فارم
جیلی میں سے برآمد ہوتے ہیں تو ہم اسی جیلی میں مختلف قسم کے
رکیوں دیکھتے ہیں؟ اس کے لئے مزید مطالعہ ضروری ہے! ان
کے باوجود اس بات پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ کاشتکاری
شیات میں مقابلہ کے لحاظ سے تقریباً موزوں ترین شے
، اگرچہ کبھی کبھی قیمتوں کی تائید میں یا سستی پر دگراموں
ذریعے مداخلت پیش آتی ہے۔ وہ حقیقت جو کاشتکاری
مقابلہ کے سبب پیش آتی ہے وہ اکانامک اصول سے مطابقت
تی ہے۔ خاندانی فارموں کو کاشتکاری میں مقابلہ کے لحاظ
ے وجود میں لایا جاتا ہے۔ خاندانی صنعتی کمپنیوں کو بھی اس طرح
ستوں میں مقابلہ کے لحاظ سے وجود میں لایا جائیگا۔ معاشیاتی
ولنسق اور تنظیم کے اصول اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ
اواری یونٹ سرمایہ داری کو مختصر کرتے ہیں۔ یہ اکانامک
دل ہے۔ یہ گاندھی جی کا نظریہ ہے اس پر انہوں نے زور
ہے۔

تجارتی یا صنعتی مقابلوں میں اس اصول کا تعین کیا گیا ہے
بڑے پیمانے پر پیداواری یونٹیں گھٹائی جائیں اور ساتھ ہی
ندانی سائز کی پیداواری یونٹوں میں اضافہ کیا جائے گاندھی
کی فطرت پسندی کو اس انقلاب میں جیتا جاگتی شکل میں دیکھا
سکتا ہے۔ اس کا اظہار شاعرانہ الفاظ اور نعروں میں کیا گیا
ہے۔ ٹھوس انداز میں، کفایت شعارانہ یونٹیں، جو سائز میں

چھوٹی ہوں، اور محنت کش کی سرگرمی۔ جس میں اس کی مجبوری
سے فائدہ اٹھانا مقصود نہ ہو، تاریخی طور پر اکانامک اصول کی
ایک حقیقیت رہ چکی ہیں۔

اکانامک اصول میں دوراندیش گاندھی جی کو واقعیت کے
رنگ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ماہرین مابعدالطبعیات
کے اصول کو منطبق کیا جاسکتا ہے۔ مختلف نظریوں کے ربط و
امتزاج سے حاصل ہونے والی شے، مخالف نظریوں کو منسوخ
کردیتی ہے سرمایہ دارانہ اکانوی یا معیشت کی بہترین کامیابیاں
نہ صرف یہ کہ ختم نہیں ہوئیں بلکہ اس مربوط نظریئے میں سمودی گئی
ہیں۔ صرف زائد مشتملات نکال دیے گئے ہیں۔ اس طرح اس
مربوط نظریہ کو ہیجلیئن فلسفہ کہتے ہیں جس میں ایک اصول کو متروک
اور دوسرے اعلیٰ تر نظریہ کو اختیار کرلیا جاتا ہے۔ بڑے
پیمانے پر پیداواری یونٹوں کا اختتام اور چھوٹی یونٹوں کا ظہور
بلند تر نظریہ کو اختیار کرنے کا ہی اصول ہے۔ ٹیکنالوجی کو کیمیائی
اصول کے مطابق جملان کرکے یا ملاکر قدرتی منڈی ظہور میں لائی
جائے گی تاکہ چیزوں کو فروخت کے ذریعے رقوم حاصل کی جائیں
مقابلے کا وہ پہلو جیسے ایک دوسرے کی ریس کرنا یا رشک
کرنا کہتے ہیں معاشیات میں عالمگیر بن جائے گا اور منطقی
ارتقا رکی یہ درنگاہی گاندھیائی نظریہ سے تقریباً قریب
ترین ہوگی۔

"पतीची कमाई ही
पति-पत्नीची समाईक
जिंदगी होय" असं बापूजींनी
म्हटलंय।

SALE

SALE

सेल

दिवाळी सेल

باپوجی کہا کرتے تھے
"شوہر کی آمدنی،
شوہر اور بیوی کی مشترکہ
ملکیت ہوتی ہے۔"

گاندھی جی،
شریمتی سروجنی نائیڈو
کے ساتھ۔

مارکس ازم کی لغت کے مطابق پیداواری قوتیں ہر شے میں فطری طور پر ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے وہ سرد بازاری میں بھی ختم نہیں ہوا کرتیں۔ البتہ سرمایہ دارانہ طریق کے مطابق پیداواری مقدار کی مناسبت گھٹ جاتی یا تحلیل ہو جاتی ہے۔ پیداواری قوتیں یعنی مادّی وسائل اور انسانوں کو از سرِ نو منظم کیا جاتا ہے۔ اس طرح سرمایہ دارانہ معاشیات کا توازن نئے معاشیاتی توازن کی طرف رخ کرتا ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشیات کے توازن کو سہارا دینے اور برقرار رکھنے والی چیز حصولِ نفع ہے۔ نئے توازن میں جو حصولِ نفع کے بغیر ہوگا، کچھ شاخسانے نکالے جائیں گے۔ ہمیں اس کے معاشیاتی تغیر پذیری کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ معاشیات کے ماہرین نے امریکی پروفیسر دانیال بیل کی کتاب "معاشیات کے اصول میں بحران" کا مطالعہ کیا ہے جس کے مقالہ نویسوں میں سو اعلیٰ ترین اساتذہ معاشیات ہیں۔ یہ کتاب کینیسیائی اور مابعد کینیسیائی اصولوں کے لئے ایک مہلک و خطرناک موڑ یا موقع ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ماہرینِ معاشیات پوری طرح ان موڑوں سے واقف ہیں جو مارکسی اصولوں میں، اشتراکی معاشیات کی منصوبہ بندی میں پیش آتے ہیں۔ معاشیات میں سائنس کی طرح کی سچائی تک پہونچنے میں جو ناکامی فی الحال پیش آرہی ہے اس کی نوعیت اس بحران کی طرح ہے جن سے اس صدی کے اوائل میں علمِ طبیعیات (فزکس) کو دو چار ہونا پڑا تھا۔ تاہم سائنس داں آگے بڑھتے ہی گئے۔ آئنسٹائن کا سائنسی دور نتیجہ ہے اسی بحران سے گذرتے ہوئے کامیابی حاصل کرنے کا جہاں تک اصول کا تعلق ہے، معاشیات کے لئے بھی ایسے ہی جذبے کی ضرورت ہے، خواہ گاندھیائی نظریہ برقرار رہے یا نہ رہے۔ ماہرینِ معاشیات کے لئے یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے بالخصوص ان کے لئے جو ریاستوں میں کام کرتے ہیں اور اس امر کی چھان بین میں ان کے لئے اور بہت سے فائدے ہیں۔ میں بھی اصول کی چھان بین میں لگا ہوا ہوں۔

علاءُ الدین جینابڑے
۶۳۷۔ شانتی نگر،
چیمبور۔ بمبئی ۴۰۰۰۷۰

مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا
مہاتما گاندھی

قوّتِ ارادی، صمیمِ قلب یا وِل پاور کی گاندھی جی میں وہ خوبی تھی جس کے بَل پر انھوں نے تسخیرِ ذات یا تسخیرِ حالات کا گویا جادو سا جگا دیا۔ ایک مُنحنی سا ہلکے پُھلکے بدن والا آدمی سارے برٹش راج پر بھاری ہوگیا۔

آدمی: ———— اِتنا بَڑا، اِتنا جیالا، مَنحنی، نازک بدن
خواب تھا وہ یا حقیقت، داستاں کہنہ سری
(وقار خلیل)

گاندھی جی کی قوّتِ ارادی کا اظہر من الشمس اظہار تو اُسی وقت ہوا تھا جب انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے اپنا سَر مُنڈا کر اپنی اور اپنی قوم کی خودداری کا اعلان کیا تھا۔ اور اس طرح انگریزوں کی نسل پرستی پر ایک بھرپور طمانچہ رسید کر دیا تھا۔

انگلینڈ میں کڑاکے کی سردی اور برف باری کے موسم میں بھی گاندھی جی اپنے بدن میں گرمی پیدا کرنے کے لیے نہ شراب پیتے تھے اور نہ ہی قوائے جسمانی میں مدافعت پیدا کرنے کے لیے گوشت اور انڈوں سے متمتع ہوتے تھے۔ ایک قوتِ

ارادی ان کے لیے کافی تھی۔ سردی گرمی اور اس زمانے کے سرد و گرم کا مقابلہ کرنے کے لیے۔

(۲)

انسان کی قوتِ ارادی اُسی وقت اس کا ساتھ دیتی ہے جب کہ ان اصولوں کے لیے اس کا استعمال کیا جائے جو اس کے شعور، تحت الشعور اور لاشعور میں رچ بس گئے ہوں یعنی کہ اس کی شخصیت اُن اصولوں سے عبارت ہو گئی ہو اور اس کا ضمیر پوری طرح اس کا ساتھ دے رہا ہو۔ گاندھی جی مہاتما بنے تو اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ انھوں نے اپنے ضمیر کی آواز کو کبھی دبنے نہیں دیا۔ یہ وطیرہ ان کا بچپن میں تھا اور آخری عمر تک قائم رہا۔ آفریں ہے ان والدین پر جنھوں نے موہن داس کو آتما کی آواز پر لبیک کہنے اور وہ بھی خوش دلی اور حوصلہ مندی کے ساتھ لبیک کہنے کا عادی بنا دیا۔

گاندھی جی کے تعلق سے یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں

گاندھی جی ریلوے اسٹیشن پر "ہریجن فنڈ" جمع کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی موقع کی ایک اسٹیشن کی تصویر۔

ہوگی کہ یہ شخص جس نے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت سے ٹکر لی، شعری لطافتوں سے خوب لطف اندوز ہوتا تھا۔ گاندھی جی اپنی طالب علمی کے اولین دور ہی سے ایک گجراتی شاعر شام لال بھٹ سے بہت متاثر تھے۔ گاندھی جی بڑے سے بڑے مسائل کو حل کرنے میں اپنے اسی شبنم آسا رویے سے کام لیتے تھے جو بچوں کو سمجھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی تہہ میں شام لال بھٹ کی وہ شاعری تھی جو گاندھی جی کے ضمیر کی آواز سے ہم آہنگ ہو گئی تھی اور اس شاعر کا پیغام کیا تھا:

"بدی کا بدلہ نیکی سے چکاؤ

اور نفرت

کا جواب محبت سے دو"

یہی پیغام انھیں انجیل میں ملا جس کا مطالعہ انھوں نے قیام انگلستان کے دوران کیا اس کے ساتھ ہی ہیر متیھیو آرنلڈ کی نظم "لائٹ آف ایشیا" کے توسط سے گوتم بدھ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہنسا کا فلسفہ ان کی روح میں سما گیا۔ کارلائل کے مطالعہ سے پیغمبر اسلام صلعم سے متعارف ہوئے تو ان کے دل و دماغ کے کئی گوشے روشن ہو گئے۔

"شرادن پتر بھگتی" ڈرامہ کے بعد بھگوت گیتا نے گاندھی جی کی شخصیت سازی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے بھگوت گیتا تو ان کی مذہبی کتاب تھی۔ رات دن ان کے ساتھ رہتی تھی۔ ہر حال میں اس کا مطالعہ ضروری سمجھتے تھے اور اس سے مستفید ہوتے تھے خصوصیت کے ساتھ جب کبھی گہری اداسیوں کے اندھیرے میں ڈوبنے لگتا تو گاندھی جی گیتا کھول کر بیٹھ جاتے۔ اس الہامی کتاب میں انھیں روشنی کی کرن نظر آتی اور وہ مسکرا اٹھتے تھے۔

(۳)

قوت ارادی، برداشت و تحمل کا ایک پہلو گاندھی جی کی ظرافت کی صورت میں نمایاں تھا۔ وہ بڑے سے بڑے طنز کو خوش

"اس امن کا سندیش" دینے والے کی خدمت میں عقیدت مندانہ سلام، جس نے سچائی اور عدم تشدد کے منتر دیئے۔

مذاق سے جھیل لیتے تھے اور حریف کو اپنے ظریفانہ جواب سے چت کر دیتے تھے۔ جب وہ گول میز کانفرنس کے لیے لندن پہنچے تو وہاں کے ایک انگریزی اخبار کے ایک نمائندے نے آپ پر چوٹ کی:

"کیا ہندستانیوں کو آپ سے بہتر کوئی نمائندہ نہیں مل سکتا تھا؟ آپ ہی کو کیوں منتخب کیا؟"

گاندھی جی نے ہنس کر جواب دیا:

"شاید یہ بات ہے کہ ان کے خیال میں مجھ جیسا کم عقل آدمی ہی برطانیہ کے مقابلے میں بھاری ہو سکتا ہے۔"

انگریزی اخبار کا نمائندہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

گاندھی جی سے پوچھا گیا:

"آپ ریل کے تیسرے درجے میں کیوں سفر کرتے ہیں؟"

گاندھی جی نے جواب دیا:

"اس لئے کہ ریل میں چوتھا درجہ نہیں ہے۔"

चहाबरोबर रोज,
मी एक गांधीजींचा
सुविचार
ऐकवणार
आहे!

چائے کے ساتھ میں روزانہ
گاندھی جی کے خیالات کی
ایک خوراک دیتی ہوں۔

گاندھی جی جب لندن میں مقیم تھے تو چارلی چاپلن ان سے ملنے گئے۔ یہ سیاستداں، علم کے متوالے اور اصولوں کے پابند بھلا چارلی سے کیا واقف رہتے؟ لیکن جب تعارف ہوا تو کہتے ہیں کہ گاندھی جی کی شوخ بیانی سے وہ مشہورِ عالم ہنسوڑ اس قدر متاثر ہوا کہ سارا وقت ہنستا ہی رہا۔

(۴)

ہمارے ملک کی خوش قسمتی تھی کہ ہمارے دیس کی جنتا نے، صحافیوں نے اور دیگر اکابرینِ سیاست نے شعوری یا لاشعوری طور پر یہ جان لیا تھا کہ گاندھی جی کے نرم و نازک لہجے کے پیچھے ایک فولادی قوتِ ارادی اور مثبت اصولوں پر مبنی لائحہ عمل کار فرما ہے اور ہم اس تیز قدم چلتے ہوئے آدمی کے پیچھے دوڑ کر ایک روز ضرور اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب گاندھی جی نے ترکِ موالات کا فیصلہ کیا۔ تو ظفر علی خاں نے اس فیصلے کو اعلانِ جنگ سے تعبیر کیا:

گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا
باطل کو حق سے دست و گریبان کر دیا
سر رکھ دیا رضائے خدا کی حریم پر
خنجر کو پھر حوالۂ شیطان کر دیا
ہندوستاں میں ایک نئی روح پھونک کر
آزادیٔ حیات کا سامان کر دیا
دے کر وطن کو ترکِ موالات کا سبق
ملت کی مشکلات کو آسان کر دیا

(۵)

ابتداً پنڈت مدن موہن مالویہ بھی سمجھتے تھے کہ گاندھی جی کی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں۔ شاہین اور خودی کے تصور کے خالق اقبال نے دیکھیے انھیں کیا خوب جواب دیا ہے:

گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی
کمزور کی کمند ہے دنیا میں نارسا
نازک یہ سلطنت صفتِ برگِ گل نہیں
لے جائے گلستاں سے اڑا کر جسے صبا
پس کر ملے گا گردِ رہِ روزگار میں
دانہ جو آسیا سے ہوا قوت آزما
بولا یہ سن کے بات کمالِ وقار سے
وہ مردِ پختہ کار و حق اندیش و باصفا

خارا حریفِ سعیٔ ضعیفاں نمی شود
صد کوہ ہست در بنِ دنداں خلال را

ریاض احمد خاں

قومی یکجہتی کے علمبردار مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ ملک کو اس وقت تک آزادی نصیب نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ یہاں پر بسنے والے دو عظیم فرقے آپس میں شیر و شکر ہو کر رہنا نہ سیکھ سکیں اور اگر آزادی مل بھی گئی تو حقیقی معنوں میں یہ وہ آزادی نہ ہوگی جس کے ہم سب متمنی ہیں۔ گاندھی جی ہندوستان میں ہونے والے فسادات سے دلبرداشتہ تھے، اس لئے انہوں نے اپنی تمام تر قوت ملک میں یک جہتی قائم کرنے پر لگا دی۔ فسادات کا سلسلہ ختم تو نہ ہوا مگر اکثر و بیشتر ملک میں فسادات ہوتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ وزیراعظم شری راجیو گاندھی نے جب سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی ہے اسی وقت سے گاندھی جی کے پیغام امن کو پیش پیش رکھا ہے اور اپنی ہر تقریر میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ملک کی سالمیت اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جبکہ ہم ہندوستانیوں میں آپسی بھائی چارگی ہو، خلوص اور محبت ہو جس سے ایک ایسی فضا قائم ہو سکے جو قومی یک جہتی کا جیتا جاگتا نمونہ بن کر ابھرے۔ اس نظریے کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر قومی یک جہتی کمیٹی کی تشکیل بھی ہوئی ہے اور اس سمت زور و شور سے کام بھی ہو رہا ہے۔

ہمارے ملک میں قومی یک جہتی قائم کرنے کے علمبردار مہاتما گاندھی ہیں جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر ہندوستانیوں میں یک جہتی کی فضا قائم کرنے کے لئے ان کے خون کی بھی ضرورت پڑی تو، نہ تو ان کے قدم لڑکھڑائیں گے اور نہ وہ پس و پیش کریں گے بلکہ خوشی سے اس یک جہتی کی فضا کو اپنے خون سے سینچیں گے۔ انہوں نے اپنی انتھک محنت سے دونوں فرقوں سے یہ منوا لیا کہ وہ نہ صرف ہندوؤں سے بلکہ مسلمانوں سے بھی ویسی محبت کرتے ہیں کیونکہ ان کے مذہب کی تعلیم بھی مساوات پر قائم ہے۔ مہاتما گاندھی نے اپنے خطبات میں اکثر اس بات کا تذکرہ کیا کہ بحیثیت ایک ہندوستانی اور ہندو مذہب کے پیروکار ہونے کے اگر میں مسلمان بھائیوں سے محبت نہ کر سکوں تو اس وقت میری تمام عبادت ہیچ ہوگی۔ آپ نے اکثر بتی طریقے سے کہا کہ اگر ملک میں قومی یک جہتی کی فضا بنائے رکھنا چاہتے ہو تو اس بات کا یقین رکھو کہ وہ فضا اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اقلیتی فرقے کے دل جیت نہ لو۔ انہیں اپنی محبت سے سرشار کر دو کیونکہ ہندو مسلم اتحاد کا مول تولا نہیں ہو سکتا۔

منی بھون گاندھی جی کے تصورات کی ایک یادگار

مہاتما گاندھی نے کھلے الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا کہ ملک میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ خواب دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کا راج ہوگا۔ دراصل یہ خواب وخیال کی باتیں ہیں کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بھی اس سرزمین کے پاسبان ہیں۔ انہوں نے بھی اس سرزمین پر جنم لیا۔ اسی سرزمین پر پلے بڑھے اور اسی سرزمین کی خاک میں مل گئے۔ مسلمانوں کی بھی وہی امیدیں ہیں جو امیدیں ہندو اپنے سینوں میں دبائے ہوتے ہیں۔ ان کے بزرگ، عزیز، رشتہ دار سب اسی سرزمین کے باشندے ہیں۔ وہ کہیں اور سے نہیں آتے ہیں اسی لئے ان

کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اکثریتی فرقے کے لوگوں کا۔ مہاتما گاندھی کا یہ کہنا تھا کہ آزادی کی خاطر جیل میں جانا یا جیل جانے کی تیاری رکھنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ ملک کے ہندو، مسلمان سکھ، عیسائی اور پارسی، ان سب فرقوں میں یک جہتی قائم کی جائے۔ یک جہتی قائم کرنے والے سے زیادہ بلند مرتبہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ گاندھی جی نے اپنے ایک خطبے میں اس بات کا بھی اعلان کیا کہ کیا وجہ ہے کہ طویل مدت کی کوششوں کے باوجود ملک میں قومی یک جہتی کی فضا قائم نہیں ہو پا رہی ہے نیز اتنی جانفشانی کے بعد بھی اردو اخبارات اس طرح کا الزام عاید کرتے ہیں کہ اگر ملک میں مسلمانوں کا کوئی دشمن ہے تو وہ مہاتما گاندھی ہے۔ گاندھی جی نے اپنا سینہ چاک کر کے دکھانا چاہا کہ ان کے دل میں مسلمانوں کے لئے جو محبت اور عقیدت ہے اس کا بدل مشکل ہے۔ فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم نہ ہونے کی وجہ مہاتما گاندھی نے یہ بتلائی کہ درپردہ ایک تیسری طاقت برسرِ پیکار ہے جو اپنے مفاد کی خاطر ہندوستان میں ان دو بھائیوں کو ملنے نہیں دیتی۔ یہ تیسری عظیم طاقت یہ چاہتی ہے کہ اس عظیم عمارت میں رخنہ اندازی کر کے اسے مسمار کر دیا جائے تاکہ ہندوستانیوں کی طاقت بکھر جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے باعث شرم ہوگا بلکہ پوری قوم کی گردنیں جھک جائیں گی اور ہندوستانیوں کا وہ سر افتخار جو بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے نہیں جھک سکا آپسی جھگڑوں کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھک جائے گا۔

مہاتما گاندھی نے ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں کی ناکامی کی دوسری وجہ جو بتائی ہے وہ ہے "شراب"۔ اپنے ایک خطبے میں انہوں نے کہا کہ بڑی بڑی سلطنتیں شراب کی لعنت سے نیست ونابود ہو چکی ہیں۔ ہندوستان میں وہ طبقہ جو اعلیٰ ظرفی، بہادری اور جوانمردی کا مظہر تھا جس میں لارڈ کرشنا جیسی عظیم ہستی نے جنم لیا، وہ صرف شراب کی وجہ سے نیست ونابود ہو گیا اتنا کہ آج اس طبقے کا نام لیوا بھی باقی نہیں بچا۔ جب بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑے بڑے فرقے اس لعنت سے نابود ہو سکتے ہیں تو ہندوستانیوں کا کیا شمار۔ وہ کس گنتی میں ہیں۔ شراب انہیں کسی بھی لمحے مٹا سکتی ہے۔ یہ شراب کا نشہ ہی ہے جس نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنا دیا ہے۔ مہاتما گاندھی نے قطعی طور پر قومی یک جہتی قائم کرنے کے لئے عوام سے شراب ترک کرنے

گاندھی جی یہیں مشغول رہے اور زندگی
ذاری ۔

طالیہ کیا۔ اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ اگر انہیں صرف ایک
نٹے کے لئے ہندوستان کی بادشاہت مل جائے تو وہ اس
گھنٹے میں ملک کی تمام شراب کی دکانوں کو بغیر پس و پیش
کرادیں گے ۔ یہی نہیں بلکہ دکان کے مالکان کو کچھ بھی ہرجانہ
یں دیں گے ۔ حالانکہ ایسا کرنے میں حکومت کو بہت بڑے
ارے کا سامنا کرنا پڑے گا جسے پورا کرنے کیلئے مہاتما جی
یہاں تک کہہ دیا کہ اس خسارے کو پورا کرنے کے لئے دفاعی
رچ کم کر دیا جائے گا تاکہ ہندوستان کی نئی نسلیں برباد نہ
ں اور ان کے جسموں کی نشو و نما قدرتی طور سے ہو تاکہ وہ نیک
وستانی بن سکیں اور ملک میں امن و امان، اتحاد اور یکرنگی
علمبردار بنیں ۔

مہاتما گاندھی نے قومی یک جہتی کے اولین علمبردار مہاتما
تم بدھ کے بارے میں کہا ہے کہ انسانیت کا درد قدرت
طرف سے ان کے دل میں پیدا کیا گیا تھا۔ گوتم بدھ نے،
جہاں جہاں بھی وہ گئے، یہی سبق دیا کہ انسان انسان سے ہمدردی
رکھے ۔ ایک دوسرے سے محبت کرے، ایک دوسرے کے
دکھ سکھ میں ساتھ دے ۔ گاندھی جی کی نظروں میں گوتم بدھ
سے عظیم اور کوئی شخصیت اس سرزمین پر نہیں گذری جس
نے انسانی ہمدردی پر اتنا درس دیا ہو۔ مہاتما گاندھی کا یہ
کہنا تھا کہ بدھ ہندوؤں میں اعلیٰ ہندو تھے جنہوں نے ہندوازم
کے خیالات میں وسعت پیدا کی ۔ مہاتما گاندھی نے گوتم بدھ کی
تعلیمات پر تذکرہ کرتے ہوئے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ ان
کی تعلیمات مقدس کتاب وید کے اوراق میں گم ہو گئیں اور یہی
وجہ ہے کہ سیلون ۔ برما ۔ چائنا اور تبت میں گوتم بدھ کی
یک جہتی کی تعلیمات پوری طرح سے نہیں پہنچ پائیں مگر اس
حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قومی ہم آہنگی کی جو تعلیم
مہاتما بدھ نے دی تھی اس میں ایک روح تھی، ایک پاکیزگی تھی

مکمل نشہ بندی کے پرچار کے لئے ساری دنیا میں ہندوستان
ہی سب سے زیادہ ہونہار ملک ہے اور اس کی نہایت سادہ
وجہ یہ ہے کہ شراب نوشی کا عادی ہونا یہاں
قابلِ عزت یا فیشن ایبل ہونے میں شمار نہیں کیا جاتا
بلکہ یہ لوگوں کے بعض درجوں تک ہی محدود ہے ۔

مہاتما گاندھی

مہاتما گاندھی دوسرے ممتاز لیڈروں کے ساتھ، بشمول پنڈت نہرو، منی بھون میں ۱۹۳۱ء کی بالکنی پر۔

اور یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد مہاتما بدھ کا نام لینے والے اس سرزمین میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

حصولِ آزادی سے پہلے گاندھی جی کی زندگی کا ایک بڑا حصہ ملک میں دور دور تک دورہ کرنے میں گزرا۔ ہندوستان کے کسی بھی کونے سے ہندو مسلم فساد کی خبر پاتے ہی گاندھی جی وہاں کا رخ کرتے اور ہندوؤں اور مسلمانوں سے ملتے۔ دونوں فرقوں کے حالات معلوم کرتے اور انہیں آپس میں نہ لڑنے کا درس دیتے۔ گاندھی جی کے الفاظ پُراثر ہوتے جو دونوں ہی فرقوں پر اثر انداز ہوتے۔ ہندوستان میں ریاست بہار ایک ایسی ریاست تھی جہاں آزادی سے پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں بہت کشت و خون ہوا کرتا تھا۔ گاندھی جی کو اپنی سیاسی زندگی میں سوائے مصروفیت کے اور کچھ نہ ملا۔ مگر باوجود اس عدم الفرصتی کے آزادی حاصل ہونے سے صرف چھ ماہ پہلے پٹنہ میں ہندو مسلم فساد ہوا جس میں دونوں فرقوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا۔ فساد کی آگ کسی طرح بجھنے نہ پاتی تھی۔ اس وقت کے بہار کے وزیر ڈاکٹر سید محمود نے اپنے معتمد خاص جناب مجتبیٰ کو گاندھی جی کے پاس روانہ کیا اور گاندھی جی کے نام ایک خط بھی لکھا۔ خط پاتے ہی گاندھی جی بے چین ہو گئے اور اپنے تمام ضروری امور کو چھوڑ کر پٹنہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔ راستے میں فتوا قصبہ میں جب گاندھی جی پہنچے تو پروفیسر عبدالباری نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ مہاتما گاندھی نے ڈاکٹر سید محمود کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ یہاں سے گاندھی جی بغرض ملاقات عبدالعزیز صاحب کے پاس گئے جو بہار پروونشیل مسلم لیگ کے صدر تھے۔ یہیں پر مہاتما جی نے ایس۔ ایم اسماعیل، اپوزیشن لیڈر سے بھی ملاقات کی اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ ان دونوں مسلم رہنماؤں نے گاندھی جی کا پوری طرح ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ گاندھی جی نے ڈاکٹر راجندر پرساد، ڈاکٹر ایس۔ کے سنہا، سر سی پی این سنگھ، جے پرکاش نارائن اور صوبائی مسلم لیگ کے عہدیداروں کو اپنے اعتماد میں لے کر فساد زدہ علاقے کا دورہ شروع کیا۔ مہاتما گاندھی نے یہ بات محسوس کی کہ حکومت کو انتباہ یا دونوں فرقوں کے لوگوں سے "فساد نہ کرنے"

ـ دستخطی مہم موثر نہیں ہوگی۔ اسے موثر بنانے کیلئے مہاتما گاندھی
ب تک بہار کے دورے پر رہے ہر شام اپنی پرارتھنا سبھا
ے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کی صدیوں سے چلی آرہی ہم آہنگی
روشنی ڈالتے۔ انہوں نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ اپنے
یر کی آواز کو سنیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کیا ان کا ضمیر اپنے
ھائیوں کا خون بہانے کے لئے کہہ رہا ہے یا انہیں گلے
گانے کا مشورہ دے رہا ہے۔ اگر ان کا ضمیر اقلیتی فرقے
ے لوگوں کا خون بہانے کے حق میں ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ
ہ سچے ہندو نہیں ہیں۔ ان کا ہندو دھرم، ہندو تعلیم، ہندو
دایت سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ صرف نام کے ہندو ہیں
. ہندو مذہب پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے
، وہ اپنے باطن کو روشن کریں۔ اپنے خیالات کو صاف ستھرا
ریں اور کھلے دل سے میدانِ عمل میں اتر آئیں اور جو کچھ
اہے اس پر اظہارِ افسوس کر کے فساد سے متاثرہ لوگوں
ا اشک شوئی کریں۔ یہی تعلیم انہوں نے مسلمانوں کو دی ۔

گاندھی جی کے ان پیغامات کا خاطر خواہ اثر ہوا اور نہ صرف
پٹنہ بلکہ پورا بہار فسادات کے سیلاب سے بچ گیا۔
گاندھی جی نے اپنے اس مشن کی کامیابی کا سہرا
بہار کانگریس کمیٹی کے صدر پروفیسر عبدالباری کے سر رکھا
اور اعلان کیا کہ جس خلوص اور نیک نیتی سے پروفیسر عبدالباری
اور ان کے ساتھی' امن قائم کرنے میں ان کے شانہ بہ شانہ رہے
ہیں قابلِ تقلید امر ہے۔ گاندھی جی کے کامیاب دورے سے
ہر خاص و عام متاثر ہوا۔ جناب جعفر امام ایم ایل اے وصدر
بہار مسلم پرونشیل مسلم لیگ اور مظہر امام ایم ایل اے بھی
گاندھی جی سے ملے اور یک جہتی کی بہتر اور سدھرتی ہوئی فضا
کے بارے میں ان سے گفتگو کی۔ اس میٹنگ کے بعد ہی جناب
ایم۔ یونس، مسلم لیگ سنٹرل ریلیف کمیٹی' نے گاندھی جی
سے ملاقات کی اور گاندھی جی سے وعدہ کیا کہ وہ تمام صوبے کی
فضا کو خوش گوار بنائے رکھنے میں سرگرم عمل رہیں گے ـــ
گاندھی جی نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ مختلف سیاسی

گاندھی جی کا خیمہ' منی بھون کے ٹیرس پر لگایا گیا تھا جہاں وہ سوتے اور صبح کو عبادت کرتے تھے ۔
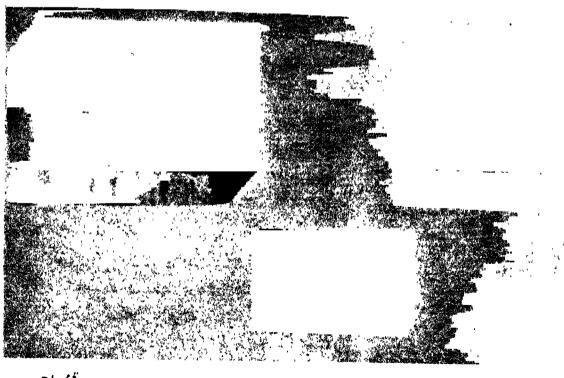
مہاتما گاندھی

ڈانڈی پر

نمک ستیہ گرہ کرتے ہوئے

پارٹیوں کو بھی اس قومی خدمت کے لئے میدانِ عمل میں کودنا ہے کیونکہ یک جہتی اور ہم آہنگی کی فضا صرف گاندھی جی یا صرف کانگریس پارٹی یا صرف کسی ایک جماعت سے قائم نہیں کی جا سکتی۔

اس فضا کو قائم کرنے کے لئے مشترکہ کوششوں اور قربانیوں کی ضرورت ہے۔ گاندھی جی نے اس بات کا فخریہ طور پر اعلان کیا کہ ہر دو فرقے کے لوگ یہ نہیں چاہتے کہ آپس میں فساد برپا کریں مگر مذہبی جذبات کو بھڑکانا اور فساد کرانا ایک معمول بن گیا ہے جس سے پڑھے لکھے اور غیر پڑھے لکھے سب ہی دور [illegible] سبب ہے۔ اس سلسلے میں گاندھی جی نے مختلف [illegible] سے بھی ملاقات کی اور اپنی تجاویز خاص طور پر قومی یک جہتی کی ان کے سامنے پیش کیں۔ ان ملاقاتیوں میں ڈاکٹر سچیدانند سنہا، کرنل محبوب احمد، قاضی احمد حسین نظامی، مولوی نوراللہ اور محمد انور جیسے سرکردہ افراد شامل تھے۔

گاندھی جی کے دورۂ بہار میں سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان بھی ان کے ساتھ تھے۔ اکثر اوقات بجائے

گاندھی جی،
انفرادی ستیہ گرہی
ونوبا بھاوے
کو آشیرواد دیتے ہوئے۔

اندھی جی کے خان عبدالغفار خان تقریر کرتے جسے نہ صرف
سامعین بلکہ گاندھی جی بھی غور سے سنتے۔ ایک مرتبہ سرحدی
گاندھی کی تقریر سننے کے بعد سامعین نے گاندھی جی سے
مطالبہ کیا کہ وہ بھی ان سے کچھ کلمات کہیں۔ گاندھی جی نے
ن کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ بھی میرے

بڑے بھائی سرحدی گاندھی نے آپ لوگوں کے سامنے کہا
وہ میرے دل کی آواز ہے۔ اس لئے اس سے زیادہ اور
کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ہم لوگوں کو سننے کے بعد آپ میدان عمل میں
کود پڑیں۔

خان عبدالغفار خان نے مہاتما جی کے ساتھ جو پھلواری شریف

قومی راج

وزیراعظم شری راجیو گاندھی، اپنی اہلیہ سونیا گاندھی کے ہمراہ منی بھون میں۔ انہوں نے منی بھون کا شکریہ ـــــ گاندھی جی کے خیالات کو نوجوانوں تک پہنچانے پر ادا کیا دی۔

کا دورہ کیا وہ اپنی نوعیت کا منفرد دورہ تھا۔ پھلواری شریف کے ایک قصبے "پارسہ" میں زبردست فساد برپا ہوا اور وہاں کی مسلم آبادی کے مکانات اور دکانیں جلادی گئیں ـــ چونکہ گاندھی جی پٹنہ میں تھے اس لئے انہوں نے کانگریس کے معتمد خاص مولوی شفیع داودی اور دہلی سے میجر جنرل شاہ نواز کو بلوایا۔ سرحدی گاندھی ان کے ساتھ تھے ہی۔ یہ چھوٹا سا قافلہ پارسہ پہنچا اور اپنی آنکھوں سے فساد سے ہونے والی تباہی دیکھی۔ یہاں سرحدی گاندھی اور مہاتما گاندھی نے ہر متاثر شخص کی دلجوئی کی، انہیں آئندہ فساد نہ ہونے کا یقین دلایا اور مکانات کی از سرِ نو تعمیر کے لئے فنڈ اکٹھا کیا۔ اسی عرصے میں سرحدی گاندھی اور مہاتما گاندھی نے ہندوؤں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بے قصور مسلمان بھائیوں سے معافی مانگیں اور کھلے دل سے ایک دوسرے کے قریب آجائیں

گاندھی جی کی تمام عمر اسی جدوجہد میں گذری۔ آزادی ملنے کے بعد افسوس ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک ہمارے درمیان نہ رہے ورنہ آج فرقہ وارانہ فساد کا نام ونشان تک نہ ملتا۔ اب حکومت کی اور وزیراعظم شری راجیو گاندھی کی سب سے پہلی کوشش یہی ہے کہ ملک کے عوام میں ایک دوسرے کے تئیں جذبۂ ہمدردی پیدا ہو۔ قومی یک جہتی کی فضا دیش میں دور دور تک پھیلے تاکہ ملک میں استحکام پیدا ہو۔ ملک ترقی کرے اور غریب سے غریب تر کو پیٹ بھر کھانے اور ایک چھت کے نیچے سونے کا موقع میسّر ہو۔

گاندھی جی ننھی اندرا کے ساتھ

اردو رسم الخط میں گاندھی جی کا ایک یادگار خط
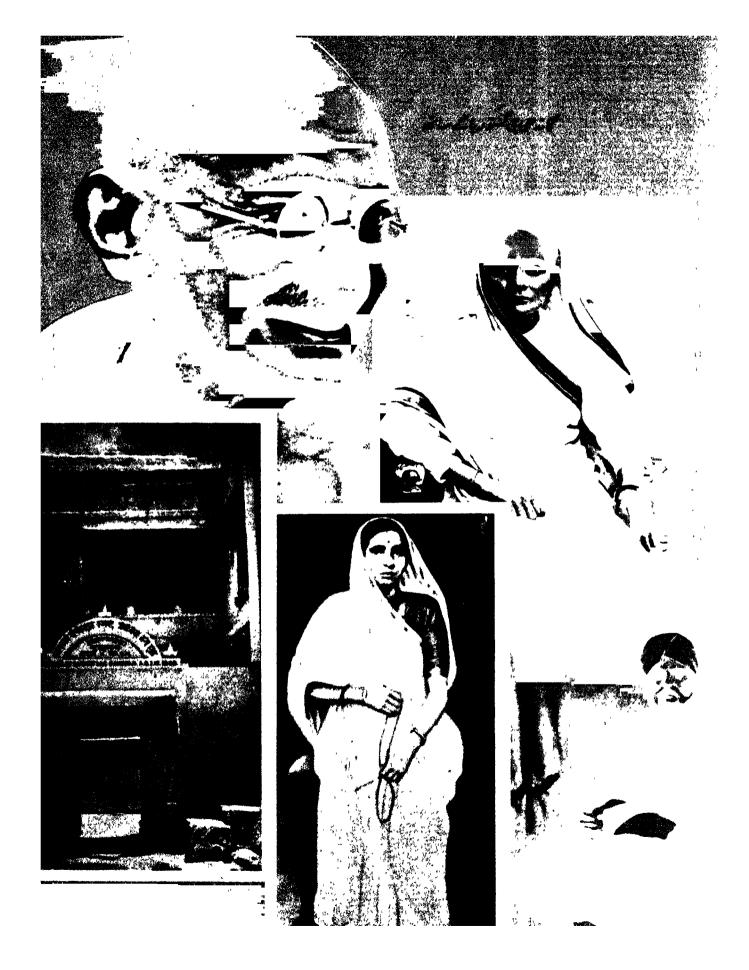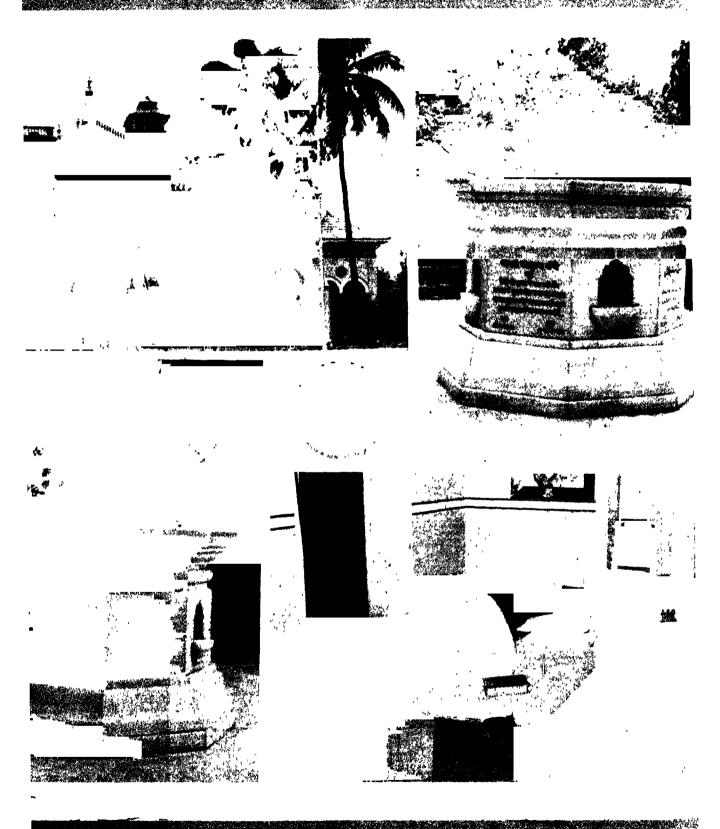
اردو میں لکھے ہوئے گاندھی جی کے یادگار خط کا عکس جو انہوں نے علامہ اقبال کی نظم "ترانۂ ہندی" سے متاثر ہو کر لکھا تھا۔

مہاتما گاندھی

SEGAON, WARDHA

مورخہ ۹ جون ۱۹۳۸ء

بھائی محمد حسین۔
آپ کا خط ملا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم
کے بارے میں کیا لکھوں؟
لیکن اتنا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ جب
ان کی مشہور نظم "ہندوستان ہمارا"
پڑھی تو میرا دل بھر آیا۔ اور
یرودہ جیل میں تو سینکڑوں بار
مینے اس نظم کو گایا ہوگا۔ اس نظم
کے الفاظ مجھے بہت ہی میٹھے لگے اور یہ
خط لکھتا ہوں تب بھی وہ نظم میرے
کانوں میں گونج رہی ہے۔

آپ کا

مو. ک. گاندھی

بشکریہ مہاتما گاندھی میموریل ریسرچ سینٹر۔ بمبئی

گاندھی جی کی زندگی کے
چیدہ چیدہ واقعات

۲ر اکتوبر ۱۸۶۹ء
موہن داس کرم چند گاندھی کی پیدائش ۔

اپریل ۱۸۹۳ء
ہندوستان سے جنوبی افریقہ روانہ ہوئے ۔

۲۲ر اگست ۱۸۹۴ء
نیٹال ہندوستانی کانگریس کی بنیاد رکھی ۔

جون ۱۹۰۴ء
اخبار "انڈین اوپینین" کی اشاعت شروع ہوئی ۔

۱۰ر جنوری ۱۹۰۸ء
سِول مزاحمت پر پہلی گرفتاری ۔

۳۰ر مئی ۱۹۱۰ء
ٹالسٹائی فارم کی بنیاد رکھی ۔

۶ر نومبر ۱۹۱۳ء
"عظیم مارچ" ۔ نیوکیسل سے ٹرانسوال تک رہنمائی ۔

۲۵ر مئی ۱۹۱۵ء
احمد آباد میں ستیہ گرہ آشرم کی بنیاد رکھی ۔ بعد میں
سابرمتی آشرم منتقل ہوئے ۔

۶ر اپریل ۱۹۱۹ء
کل ہند ستیہ گرہ کا منی بھون سے افتتاح ۔ راولٹ
بل کو واپس لینے کے لئے ۔

۸ر اکتوبر ۱۹۱۹ء
ہفتہ وار انگریزی اخبار "ینگ انڈیا" کی ایڈیٹری
اختیار کی ۔

یکم اگست ۱۹۲۱ء
بدیسی کپڑوں کے مکمل بائیکاٹ کے معرکے کی رہنمائی کی ۔

۵ر فروری ۱۹۲۲ء
چوری چورا میں عوامی تشدد کے سبب ۵ دن کا برت اور
ستیہ گرہ کے منصوبے کا التوا ۔

۱۰ر مارچ ۱۹۲۲ء ۔ سابرمتی میں بغاوت کیلئے گرفتاری اور ۶ برس کی قید

۲۶ر دسمبر ۱۹۲۴ء ۔ بیلگام کانگریس اجلاس کی صدارت کی ۔

۲۰ر مارچ ۱۹۳۰ء ۔
ڈانڈی ساحلِ سمندر کی طرف مارچ (کوچ) کا آغاز جہا
انہوں نے تقریبات کے بعد نمک اٹھایا (۶ر اپریل)

۱۹ر اگست ۱۹۳۱ء ۔ سمندری جہاز سے انگلستان کے لئے روان
دوسری گول میز کانفرنس میں ہندوستان کانگریس کے واحد نمائ

۴ر جنوری ۱۹۳۲ء ۔ منی بھون کے مقام پر گرفتاری ۔

۲۰ر ستمبر ۱۹۳۲ء ۔
"مرن برت" کی جیل میں ابتدا ۔ ہریجنوں کے لئے علیحد
انتخابات کی منسوخی کے لئے ۔

۱۱ر فروری ۱۹۳۳ء
ہفتہ دار اخبار "ہریجن" کی (انگریزی اور ہندی میں) ابتد

۱۷ر ستمبر ۱۹۳۴ء
تعمیری کام کے لئے یکم اکتوبر سے کانگریس سے سبکدوش
ہونے کا اعلان ۔

۳۰ر اپریل ۱۹۳۶ء
سیواگرام میں مستقل رہائش ۔

۸ر اگست ۱۹۴۲ء
"ہندوستان چھوڑ دو" کی پیچیدگیوں پر بمبئی کے اے آئی سی س
اجلاس میں تقریر ۔

۹ر اگست ۱۹۴۲ء ۔ گرفتاری اور آغا خان محل پونے میں نظربندی

۲۷ر ستمبر ۱۹۴۴ء
ایم ۔ اے ۔ جناح سے پاکستان کے بارے میں گفتگو

۱۶ر نومبر ۱۹۴۶ء
فرقہ وارانہ اتحاد کیلئے نواکھالی کے لئے روانگی ۔

۸ر ۔ ۹ر جنوری ۱۹۴۷ء
بہار کے فسادزدہ علاقے کا دورہ ۔

۱۲ر اپریل ۱۹۴۷ء ۔ ایشیائی تعلقات کانفرنس دہلی سے خطاب ۔

۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء ۔ دہلی میں فوت ۔

شری دیویندر کمار
وائس چانسلر گاندھی گرام یونی ورسٹی - مدورائی

سیواگرام کا پیغام

گاندھی جی کا کہنا تھا کہ ہندوستان گاؤں کا ملک ہے اس لئے ۸۰ فیصد عوام کو اوپر اٹھائے بغیر دیش آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ان کے مطابق شہری زندگی گاؤں کی زندگی سے بہتر نہیں ہے پھر بھی آج گاؤں میں رہنے والی رعایا کی حالت بہت خراب ہے "انسان کو قدرت کے قریب آنے کے لیے محنت اور سادہ زندگی گذارنی ہوگی ۔ اور حالتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا۔ اور یہ سب چھوٹی آبادی والے گاؤں میں کیا جا سکتا ہے"۔ اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انھوں نے جدید ترین سائنس سے فائدہ اٹھانے کا مشورہ بھی دیا۔ ۱۹۳۴ء میں جب وہ وردھا آکر "اکھیل بھارتیہ گرام ادیوگ سنگھ" (کل ہند دیہی صنعتی کارپوریشن) کی بنیاد ڈالی تھی تب انھوں نے دیش کے بڑے بڑے سائنسدانوں سے صلاح و مشورہ کیا جس میں سر جگدیش چندر باسو، سی وی رمن، اور پرفل چندر رائے وغیرہ شامل تھے۔

وردھا کو گاندھی جی نے ایک بڑے گاؤں کے روپ میں اور یہاں کی ترقی کے لیے کام شروع کیا۔ لیکن دو ہی برس میں حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ انھیں اپنا صدر مقام ایک دوسرے گاؤں میں لے جانا پڑا اور ۱۹۳۶ء میں جب ان کی عمر ۶۷ کے قریب تھی تو وہ بانس اور مٹی سے بنی ایک کٹیا میں جاکر رہنے لگے۔ یہ واقعہ تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ آگے چل کر یہ واقعہ ہندوستان کی آزادی کے لیے بنیاد ثابت ہوا۔ یہیں گاندھی جی نے اپنی زندگی میں پہلی بار گاؤں میں جاکر رہنا پسند کیا۔ اور پورے ملک کی نظر میں اس چھوٹے سے گاؤں پر جم گئی۔ اور یہی وہ جگہ تھی جہاں سے مہاتما گاندھی نے آزادی کی لڑائی کی کمان سنبھالی۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں گاندھی جی سے ملنے کے لیے لوگ دور دراز مقامات سے آتے، صلاح و مشورے کرتے اور برطانوی حکومت کے خلاف ملک کے عوام کو جگاتے۔ تاریخ میں

مہاتما گاندھی، خواتین کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے۔

گاندھی جی حسبِ معمول اپنی شام کی چہل قدمی کرتے ہوئے۔

اس مقام کو سیواگرام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے سیواگرام مہاتما گاندھی اور مہاتما گاندھی سیواگرام نہ صرف مشہور بلکہ ہم معنی ہو چکے تھے۔

۳۸–۱۹۳۷ء میں کانگریس کو صوبائی ریاستیں بناتے وقت گرام وکاس پروگرام کے دوران بڑی مدد ملی۔ سیواگرام آشرم کے پچاس سال اس برس پورے ہو رہے ہیں اور اس برس اس آشرم کی گولڈن جوبلی منائی جا رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس گولڈن جوبلی میں بھارت کے دیہاتوں کی نمائندگی کرے گا یہ آشرم۔

اس طرح اگر ایک بعید پس منظر میں دیکھا جائے تو دنیا میں ایک نئی صبح کی ابتدا گاندھی جی نے سیواگرام سے کی۔ نئی تعلیم سے محنت کش اور تعلیم یافتہ لوگوں کے درمیان زبردست خلیج کو پاٹنے کا کام یہیں سے شروع ہوا۔

چرخے کا پیغام دیس کے سبھی بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں تک پہنچا۔ اس سے گاندھی جی کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کام کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب آئیں اور پریشان کن حالتوں سے باہر نکلنے کی کوشش کریں تاکہ یہ چرخہ ڈوبتے ہوئے انسان کو بچانے والے لائف بیلٹ کا کام کرنے لگے۔ دیہی صنعتوں کے ذریعے گاندھی جی نے قدرت اور انسان کے درمیان مضبوط رشتوں کے وسائل و ذرائع قائم کرنے کا راستہ دکھایا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کی ذاتی ضروریات کو پورا کرنے میں قدرتی ذرائع و وسائل بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح انسان ان قدرتی وسائل کے پھلنے پھولنے میں مدد دے کر بہت بڑا کردار ادا کر سکتا ہے اس طرح گاؤں گاؤں میں سرگرم دیہی خدام گاندھی جی کے اس بنیادی اصول کے ذریعہ دیہاتوں کی خدمت کے لیے ہر گاؤں میں پہنچے۔
گاندھی جی کا خواب یہ تھا کہ بھارت کے ساڑھے لاکھ گاؤں میں جب

کانسہ کی تصویریں،
گاندھی جی کے دعائیہ ہال میں۔

ب ٹولا کھ سرگرم خادمین پہنچ جائیں گے تو تب ہی اس ملک کا بھلا ہوگا۔

گاندھی جی کے ذریعے دکھائے گئے راستوں اور ان کے مطابق کیے گئے کام آج ہمارے سامنے ہیں۔ موجودہ زہر آلود ماحولیات، توانائی کے وسائل، باہمی انسانی بھائی چارگی میں آئی ہوئی دراڑیں انسان کی خود غرضی کا اور اس کا اکیلاپن وغیرہ وغیرہ جیسے مسائل جو آج ہمارے سامنے ہیں ان سے نمٹنے کے لیے ایسا لگتا ہے کہ ہمیں دوبارہ گاندھی جی کا سماجی خدمت کا پروگرام شروع کرنا چاہیے۔ گاندھی جی کے اصولوں پر چل کر ہی ہم صاف ستھرا اور صحت مند سماج بنا سکتے ہیں۔ خدمت کا یہ مرکز، باپو کی یہ کٹیا، ہمیں اس قسم کی ہدایتیں اور اس نوعیت کے پیغام دیتی ہیں۔

گولڈن جوبلی کے اس تاریخی موقع پر ہمیں اس کٹیا کی اہمیت کا پھر احساس کرنا ہوگا بلکہ یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ ہم ہمارے جیون میں اور ملک کے کونے کونے میں صحت مند سماج بنانے کے لیے گاندھی جی کے اصولوں کو اپنا کر ہی اور ان کے نقش قدم پر چل کر ہی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

نوم، راج

کے۔ کے۔ چودھری
ایگزیکٹیو ایڈیٹر اور سکریٹری
گیزیٹیئرڈ پارٹمنٹ۔

مہاتما گاندھی اور سول نافرمانی

"تحریکِ سول نافرمانی" جیسا کہ خود مہاتما گاندھی نے فرمایا "قومی تحریک سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ بین الاقوامی قدر و قیمت اور اہمیت رکھتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میرے ہم وطن مرد اور عورتیں عدم تشدد کے جوش و حوصلے کو آخر دم تک قائم رکھیں تو وہ روئے زمین پر نئے دور کا آغاز کرنے والے شمار ہوں گے"۔ یہی نہیں کہ سول نافرمانی سے کافی غیرملکی ہمدردی ہماری ہمنوا ہوئی بلکہ اس نے آزادی کے لئے کانگریس کی تحریک کو اس نوع کی دنیا کی تمام دیگر تحریکوں سے ممتاز کیا۔ یہی وہ تحریک ہے جو آزادی کے لئے ہندوستان کی جدوجہد کو بلند اخلاقی سطح عطا کرتی ہے۔ سول نافرمانی کی دعوت دے کر گاندھی جی نے اپنے ہم وطنوں ہی کو ایک نئی راہ نہیں دکھلائی بلکہ دنیا کے تمام مظلوم و مغلوب بنی نوع انسان کو بھی اس سے روشناس کیا۔ ساری دنیا اس گاندھیائی تجربہ کو گہری دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ گاندھی جی کے ستیہ گرہ کے اصولوں نے شاطرانہ حکمتِ عملی سے کام لینے والوں کو، خائفین کو، عالمی امور میں بہترین مشورہ دینے والوں کو اور تمام مہذب دنیا کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ان کی پسندیدگی اور ہمدردی بھی جیت لی۔

سول نافرمانی برطانیہ کے لئے بڑا اعظم یورپ کے پیمانے کے مطابق، بہت بڑا چیلنج تھا۔ لارڈ اَرون، وائسرائے ہند، نے اعتراف کیا تھا کہ حکومت برطانیہ کی دستوری حکومت شدید و مہیب خطرے سے دوچار ہے جس سے نبرد آزما ہونے کے لئے وسائل اور دل و دماغ کی تمام قوتیں درکار ہوں گی۔ مسٹر ایچ۔ جی۔ ہیگ، ہوم ممبر

حکومتِ ہند نے اقرار کیا تاکہ سب کچھ کرنے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ حکومت اس لازمی اخلاق و کردار کی بلندی کو برقرار نہ رکھ سکے جو غالباً اس جد و جہد کا اہم ترین جز ہے۔"
(دیکھیے ایچ۔ جی۔ ہیگ کا مکتوب بنام ایچ۔ ای۔ بی ہالٹس، ۲۵ رمئی ۱۹۳۰ء، ہوم پالیٹیکل ۱۹۳۰ء، فائل نمبر ۲۵/وی)

اس تحریک کا اس وقت زمانے کی شدید کساد بازاری کے ساتھ منطبق ہونا بھی برطانیہ کے لئے نقصان کا باعث بنا تھا کیونکہ اس تحریک نے ایک ایسی حکومت کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا جو عدم تشدد جیسی تحریک کے مطابق جھک جانے سے ہچکچاتی تھی اور اس لئے متفکر تھی کہ اعتدال پسند اور فرقہ پرور سیاست دالوں کے تعاون سے ایک نیا دستوری ڈھانچہ تشکیل دے جس کی پشتہ بندی سے ایک نیا شہنشاہی سلسلہ عمل میں لایا جا سکے۔

ایک مقدّس جنگ

مہاتما گاندھی نے سول نافرمانی کو مذہبی فرمان جان کر اختیار کیا تھا جس کی تعمیل انہوں نے ضمیر کی یا اندرونی آواز کی تحریک پر کی تھی۔ چنانچہ 'نوجیون'، مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۰ء میں لکھتے ہیں :

" یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر یہ اندرونی آواز غلط یا شیطانی آواز ہے تو مجھے اس راستے کو ترک کر دینا چاہیے۔ میں اندرونی آواز کو خدائی آواز جانتا ہوں اور اس لئے میرے لئے صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے یعنی کہ اس راستے پر، جو اندرونی آواز نے دکھلائی ہے چلوں اور اس کی کامیابی کو ثابت کر دکھاؤں یا اس کوشش میں جان دے دوں۔ اس لئے میں اس جد و جہد کو آخری امتحان سمجھتا ہوں۔ جو اس میں شریک ہو رہے ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھ کر شریک ہوں۔"

سابرمتی آشرم سے روانہ ہونے سے پہلے انہوں نے دعائیہ اجتماع میں کہا تھا :

" یہ لڑائی عامۃ الناس کو دکھایا جانے والا کوئی تماشا نہیں ہے، یہ آخری کوشش ہے جو "مرو۔ یا۔ رہو" پر ختم ہوگی۔ اگر فسادات پھوٹ پڑے تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں مرنا پڑے ۔۔۔ ہمیں امید ہے کہ ہم غریبوں میں سے غریب ترین کے، کمترین درجے والوں میں سے کمترین درجے والوں کے اور کمزوروں میں سے کمزور ترین کے نمائندے ہوں گے ۔۔۔۔ اس کوچ کے راہ رووں نے تا عمر غریبی میں بسر کرنے کی اور تا عمر بطور برہم چریہ رہنے کی قسم کھائی ہے۔ انہوں نے یہاں سے کوچ اس عزم کے ساتھ اختیار کیا ہے کہ وہ "برہم چریہ" پر اٹل رہیں گے اور اس عزم پر سچے دل کے ساتھ جمے رہیں گے۔ ہم زندگی۔ اور۔ موت کی جد و جہد میں، ایک مقدس جنگ میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہم دلی شوق کے ساتھ ایک ایسی قربان گاہ کی طرف بڑھ رہے ہیں جس پر ہم اپنے آپ کو بھینٹ چڑھا دینے کے خواہشمند ہیں۔ اگر تم نا اہل ثابت ہوئے تو شرمندگی میرے لئے ہوگی آپ کے لئے نہیں۔ تم میں بھی وہ طاقت ہے جو مجھے ودیعت کی گئی ہے۔ روح ہم سب میں ایک اور یکساں ہے۔ مجھ میں جاگ چکی ہے اور دوسروں میں کچھ جاگی ہے۔"
(مہاتما گاندھی کے مجموعۂ نوشتہ جات جلد ۴۳ (۱۹۳۰) گورنمنٹ آف انڈیا ۱۹۷۱ء۔ صہ ۶)

سول نافرمانی کا زمانہ ان کے لئے زندگی میں ملنے والا مناسب ترین وقت اور آخری موقع تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ان کے تجویز کردہ حل کے سوائے ہندوستان کے مسائل کے لئے دوسرا کوئی حل نہیں تھا۔ خود احمد آباد کا انگریز کلکٹر بھی مذہبیت کی اس فضا سے متاثر تھا جو گاندھی جی کی "ڈانڈی مارچ" کے گرداگرد چھائی ہوئی تھی جبکہ وہ اور ان کے ہمراہی وید شاستروں کے اشلوک اور منتر پڑھتے اور پڑھتے جا رہے تھے۔ کلکٹر گاندھی جی کے اس کوچ کو حضرت عیسیٰؑ کے اس وقت کے کوچ سے تشبیہہ دے رہا تھا، جب وہ یروشلم تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ لوگ جو اس کوچ (یا مارچ) میں شامل تھے انہوں نے نہ صرف بھگوت گیتا، انجیل اور قرآن کے نسخے فروخت کئے بلکہ ان کی تعلیمات کا پرچار اور تبلیغ بھی کرتے گئے۔ یہ مذہبی فضا، کلکٹر کے اندازے کے مطابق، ایسی تھی جس نے گاندھی جی کے مرتبے کو دوسرے تمام لیڈروں سے بہت بلند کر دیا۔

نمک بطور علامت

کانگریس ورکنگ کمیٹی کے اس اجلاس نے جو سابرمتی آشرم میں ۱۴ تا ۱۶ فروری ۱۹۳۰ء بند کمرے میں ہوا تھا، گاندھی جی کی اس تجویز کی تصدیق کی کہ صرف وہی لوگ جو عدم تشدد پر ایک قرینِ مصلحت پالیسی سمجھ کر نہیں بلکہ جزوِ ایمان ہونے کا یقین رکھتے ہیں، وہی سول نافرمانی شروع کریں اور اس پر کنٹرول رکھیں۔ اس تجویز کے شرائط کے تحت گاندھی جی اور ان کے قریبی مصاحبین کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ "جب بھی وہ سول نافرمانی شروع کرنا چاہیں کر سکتے ہیں اور اس طرح پر اور اس حد تک جس کا وہ فیصلہ کریں۔" اس کے مطابق خود گاندھی جی نے فیصلہ کیا کہ وہ نمک پر محصول ختم کرنے کو پہلا مسئلہ بنائیں گے اور سول نافرمانی کی ابتدا اسی مطالبے سے کریں گے۔ نمک پر سے محصول کی موقوفی کا مطالبہ جو آزادی کے عظیم مقصد کے مقابل ضمنی بلکہ مہمل معلوم ہوتا تھا، یقیناً خوش تدبیری اور حسنِ انتخاب کا بہترین نمونہ تھا۔ اس سے نہ حکومت کی مخالفت کا پہلو نکلتا تھا نہ امرا اور دولت مندوں کے (معاشی یا فرقہ واری) مفادات کے لئے نقصان کا پہلو۔ پھر اس میں تشدد کے لئے اکسانے کے امکانات بھی نہیں تھے۔ البتہ نمک کو بڑی آسانی سے ایک نہایت دل نشیں اور قابلِ قبول مسئلہ بنایا جا سکتا تھا۔ اس سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بناتے اور ان کی ہمدردی حاصل کرنے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ ایک ظالمانہ ٹیکس کی ملامت جو نمک جیسی چیز پر لگایا گیا تھا جس کا شمار ضروریات زندگی میں ہے، عوام کو جیت لینے سے کام آ سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ انگلستان اور امریکہ کی ہمدردیاں بھی اس کی بدولت حاصل ہو سکیں اور اس پوری تحریک کو اخلاقی سطح پر ایسی بلندی نصیب ہو جو لوٹ کھسوٹ کرتے والے بدیسی حکمرانوں کو بوکھلاہٹ میں ڈال دے۔ وسیع پیمانے پر اپیل کرنے کی ضرورت اور تشدد کے کمترین اعلانات کے علاوہ گاندھی جی اس بات سے مطمئن تھے کہ نمک جیسی عام بنیادی چیز کو مشترک جدوجہد کیلئے اختیار کرنا ہی وہ اکیلا راستہ تھا جو ہندو مسلم اتحاد کے لئے کارآمد ہو سکتا تھا۔ اس لئے گاندھی جی نے ایک عام استعمال اور معاشی بنیادی چیز یعنی نمک کا قاعدہ توڑنے میں پائیدار ہندو مسلم اتحاد کی صورت دیکھی۔

گاندھی جی نے اپنے مکتوب مورخہ ۲ مارچ ۱۹۳۰ء کے ذریعے وائسرائے کو الٹی میٹم دیا۔ اس مکتوب میں ان گیارہ نکات کا خلاصہ تھا جن پر وہ کچھ عرصے سے گہرے غور و خوض میں ڈوبے ہوتے تھے۔ اس مکتوب میں اس زبردست مالی بوجھ کا ذکر خاص طور سے کیا گیا تھا، جسے برطانوی حکومت نے ہندوستان پر لاد دیا تھا۔ مکتوب میں نمایاں نکات میں زمینی محصول کا ہولناک دباؤ ــــ تکلیف دہ نمک کا محصول، مشروبات اور دواؤں پر ٹیکس بدیسی زرِ مبادلہ سے متعلق پالیسی، دنیا بھر میں سب سے خرچیلا انتظامیہ، ہندوستان کے وسائل و سرمایہ کا نچوڑ، ہندوستانی صنعت کی تباہ کاری، ملک کا عوامی قرض، وغیرہ شامل تھے۔ گاندھی جی نے "ہندوستان کی تباہ کاری کی داستان" بیان کی اور "گھٹنوں کے بل" ہو کر وائسرائے سے درخواست کی کہ "اس صورتِ حال پر غور کریں۔" حکومت کے طور طریقوں میں تبدیلی آزادی کے بغیر ناممکن تھی۔ "آزادی کے معنی ہیں مار ڈالنے والے سے نجات"۔ گاندھی جی نے لکھا:

" میرا مقصد یہ ہے کہ (عدم تشدد) کی اس قوت کو حرکت میں لاؤں اور حکومتِ برطانیہ کی تشدد کرنے والی منظم فوج کے خلاف اسی طرح اسے حرکت دوں جس طرح تشدد کرنے والی روز افزوں پارٹی کی غیر منظم پُر تشدد فوج کے خلاف اسے متحرک بنانا چاہتا ہوں ...... اب مزید انتظار کرنا میرے لئے پاپ ہوگا ...... اس عدم تشدد کا اظہار سول نافرمانی کے ذریعے کیا جائے گا۔ اور سرِدست ستیہ گرہ آشرم کے اندر رہنے والوں تک محدود رہے گا لیکن بالآخر اس کی بناوٹ کے لحاظ سے وہ سب اس کے دائرے میں شامل کر لئے جائیں گے جو اس کی واضح حد بندیوں کے پیشِ نظر اس تحریک میں شامل ہونا چاہیں گے۔" انہیں خبر تھی کہ عدم تشدد کی جدوجہد پر عمل کرنا پاگلوں کی طرح خطرہ مول لینے کے مترادف ہے لیکن غاصب قوم اور برطانوی عوام میں "تبدیلی" لانے کے لئے ہر قسم کا خطرہ جائز ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا:

" سول نافرمانی کے ذریعے منصوبہ یہ ہوگا کہ ایسی خرابیوں

کا مقابلہ کیا جائے جن کو میں نے نمونتاً بتلایا ہے۔ اگر ہم برطانیہ سے تعلقات منقطع کرنا چاہتے ہیں تو اس کا سبب مذکورہ خرابیاں ہی ہیں۔"

اس مکتوب کے ذریعے کسی قسم کی دھمکی دینا مقصود نہیں تھا بلکہ "سول نافرمانی کرنے والے کے لئے یہ ایک ایسا حکم نامہ تھا جس پر عمل کرنا لازمی تھا بلکہ مقدس فرض کی طرح جس کی تعمیل واجب تھی۔ اس لئے گاندھی جی نے یہ مکتوب ایک انگریز دوست ریجنالڈ رینالڈس کے ذریعے بھیجا جو عدم تشدد کا پکا معتقد تھا اور جسے اس ہندوستانی تحریک سے پورا اتفاق تھا۔ اسے اس حقیقت کے نمونے کے طور پر پیش کرنا مقصود تھا کہ یہ صرف ہندوستانیوں اور انگریزوں کے درمیان کوئی لڑائی ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔" (یہ الفاظ رینالڈس ہی کے ہیں۔ گاندھی جی نے اصرار کیا کہ رینالڈس اس مکتوب کو بغور پڑھے اور اس کی ہمنوائی تب ہی اختیار کرے جب وہ مکتوب کے مضمون سے پوری طرح متفق ہو۔

لارڈ اروِن کا جواب صرف اظہارِ افسوس تھا "کہ گاندھی جی ایک ایسے طریق کار پر عمل پیرا ہونے کا خیال کر رہے ہیں جو واضح طور پر قانون کی خلاف ورزی کا سبب بنے گا اور عوام کے امن و امان کے لئے خطرے کا باعث ہوگا۔" ان کی طبیعت مصالحت پر آمادہ نہ تھی بلکہ انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ گاندھی جی سے ساتھ صبر و برداشت سے کام لینے میں دماغی طور پر شدید کوفت محسوس کر رہے تھے۔" گورنر سر فریڈرک سائیکس کی حکومت بمبئی کی دلیل یہ تھی کہ مرکزی حکومت کو ایسی تحریکوں پر روک لگانے کے لئے تیزی کے ساتھ عمل کرنا چاہیئے تاکہ اس کا وقار محفوظ رہے اور وفاداروں کی حوصلہ افزائی ہو۔

گاندھی جی اندازہ لگا چکے تھے کہ تقریباً یقینی طور پر انہیں گرفتار کر لیا جائے اور اس معرکہ کی ہدایت کاری کانگریس اپنے ہاتھوں میں لے لے گی۔ اس لئے عین کوچ کے وقت انہوں نے مشورہ دیا کہ نمک کا قانون توڑنے کے بعد ہی شراب اور بدیسی کپڑوں کی دکانوں پر پکیٹنگ، ٹیکسوں کی عدم ادائیگی، عدالتوں کا بائیکاٹ اور سرکاری ملازمین کے استعفوں کا سلسلہ شروع ہو جانا چاہیئے۔ یہی قطعی طور پر وہ طریق کار تھا جس کی معرکہ کے انتظام کاروں نے گاندھی جی کی گرفتاری کے بعد پیروی کی۔

نمک کا ستیہ گرہ

نمک کی ستیہ گرہ کا آغاز گاندھی جی اور ان کے ہمراہیوں کے طول طویل کوچ سے ہوا۔ ۱۲ مارچ ۱۹۳۰ء کو سابرمتی سے ڈانڈی کے ۲۴۰ میل کا راستہ طے کرنے کے عزم کے ساتھ یہ ستیہ گرہی روانہ ہوئے۔ ۲۵ دنوں کا یہ کوچ صحیح معنوں میں سول نافرمانی کا جز نہیں تھا بلکہ اس کی ایک ڈرامائی تمہید تھی۔ اس سول نافرمانی کو ان کی اپیل کی تشہیر کے لئے ہی نہیں بلکہ ستیہ گرہ کے فن میں لوگوں کی تعلیم کے لئے بھی تشکیل دیا گیا تھا جو نہایت موثر ثابت ہوا اور اس سے مہاتما گاندھی کی روحانیت کا اچھا اظہار ہوا۔ وہ بوڑھا، ضعیف و ناتواں انسان جو خون کے اونچے دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) کا مریض تھا، ہاتھ میں چھڑی لئے، اپنے مصاحبین کے آگے آگے، اپنی تحریک کے لئے مسیحائی شوق و سرگرمی اور بے خوفی کے ساتھ شہنشاہی قوت سے اپنی ٹکر کے بارے میں پر اعتماد ہو کر اپنے علامتی سفر کے دوران لوگوں کو احترام پر مجبور اور دھاک سے مرعوب کرتا ہوا خموشی سے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جواہر لال نہرو جو ان کی اس کوچ کے دوران مختصراً شامل ہوئے تھے، اسے مہاتما کی تمام سرگرمیوں میں نمایاں ترین روپ سے تشبیہہ دیتے تھے۔

وہ سابرمتی آشرم سے پختہ ارادے کے ساتھ نکلے تھے کہ ؎

گر بزرگی بکام شیر در است
شو خطر کن بکام شیر بجوی
یا بزرگی و عز و نعمت و جاہ
یا چو مردانت مرگ رویا روی

"یا ہم منزل پر پہنچ کر دم لیں گے یا پہنچنے کی امید میں جاں بحق ہوں گے یا تخت یا تختہ۔ اب اس کے بعد پیٹھ پھیرنا ممکن نہیں۔۔۔۔۔ گویا ہم آشرم کو الوداع کہہ رہے ہیں اور گھروں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب واپسی تب ہی ہو سکتی ہے جب ہم پوری طرح فتح یاب ہوں گے۔۔۔۔۔۔

ہو تو سابرمتی کے ساحل پر یہ میری آخری تقریر ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہاں یہ میری زندگی کے آخری الفاظ ہوں۔"

(مہاتما گاندھی کے مجموعہ نوشتہ جات جلد ۴۳)

ارادے کے پکے اور بات کے دھنی گاندھی جی اور ان کے ساتھی کھلی جگہ پر سوتے اور سادہ کھانا کھاتے تھے۔ راستے میں جو گاؤں آتے انہیں میزبان بننے کی تکلیف نہیں دی۔ نہ رہائش نہ بستر، نہ پان نہ مٹھائی کسی طور سے انہیں زیر بار نہیں کیا اور نہ ان پر خرچ ڈالا۔ انہوں نے گاؤں کے باشندوں سے صرف اتنی گذارش کی کہ انہیں کچا اناج، آرام کے لئے صاف ستھرا مقام اور نہانے دھونے کے لئے مناسب جگہ عنایت کریں، اپنے گاؤں کے لوگوں اور مویشیوں کے متعلق معلومات دیں، کھادی کی ترقی اور شراب نوشی کی کیفیت سے آگاہ کریں اور زمینی لگان کا مطالبہ اور نمک کے استعمال کی صورت حال بتلائیں۔ گاندھی جی کے ساتھ کوچ کرنے والے ہمراہیوں میں اکثر آشرم والے کچھ چنے ہوئے مہذب، مودب، تربیت یافتہ، پیروکار اور اکثر ریاستوں کے نمائندے تھے۔ ان میں مسلمان، عیسائی اور ہریجن بھی تھے۔ مہاتما گاندھی نے ان میں اس کوچ کی مناسبت سے مذہبی لگن اور شوق جگانے کی کوشش کی تاکہ اسے وہ لوگ ایک سیاسی طرز عمل کی بجائے اس پر مذہبی شان سے عمل کریں۔ انہوں نے راستے میں گاؤں کے باشندوں سے مختصر باتیں کیں اور اپنی سیاسی اپیل کو گاؤں والوں کی زندگی کی مناسبت سے کھادی، گئوپالن، صاف صفائی اختیار کرنے اور چھوت چھات کو چھوڑ دینے کے ساتھ دہرایا۔ انہوں نے رقموں کے لئے اپیل کبھی نہیں کی البتہ طور طریقوں میں تبدیلی لانے کی نصیحت ضرور کی۔ گاؤں کے حال احوال کی مناسبت سے انہوں نے ڈھارس بندھائی اور اتحاد و اتفاق پر زور دیا اور گاؤں کے سرکاری افسروں کو غیر ملکیوں کی ملازمت سے استعفیٰ دے دینے کی درخواست کی کیونکہ ایسی ملازمتوں کے ذریعے ان کے لوٹ کھسوٹ کو تقویت ملتی ہے۔

کوچ کے دوران گاندھی جی اخبار کے نمائندوں سے برابر ملاقات کرتے اور 'نوجیون' اور 'ینگ انڈیا' کیلئے مضامین لکھتے رہے اور اس طرح سوراج کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے اور لوٹنے والی حکومت کی عدم اطاعت کا پرچار کرتے رہے۔

گاندھی جی ڈانڈی ۵ اپریل کو پہنچے۔ دوسرے دن صبح انہوں نے سمندر میں غسل کیا اور پھر مٹی اور نمک کا ایک ڈھیلا اٹھالیا جو نمک کا قانون توڑنے کی علامت تھی۔ والنٹیروں کے گروہوں نے اطاعت کی۔ یہ منظم ظلم کے خلاف غیر متشدد بغاوت تھی۔ انہوں نے کہا:

"ڈانڈی کا انتخاب انسانی انتخاب نہیں تھا۔۔۔ ڈانڈی ہمارے لئے ایک مقدس مقام کی حیثیت رکھتا ہے جہاں ہمیں منہ سے کوئی جھوٹی بات نہیں نکالنی چاہیئے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرنا چاہیئے۔ یہاں جو بھی آئے اس کے دل میں عقیدتمندی کے جذبات ہونے چاہئیں۔۔۔۔۔ یہ جدوجہد ایک انسان کی نہیں بلکہ ہم جیسے لاکھوں کی ہے۔ اگر تین یا چار انسان لڑسکیں اور سوراج حاصل کرسکیں تو وہ ملک پر بعد میں حکمرانی کرسکتے ہیں۔ اس لئے سوراج کے لئے اس لڑائی میں لاکھوں کو اپنی قربانی دینی اور سوراج حاصل کرنا چاہیئے تاکہ ملک کی کثیر تعداد میں عوام کو فائدہ پہنچے۔ حکومت ہم میں سے تمام ممتاز لیڈروں کو ایک کے بعد ایک اچکتی اور ہٹاتی جارہی ہے۔ بہت سے والنٹیر زخمی کئے جاچکے ہیں کیونکہ وہ اس نمک سے دست بردار ہونا نہیں چاہتے تھے جو ان کے ہاتھ میں تھا اور بعضوں کو اس بری طرح پیٹا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔۔۔۔۔۔ میں سوراج کے لئے اس لڑائی میں اگر ضرورت ہوگی تو ہزاروں لاکھوں انسانوں کی بھینٹ دینے کے لئے تیار رہوں۔۔۔۔"

(مہاتما گاندھی کے مجموعۂ ارشادات جلد ۴۳، ۱۹۷۱ء صفحات ۱۸۴-۱۸۲)

وائسرائے بڑی الجھن میں گرفتار تھا کیونکہ گاندھی جی کی اس تحریک میں روحانیت کی بوباس تھی۔ اس نے وزیر ہند کو لکھا اور اعتراف کیا کہ "ان دنوں میرے اکثر خیالات کا مرکز مسٹر گاندھی ہیں۔ کاش کہ میں یقین کے ساتھ جان لیتا کہ ان سے نمٹنے کا صحیح طریقہ کار کیا ہوسکتا ہے۔" وزیر ہند ونیج وڈ بین، ویسی ہی بے چینی میں مبتلا تھا جس وقت اس نے لکھا "واضح طور پر وہ (گاندھی) شہید ہونے کا تمنائی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو اس تمغے سے آراستگی پانے سے محروم رکھنا ممکن ہوسکے گا۔ گاندھی جی ایک خاص کل ہند معاملہ بن چکے تھے اور جو بھی حکمتِ عملی حکومت ان کے

سلسلے میں اختیار کرتی۔ اس سے ان کے مرتبے کو بڑھاوا
ملتا۔ اگر وہ انہیں گرفتار کرتی تو بہت بڑے احتجاج کا خطرہ
مول لیتی اور اگر انہیں آزاد رہنے دیتی تو ان کی طاقت سے وہ
خوف زدہ تھی۔ لارڈ اروِن دوہری مصیبت میں گھرے
ہوئے تھے اور "نہ روئے رفتن نہ جائے ماندن" کے
مصداق عجیب گومگو میں مبتلا تھے۔

گاندھی جی کی گرفتاری

۲۱ اپریل تک مختلف سمتوں سے بڑا دباؤ ڈالا اور اروِن
کو مطمئن کیا گیا کہ گاندھی جی کو گرفتار کرنا ضروری ہے۔ اروِن
کے لئے اس پر عمل کرنے کا ایک موقع یوں ہاتھ آگیا کہ
خدائی خدمت گاروں نے پشاور میں وہاں کے شہری حکام
کے اختیارات چھین لئے تھے۔ حالات اس لئے اور بھی
تشویش ناک ہو گئے تھے کہ گڑھوال رائفلز نے پشاور
کو پٹھانوں سے پھر جیت لینے سے انکار کر دیا تھا۔
پشاور قطعی طور پر ۲۴ اپریل ۱۹۳۰ء سے ۴ مئی ۱۹۳۰ء
تک کانگریس کے زیر حکومت تھا۔ گجرات کے بعض حصوں
میں حکومت کی فرمانروائی تقریباً غائب ہو چکی تھی۔ بمبئی
میں بھی حالات تشویش ناک ہوتے جا رہے تھے۔ وڈالا
میں نمک پر دھاوا اکھلم کھلا بغاوت کے مترادف تھا
آخر کار لارڈ اروِن نے حکومت بمبئی کی اس خواہش کے آگے
سپر ڈال دیا کہ گاندھی جی کو گرفتار کیا جائے۔ انہیں ۴ و ۵ مئی
۱۹۳۰ء کی رات میں گرفتار کیا گیا اور یرودا جیل میں رکھا گیا۔
ان ہونی ہو کر رہی۔ گاندھی جی کی گرفتاری کے خلاف
ہندوستان کے ہر صوبے سے ہڑتال اور مظاہروں کی خبریں
ملیں۔ سب سے زبردست ٹکراؤ بمبئی، دہلی اور شولاپور میں
پیش آیا۔ شولاپور میں جم غفیر کے تشدد کے نتیجے میں شہر کو
فوج کے حوالے کر دیا گیا اور مارشل لا کا اعلان ہوا۔ صوبہ سرحد
کا شمال مغربی علاقہ خود اپنے پُر آشوب ہنگاموں میں پہلے
سے الجھا ہوا تھا۔ بمبئی لیجسلیٹو کونسل کے دس ممبران نے
احتجاجاً استعفیٰ داخل کر دیا۔ حالات نے اور سنگین
صورت اختیار کر لی۔

عام سول نافرمانی

گاندھی جی کی گرفتاری پر اس برصغیر میں جو
صدائے بازگشت پیدا ہوئی۔ وہ ان کے سیاسی مرتبہ کا بہت
نمایاں مظاہرہ تھا۔ نمک کے ستیہ گرہ میں زیادہ وسعت
پیدا ہوئی۔ تحریک سول نافرمانی میں اس نے بڑا اہم رول
ادا کیا کیونکہ برطانوی حکمرانی کے خلاف وسیع پیمانے پر
شدید نفرت و حقارت اسی کی بدولت پیدا ہوئی۔
گاندھی جی نے یا کانگریس نے سول نافرمانی کی کوئی بلو پرنٹ،
تیار نہیں کی تھی۔ پھر بھی کانگریس ورکنگ کمیٹی نے بدیسی
کپڑوں اور بدیسی شراب کے بائیکاٹ، زمین کے لگان
کی عدم ادائیگی اور چوکیداری ٹیکس اور جنگلات کے قانون
کی خلاف ورزی کی تجویز منظور کر لی جن بنیادی خطوط پر
گاندھی جی نے عمل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا کانگریس ورکنگ کمیٹی
اسی پر قائم رہی۔ مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، برار اور بہار
نے اندرون ریاست جنگلات کی ستیہ گرہ شروع کی نیز
بدیسی کپڑوں کی اور شراب کی دکانوں پر پکٹنگ پر عامل ہوئے
ملک بھر میں سب سے زیادہ منظم کانگریس کمیٹی، بمبئی کی
صوبائی کانگریس کمیٹی تھی۔ بمبئی کانگریس بلیٹن اخبار
نے حکومت کو زبردست مخمصے میں ڈال دیا جس کا اندازہ
بمبئی کے گورنر سر فریڈرک سائیکس کے اس بیان سے لگایا
جا سکتا ہے کہ "اس بات کا صاف اقرار کرنا ضروری ہے کہ اب
ہمیں کھلم کھلا اور علانیہ بغاوت سے واسطہ پڑا ہے......
ہمارے لئے عملاً کھلے دل سے کام کرنے والا کوئی دوست
نہیں ہے۔" جولائی ۱۹۳۰ء میں یہ معرکہ پورے شباب پر
تھا۔ صرف سنگمنیر میں ہی ایک لاکھ دیہاتیوں نے منظم طور پر
جنگل ستیہ گرہ میں حصہ لیا۔ گجرات میں زمین کے لگان کی
عدم ادائیگی بلکہ انکار پر زیادہ زور دیا گیا۔ ایک برطانوی
جنرل کے الفاظ میں درحقیقت اس وقت بمبئی میں کانگریس
کی حکمرانی ہے۔"
گاندھی جی کا مرتبہ سول نافرمانی کے لیڈر کی حیثیت سے
بہت بڑھ گیا۔ سارے ہندوستان سے انہیں عملاً بے مثل
تائید اور بھرپور ہمدردی ملی۔ ہر ایک کی زبان پر گاندھی جی
کے لئے تعریفی الفاظ تھے۔ انوکھی بات یہ تھی کہ لوگ اتنے
منظم طور پر کام کر رہے تھے کہ جو حدود گاندھی جی اور
کانگریس نے متعین کئے تھے ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں

کیا جارہا تھا۔ کہیں کہیں لوگوں کے ہجوم نے تشدد سے کام لیا لیکن ہندوستان کے طول وعرض اور خود حکومت سے دست و پائی کو دیکھتے ہوئے جو نظم وضبط رکھنے کے ناقابل ہو چکی تھی، یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔

صلح کی باتیں

اس مرحلے پر ایم۔ آر۔ جیکر، ٹی۔ بی۔ سپرو، مدن موہن مالویہ اور وائسرائے لارڈ اروِن کے درمیان صلح کی باتیں ہونے لگیں۔ وائسرائے اس خیال کا حامی تھا کہ جتنی جلد گاندھی جی اور کانگریس کے ساتھ صلح ہو جائے اتنا بہتر ہوگا۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ آئی۔ سی۔ ایس (انڈین سول سروس) کے افسروں اور پولس پر مسلسل بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا اور گول میز کانفرنس کانگریس کی شرکت کے بغیر بے نتیجہ رہے گی۔ اس لئے ۲۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو گاندھی جی اور اس کے دوسرے دن باقیماندہ ورکنگ کمیٹی کے ممبران کو رہا کر دیا گیا اس کے بعد گاندھی جی اور لارڈ اروِن کے درمیان ہیجان خیز سرگرمیوں کے لئے راہیں ہموار ہو گئیں۔ بالآخر ان دونوں کے درمیان وہ سمجھوتا ہوا جسے عام طور پر گاندھی۔ اروِن سمجھوتہ کہا جاتا ہے۔ یہ صلح نامہ ٹھیک لاہور کانگریس ریزولیوشن کے مطابق تھا۔ اب ڈومینین اسٹیٹس (ریاستی درجہ) یقینی تھا لیکن اس نکتے پر جواہر لال نہرو، گاندھی جی سے متفق نہیں تھے اور وہ اس صلح سے الگ ہو جانے کی سوچ رہے تھے لیکن کچھ دنوں کی پریشان صورت حال کے بعد انہوں نے علیحدہ ہونے سے بہتر یہی سمجھا کہ گاندھی جی کی تشریح کو مان لیا جائے۔

(جواہر لال نہرو کی خود نوشت سوانح عمری صفحات ۲۴۰ ۲۵۷)

اس صلح نامہ کے بعد اس بے ڈھنگے گول میز کانفرنس کی بات چلی جس کی ساخت بتلا رہی تھی کہ وہ کامیاب نہیں ہوگی۔ گاندھی جی کو ان کی "اندرونی آواز" کے خلاف ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی کے واحد نمائندے کی حیثیت سے لندن بھیجا گیا جہاں انہیں ہندوستانی مفاد پرستوں کے نمائندوں والیانِ ریاست، سکھ، مسلم، ہریجن سے واسطہ پڑا۔ لارڈ ولنگڈن کے الفاظ میں "نہایت پُرفن اور سیانے، سیاسی دماغ رکھنے والے، سودا بازی میں مشاق پستہ قد شریف آدمی"، فرقہ وارانہ روک کے مقابل ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں بمشکل کچھ حاصل کر سکا۔ کانفرنس کی میز پر جو چیز اسے حاصل نہ ہو سکی۔ وہ اسے اس طرح حاصل ہوئی کہ برطانوی اصحاب رائے کی ایک جماعت کو ہندوستان کے حق میں ہموار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ ہندوستان سچ مچ اس ارادے کے ساتھ لوٹا کہ آئینی اور حسب دستور ترقی کے لئے وہ حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرے گا لیکن بنگال، شمالی سرحدی علاقہ اور یو۔پی۔ میں حکومت کے اقتدار کو جس سخت اور درشت انداز میں چیلنج کیا گیا اس کے پیش نظر نئے وائسرائے اپنے آپ کو سول نافرمانی سے نمٹنے کے لئے لارڈ اروِن کا ہمخیال نہ بنا سکے۔

سول نافرمانی پھر سے جاری

اس سے قبل کہ گاندھی جی ساحل بمبئی پر قدم رکھتے، جواہر لال نہرو اور خان عبدالغفار خان آہنی سلاخوں کے پیچھے ڈالے جا چکے تھے۔ امن ممکن نہیں تھا۔ لارڈ ولنگڈن جو اُس وقت وائسرائے تھے، ظالمانہ اور سخت گیر منصوبے تیار کروا چکے تھے۔ وہ بے پناہ اقتدارانہ قوت کے مظاہرے پر بحث و مباحثہ میں لگے ہوئے تھے۔ التوائے جنگ کے خلاف تھے، چاہتے تھے کہ حکومت پوری قوت کے ساتھ حملہ کرے، جلد از جلد جنگ کا پانسہ پلٹ کر اپنے حق میں کر لے اور قطعی طور پر فیصلہ کن مرحلے میں جا پہنچے۔ حکومت بمبئی کی رائے تھی کہ گاندھی جی کو جلاوطن کر کے عدن یا کالا پانی بھیج دیا جائے۔ یہ تھی فضا جب ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بمبئی میں ہوا اور لگا تار بیٹھکیں ہوئیں۔ فیصلہ یہ ہوا کہ گاندھی جی وائسرائے سے ایک اپیل کریں۔ وائسرائے اور گاندھی جی میں خطوط کے تبادلے ہوئے لیکن موجودہ وائسرائے ولنگڈن کو گاندھی جی کے خلوص پر برائے نام بھی بھروسا نہیں تھا۔ اس نے ٹیلی گرام کے ذریعے گاندھی جی کو ملاقات سے انکار کا جواب بھیج دیا اور کہا کہ وہ اور ان کی حکومت سول نافرمانی کو کچل دینے کے لئے تمام ضروری طریقے اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ سر اسٹینلی ریڈ۔ ہندوستان کا ایک طویل تجربہ رکھنے والے ایک صحافی۔ گاندھی جی اور ولنگڈن کے

درمیان اس نا اتفاقی پر گہری تشویش محسوس کرنے لگے۔

گاندھی جی نے لوگوں کے سامنے عمل کے لئے ایک منصوبہ رکھا لیکن اس صورت میں جب انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ حکومت نے جواب میں بڑی عجلت کے ساتھ ۴ جنوری ۱۹۳۲ء کو پچھلی رات کے ابتدائی حصے میں انہیں گرفتار کیا اور اس کے قدرتی نتیجے کے طور پر سول نافرمانی عام پیمانے پر شروع کر دی گئی۔ حکومت نے اس معرکے کو بے رحمی کے ساتھ کچل دینے کی تیاری کر لی تھی۔ چار آرڈی ننس جو اس نے تیار رکھے تھے ۴ جنوری ۱۹۳۲ء کو شائع کر دیئے گئے۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کانگریس ورکنگ کمیٹی اور تمام کانگریس باڈیز خلاف قانون اور ممنوع قرار دے دی گئیں اور ضبط کر لی گئیں اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ کانگریسی لیڈروں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جنوری میں تقریباً ۱۵۰۰۰ سزایاب ہوئے اور فروری میں ۱۸۰۰۰ اور اپریل ۱۹۳۲ء میں ایک وقت میں جیل کی سزا بھگتنے والوں کی تعداد ۳۲,۴۵۸ تھی۔

۱۹۳۲-۳۳ء میں واقعات تقریباً ویسے ہی تھے جیسے ۱۹۳۰ء میں تھے لیکن کانگریس کی طرف اس جیسا زینہ بزینہ ترقی کرتا ہوا جنگی منصوبہ نہیں تھا جیسا کہ ۱۹۳۰ء میں تھا۔ گاندھی جی نے خود نصیحت کی تھی کہ اگر وہ گرفتار کئے گئے تو تحریک کو ہڑتال اور برت سے شروع کیا جائے اور پھر ہر ایک مقام پر ایسی سول نافرمانی سے ابتدا کرے جو اس مقام کے لئے موزوں ہو۔ انہوں نے کہا کہ ورکنگ کمیٹی کی تجویز بالکل واضح ہے اور اس میں ایسی لچک ہے کہ لیڈروں کے گرفتار کر لئے جانے پر اسے ہر صورت حال کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا "تقریباً ۱۲ برس کی نرم وگرم ستیہ گرہ کے تجربے کے بعد عوام سے یہ سمجھ لینے کی امید کی جا سکتی ہے کہ حالات کے بدل جانے پر معاملات کو کیا رُخ دینا چاہیئے۔" آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے سرکیولروں میں اس بات کی ضرورت پر زور دیا کہ تمام کانگریس باڈیاں اور کانگریسی اصحاب ایسی حکمت عملی اور تدبیریں نکالیں جو موقع ومحل کے لحاظ سے موزوں ہوں اور کہ تدبیروں کے بارے میں عام رسمی باتوں پر جمے رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ عدم تشدد اور تدبیروں کے کارگر ہونے کا خاص طور سے خیال رکھیں۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی آفس اور بمبئی صوبائی کانگریس کمیٹی کی تنظیم "مناسب کامیابی کے ساتھ" کام کرتی رہیں۔ انہوں نے اپنی خود کی پوسٹل سروس شروع کی۔ دو وسیع پروگرام جاری رکھے گئے۔ بائیکاٹ، جس کے ذریعے حکومت کے محاصل (مالی آمدنی) کو گھٹانا مقصود تھا (جس میں ریلویز، پوسٹ اور ٹیلیگراف کسٹمس کے محصولات، شراب شامل تھے) اور شہری/دیوانی امور میں نافرمانی جس کے ذریعے حکام کو پریشان کرنا اور کام میں رکاوٹ ڈالنے والی فضا پیدا کرنا مقصود تھا۔ شہر بمبئی میں مالی وسائل کے انتظامات پر اس کا اثر خاص طور پر نمایاں تھا۔ برائی کا ایک چکر چل پڑا۔ کانگریس کی تائید میں سرد بازاری اور افسردہ دلی پیدا کرنے کا رجحان بڑھنے لگا اور شہر کی معاشی زندگی میں انتشار اور پھوٹ کے سبب کانگریس کے طریقۂ کار کو قوت ملی۔ تجارت کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت، صنعت کاروں کو چھوڑ کر، گاندھی جی کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کئے ہوئے تھی۔ انہوں نے گاندھیائی تحریک کی لگاتار تائید کی جس میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲-۳۳ء تک کوئی فرق نہیں آیا۔

گاندھی جی کا برت

برطانوی وزیراعظم نے (۱۷ اگست ۱۹۳۲ء میں) "دیہاتوں کی خود مختاری" (کمیونل ایوارڈ) کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے ہوتے ہی تمام دوسرے امور پس پشت ڈال دیئے گئے۔ اس بخشائش میں "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی بساند تھی۔ اس میں ہریجنوں کو ہندوؤں سے جدا کر دینے کے بیج تھے۔ یہ ہندو سماج کی بنیاد پر حملہ تھا جسے ہیئت تبدیل کر کے پیش کیا گیا تھا۔ اس سے گاندھی جی کو زبردست صدمہ (شاک) پہنچا اور انہوں نے ۲۰ ستمبر سے "مرن برت" شروع کر دیا۔ ان کے مطابق یہ معاملہ مذہبی تھا۔ چھوت چھات ہندوئیت کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے اور "جداگانہ انتخاب" اسے دور کرنے کی ساری کوششوں کا گلا گھونٹ دینے کے مترادف ہوگا۔ گاندھی جی نے یہ بات واضح کر دی کہ مرن برت کو کسی حکمت عملی کے طور پر اختیار نہیں کیا گیا ہے کہ برطانیہ مجبوراً ان کے نقطۂ نظر کو قبول کرے بلکہ اس سے

"ہندوستان کے اہنسا کا عظیم شہزادہ"

وردھا ۔

گاندھی جی سے نام
خطوط روانہ کرنے والوں کیلئے
یہ پتہ کافی تھا۔

چھوت چھات کی برائیوں کے خلاف اپنا اخلاقی اور مذہبی وزن ڈالنا مقصود تھا تاکہ اس طرح اس بدنما داغ کو مٹانے میں مدد ملے۔ مرن برت سے گاندھی جی کا اصل مقصد جو بھی رہا ہو لیکن یہ بات ضرور تھی کہ ان میں اس طرح زبردست روحانی وجدان کا احساس جاگ اٹھتا تھا۔ اس کے بارے میں انہوں نے اپنے سلسلۂ خطوط میں بارہا ذکر کیا ہے کہ یہ اقدام ضمیر کی آواز کی مطاوعت و پیروی میں تھا۔

(گاندھی جی کے مجموعۂ مخطوطات۔ جلد ۵۱)

سی ایف اینڈریوز اور دوسرے اعتدال پسند لیڈران فوراً حرکت میں آگئے تاکہ مہاتما گاندھی شہادت بالذات سے باز آجائیں۔ نتیجتاً ہیجان خیز سمجھوتوں کا سلسلہ چل پڑا اس دوران گاندھی جی "نہایت معقولیت پسند" ثابت ہوئے ڈاکٹر بی۔ آر امبیڈکر نے اس مجوزہ معاہدے کی شرائط کو قبول فرمایا جو بعد میں گاندھی۔ امبیڈکر معاہدہ (پیکٹ) کے نام سے معروف ہوا۔ " معاہدہ مذکور کے شرائط سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اگرچہ ڈاکٹر امبیڈکر مہاتما گاندھی کی قریب الوقوع موت سے زبردست کشمکش میں جا پڑے تھے۔ ہندوؤں کا دباؤ اور ہریجنوں میں پھوٹ، جسے ایم سی راجا کی موجودگی نے (جو خود بھی ہریجنوں کی نمائندگی کرنے کے دعویدار تھے) اشاری طرز میں بتلایا تھا، پھر بھی انہوں نے اس مصیبت کو بڑی خندہ پیشانی سے نبھایا تھا۔"

اس برت کے بارے میں عوام کا ردِّ عمل تقریباً مجنونانہ تھا۔ مندروں اور کنوؤں کو ہریجنوں کے لئے کھول دیا گیا، اونچی جاتی کے ہندو برسرِ عام ہریجنوں سے بغل گیر ہوئے۔ بین جاتی کھانے کی دعوتیں منعقد ہوئیں اور ایک "آل انڈیا چھوت چھات مخالف لیگ" کی تشکیل عمل میں آئی جس کے صدر جی۔ ڈی۔ برلا اور سکریٹری اے۔ وی ٹھکر بنائے گئے۔ گاندھی کے برت نے ہندوستان کے عوام کی زندگی میں ایک نئے دور کی داغ بیل ڈالی، سماج سدھار کی ایک نئی راہ کھولی اور بنیادی قومیت کی ایک نئی روشنی دکھائی۔

اس اثنا میں سول نافرمانی کی اہمیت ماند پڑ گئی کیونکہ سخت سزاؤں اور شدید تکلیفوں سے عوام اکتا سے گئے تھے۔ دیہاتوں کی خودمختاری (کمیونل ایوارڈ) کے

اعلان پر رکھے گئے برت نے بھی ان تاثرات میں اضافہ کیا۔ کچھ وقت کے لئے ایسا لگا کہ پیش آمدہ رکاوٹ لاینحل ہے۔ گاندھی جی کے ہریجن سدھار کام پر پابندی اور ہریجن سیوکوں (خدمت گاروں) کو ستانے اور پریشان کرنے کے حکومتی طرز عمل نے اس بات کو لازمی قرار دیا کہ وہ ایک بار پھر ۸ رمئی ۱۹۳۳ء سے ۲۱ دن کا برت رکھیں۔ اس موقع پر حکومت بمبئی نے نئی دہلی کو متنبہ کردیا کہ گاندھی جی شاید ۲۱ دن کے برت کی تکمیل کے لئے ان کی زندگی وفا نہ کرے۔ اس لئے حکومتِ ہند نے فیصلہ کیا کہ جیل خانے میں مہاتما جی کی وفات کا ردِ عمل اس سے کہیں زیادہ شدید ہوسکتا ہے جس کے جیل سے باہر ان کی موجودگی اور وفات کے سبب پیش آنے کے امکانات ہیں۔ اس لئے جیل خانے میں ان کی وفات کا خطرہ مول لینے سے بہتر یہی ہوسکتا ہے کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔ لندن نے بھی محسوس کیا کہ اس میں کئی سیاسی فائدے ہیں۔ اس لئے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہندوستان میں نیز انگلستان اور امریکہ میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے گاندھی جی کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد گاندھی جی نے ایم۔ ایس۔ اینے کو، جو اس وقت کانگریس کے صدر تھے، یہ مشورہ دیا کہ سول نافرمانی کو چھ ہفتے کے لئے معطل کر دیا جائے کیونکہ ان کے برت کے دوران بہرحال "ستیہ گرہ نہایت ہولناک تعطل کی حالت میں ہوگا۔"

انجام کار اصحاب کانگریس میں زبردست غیر یقینی حالات اور درجہ و مرتبہ کی تقسیم پیش آئی۔ ایک طرف ولبھ بھائی پٹیل، جواہر لال نہرو اور خان عبد الغفار سول نافرمانی کو ختم کر دینے کے مخالف تھے تو دوسری طرف بہت سے لیڈر اس معرکہ آرائی کو باقاعدہ ختم کر دینے کے حق میں تھے۔ گاندھی جی نے ان اول تین نہایت ممتاز ساتھیوں کی خواہشات کے احترام کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے باہمی صلح و صفائی کا ایک فارمولا مرتب کیا۔ پھر گاندھی جی کے مشورہ کے مطابق ہی صدر کانگریس نے ایک بیان جاری کیا کہ سول نافرمانی غیر مشروط طور پر واپس نہ لی جائے بلکہ اب اسے انفرادی طور پر جاری رکھا جائے۔ بظاہر گاندھی جی کے اس فیصلے نے ان سخت پابندیوں میں، جیسے انہوں نے کانگریسیوں پر عاید کیا تھا، معقول سہولتیں عطا کر دیں اور حکومتِ ہند کے ضدی اور سخت گیر طرز عمل میں

کستوربا، گاندھی جی کے ہمراہ

H/419-3F

گاندھی جی، سروجنی نائیڈو اور پنڈت مدن موہن مالویہ کے ہمراہ جب انہوں نے گاندھی جی کو دوسری گول میز کانفرنس (۱۹۳۱ء) بمقام لندن جانے سے پہلے الوداع کہا تھا۔

بھی اس سے کچھ نرمی آئی۔ گاندھی جی کی پیش کردہ جو بھی ستیہ گرہ تھی ان میں سے کسی میں اس نوع کا تعطل کبھی پیش نہیں آیا تھا۔

انجام کار

مہاتما گاندھی ۱۹۳۱ء کی ابتدا میں انتہائی عروج کو پہنچ چکے تھے۔ سول نافرمانی کی ان کی تحریک کانگریس کے نئے اس زمانے میں نہایت کارآمد ثابت ہوئی جب اس قومی ادارے نے شہنشاہی حکومت سے پرتشدد مزاحمت نہ کرتے ہوئے، بالراست ٹکر لینے کا ارادہ کیا تھا۔ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک کے لئے تشدد پر عمل کرنا شاید ہی راس آتا یا آزادی حاصل کرنے کے لئے دہشت گردی بمشکل نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی۔ یہ سول نافرمانی کا کرشمہ تھا جس نے آزادی کی جنگ کے لئے — تشدد کے بغیر — طاقتور جمعیت پیدا کر دی۔ اس کے علاوہ، اس کی بدولت خاطر خواہ غیر ملکی ہمدردی بھی ملی۔ تاجروں نے بھی اس کی تائید کی اور کانگریس کی اس روش نے اعتدال پسندوں اور فرقہ وارانہ اداروں کے لیڈروں کی قلعی بھی کھول دی۔ ایک برصغیر کی معرکہ آرائی کا تجربہ اور گاندھی جی کے نظم و ضبط اور اخلاقی معیار کو برقرار رکھنے پر زور دینا بھی اتنا اعلیٰ مشورہ اور عالیشان ترکیب تھی کہ کانگریس اس کی بدولت کامیابی سے دوچار ہوئی۔

پھر بہت بڑی بات، جو گاندھی جی کی بدولت اس تحریک میں ہر طرف رواں دواں تھی وہ ہندوستانیوں کا وہ بے مثل اتحاد تھا جس نے انہیں کانگریس کے جھنڈے تلے باندھ رکھا۔ اس کے سبب اتحاد کا نیا جذبہ جاگ اٹھا اور قومی زندگی کے لئے ایک نئے مقصد کی راہ دکھائی۔ اس لڑائی نے نوجوان مردوں اور عورتوں کو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ باہم شریک ہونے اور جنگ کرنے کا جذبہ اور حوصلہ دیا۔ گاندھیائی طریقہ، اس کی اخلاقی قوت، نشانات کو برتنے کے طریقے اور معرکہ آرائی کا جوش و خروش ایسی باتیں تھیں جس نے برطانوی راج پر نمایاں اثر ڈالا۔ اس میں شک نہیں کہ برّاعظم (یورپ) کے پیمانے پر سول نافرمانی برطانیہ کے لئے بہت طاقتور چیلنج تھا۔ خصوصی طور پر سول نافرمانی ایسا ترکہ تھا جو سیاسی سرمایہ کے روپ میں کانگریس کو ملا تھا اور جس کے سہارے آئندہ کئی دہوں تک کانگریس کو زندگی بسر کرنی تھی۔

(ترجمہ: عبدالخالق)

اوشا مہتہ

گاندھی جی کے انقلاب کے حامی

کاکا صاحب کالیلکر

آچاریہ کاکا صاحب کالیلکر جو پیار سے "کاکا" کہے جاتے تھے۔ ایک اعلیٰ ادیب، گاندھی جی کے افکار کے مستند ترجمان، مشہور محقق اور بلند پایہ ماہر تعلیم تھے۔ وہ ایک سرگرم وطن پرست، پرجوش سماجی مصلح، دور دراز علاقوں میں بھارت کے ثقافتی سفیر اور قوم کے ایک معمار تھے۔ کسی نقاد نے سچ ہی کہا ہے کہ مہاتما گاندھی نے اپنے تین جانشین چھوڑے ان میں سیاسی میدان میں پنڈت نہرو۔ سماجی میدان میں سنت ونوبا جی اور ثقافتی میدان میں کاکا صاحب کالیلکر تھے۔

دتاتریہ بال کرشن کالیلکر یکم دسمبر ۱۸۸۵ء کو ستارا میں پیدا ہوئے یہ وہ سال تھا جس میں بھارت اپنی تاریخ کے نقطۂ انقلاب پر کھڑا تھا اور انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ لوک مانیہ تلک کی جذباتی وطن پرستی سے متاثر ہو کر کاکا صاحب نے جس نصب العین کو عزیز سمجھا وہ مادر ہند کی آزادی اس کی سماجی تعمیر نو، اور قومی ہم آہنگی نیز میل جول قائم کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کرنے کا نصب العین تھا۔

کاکا صاحب حق کے ان تھک متلاشی تھے۔ وہ زندگی کا بڑا ذوق و شوق رکھتے تھے اور موت سے ڈرتے نہیں تھے۔ وہ موت کو عظیم دوست اور برابری کرنے والا جیسا سمجھتے تھے۔ انہوں نے موت کو ہر ایک کی زندگی کے لئے برحق بتاتے ہوئے کہا "اگر ہم واقعی زندگی کے راز کو سمجھنے کی کوشش کریں تو زندگی میں تازگی برقرار رکھنے کے لئے موت نہایت لازمی ہے، موت درحقیقت ایک نعمت و برکت ہے" کاکا صاحب اپنے بزرگوں اور استادوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ایسا ان کی ذاتی عزت کی وجہ سے نہ تھا۔ ایک بار پونا میں ان کے اسکول میں ایک بچے نے اپنی کتاب کی گمشدگی کے بارے میں شکایت کی اور ٹیچر نے کلاس کے سبھی بچوں کو اپنا بستہ خالی کرنے کا حکم دیا۔ اس بات پر برا مان کر دتا نے کہا "سر جب تک آپکو مجھ پر یہ شبہہ نہ ہو کہ کتاب میرے پاس ہے میں تلاشی نہیں دونگا!" وہ ٹیچر جو واقف تھے دوسرے لڑکے کی طرف بڑھنے پر مجبور ہو گئے۔

ایک بار ۱۹۳۲ء کی جدوجہد میں اپنے کسی عوامی جلسہ میں پولیس

زں کو وردی میں دیکھتے ہی کاکا صاحب نے کہا "یہ پولیس
لے یہاں کیوں ہیں۔ مجھے اُن کی حفاظت کی ضرورت نہیں ہے"

فطرت کے پریمی

کاکا صاحب نے سادہ اور معمولی زندگی بسر کی۔ وہ جلدی سونے
جلدی اٹھنے کے شعار پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ ویجیٹرین غذا
تے تھے اور سادہ لباس پہنتے تھے وہ فطرت سے پیار کرتے
اور اس کے ساتھ ہم آہنگی قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ خوبصورتی
ہ سرسبز و شاداب کھیتی کی ہو یا باغوں کی بہاروں کی، ہمالیہ
ن و شکوہ کی ہو یا گنگا کے جاہ و جلال کی کاکا صاحب کے
قدرت کی رعنائیوں کے اظہار کے سوا کچھ نہ تھی۔ چنانچہ ہمالیہ
بارے میں وہ لکھتے ہیں "چاروں طرف پھیلے ہوئے برف
ڈھکے خاموش پہاڑ ان ابدی قوانین کے بارے میں بتاتے
جو ساری دنیا کو ایک ساتھ جکڑے ہوئے ہیں"
اپنے ابتدائی زمانوں میں وہ جانوروں کے شوقین تھے۔
کے فرگوسن کالج میں کبھی چڑیا، کبوتر، طوطا اور دیگر چھوٹے پرندوں
بچوں کو تحفظ کا حاجت مند دیکھ کر انہیں وہ نہ صرف اٹھالیتے
ان کی پرورش کرتے اور اپنی جیب میں رکھ کر لے جاتے اور
ہتھیلیوں نیز کندھوں پر انہیں کھیلنے دیتے اس طرح وہ ستاروں
بھی گہرا تعلق رکھتے تھے اور علم نجوم میں مستقل دلچسپی رکھتے تھے

ٹیگور اور گاندھی جی کی صحبت

کاکا صاحب برے رواجوں اور فرسودہ روایات کے
ف جہاد کرنے والے تھے۔ انقلابیوں کے ساتھ ان کی اتنی گہری
بستگی تھی کہ انہوں نے فرگوسن کالج میں انقلابیوں کا گروپ
اور کر" قائم کیا۔ تقریباً اس سال تک انقلابیوں کے ساتھ رہ
ہوں نے اپنے ساتھیوں سے نجات حاصل کی اور ہمالیہ کے سا
آرام کیا۔ میدانی علاقوں میں وہ اس وقت واپس آئے جب
ما گاندھی ہندوستان واپس آئے۔ گاندھی جی ٹیگور کے شانتی
ن آشرم گئے اور یہی کاکا صاحب نے بھی کیا۔ دو عظیم روحوں
اس ملاقات نے ان کے ذہن پر ہمیشہ باقی رہنے والے
ت مرتب کئے۔

ٹیگور کی شاعری نے ویدانتی باطنیت کا پرتو رکھنے کی
وجہ سے کاکا صاحب کو اپنی طرف کھینچا۔ دونوں ہی آزادی
کے پریمی تھے اور سماجی تعمیر نو کے لئے تعلیم کو ایک عظیم الشان
اور طاقتور آلہ تصور کرنے پر ایمان و یقین رکھتے تھے۔ بنگال
کی تقسیم کی تحریک میں اس شاعر نے جو کردار ادا کیا اس نے
کاکا صاحب کے دل میں زبردست جوش اور ولولہ پیدا کیا۔
گرودیو ٹیگور کے بارے میں کاکا صاحب کہا کرتے تھے کہ وہ
خارجی ہیبت، لفاظی حسن اور باطنی ثقافت کا امتزاج تھے۔
کاکا میں ایک روحانی رشتہ دیکھ کر ٹیگور نے انہیں اپنے
پریم ودیالیہ میں ایک ٹیچر کی حیثیت سے جگہ دے دی۔ کاکا
نے طالبعلموں کی شفقت اور پسندیدگی کو بہت جلد حاصل کر لیا۔
انہوں نے ٹیگور کے متعدد قلمی نسخوں کا ترجمہ کیا جس میں
گیتانجلی کا مراٹھی زبان میں ترجمہ بھی شامل ہے۔
شانتی نکیتن میں گاندھی جی کے ساتھ فلسفہ، ادب،
ثقافت بھارت کے لئے آزادی حاصل کرنے کے پرتشدد اور
عدم تشدد کی راہوں، جیسے متعدد موضوعات پر طویل تبادلۂ
خیالات کرنے کے بعد کاکا صاحب نے اس بات پر اتفاق
کیا کہ بھارت نے ایک اسٹینڈرڈ پا لیا ہے جو اسے چاہئے تھا
اور وہ اور ٹیگور جس کی تلاش میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ "ماضی
میں میں نے بہت سے روحانی اشخاص اور مذہبی رہنماؤں سے
ملاقات کی مگر جس چیز نے مجھے گاندھی جی کی جانب کھینچا وہ
تھی عدم تشدد والی ایک بڑی فوج کا انتظام کرنے میں ان
کی عظمت اور بھارت، سچائی سے ان کی بے جھجک وفاداری
اور ایک پیغمبرانہ نظر جو انسان کی روحانی اقدار کی صاف تصویر
تھی۔ کاکا صاحب سابرمتی میں گاندھی جی کے آشرم میں ان
کے ساتھ شامل ہوئے اور ایک وفادار ساتھی نیز لائق
لفٹیننٹ کی طرح کام کرنا جاری رکھا۔

مہاتما گاندھی کیساتھ برسوں تک سابقہ

آشرم میں تعلیم کا مکمل انتظام کاکا کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے یہ عظیم
ذمہ داری خاص طور سے اس لئے لی تھی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ

مردوں کے دل و دماغ میں انقلاب بپا کر دیں جیسا کہ گاندھی جی نے کیا۔

۱۹۲۲ میں گاندھی جی کی گرفتاری پر کاکا صاحب نے ہفتہ وار "ینگ انڈیا" اور "نوجیون" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔

کاکا صاحب نے ایک مضمون "کانفلکٹ" کے عنوان سے تحریر کیا تھا اس میں انہوں نے لکھا تھا برطانوی حکومت نے اس ظالم فرمانروا کے مقابلے میں جس نے بھارت پر حملہ کیا اور اسے لوٹا مارا کہیں زیادہ نقصان پہونچایا ہے۔ اس مضمون کے سلسلے میں جب ان سے ضمانت کے اقرار نامہ پر دستخط کرنے کے لئے کہا گیا تو کاکا صاحب نے لکھا کہ "ایک سالم لوح اور ایماندار شخص سے حکومت کا اچھے سلوک کرنے کے لئے اقرار کرانا وہ بھی اس وقت جب کہ پورا ملک حکومت سے نیک برتاؤ کا اقرار کرانے سے بے نیاز رکھا گیا ہو اپنے آپ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔"

کاکا صاحب گاندھی جی کے ساتھ اس تمام جدوجہد میں ساتھ رہے جو انہوں نے شروع کی گاندھی جی نے ان کے بارے میں ایک بار کہا تھا کہ "کاکا صاحب نے ستیہ گرہ کے اصول پر قدرت حاصل کر لی تھی۔ گاندھی جی کی طرح انہوں نے ملک کی مختلف جیلوں میں زندگی کے کئی سال گذارے اور یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ۱۹۳۰ میں بڑودہ جیل میں گاندھی جی کے تنہا ساتھی اور خدمت گذار رہے انہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر قیدیوں کے حقوق کے لئے لڑائی لڑی۔

زبان اور ادب سے دلچسپی

کاکا صاحب کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ مراٹھی ان کی مادری زبان تھی اور گجراتی زبان کو انہوں نے اپنا لیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہریجن کی حیثیت سے میں "دویجا" یا دوبارہ پیدا کیا ہوا ہوں اور اسی وجہ سے ان کی دو زبانیں گجراتی اور مراٹھی تھیں سنسکرت اور ہندی میں انہیں مہارت حاصل تھی اور ہندوستانی زبان کا پروپیگنڈہ کرنے والوں میں سب سے آگے تھے انہوں نے بنگالی تصنیفات کا گجراتی اور مراٹھی میں ترجمہ کیا۔ کنڑ اور شاید انگریزی زبان سمجھ سکتے تھے اور بول سکتے تھے۔

۱۹۳۴ میں جب کاکا نے گجرات کو خیرباد کہنے کا فیـ
تو گاندھی جی نے انہیں راشٹر بھاشا ہندی کا پرچار کر
کی ذمہ داری سونپی۔ یہ اہم کام گاندھی جی کے ۱۴ نکاتی تعـ
پروگرام میں شامل تھے کاکا صاحب نے ملک کے متعدد گـ
خاص طور سے جنوب کا دورہ کیا اور وردھا میں صدر د
بنا کر راشٹر بھاشا سمیتی قائم کی جس کی شاخیں تقریباً
ریاستوں میں موجود تھیں۔ اس تنظیم کا مقصد لسانی رکاو
کو دور کرنا اور جذباتی، سیاسی نیز ثقافتی اتحاد کی را
ہموار کرنا تھا۔

کاکا صاحب نے عوام پر زور دیا کہ وہ ناگری اور ء
دونوں رسم الخط کو ملک کے عام مفاد کے لئے سیکھیں۔ انہ
نے ناگری رسم الخط اور اسے ٹائپ کرنے کے لئے کئی اہ
کی تجویز بھی پیش کی۔ یہ سمجھوتہ ہندی ساہتیہ سمیلن میں ناقا
قبول تھا لہٰذا کاکا صاحب اس معاملے میں ہندی اور ار
دونوں کے الفاظ اپناتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک کل ہند
"ہندوستانی" کی نشو و نما کے لئے کوششیں کرنی پڑیں اور یہ
ہندوستانی پرچار سبھا کے ذریعہ کیا گیا جو ۱۹۴۲ میں تا
ہوئی تھی۔

گاندھی جی کی ایما پر کاکا صاحب نے جیل سے واپسی پـ
۱۹۴۵ میں اس تنظیم کی رہنمائی کی اور آخر تک اس
نصب العین کی ترویج کو جاری رکھا۔ انہوں نے ماہنامہ "
پربھات کی ادارت بھی کی اور اس کے کالموں کے ذریعہ اتحاد
سالمیت کا پیغام دینا جاری رکھا۔

کاکا صاحب کا قلم آرام کرنا نہیں جانتا تھا۔ ان کی تصنیـ
کردہ ۱۶۱ کتابوں میں ۵۹ گجراتی زبان میں ۵۴ ہندی زبا
میں اور ۴۸ مراٹھی زبان میں ہیں۔ ان کا ادراک بہت و
اور طرز تحریر سادہ تھا۔ انہوں نے مذہب اور فلسفہ سفر
ثقافت اور ادب پر اپنا قلم اٹھایا۔ ان کی تحریروں سے سچا
کے تئیں ان کا ذوق ہونا، زندگی کے لئے ان کا ذوق و
ان کے تخیل کا قومی ہونا اور اپنے قارئین کی زندگی
اوپر اٹھانے کے لئے ان کی کوششوں کے اثبات فر
ہوتے ہیں۔

تھوی راج

لائق ماہر تعلیم

صاحب ایک اعلیٰ درجے کے ماہر تعلیم تھے۔ انہوں نے شانتی
ربڑودہ کے گنگاناتھ ودیالیہ میں پڑھایا۔ سابرمتی آشرم
یا کے انچارج رہے۔ ۱۹۲۰ میں عدم تعاون کی تحریک
ن گاندھی جی کے ذریعہ شروع کی گئی قومی یونیورسٹی
یاپیٹھ سے وابستہ رہے۔ وہ یونیورسٹی کے آٹھ
وائس چانسلر رہے۔

نتے ہوئے کہ بھارت کی زیادہ تر آبادی گاؤں پر مشتمل ہے
ی مفلسی کے عالم میں رہنے والے گاؤں والوں کی افسو
دیکھ کر انہوں نے گاؤں میں تدریس کا کام شروع
یاپیٹھ کو دیہی کردار عطا کیا اور وہاں اعلیٰ تعلیم کا بندوبست
جی کے ساتھ احمد آباد سے ڈانڈی تک مارچ میں
نے والے ۷۸ ستیاگرہی ودیاپیٹھ کے طالبعلم تھے اور
چالیس اپنے ٹیچروں کے میدان میں تھے۔

صاحب امتحان پر مبنی تعلیم پر نہیں بلکہ فعال زندگی
م میں یقین رکھتے تھے۔ ٹیچروں کے لئے ان کا مشورہ تھا
پنے مضمون سے زیادہ اپنے شاگردوں کو زیادہ
بنئے تعلیمی اداروں کی خود مختاری پر نگرانی رکھنے کے
ی وہ بہت فکرمند تھے اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ یہ
کومت ان کے کام کاج میں مداخلت تو نہیں کر رہی ہے
گاندھی جی کے ذریعہ شروع کردہ نئی تعلیم سنگھ
ہ کی حیثیت سے انہوں نے ان خیالات کا

ست نے کاکا صاحب کو تعلیم اور ادب کے سلسلے
مات انجام دینے کے اعتراف میں "پدم بھوشن"
عطا کیا۔

کاکا صاحب اور سماجی اصلاحات

صاحب ایک مذہب پرست تھے مگر افکار مذہب مردہ عقائد
رسوم پر مبنی نہ تھا بلکہ سب سے زیادہ حقیر اور پس ماندہ
لوگوں کی خدمت کے لئے تھا۔

انہوں نے بچپن سے ہی چھوت چھات کی مخالفت کی جو اعلیٰ ذات
کے لوگوں میں ایک کفارہ کے طور پر ہریجنوں کے سلسلے میں جاری
تھی۔

کاکا صاحب تعمیری کام کرنے اور اس کے اثرات پر یقین
رکھتے تھے جس کا نمونہ گاندھی جی نے پیش کیا۔ سردار پٹیل کی سرگرم
سیاست میں داخل ہونے کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کاکا صاحب
نے ایک ایسی عمارت کی بنیاد قائم کرنے کو ترجیح دی جس پر سوراج
محفوظ رہ سکے۔ ۱۹۲۴ میں کانگریس کے بیلگام کے اجلاس میں
گجرات علاقائی کانفرنس کے صدر کاکا صاحب نے اپنے ہاتھ
میں جھاڑو لے کر ایک خاکروب کا کام کیا۔

۲۶ جنوری ۱۹۵۰ کو کاکا صاحب نے جنہیں راجدھانی
میں یوم جمہوریہ کی تقریبات میں مدعو کیا گیا تھا وہاں نہ جا
کر مدھیہ پردیش میں قبائلیوں کے اجتماع میں شریک ہونے
کو ترجیح دی۔ بعد میں انہوں نے بھارت کے مختلف حصوں کے
دیگر قبائل سے ملاقات کی۔ قبائلوں کی بہبود میں ان کی گہری
دلچسپی اور پس ماندگی کے خلاف مہمات کا اہتمام کرنے کے
ان کے لئے تجربہ کے پیش نظر کاکا صاحب ۱۹۵۳ میں پسماندہ
طبقوں سے متعلق کمیشن کے سربراہ مقرر کئے گئے۔ پسماندگی
کے تعین کے لئے ذات کو ایک معیار قبول کرنے کے خلاف
کاکا صاحب نے تنبیہ کی تھی اور کہا تھا کہ ان سبھی افراد کو
جو دھوپ میں اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں پسماندہ سمجھا
جانا چاہئے۔ وہ کتنے دور اندیش تھے اس کا اندازہ اس
تجویز سے ہوتا ہے جو انہوں نے حکومت کو پیش کی تھی۔ ان کے
الفاظ تھے "سبھی فرقہ وارانہ تنظیموں پر کڑی نگرانی رکھنی پڑے
گی تاکہ وہ قومی سالمیت کو خطرہ میں نہ ڈال سکیں۔

کاکا صاحب کے عالمی نظریات

کاکا صاحب چونکہ آزادی اور ہم آہنگی، اتحاد اور یکجہتی
کی تبلیغ کے ایک مجاہد تھے اس لئے بھارت کی مختلف قوموں
کے درمیان شدید تنازعوں اور ملکوں کے درمیان
لڑائیوں نے ان کی روح کو سخت تکلیف پہونچائی۔ اپنی تابت

قدمی کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے وثوق سے کہا "میں سیاست میں بہت کم دلچسپی رکھتا تھا۔ تاہم جب سے میں نے برسر اقتدار رہنے کی سیاست کے مقابلے میں عوامی سیاست میں زیادہ دلچسپی لینی شروع کی میں بین الاقوامی ہو گیا۔ آزادی کے بعد میں نے چاروں براعظموں کا سفر کیا اور وہاں ثقافتی امتزاج اور ہم آہنگی کا پیغام دیا۔

کاکا صاحب نے کینیا، یوگنڈہ، نائجیریا، جاپان، کمبوڈیا، موریشش، انگلینڈ اور جرمنی کا سفر کیا۔ انہوں نے افریقی، ایشیائی اور یورپی تہذیب کے امتزاج پر مبنی ایک شاندار عالمی تہذیب کا خواب دیکھا۔ شاید اسی وجہ سے مذاہب کی پارلیمنٹ کے چوتھے اجلاس میں جس کی صدارت کاکا صاحب کو کرنی تھی جب گاندھی جی سے پیغام دینے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا "تم میرا پیغام ہو"

سوامی وویکانند جنہوں نے کہا تھا کہ متحد ہونا اور تقسیم نہ ہونا" ایک پیغام کی شکل میں سبھی مذاہب کے جھنڈوں پر مرقوم ہے "، کاکا صاحب نے بھی یہی سوال کیا تھا کہ کیا مذاہب کی پارلیمنٹ نسل انسانی کو تقسیم نہ کرنے بلکہ اسے متحدہ ہونے کی مذہبی خدمت کرنے کی ضرورت پر اپنی توجہ مبذول نہیں کر سکتی۔

●●

مہاتما گاندھی
لیڈی اینڈ لارڈ ماؤنٹ بیٹن
کے ہمراہ۔
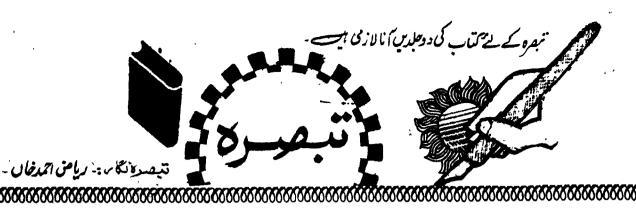
عنوان : پنجرے کے پنچھی (افسانوی مجموعہ)
مصنف : مانک ٹالا (گوپال کرشن)
مطبع : کلر پرنٹنگ پریس۔ دہلی
ناشر : ماڈرن پبلشنگ ہاؤس۔ ۹ گولا مارکیٹ دریا گنج نئی دہلی۔

"پنجرے کے پنچھی" مانک ٹالہ کا تیسرا افسانوی مجموعہ ہے اس سے قبل "پیاسی بیل" اور "گناہ کا رشتہ" منظر عام پر آچکے ہیں۔ ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے مانک ٹالہ نے اپنی کاوشوں سے ادب میں اپنا ایک مقام بنا لیا ہے اور اپنے افسانوں کو کتابی شکل دینے سے پہلے ہی وہ معروف ہو چکے تھے کیونکہ ان کے افسانے اکثر ادبی رسالوں کی زینت بنا کرتے تھے۔ مانک ٹالہ بسیار نویس تو نہیں مگر جب بھی لکھتے ہیں ان کے قلم کی گوہر فشانیاں قاری کی پوری توجہ اپنی طرف سمیٹ لیتی ہیں۔ کم و بیش پچھلے تیس سال سے ادبی خدمت میں بڑے انہماک سے جٹے ہوئے ہیں۔ شمع محفل بننے کی تمنا نہ ان کے دل میں تھی اور نہ اب ہے۔ ادب سے دلی لگاؤ ہے اور اسی پس منظر میں اپنے تجربات احساسات کو کہانیوں کا روپ دیتے رہتے ہیں۔ اب یہ اتفاق ہی سمجھ لیجئے کہ پہلے افسانوی مجموعہ کے بعد دوسرا دس سال بعد اور پھر تیسرا بھی دس سال بعد ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا ہے۔

زیر نظر افسانوی مجموعہ میں کل ۱۸ مضامین ہیں۔ پچھلے دو مجموعوں میں بھی ۱۸۔۱۸ کہانیاں شامل تھیں۔ اس مجموعہ میں مانک ٹالہ نے جدت یہ پیدا کی ہے کہ آٹھ کہانیاں، آٹھ مزاحیہ مضامین اور دو خاکے شامل کئے ہیں۔ اس مجموعہ میں مانک ٹالہ کی تحریر نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ اثر انداز بھی۔ اس خوبصورتی سے اپنا مدعا بیان کر جاتے ہیں کہ قاری ان کی سحر کاری سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر سب سے بڑی بات ان کی کہانیوں میں یہ نظر آتی ہے کہ وہ اپنے موجودہ ماحول سے راہ تلاش اختیار کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اسی ماحول میں اپنے آپ کو رنگ لیتے ہیں جس سے تحریر پُر اثر تو ہوتی ہی ہے بلکہ حقیقت پیش پیش رہتی ہے۔ اس موجودہ دور میں وہی کہانیاں کامیاب گردانی جاتی ہیں جو اس دور کے نشیب و فراز اور کرب کو پیش پیش رکھیں۔ اس لحاظ سے مانک ٹالہ صد فیصد کامیاب افسانہ نگار ہیں جن کی دور میں نگاہیں ملک کے چالیس سالہ سیاسی بحران کو دیکھتی ہیں جن سے ایک حساس دل کا متاثر ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ انہیں کہانیوں میں ان کے ادبی شعور اور فنی بصیرت کی جھلکیاں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ دوسری طرف جب ہم مانک ٹالہ کے مزاحیہ مضامین پر نظر ڈالتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ ان حضرت کے قلم سے ایسے جملے بھی ادا ہو سکتے ہیں جیسے "کارِ جہاں دراز ہے" میں لکھتے ہیں۔

"برطانوی سرکار نے آزادی جیسی بے مصرف اور عبرتناک چیز تو ہمارے منہ پر دے ماری لیکن کوہِ نور ہیرے جیسی انمول شے ہڑپ کر گئی۔"

"جدید افسانے کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس میں ترسیل اور ابلاغ کا مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا اور جس جدید افسانے پر یہ دو ناگہانی بلائیں نازل ہو جائیں وہ افسانہ فنی اعتبار سے کمزور گردانا جاتا ہے۔"

ان دونوں جملوں میں بھرپور طنز ہے جو قاری کو بغیر جھنجھوڑے نہیں رہتا۔ آزادی کی تمنا نادار سے نادار شخص کو بھی ہوتی ہے مگر آزادی جب بے مصرف اور عبرتناک چیز بن جائے تو مادی چیزیں اس سے بہتر نظر آنے لگتی ہیں۔ ان جملوں میں افسانہ نگار کے دلی کرب کی جھلک نظر آتی ہے جو بامِ عروج پر پہونچ چکا ہے اور یہی اس کی کامیابی کی نشانی ہے۔

گورنر مہاراشٹر ڈاکٹر شنکر دیال شرما، ۳۰ ستمبر ۱۹۸۶ء کو دربار ہال، راج بھون، بمبئی میں مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کے نئے بورڈ کی افتتاحی تقریب میں تقریر فرماتے ہوئے آپ کے بائیں جانب وزیر اعلیٰ شری ایس بی چوان اور وزیر مملکت برائے شری سید احمد اور موصوف کے دائیں جانب ڈاکٹر ظ۔ انصاری دیکھے جاسکتے ہیں۔

مانک ٹالہ کے خاکے بھی انفرادیت کے حامل ہیں "تین بیویوں کا اکلوتا شوہر" جیسا عنوان بھی جدت لئے ہوئے ہیں۔ اکلوتے شوہر سے مانک ٹالہ کی مراد کالی داس گپتا رضا سے ہے جنہوں نے اپنی بیوی کے علاوہ بھی لکشمی دیوی اور سرسوتی دیوی کو اپنے دام محبت میں گرفتار کر لیا ہے۔ اس خاکے کالی داس گپتا رضا کی زندگی کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ اپنے اور رضا کے تعلقات کا انداز بیان بھی دلکش ہے۔ کہیں بھی مانک ٹالہ دائرہ ادب سے گریز کرتے نظر نہیں آتے اسی طرح " خام خوں چکا اپنا " میں مانک ٹالہ نے دلی اردو اخبار کا دفتر۔ کرشن موہن کی پریشانیاں اور ان سے ملاقات، پریم ناتھ در کی شخصیت، کرشن چندر، خواجہ احمد عباس۔ سردار جعفری، راماننند ساگر۔ جوگیندر پال۔ چمن لال چمن اور کالی داس گپتا رضا سے ملاقات کرائی ہے " پیارا دیش " اخبار کے دفتر کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔" کاغذ کے فالتو کوٹے کی بلیک کرنے کے باوجود اخراجات بہت زیادہ تھے۔"

مجموعی طور سے مانک ٹالہ کا یہ افسانوی مجموعہ ہر لحاظ سے کامیاب ہے۔ ہر کہانی سے تخلیقی صلاحیت ٹپکتی ہے کہیں کہیں کتابت کی یکسانیت قائم نہیں رکھی گئی ہے اور درمیانی صفحات پر سیاہی پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ پینتیس ۳۵ روپئے میں یہ کتاب جی۔ کے مانک ٹالہ سے اے۔ ۱ اسنیہیڈا پارٹمنٹس۔ پالی ہل۔ کھار، بمبئی ۴۰۰۰۵۲ سے طلب کی جاسکتی ہے۔

واحدؔ یریسیؔ
نزد گنتوری اسکول بھوپال
(ایم۔پی)

قطعات

(باپو کے جنم دن ۲؍اکتوبر پر)

●

دشمنِ تفریقِ مذہب، خوگرِ انسانیت
دیش کا جانباز تھا ہر قوم کا تھا راہبر
تو نے مر کے بھی دیا دنیا کو پیغامِ خلوص
پیکرِ اخلاص تھا تو امن کا پیغامبر

★

اے اہنسا کے پجاری اے پرستارِ خلوص
اے مددگارِ حقیقت، اے بہی خواہِ وطن
تیرے دم سے ہے حقیقت میں بہارِ صبحِ نو
تیرے خونِ پاک سے رنگین ہے بزمِ چمن

●

اثر بن یحییٰ انصاری۔

ضیاء الادب، مولانا آزاد روڈ۔ ولی پورہ، دھولیہ

قطعات

ہے اشتباہِ عام تباہی سے خوف کھاؤ
جھوٹی قسم سے جھوٹی گواہی سے خوف کھاؤ
ہرگز نہ دو طلاق شریکِ حیات کو
روزِ حساب و قہرِ الٰہی سے خوف کھاؤ

عظمت رسولؐ کی ہے محبت رسولؐ کی
کہتے ہو تم نکاح کو سنت رسولؐ کی
بیوی کو آ کے طیش میں دیتے ہو طلاق
واللہ کیا یہی ہے طریقت رسولؐ کی

آپس کی ٹوٹتی ہے محبت طلاق سے
ہوتی ہے داغدار شریعت طلاق سے
دو دن کے واسطے نہیں تا عمر کے لیے
دو خانداں میں ہوتی ہے نفرت طلاق سے

ہے ازدواجی زیست جو نفرت سے دور دور
ہوتی نہیں کبھی وہ شریعت سے دور دور
ان کے گلے میں طوقِ ملامت نہ پڑ سکا
رہتے ہیں جو طلاق کی لعنت سے دور دور

وہ دل ہی کیا ہے جس میں محبت کبھی نہ آئے
وہ آنکھ کیا ہے جس میں مروت کبھی نہ آئے
ماں باپ کی طرح جو گزارو حیات تو
واللہ پھر طلاق کی نوبت کبھی نہ آئے

نذیر بنارسی
پانڈے حویلی وارانسی (یوپی)

آئے سانسوں کی گمک آزاد ہندستان کی

بجھ رہی ہے لب کی سرخی تازگی رخسار کی — زیست پر چھائی ہوئی ہے مُردنی بیمار کی
کثرتِ اولاد دشمن بن گئی ہے پیار کی — آدمیت کا گلا ہے بار ہے پر تلوار کی

اپنے ہاتھوں اپنے ارمانوں کا قتلِ عام ہے
صبح رنگیں ہے کہ مقتل کی بھیانک شام ہے

ہم سنبھلنا چاہتے ہیں اور سنبھل سکتے نہیں — پاؤں میں زنجیر ہے ایسی کہ چل سکتے نہیں
ساتھ لے کر بال بچوں کو ٹہل سکتے نہیں — جیب کہتی ہے کہ تم گھر سے نکل سکتے نہیں

اپنے زنداں میں رہو بے دست و پا کی طرح سے
زندگانی کاٹتے جاؤ سزا کی طرح سے

اژدہے کی طرح منھ کھولے معیشت کا سوال — زندگی بچے کی شکلِ تربیت امرِ محال
ایک جانب سسکیاں بھرتا نظر آتا ہے حال — اک طرف مستقبلِ زریں کا چہرا ہے نڈھال

لٹ رہی ہے حال و استقبال کی تابندگی
موت کے خونی دوراہے پر کھڑی ہے زندگی

کیاریاں اتنی ہوں گلشن میں کہ سینچی جا سکیں — اتنی ہی کلیاں کھلیں جن پر بہاریں آ سکیں
غنچے اتنے چٹکیں جن پر ناز سب فرما سکیں — گل کھلیں اتنے چمن میں رنگ جتنے لا سکیں

اب سلیقہ کی ضرورت ہے نکھرنے کے لئے
ایک ہی آئینہ ہو سب کے سنورنے کے لئے

اس طرح سے زندگی بکھرائے عارض کا نکھار — منھ خزاں کا دیکھنے پائے نہ چہروں کی بہار
آخری دم تک قدم چومے محبت اور پیار — ہر بڑھاپا بھی جوانی کی طرح سے شان دار

سے بلائیں تازگی بھارت کے ہر انسان کی
آئے سانسوں کی گمک آزاد ہندستان کی

ڈاکٹر نایاب لکھنوی
۲۴۸/۴۲ - سانزیں لین
نیا پورہ
مالیگاؤں
۴۲۳۲۰۳

غزل

تشنہ لب ہی لیکن جھانک میرے اندر بھی
مجھ میں سانس لیتے ہیں ان گنت سمندر بھی

آج ایسے ملتے ہیں امن کے پیمبر بھی
ہاتھ میں کبوتر ہے آستیں میں خنجر بھی

قتل کر نہیں سکتا میں ضمیر کی آواز
چاہے میرے ہاتھوں پہ رکھ دو ماہ و اختر بھی

زندگی کے صحرا میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں
خوشبوؤں کے سائے بھی چاندنی کے پیکر بھی

اب کے آنسوؤں کو میں روک ہی نہ پاؤں گا
جاتے جاتے لے جانا میرے دیدۂ تر بھی

اِس جہانِ فانی میں برگِ خشک ہوں نایاب
اور مرے تعاقب میں ہیں ہوا کے لشکر بھی

غزلیں

بہار صدیقی بدایونی
ریلوے ٹرنک ٹیلیفون ایکسچینج۔ مائیکرو ڈیویژن
کوٹہ (۳۲۴۰۰۲) راجستھان

کس کی نگاہِ بد یہ خدا جانے پڑ گئی
تصویرِ بزمِ دہر کی صورت بگڑ گئی

برقِ نگاہِ دوست جدھر جا کے اڑ گئی
گھر جل گئے نشاط کی دنیا اُجڑ گئی

پھولوں کی رُت میں زردِ گل و برگ دیکھ کر
فرطِ بہار فرطِ ندامت سے گڑ گئی

برہم ہوئے وہ اور مرے عرضِ حال پر
بنتے ہی بنتے بات یکایک بگڑ گئی

اے حادثو! پھر اپنا تم انجام سوچ لو
طوفاں سے میری کشتی اگر ضد پہ اڑ گئی

وہ مجھ سے ملتے ملتے یکایک بچھڑ گئے
چھو کر کلی کو فصلِ بہاراں بچھڑ گئی

یہ بھی بڑا عجیب و حسیں اتفاق تھا
بیٹھے بٹھائے آج نظر ان سے لڑ گئی

یوں چل گئیں چمن میں تشدد کی آندھیاں
ہر ایک شاخِ امن کی جڑ ہی اُکھڑ گئی

نورِ جمالِ دوست کی تابندگی بہار
بزمِ تصورات میں آئینے جڑ گئی

شفیع تمنا کلکتوی
معرفت ۱۴۰ فیمس سینے بلڈنگ
ڈاکٹر ایلی موسس روڈ مہالکشمی بمبئی ۱۱

جفا پرست زمانے سے جو ڈرا ہوگا
وہ زندگی میں بھلا کامیاب کیا ہوگا

جو سست گام سفر میں کوئی رہا ہوگا
وہ کارواں سے بہت دور رہ گیا ہوگا

سمجھ رہے ہو جسے اک حقیر تنکا تم
ہوا کے رُخ کا پتہ اس نے بھی دیا ہوگا

بدل چکی ہے روش باغباں کی جب ہمدم
تو کیا چمن میں کوئی پھول خوشنما ہوگا

یہی ستم تو کرم کا سبب بھی ہوتا ہے
نہ وہ رُلائیں تو دل کیسے آئینہ ہوگا

اٹھو اٹھو نہ اٹھو یہ تمہاری مرضی ہے
کسی کے واسطے کب قافلہ رُکا ہوگا

چھپاؤ تم نہ ابھی اپنے سرخ دامن کو
مرے لہو کا ہر اک داغ خوشنما ہوگا

سمٹ کے آئیں نہ جب تک کہ یہ پتنگے بھی
مثالِ شمعِ تمنا جلا تو کیا ہوگا

رئیس الدین رئیس
۱/۱۰/۱۷۲۵ دہلی گیٹ۔ علی گڑھ

اور کیا حسنِ صداقت کا صلہ دے گا مجھے
وہ لہو میرا بشکلِ خوں بہا دے گا مجھے

تو مسیحا بن کے آیا ہے تو کیا دے گا مجھے
زہرِ قاتل صورتِ آبِ بقا دے گا مجھے

آسماں تکتی ہے بیٹھی ریت پہ کشتی کہ اب
بارشیں ہونگی تو پھر دریا صدا دے گا مجھے

زرد رُت دیکھوں گا گھر کے صحن میں بکھری ہوئی
جب بھی خوابِ سبز بستر سے اٹھا دے گا مجھے

کیا خبر تھی جس کے چہرے پر خراشیں ہیں وہی
تحفۃً اک دن شکستہ آئینہ دے گا مجھے

جانتا ہوں خامشی کھولے گی اسرارِ سخن
وہ قلم کر کے زباں حرف و نوا دے گا مجھے

غزلیں

جمیل سحر
حریم آزار - ہریالی وکھرولی۔۸۳

امیرِ شہر تھا محلوں کا شاہزادہ تھا
سبوئے ظرف میں اس کے مگر نہ بادہ تھا

غمِ حیات کا اوڑھے ہوئے لبادہ تھا
وہ ایک شخص کہ جس کا لباس سادہ تھا"

چھپا سکا نہ کوئی رازِ جسمِ انساں کا
زمیں کا سینہ مگر کس قدر کشادہ تھا

حسین شہرِ نگاراں کے لوگ تھے شاید
انھیں ڈھکے ہوئے اک نور کا لبادہ تھا

فضائے دہر پہ قابض تو ہو گیا انساں
ہوا کے دوش پہ اڑنے کا بھی ارادہ تھا

مرے بھی خواب کی تعبیر سچ ہوئی ثابت
کہ روزِ حشر ہر اک شخص پا پیادہ تھا

وہ مرتکب ہوا ہر اک گناہ کا لوگو
حسب نسب میں جو انسان پیرزادہ تھا

اگر خیال نہ اہلِ قفس کا میں کرتا
چمن کو آگ لگا دینے کا ارادہ تھا

غمِ زمانہ غمِ زندگی کا بوجھ سحر
کسی پہ کم تھا کسی فرد پہ زیادہ تھا

راحت کوٹی
کیافی بنڈرا روڈ

پہنچی مری نظر حدِ امکاں سے دور تر
کیا چیز ہے بصیرتِ انساں سے دور تر

مدِ نظر ہے حرمتِ دیوانگی مجھے
رکھتا ہوں اپنے ہاتھ گریباں سے دور تر

اب امتیازِ عشرت و غم بھی نہیں رہا
لے جا مرے قفس کو گلستاں سے دور تر

کچھ واقعات صفحۂ دل پر رقم کیے
ہر واقعہ رہا مگر عنواں سے دور تر

اب ہم کو حادثاتِ چمن سے غرض نہیں
دل ہے قفس میں یورشِ ارماں سے دور تر

دیوانگی بھی راز مری عاشقی بھی راز
دستِ جنوں ہے چاک گریباں سے دور تر

گل ریز ہو سکی نہ محبت کی سرزمیں
آنسو گرے ہیں آپ کے داماں سے دور تر

صد شکر آج کل ہے مری کشتیٔ حیات
ساحل کے ہر خیالِ پریشاں سے دور تر

دیدار کی ہوس ہے تو راحت یہ ہے خیال
رہتا ہے حسن دیدۂ حیراں سے دور تر

عابد بن آثی انصاری
ضیاء الاسلام مولانا آزاد روڈ ولی پورہ دھولیہ

مغرور ہو رہا ہے کوئی مشقِ ناز پر
اس کی نظر ابھی نہیں میرے نیاز پر

آہ و فغاں کی بات بھی لب تک نہ آ سکی
پابندیاں لگی تھیں دلِ غم طراز پر

ہنگامہ ہائے گردشِ دوراں میں مطربہ
چھیڑیں گے ہم بھی گیت کوئی دل کے ساز پر

اہلِ جنوں الٹ کے رہیں گے وہ دیکھنا
پردہ پڑا ہے وہ جو رخِ فتنہ ساز پر

اہلِ جنوں اڑاتے ہیں دامن کی دھجیاں
سیرِ چمن حرام ہے گلشن نواز پر

منظور ہو جو لطف اٹھانا ریاض کا
اے شیخ پی کے دیکھ کبھی جانماز پر

یاروں کے التفات کے تیور نہ پوچھیے
عابد لگی ہے چوٹ دلِ پاکباز پر

تنویر راج

قمر سیوہاروی

بھارت کا بچّہ بچّہ سرمایۂ یقیں ہے

(۱)

یہ میری سرزمیں ہے
جنت سے بھی حسیں ہے
اس کا ہر ایک ذرہ
دل کش ہے دل نشیں ہے
مرنا ہمیں یہیں ہے
جینا ہمیں یہیں ہے
یہ میری سرزمیں ہے

(۲)

کھیتوں کے یہ نظارے
جھرنوں کے تیز دھارے
آسان سیدھے سادے
یہ راستے ہمارے
ان راستوں میں ڈھونڈو
منزل یہیں کہیں ہے
یہ میری سرزمیں ہے

(۳)

مل جل کے سب سے رہنا
دکھ درد سب کے سہنا
اپنا دھرم یہی ہے
مذہب یہی ہے اپنا
لاؤ مثال ایسی
کوئی اگر کہیں ہے
یہ میری سرزمیں ہے

(۴)

بھارت کی یہ فضائیں
آؤ انھیں سجائیں
میٹھے پھلوں کے پودے
ہر باغ میں لگائیں
میرے وطن کی جیسی
مٹی کہیں نہیں ہے
یہ میری سرزمیں ہے

(۵)

آزاد، نہرو، گاندھی
بھارت کے تھے سپاہی
اندرا کے بعد راجو
اس باغ کے ہیں مالی
بھارت کا بچہ بچہ
سرمایۂ یقیں ہے
یہ میری سرزمیں ہے

ہنس راج :

وقار واثقی

گلشن کا نیا پھول

تو حسبِ معمول
باقی، خاک اور دھول
تیری بات، سب بات
میری بات، فضول
اپنی اپنی نگاہ
اپنا اپنا اصول
دنیا ہے رنگا رنگ
میری حسین اک پھول
وقت کی گردش دیکھ
عامل، سب معمول
آہ بہ لب، ہر شخص
اور دعا مقبول
عزم سفر، اور وہم
حاصل کچھ نہ حصول
بات بڑھائی خرد
بات کو دے کر طول

لازم، اور ملزوم
گلشن کا نیا پھول

• نصیر پرواز
این/ ۱۰۹۲/۲/بی، گووند پورہ،
بھوپال ۴۶۲۰۲۳ (ایم پی)

دو جسموں کے بیچ ابھی تک پربت صدیوں اونچا ہے
ایک سراپا آنسو جیسا ایک نے پتھر پہنا ہے

گونگے بہرے چند دلاسے ڈال دیئے ہمدردی نے
ساری عمر کی محرومی نے جب دامن پھیلایا ہے

ساتوں جنموں کی جگیاسا اس کی تہہ نہ چھو پائی
مون شانت گمبھیر سمندر لفظوں سے بھی گہرا ہے

جس کو اپنا جسم بنایا جس کو نام ـــــ دیا
آج بھی وہ میرے سائے سے رُوح بچاکر چلتا ہے

پتھر ہوتا تو ممکن تھا شاید کچھ دن جی لیتا،
ڈھوپ لکھی ہے جس کے سر پر وہ آنسو کا قطرا ہے

پاگل آندھی کی بستی میں کھوج رہا ہوں اپنا پن
اندر سب کچھ ٹوٹ چکا ہے باہر سب کچھ بکھرا ہے

گوشہ گوشہ سسک رہی ہے آوارہ قدموں کی چاپ
گھر کی دیواریں کیا جانیں دروازوں کو غم کیا ہے

ممکن ہے اک روز چاندنی گھر کی چھت پر اتر پڑے
بوڑھا آنگن جانے کب سے اونچا ابر تکتا ہے

جس چہرے پر لکھا ہوا ہے ہر للچائی آنکھ کا عکس
اس کو اپنا مان رہا ہے پاگل دل بھی کیسا ہے

چہرہ سچا، درپن سچا، جس نے دیکھا وہ سچا
وہ ہی شاید جھوٹا نکلے جس نے سوچا سمجھا ہے

اجلے دھندلے سارے منظر قید تھے اپنی مٹھی میں
موند کے ہم نے اپنی آنکھیں سورج کو جھٹلایا ہے

جو کچھ اپنی جھولی میں تھا سب قدموں میں ڈال دیا
تم بھی اپنی مٹھی کھولو تم نے کس کو چاہا ہے

کچھ اپنا کچھ بیگانہ سا کچھ شعلہ کچھ شبنم سا
وہ خوشبو کا نازک جھونکا جانے کیا کیا لگتا ہے

یُگ سے یُگ تک ذرّہ ذرّہ خود کو تپائے پروانہ
جب جاکر بنجر دھرتی پر کوئی پربت اگتا ہے!

★ مصطفےٰ مومن
رحمت گنج۔ پوسٹ: پالی ٹیکنیک
ضلع دھنباد۔ ۸۲۶۰۰۱ (بہار)

کڑی دوپہر تھی، مرا گھر دُھواں تھا
لرزتا تھا سایہ کہ بستر دھواں تھا
فلک تا فلک خون میں ڈوبی فضائیں،
زمین آگ تھی اور سمندر دُھواں تھا
منڈیروں پہ تھا پہرہ سا آندھیوں کا،
جدھر آنکھ اٹھی وہ منظر دھواں تھا
مرے پاؤں دھنستے چلے جا رہے تھے
برستا تھا جو بھیلا پتھر، دھواں تھا
وہ بستی تھی کیسی، خدا جانتا ہے
زمیں سلگی تھی گھر گھر دھواں تھا
کوئی نوچتا تھا بدن ناخنوں سے
اُبلتے تھے پتھر مقدر دُھواں تھا

★ محمد حنیف شاھد
۱۱۔ ننھی بی کی مسجد، قازی کیمپ، بھوپال ۱۴

ایک اُجڑے ہوئے مکاں کی طرح
دِل ہے برباد آشیاں کی طرح
محفلِ ناز میں ہوں نغمہ سرا
عندلیبِ سحر بیاں کی طرح
گل ہیں افسردہ بلبلیں خاموش
فصلِ گل آئی ہے خزاں کی طرح
آنکھوں آنکھوں میں کہہ دیا سب کچھ
بے زبانی بھی ہے زباں کی طرح
دیکھ کر تیغِ ابروئے خمدار
کِھل اُٹھے زخم گلستاں کی طرح
یہ زمانہ بھی ہے کرم فرما
یار کی چشمِ مہرباں کی طرح
میرے احوالِ غم کو اے شاہد...
لوگ سنتے ہیں داستاں کی طرح

محمد صادق

سپرنٹ ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول

سائی تعلقہ مان گاؤں۔ ضلع رائے گڑھ

قومی راج کا خصوصی شمارہ "یوم آزادی نمبر" باصرہ نواز ہوا۔ احمد عثمانی صاحب کا مرتب کردہ "انیس سو بیالیس کے مجاہدینِ آزادی و اسیرانِ آزادی" کافی پسند آیا۔ مجاہدینِ آزادی کی تصاویر بھی خوب سے خوب تر تھیں پھر بھی تشنگی محض اس وجہ سے باقی رہی کہ چند مجاہدینِ آزادی سرزمین مالیگاؤں سے اور بھی اٹھے جن کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں اگر تھوڑی بہت اور بھی کاوش کی جاتی تو عثمانی صاحب کا بہت بڑا کارنامہ اہلِ حریت کے لیے ثابت ہو جاتا مگر پھر بھی قابلِ ستائش و قابلِ مبارکباد ہے کہ انھوں نے مالیگاؤں کے مجاہدینِ آزادی اور اسیرانِ آزادی سے روشناس کروایا۔

پروفیسر م۔ح۔ شاذلی صاحب کا مضمون "ہمارا قومی ترانہ" بھی مع ترجمے کے بہت پسند آیا۔ بنگالی زبان کا پیارا شہرۂ گیت (قومی ترانہ) ہر کوئی پڑھتا اور سن تو لیتا ہے مگر میرا اپنا قیاس ہے کہ تقریباً ستر، اسی فیصد لوگ اس کے معانی و مطالب سے ناآشنا ہیں۔ شاذلی صاحب نے قومی ترانہ کا اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کر کے اسکول اور کالجوں کے طلبہ کے لیے ایک بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔ شاذلی صاحب کے ساتھ ساتھ ادارے کے اراکین بھی مبارکباد کے مستحق ہیں جن کی محنت اور کاوش سے رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا جا رہا ہے۔ خدا کرے رسالہ میں اور نکھار آئے۔

★ ★ ★

نظر جالنوی

نزد میجسٹک ٹاکیز

جالنہ (مہاراشٹرا)

قومی راج بڑی دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ قومی راج ہر نوعیت اور ہر لحاظ سے بلند اور معیاری ہے۔ اس کے اہلِ قلم حضرات اور اس ادارہ کے تمام معاونین حضرات قابلِ تحسین و مبارکباد ہیں۔

قومی راج کی علمی ادبی بے لوث خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ نیک تمنائیں۔

★ ★ ★

عبدالقدوس

کارنجہ، گھر نمبر ۳۰-۴-۴

اورنگ آباد (مہاراشٹرا)

قومی راج دن بہ دن ترقی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے جس کے لیے آپ لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

۱۰ر جولائی کے شمارے میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں جیسے "مراٹھی لوک گیت"، "دکن کا آم کسفورڈ" اور "اردو ہندی - روح ایک قالب دو" بہترین معلوماتی مضامین ہیں جو بے حد پسند آئے۔ جس سلیقہ سے قومی راج شائع ہو رہا ہے قابلِ تعریف کارنامہ ہے۔ اس لیے ہر شمارہ موصول ہونے کے بعد آنے والے شمارے کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ معیار کے اعتبار سے رسالہ نقطۂ عروج کو چھو لے۔

★ ★ ★

مرزا رسول بیگ

جنرل سکریٹری، نیشنل ویلفیر سینئرس سوسائٹی

مولانا آزاد نگر۔ ناندیڑ۔ ۴۳۱۶۰۲ (مہاراشٹرا)

آج کل "قومی راج" حسین سے حسین تر ہوتا جا رہا ہے۔ اردو زبان کو صحیح حق اور اس کو اس کا مقام دلانے میں ہماری ریاست کے محترم وزیرِ اعلیٰ عالی جناب عزت مآب شری شنکر راؤ چوان جس طرح سے کوشش کر رہے ہیں وہ قابلِ تعریف ہے۔

قومی راج کی وجہ سے ریاستی سرکار کی اسکیموں اور دیگر امور کی اردو جاننے والے حضرات کو اچھی واقفیت حاصل ہو رہی ہے۔ ۱۰ر جولائی کا شمارہ اچھا رہا۔ اس شمارہ میں ریاستی بجٹ برائے ۸۷-۱۹۸۶ء کی مکمل معلومات ہوئی۔ منصور احمد عثمانی دہلوی کا مضمون "اردو ہندی۔ روح ایک" قالب دو پسند آیا۔

نظر جالنوی، عالم قریشی مرادآبادی کی غزلیں قابلِ ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ قومی راج کو اور بھی زیادہ عروج، بلندی اور شہرت عطا کرے۔ (آمین)

PRINTED AT THE GOVT PHOTOZINCO PRESS, PUNE-1986

سیواگرام میں
'باپو کٹی'

مہاتما گاندھی کے
روزانہ استعمال کی اشیاء

قومی راج

جنگلی جانور خصوصی نمبر

۱۰ر نومبر ۱۹۸۶ء

10/11/86

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ خشک سالی راحت فنڈ کے لیے ۹ اکتوبر کو بمبئی کے وانکھیڈے اسٹیڈیم میں وزیر اعلیٰ ٹیم اور ویسٹ انڈیز کے درمیان یک روزہ کرکٹ میچ کھیلا گیا تھا۔ تصویر میں بائیں طرف وزیر اعلیٰ الیون اور ویسٹ انڈیز کے کپتان ویوین رچرڈس اور ہیبرٹسن سے مصافحہ کرتے ہوئے۔ بائیں طرف کی تصویر میں وزیر اعلیٰ ٹیم کھلاڑی کپل دیو (کپتان) روی شاستری اور سنیل گواسکر۔ نیچے کی تصویر میں میچ ختم ہونے کے بعد جیتنے والی ٹیم ویسٹ انڈیز کو وزیر اعلیٰ کی اہلیہ شریمتی کسم تائی چوان کے ہاتھوں کپ دیا گیا۔ تصویر میں بائیں طرف شریمتی ہندوجا، رچرڈس، وزیر اعلیٰ، کپل دیو، شریمتی کسم تائی چوان اور اظہر الدین دیکھے جا سکتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ راحت فنڈ کیلئے کرکٹ میچ

10/11/86

جلد ۱۳۷ ۔ ۱۰ ار نومبر ۱۹۸۶ء شمارہ ۱۷

ترتیب

صفحہ نمبر

ہندی، انگریزی، مراٹھی، گجراتی، سندھی اور اُردو چھ زبانوں میں ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

سالانہ دس روپے
فی شمارہ ایک روپیہ

مراسلت کا پتہ :-

ایڈیٹر قومی راج
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز،
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
۱۵ واں منزلہ، نیو ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ
مقابل منترالیہ۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

ترسیل زر کا پتہ

اسسٹنٹ ڈائریکٹر (ایڈمنسٹریشن)
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز
گورنمنٹ آف مہاراشٹر
بیرک نمبر ۱۹، مقابل سروجی بلڈنگ،
نزد منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۲۱

وزیر اعلیٰ کی اپیل

مہاراشٹر میں پندرہ ہزار دیہات، پینے کے پانی کی مہیب کمیابی میں مبتلا ہیں اور حکومت کئی محاذات پر ان کے لئے راحت رسانی کے اقدامات کر چکی ہے۔

اس کے باوجود مسئلے کی نوعیت اتنی وسعت رکھتی ہے کہ اس کے لئے رضا کارانہ کوششوں سے کام لیا جانا ضروری ہے۔ عوامی اقدام برائے ترقیات۔ پیپلز ایکشن فار ڈیولپمنٹ (پیڈ) وہ ادارہ ہے جسے رضا کارانہ امور کو حرکت دینے کا اچھا تجربہ ہے اور اس معاملے پر اس کا توجہ دینا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

دیہاتوں کو پینے کے پانی کی بہم رسانی کے سلسلے میں کنوؤں کی تعمیر اور دوسرے کاموں میں مدد دینے کے لیے پیڈ نے موجودہ سال کے دوران تمام عطیات کو اسی عوامی بہبودی کے مصرف میں استعمال کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہر فرد۔ چھوٹا ہو یا بڑا" ایک روپیہ بھی عطیے کے طور پر دے سکتا ہے۔ ایک ایک روپیہ کر کے، جیبوں پر بوجھ ڈالے بغیر، کافی بڑی رقم اکٹھا کی جا سکتی ہے۔

پینے کا پانی ضروریات زندگی میں سب سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت بالکل واضح ہے۔ مہاراشٹر کے مخیر لوگ، انھیں اطلاع مل جائے تو ایسے کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس لئے مجھے پوری امید ہے کہ اس معاملے میں بھی وہ اسی طرح دل کھول کر حصہ لیں گے جو ان کی روایتوں اور نیک ناموں کے شایان شان ہے۔

مہربانی کر کے پیش قدمی کیجیے اور "روپیہ فنڈ" میں ایک روپیہ یا زیادہ یا جتنا زیادہ سے زیادہ آپ سے ہو سکے، عطا کیجیے۔

سبھوں سے میری اپیل ہے کہ اس لازمی اور انسانیت نوازی کے کام سے اپنے آپ کو وابستہ کریں اور لوگوں کی دعائیں اور خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔

ایس۔ بی۔ چوان

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

وزیر اعلیٰ کا پیغام

وزیر اعلیٰ مہاراشٹر

منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲
مورخہ ۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۸۶ء

یہ بات اب زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جارہی ہے کہ قدرت کی کارفرمائیوں میں موجودہ ہندسی اندازمیں بے روک ٹوک اور بلا امتیاز دخل اندازی صرف تباہی لاسکتی ہے۔ قدرتی اشیاء کی حفاظت کے معنی ہیں قدرتی وسائل مثلاً پانی، ہوا اور خصوصاً زراعتی زمین کی حفاظت کے معنی ہیں جن پر ہماری زندگی کا انحصار ہے۔ ہمارے شاندار جنگلی جانور قدرت کے اس کارخانے میں اونچا مشہور مقام رکھتے ہیں۔ وہ ہماری اس سرزمین کے لیے قدرت کا شاہکار اور لازم وملزوم ہیں۔ ہماری ریاست میں اعلیٰ قسم کے اور مختلف نوع کے جانور بکثرت پائے جاتے ہیں جن میں ۸۶۔ اقسام کے ایسے جانور ہیں جو اپنے بچوں کی پرورش دودھ پلاکر کرتے ہیں، ۵۴۰ اقسام کے خوش آواز، خوش رنگ پرندے، ۱۰۰ قسم کے رینگنے والے جانور اور تقریباً ۶۰۰ قسم کی مچھلیاں ہیں۔

ریاست میں جنگلی جانوروں کا ۳۲واں ہفتہ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں منایا جارہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ گزشتہ چند دہوں میں، ہم اپنی ریاست کے جنگلی جانوروں کی بہبودی وبہتری کے سلسلے میں عوامی بیداری پیدا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ ریاست کے عوام بخوبی سمجھ گئے ہیں کہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کے روپ میں ہمیں جو قیمتی ورثہ ملا ہے، ہماری ریاست کے لیئے ان کی کتنی زبردست اہمیت ہے اور ان کے تحفظ کی کتنی شدید ضرورت ہے۔

اس سال جنگلی جانوروں کے ہفتہ کے موقع پر میں خصوصاً اس بات پر زور دینا چاہوں گا کہ ہمارے یہاں تقریباً نایاب اور کمیاب قسم کے جو جانور اور پرندے پائے جاتے ہیں یا جن کے ناپید ہونے کے امکانات نظر آتے ہیں، ان کے تحفظ پر خصوصی توجہ دیں۔

دستخط

(ایس۔بی۔چوان)

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کو

وزیرِ اعلیٰ کا خراجِ عقیدت

ہماری ہر دلعزیز لیڈر سورگباشی شریمتی اندرا جی کی دوسری برسی پر عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ہم ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ شاذونادر ہی ایسے قومی لیڈر ہوں گے جنہوں نے کئی صدیوں کے دوران اندرا گاندھی کی طرح لوگوں کی لوگوں کی بہت بڑی تعداد پر بالراست اثر ڈالا ہو۔ ان کا نام تاریخ میں سنہری حرفوں میں منقوش ہوچکا ہے۔ ان کی بے باکانہ اور فیصلہ کن قوتِ عمل نے ہندوستان کو نہ صرف طاقت بخشی بلکہ حصولِ مقصد کے لئے جذبات میں نئی زندگی دوڑائی۔ ان کے بلند خیالات اور انسانی وراثت کا فہم وادراک نیز مستقبل کے مسائل کی سوجھ بوجھ نے انہیں ہمارے زمانے کی نمایاں شخصیت بناکر پیش کیا۔ یہ دورنگاہی اور پرجوش قوتِ عمل انہیں ان کے پدرِ بزرگوار آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو سے ورثے میں ملی تھی۔ انہوں نے ملک کی اور دنیا کی وسیع معلومات بہم پہنچائی تھی کیونکہ تحریکِ آزادی میں انہوں نے بنفسِ نفیس حصّہ لیا تھا۔ وہ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو جیسے بلند پایہ شخصیتوں کے ہمراہ رہ چکی اور جگہ جگہ جا چکی تھیں۔ انہوں نے بذاتِ خود قومی اور عالمی واقعات سے دل ہلا دینے والے نشیب وفراز کا تجربہ کیا تھا۔

سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی نے وزیرِ اعظم کے عہدے کو سولہ برس تک زینت بخشی ان کی سرکردگی میں ایک حکمتِ عملی چار مقاصد کے حصول کے لئے ترتیب دی گئی تھی: کمزور طبقوں کے معیارِ زندگی کو جس قدر جلد ممکن ہو بلند کرنا، معاشی قوت کو پرائیویٹ ہاتھوں میں یکجا یا مرتکز ہونے سے بچانا اور الگ الگ ہاتھوں میں رکھنا؛ اس بات کو یقینی بنانا کہ ہمارا ملک بدیسی مدد کی کل پیش کش کے بغیر کام چلانے کے قابل ہو اور معیشت کے ان سیکٹروں کو مضبوطی عطا کرنا جو اس معیشت کی لگاتار توسیع کے لئے ضروری ہیں۔ اغراض جو بھی ہوں ان کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہوا کرتا ہے۔ ایک غرض پر توجہ دینا ہمیں دوسرے اغراض کو پورا کرنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔ ان ہی اغراض کے حصول کے لئے زمین کے قوانین میں اصلاحات نافذ کی گئیں اور ان کو سورگباشی کی ایما پر عمل میں لایا گیا۔ عوام میں لازمی اشیاء کی تقسیم کو مضبوط بنایا گیا تاکہ انہیں وہ اشیاء معقول داموں مل سکیں۔ انہیں یہ فکر دامن گیر رہا کرتی تھی کہ ہمارا پبلک سیکٹر، صلاحیت کے ساتھ کام کرے۔

تاکہ پاور اسٹیل، فرٹیلائزرس اور دوسری اہم اشیاء کافی مقدار میں دستیاب ہوں۔ انہوں نے ان نئی اسکیموں کے اچھائی کے ساتھ اور موثر طور پر انجام دینے پر بہت زور دیا جنہیں حاشیائی کسانوں (Marginal farmers) اور نئے چھوٹے صنعت کاروں کو پیداوار میں اضافے کے ذریعے مضبوطی عطا کرنے کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ غریبوں کی بہبودی سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر انہوں نے وہ انقلابی فیصلہ کیا تھا جو بینکوں کو قومیانے کے نام سے مشہور ہے۔ وہ ۲۰۔ نکاتی پروگرام جو آپ نے پیش فرمایا تھا۔ اس نے غریبوں اور کچلے ہوئے لوگوں کو نچلی سطح سے اوپر اٹھانے پر خاص زور دیا تھا اور اس کے ساتھ معاشی ترقی کی طرف بڑھنے کو مربوط رکھا تھا آپ کا دیا ہوا "غریبی ہٹاؤ" نعرہ ہمارے معاشیاتی پروگراموں کی طرف نئے اقدام کی راہیں کھولتا ہے۔
انہیں ہندوستان کے ساتھ بے حد محبت تھی اور ہر اس شئے سے جو ہندوستانی تھی۔ "نیشنلزم" آپ کی نگاہوں میں سب "ازموں" سے بڑھ کر تھا۔ آپ اکثر ہندوستانی سوشلزم کا ذکر کیا کرتی تھیں ـــ ایسے معاشی نظام کا جو ہندوستانی طور طریقوں کے لئے موزوں اور ہندوستانی حالات کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔
اندراجی کہا کرتی تھیں اور میں انہیں کے الفاظ دہراتا ہوں ـــ "ہمارے مسائل تعداد میں، حجم میں اور پیچیدگیوں میں گوناگوں اور بہت ہیں۔ ہم سبھوں کو ایک عام کوشش کے لئے متحد ہوجانا چاہیے تاکہ ہماری قوم کے مختلف حصوں اور ہمارے ملک کے مختلف علاقوں کے مسئلوں کو یک جہتی کے ساتھ حل کیا جاسکے۔ جمہوریت، اشتراکیت اور عدم مذہبیت عقیدے کی باتیں ہیں۔ ہم انصاف، آزادی اور مساوات (برابری) کے مطمع نظر کو حاصل کرنے میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک کہ ہم غریبی، توہم پرستی اور سماجی ناانصافی کا مقابلہ کرنے میں اپنی پوری قوت نہ لگادیں۔" وغیرہ۔
شریمتی اندراجی کے مطابق، ہمارا مخالف بس ایک ہے ـــ سماجی اور معاشی ناانصافی۔ ان کا مطمع نظر بس ایک تھا ـــ ایک مضبوط، خود اعتماد اپنے آپ پر بھروسا کرنے والا آزاد ہندوستان۔
سیاسی آزادی نامکمل رہے گی اگر معاشی آزادی نہ ہوگی اور معاشی آزادی تک ہماری پہنچ ناممکن ہوگی۔ اگر سائنسی طور پر ہم اپنے آپ پر بھروسا کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی ٹیکنالوجی کے منتقل کرنے کے ذریعے، علم کو حاصل کرنے، اختیار کرنے اور جذب کرنے کے خیال سے اتفاق رائے رکھتی تھیں لیکن ؎ خارِ وطن از سنبل وریحاں خوشتر، کے مصداق ہر چیز کے "ہندوستان نژاد" ہونے کو ہمارے قومی مسائل کا جواب اور حل سمجھتی تھیں اور اسی پر زور دیتی تھیں۔
ہم اناج میں خودکفالتی نہ ہوسکتے اگر گیہوں اور چاول کے بدیسی بیج درآمد نہ کرتے اور انہیں پوری طرح "ہندوستانی" نہ بنالیتے۔ صنعت میں بھی ہم دیسی سامانوں کے بنانے اور ڈیزائن کرنے کی کافی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ ہندوستانی سائنس دانوں کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتی تھیں اور لوگوں کو سائنسی دماغ پیدا کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور اس تصور کی تعمیر کے لئے سائنسی ڈھنگ پر سوچنا اور سائنسی طور پر زندگی گزارنے پر آمادہ کیا کرتی تھیں۔ جدید ایجادات جیسے ٹیلیویژن، ہندوستان کے دور دراز

(باقی صفحہ نمبر ۳۹ پر)

راجیو گاندھی

اندرا گاندھی کا مشن

موجودہ وقت جب ہر بر اعظم کی عظیم شخصیتیں یہاں یکجا ہیں، اس تقریب کیلئے جو دنیا میں امن وامان کی اپیل کرنے کے لیے رکھی گئی تھی، مناسب ہے۔ یہ وہ اپیل ہے جس کی اپیل اندرا جی نے گذشتہ سال مئی کے مہینے میں کی تھی۔ انھوں نے اس میٹنگ کیلئے آج ہی کا دن ترتیب دیا تھا۔ بدقسمتی سے اس میں شرکت کرنے کے لیے وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں لیکن امن کا وہ پیغام جو انھیں بہت عزیز تھا، اپنی مادی قیمت سے زیادہ بیش قیمت ہوکر دوسروں کے ذریعہ زیادہ گہرائی تک ساری دنیا میں پہنچایا جاسکے گا۔

آنجہانی ہر مسئلہ کو گہرائی کے ساتھ انسان دوستی اور ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں۔ انھیں صرف مادی انجام سے تسلی حاصل نہیں ہوتی تھی بلکہ زیادہ گہرائی تک جاکر وہ یہ دیکھنا چاہتی تھیں کہ بنی نوعِ انسان کو ان باتوں سے کہاں تک فائدہ ہوسکے گا۔

امن اور تخفیف اسلحہ ہندستان کے لیے نئی باتیں نہیں ہیں۔ عدم تشدد کا پرچار مہاتما بدھ نے صدیوں پہلے کیا تھا، پھر شہنشاہ اشوک اور نہایت ماضی قریب میں گاندھی جی اور پنڈت نہرو نے اس کی تلقین کی تھی۔ عدم تشدد کا وہ پیغام جو تخفیف اسلحہ کی بنیاد ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ گاندھی جی نے اس کی اچھی وضاحت فرمائی تھی جس وقت انھوں نے کہا تھا کہ عدم تشدد صرف یہی نہیں کہ جنگ

کی نفی "کرتا ہے بلکہ اس میں "بدلہ لینے کا خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیئے" "تشدد کا خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیئے"، تب ہی آپ حقیقی معنوں میں "غیر متشدد" ہو سکتے ہیں۔ ساری دنیا کا مقصد آج کے دن یہی ہونا ہونا چاہیئے۔ یعنی اس دنیا کا جہاں تباہ کرنے والے وہ خطرناک اسلحے ہیں جنھیں ہم بنا چکے ہیں اور جن کا ایک نہایت حقیر جزو، جس کی قیمت غالباً چند پیسوں یا چند سینٹس سے زیادہ نہ ہوگی، ذرہ برابر کج مجگے پن سے استعمال کئے جانے پر ہمیں نیست و نابود کر سکتا ہے۔

سورگباشی شریمتی اندرا جی نے اس تباہی کے خلاف آواز بلند کی تھی اور یہ آواز انھوں نے صرف ہندستان کے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے پسماندہ محروم اور خستہ حال قوموں کے لیے بلند کی تھی۔ انھوں نے بنی نوع انسان کے حقوق کے لیئے ہر جگہ جنگ کی۔ انھوں نے زندگی بھر دو مقاصد کی دل و جان سے حمایت کی۔ ہندستان کی تحریک آزادی اور ترقی اور ناوابستہ تحریک۔ اگر آپ غور کریں تو یہ دونوں دو جوہ، درحقیقت ایک دوسرے سے علیحدہ بھی نہیں ہیں۔

تحریک ناوابستگی ہندستان کی تحریک آزادی کا منطقی طور پر ترقی پذیر روپ تھا۔ ہندستان کی تحریک آزادی نے نصف صدی پہلے تیسری دنیا کے ان ممالک کو آزادی کی راہ بتلائی جنھیں یوروپی اقوام نے اپنی نو آبادیات بنالی تھیں۔ ہم نے ایک نئی راہ دکھلائی جس کی وجہ سے دنیا کے بہت سے ملکوں کو نئی آزادی حاصل ہوئی۔ ناوابستگی نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دینے کی کوشش کی

کہ آزادی نئے نو آبادیاتی نظام اور نئی شہنشاہیت کا متقابل ہے۔ اس لیے جدوجہد جاری رہنی چاہیئے۔ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی زندگی بھر اس نظریے کے لیے برسر پیکار رہیں جنھیں انھوں نے صحیح سمجھا وہ اپنے اصولوں اور نظریات کی سختی کے ساتھ پابند تھیں جس سے کوئی چیز یا کوئی شخص انھیں ہٹا نہیں سکتا تھا۔

وہ اس بات پر یقین رکھتی تھیں کہ زمین ہم سبھوں کی ملکیت ہے کسی ایک طاقت یا کسی طاقتور جماعت کی ملکیت نہیں ہے اور اس زمین پر رہنا دوسروں کی طرح ہمارا بھی حق ہے۔ وہ ایک انصاف پسند معاشی نظام کے لیئے جو زیادہ مالدار اور غریب ملکوں کے بیچ زنگار ہو جنگ کرتی رہیں۔

وہ ہمارے وسائل کے بہترین استعمال کی ہمیشہ حامی رہیں اور اسی مقصد کے لیے کام کرتی رہیں۔ انھوں نے ہمارے ماحولیات

قومی ملج

کی حفاظت کے لیے حتی الامکان کوشش کی۔ انھوں نے انسان اور قدرت کے مابین موافقت پر ہمیشہ زور دیا۔ اگرچہ وہ جانتی تھیں کہ ہم قدرت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ اگر ہم نے قدرت کے خلاف جنگ کرنے کی کوشش کی تو نقصان اٹھانے والوں میں ہم ہی ہوں گے۔

ہندستان کے لیے ان کے دل میں خاص محبت تھی۔ صرف جدید ہندستان کے لیے نہیں اور نہ صرف اس ہندستان کے لیے جس کی وہ تعمیر کر رہی تھیں بلکہ ہندستانی رواجوں اور ہندستانی ثقافتوں کے لیے بھی۔ انھیں ہندستانی روحانیت کے ساتھ انس تھا اور ہندستان کو جدید بنانے کے ساتھ انھوں نے ہمیشہ اپنے ملک کی پرانی قدروں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔

وہ سچائی اور انصاف کے لیے برسر پیکار رہیں اور حوصلے کے ساتھ جنگ کرتی رہیں۔ ان کا پسندیدہ نغمہ رابندر ناتھ ٹیگور کی نظم کا وہ حصہ تھا جو "ایکلا چلو رے" سے شروع ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جتنی بھی دشواریاں در پیش ہوں، جتنی بھی مصیبتیں سے واسطہ پڑے، خواہ تمہارے ساتھ چلنے کے لیے کوئی تیار ہو یا نہ ہو، اگر تم سچائی پر ہو تو اکیلے ہی چلے چلو۔

محترم حضرات!

میرے لیے یہ عزت افزائی کی بات ہے کہ سورگباشی اندرا جی کی طرف سے یہ انعام حاصل کروں۔ آپ نے جو چیک مجھے دیا ہے اسے میں اندرا گاندھی میموریل ٹرسٹ "کو" دے دوں گا۔ اور تم اس بات پر نگاہ رکھیں گے کہ یہ رقم ان کے نظریات کے پرچار اور خیالات کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں صرف ہو۔

وزیر اعظم شری راجیو گاندھی کے وہ ملاحظات جو انھوں نے جواہر لال نہرو ایوارڈ فار انٹرنیشنل انڈر اسٹینڈنگ کو حاصل کرتے ہوئے فرمائے تھے۔ یہ ایوارڈ انھیں سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کو بعد از وفات نئی دہلی ۲۸ر جنوری ۱۹۸۵ء کے لیئے تھا۔

ترجمہ و تلخیص: عبداللہ

منصور اعجاز
رشید اسٹوڈیو۔ یوت محل ۴۴۵۰۰۱ (مہاراشٹر)

شہیدِ وطن

(سورگباشی اندرا گاندھی)

سونا چاندی پہاڑ ہیں جس کے
جس کی دھرتی پہ بہہ رہی گنگا
رنگ برنگی ہزار پھولوں کا
یہ گلستاں رہے سدا آباد

اس گلستاں کا پھول ہے اندرا
اندرا گاندھی کی آتما کو سلام
ایک گاندھی مہاتما ہے امر
اک امر اور آتما کو سلام

اندرا گاندھی تو ہے شہیدِ وطن
تو نے ایکتا کی لاج رکھی ہے
ملک وقت کی آبرو تو ہے
تو نے لکھا ہے عہدِ وفا

تجھ پہ ہندوستاں کو ناز رہے
اندرا گاندھی تو زندہ باد رہے

ڈاکٹر جاوید احمد سعیدی
قلندریہ اردو جونیئر کالج، منگرول پیر،
ضلع اکولہ (مہاراشٹر)

روشنی جاتی رہی

چکبست نے زندگی اور موت کے فلسفے کو اس مشہور شعر کے ذریعے بڑی خوبصورتی سے بیان کردیا ہے ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب — موت کیا ہے ان ہی اجزا کا پریشاں ہونا

مگر ساری موتیں اس زمرہ میں نہیں آتیں۔ بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن کی موت کسی خاص طبقے، علاقے یا خاص ملک کے لوگوں کو ہی متاثر نہیں کرتی بلکہ اس غم کو ساری دنیا محسوس کرتی ہے اور یہ غم ان کا نہ ہوتے ہوئے بھی ان کا اپنا بن جاتا ہے۔ اس گہرے دکھ کا اثر صرف معاصرین پر ہی نہیں ہوتا بلکہ آنے والی نسلیں بھی ان سے متاثر ہوتی ہیں اور اس طرح کسی ایسی ہستی کی دائمی جدائی ساری انسانیت کے لئے نقصانِ عظیم ثابت ہوتی ہے۔

ایسی ہی ایک شہادت کا ایک واقعہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو بھارت میں وقوع پذیر ہوا جبکہ ہندوستان کی ہر دلعزیز رہنما شریمتی اندرا گاندھی، فرقہ واریت، تنگ نظری اور تعصب کے ہاتھوں بے دردی سے قتل کردی گئیں اور ستم ظریفی یہ کہ خود ان ہاتھوں سے جنہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ ۴۸ء کے بعد ۸۴ء میں ایک گاندھی سے دوسرے گاندھی کی بے وقت موت نے نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ صرف ایک شخصیت کی نہیں بلکہ ایک عہد کی موت ہے۔ امنِ عالم، بھائی چارگی، اخوت، ہندوستان کی ترقی اور ترقی پذیر ملکوں کی قیادت و برتری کی موت ہے۔ ساحر نے خوب کہا تھا ؎

ہم دونوں کے قاتل ہیں دونوں کے پجاری ہیں

بالعموم ساری دنیا اور بالخصوص جن حالات سے
ہمارا ملک دوچار ہے ایسے میں ایک دانش مند اور دور اندیش
قائد کا اٹھ جانا انتہائی خسارے کی بات ہے۔ ہمارے ملک
کو اندرونی اور بیرونی دونوں قسم کے خطرات کا سامنا ہے۔
اندرونی طور پر اس دیش کی سالمیت، اس کی جمہوریت، ایکتا و اتحا
کو خطرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرپسند طاقتیں پھر اپنا سر اٹھائیں گی
اور فی زمانہ ہم اس کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں گو کہ ہم
انگریزوں کی غلامی سے ضرور آزاد ہو گئے مگر غریبی، بھوک، پسماندگی،
فرقہ واریت، بے ایمانی، رشوت ستانی، ناخواندگی، سماجی جہالت،
اور معاشی نابرابری کے چنگل سے خود کو آزاد نہیں کر سکے ہمارے
اندازِ فکر، طریقۂ تعلیم وغیرہ پر اب بھی اس دور کی چھاپ نظر آتی ہے
اور جب کہ اس لائق و فائق رہنما کی قیادت میں شد اند پر قابو
پانے میں ملک مصروف تھا۔ ایسے نازک وقت میں ہمارے
بیچ سے ناخدا کا روٹھ کر چلے جانا واقعی بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

اندرا گاندھی کے کون سے کارنامے بیان کئے جائیں۔۔؟
کون سی خدمت کا جائزہ لیا جائے۔۔۔۔؟
یا پھر ان کے ذاتی اوصاف پر روشنی ڈالی جائے!!

سیرِ گلشن کا نہیں اب مجھے ارماں یارو
میں نے اک پھول میں دیکھا ہے گلستاں یارو

۱۹۶۶ء میں جب عنانِ حکومت اندرا کے ہاتھ
آئی تو تصور کیجئے کہ اس وقت ملک کن حالات سے دوچار تھا۔
چین اور پاکستان سے جنگ کو بہت کم زمانہ گذرا تھا سرحدوں
پر بے چینی پائی جاتی تھی۔ چند ریاستیں تخریبی کارروائیوں کی
آماجگاہ بن کر رہ گئی تھیں اور ملک خشک سالی، قحط سالی
اور غذائی قلت کا شکار تھا۔ صنعتی و معاشی پسماندگی انتہا کو
پہنچی ہوئی تھی۔ اقتصادی اعتبار سے اس کی حالت دگرگوں
تھی۔ ان کے والد نے گو کہ جدید ہندوستان کی بنیاد رکھ دی
تھی مگر یہ ایک خاکہ Blue print سے زیادہ کچھ نہ تھا۔
اسے عملی جامہ پہنانا مشکل نظر آتا تھا۔ آزادی کے فوراً بعد
جب کہ نہرو وزیرِ اعظم بنے تھے اس وقت مسائل بہت کم
تھے۔ لوگ ان پر جان چھڑکتے تھے۔ پارٹی تفرقہ اور
انتشار کا شکار نہیں تھی مگر اندرا کے عہدِ حکومت تک
حالات نے کافی کروٹ بدلی۔ سیاست میں خود غرض لوگ
بھی داخل ہوئے۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے یا تو یہ
کانگریس سے چپٹے رہنے میں مصلحت جانتے تھے یا پھر اس
تنظیم سے الگ ہو کر علمِ بغاوت بلند کرنے میں اپنا فائدہ
جانتے تھے۔ اس طرح ملک میں یہاں سے وہاں تک ابتری
پھیلی ہوئی تھی۔ ایسے موقع پر اندرا گاندھی نے نہ صرف اپنی
پارٹی کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچایا بلکہ اسے استحکام اور
مقبولیتِ عام بخشی اور ایک پائیدار وزارت ترتیب دے کر
نہ صرف بھارت بلکہ پچھڑے ملکوں کے وقار کو بلند کیا۔ بنگلہ دیش
سے آئے ہوئے مہاجرین کو انسانیت کے ناطے نہ صرف اپنے
ملک میں پناہ دی بلکہ ہر اعتبار سے ان کی مدد بھی کی۔ ان کے
پتا نے جس ملک کو اپنی آنکھوں سے ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا،
بیٹی نے اپنے تدبر، دور اندیشی اور ہمت کے بل بوتے پر
بنگلہ دیش کے جیالوں کے جذبۂ حریت پسندی کی قدر کی اور
انہیں ان کی پسند اور مرضی کے مطابق حکومت قائم کرنے میں
بھرپور تعاون دیا اور لاکھوں پناہ گزینوں کو ان کے وطن اور
گھروں کو لوٹنے کی راہیں ہموار کیں۔ اسی طرح سکم کے لوگوں کی
خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں بھارت کے ساتھ
ملحق رکھنے کا فریضہ انجام دیا۔ ان کی قومی خدمات یہیں پر بس
نہیں، اس کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ایشیا، تیسری دنیا
اور سارے عالم کے لئے بھی ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں،
انہوں نے دنیا میں امن کے پیغام کو پھیلانے کی حتی الامکان
کوشش کی۔ اس طرح انہیں انسانیت نواز کہا جا سکتا ہے جس
کا مطمحِ نظر بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود ہو۔ گویا وہ صرف
ایک بھارتی نہیں بلکہ World Citizen تھیں پسماندہ
ملکوں، ترقی پذیر ملکوں خصوصاً تیسری دنیا کے ممالک میں
حوصلہ اور عزتِ نفس پیدا کر کے اپنی صلاحیت اور طاقت کو
محسوس کرنے کا جذبہ پیدا کیا تاکہ یہ ممالک بھی اپنے حقوق کا
مطالبہ کر سکیں اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جائیں۔
ان کے زمانے میں ناوابستہ ممالک کی کانفرنس ہوئی،
دولتِ مشترکہ کے سربراہان دہلی میں جمع ہوئے اور ایشیائی کھیلوں
کا انعقاد کیا گیا۔ ان کی انتظامی صلاحیت اور عالمی سطح پر امن کی
کوششوں، باہمی محبت اور کھیل کود سے دل چسپی کو ظاہر کرتا ہے
کھیل کود کے علاوہ انہیں علوم و فنون، مختلف زبانوں کے

یکھنے کا شوق تھا۔ سائنسی و تیکنیکی ترقی سے دل چسپی تھی۔
درتوں کے مسائل کی نزاکت کا احساس تھا۔ ساتھ ہی شانتی
نسا (عدم تشدد) اور ان سے بڑھ کر مذہب اور ہندوستانی
ہذیب سے حد درجہ لگاؤ تھا۔ ملک کی ترقی اور معاشی
ش حالی میں سائنس و تکنالوجی کے اہم رول کی اہمیت کا
نیں پورا احساس تھا۔ چنانچہ پنج سالہ منصوبوں میں سائنسی
رگرمیوں پر خاصا زور دیا گیا تھا۔ انہوں نے ہمہ جہت ترقی
ے لیے سائنس کے رول کو بخوبی محسوس کرلیا تھا۔ زراعت،
حت عامہ، معاشی ترقی، درس و تدریس، تفریح کھیل کود،
نعت و حرفت، غرضیکہ انسانی زندگی کے ہر گوشے کو سائنسی
نتوں سے بہرہ ور کرنے کی ہر کوشش کو سراہا اور ان کی
ت افزائی کی۔ ان کے ہی دورِ حکومت میں قطب جنوبی تک
ائنس دانوں کی ایک ٹیم پہلی مرتبہ روانہ کی گئی اور پہلا ایٹمی
ھماکہ کیا گیا نیز ایٹمی توانائی اور جدید ذرائع کی تحقیق کے میدان
ں پیش رفت ہوئی۔ بھاسکر، آریہ بھٹ، روہنی، ایپل انسٹ 1A
ر 1B یکے بعد دیگرے خلا میں بھیجے گئے۔ دوسری طرف
نوں نے سمندر سے متعلق، کھیل کود سے متعلق اور آلودگی
ے متعلق علیحدہ علیحدہ محکمہ جات قائم کئے۔ اسی طرح
جنگل اور جنگلی جانوروں کے تحفظ، خاندانی منصوبہ بندی،
دانائی کے نئے وسائل، آلودگی وغیرہ کی اہمیت کو محسوس کرتے
ہوئے عوامی ذہن کو ان خطوط پر سوچنے پر آمادہ کیا جس کا
عتراف بین الاقوامی سطح پر بھی کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء میں
ٓبادی سے متعلق عالمی انعام (پاپولیشن ایوارڈ) ۱۹۸۳ء میں
ی اولمپک ایوارڈ، جنگلاتی زندگی سے متعلق ارجنٹائن حکومت
ا اعزازی ڈپلوما اور جنگلاتی زندگی کے تحفظ کے سلسلے میں
ن دیا گیا۔ حکومت نیدرلینڈ آف دی گولڈن آرک
غیرہ ان کے ٹھوس کارناموں کے بین ثبوت ہیں۔

اندرا کی شخصیت بڑی تہہ دار اور متضاد صفات
ا مجموعہ تھی۔ ایک طرف ان کا اندازِ فکر اور طرزِ عمل سائنسی اور
عروضی تھا جس نے عوام الناس میں منطقی انداز اور
سائنسی مزاج پیدا کیا تو دوسری طرف جمالیات کی حس بہت
یادہ تھی جس کا اظہار مختلف زبانوں، تہذیب، آرٹ، لوک
اچ، لوک گیتوں اور علم و ادب کے لگاؤ سے ہوتا ہے۔

ی راج

ایک طرف ان کے چہرے سے ملائمت، شفقت
اور ممتا جھلکتی تھی تو دوسری طرف ان کے معترضین اور کٹر
مخالفین ان کی کڑی نظر اور اٹل فیصلوں کے معترف تھے اور
خود بخود ان کے سامنے سپر ڈال دیا کرتے تھے۔

دل رقیبوں کے لرزتے تھے یہ تھا کام ترا
نیند سے چونک پڑے سن جو لیا نام ترا

غیر متزلزل ارادہ، مصمم یقین اور استقلال و جہد پیہم
نے انہیں آمر (ڈکٹیٹر) بھی کہلوایا حالانکہ وہ ایک "آہنی خاتون"
تھیں جن کے بلند حوصلوں اور پرعزم کارناموں نے انہیں
ملک گیر ہی نہیں عالمگیر شہرت عطا کی۔ ویسے دیکھا جائے تو
ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں جہاں مسائل کا انبوہ
ہو اور بھانت بھانت کی زبانیں، قومیں، تہذیبیں اور طرز فکر
ہوں۔ ان خصوصیات کے حکمراں کی ہی ضرورت ہے تاکہ ملک
متحد اور سالم رہ سکے اور اندرا نے کثرت میں وحدت کے
اس مقصد کو اپنی جان دیکر بھی سچ کر دکھلایا۔ نہرو نے
بجا طور پر انہیں "انقلاب کی بیٹی" کہا تھا۔ بچپن میں اندھیر
سے خوف کھانے والی پریہ درشنی اپنی عملی زندگی میں بڑے
سے بڑے خطرات سے بھی کھیل گئی مگر اپنے وقار اور ملک کی
عزت و عظمت پر حرف آنے نہیں دیا۔ ۱۹۶۹ء میں کانگریس
کی تقسیم، اس سے قبل ۱۹۶۴ء میں اپنے مربی والد کی
رحلت، پھر ارمانوں کے مرکز سنجے گاندھی کی ناگہانی موت،
ایسے المئے ہیں جن سے وہ مردانہ ہمت سے نبرد آزما رہیں اور
اپنے پائے عزم کو متزلزل ہوتے نہیں دیا۔ خود ان کے اپنے
گھر میں وراثتی جھگڑوں کی آڑ میں جس سیاسی کشمکش نے
انگڑائی لی تھی اس کا دفعیہ بڑی خوبصورتی سے کیا ——
سنہری مندر پر فوج کشی بھی ان کی سیاسی اور ذاتی زندگی کے
اہم ترین فیصلوں میں سے ایک تھا اور ایسا بھی نہیں کہ وہ
اس کے عواقب سے بے خبر تھیں! تاہم انہوں نے یہ نازک
قدم اٹھایا۔ محافظ دستہ کے ذمہ دار افسران کے منع کرنے
کے باوجود انہوں نے عام لوگوں سے گھل مل جانے کی
عادت کو ترک نہیں کیا۔ انہیں غالباً اس بات کا احساس ہوگیا
تھا۔ تب ہی اڑیسہ کی آخری تقریر میں اس بات کا اعادہ کیا کہ

میرے خون کا آخری قطرہ بھی وطن کے استحکام، اتحاد اور ہندوستان کی سرخ روئی کا سبب بنے گا اور آخر ہوا بھی وہی۔

رہبر ہندوستان عالی مقام
اندرا گاندھی تجھے میرا سلام

کسی بھی کام کی عظمت کو پرکھنے کے لئے وقت کے فاصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح ہم ابھی اندرا کی خدمات کا کا جائزہ لینے سے قاصر ہیں۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد ہی اندرا کے کارناموں کی صحیح قدردانی ہو سکے گی۔ چونکہ ہم ان کارناموں سے بے انتہا قریب ہیں اس لئے مستقبل کی نسلیں ہی ان کا جائز مقام متعین کر سکیں گے۔ جو لوگ اپنے کردار وعمل اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ملک و قوم بلکہ ساری انسانیت کے لئے اپنے سارے لمحات ہی نہیں بلکہ اپنی جانیں تک وقف کر دیتے ہیں۔ ان کی قربانی رائیگاں نہیں جاتی۔ وہ اس دنیا سے رخصت ضرور ہو جاتے ہیں — مقبولیت کی یہ معراج ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی اور شریمتی اندرا گاندھی ان معدودے چند خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کے غم میں کوئی آنکھ تنہا اشک بار نہیں، نہ صرف سارا ملک بلکہ امن پسند انسان، اس کا تعلق چاہے تیسری دنیا سے ہو یا کسی اور خطے سے، اس کا دل اس ناقابل تلافی نقصان پر رو رہا ہے۔

گو کہ بحیثیت قائد اور انسان اندرا کا بہیمانہ قتل ہو چکا ہے مگر کیا واقعی اندرا مر چکی ہیں؟ نہیں بلکہ وہ تو حرکت و عمل اور سعی و جد و جہد بن کر ہندوستانی معاشرے کے ہر شعبے میں اندر تک سرایت کر چکی ہیں۔ ان کی پالیسیوں اور طرزِ حکومت سے سارا بھارت فیض یاب ہوا ہے۔ ساری دنیا کے کچلے، پسے اور پچھڑے ہوئے لوگ ان کی خدمات کے مقروض ہیں۔

وہ تو ایک روشنی تھی ۔۔۔۔
۔۔۔۔ اور آج بھی ہماری زندگی کے گوشے گوشے کو منوّر کر رہی ہے۔
کیا روشنی کا قتل ہو سکتا ہے ۔۔۔۔۔ ؟
کیا روشنی مر سکتی ہے ۔۔۔۔۔۔ ؟

محترمہ اندرا گاندھی نے محبت، اخوت، قومی اتحاد، سائنسی طرزِ فکر اور امن و آشتی کے جو چراغ روشن کئے ہیں وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

آیئے!! عہد کریں کہ امن و شانتی، اخوت و محبت اور یک جہتی و اتفاق اتحاد کی روشنی پر بدامنی، تشدد، نفاق و عداوت اور انتشار و طوائف الملوکی کے اندھیروں کو غالب نہیں آنے دیں گے۔

جماعتی ترقی کے ذریعہ دیہاتوں کی ترقی ہونی چاہیئے اور فنی طور پر خود اعتمادی پیدا ہونا چاہیئے۔

ہر گاؤں کے اندر ماہرین کا ہونا ضروری ہے۔ جو نئے زرعی آلات نیز برقی اور میکانکی ساز و سامان کو درست رکھ سکیں۔

دیہی نیتاؤں کو صحت و صفائی، خاندانی منصوبہ بندی اور تمام دستیاب قدرتی ذرائع کی حفاظت اور استعمال کے بارے میں پوری طرح متحرک ہونا چاہیئے۔

—آنجہانی شریمتی اندرا گاندھی

یو.بی. پاٹل
ایڈیشنل چیف کنزرویٹر آف فاریسٹ
نیچر کنزرویشن، ناگپور

جنگلی جانوروں کو محفوظ رکھیے

قدرت نے ہمارے ملک کو انمول خزانے بخشے ہیں۔ ان میں سے ایک اس کی بیش بہا جنگلاتی جڑی بوٹیاں اور جنگلی جانوران ہیں۔ ملک اور اطراف ملک کو جو امتیازی دلکشی اور رونق ان کی وجہ سے حاصل ہے۔ اس کے اثر کا اندازہ ان عوامی گیتوں، نظموں اور مذہبی کتابوں کے فقروں سے لگایا جاسکتا ہے جن میں ان جانوروں اور پودوں کا ذکر مثال کے طور پر خوبصورتی، قدرت کی کاریگری وغیرہ کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ سب چیزیں ہم سب ہندوستانیوں کے لئے قدرت کا قیمتی عطیہ ہیں۔

ماضی میں ہمارا ملک مختلف قسم کے جنگلی جانوروں
، بالخصوص مالا مال تھا کالے ہرن، چیتل، ہرن، خرگوش، بارہ سنگھے
گائے، ہندوستان کے میدانی علاقوں میں جھنڈ کے
نڈ رہتے اور دکھائی دیتے تھے۔ اسی طرح جنگلات
نبھر، گور، باگ (دھاری دار شیر) اور ہاتھیوں سے
رے ہوئے تھے لیکن حالیہ برسوں میں حالات میں
یلی آگئی ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آبادی میں
نا کے ساتھ اضافہ ہوا اور شہروں میں توسیع پیش آئی۔
یع وعریض کھلی جگہیں جو گھانس پھوس، نرکل خودرو پودوں
رہ سے بھری ہوئی تھیں ہٹانے اور صاف کرنے کے بعد
بستیاں بسانے اور مضافات کے طور پر استعمال میں لے
ئیں۔ پہاڑی جنگلات بھی بے سوچے سمجھے کاٹ دیئے
، اور مضافات کا حصہ بنا دیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
نگلی جانور گھر سے بے گھر ہوگئے اور ان کے سر چھپانے کے
کوئی جگہ نہیں۔ متعدد کثیر مقصدی پروجیکٹ" زیادہ اناج اگاؤ"
ی تحریک اور تیزی کے ساتھ صنعت کاری کا پھیلاؤ ــــ
جانوروں کی بستیوں کو اجاڑنے کا مزید سبب بنے۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ بے رحمی کے ساتھ ان کا شکار کیا گیا۔ پنجروں پھندوں اور گڑھوں کے ذریعے پکڑنے والوں اور

سنجے گنٹی ـــ نوگاؤں نیشنل پارک

ں راج

شکاریوں نے انہیں چُن چُن کر ختم کیا۔ گٹھیلے بدن کا ناک پر سینگ والا گینڈا جو کافی بڑی تعداد میں مغربی پنجاب تک کے علاقے میں پایا جاتا تھا، اب مغربی بنگال اور آسام کے صرف بعض چھوٹے جوف دار جٹانی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ باگ جو کبھی شمالی ہندوستان کے کھلے جنگلوں میں وسیع و کثیر تعداد میں ملتا تھا، اب گجرات کے گیر جنگلات میں زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ وہ چیتا — جو اپنی چیتی دار کھال کی وجہ سے مشہور و معروف تھا اور مدھیہ پردیش میں عام طور سے دیکھا جاتا تھا، اب فقط جانور خانوں میں کہیں کہیں نمائش کے لئے رکھا ہوا دیکھا جاسکتا ہے۔ یہی حال جنگلی بھینسے کا ہے جو پہلے بہت وسیع علاقوں میں پایا جاتا تھا لیکن اب صرف مدھیہ پردیش اور اڑیسہ کے بعض مقامات اور آسام سے ان حصوں میں جہاں شکار کھیلنا منع ہے، دکھائی دیتا ہے۔ نیلگری کے تہر اور لنگور قریب ہے کہ ناپید ہو جائیں۔ چوسنگھا، بارہ سنگھا، برفانی تیندوا یا چیتا، کشمیری بارہ سنگھا، مشکی ہرن، ہندوستان کا نایاب پرندہ تغدار (پرندہ بسٹارڈ)، گلابی سر والی بطخ اور سفید پروں والی جنگلی بطخ۔

ناگ جھیر نیشنل پارک کا بلند مینارہ

اب اس بات کو دہرانے کی ضرورت نہیں کہ اگر ان جانوروں کو بچانے کی مستقل اور مستحکم کوشش، قومی پیمانے پر عمل میں نہیں لائی گئی تو انہیں ناپید ہونے سے بچانا ناممکن اور محال ہوگا۔ جنگلی جانوروں کے تحفظ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر جنگلی جانور اور پرندے کا تحفظ کیا جائے۔ ضرر پہنچانے اور آزار دینے والے موذی جانوروں یا پرندوں کو تو لازمی طور پر قابو میں رکھنا ہی چاہیئے۔ فصلوں کو برباد کرنے والے جانوروں اور یوں ہی مردم خور باگ یا سرکش ہاتھی کو تو قتل کرنا ہی چاہیئے۔ جنگلی جانوروں کے تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں قطعاً نابود کرنے کے درپے نہ ہونا چاہیئے بالخصوص ان جانوروں کو جو نادر و کمیاب ہیں۔

گذشتہ چند برسوں میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کے سلسلے میں کئی اقدامات کئے جا چکے ہیں جن میں شکار کرنے کے قوانین کا بنایا جانا اور ان کا نافذ کیا جانا شامل ہے۔ اسی طرح بعض جانوروں اور پرندوں کو "محفوظ" قرار دینا۔ کمیاب اور جن کا شمار تقریباً ناپید اقسام میں ہے ان کا برآمد کیا جانا ممنوع ٹھہرانا، انہیں ترافی میں دینا اور جانوروں کی مصنوعات کی فروخت اور برآمد کو غیر قانونی قرار دینا، اور سب سے بڑھ کر نیشنل پارکوں، جانوروں کے لئے پناہ گاہوں (سینکچوریوں) اور پرند خانے یا جانور خانے کی تعمیر پر توجہ دینا جنگلی جانوروں کے تحفظ کے بارے میں ضروری اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔ جانوروں کے تحفظ کے بارے میں عوام سے بھی مدد حاصل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ان ہی سب امور کا نتیجہ ہے کہ بعض ایسے ہندوستانی جانور جو قریب ناپید ہو چکے ہیں، بچائے جا سکے ہیں۔ چنانچہ گینڈا، باگ (دھبے دار شیر) اور مشکی ہرن کو ان اقسام میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

لیکن جنگلی جانوروں کے تحفظ کے لئے صرف اتنے ہی اقدامات کافی نہیں ہوں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام میں ایسی بیداری لائی جائے کہ وہ ان جانوروں کے تحفظ کو اہمیت دیں کیونکہ ایسی بیداری کے بغیر دوسری تمام کوششیں کافی حد تک کامیابی سے دوچار نہیں ہوں گی۔

ان جانوروں کی فہرست جنہیں تحفظ سے ذیل میں لایا گیا ہے، حسب ذیل ہے۔

۱۔ باگ (ہندوستانی شیر)
۲۔ تیندوا (یا چیتا)
۳۔ مادہ چیتا (پینتھر)
۴۔ چیتا (یا شکاری چیتا)
۵۔ کلاوڈیڈ چیتا
۶۔ برفانی چیتا
۷۔ سیاہ گوش (قراقلق)
۸۔ چتی دار مشک بلاؤ
۹۔ سنہری بلی
۱۰۔ سنگ مرمری بلی
۱۱۔ زنگ جیسی چتی دار بلی
۱۲۔ سنہرا لنگور
۱۳۔ چھوٹا ہمالیائی ریچھ نما جانور (ریچھ بلاؤ)
۱۴۔ دلدلی ہرن یا بارہ سنگھا
۱۵۔ کئی شاخوں والی سینگ دار بھووں والا ہرن یا تھمین ہرن
۱۶۔ چار سنگھا ہرن
۱۷۔ سانبھی ہرن
۱۸۔ ہندوستانی غزال (چکارا)
۱۹۔ کشمیری بارہ سنگھا
۲۰۔ کستورا (مشکی ہرن)
۲۱۔ ایک سینگ والا گینڈا
۲۲۔ ہندوستانی ہاتھی
۲۳۔ جنگلی بھینسا
۲۴۔ بالشتیہ سوّر
۲۵۔ مارخور
۲۶۔ شاپو یا یوریئل
۲۷۔ جنگلی گدھا
۲۸۔ تاکن (ہرن سے مشابہ جانور)
۲۹۔ مگرمچھ
۳۰۔ ہندوستانی اژدہا
۳۱۔ ہندوستانی پنگولین (ایک قسم کا مور خور جانور جس کے بدن پر مچھلی کی طرح کھپرے ہوتے ہیں۔)
۳۲۔ بڑا ہندوستانی تغدار (بسٹارڈ)
۳۳۔ سفید پروں والا جنگلی بطخ
۳۴۔ گلابی سر والا بطخ
۳۵۔ مور
۳۶۔ شاخدار دّراج
۳۷۔ تیتلیاں

ہندوستانی بورڈ برائے جنگلی جانوران سے ۱۵ویں اجلاس میں جو یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء کو منعقد ہوا تھا، وزیر اعظم کے بیان میں نیچے مذکور اغراض و مقاصد کی فہرست ترتیب دی گئی جس میں اس حکمتِ عملی اور کارروائی کا پروگرام بنایا گیا تھا جن پر ہمارے ملک میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کی بنیاد قائم کی جانی چاہیئے۔

[۱] جال سی طرح محفوظ علاقوں کا قائم کرنا ـــ جیسے قومی پارک، پناہ گاہیں اور محفوظ حیات بخش مقامات جہاں تمام بڑے جنگلی جانوروں سے نمائندہ نمونے رکھے جائیں اور علم معیشت حیوانات اور کافی جغرافیائی تقسیم کو ملحوظ رکھا جائے۔

[۲] ان محفوظ علاقوں کے دائرے میں جنگلی جانوروں کے برباد شدہ اصل وطن کی قدرتی حالت بحال کی جائے۔

[۳] جانوروں کی وہ قسمیں جن کے ناپید ہو جانے کے اندیشے اور خطرات ہیں، ان کی باز آبادکاری عمل میں لائی جائے اور انھیں محفوظ مقامات کے حصوں میں اسی طرح اور اسی انداز میں بحال کیا جس سے اس باز آبادکاری کی تقسیم کے بعد بھی ان کے اصل وطن کی عکاسی ہو۔

[۴] مختلف النوع اور کثیر العناصر علاقوں (جیسے محفوظ جنگلات، چراگاہوں کے لئے مخصوص زمینیں وغیرہ) میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کا کافی اور مناسب انتظام ہونا چاہیئے تاکہ گذرگاہیں (کاریڈور) ایسی ہوں جن کے ذریعے محفوظ علاقے جوڑے گئے ہوں اور ان کے درمیان افزائشِ نوع و نسل کا سلسلہ قائم و باقی رہے۔

[۵] جڑی بوٹیوں اور جانوروں کے پارکوں اور باغات کے انتظام کاروں کی دستگیری اور بھرپور تائید کرنا اور جن جانوروں یا بوٹیوں کے ناپید یا نایاب ہو جانے کا خطرہ ہو ان کے سلسلے میں پابندی کے انداز میں "اسیرانہ" افزائشِ نسل یا نشو و نما کے پروگرام بنائے اور طریقے اختیار کئے جائیں۔

[۶] محفوظ علاقوں کے لئے مناسب انتظام کارانہ طور طریقوں کو ترقی دینا جس میں ایک پیشہ ورانہ عملہ جو جنگلی جانوروں اور ان کی پناہ گاہوں کی انتظام کاری کے مختلف پہلوؤں کی بخوبی ٹریننگ پا چکا ہو نیز جنگلی جانوروں سے ساتھ رابطہ رکھنے والے افسران کو عمدگی کے ساتھ معاملات سمجھا سکنے کا بندوبست بھی ہو۔

فلیمنگو (ر دہت)

****
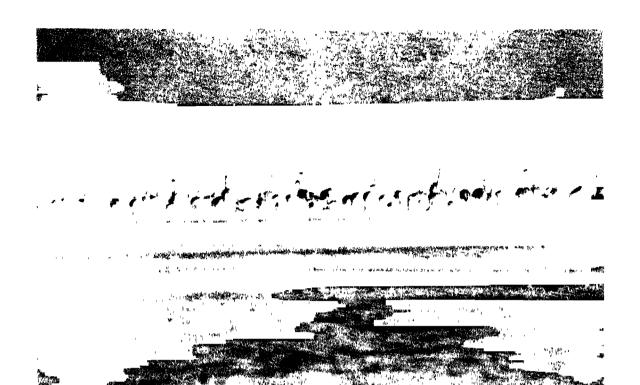
،] تحقیقات کو قائم مقام کی حیثیت سے کارگذاری کی سہولتوں کو ایسے اصولوں پر ترقی دینا جن کے ذریعے جنگلی جانوروں کی آبادی اور رہائش گاہوں کے بارے میں سائینسی طور پر سوجھ بوجھ پیدا ہو جو عمدگی سے ساتھ ان جانوروں کا مناسب انتظام کرنے کیلئے لازمی ہیں۔

،] جنگلی جانوروں سے متعلق تعلیم اور تشریح کی حوصلہ افزائی کرنا جس کا مقصد کثیر تعداد میں عوام کو یہ بات ذہن نشین کرانا ہو کہ بنی نوع انسان کی اچھائی کے لیے جنگلی جانوروں کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

۹] قانون میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کے بارے میں جو دفعات ہیں ان پر تبصرہ کرنا اور حالیہ تاریخ تک حالات کے موافق بنانا اور ان سے متعلق ہر قسم کی تجارت میں باقاعدگی لانا تاکہ قانون پر موثر طور پر عمل در آمد کیا جانا یقینی ہو۔

[۱۰] تمام زندہ قدرتی وسائل کے سلسلے میں ایک قومی تحفظاتی حکمتِ عملی کو ترتیب دینے اور اختیار کرنے میں مدد دینا جو ۱۹۸۰ء میں عالمی تحفظاتی حکمتِ عملی کے خطوط پر شروع کیا گیا تھا۔

[۱۱] ان بین الاقوامی اجتماعات میں شریک ہونا جن کا مقصد جنگلی حیواناتی وسائل کو ختم کئے جانے سے روکنا ہو اور جانوروں کی ان قسموں کے لئے تحفظ مہیا کرنا ہو جو موسمیات کے لحاظ سے ہجرت کیا کرتے ہیں۔

[۱۲] جنگلی جانوروں کا لمبی مدت تک تحفظ کرنا جس کی بنیاد ان جانوروں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے اور ان سے علم توالد و تناسل کے سائینسی اصولوں پر ہو۔

(اوپر مذکور اغراض و مقاصد کی بنیاد پر حکومتِ ہند عمل کا منصوبہ تیار کر چکی ہے اور تمام ریاستوں سے درخواست کی جا چکی ہے کہ وہ اپنے اپنے منصوبے ایسے ڈھنگ پر بنائیں جو ان مقصدوں کے حصول کے لئے کار آمد ہوں۔

ارلج

ریاست مہاراشٹر میں ہم نے اب تک جنگلی جانوروں کے لئے چار قومی پارک بناتے ہیں اور اکیس [۲۱] سینکچیوریاں (رہائش گاہیں) جن کی تقسیم ریاست کے مختلف حصوں میں اچھے انداز میں کی گئی ہے۔

تفصیل نیچے درج ہے :

نمبر شمار	قومی پارک	رقبہ مربع کلومیٹر میں	ضلع
۱۔	تاڈوبا قومی پارک	۱۱۶٫۵۵	چندر پور
۲۔	نوے گاؤں قومی پارک	۱۳۳٫۸۸	بھنڈارا
۳۔	پینچ قومی پارک	۲۵۷٫۲۶	ناگپور
۴۔	سنجے گاندھی قومی پارک	۸۶٫۹۶	بمبئی اور تھانے

نمبر شمار	سینکچیوری	رقبہ مربع کلومیٹر میں	ضلع
۱۔	یاول جنگلی جانور سینکچوری	۱۷۷٫۵۲	جلگاؤں
۲۔	رادھانگری ارنا بھینسا سینکچیوری	۳۷۱٫۸۸	کولہا پور
۳۔	کرنالا (پرند) سینکچیوری	۴٫۴۸	رائے گڑھ
۴۔	تانسا جنگلی جانور سینکچیوری	۳۰۴٫۸۱	تھانے
۵۔	ناگزیرہ جنگلی جانور سینکچیوری	۱۵۲٫۸۱	بھنڈارا

ساگوان کا ایک جنگل

لکڑ بگھا

اُود بلاؤ

نمبر شمار	قومی پارک	رقبہ مربع کلومیٹر میں	ضلع
۶	بور جنگلی جانور سینکچیوری	۶۱٫۱۰	وردھا
۷	پین گنگا جنگلی جانور سینکچیوری	۳۲۴٫۶۲	ایوت محل اور ناندیڑ
۸	دیول گاؤں رہیکوری سینکچیوری (کالی ہرن)	۲٫۱۷	احمد نگر
۹	گریٹ انڈین بسٹارڈ (تعداد) سینکچیوری	۸۴۹۶٫۴۴	احمد نگر اور شولاپور
۱۰	میلگھاٹ باگ سینکچیوری	۱۵۹۷٫۲۳	امراوتی
۱۱	کوئنا جنگلی جانور سینکچیوری	۴۲۳٫۳۵	ستارا
۱۲	چندولی جنگلی جانور سینکچیوری	۳۰۸٫۹۷	سانگلی، کولہاپور ستارا اور رتناگیری
۱۳	بھیما شنکر جنگلی جانور سینکچیوری	۱۳۰٫۷۸	پونے اور تھانے
۱۴	ساگریشور جنگلی جانور سینکچیوری	۱۰٫۸۷	سانگلی
۱۵	پھنساد جنگلی جانور سینکچیوری	۶۹٫۷۹	رائے گڈھ
۱۶	نندور مدمیشور پرند سینکچیوری	۱۰۰٫۱۲	ناشک
۱۷	آندھاری جنگلی جانور سینکچیوری	۵۰۹٫۲۷	چندر پور
۱۸	کلسوبائی ہریشچندرا گڈھ جنگلی جانور سینکچیوری	۳۶۱٫۸۱	احمد نگر
۱۹	چپرالا جنگلی جانور سینکچیوری	۱۳۴٫۷۸	گڈ چیرولی
۲۰	گوتلا اوترم گھاٹ جنگلی جانور سینکچیوری	۲۶۰٫۶۱	اورنگ آباد اور جلگاؤں
۲۱	رکنوات جنگلی جانور سینکچیوری		

اس بات کی کوششیں جاری ہیں کہ ساتویں پلان کی مدت سے دوران اتنا کافی فنڈ مہیا کیا جائے جس سے کہ جنگلی جانوروں کے لئے محفوظ مقامات کو ترقی دی جا سکے تاکہ وہ مقاصد حاصل ہوں جنہیں حکومتِ ہند نے ریاست مہاراشٹر میں جنگلی جانوروں کی حفاظت و تحفظ کے لئے مقرر کیا ہے۔

(ترجمہ و تلخیص :- عبداللہ)

****

سنکارا

بنگال کا شیر

****

شری کے۔ آئے۔ شیخ
ڈپٹی کنزرویٹر آف فارسٹس،
جنگلی جانوران، مغربی علاقہ،
پونے ۴۱۱۰۳۷

مہاراشٹر میں عظیم ہندستانی تغدار کیلئے رہائش گاہ

تغدار (BUSTARD) نام کے عظیم ہندوستانی پرند کی نسلیں کافی پرانی ہیں۔ تغدار بھرتیلے، سبک رفتار پرندوں کی اس نوع سے ہے جن کی ۲۳ قسمیں ہیں اور جو ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا میں پائے جاتے ہیں۔ تغدار کا اصل وطن، اس کا پیدائشی گھر افریقہ ہے۔

اب تغدار بہت سے ملکوں میں پایا جاتا ہے جیسے زمبابوے، ایران، اسرائیل، سعودی عرب، جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک، فیڈرل پبلک آف جرمنی، زاعوسلافیا، ہنگری، پولینڈ، یو ایس ایس آر، انگلستان، انڈیا، پاکستان، آسٹریلیا وغیرہ۔

عظیم ہندوستانی تغدار (آرڈیٹس نگریسیپس) ایک مخصوص نسل کا برصغیر ہندوستان میں پایا جانے والا پرندہ ہے۔ ایک صدی سے کم عرصہ پہلے تک یہ پرندہ اپنی رہائش گاہوں کے مختلف مقامات میں کثیر تعداد میں پایا جاتا تھا ان مقامات میں مہاراشٹر، گجرات، راجستھان اور مدھیہ پردیش شامل ہیں۔ اتر پردیش، بہار، مغربی بنگال، اڑیسہ، آندھرا پردیش اور کرناٹک میں اسکی کم تعداد دکھائی دیتی ہے۔

مہاراشٹر میں یہ عظیم ہندوستانی پرندہ کئی ناموں سے معروف ہے جیسے ڈھوک، کرڈھوک، کرلنک اور کلڈھوک مانے۔ ملک کے مختلف حصوں میں پایا جانے والا تغدار عموماً ایسے جھاڑ جھنکاریوں میں پایا جاتا ہے جہاں قسم قسم کے پودے اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوں نیز اناج، رائی اور کپاس کے کھیتوں میں بھی بسیرا کرتا ہے۔ سولاپور، احمد نگر اور اورنگ آباد اضلاع کے کھیت تغدار کی لاجواب رہائش گاہیں رہی ہیں اور ایسے ان اضلاع میں بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ جھنڈ کے جھنڈ دیکھا جا چکا

عظیم ہندستانی تغدار کی رہائش۔ بمقام ناناج، ضلع سولاپور

ہے۔

تقریباً پچاس برس پہلے تک تغدار بڑی تعداد میں ملک کے مختلف حصوں میں دکھائی دیتا تھا لیکن اس کے بعد سے اس عظیم پرند کی تعداد خطرناک حد تک گھٹنے لگی اور گذشتہ تیس سال کے عرصے میں یہ تعداد اتنی تیزی سے کم ہوئی کہ اس کے ہندوستان میں ناپید ہو جانے کا اندیشہ ہونے لگا ہے۔ اس کی وجہ انسانوں کی اور مویشیوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہے کیونکہ اس پرندے کی مرغوب رہائش گاہیں آبادیوں کے بڑھنے سے گھٹ گئیں۔ اس کو پکڑنا اور شکار کرنا بھی اس کے کم ہونے کا بڑا سبب ہے۔

شتر مرغ جیسا یہ عظیم ہندوستانی تغدار بڑے خطروں میں گھرا ہوا یہ زمینی پرندہ، اب اسے قانون کے ذریعے زندہ رہنے کا حق عطا کیا گیا ہے۔ اب اس کا شکار قانوناً ممنوع ہے۔ یہ خوش نما، دل کش پرندہ جو گدھ سے بڑا ہوتا ہے۔ اوپر سے پیلے رنگ کا خوبصورت پردار، کالی دھاریوں والا۔ گلے میں کالے چوڑے کنٹھے کے ساتھ جس کے نیچے قریب قریب سینے تک سفید پروں کا سلسلہ ہوتا ہے۔ سر پر نمایاں کالی کلغی کے تاج سے آراستہ، بڑا، تنومند، شکیل نظر آتا ہے۔ مادہ تغدار ہر طرح نر سے مشابہ لیکن ڈیل ڈول میں قدرے چھوٹی ہوتی ہے۔ سیدھے کھڑے رہنے پر تغدار لمبائی میں تقریباً ایک میٹر اور دونوں بازوؤں یا پروں کو پھیلانے پر تقریباً ۲½ میٹر ہوتا ہے۔

عظیم تغدار مرغے کی طرح تغدارنیوں کی نگرگری کرتا ہے اور اس کی زیر حمایت کئی مادائیں ہوتی ہیں۔ مادہ

جب انڈے پر آتی ہے تو زمین پر کسی مقام کا انتخاب کرتی ہے اور صرف ایک ہی انڈہ دیتی ہے۔

مادہ تغدار عموماً مارچ اور ستمبر کے درمیان اور خصوصاً بارش کے موسم میں انڈا دیتی ہے اور پھر سیتی ہے۔ نومبر سے جون تک، جب خوراک اور دانہ ملنے میں نسبتاً دشواری پیش آتی ہے بلکہ کیڑے مکوڑے بھی کم ملتے ہیں اور پرندکا وطن سوکھے سے دوچار ہوتا ہے تو انڈے دینے اور سینے سے زیادہ خوراک کے لئے دوڑ دھوپ پر توجہ ہوا کرتی ہے۔ اس وقت اسے شکم سیر خوراک اور پانی بھی بمشکل ملتا ہے اور صرف بعض بیسترآنے والے دالوں، اناج کے بعض پودوں کی کونپلوں اور زائز نفس (عناب) اور کپاریس کی قسم کے پھلوں پر گذر بسر کرنی پڑتی ہے یا کیڑے مکوڑوں بھنوروں اور چھپکلی جیسے پروالے اور رینگنے والے کیڑے کھاکر زندگی بنانی پڑتی ہے۔ تغدار بارش سے پہلے اور بارش میں بھی ٹڈیوں کو بڑے شوق سے بھر پیٹ کھاتا ہے کیونکہ موسم باراں کے قبل اور بعد ہی ٹڈیوں کی پیدائش کا موسم ہوتا ہے۔ تغدار کیڑوں اور دوسری زندہ خوراک کیلئے تلاش میں رہتا اور کرید تاہے۔

حکومت ہند کی ہدایت کے بموجب عظیم ہندوستانی پرند تغدار کا بروقت بعجلت تمام، جائزہ ریاست مہاراشٹر میں ۱۹۷۵ء میں ماہر حیوانات وطیور شری ے۔ ایس دھرم کمار سنگھ جی کے ذریعے انجام دیا گیا تھا جس کے ساتھ اتفاق رائے رکھنے والے اور مؤید چیف وائلڈ لائف، وارڈن، مہاراشٹر بھی تھے۔ اس جائزے کی غرض وغایت ابتدائی دیکھ بھال (قراولی) کرنا تھی "تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ زندہ ہندوستانی تغداروں کی تعداد کتنی ہوگی۔ اس جائزے اور مطالعے سے اس بات کا انکشاف ہوا کہ بعض بخوبی محفوظ زمینات چراگاہ جن میں جھاڑ جھنکار بھی تھے۔ تغداروں کے لئے زمین پر گھونسلہ نما رہائش گاہیں بنانے کے لئے لاجواب جگہیں تھیں۔ اگرچہ ان مقامات میں ان کے زمینی گھونسلوں یا رہائش کا کوئی نشان اس وقت نظر نہیں آیا۔ پھر ۱۹۷۷ء سے اس عظیم ہندوستانی تغدار کا جائزہ اور ان کے حالات وکیفیات کی قراولی یا چھان بین کی باقاعدہ کوششیں احمدنگر، اورنگ آباد اور سولاپور ضلعوں میں کی جانے لگیں جہاں بہت پہلے سے اس پرندے کے لئے تقریباً لاجواب رہائش گاہوں کا مہیا ہونا مشہور ومعروف تھا۔ ۱۹۷۷ء میں جائزے کے دوران تغدار دیول گاؤں نواسا اور میرج گاؤں ضلع احمدنگر کے جنگلاتی چراگاہی زمینوں میں بارہا دیکھا گیا۔ اسی طرح ضلع شولاپور کے نانا ج چراگاہ میں بھی اس کے دیکھے جانے کی شہادتیں ملی ہیں۔

چونکہ امکانات خشک سالی کے پروگرام کے تحت سنبھالی جانے والی ہری گھاس کی زمینوں نے عظیم ہندوستانی تغدار کے لئے بے مثل پناہ گاہ، اس کی افزائش نسل کیلئے مثالی مقام رہائش اور اس کے انڈوں بچوں کے لئے لاجواب سائبان کا کام دیا تھا۔ اس لئے ضلع احمدنگر کی تین تحصیلوں کو اور ضلع سولاپور میں بھی اتنی ہی تحصیلوں کو جن کا کل رقبہ ۷۴۶۸۱۸۷ کلومیٹر ہوتا تھا اس سینکچیوری میں شامل کر دینا تجویز کیا گیا تھا جو اس عظیم پرندے کے لئے وہاں بنائی جانے والی تھی۔

فارسٹ اینڈ ریوینیو ڈپارٹمنٹ کی حوانگی یا نگرانی میں ۸۴۷ ,۸۱ ,۷ ہیکٹر کا زمینی رقبہ جنگلات کے تحت ہے۔ یعنی اس میں جنگلات ہیں۔ اس رقبہ میں سے صرف ۵۶۹۸ فی صد حصہ یعنی ۷۴۶۸۱۸۷ مربع کلومیٹر بطور سینکچیوری برائے عظیم ہندوستانی تغدار دیئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے (ملاحظہ کیجئے: حکومت مہاراشٹر سے ریوینیو اینڈ فاریسٹ ڈپارٹمنٹ کا نوٹیفکیشن نمبر: ڈبلیو ایل پی / ۱۰۷۸ / ۷۲۶۳۴ - ایف۔ آئی، مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۹، جو احمدنگر اور سولاپور ضلعوں کے اوپر مذکور امکانی رقبوں پر مشتمل ہے جہاں سے اس پرندے کی تعداد میں اضافہ کی امید افزا شہادتیں مل رہی ہیں۔

۱۹۸۱ء کے دوران، حکومت مہاراشٹر نے بھی اس اس عظیم ہندوستانی تغدار کے لئے سینکچیوری قائم کرنے کی اسکیم کو منظور کیا تھا۔

منظور شدہ رقم اور خرچ شدہ رقم (سال بہ سال) مرکز کی کفالت کی گئی۔ اس۔ اسکیم پر جو عظیم ہندوستانی تغدار کے لئے تھی۔ ملحق۔ ا میں بتلائی گئی ہے۔

چھٹے پنجسالہ پلان کی مدت کے دوران اس بات پر

زور دیا گیا تھا کہ اس پرند کی موجودہ رہائش گاہ یا وطن کو ناشکستہ اور صحیح وسالم حالت میں رکھنے کے لئے سینکچیوری کے رقبے کی حفاظت کے لئے اضافی عملہ کی گنجائش نکالی جائے۔ رہائش گاہ مذکورہ کو باقاعدگی کے ساتھ بہتر بنایا جارہا ہے اور اس رہائش گاہ کو مثالی حالت پر لایا جارہا ہے اور مناسب سایہ، کافی خوراکی اشیاء سبزیاتی اور غیر سبزیاتی دونوں — کا بندوبست کیا جارہا ہے۔ جنگلاتی زمین اور چراگاہی زمین کو متحدہ طور پر ترقی دینے کا کام گذشتہ دس برس یا ایسے ہی کسی عرصے سے وسیع پیمانے پر انجام دیا جارہا ہے اور یہ کام بالخصوص امکاناتِ خشک سالی کے پروگرام کے تحت ہورہا ہے جس کی بدولت اس کارروائی کو مدد مل رہی ہے اور اس کا صاف نتیجہ اس طرح محسوس ہورہا ہے اور دکھائی دے رہا ہے کہ عظیم پرندہ تغدار نمایاں طور پر اپنی پرانی رہائش گاہ کی طرف پرواز کر کے آرہا ہے۔

سینکچیوری میں تغدار کی رہائش گاہ کے اندر جو بہتری لائی جاچکی ہے اس کی تفصیل نیچے درج ہے:

۱۔ پانی کی سہولتیں

مناسب اور اہم مقامات پر پانی کے لئے سوراخ بنائے جارہے ہیں تاکہ ان پرندوں کو کافی مقدار میں سہولت کے ساتھ پانی ملے۔

۲۔ لبھاؤ فصلیں: یہ لبھاؤ فصلیں خاص کر جوار، سینکچیوری کے رقبے میں ہی بوئی جاتی ہیں تاکہ ان منتخب مقامات کی طرف پرندے کھنچ کر آئیں اور یہیں بسیرا کرنا اختیار کریں نیز عظیم تغدار پرندے کے لئے یہ ایک اضافی خوراک کا کام بھی دے۔

۳۔ پھلدار درختوں کی کاشت:

اس رقبے میں پھل والے درخت جیسے زائزیفس (عناب) کی کاشت کی گئی ہے

۴۔ آگ سے تحفظ: اس رقبے کو ہر سال آگ لگنے سے بچانے کے لئے آتش گیر اشیاء کو ۱۵ میٹر کی چوڑائی تک چیدہ حصوں میں اہتمام کے ساتھ صاف کیا جاتا ہے تاکہ وہ حصے آگ سے محفوظ رہیں۔

۵۔ سینکچیوری کی بہتر حفاظت کے لئے ۱۲ چیک ناکے جانچ پڑتال اور اسکاؤ کے لئے بنائے گئے ہیں۔

ریاستی حکومت نے بھی ایک ٹاسک فورس (تنفیذی دستہ) تشکیل دیا ہے جس کے چیرمین حکومت کے سکریٹری برائے ریونیو اور فاریسٹ ڈپارٹمنٹ ہیں (جن کا تعلق جنگلاتی امور سے ہے) تاکہ اس اسکیم پر ان رہنمایانہ خطوط کے مطابق عمل کروائیں جو حکومت ہند نے مقرر کئے ہیں۔

مسائل جن سے سینکچیوری دوچار ہے

بھاری مویشیوں کی کثیر تعداد اور ساتھ ہی بہتات کے ساتھ انسانی آبادی اس پرندے کی افزائش نسل پر مخالف اثر ڈالتی ہے سینکچیوری کمپلیکس میں مویشیوں کی تعداد تقریباً (۴۹۷ر۳۸ر۴) ضلع احمد نگر میں اور (۱۷۰۴۴ر۳) ضلع سولاپور میں ہے۔ اس کی وجہ سے جنگلات میں چرانے پر اور قابل کاشت بنجر اور غیر مزروعہ یا افتادہ زمین پر لگاتار بوجھ پڑتا ہے۔ زیادہ جانوروں کے چرنے چرانے سے اس نباتی سائے کا بڑا حصّہ (جو تغدار کے آرام کیلئے بہت ضروری ہے) مسلسل روندنے، دوڑنے، کودنے، پھاندنے سے تباہ ہوجاتا ہے بلکہ تغدار کے انڈوں کو بھی تلف کر دیتا ہے چرواہے ان پرندوں کو چھیڑنے پر مائل ہوتے ہیں جس وقت پرندے دانا چگتے اور/یا انڈے سیتے رہتے ہیں بلکہ بعض دفعہ انڈوں کو چرا کر لے جاتے ہوئے یا برباد کرتے ہوئے بھی انہیں پایا گیا ہے۔

اس طرح کے ناموافق اور نقصان پہنچانے والے حالات کو کم کرنے کے لئے ان مقامات پر مویشیوں کے چرانے پر پابندی لگانا ضروری ہوگا جہاں اس عظیم پرندے کا زیادہ گذر بسر ہوتا ہو یا جہاں ان کی مادائوں نے انڈے دیئے ہوں یا سینے کے لئے بیٹھی ہو۔ یہ پابندی خاص طور سے تغدار کے انڈے

ٹھنڈے خوشگوار درختوں کا جھنڈ

بچے دینے اور سینے کے موسم میں لگائی جانی چاہیئے۔

جب سے اس عظیم ہندوستانی تغدار کے لئے سینکچیوری بنائی گئی ہے اور اس کی حفاظت کا سامان کیا گیا ہے۔ اس پرند کی آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔

۱۹۸۴ء کی پرند شماری میں سولاپور رقبے میں ۵۱ اور احمد نگر ضلع میں ۱۶ پرندے شمار کرنے میں آئے اس طرح اس عظیم تغدار سینکچیوری میں اب جملہ ۶۷ پرندے ہیں۔

اس بات کی کوشش جاری ہے کہ دیہاتیوں بالخصوص کاشتکاروں کا زیادہ سے زیادہ تعاون اس کمیاب پرندے کی حفاظت کے سلسلے میں حاصل کیا جائے۔ اس مقصد کے تحت اور گاؤں والوں کو اس پرند کی زیادہ سے زیادہ معلومات دینے کے لئے پرچار اور تعلیم کے ضروری طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مقامی لوگوں کو اطمینان ہو چلا ہے کہ فاریسٹ ڈپارٹمنٹ نہ صرف ایک کمیاب پرند کی حفاظت کر رہی ہے جو ہمارے قومی ورثے کا ایک حصہ ہے بلکہ ایک ایسی نوع کی حفاظت کے سلسلے سے خود کسانوں کی ان پابندیوں کے ذریعے مدد بھی کر رہی ہے جن کے نہ ہونے سے ان کی زراعتی پیداوار اور فصلوں کو کیڑے مکوڑے تباہ و برباد کر دیا کرتے تھے۔

ناپید ہونے کے خطرے سے گھرے ہوئے اس پرند کو مناسب تحفظ عطا کر کے نہ صرف اس عظیم ہندوستانی تغدار کی نسل مٹنے سے بچائی گئی بلکہ اب ان کی تعداد میں موسم موسم اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک پسندیدہ اور حیرت ناک بات یہ بھی سامنے آئی ہے کہ کالی ہرن کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ دکھائی دے رہا ہے۔

عظیم ہندوستانی تغدار سینکچیوری ضلع سولاپور کی توسیع

ریاست مہاراشٹر وائلڈ لائف ایڈوائزری بورڈ کا گیارہواں اجلاس ۴ دسمبر ۱۹۸۴ء کو بمبئی میں منعقد ہوا تھا جس میں موجودہ عظیم ہندوستانی تغدار سینکچیوری کی توسیع کی تجویز پر بحث و مباحثہ ہوا تھا۔ ریاستی وائلڈ لائف ایڈوائزری بورڈ نے محسوس کیا کہ سینکچیوری کا موجودہ رقبہ ۷۴۶۸۱۸،۷ مربع کیلومیٹر ہے جو ضلع سولاپور کے تین تعلقوں اور ضلع احمد نگر کے تین تعلقوں میں واقع ہے لیکن شمالی سولاپور تحصیل کے مقام 'ناناج' کے قریب زیادہ تغدار دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے تحفظ عطا کرنے کی خاطر اور لوگوں کو اس علاقے میں بارودی ہتھیار (بندوق پستول وغیرہ) لے کر جانے سے روکنے

لئے بورڈ نے سینکچیوری کی توسیع کی تجویز منظور کی۔
ڈیویژنل فاریسٹ آفیسر، سولاپور، نے موجودہ عظیم
ستانی تغدار سینکچیوری کے توسیع کی اسکیم پیش کی
ہں ضلع سولاپور کی تین تحصیلوں کا (۱،۸۷۱،۴۳ ۴،)
رقبہ شامل ہے اور جس میں ایک مزید تحصیل یعنی
سولاپور کو شامل کرنے کی تجویز ہے جس کا بحیثیت مجملہ طور
جغرافیائی رقبہ (۶۰۰۶ ۷،۹۷ ۶۷،) ہیکٹر ہوگا۔
اس کے بموجب موجودہ سینکچیوری کو توسیع دے
دی ہے (ملاحظہ کیجئے: سرکاری نوٹیفکیشن، آر اینڈ
ڈی، نمبر ڈبلیو ایل پی / ۱۰۵۸ / سی۔ آر-۵۸۸/ VI
۵، مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۸۵۔ اس لحاظ سے اب
توسیع کردہ عظیم ہندوستانی تغدار سینکچیوری میں
سولاپور کی چار تحصیلیں ہیں جن کا مجموعی جغرافیائی
اب (۶۶۸۶۶۰ ،۱۱، ۵) ہیکٹر ہے۔

اس توسیع کردہ جغرافیائی رقبہ میں سے، جو شمالی
رمیں ہے یعنی (۷ ۹۷، ۶۷،) ہیکٹر میں سے ۱۰ ہیکٹر
فاریسٹ ڈپارٹمنٹ کی تحویل میں ہے اور (۳۲۵ ،۱)
ریوینیو ڈپارٹمنٹ کی تحویل میں اور کل فاریسٹ ایریا
۳،۱) ہیکٹر ہے۔ شمالی سولاپور تحصیل کے مویشیوں
کی تعداد تقریباً (۱،۷ ۵ ،۵۴) ہے۔ اس طرح
چیوری کا مجموعی رقبہ فی الحال (۴۴ ۶ ۹۶ ۴ ۸)
کیلومیٹر (یعنی ۶۸ ۶ ۵۱۱ مربع کیلومیٹر سولاپور
۶۷، ۹ ۷ ۳۳ مربع میٹر احمد نگر میں) ہے۔

سینکچیوری کے توسیع کردہ رقبے میں کالی ہرن
ایک اچھی خاصی تعداد بھی پرورش پا رہی ہے
بڑی جھنڈ کے ساتھ چار چار غول کی شکل میں
جا چکے ہیں۔ اس علاقے کو جو تحفظ عطا کیا گیا ہے
مقامی لوگوں نے جو سرگرم تعاون پیش کیا ہے۔ اس
نتیجے میں حالات بہت امید افزا ہیں چنانچہ اس
علاقے میں کالی ہرنوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے

(ترجمہ: شمیم، ایم اے)

پرندوں کے پر

ہر پرندے کا پَر اس کے لئے قدرت کا مضبوط حصار ہوتا ہے جو اس کی سائز اور وزن کے مطابق ہوتا ہے۔

سفید دھاریاں

زیبرا کے جسم پر دھاریاں سفید ہوتی ہیں۔ کالی نہیں جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔

ج

ملحق - ۱

عظیم ہندوستانی تغذار اسکیم کے تحت
۸۱-۱۹۸۰ء سے ۸۵-۱۹۸۴ء تک منظور شدہ گرانٹ اور اخراجات کا گوشوارہ

سال	احمد نگر ڈویژن		شولاپور ڈویژن		جملہ	
	منظور شدہ گرانٹ	اخراجات	منظور شدہ گرانٹ	اخراجات	منظور شدہ گرانٹ	اخراجات
۱۹۸۰-۸۱ء	۱,۲۱,۹۵۰	۸۴,۴۶۸	۱۷,۰۰۰	۱۷,۰۳۰	۱,۳۸,۹۵۰	۱,۰۱,۴۹۸
۱۹۸۱-۸۲ء	۴,۱۲,۱۸۶	۳,۴۸,۲۲۳	۳,۴۰,۳۶۴	۱,۴۶,۸۴۰	۷,۵۲,۵۵۰	۴,۹۵,۰۶۳
۱۹۸۲-۸۳ء	۴,۳۵,۰۰۰	۲,۵۲,۲۲۹	۳,۹۳,۰۰۰	۳,۷۶,۱۲۷	۸,۲۸,۰۰۰	۶,۲۸,۳۵۶
۱۹۸۳-۸۴ء	۳,۳۲,۰۰۰	۴,۰۷,۶۷۲	۲,۳۸,۰۰۰	۲,۰۹,۶۵۶	۵,۷۰,۰۰۰	۶,۱۷,۳۲۸
۱۹۸۴-۸۵ء	۵,۹۸,۰۰۰	۵,۴۰.۹۱۲	۲,۸۱,۰۰۰	۳,۲۷,۸۷۴	۸,۷۹,۰۰۰	۸,۶۸,۷۸۶
جملہ	۱۸,۹۹,۱۳۶	۱۶,۳۳,۵۰۴	۱۲,۶۹,۳۶۴	۱۰,۷۷,۵۲۷	۳۱,۶۸,۵۰۰	۲۷,۱۱,۰۳۱

عبد الخالق۔ بمبئی

بلند قد و قامت والا پرندہ

تغدار

تغدار مور کی قدوقامت سے بھی بڑا پرندہ ہے جو براعظم ایشیاً
افریقہ اور آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے۔ اس پرندے کی بتیس سے
زائد قسمیں ہیں۔ دور سے دیکھنے پر بطخ کی طرح نظر آتا ہے لیکن
اس کی گردن اور پنجے بطخ سے مختلف اور زیادہ لمبے ہوتے
ہیں جبکہ بطخ کے پاؤں جھلی دار ہوتے ہیں جو اس کے لئے پانی
میں تیرنے کا کام دیتے ہیں۔ تغدار کے پنجے میں جھلیاں نہیں ہوتیں
بلکہ انگلیاں ہوتی ہیں۔ ہر پنجے میں تین انگلیاں صرف سامنے ہی
کی طرف ہوتی ہیں۔ تغدار جب گھنی جھاڑیوں میں ہوتا ہے تو وہاں
اس کے چھپے ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا کیونکہ اس کا رنگ
جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ یہ پرندہ تقریباً ایک میٹر لمبا ہوتا ہے۔
اور وزن ۱۶۔۱۷ کلوگرام کے قریب۔ غالباً دنیا بھر کے پرندوں میں
شترمرغ کے بعد ہی سب سے زیادہ وزنی اور بڑا پرندہ ہے۔

دنیا کے جن مقامات میں تغدار پایا جاتا ہے
وہاں بطخوں اور مرغوں کی طرح اس کا گوشت بھی کھایا
جاتا ہے اور چونکہ دیگر پرندوں کے مقابلے میں اس

کا گوشت زیادہ لذیذ اور زیادہ قوت بخش مانا جاتا ہے
اس لئے بستیوں کے آس پاس جہاں یہ پرندہ پہلے
کافی تعداد میں دکھائی دیتا تھا آبادی کے بڑھنے کی

وجہ سے اب اس کا وجود تقریباً ختم ہو چکا ہے بلکہ
ان نئی اور اضافی بستیوں میں بسنے والے اکثر لوگ
تغدار کے ڈیل ڈول اور نام سے واقف ہی نہیں۔
راقم الحروف نے کوئی ۷۰ سال قبل اس پرندے کو
لڑکپن میں جھاڑیوں میں جب پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو
اسے مور یا طاؤس کی کوئی قسم خیال کیا تھا کیونکہ
اس عمر میں مشابہت بتلانے کے لئے کوئی اور
پرندہ نظر سے گزرا تھا ہی نہیں۔ اب تو شہر بمبئی
میں وہ مقام جو اس پرندے کی رہائش گاہ تھی یعنی
آگری پاڑا پولس اسٹیشن کا جنوب مشرقی حصہ وائی ایم
سی اے کا مربع کرکٹ میدان جہاں پہلے قد آدم
بلکہ اور اونچی جھاڑیاں تھیں۔ وہاں اب عالیشان بلڈنگیں
ہیں اور کرکٹ میدان کی جگہ ٹیلیفون ورک شاپ اور
اسٹور روم ہیں۔ ان جھاڑیوں کو ۱۹۱۳ء کے آس پاس
بمبئی امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو بمبئی میونسپلٹی کا ایک
حصہ تھا اور شہر بمبئی کو سدھارنے اور خوبصورت بنانے
کی غرض سے قائم کیا گیا تھا، اس طرح صاف کر دیا کہ میدان
ہی باقی نہ رہا۔ پولس اسٹیشن کے آگے پیچھے دائیں بائیں
آج جھاڑیوں کی جگہ رہائشی بلڈنگیں اور بڑے چھوٹے
کارخانے ہیں۔

جس طرح تغدار پرندے کا وجود اوپر مذکور مقام
سے ختم ہوا تقریباً یہی صورتِ حال ہر اس جگہ پیش آئی
جو اس کے رہنے، کھانے پینے اور بسیرا کرنے کی جگہیں
تھیں۔ پھر جب تک یہ پرندہ اضافی آبادی کو میسر آتا
رہا، لوگوں نے اس کا شکار کیا اور کھایا۔ معلوم ہوتا ہے
کہ لوگوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کا شکار کیا اور اس
کو بستی کے قریب کی جھاڑیوں سے تو دیس نکالا دیا ہی
جا چکا تھا، بستیوں سے دور بھی جہاں اس کی معلوم رہائش
گاہیں تھیں، اسے باقی نہیں رکھا گیا۔ اب صورتِ حال
یہ ہے کہ اکثر لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ تغدار نام کا کوئی
پرندہ کبھی ہماری بستی سے قریب یا دور
بود و باش رکھتا تھا۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ
تغدار کی باقی ماندہ نسلوں کا شکار کرنا جس طرح
ریاستِ بمبئی میں ممنوع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہندوستان
کی ساری ریاستوں میں اس کا شکار ممنوع قرار دے
دیا جائے۔

اب تغدار ہندوستان کے صرف ان چند مقامات
پر پایا جاتا ہے جہاں اس کے لئے سر چھپانے کی
مناسب جگہ ہو اور اس کی رہائش گاہ سے قریب
اس کی عام خوراک اور پانی سہولت کے ساتھ
ملتے ہوں۔ واضح رہے کہ تغدار کی خوراک زیادہ تر
دالوں کی پھلیاں اور دیگر سبزیاں ہیں۔ دیگر پرندوں
کی طرح ٹڈیاں، تتلیاں، بھونرے وغیرہ کی قسم کے
چھوٹے پروانے اور کیڑے مکوڑے بھی تغدار کی
خوراک ہیں۔

❀

یہ سچ ہے

وھیل مچھلی اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

ہرن اپنی ناک اور آنکھ سے سانس لیتے ہیں۔
نیوزی لینڈ میں سانپ بالکل نہیں پائے جاتے۔
مگرمچھ سوتے وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے۔

چودہ انچ کی گھوڑی

نیشنل گارڈن فیسٹیول لندن میں

جان والٹرس نامی ایک عورت نے دنیا کے سب
سے زیادہ پستہ قد گھوڑوں کی نمائش کی جن کی دیکھ بھال
کے لئے اس نے کافی محنت کی تھی۔ اس گھوڑی کی اونچائی
صرف ۱۴ انچ ہے جبکہ اس کی ماں کی اونچائی ۲۶ انچ
ہے۔ یہ گھوڑے دنیا کے سب سے زیادہ پستہ قد
گھوڑے ہیں جنہیں دیکھنے کے لئے لوگوں کا تانتا بندھا
رہتا ہے۔

اقبال احمد شیخ۔ بمبئی
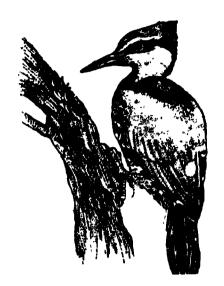
دنیا کا اوّلین پیغام رساں پرندہ "ھُدھُد"

ھدھد آسٹریلیا کے سوائے تمام جنگلاتی یا درختوں سے بھرے مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ بڑے سے بڑا ھدھد ۲۲" کا ہوتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا ۳½ انچ کا۔ ھدھد کی ۱۶۰ سے اوپر معلوم قسمیں ہیں۔ یہ پرندہ عموماً درختوں کے سوراخ میں گھونسلا بناتا ہے لیکن سوکھے درختوں، ٹیلیفون کے پول یا حد بندی کے باڑھ میں بھی گھونسلا بنایا کرتا ہے۔

چونکہ اس کا سر بڑا گردن مضبوط لیکن قدرے باریک اور چونچ لمبی، سیدھی اور مضبوط ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے ذریعے یہ درختوں وغیرہ میں آسانی سے سوراخ کر لیتا ہے اور گھونسلا بنا لیتا ہے۔ یہ گھونسلے اندر سے صاف اور ہموار ہوا کرتے ہیں اور اس کی دانشمندی کہ گھونسلے کے اندرونی حصے میں چبھنے سے قابل کوئی ابھرا ہوا لکڑی کا حصہ باقی نہیں رہنے دیتی۔ عموماً مادہ ہُدہُد ۲ سے ۸ تک سفید انڈے دیتی ہے۔

اس پرندے کے پنجے دوسرے پرندوں کی طرح درختوں کی ڈالیوں پر مضبوط گرفت رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض اقسام کے پنجے میں سامنے کی طرف دو انگوٹھے ہوتے ہیں جبکہ بعض دوسری قسموں کے پنجوں میں انگوٹھے پچھلی جانب ہوتے ہیں۔ پھر ان میں بعض اقسام ایسی بھی ہیں جن کے صرف ایک ہی انگوٹھا ہوتا ہے۔ جن درختوں میں یہ سوراخ کرتا ہے ان کو اندر سے صاف کرنے کے

قومی راج

لئے اپنی سخت دُم کے پَر والے حصّے سے کام لیتا ہے جو دُم کے آخری سرے پر ہوتا ہے۔ اس کی کانٹوں جیسی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بعض ٹیڑھے ترچھے سوراخوں سے بھی کیڑوں کو کھینچ نکالتا ہے جو اس کی خوراک ہے۔ ہُدہُد کیڑوں کے علاوہ پھلیوں اور دانوں کو بھی خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

ہُدہُد کی بعض قسموں کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ چیونٹی خور ہوتی ہیں۔ ان کی زبان اگرچہ دوسرے ہد ہدوں کی طرح ہی ہوتی ہے لیکن لعاب میں ایک لیسدار مادہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایسی قسمیں زیادہ آسانی سے چیونٹیوں کو پکڑ لیتی ہیں۔ یہ قسمیں ہرے پروالی ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں ہرا ہد ہد کہنا نامناسب نہ ہوگا چنانچہ اس قسم کے ہُدہُد سرسبز میدانوں میں چیونٹیوں کے بلوں میں چونچ ڈال کر شوق سے چیونٹیوں کو کھاتے ہیں۔ یہ قسم بھی ہُدہُد کی دوسری عام قسموں کی طرح درختوں کے سوراخوں میں گھونسلا بناتی اور رہتی ہیں۔

ہُدہُد بہت تیز اڑتا ہے اور کافی دور تک پرواز کی سکت رکھتا ہے۔ اس کی یہ صفت یوں روشنی میں آئی کہ حضرت سلیمان ع نے ایک مرتبہ جن و انس و طیور کی ریلی کا حکم فرمایا (واضح رہے کہ سلیمان ع ان سب کی بولیاں سمجھتے تھے)۔ ریلی کے موقع پر آپ نے ہُدہُد کو غیر حاضر پایا (اس کا ذکر سورۂ نمل میں ہے) حکم عدولی پر بہت خفا ہوئے اور سخت سزا دینے کی بات کہی۔ الّا یہ کہ غیر حاضری کی معقول وجہ بتلائے۔ اتنے میں ہُدہُد آ پہنچا اور اپنے دیر سے آنے کی وجہ اس نے یہ بتلائی کہ وہ اڑتے ہوئے ملک سبا (یمن) جا پہنچا تھا جہاں کی حکمراں ایک ملکہ ہے اور اس کا عرش بھی بہت بڑا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے اسے ایک رقعہ دیا اور ملکہ کے پاس ڈال دینے اور پھر کچھ رک جانے اور رپورٹ پیش کرنے کے لئے کہا۔ غالباً رقعہ اس کے روبرو ہُدہُد نے اس وقت ڈالا جب وہ دربار میں تھی۔ ملکہ (بلقیس) نے نوشتۂ شاہی کھولا اور پڑھ کر درباریوں کو سنایا جس کا

مضمون یہ تھا : " از طرف سلیمان، شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ ۔ میرے مقابل بڑائی کا اظہار نہ کرو اور مطیع بن کر چلے آؤ ۔" فیصلہ یہ ہوا کہ "ملکہ ایک وفد یا امرائے مملکت کے ساتھ تحفہ تحائف لے کر سلیمانؑ کی خدمت میں خود حاضر ہو ۔" ہدہد نے یہ رپورٹ سنا دی اور کچھ دنوں بعد ملکہ مع وفد کے آپہنچی ۔ بات سچی تھی اس لئے ہدہد کی خطا معاف کر دی گئی ۔

مشہور ہے کہ جس طرح شیر ہرن کو تیز رفتاری کے ذریعے نہیں بلکہ غراہٹ کے ذریعے مرعوب کر کے پکڑتا ہے ۔ اسی طرح عقاب جو اڑتے ہوئے پرندوں کو اپنی تیز رفتاری سے دبوچ لیتا ہے، ہُدہُد کو اپنی تیز اور ڈراؤنی آواز کا رعب ڈال کر پکڑتا ہے ۔

ہُدہُد تیز رفتاری کے ساتھ تیز آواز بھی ہے جو بلند اور دور تک سنائی دیتی ہے اور دوسرے پرندوں سے ممتاز بھی ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ ان میں سے بعض قسمیں ایسی آواز بھی نکالتی ہیں جو ہلکے انداز میں ڈھول پیٹنے کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے ۔ یہ آواز ہدہد عموماً موسم بہار میں نکالا کرتا ہے ۔ بعض دفعہ یہ اپنی چونچ سے کسی خشک ڈالی کے کونوں کو اس انداز سے تیزی کے ساتھ تراشتا ہے کہ مذکور خشک ڈال جب ہوا سے ہلتی ہے تو اس سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے جوڑے کی رہنمائی کے لئے اور اس کو آواز کی سمت کو پہچان لینے اور ہُدہُد یہ طریقہ اختیار کرتا ہے ۔ بعض دفعہ بعض "پول" کے قریب لگی ہوئی لکڑیوں کو اپنی چونچ سے تراش کر ایسی آواز پیدا کر لیا کرتا ہے کہ پول کی دھات پر مسلسل لکڑی پیٹنے یا باجا بجانے کی سی آواز اس وقت پیدا ہوتی ہے. جب ہوا چل رہی ہو ۔

ان پرندوں میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ انڈے بچے دینے اور سینے کے موسم کے علاوہ بھی درختوں میں سوراخ بناتے ہیں جن میں ان کی نوع کے مختلف پرند بسیرا کرتے ہیں لیکن وہ سوراخ صرف ایک ہی ہُدہُد کے لئے کافی ہوتے ہیں ۔ بعض اوقات اس طرح کے درختوں میں بنائے گئے سوراخ اس طرح سے مسلسل ہوا کرتے ہیں کہ ان سے دوسرے ہُدہُد اپنے انڈے بچوں کے لئے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہُدہُدوں کی ایک بستی سی بسی ہوئی دکھائی دیتی ہے ۔

ڈاکٹر شری کانت جچکر
وزیر مملکت برائے جنرل ایڈمنسٹریشن
مالیات، توانائی، اطلاعات و رابطہ عامہ

بھامراگڈھ کا مختصر سفر

محکمۂ امور عامہ کو بے شمار مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کا دائرۂ اختیار تقریباً ہر معاملہ کو احاطہ کئے ہوتا ہے۔ کابینہ کے نوٹوں کی حفاظت سے لے کر دور دراز مقامات پر واقع گاؤں تک کہ انہیں کیسے منظم رکھا جائے، خیال کے گوشے گوشے میں سمایا ہوا رہتا ہے۔ بعض بڑے معاملات کو حل کرتے وقت جیسے اصلاح انتظامیہ، ڈیسک سسٹموں کا اجراء۔ سرخ فیتہ شاہی اور منترالیہ میں پابندی وقت پر نظر رکھنا وغیرہ سب اس دائرے میں آتے ہیں۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ میں ریاست کے دور افتادہ گوشوں تک جاکر حالات کا بہ نفس نفیس معائنہ کروں اور اس کا تجربہ کرنے کیلئے میں نے بھامراگڈھ علاقے کا اچانک دورہ کیا جو مہاراشٹر کے گڈھ چرولی ضلع میں ہے۔

بھامراگڈھ گھنے جنگلوں سے گھرا ہوا علاقہ ہے۔ اس علاقہ میں ۱۳۰ گاؤں کا ایک گروپ ہے جہاں ماڑیا نامی قدیم قبائلی آباد ہیں۔ یہ قریب سال کے آٹھ مہینے دوسرے علاقوں سے تقریباً کٹے ہوئے سے رہتے ہیں۔ اور ان سے سلسلۂ مواصلات بھی بمشکل قائم رکھا جاسکتا ہے۔ تین دریاؤں یعنی پرل کوٹا، اندراوتی اور پامل گوتم کا سنگم ہے اور نہایت حسین منظر پیش کرتا ہے۔ بھامراگڈھ جیپ کے ذریعے ہی جایا جاسکتا ہے لیکن اس سے پرے، جیپ صرف چند کلو میٹر تک ہی آگے بڑھ سکتی ہے۔ بھامراگڈھ کے مغربی جانب نبھی دریا پر کوئی پل نہیں ہے۔ پامل گوتم ندی کو کسی چھوٹی کشتی سے پار کرنے کے بعد تقریباً ۵۰ کلو میٹر کا پیدل سفر کرنا پڑتا ہے تب گوراکوڈی پہنچتے ہیں جو مدھیہ پردیش میں واقع بستر کی سرحد پر آخری گاؤں ہے چونکہ میرا یہ دورہ اچانک ہوا تھا اس لیے کہیں بھی کسی قسم کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ ہم بھامراگڈھ ۳ اکتوبر کی صبح پہنچے۔ قبائلی پروجیکٹ آفیسر شری باون کلے اور ڈسٹرکٹ آفس کے آفیسر شری گڈکری حیرت میں رہ گئے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ دونوں افسران بھامراگڈھ میں موجود تھے جہاں افسران عموماً قیام کرنے میں پس وپیش کرتے ہیں شری آر ڈی تیاگی ڈسٹرکٹ انسپکٹر جنرل آف پولس، جس کا تعلق ناگپور رینج سے تھا اور شری بھاڈے سپرنٹنڈنٹ آف پولس، گڈھ چرولی، میرے ہمراہ تھے۔ ہم خود اسلحہ سے لیس تھے اس لئے کہ ہم نکسلائٹوں سے بھرے ہوئے علاقوں میں بغیر کسی محافظ یا سیکوریٹی

کے داخل ہو رہے تھے۔

ماڑیا قبائل کے لوگ :

۴۱ گاؤں پر مشتمل یہ قدیم قبائلی علاقہ ماڑیا کے نام سے مشہور رہے۔ یہ ماڑیا قبیلہ سرحد پر بسنے والے قبائلی گروپ کا ایک ذیلی قبیلہ ہے جو گونڈ کے نام سے مشہور رہے، اس گروپ کے دوسرے ممبران راج گونڈ، دھروے اور کھتور گونڈ ہیں۔ ماڑیا کی بھی دو قسمیں ہیں سب سے قدیم کا نام بڑا ماڑیا اور دوسرے کا نام چھوٹا ماڑیا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ تقریباً دو جاتیوں کی طرح ہیں جن میں آپس میں شادی بیاہ بھی نہیں ہوتی، نیز ایک ساتھ مل جل کر کھانا بھی ممنوع ہے۔ یہ ماڑیا زیادہ تر لاہری، بنگاڑی، گنڈن ہوڈ، کواکوڈی، تکر، کویار، جگاوی، گرلا کنڈرا، سورمتا، پرمل بھٹی وغیرہ گاؤں میں بسے ہوئے ہیں۔ ایک دلچسپ بات جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ کاشت کی جگہ سے نقل مکانی کی عادت کی وجہ سے ہر تین سال میں اپنا گاؤں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور دوسرے علاقوں میں جا بستے ہیں۔ اس بنا پر نقشہ میں جہاں گاؤں کی موجودگی کا نشان ہوتا ہے وہ نقشے میں بتلائے ہوئے مقام پر نظر نہیں آتا بلکہ اس نشان لگائے ہوئے مقام سے بعض اوقات وہ کئی کلو میٹر دور قیام کئے ہوئے ہوتے ہیں تھے ہم یہ سوچ کر کہ بنا گنڈرا جانا ہے، گنڈن ہوڈ پہنچ گئے۔ جو در حقیقت نقشے میں بتلائے گئے مقام سے کچھ کلو میٹر دوری پر واقع ہے۔ اگرچہ بنا گنڈرا اور کواکوڈی کا محل وقوع وہی ہے جو نقشے میں بتایا گیا ہے۔ ہم نے بھامراگڑھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پورے علاقہ کا جائزہ لیا بلکہ تب تک بھی چند مقامات پر پرواز کی نقشہ میں بنا گنڈرا کا پتہ چلانے کے بعد ہم ایک گاؤں کے قریب اترے۔ جب ہم ہیلی کوپٹر سے باہر آئے تو ہمیں گاؤں میں ایک شخص بھی نظر نہ آیا۔ چند منٹوں کے بعد گاؤں کا سب سے بوڑھا آدمی جس کا نام ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ سیتو ہے، ہمارے قریب آیا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا تو سگنل کے بطور اس نے اپنے ہاتھ گاؤں کی طرف ہلائے اور پھر دوڑتا ہوا ایک اور ماڑیا آیا جس کے سر پر لکڑی کی ایک کھاٹ تھی۔ ہمیں بڑے اصرار کے ساتھ اس کھاٹ پر بیٹھنے کیلئے کہا گیا۔ اور چند ہی منٹوں میں ہمارے آس پاس ۲۵ ماڑیا جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک جو بار بار بھامراگڑھ کے بازار جا چکا تھا، صرف ٹوٹی پھوٹی ہندی سمجھ سکتا تھا۔ یہی شخص ہمارے اور گاؤں والوں کے درمیان بات چیت کی کڑی بنا۔ معلوم ہوا کہ ایک شخص بنا گنڈرا کا شری صاحبی پاٹل ایک بار بمبئی آچکا ہے۔

مختصر سی پوشاک :

ماڑیا قبیلہ مختصر تن پوشی کا عادی ہے اور ان میں سے اکثر تقریباً برہنہ رہتے ہیں سوائے اس کے کہ بس ایک لنگوٹی ان کی کمر کے اطراف بندھی ہوتی ہے۔ رہے بچے تو وہ برہنہ ہی رہتے ہیں۔ غیر شادی شدہ لڑکیاں ایک کپڑا بطور سینہ بند استعمال کرتی ہیں جبکہ شادی شدہ عورتیں سینہ بند بھی استعمال نہیں کرتیں کیونکہ یہی ان کے شادی شدہ ہونے کی علامت ہے۔ مرد بغیر مونچھ اور داڑھی کے رہتے ہیں۔ ان میں بعض بنیان یا پھٹی قمیص پہنے رہتے ہیں لیکن سر کے بالوں کو خوب سنوار کر رکھتے ہیں اور داڑھی منڈواتے ہیں۔ اگرچہ ان کے تن پر کپڑا کم ہوتا ہے یا غریبانہ ہوتا ہے پھر بھی وہ میلے کچیلے نظر نہیں آتے۔

کھانے کی عادتیں :

ماڑیا قبیلے کی خوراک زیادہ تر چاول ہے جسے وہ لوگ پتلا

ڈاکٹر شری کانت جگر، بھامراگڑھ میں اپنے مختصر سفر کے دوران مقامی افسران اور قبائلیوں کے ساتھ

ڈاکٹر شری کانت جچکر، وزیر مملکت برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ نے ماڑیاؤں کے ناچ میں شرکت فرمائی۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولس، ناگپور رینج، ناگپور، مسٹر شری آر۔ڈی۔ تیاگی اظہارِ تحسین و مسرت پر تالیاں بجا رہے ہیں۔

ایک ماڑیا عورت اپنے مخصوص لباس اور زیورات کے ساتھ

ایک بوڑھی ماڑیا عورت

ایک ماڑیا گاؤں

اپنے مخصوص جھونپڑے کے سامنے کھڑی ہوئی ایک ماڑیا خاتون

ماڑیا "ڈھول"

ایک ماڑیا جوڑا اپنے بچے کے ساتھ

ایک ماڑیا دوشیزہ

بنا کر ۸۰ فیصد سے زیادہ پانی کے ساتھ خمیر اور سچ چاول ہوتا ہے۔
اور اس سے جو کھانا ملا کر تیار کرتے ہیں۔ اس خوراک کو وہ دَمتی
کہتے ہیں۔ اس چاول کو زمین کے ایسے چھوٹے چھوٹے قطعات
پر یہ لوگ اگاتے ہیں جو درختوں کو کاٹ کر حاصل کئے جاتے ہیں
ان کے یہاں کھیتی باڑی کرنا ایک ممنوع کام ہے اس لیے کہ
ان کے اعتقاد کے مطابق ہل جوتنے سے مادرِ زمین کی چھاتی
زخمی ہوتی ہے۔ نمک انھیں شاذ و نادر میسر آتا ہے جسے وہ
تکلفات اور عیش پسندی میں شمار کرتے ہیں اور اس سے لطف
اندوز ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ ہم نے اپنا کھانا ان لوگوں
کے ساتھ کھایا اور جب گاؤں والوں کو ہم نے میٹھے جام کے ایک
ٹکڑے یا نوالہ میں شریک بنایا تو ان میں سے بعض اس طرح
منہ بنانے لگے جیسے کھٹی املی کھانے پر ہم رنگ منہ بناتے ہیں
وہ چلا اٹھے "گڑ، گڑ" جس کا مطلب ہم نے یہ نکالا کہ وہ اسے گڑ شکر
سمجھ رہے ہیں جسے بعض اوقات وہ بازار میں چکھ لیا کرتے تھے۔
یہ ماڑیا تقریباً تمام جانوروں کو کھاتے ہیں اور بندر تو ان کی بہت
مرغوب غذا ہے۔ جب بھی کسی جانور کا شکار کیا جاتا ہے تو سارا
گاؤں اس میں حصہ دار بنتا ہے۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے

کئے جاتے ہیں اور اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ حاملہ عورتیں دو ٹکڑے
ضرور پائیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنے سماج وادی طریقے میں
ترمیم کرنی ہوگی۔ کیونکہ ان کے گھروں میں نہ تو کوئی کنڈی یا زنجیر ہے ا
نہ تالا۔ بلکہ ان ترکیبوں کو وہ جانتے تک نہیں۔ ان میں توہم یعنی عقیدہ
بھی پایا جاتا ہے کہ گائے اور بھینس کا دودھ دوہنے سے خون کی
زیت آئے گی۔ اس لیے ان کے دماغ میں یہ بات بس گئی ہے
کہ دودھ نہیں دوہنا چاہیئے اس لیے ان کے ننھے بچے غذائیت
کی کمی کے شکار ہیں اور غذائیت کی کمی سے پیدا ہونے والی بیماریوں
میں مبتلا ہیں جو اکثر مہلک ثابت ہوئی ہیں۔ البتہ وہ مہوا کے
پھول سے ایک قسم کی شراب کشید کرتے ہیں جسے وہ کثرت
سے پیتے ہیں۔ ڈاکٹر پرکاش آمٹے جو بھامراگڑھ کے قریب
ہیمل کسا میں ایک اسپتال چلاتے ہیں۔ انھوں نے مجھے بتلایا
کہ اسہال اور ہیضہ کے واقعات ان علاقوں میں تقریباً نا پید
ہیں۔ اس لئے کہ یہاں دریا کا بالکل صاف و شفاف پانی بیماری
کی خرابی پیدا کرنے والے جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ اس کا سبب
یہ ہے کہ ماڑیا قبیلے کی یہ عادت ہے کہ وہ حاجتِ ضروریہ سے
فارغ ہونے کے بعد پانی استعمال نہیں کرتے بلکہ صرف پتھر یا خشک
پتیاں استعمال کرتے ہیں اس کی وجہ سے پانی بیماری کے جراثیم
سے پاک رہتا ہے۔ اس بات سے میرے اندر موجود ڈاکٹر جاگ
اٹھا۔ ایک معاملہ جو میرے ذہن میں آیا، یہ تھا کہ سرکاری ریکارڈ
کے مطابق اس خاندان کی مجموعی تعداد ۲۰۵ اور آبادی ۱۳۰۰ بتلائی
گئی ہے جو ۳۱ گاؤں میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن مجھے اپنے اس
سفر کے دوران ..۱ خاندان سے واسطہ پڑا اور ڈاکٹر آمٹے کے
اسپتال کے خارجی مریضوں (او۔ پی۔ ڈی) کے دستیاب ایک ہزار
سے زیادہ کیس ہسٹری کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ماڑیا کے
بارے میں ہماری مردم شماری کے اعداد صحیح نہیں ہیں۔ مردم شماری کے اعداد جمع کرنے والے ہو سکتا
ہے کہ کئی دیہاتوں میں گئے بھی نہ ہوں۔ اور یہ ان دیہاتوں کے
ناقابلِ گذر مقامات پر واقع ہونے کی وجہ سے ہوا ہوگا اور اس
بنا پر ریکارڈ کئے گئے اعداد حقیقتِ حال کی تصدیق و توثیق نہیں
کرتے۔ بعض گاؤں میں الکشن کے دنوں میں لوگوں نے ا...
ووٹ دیئے ہی نہیں۔ ایک گاؤں میں تو اس الیکشن کے کاغذ
جب ۱۹۵۲ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی الکشن مہم زوروں پر
سرکاری کاغذ سمجھ کر نہایت احتیاط سے رکھا گیا تھا اور گاؤں

والوں نے تو ایک "گوتل" میں اس پھٹے پرانے کاغذ کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"گوتل"

گوتل بذاتِ خود ایک ادارہ ہے یہ گاؤں والوں کا ایک چھوٹا سا بانس کا بنا ہوا اجتماعی حال ہوتا ہے۔ اب بعض دفعہ اس ہال کی چھت پر کھپریل ڈال دی جاتی ہے۔ یہ کھپریل حکومت کی طرف سے قبائلی تحتی منصوبہ اور قدیم قبائلی پروجیکٹ کے تحت فراہم کی جاتی ہے۔ یہی وہ ہال ہے جہاں مہمانوں کا خیر مقدم کیا جاتا ہے اور جہاں گاؤں والے شام کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ جہاں ماڑیا لڑکے اور لڑکے شام کو یہاں جمع ہوتے ہیں اور رات میں ایک ساتھ سوتے ہیں جنسی اجازت کی بنا پر یہی وہ جگہ ہے جہاں وہ اپنے لیے رفیق زندگی کا انتخاب کرتے ہیں اور شادی کر لیتے ہیں اور پھر ایک خاندان کے روپ میں رہن سہن اختیار کرتے اور اپنی روایتی شہری ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ بعض گاؤں میں "گوتل" کا استعمال اسکول کے کلاس کی حیثیت سے کیا جاتا ہے لیکن یقین کے ساتھ کہا نہیں جا سکتا۔ آیا اسکول واقعی اسکول کے طور پر چلتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ ایسی جگہوں کے لئے اسکول ٹیچر کا ملنا بہت مشکل ہے۔ جس کے سوائے ان لوگوں کو تعلیم کی اہمیت ابھی معلوم بھی نہیں ہے۔ تاہم ڈاکٹر پرکاش آمٹے کی اسکول ہیں، جو ہیمل کسا میں ہے .. ۲۵ طالب علم ہیں اور اب تک منظور شدہ نہیں ہے اور چند سو بچوں کو مقامی سرکاری اسکول کی وساطت سے چوتھی جماعت کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ اس بات کی طرف جب جناب وزیر اعلیٰ کی توجہ مبذول کرائی گئی تو انھوں حکم فرمایا کہ اسکو فوری طور پر منظوری عطا کی جائے۔

گاؤں بجلی سے محروم :

جب بجلی بھامراگڈھ جیسے گاؤں میں نہیں پہنچی ہے تو دوسرے گاؤں کو برقیانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ تاہم مہاراشٹر کے ۶۵۲۰ قبائلی گاؤں میں سے ۴۵۵۰ گاؤں، اپنے چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے اختتام تک بجلی سے روشن ہو چکے تھے۔ اب چونکہ نشانہ یہ ہے کہ ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران باقی ماندہ گاؤں کو بھی بجلی سے روشن کر دیا جائے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ان ۱۳۱ گاؤں میں بھی بجلی تب ہی پہنچ سکے گی جب قانونِ جنگلات کو اس کی حقیقتِ حال کے لحاظ سے سمجھا جائے ہمیں فارسٹ ایکٹ کی تمام دفعات پر عملدرآمد کرنے کے بدلے اس انداز پر تحریک چلانی ہوگی جس طرح ملٹری گاؤں کو برقیانے کے سلسلے میں کرتی ہے اور ان گاؤں تک بجلی کی رو پہنچانے کے لیے کراکوڈی تک جیپ کے راستے بنانے ہوں گے۔

انتظام کاری میں ہماری کوتاہی کی ایک حیرت انگیز مثال یہ ہے کہ محکمہ جنگلات کو چھوڑ کر کسی بھی محکمہ کے کسی اور قبائلی بہبود اور پولس کے علاوہ افسر نے ان علاقوں کا دورہ نہیں کیا مجھے پتہ چلا ہے کہ شری بینکر وہ آخری سینئر افسر تھے جنھوں نے کراکوڈی کا دورہ ۱۹۸۰ء میں کیا تھا۔ جب وہ ٹرائبل کمشنر تھے تب سے اب تک وہاں کوئی نہیں گیا۔

ایک وزیر کے لیے یہ ایک عجیب تجربہ تھا اس لیے کہ وہاں سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ پیش نہیں کیا گیا تھا۔ ماڑیا قبیلے نے کبھی بجلی نہیں دیکھی۔ نہ اس کا احساس کیا تھا، اس لیے انھوں نے بجلی کا مطالبہ نہیں کیا۔ انھیں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ تعلیم کے فوائد کیا ہیں اس لیے اسکول کے لیے بھی انھوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ نتیبرا ندی کا پانی بالکل صاف و شفاف اور کافی سے زیادہ ہے اس لیے پانی کا مطالبہ بھی نہیں کیا گیا۔

ماڑیا قبیلے کے چہروں پر خوشی کے جو آثار دکھائی دے رہے تھے وہ اس لیے نہیں کہ وہ اپنے مطالبات کی تکمیل کے بارے میں کوئی آس لگائے ہوئے ہیں بلکہ اس لیے ہے کہ کچھ بہترین دل و دماغ والوں نے ان کے علاقوں کا دورہ کیا تھا اور ان کے ساتھ رِل مل گئے تھے۔

نکسلائٹ کا اثر :

اس علاقہ میں تقریباً ۱۵ نکسلائٹ برسرکار ہیں۔ اگرچہ سیاسی فلسفہ کے مطابق نکسل ازم کی مخالفت کرنے والے خود اس میں ہی موجود ہیں اور اسی لیے وہ زوال پذیر ہے لیکن وہاں جو نکسلائٹ گئے ہیں وہ آندھرا پردیش سے گئے ہیں اور قبائلیوں کو ڈراتے اور دہشت زدہ کرتے ہیں۔ ان قبائلیوں میں سے بعض کو انھوں نے اپنا ہمدرد پایا لیکن یقین ہے کہ ایسا خوف کی وجہ

سے ہوا ہوگا ۔ اور اس لیے بھی کہ یہ کوئی مناسب منصوبہ نہیں دیکھتے ۔ گڈھ چرولی ضلع کی آبادی ۵٫۳۷٫۰۰۰ ہے اور یہاں ۷۰۹ پولس کانسٹبل اور ۴۰ افسران ہیں ۔ اگرچہ نکسلائٹ شناخت کر لیے گئے ہیں اور دو ماڑیا لڑکیاں جو اُن کی ہمنوا ہو گئی تھیں، نا امیدی کے ساتھ اپنے قبیلے میں لوٹ آئی ہیں لیکن اتنی قلیل پولس کی جمعیت کے ساتھ اتنے بڑے مسئلے سے نمٹا نہیں جا سکتا ۔ جب وزیر اعلیٰ کو اس کی رپورٹ پیش کی گئی تھی تو انھوں نے پولس فورس کو زیادہ مضبوط بنانے کے لیے فوری اقدامات کئے اور قبل ماڑیا جوانوں کو اس مقامی پولس فورس میں بھرتی کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں ۔

اپنے آپ کو وقف کرنے والوں کی ضرورت :

حکومتِ ہند نے اب یہ ہدایت دی ہے کہ بجائے اس کے کہ تمام ٹی ایس پی تعمیرات و ترقی کے کام پر لگائے جائیں، بہتر یہ ہوگا کہ ۴۰ فیصد ٹی ایس پی انفرادی فائدہ اٹھانے والوں کے یہاں رکھے جائیں ۔ ۱۹۸۰ — ۸۵ء میں قبائلی تحتی منصوبہ میں مہاراشٹر کے لیے ۲۹۹ کروڑ روپے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اصل خرچ ۳۳ کروڑ روپے ہوا تھا ۔ اب ساتویں پنجسالہ منصوبہ کے لیے خرچ کا اندازہ ۵۲۵ کروڑ روپے لگایا ہے ۔ اگر یہ رقم مختص کر دی گئی تو کوا کوڈی اور بنا گنڈا قسم کے لیے ہی یہ کفالت کرے گی ۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ خود کو قبائلیوں کے گھروں تک ترقیاتی کاموں کو صحیح معنوں میں پہنچانے والے آدمی اور ایجنسیاں تن من سے کام کریں ۔ یہاں کے لیے بھرتی بھی ان لوگوں کی کیجانی ہوگی جو ان مقامات میں رہنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں ۔

اناج کی پیداوار

ماڑیا قبیلے کے سامنے سب سے زیادہ اہم مسئلہ اناج کی پیداوار ہے اور اس کا واحد حل یہ ہے کہ خود ماڑیاؤں کو اناج کی پیداوار پر آمادہ کیا جائے ۔ اس سلسلہ میں خود حکومت کے لیے لازم ہوگا کہ ان لوگوں کو سائنسی اصول کے مطابق پیداوار کے طریقے بتلائے اور اناج کی پیداوار کے سلسلے میں ہر قسم کی مدد بہم پہنچائے ۔ اس سلسلہ میں محکمۂ جنگلات کے کم درجے افسران کو ٹھیک طور سے ہدایت و تربیت دینی ہوگی ۔ یہ واقعہ ہے کہ محکمۂ زراعت کی مشنریاں ان لوگوں تک نہیں پہنچیں اس کے برخلاف محکمۂ جنگلات کے عملے کے کم درجہ کے لوگ جنگلات کی حفاظت کے نام پر ماڑیا لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں جو ماڑیاؤں کے لیے ایک انتہائی پریشان کن مسئلہ بن چکا ہے ۔

مزید زمینوں میں کاشتکاری کی جانی چاہیئے تاکہ اناج کی پیداوار بڑھے ۔ ماڑیا قبیلے کے لیے کم قیمت والے گھر کچھ مناسب ترمیمات کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بنائے جانے چاہئیں اور اس نمونے کے مطابق بنائے جانے چاہئیں جیسے وردھا ضلع میں دتا پوسنٹر کے گاؤں میں بنائے گئے ہیں ۔ ماڑیا قبیلے کو معاشی طور پر خود کفیل بنا دیا جائے تاکہ اپنی خوراک کے لیے پیداوار وہ خود اگا سکیں ۔ اس سے ان کے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے ۔ ٹیوب ویل تعمیر کر کے پینے کے پانی کا مسئلہ بھی حل کیا جا سکتا ہے ۔ اگر کسی اسکیم کے ذریعے پینے کے پانی کے لیے مالی انتظام کیا بھی گیا تو اس کے لیے عملہ کی ضرورت ہوگی ۔ اور پھر سوال یہ ہوگا کہ گاؤں کے اندرونی حصوں میں کیسے جایا جائے گا تاکہ ان اسکیمات کو حقیقت کا روپ دیا جا سکے ۔ تاریخی لحاظ سے اس ضلع کے بعض علاقوں میں بھی قدیم رسم و رواج اور عادات و اطوار پائے جاتے ہیں ۔ ان علاقوں میں پائے جانے والے تراشے ہوئے پتھر، تانبے اور کانسے کے ہتھیار، اوزار اور مٹی کے برتنوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت قدیم بستی ہے ۔ آریاؤں کے آنے سے قبل یہ علاقہ گھنے جنگلوں سے بھرا ہوا تھا ۔ اگستی وہ پہلا آریہ تھا جس نے وندھیا کو پار کیا اور گوداوری تک گیا ۔ یہ علاقہ ڈنڈکاریا کا ایک حصہ تھا جسے یہ نام گونڈ کے کن ڈنڈا کے نام پر ملا کن ڈنڈا، اس کاکو کا بیٹا، اور منو کا پوتا تھا ۔ وین گنگا (وینا) کا ذکر رامائن اور پرانوں میں ہے یہ علاقہ اشوک کی سلطنت کا ایک حصہ تھا ۔

پھر موریہ، ساتواہن اور راشٹرکوٹ یہاں آئے چنانچہ راشٹرکوتی اثر کا اندازہ اس مارکنڈی مندر سے لگایا جا سکتا ہے جو گڈھ چرولی ضلع میں چامورشی کے قریب ہے ۔ پھر کچھ عرصہ تک یادو دور رہا اور اس کے بعد گونڈ عروج پر آئے، گونڈ

بھیم بلاسنگھ ۱۷۸۰ء میں برسرِ اقتدار تھا۔ ان کا دور
ام تک نیل کنٹھ شاہ (لاہیری زمیندار) کے زمانے تک
ن کے آثار آج بھی ملتے ہیں۔ یہاں کے قبائلی میلوں پیدل
، ہیری جلتے اور زمیندار (راجہ شری وشو لیشور راؤ)
ب بجا لاتے ہیں اور اس وقت ایک گانا بھی گاتے ہیں
فہوم یہ ہوتا ہے کہ ہم آپ کو سلام و آداب عرض کرتے
لیے میلوں پیدل چل کر ناچتے اور گاتے ہوئے آئے
یہ زمیندار تعلیم یافتہ ہیں۔ شری وشو لیشور راؤ مہاں کے
ق ممبر پارلیمنٹ تھے اور ان کے لڑکے ایم ایل اے شری
نیا دن راؤ آزاد رکن کے طور پر مہاراشٹر لیجسلیچر میں اس
کے نمائندہ ہیں۔ شری ونت راؤ مہاراشٹر کابینہ میں
زیر رہ چکے ہیں اور ان کے بھتیجے شری دھرم راؤ باضلع
س کمیٹی کے صدر ہیں۔

فوری ہدایت:

جناب وزیر اعلیٰ نے فوری توجہ دیکر ہدایات جاری کیں کہ وہاں راستے اور پل تعمیر کئے جائیں۔ شری آمیٹے اسکول کو تسلیم کیا جائے۔ اس بات کی تلاش بھی جاری ہے کہ نوجوان خود کو وقف کرنے والے افسران جو رضا کارانہ طور پر کام کا عزم رکھتے ہیں آگے بڑھیں جو مختلف طور پر بھامرا گڑھ کی ترقی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیں۔

(ترجمہ و تلخیص، عبداللہ)

خراجِ عقیدت

صفحہ ۵ سے آگے

دیہاتوں تک انہیں کی توجہ سے پہنچیں۔ سورگباشی شریمتی اندرا گاندھی کے دور میں ہندوستان نے کامیابی کی بلند و بالا چوٹیوں تک پرواز کیا بلکہ خلائے بسیط پر بھی قدم رکھا۔ ان سب باتوں کے باوجود، وہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ وطن کے ثقافتی ورثے کو بھلایا نہیں جاسکتا. ہم خواہ کتنے ہی ترقی کے زینے طے کرلیں۔

سورگباشی اندراجی قیام امن کے لئے ہمیشہ کوشاں رہیں۔ نہ صرف ملک میں داخلی طور پر بلکہ ملک کے باہر بھی اور اس سلسلے میں تیسری دنیا کے کم ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے لئے تحریک ناوابستگی کو منظم کیا۔

سورگباشی اندراجی کی قوت کا سرچشمہ وہ کروڑہا ہندوستانی تھے جو ان کی باتوں کو عملی شکل دینے میں دل وجان سے حاضر رہتے تھے جو انہیں فلسفہ نواز ہی نہیں نگراں کار بھی سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی غریبی ہٹانے کے لئے وقف کی۔ انہوں نے اپنی جان قومی یک جہتی کی نذر کی۔ شریمتی اندراجی کی یاد پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے آیئے ہم اپنے حقیر اور چھوٹے اختلافات کو بھلادیں خواہ وہ زبان کی بنیاد پر ہوں یا مذہب کی، نسل کی بنیاد پر ہوں یا ذات پات کی اور ایک ہوکر کندھے سے کندھا ملاکر مضبوط ہندوستان کی تعمیر میں لگ جائیں تاکہ ہمارے وطن کا مستقبل شاندار ہو۔ نہایت شاندار جو ان کی دلی آرزو تھی۔

غلام صوفی حیدری
۱۲-بی/۳، انڈین ایئرلائنس کالونی
کالینہ، سانتاکروز بمبئی ۴۰۰۰۲۹

آواز کی نعمت سے محروم جانور

زرافہ

حیوان کی دو قسمیں ہیں ایک حیوانِ ناطق اور ایک حیوانِ مطلق۔ انسان حیوانِ ناطق ہے اور انسان ہونے کے ناطے آپ اس نام نہاد اشرف المخلوقات کے کرتوتوں سے کما حقہٗ واقفیت رکھتے ہیں اس لیے آج کی مجلس میں ہم حیوانِ مطلق کے متعلق زبان درازی کریں گے۔ زبان کا ذکر آگیا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انسان کی زبان اتنی لچکدار (Elastic) ہے کہ کبھی کبھی بولتے بولتے ڈیڑھ گز کی ہو جاتی ہے۔ پھر بھی نہ جانے غالب کو یہ بات زبان پر لانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ "ہم بھی منھ میں زبان رکھتے ہیں"

ہاں تو ہم کہہ رہے تھے کہ زرافہ کی زبان کے بارے ... ہرا چھوٹے سے چھوٹا اور باریک سے باریک کانٹے دار پتہ بھی ... میں یہ ڈیڑھ فٹ لمبی ہوتی ہے۔ اس سے زرافہ زمین پر پڑا ... بغیر جھجھک کے اٹھا لیتا ہے۔ زرافہ کو صرف درازی زبان ہی

میں فوقیت حاصل نہیں بلکہ رفتار میں بھی کوئی جانور اس کی برق رفتاری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بالشت بھر کے فاصلے کی بات نہیں یعنی ہماری مراد تھوڑے سے فاصلے سے نہیں ہے۔ ایک آدھ فرلانگ یا ایک آدھ میل تو انسان بھی ۲۲ یا ۲۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔ شکاری کتا بھی شکار کا ۳۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پیچھا کر سکتا ہے۔ ریس کا گھوڑا بھی فی گھنٹہ چالیس پچاس میل کے حساب سے برق رفتاری کر سکتا ہے۔ اور بارہ سنگھے، ہرن اور غزال چالیس سے پچاس میل کی رفتار سے بادِ بہاری کر سکتے ہیں اور جنگل کا اولمپک چیمپین چیتا ستر میل فی گھنٹے کے حساب سے قیامت کی رفتار کا نقشہ پیش کر سکتا ہے۔

یہاں ہم بات کر رہے ہیں طویل فاصلے کی۔ اس میں تیز سے تیز ریس کا گھوڑا بھی زرافہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ تیس میل فی گھنٹہ کے حساب سے لگاتار دوڑ سکتا ہے۔

جب ہم دوسرے جانوروں کے مقابلے میں زرافہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ جانور ہمیں عجیب الخلقت معلوم ہوتا ہے۔ کسی شاعر کی محبوبہ کی طرح اس کی گردن صراحی دار تو ہوتی ہے لیکن شب فرقت کی طرح طویل۔

قد و قامت میں بھی زرافہ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ دنیا کا سب سے اونچا جانور ہے۔ شاعر کے تخیل سے بھی بلند تر۔ کبھی کبھی اس کی اونچائی اٹھارہ فٹ کے آخری انچ کو چھو لیتی ہے۔ اس کا سر چھوٹا ہوتا ہے لیکن بہت مضبوط۔ زرافہ کی آنکھوں کی آہو چشمی معصومیت کا اظہار کرتی ہے۔ اس کے چاروں پیر لمبے اور ایک سائز کے ہوتے ہیں پھر بھی اس کے کندھے اونچے اور پشت ڈھلوان ہوتی ہے۔

زرافہ ایک بے ضرر اور شریف جانور ہے۔ کسی چیز پر حملہ نہیں کرتا لیکن جب اس پر حملہ کیا جاتا ہے تو وہ بڑا مردانہ وار مقابلہ کرتا ہے اور اپنے دشمن کو دولتیوں سے نیم بسمل کر دیتا ہے اور جوابی حملے میں اپنے سر کو لوہے کے ہتھوڑے کی طرح استعمال کرتا ہے چنانچہ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ شیر بھی اس پر حملہ کرتے وقت احتیاط برتتا ہے۔

اس وقت بھی آپ کو تعجب ہو رہا تھا جب ہم زرافہ کے قد کی لمبائی کے متعلق لمبی تان رہے تھے۔ آپ کو اس پر مزید تعجب ہوگا کہ یہ جانور اپنی درازیٔ زبان کے باوجود زبان درازی تو دور رہی، منہ سے چوں چرا بھی نہیں کر سکتا۔ خرگوش کی طرح زرافہ آواز سے محروم جانور ہے۔ لیکن یہ بات بھی اتنی ہی سچ ہے کہ ایک روز ہم نے ایک نیو (چڑیا گھر) میں ایک مادہ زرافہ کے منہ سے "مو" سنا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زرافہ کا بچہ جب بھوک سے بیتاب ہو جاتا ہے تو کبھی کبھار گائے کے بچھڑے کی طرح آواز نکالتا ہے۔ لیکن مشکل سے ہزاروں میں ایک آدھ ایسی مثال ملتی ہے۔ سائنسدانوں کو زرافہ کی جسمانی ساخت کا جائزہ لینے سے پتہ چلا ہے کہ اس میں خانۂ صدا نامکمل ہوتا ہے اس لیئے زرافہ عموماً آواز سے محروم ہی رہتے ہیں۔

جہاں قدرت نے زرافہ کو آواز کی نعمت سے محروم رکھا ہے وہاں اس کو دوسری خوبیاں اوسط درجوں سے زیادہ ودیعت کی ہیں۔ چنانچہ سونگھنے اور سننے کی طاقت سے اسے خوب نوازا گیا ہے۔ زرافہ کے کان اتنے حساس ہوتے ہیں کہ دھیمی سے دھیمی آواز بھی اسے سنائی دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ زرافہ اپنی ہی جگہ پر کھڑے رہ کر گول گھوم سکتا ہے۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔ علاوہ ازیں قدرت نے اس کو ایسا رنگ ودیعت کیا ہے کہ باوجود اتنے طول طویل قد و قامت کے وہ جنگل کی جھاڑیوں میں اتنا مدغم ہو جاتا ہے کہ پہچانا نہیں جاتا کہ یہ زرافہ ہے یا درختوں کے پتے۔

اندھیرے میں چمکتی آنکھیں

بلّی کی آنکھیں اندھیرے میں چمکتی رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کے اندرونی حصے میں خلیوں کی ایک تہہ ہوتی ہے جو روشنی کو منعکس کرتی ہے۔

½ منٹ کی نیند

سیل (دریائی بچھڑا) وقفہ وقفہ سے سوتا ہے اور ہر وقفہ صرف ½ منٹ کا ہوتا ہے۔

عبداللہ

مکڑی
کی مہندسانہ کاریگری

مکڑی ان کیڑوں میں سے ہے جو ساری دنیا میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی جسمانی ساخت گول اور بعض کی مثلث نما ہوتی ہے بلکہ بعض مستطیل جسم بھی رکھتی ہیں۔
اس کیڑے کے پیروں کی تعداد چار جوڑی ہوتی ہے۔ برخلاف حشرات الارض یا دوسرے کیڑوں کے جن کے تین جوڑی پاؤں ہوتے ہیں۔ عام طور پر مکڑیاں آٹھ آنکھوں والی ہوتی ہیں اور بعض حشرات الارض جیسے بچھو، چچڑیاں وغیرہ بھی اسی نوع میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے بھی پیروں اور آنکھوں کی تعداد اتنی ہی ہوتی ہے۔

مکڑیوں کی چالیس ہزار قسمیں ہیں جو سمندروں کے ساحلوں، دریاؤں کے کنارے وں، اور پہاڑیوں ٹیکریوں پر بھی پائی جاتی ہیں۔ ان میں وہ اقسام بھی ہیں جو مختلف بستیوں میں مختلف جگہوں پر مختلف رنگوں اور اقسام میں پائی جاتی ہیں۔ مکڑیاں چاہے کسی نوع کی ہوں سبھوں میں جالا بننے کی خصوصیت عام ہے بلکہ یہی جالا بننے کی خصوصیت ہے جس کی بنا پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ کیڑا مکڑی ہے ورنہ ان کی بعض قسمیں ایسی ہیں جن کی ساخت کی وجہ سے دھوکے میں ان کو بچھو سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ جالا جو مکڑیاں بُنتی ہیں، اس کا مخرج ان کا پیٹ ہے بلکہ پیٹ کے سرے پر ایک نقطہ سا ہوتا ہے جہاں سے مکڑیاں ریشم نما جالا
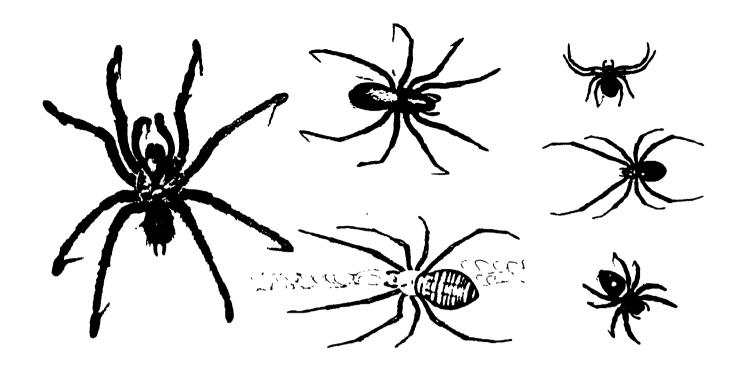
فوراً ضرورت کے ماتحت نکال لیتی ہیں۔ یہ عام بات سبھی جانتے ہیں کہ مکڑی اپنے شکار کے گرد جالا تن دیتی ہے تاکہ وہ کیڑے مکوڑے جنہیں یہ غذا کے طور پر استعمال کرتی ہے، اُڑ کر یا تیزی سے بھاگ کر نکل نہ جائیں۔ پس وہ جالا جو مکڑی اپنے شکار کے گرد تنتی ہے ایک حصار ہوتا ہے جو کیڑے مکوڑوں کو مکڑی کے قبضے سے بچ نکلنے سے روکتا ہے۔ وہ جالا جو مکڑی تنتی ہے اور جو ریشمی تار اس کے پیٹ سے نکلتا ہے یعنی اس نقطے سے نکلتا ہے جو اس کے پیٹ کے سرے پر ہوتا ہے اس کے لئے اس کے انڈوں کی حفاظت کے کام بھی آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے کیڑے مکوڑے اس کے انڈوں تک رسائی نہیں پاتے۔

مکڑی کے ریشمی تار جیسے جالے کے ساتھ ایک اسلامی تاریخی واقعہ بھی وابستہ ہے۔ ہجرت کی رات جب آپؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ ان کے گھر سے نکلے تھے تو غارِ ثور میں ٹھہرے تھے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ دونوں اصحاب جیسے ہی غار میں داخل ہوئے، قدرتِ الٰہی سے ایک مکڑی نے اندر کی طرف سے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور جوں ہی مکڑی جالا تن کر ہٹی، ایک مادہ کبوتر نے غار کے منہ پر بیرونی حصے کی طرف ایک انڈہ دیا اور بیٹھی رہی۔ قدم کے نشانات سے پتہ چلانے والے ماہرین اس غار کے منہ تک آپ کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو مکڑی کا جالا اور کبوتر کے انڈے کو دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ مادہ کبوتر قدم کے ماہروں کو دیکھ کر انڈے پر سے اُڑ کر الگ جا بیٹھی تھی۔ آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اِس غار میں تین دن تک ٹھہرے تھے۔

مکڑیوں کی خوراک جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے خاص طور سے کیڑے مکوڑے ہیں۔ ان کے پیٹ سے ایسے مادے نکلتے ہیں جو Enzymes کہلاتے ہیں اور جو شکار کئے گئے کیڑے یا پروانے کے جسموں اور ریشوں کو گلا دیتے ہیں جس سے وہ شکار بھاگ کر نکل جانے کے قابل

نہیں رہتا۔ پھر مکڑی اپنے شکار کو اس مادہ کے ساتھ کھا جاتی ہے جسے وہ اپنے منہ سے نکالتی ہے اور صرف خول یا پر باقی رہ جاتا ہے۔

مکڑی پرندوں کی طرح انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈے مادہ مکڑی کبھی اپنے گھٹ بنے ہوئے جالوں پر دیتی ہے، کبھی کسی خول دار چیز میں اور کبھی کسی ٹاٹ یا کپڑے کے ٹکڑے پر جن کی تعداد کبھی چند عدد ہوتی ہے اور کبھی سینکڑوں۔ چند ہفتوں میں پرندوں کے چوزوں کی طرح مکڑی کے بچے خول توڑتے ہیں لیکن پھر بھی اندر ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس حالت میں ان نوزائیدہ بچوں کے نہ بال ہوتے ہیں اور نہ اعضا میں مناسب سختی۔ پھر جیسے جیسے سختی آتی ہے، یہ نوزائیدہ مکڑیاں ایک یا دو یا تین پھیروں میں خول کو پوری طرح توڑتی ہیں اور چند دنوں میں باہر نکل آتی ہیں۔

آپ نے وہ واقعہ تو سنا ہوگا جو کنگ اور اسپائڈر، کے نام سے مشہور ہے کہ کس طرح ایک بادشاہ شکست کھانے کے بعد، کسی پہاڑ کے غار میں پوشیدہ تھا اور اپنی شکست خوردگی پر غور و فکر میں مبتلا تھا۔ کس طرح ایک مکڑی نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک، اپنی ناکامیوں کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور کوششوں کے ذریعے جالا بنانے میں کامیاب ہوئی اور کس طرح بادشاہ کو اس مکڑی کے واقعہ سے ہمت نہ ہارنے کا حوصلہ ملا۔ جس پر عمل کرتے ہوتے بالآخر بادشاہ نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت پھر جیت لی۔

اس واقعہ کے ذریعے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مکڑی جو جالا تنتی ہے وہ کوئی بے اصولی چیز نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ قدرت نے اسے خود اس کے گھر کے سلسلے میں علم ہندسہ کا ماہر (آرکیٹیکٹ) بنا کر پیدا کیا ہے۔ ہم چند مثالوں کے ذریعے علم ہندسہ میں اس مہندس کیڑے (مکڑی) کی مہارت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سامنے جو جیومیٹری نما تصویریں دی گئی ہیں، ان میں تصویر م۱ اور تصویر م۲ بڑی حد تک سادہ تصویریں ہیں۔ تصویر م۳ میں مکڑی نے نصف قطر کی شکل میں جالا بنانے کی کوشش کی ہے لیکن واضح رہے کہ مرکز پہلے ہی

ط بنایا جا چکا ہے۔ تصویر ۴ میں جالوں کے
ے مرکز سے گرد ایک دائرہ بنایا گیا ہے جو نقطوں
کل میں ہے۔ تصویر ۵ میں جہاں نقطوں کا دائرہ
ا ہے وہیں سے مکڑی نے دوسرا دائرہ بنا شروع
ہے۔ واضح رہے کہ یہ دوسرا دائرہ سادہ جالا نہیں بلکہ
سے لسدار مادّے کا ہے جو مکڑی شکار کو بے حس کرنے
لئے نکالتی ہے جبکہ نقطوں والا دائرہ جو شکل ۴ میں ہے
مادّے کا نہیں ہے۔ اب تصویر ۶ کو دیکھئے اس کے
ں والے دائرے کو مکڑی نے گھٹانا شروع کیا ہے اور
جگہ لسدار مادّے کا جالا تعمیر کیا۔ آخری تصویر ۷
نقطوں والا دائرہ قطعاً ختم ہو چکا ہے اور اس کی جگہ
نے لسدار مادّے کا حصار یا دائرہ کھینچ دیا ہے۔ یہ
دائرہ مکڑی کے مکمل جالے دار گھر کی تصویر ہے جو
ر۔ بیٹھنے والے کیڑے مکوڑوں کو اس طرح چپکا لیتی ہے
یا پروانہ نکلنے کی جتنی کوشش کرتا ہے اتنا ہی اس
میں چپک کر پھنستا چلا جاتا ہے۔

مکڑی کی مختلف قسمیں جالا بھی مختلف اقسام کے
ہیں۔ مثال کے طور پر دی ہوئی تصویر میں جو جالا
یا گیا ہے وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک
لمبی اور وسیع جگہ میں بنایا ہوا جالا ہے ایسا ہی جالا
بار کی کوششوں کے بعد مکڑی بنا سکتی ہے، بادشاہ
لئے نصیحت آموز ثابت ہوا تھا۔

چھوٹی بھورے رنگ کی مکڑی جو گھروں میں عام طور
پائی جاتی ہے اور کہیں کونوں میں، کہیں لکڑی کے فرنیچر
نیچے کہیں کھڑکیوں کے کونوں پر جالا بناتی ہے۔ وہ
معمولی قسم کی مکڑی ہے جو جال کی قسم کا ایک جالا
تی ہے اور پھر اس کے نیچے کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر
ر کا انتظار کرتی ہے۔ اسی طرح بعض مکڑیاں
تہ نما، بعض ٹیوب کی طرح دائرہ دار اور بعض قیف
ی یا پُسّنی) (Funnel) کی طرح جالا بناتی ہیں
کہ مکوڑے اس پر گریں اور پھنس جائیں۔ وہ مکڑیاں
باغات میں ہوا کرتی ہیں، وہ بُننے والی مکڑیاں ہوا کرتی
، جو عموماً بڑا چمکدار اور کھلی جگہ میں ایک سرے
سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا جال بناتی ہیں۔

یہی جال جو مکڑی کا گھر ہے اور دنیا کا کمزور ترین گھر
ہے۔ غور کریں تو قدرت کی طرف سے مکڑی کے لئے گھر
بیٹھے شکار حاصل کرنے کا انتظام ہے

مکڑیاں، چھوٹی ہوں یا بڑی ایک قسم کا زہر پیدا
کرتی ہیں جسے وہ اپنے شکار کے جسم کے اندر ان پاؤں
کے سروں کے ذریعے داخل کرتی ہیں جو پنجوں کی طرح
کسی قدر کانٹے دار اور نوک دار ہوتے ہیں۔ جو مکڑیاں
جالا تنتی ہیں وہ اپنے شکار کو جالوں سے باندھ دیتی ہیں۔
اور پھر شکار کے جسم میں اپنا زہر داخل کرتی ہیں اور
چونکہ اس زہر سے شکار عموماً بے جان ہو جاتا ہے اس
لئے مکڑی اسے آسانی سے اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔ اکثر
دیکھا گیا ہے کہ مکڑی کے جالے کے آس پاس مکوڑوں
کے جسم کے کھپرے، بعض قسم کے خول اور ٹڈیوں اور
پروانوں کے پر یا ٹانگیں پڑی ہوئی رہتی ہیں جس
سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکڑی کی خوراک صرف وہی چیزیں
ہیں جس کو وہ اپنے زہر سے نرم اور اپنے لئے
قابلِ استعمال بنا لیتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی
چیز اس کی خوراک نہیں ہے۔ اس لئے اس بات کی احتیاط
کی جانی چاہیئے کہ پکاتے وقت یا پکانے کے بعد کھانے
کی چیزیں کھلی نہ رکھی نہ جائیں اور یہ بھی کہ جہاں تک
ممکن ہو سکے کھانے کی چیزوں، پھلوں وغیرہ کو جو دھوئے
جانے کے قابل ہوں کھانے سے پہلے ضرور دھو لیا جائے
تاکہ مکڑی کے زہر سے محفوظ رہیں۔

چونکہ مکڑی کافی بلندی پر یعنی ہزاروں میٹر کی اونچائی
تک جا سکتی ہے اور اسی طرح دو کلومیٹر تک اپنے پیٹ
سے نکالے گئے جالے نما تار کا سہارا پاکر فاصلہ طے کر سکتی
ہے اور سمندر کے ساحلوں کے قریب پتھروں کے نیچے
ٹیکریوں اور چٹانوں میں کہیں دب کر بیٹھی رہ سکتی ہے۔
اس لئے ہر مرحلے پر اس کے زہر سے محتاط رہنے کی
کوشش ضروری ہے۔

راج

انصار قریشی
۵۸/۱۸ ۔ حبیب منزل
ڈٹھلکر روڈ، بمبئی ۴۰۰۰۰۸

وقت کا احساس جانوروں میں

مرغا صبح ٹھیک ۴ بجے ہی کیوں اذان دیتا ہے۔ حالانکہ اس وقت کتنی میٹھی نیند آتی ہے لیکن مرغا بھی تو حلق پھاڑ کر ککڑوں کوں کی صدا بلند کرتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مرغے کا گلا ہی دبا دیں۔ مرغا ہی سبق دیتا ہے کہ اکثر و بیشتر جانداروں میں قدرتی طور پر سونے جاگنے، کھانے پینے کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔ ان میں وقت کا اتنا صحیح احساس دیکھ کر قدرت کی کاریگری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

مرغی کو دیکھئے وہ انڈے دینے کے بعد روزانہ انہیں سیتی ہے۔ وہ دن بھر انڈوں پر نہیں بیٹھتی بلکہ کچھ خاص وقت تک انڈوں پر بیٹھ کر انہیں گرمی پہنچاتی ہے — اکیس دن بعد بچے نکل آتے ہیں۔ مرغی کو احساس ہو جاتا ہے اور وہ ۲۱ویں دن انڈوں کو صرف دیکھتی ہے۔ جیسے ہی شام کا جھٹپٹا ہوتا ہے پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹنے لگتے ہیں۔

مگرمچھ کی مادہ خاص ایام میں دریا کے کنارے آکر مٹی کھود کر گڈھا بناتی ہے اور انڈے دیتی ہے اور انہیں دوبارہ مٹی سے ڈھانک کر چلی جاتی ہے۔ تین ماہ بعد وہ اسی جگہ آتی ہے اور اپنے بچوں کو لے کر چلی جاتی ہے۔ اسے کس طرح اندازہ ہوتا ہے کہ تین ماہ پورے ہو گئے اور یہ بھی کہ اس نے انڈے کہاں دیئے تھے۔

جوار کی بڑی لہر کے ساتھ بہت سے آبی جانور جیسے سیپی، گھونگھے، چھوٹی مچھلیاں، جیلی فش، جھینگے اور کیکڑے کنارے آجاتے ہیں لیکن جب لہر لوٹتی ہے تو وہ پڑے رہ جاتے ہیں۔ اس وقت ساحل کی چڑیاں ٹوٹ پڑتی ہیں اور دعوت اڑاتی ہیں۔

امریکہ میں سمندر کے مغربی کنارے پر جب دن کے دس بجتے ہیں تو مشرقی کنارے پر اس وقت دوپہر کا ایک بجتا ہے۔ سمندر کے مشرقی کنارے پر شہد کی مکھیوں کے ایک غول کو ایک بجے دوپہر کو کھانے کی تربیت دی گئی۔ پھر انہیں جہاز کے ذریعے مغربی کنارے پر لے جایا گیا۔ وہاں صبح کے دس بجے مکھیاں اپنے چھتے سے کھانے کے لئے نکل پڑیں، جیسے ان کی گھڑی نے ایک بجائے ہوں۔

جانوروں کی طرح پودوں میں بھی وقت کا احساس پایا جاتا ہے مثلاً گل دوپہری نام کے پودے کو معلوم ہے کہ دوپہر ہو گئی اور اس کی شاخوں پر سرخ پھول کھل جاتے ہیں۔ رات کی رانی کو بھی دن رات کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ وہ رات کو بہار دیتی ہے۔

سورج مکھی کو پتہ چلتا ہے کہ سورج کب طلوع ہوا۔ کب دوپہر ہوئی اور کب سورج غروب ہوا۔

گل داودی جاڑے کے موسم میں کھلتا ہے۔ اسے کیسے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی لمبائی کم ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ قطب شمالی اور جنوبی کے بہت سے پرندے نقل مکانی کرتے ہیں۔ انہیں سمتوں کا احساس کس طرح ہوتا ہے۔ الو رات کو شکار کرنے نکلتا ہے۔ دن بھر وہ سوتا اور آنکھ بند کئے رہتا ہے۔

درختوں کا خوبصورت محافظ

جس طرح ہم مختلف قسم اور طرز کے گھر بناتے ہیں۔ اسی طرح پرندوں کی بھی عادت ہے۔ قدرت نے ان ننھے منے پرندوں کو ایسی تخلیقی پرواز بخشی ہے کہ ہم انسان انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بیا کا گھونسلہ اس کی ذہانت کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ بیا کی جان بہت ننھی سی ہے لیکن اس کی تعمیر ایک عجوبہ سے کم نہیں۔ وہ بارش کے ایام میں اپنے اندھیرے گھونسلے کو روشن کرنے کے لئے جگنو پکڑ کر گھونسلے میں لاتی ہے اور اس طرح اس کا گھونسلہ روشن رہتا ہے۔ قدرت نے کوئی بھی جاندار بے کار پیدا نہیں کیا۔ بقول علامہ اقبال:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں   کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

درختوں کا خوبصورت محافظ ہُدہُد بھی ایک ننھا سا ہ ہے۔ انگریزی میں اس کو وڈ پیکر (WOOD PECKE) کہتے ہیں جبکہ ہم اپنی دیسی ٍیں ہُدہُد کہتے ہیں۔

جس طرح اس کا نام ہے اسی طرح اس کا کام بھی ہے۔ وہ درختوں کے تنوں کو کھود کر اپنا گھونسلہ اور گھر بناتا ہے۔ اس ننھے سے پرندے کی چونچ لمبی اور مضبوط ہوتی ہے۔ جتنے پرندے ہیں ان میں ہُدہُد کی چونچ کا مضبوطی میں جواب نہیں۔ ہندوستان میں مختلف قسم کے ہُدہُد ملتے ہیں۔ ان میں عام طور پر سنہری چونچ والا ہُدہُد ہے۔ یہ رنگین پر ... ہے۔ اس کا جسم مینا کے برابر ہوتا ہے اور اس کے جسم کا اہم ترین حصہ اس کی چونچ ہے۔ چونچ کے ذریعے وہ درختوں کے تنوں میں سوراخ کرتا ہے اور کافی بڑا سوراخ کرتا ہے یہی سوراخ اس کا گھر ہوتا ہے۔ اپنی چونچ سے نہ صرف یہ کیڑے مکوڑے کھاتا ہے بلکہ اس طرح درختوں کو ان کیڑوں سے پاک کرتا ہے۔ اس کے پیر میں چار پنجے ہوتے ہیں دو آگے اور دو پیچھے۔ ہُدہُد فروری سے جولائی تک جوڑے بناتا ہے لیکن اس سے قبل وہ اپنا گھر بنا لیتا ہے۔ عام طور پر ہُدہُد تین انڈے دیتا ہے۔ عام پرندوں کی طرح ہُدہُد نر اور مادہ بھی اپنے اپنے کام کرتے ہیں۔

نئی بمبئی کی تصویری جھلکیاں

نئی ممبئی میں چہل پہل کے مناظر

زمی راج

شری آر. کے. جھا
چیف ٹرانسپورٹیشن اینڈ کمیونیکیشن پلانر

نئی ممبئی کیلئے ریلوے نظام

تھانے
کلوا
کرلا
دادر
مانخورد
واشی
بیلاپور
پنویل
ایلیفنٹا
اُرن
موجودہ ریلوے لائین
مجوزہ ریلوے لائین
(مانخورد۔ بیلاپور)
کلوا۔ تربھے ریلوے لائین
(زیرِ تعمیر)
مستقبل میں ریلوے لائین کا منصوبہ
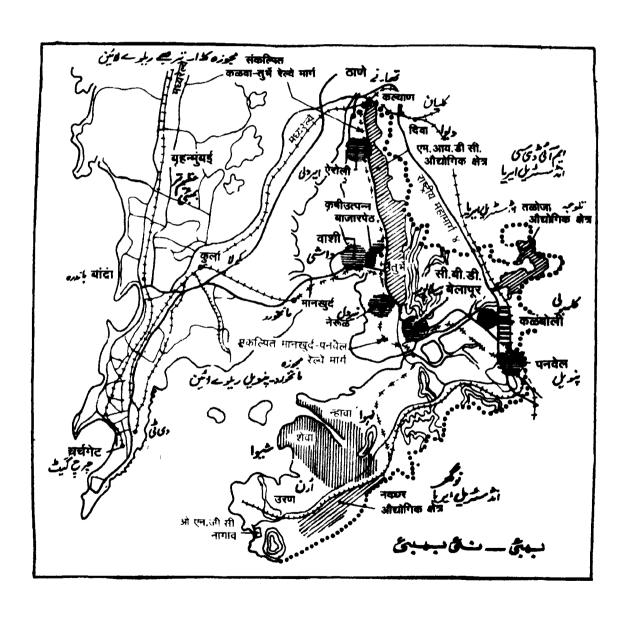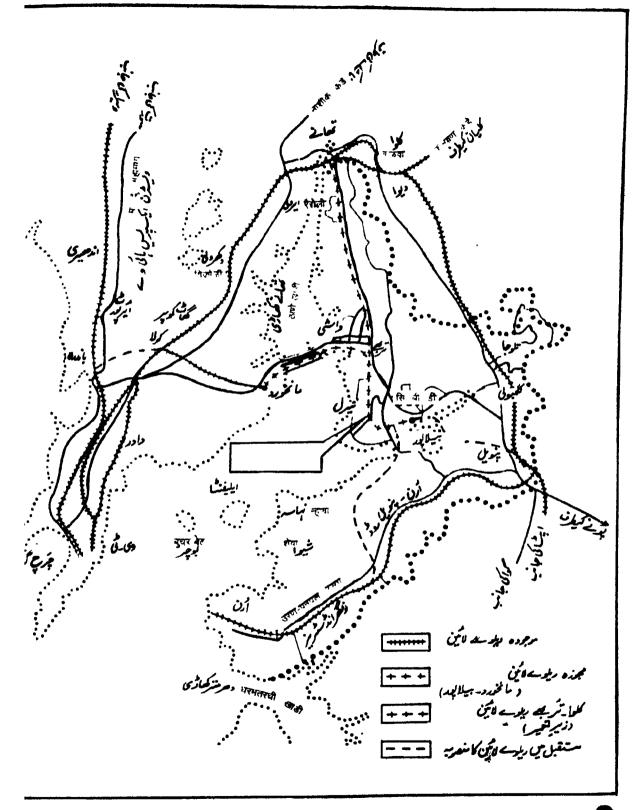
نئے بمبئی کو ساحلِ بمبئی کے اس پار ترقی دیا جا رہا ہے تاکہ بمبئی کی بڑھتی ہوئی بھیڑ بھاڑ میں کمی لائی جا سکے۔ اس کے لئے معاشی سرگرمیوں کو اور آبادی کو بمبئی سے نئے بمبئی کی طرف منتقل کرنے کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔ نئے بمبئی کو ترقی دینے کے لئے جو نیا پلان بنایا گیا ہے، اس کے تحت اس صدی کے اختتام تک ۲۰ لاکھ آبادی کو دوبارہ بسانا اور ۸ لاکھ کو ملازمتیں مہیا کرنا مقصود ہے۔ یہ بات بھی پیشِ نظر ہے کہ نئے بمبئی میں زندگی بمبئی کے مقابلے میں بہتر طور پر بسر ہونی چاہیئے اور لوگ زیادہ خوشی اور اپنے کام کی جگہ کے قریب رہائش اختیار کر سکیں۔

شہر کا منصوبہ بنانے والوں نے نئے شہر کی نقل و حمل کی ضروریات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ کام کو انجام دینے میں جو لاگت آئے گی اس پر غور کرتے ہوئے نئی بمبئی کے ترقیاتی پلان نے کمیوٹر ریلوے سسٹم کا ایک جال سا بچھا دینے کا بندوبست کیا ہے۔ اس شہر کا منصوبہ بناتے وقت پوری کوشش کی گئی ہے کہ آبادی کے زیادہ سے زیادہ حصے کو اور ملازمت کی جگہوں کو تجویز کردہ ریلوے اسٹیشنوں کی جگہوں سے اتنے فاصلے پر رکھا جائے کہ اسے آسانی کے ساتھ پیدل طے کیا جا سکے۔ اس کا بھی اور مناسب انتظام کیا گیا ہے کہ اس صدی کے ختم ہونے کے بعد بھی آئندہ کی ضرورت سے نمٹنے میں آسانیاں بدستور رہیں۔

نئی بمبئی بلحاظ رقبہ تقریباً ۳۴۴ مربع کیلومیٹر ہے یعنی بمبئی عظمیٰ کا تین چوتھائی (۳/۴)۔ یہ نیا شہر خطِ مستقیم میں اور بمبئی کے قریب قریب متوازی ہے۔ اس کے بموجب ریلوے سسٹم کی پلاننگ دو مضبوط پٹیوں سے پہلو بہ پہلو کی گئی ہے یعنی شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً۔ وہ پٹی جو شمال تا جنوب ہوگی، کلوا سے شروع ہوگی۔ یعنی موجودہ مضافاتی طریقے میں جو کلوا ہے وہاں سے روانہ ہوگی، تھانے۔ بیلاپور انڈسٹریل (صنعتی) علاقے کے درمیان سے واشی ٹیرل۔ نئی بمبئی کے (سی بی ڈی) یعنی بیلاپور سے گذرتی ہوئی اور آگے بڑھتی ہوئی بندرگاہ نہاوا۔شیوا اور اورٹن پر ختم ہوگی اور وہ پٹی جو مشرق سے مغرب کی طرف جائے گی اور شہر بمبئی کو نئی بمبئی سے جوڑے گی، وہ باندرہ سے شروع ہوگی اور کرلا، مانخورڈ واشی بیلاپور (سی بی ڈی) اور پنویل سے گزرے گی۔ نئی بمبئی کے سنٹرل بزنس ڈسٹرکٹ کے لئے جو نئی بمبئی کے مرکزی مقام پر ہوگا، ایک دائرے دار گول ریلوے مہیا کی جائے گی جسے شمال تا جنوب اور مشرق تا مغرب بنی ہوئی دونوں پٹیوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ شہر کے بیچ سفر کی ضرورت پوری کرنے کے لئے، نئی بمبئی کے سنٹرل بزنس ڈسٹرکٹ (مرکزی کاروباری ضلع) کے جنوبی مقام پر ایک بڑا ریلوے ٹرمینس بھی بنانے کی تجویز زیرِ غور ہے جہاں نئی بمبئی کے مجوزہ کمیوٹر ریلوے سسٹم کے ساتھ ادل بدل کرنے کی سہولت رکھی جائے گی۔ جب تجویز کردہ ریلوے سسٹم بالکل تیار ہو چکے گا تو ۸۰ فیصد سے زیادہ [illegible] اور ملازمتیں ریلوے اسٹیشنوں سے اتنے فاصلے پر ہوں گی جہاں پیدل پہنچ جانا ممکن ہوگا۔ اس طرح آنے جانے کے دوسرے طریقوں کا سہارا لینے کی ضرورت بہت کم پیش آئے گی۔

منصوبہ نئی بمبئی کی ابتدا کو ۱۴ برس ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں جو تجربہ ہوا ہے اس سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نئی بمبئی کی ترقی کو جلد از جلد عملی شکل دینے کے لئے آمد و رفت اور نقل و حمل کا بہتر انداز میں مہیا کرنا یعنی کمیوٹر ریلوے سسٹم شروع کرنا ضروری ہے۔ اس بنا پر گذشتہ

چار برسوں سے سڈکو (سی آئی ڈی کو) ان تجویز کردہ ریلوے لائنوں کی تعمیر کے لئے لگاتار کوششوں میں مصروف ہے اس کے لئے اس نے ریلویز کو اس کام کے انجام دینے یا ان کے لئے وسائل کا انتظام کرنے کی طرف رغبت دلائی۔ ان کوششوں کے نتیجے میں نیچے مذکور پروجیکٹوں پر تعمیری کام شروع کیا جا چکا ہے :

(الف) کلوا۔ تربھے۔ سن پاڑہ۔ بیلاپور ریلوے پروجیکٹ

(ب) مانخورد بیلاپور ریلوے پروجیکٹ

کوششیں کی جا رہی ہیں کہ بیلاپور سے پنویل کے لئے بھی ریلوے لائن تعمیر کی جائے تاکہ بمبئی سے تھانے تا پنویل براہ بیلاپور (سی بی ڈی) تک ٹرین سروس کو بڑھانے میں آسانی ہو۔

کلوا۔ تربھے۔ سن پاڑہ بیلاپور ریلوے پروجیکٹ

یہ ریلوے لائن کلوا سے سینٹرل ریلوے کی مین لائن سے شروع ہوتی ہے۔ موجودہ تھانے بیلاپور روڈ کے ساتھ دوڑتی اور سن پاڑہ پر مانخورد۔ بیلاپور ریلوے لائن سے مل جاتی ہے۔ یہ ۲۴ کیلو میٹر طویل ریلوے لائن بطور سامان بردار ریلوے لائن کے تعمیر کی جا رہی ہے تاکہ ابتداً اس کے ذریعے تربھے میں زرعی پیداوار کی تھوک فروش مارکیٹ کی ضرورتیں پوری ہوں۔ شروع میں یہ سنگل لائن کی الیکٹرک سے چلنے والی ٹرین کے لئے ہوگی لیکن یہ انتظام بھی ہوگا کہ اسے ڈبل لائن پر درمیانی اسٹیشنوں تک لے جانا ممکن ہو تاکہ ان پر کیسوٹر (مسافر) گاڑیاں چلائی جا سکیں۔ اس پروجیکٹ کی تعمیر سڈکو کے ذریعے بی ایم آر ڈی اے کی مالی مدد سے ہو رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۸۸ء کے ابتدائی مہینوں میں اس لائن پر گاڑیوں کی آمد و رفت ہونے لگے گی۔

مانخورد۔ بیلاپور ریلوے پروجیکٹ

مانخورد۔ بیلاپور ریلوے لائن کی تعمیر تاکہ بمبئی اور نئی بمبئی کے درمیان مسافروں کی سہولت کے لئے گاڑیاں چلنے لگیں۔ یہ ریلوے لائن مشرق تا مغرب ریلوے پٹی کا ایک حصہ ہوگی۔ اس ریلوے لائن کی لمبائی تقریباً ۷ا کیلو میٹر ہے جس میں دو کلو میٹر لمبا پل ہے تھانے کی کھاڑی کے آر پار، بمقام واشی بھی شامل ہے۔ اس پروجیکٹ کا کل تخمینہ ۱۲۰ کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ امید ہے کہ ۱۹۹۰ء کے آخر تک اس ریلوے لائن پر گاڑیوں کی آمد و رفت ہونے لگے گی۔ اس پروجیکٹ پر ہونے والے مالی خرچ کی تکمیل کے لئے شرکت کا ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کے مطابق اس پروجیکٹ میں مرکزی حکومت، ریاستی حکومت اور سڈکو شریک ہیں۔

اس طرح سڈکو ایجنسی کی وساطت سے ۸۰ کروڑ روپے ریاستی حکومت مہیا کرے گی اور باقیماندہ ۴۰ کروڑ روپے کا انتظام ریلویز کے ذمہ ہوگا۔ ۸۰ کروڑ روپے کا انتظام کرنے کے لئے (سڈکو) کو یہ اختیار دیا گیا ہے آئندہ چار سال کی مدت میں وہ ضروری ڈبنچروں کے ذریعے مذکورہ رقم حاصل کرے۔ اس انتظام کی بدولت اس پروجیکٹ کے لئے ضروری رقوم کا حصول قطعی یقینی ہوگا اور اس طرح پابندی وقت کے ساتھ پورا کئے جانے والے پروگرام کی حیثیت سے اس پروجیکٹ کو ۱۹۹۰ء کے آخر تک مکمل کرنا ممکن ہو سکے گا۔

ترجمہ: عبداللہ

53

بیلاپور (سی۔ بی۔ ڈی) میں فنکاروں کے گاؤں کا منظر

"نیو ناشک پروجیکٹ" کا علاقہ ۴۰ ہیکٹر زمین پر مشتمل ہے۔ سڈکو نے مکانات کی ۴ اسکیموں پر جو کہ ۳۰۰۲، ا گھروں پر مشتمل ہے، کام پورا کر لیا ہے۔
"نیو نامبرٹ" میں ۹۰ ہیکٹر اراضی کی ترقی کا کام شروع کر دیا ہے۔ یہ اراضی عثمان نگر روڈ پر ایم آئی ڈی سی کے بالمقابل واقع ہے۔ سڈکو مکانات بنانے کی تین اسکیموں کو عملی جامہ پہنا چکی ہے اور اس طرح ۲۹۸۲ گھروں کی تعمیر کا کام "ہڈکو" کی مالی امداد والی اسکیم سے پورا ہو چکا ہے۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

ایک ادبی سفر

کیا بتائیں کس خیاباں کے سفر سے آئے ہیں — زندگی! ہم چاکِ داماں کے سفر سے آئے ہیں
اہتزازِ روح سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم — اک عجب سرشاریٔ جاں کے سفر سے آئے ہیں
دل میں کیوں تازہ ہے پھر جی سے گزر جانے کا شوق — شاید اک تجدیدِ پیماں کے سفر سے آئے ہیں
دوستوں کی وہ محبت، وہ توجہ، وہ تپاک — کتنی دلکش بزمِ یاراں کے سفر سے آئے ہیں
کیوں ہماری مسکراہٹ میں ہے اشکوں کا گزر — کس دیارِ وصل و ہجراں کے سفر سے آئے ہیں
ہم کبھی عمرِ گزشتہ چھوڑ آئے تھے جہاں — آج اسی اپنے شبستاں کے سفر سے آئے ہیں

ہر نفس پر ہو رہا ہے موجِ نکہت کا گماں
زندگی! ہم کس گلستاں کے سفر سے آئے ہیں

یوں تو مجھے پاکستان جانے کے مواقع کئی بار ملے ہیں۔ اتنی بار کہ شاید میں ان کی تعداد بھی نہ گن سکوں — لیکن کسی وفد کے رکن کی حیثیت سے مجھے پاکستان جانے کا اتفاق پہلی بار ہوا جب ۷/ جنوری سے ۱۸/ جنوری تک حکومتِ ہند کے ایک وفد کے رکن کے طور پر مجھے کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد اور لاہور جانے کا موقع ملا۔

یہ میری زندگی میں ایک نیا تجربہ تھا اور ایک نہایت ہی خوشگوار تجربہ۔ سب سے عمدہ بات تو یہ کہ قائد کنور مہندر سنگھ بیدی کی شخصیت نے اس وفد کے وقار اور مرتبے میں اضافہ کیا۔ پاکستان میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کو جو رتبہ و مقام حاصل ہے وہ بہت کم ہندوستانیوں کو حاصل ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی ایک دل خوش کن بات یہ تھی کہ وفد کے تمام اراکین علم و ادب کی دنیا میں ایک منفرد مقام کے حامل تھے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں، پروفیسر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر رفیعہ سلطانہ، ڈاکٹر فہمیدہ بیگم اور جناب ابوالفیض سحر کے ساتھ ملاقات اور بات چیت ویسے بھی کیفیت اہتزاز پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے اور جب ان حضرات کے ساتھ بارہ دن صبح و شام کی رفاقت میسر ہو تو اس سے حاصل شدہ مسرت کا بیان لفظوں میں کیسے ممکن ہے۔

اور پھر اہلِ پاکستان اور بالخصوص پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز کی مہمان نوازی نے ڈیلیگیشن کے لمحاتِ سفر کو اور بھی خوشگوار بنا دیا۔ پاکستان اکیڈمی کے ڈائرکٹر جنرل جناب غلام ربانی آگرو نے جو روزِ اول سے روزِ آخر تک وفد کے ساتھ رہے۔ ہم لوگوں کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

یہ سب باتیں اپنے قلم سے لکھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ پاکستان کے اہلِ قلم حضرات، سندھ کے وزیرِ اعلیٰ جناب سید غوث علی شاہ، پنجاب کے گورنر جناب مخدوم سجاد حسین قریشی، پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ جناب نواز شریف اور وزیرِ مال چودھری محمد اقبال صاحب اور مختلف علمی اور ادبی اداروں اور یونیورسٹیوں اور سب سے بڑھ کر پاکستان کے صدرِ محترم جنرل محمد ضیاء الحق نے اراکینِ وفد کی جو پذیرائی کی وہ اپنی مثال آپ تھی اور اسے دیکھ کر مجھے علامہ اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا "مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا"

یہ بھی اتفاق کی بات ہے کہ جن دنوں ہمارا وفد پاکستان کے دورے پر تھا انہی دنوں ہندوستان اور پاکستان کے وزرائے خارجہ کی ایک میٹنگ پاکستان میں ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ دونوں ملکوں میں تکنیکی اور مذہبی کتابوں کے تبادلے پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ میں اسے ہند و پاکستان کے ایک دوسرے سے قریب تر آنے کے لئے ایک نیک فال سمجھتا ہوں۔

ترقی اردو بیورو نئی دہلی کی منعقد کردہ نمائش کتب جو کراچی اور لاہور میں منعقد ہوئی جس میں ہزاروں لوگ آئے اور دونوں شہروں میں لوگ ہم سے یہی پوچھ رہے تھے کہ آپ فروخت کے لئے ان کتابوں کی مزید جلدیں ساتھ لائے ہیں یا نہیں ہم کچھ کتابیں خریدنا چاہتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ہم لوگوں پر واضح ہوگئی کہ اہل پاکستان ہندوستان میں چھپی ہوئی اردو کتابوں کو خریدنے کے لئے کس قدر آرزومند ہیں۔

اسی طرح دونوں شہروں میں ترقی اردو بیورو نئی دہلی کے زیر اہتمام منعقدہ سیمیناروں میں سامعین بڑی تعداد میں موجود تھے اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اہل پاکستان کے دلوں میں اہل ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کے لئے کتنی شدید خواہش موجود ہے۔ کتابوں کی نمائش اور سیمیناروں کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کے لئے ترقی اردو بورڈ نئی دہلی، اس کی ڈائریکٹر ڈاکٹر فہمیدہ بیگم اور ان کے تمام رفقائے کار جن میں ابوالفیض سحر تو ہمارے ساتھ شریک سفر ہی تھے، مبارکباد کے مستحق ہیں۔

روزنامہ جنگ "کراچی" اور روزنامہ نوائے وقت" لاہور کے دفاتر میں جو ادبی مذاکرے اور ہندوستان میں اردو کے بارے میں پاکستانی اہل قلم کی جانب سے جو سوالات کئے گئے اس سے یہ بات پوری طرح نمایاں ہوجاتی ہے کہ ہندوستان میں اردو کے کام سے پاکستانی اہل قلم صرف مطمئن ہی نہیں بلکہ ان کی نگاہ میں اس کام کی بڑی قدر ہے اور وہ ہندوستان میں اردو کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کے آرزومند ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وفد کو جو اپنی نوعیت کا پہلا وفد تھا، اسے خدا کے فضل و کرم سے اپنے مقاصد میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں ملکوں سے اسی طرح کے وفود کی آمد و رفت کا ایک سلسلہ باقاعدگی سے شروع کر دیا جائے۔ چونکہ ہندوستان کے ادیبوں کا ایک وفد پاکستان سے ہو آیا ہے۔ اس لئے اب ہندوستان کی طرف سے ایک دعوت پاکستان بھیجی جائے کہ وہاں کے ادیبوں اور اہل قلم حضرات کا ایک وفد یہاں آئے تاکہ ہم خلوص دل کے ساتھ ان سے کچھ کہہ سکیں۔

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

قارئین سے گذارش ہے کہ

- دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت 'حوالہ نمبر' ضرور تحریر فرمائیں۔ جو آپ کے خط یا رسالہ کے ریپر کے اوپری حصہ پر درج ہوتا ہے
- جواب طلب امور کے لئے جوابی خط / لفافہ یا ڈاک ٹکٹ روانہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائیں۔ ادارہ کی طرف سے ہر خط کا جواب روانہ کیا جاتا ہے۔
- منی آرڈر کوپن پر (منی آرڈر فارم کے نچلے حصہ میں) ہمیشہ اپنا پورا نام اور پتہ، پن کوڈ نمبر کے ساتھ صاف صاف اردو، مراٹھی، ہندی یا انگریزی میں ضرور تحریر فرمائیں۔ صرف دستخط سے نام اور پتہ کا علم نہیں ہوتا۔

(ادارہ)

رام پرکاش راہی

ساغر نظامی

وطنی شاعری کا عظیم فنکار

صوفیاء کرام کے علاوہ، ہندوستان کے مسلمان شاعروں کو اس ملک کی گنگا جمنی ثقافت کی تشکیل میں حصہ لینے کا شرف حاصل رہا ہے۔ امیر خسرو جائسی، رحیم، رس خان اور پھر نظیر اکبرآبادی، اکبر الہ آبادی، حسرت موہانی، جوش ملیح آبادی اور ساغر نظامی صاحب اسی سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

جناب محمد صمد یار خان ساغر نظامی ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر تک اس وقت تک کے رواج کے مطابق زیر تعلیم رہے لیکن گاندھی جی کی تحریک عدم تعاون سے متاثر ہوکر تعلیم کو خیر باد کہا اور ۲۶ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے انتقال کے بعد شاعری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناکر میدان عمل میں کود پڑے۔ اوائل میں علامہ سیماب اکبرآبادی کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا اور بعد میں ان سے علیحدہ ہوکر ذاتی کوششوں کی بنا پر اردو، فارسی، عربی، انگریزی وغیرہ میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر گئے۔ پھر زندگی کے طوفانوں سے دوچار ہوتے ہوتے بنتے سنورتے گئے۔ گویا بقول غالب ؎

اہلِ بینش کو ہے طوفانِ حوادث مکتب\
لطمۂ موج کم از سیلیٔ استاد نہیں

تحریک آزادی کی کشش اور اس سے وابستگی انہیں مولانا ابوالکلام آزاد۔ بلبلِ ہند سروجنی نائیڈو اور خود پنڈت جواہر لال نہرو کے قریب لے آئی۔ اس صورت حال نے ان کے جذبۂ حب الوطنی کو اور بھی جِلا دی۔ شعری میدان میں ہر صنف سخن میں انہوں نے طبع آزمائی کی۔ غزل اور غزل کے رومانی مزاج کی کشش تو تقریباً ہر اردو شاعر کے لئے رہی ہے اور غزل کے اعتبار سے ساغر صاحب اچھے فنکار ثابت ہوئے۔ لیکن گیت، نظم، اوپرا، مثنوی کو انہوں نے اپنے وسیع تر شعری وجدان کے اظہار کے لئے بڑے تپاک سے اپنایا۔ مختلف شعری اصناف اور ہیئتوں پر حاوی ہوتے ہوئے خوب سے خوب تر کی طرف بڑھتے گئے۔ اگرچہ ان کے عظیم کارناموں شکنتلا کا منظوم ترجمہ اور "انارکلی" کا اوپرا بھی ان کی وطن پرستی کے تحت منظر عام پر آئے تاہم ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خالص وطنی شاعری میں وہ کہاں سے چلے اور کہاں پہنچ گئے۔ لہٰذا ہمیں ان کے شعری مجموعے "بادہ مشرق" سے آغاز کرکے "نہرو نامہ" سے ہوتے ہوئے "مشعلِ آزادی" تک کی صورتِ حال کا جائزہ لینا ہے۔ ساغر صاحب کا تخلیقی رویہ جہاں ابتدا ہی سے اپنے فن میں جدت اور تنوع کا گرویدہ تھا وہاں ان کی فکری صلاحیتیں نظام کائنات کے آفاقی عوامل پر بھی گہری نظر رکھتی تھیں۔ چنانچہ انسانی معاشرے میں وہ ارتقا کے قائل تھے اور دنیا کی مختلف اقوام کے لئے سیاسی آزادی کو وہ پیدائشی حق تسلیم کرتے تھے۔ عالم وجود میں ارتقا اور اس میں آزادی کے مچلتے ہوئے ضمیر کے بارے میں وہ فرماتے ہیں ؎

زمانِ تعمیر کا پیمبر، جہانِ تازہ کا آسرا ہے\
یہ پیکرِ کائنات پر ایک جدید امکان کی ہے\
پرانا سنگیت خاک کرتا ہے تازہ سنگیت ڈھالتا ہے\
قدیم سازوں کی خاک سے یہ نیا ترنم ابھارتا ہے

یہ ارتقا ہے یہ ارتقا ہے، یہ ارتقا ہے یہ ارتقا ہے
جو تیرہ و تار شب میں ہر سو چراغ اپنے جلا رہا ہے

وہ ہر ملک اور ہر قوم کی آزادی کے خواہاں تھے
ان کے یہاں آزادی کا تصور گویا آفاقی ماہیت کا حامل
تھا۔ روحِ ارتقا سے اس کا سلسلہ ملاتے ہوئے انہوں
نے آزادی کے بیشتر خد و خال کو اپنے منفرد انداز و اسلوب
سے رنگارنگ پیکروں میں ڈھالا ہے جس کے چند نمونے
ان اقتباسات میں ہیں ؎

وہ آزادی جو درماندوں کو شانوں پر بٹھاتی ہے
جو ذرّوں کو ضیا دے کر مہ انوار بناتی ہے
جو روحِ ارتقا کے شوخ مکھڑے کا تبسم ہے
دلِ تاریک میں جو نور کی شمعیں جلاتی ہے
جہادِ زندگی کا اولین پیغام آزادی
وہ آزادی مجاہد کو جو پیغمبر بناتی ہے
مہ و خورشید کے مانند جو چھائی ہے عالم پر
شعاعوں کی طرح جو بحر و بر پہ جگمگاتی ہے
وہ آزادی جو فردا کے سفر کا سنگِ منزل ہے
ہزاروں آرزوؤں، ان گنت خوابوں کا حاصل ہے

ارتقا اور آزادی کے آفاقی تصورات کے
مستحکم شانوں پر اڑتے ہوئے ساغر صاحب مادرِ وطن کی
طرف اپنی سوچ کے دھارے کو موڑ دیتے ہیں۔ جب وطن
کے جذبے کو شعری اظہار دینے سے پہلے وہ روحِ وطنیت
کی پیکر تراشی کرتے ہیں۔

اور پھر جہاں انہیں وطنیت کی کمی کا احساس ہوتا
ہے تو اس صورتِ حال کو بھی شعری اظہار دینا وہ اپنا فرض
سمجھتے ہیں۔ اپنی سوچ سے وہ خود اس نفی کی صورت سے
ہی مثبت کا پہلو اجاگر کرتے ہیں اور ایک بصیرت
افروز رجائی رویّے سے وطنیت کی تلقین و تاکید کے
سہارے امیدوں کی حوصلہ افزا دنیا میں چلے جاتے ہیں۔
اپنی نظم "وطنیت" میں اپنی نگاہِ حقیقت آگاہ کا اظہار
کرتے ہیں۔ وطنیت کے پاکیزہ جذبے کو تشبیہ و استعارہ
جیسے شعری آلاتِ کار سے وہ کس خوبی سے ابھارتے
ہیں۔ اس کا اندازہ نظم کے ان دو بندوں سے لگایا جا سکتا
ہے ؎

بے نیاز اپنے چمن سے ہوں اگر سرو سمن
اور ننگِ وطنیت ہوں اگر اہلِ وطن
آدمی کو وطنیت کا اگر پاس نہ ہو
الفتِ باغ کی پھولوں میں اگر باس نہ ہو
پھول کو پھول نہ انسان کو انسان کہیے
اسے حیوان، اسے مردودِ گلستاں کہیے
خلقتاً اس کا محل صحنِ گلستاں میں نہیں
فطرتاً اس کی جگہ عالمِ امکاں میں نہیں
ہم اسے خطرۂ تہذیبِ بدن کہتے ہیں

رنگ و بو سے نہیں جب فطرتِ انساں خالی
وطنیت سے ہو پھر کیوں دلِ انساں خالی
وطنیت ہی حقیقت میں ہے وہ جذبۂ پاک
جس سے انسان کو ہوتا ہے وفا کا ادراک
وطنیت میں صداقت کی بھی ہے شانِ جمیل
وطنیت ہے مرے رائے میں ایمانِ جلیل
کر تو لے پہلے مذاقِ وطنیت پیدا
دل میں ہو جائے گا خود نورِ حقیقت پیدا
اسے خورشید محبت کی کرن کہتے ہیں

ان کے دل و دماغ میں روحِ وطنیت کا بے پایاں
تموج پھر انہیں آزادی کی طلب کی طرف راغب کرتا ہے۔
کیوں نہ ہو نیک احساس اور پاکیزہ جذبات ہر اس نیک
خواہش کے مستحق ہیں جو صرف ایک شاعر کے لئے ہی نہیں
ہے بلکہ ملک کے ہر کہہ و مہہ کے لئے ہے۔ ان کی ایک اور
ملاحظہ کیجئے جس میں نہ صرف آزادی کے فطری عوامل کے
گن گائے گئے ہیں بلکہ آزادی کے لئے تڑپ کے ساتھ
فردا کے خوبصورت تیور بھی بے نقاب کئے گئے ہیں۔

وہ نغمہ جو ہوا درد آفریں طائف کی چوٹی سے
ابھی تک روح میں ہے کیفیت افزائے آزادی
رہے گی تا ابد جاری ازل کی کارفرمائی
کمالِ شورشِ امروز ہے فردائے آزادی
ہے قائم حق و استحکام پر بنیادِ انساں کی
کبھی باطل نہ ہوگی فطرتِ آزادِ انساں کی
وہ آزادی قوی تر جس کے بازو ہیں حقیقت میں
وہ آزادی جو درماندوں کو شانوں پر بٹھاتی ہے

قومی،

وہ آزادی حفاظت جس سے ناموس قومی کی
وہ آزادی جو ظلم و جور کی بنیاد ڈھاتی ہے
وہ آزادی الہٰی خستہ کاموں کو بھی مل جائے
وہ آزادی الہٰی ہم غلاموں کو بھی مل جائے
زمیں سے آسماں تک حریت کا بول بالا ہو
ہمارے ہاتھ میں ہو نقشہ امکان آزادی
مساوات و اخوت ہوں، محبت کی حکومت ہو
ہمارا پرچم عظمت ہو اور میدان آزادی
غریب آبادیاں زرخیز خطوں میں بدل جائیں
غلامی کی بلائیں ایشیا کے سر سے ٹل جائیں
تری قربانیاں زنہار ضائع جا نہیں سکتیں
مگر پیدا دلِ بے کیف میں کیف شہادت کر
جو مستقبل میں فکرِ اہتمام سرفروشی ہے
تو اپنے خون سے رنگیں بیاض ملک و ملت کر
قدم ہیں چند باقی حد منزل تک پہنچے ہیں
ابھی کچھ اور کوشش کر ابھی کچھ اور ہمت کر
فریب ایوان آزادی ہے کیوں مایوس ہوتا ہے
تبسم کامیابی کا مجھے محسوس ہوتا ہے

ساغر صاحب کی رگوں میں پٹھانوں کے اس خاندان کا خون تھا جسے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے اور عملی طور پر انگریز دشمنی کی پاداش قریباً ملیامیٹ کر دیا گیا تھا۔ آزادی کی تڑپ اور اس کے لئے ایثار و عمل کا جذبہ انہیں تحریک آزادی کی رو میں لے آیا۔ میدان عمل میں وہ ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار رہے۔ اس صورت حال کا اظہار ان کی مشہور نظم "عہد" کے ان چند بندوں سے ملاحظہ کیجئے ـــ

جب طلائی رنگ سکوں کو نچایا جائے گا
جب مری غیرت کو دولت سے لڑایا جائے گا
جب رگِ افلاس کو میری دبایا جائے گا
اے وطن اس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤنگا
اور اپنے پاؤں سے انبارِ زر ٹھکراؤں گا
جب مجھے پیڑوں سے عریاں کر کے باندھا جائے گا
گرم آہن سے مرے ہونٹوں کو داغا جائے گا
جب دہکتی آگ پر مجھ کو لٹایا جائے گا
اے وطن اس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
تیرے نغمے گاؤں گا اور آگ پر سو جاؤں گا
حکم آخر، قتل گہہ میں جب سنایا جائے گا
جب مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھایا جائے گا
جب یکایک تختہ خونیں ہٹایا جائے گا
اے وطن اس وقت بھی میں تیرے نغمے گاؤں گا
عہد کرتا ہوں کہ میں تجھ پر فدا ہو جاؤں گا

ساغر صاحب قومی یکجہتی کے پرستار تھے۔ اقبال کی طرح انہوں نے ملک کے ایک خاص طبقے سے اختلاف رائے کے تحت کوئی نیا شوالہ نہیں تراشا۔ وہ مزاج اور کردار سے سیکولر تھے۔ وطن ہی ان کا معبود اور وطن ہی ان کا مسلک ایمان تھا۔ اپنے شعری اظہار میں انہوں نے اپنے آپ کو نیا پجاری گردانا ہے۔ اسی عنوان کی ایک نظم کے دو بند ہیں ـــ

کوئی ہے پرستار گیسوئے ہند
کوئی ہے بت سیم تن کا پجاری
کوئی سرخ ٹیکے پر سر دھن رہا ہے
کوئی شعلۂ انجمن کا پجاری
کوئی ہے مرید کنیزان کعبہ
کوئی دخترِ برہمن کا پجاری
مگر میرا ذوقِ پرستش جدا ہے
میں ساغر ہوں اپنے وطن کا پجاری

ہر ایک قید فرضی سے آزاد ہوں میں
ترقی دہ بزم ایجاد ہوں میں
عقیدے مرے سامنے کانپتے ہیں
اصولِ محبت کی بنیاد ہوں میں
نہ زنار کا غم نہ تسبیح کا
دماغی غلامی سے آزاد ہوں میں

مگر میرا ذوقِ پرستش جدا ہے
میں ساغر ہوں اپنے وطن کا پجاری

انہیں گاندھی جی، نہرو جی اور دیگر محبانِ وطن
کی سربراہی پر پورا اعتماد تھا۔ بطور ایک شاعر انہیں اپنے
اس فرض کا احساس تھا کہ شاعر کی آواز دلوں میں اتر کر
عوام کے جوش و خروش کو قائم رکھتی ہے اور حالات کا
اس انداز سے نقشہ پیش کرتی ہے جس سے مادرِ وطن کی
کے روشن مستقبل کی جھلکیاں پیش از وقت سامنے آنے
لگتی ہیں۔ ان کی ایک خوبصورت نظم "ہندوستان کے
" خاصی قابلِ توجہ ہیں ؎

وقت آئے گا پھولوں سے سجا دیں گے تجھے
وقت آئے گا کہ ہم دلہن بنا دیں گے تجھے
خون کے چھینٹوں سے رنگِ ارتقا دیں گے تجھے
گود میں لے کر ثریا پر بٹھا دیں گے تجھے

نغمۂ ہندوستان گونجے گا سازِ عرش پر
چوٹیاں ہوں گی ہمالہ کی فرازِ عرش پر

تیرے حامی ہیں بہت غم خوار تیرے اے وطن
اے وطن، ہیں جوش میں سرشار تیرے اے وطن
خون سے سینچیں گے برگ و بار تیرے اے وطن
خود رہیں گے خادم و دلدار تیرے اے وطن

لوٹ سکتا ہے بہارِ ہستیِ گلزار کون
ہم ابھی زندہ ہیں ہو سکتا ہے پھر حقدار کون

ہندوستان آزاد ہو گیا۔ ساغر صاحب جو فطرتاً
اسی انتظار میں تھے۔ ان کا دل باغ باغ ہو گیا ـــــ ایک
جذبۂ بے اختیار میں انہوں نے اس صورتِ حال کو لبیک
کہا اور پکار اٹھے ؎

پربت پربت، ساگر ساگر، پرچم اپنا لہراتا ہے
محلوں پہ، پلوں پہ، قلعوں پر عظمت کے ترانے گاتا ہے
گلبارِ ردائے آزادی سرشار جوانی کا پرچم
یہ امن کے نغموں کا مطرب، انصاف و صداقت کا علَم
تہذیب کا یہ زریں آنچل، تعمیر کا یہ رنگیں دامن
اے صبحِ وطن، اے صبحِ وطن

اس کے بعد ساغر صاحب کچھ دیر تک فلموں
رہے۔ ایشیا جیسے جریدے کو جاری رکھا لیکن حب ا
کے تقاضے کچھ اور تھے۔ ایسے میں ایک آزاد ملک کو
میں شاعر پر ایک نیا فرض عاید ہوتا ہے۔ اسے ملک
ثقافتی فضا میں کچھ ایسے نقش ابھارنے ہوتے ہیں
مادرِ وطن کی ہمہ جہت ترقی کے راستوں کو نمایاں کریں
ان سے عوام کو حوصلہ ملے۔

آل انڈیا ریڈیو کی خدمت ان کے لئے ایک بہت
مناسب آلۂ کار ثابت ہوئی۔ پورے ۱۴ سال انہوں
قومی موضوعات پر، منصوبوں کے امید افزا خد و خال
ڈیموں اور متعدد پروجیکٹوں پر انہوں نے منظوم فیچر
اور اپنی ہی نگرانی میں انہیں نشر کر کے عوام کے دل و
کو جھنجھوڑا۔

ساغر صاحب کے تخلیقی سوتے رواں دواں ر
ان نغمات کی خوش آہنگی کو شاید اور بھی شدید ہونا تھا؛
کے ان الفاظ کے مصداق "ہمارے سب سے شیریں نغ
وہی ہوتے ہیں جو ہماری زخم خوردہ سوچوں کی ترجمانی ک
ہیں۔" اقلیمِ جمہور کے راج دلارے، ہندوستان کے ر
رہنما اور شہیدِ وطن پنڈت جواہر لال نہرو کی وفات
جانکاہ سانحہ ساغر صاحب کے لئے ایک غیر معمولی المیہ
"نہرو نامہ" کی تخلیق ان کی طرف سے نہرو جی کے لئے ایک
منظوم خراجِ عقیدت ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔
عظیم فن پارے میں ساغر صاحب نے ہندوستان
فلسفیاتی، ثقافتی، سماجی اور ترقیاتی پس منظر اور پیش
میں سورگیہ جواہر لال نہرو کے ہمہ جہت کردار کو بڑے
منفرد اسلوب میں پیش کیا ہے۔

نہرو نامہ کو ملک کے مشاہیرِ علم و ادب نے گنج گر
عہد آفرینِ تخلیق، نویدِ فردا، نوائے جاوداں، قدر رو
شہر آشوب اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا ہے اور کیوں
یہ ایک قومی صحیفہ ہے جو جواہر لال نہرو کے قومی اور بین ا
قد و قامت کا آئینہ دار ہے۔ ساغر صاحب تو بجا طور پ
اعلان کر سکتے تھے ؎

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
ذرا ساغر صاحب کے الفاظ میں ان کی مرگِ ناگہ

قومی

کے سانحہ جانکاہ کا اظہار ملاحظہ کیجئے ؎

مرگِ نہرو پہ یوں ہوا محسوس
جیسے دل پر کوئی چٹان گرے
روح پر جیسے آسمان گرے
سبز و شاداب باغ سے جیسے
موسمِ گل میں باغبان اٹھ جائے
چلتے چلتے راہِ حوادث میں
جس طرح میرِ کارواں اٹھ جائے
مرگِ نہرو پہ یہ ہوا محسوس
کہ زمیں دوز ہو گئی ہیں تمام
چوٹیاں برف زا ہمالہ کی
موت اس کی نہیں ہے، موت ہے یہ
آشتی کی عظیم قدروں کی
موت اس کی نہیں ہے، موت ہے یہ
زندگی کی عظیم قدروں کی
موت اس کی نہیں ہے، موت ہے یہ
امن کے اک حسیں پیمبر کی
نوعِ انساں کے ایک شفیق کی موت

نہرو کی حق پرستی، آفاقی ہر دل عزیزی اور ان کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی عالمی بہبود کی روح کو ساغر صاحب کس خوبی سے منقش کرتے ہیں۔ یہ اقتباسات قابلِ غور ہیں ؎

متلاشیِ خیر تھا نہرو　　شمعِ انصاف و حق کا پروانہ
صرف وہ ہند کی متاع نہ تھا　　ساری دنیا کی ملکیت تھا وہ
روحِ تاریخ جس پہ نازاں ہے　　وہ فسوں اور وہ فسانہ تھا
جس سے ہر ساز مست و بیخود ہے　　وہ مہکتا ہوا ترانہ تھا
سر سے پا تک فلاح تھا نہرو
اک دعائے صباح تھا نہرو

نہرو کی آفاقی قدر و منزلت، ان کی عالمی رواداری اور بین الاقوامی حکمتِ عملی کی جھلکیاں ساغر صاحب اس طرح پیش کرتے ہیں ؎

وہ جدید ایشیا کے دل کی تڑپ　　نئے مغرب کی روح کا نباض
امنِ عالم کا وہ علم بردار　　عشقِ انساں کے نشے میں سرشار

اپنی فکرِ جمیل سے اس نے　　نئی تہذیب دی سیاست کو
جبرِ حالات سے بیزار کیا　　اس نے وابستگی قبول نہ کی
غیر وابستگی کی حکمت کو　　ایک عقیدے میں اس نے ڈھال دیا
اور اسے مجلسِ عقائد میں　　ایک اونچا مقام بخش دیا
جاوداں احترام بخش دیا

آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد دسمبر ۱۹۷۲ء میں ساغر صاحب کو تحریک آزادی کا منظوم رزمیہ لکھنے کا کام سپرد ہوا جس کی پہلی جلد فروری ۱۹۸۰ء میں منظرِ عام پر آئی۔ دوسری جلد کا مسودہ بھی اگلے دو سال میں انہوں نے مکمل کر کے حکومت کے سپرد کر دیا تھا۔ "مشعلِ آزادی" کی گراں بہا تخلیق کے بعد ساغر صاحب کا شعری سفر مکمل ہوتا ہے۔ اس طویل رزمیہ میں انہوں نے مثنوی کی بوسیدہ تکنیک سے دانستہ گریز کیا ہے۔ ایک مرصع، سجا اور رنگ و آہنگ سے بھرپور "اوپیرا" کے انداز میں مورخ، مفکر، مفتی، سیاح، شاعر، درویش اور کچھ دیگر کرداروں کے منہ سے انہوں نے اس قدر جاذب اور موثر منظوم مکالموں کا سلسلہ کاغذ کے رگ و پے میں سمو دیا ہے کہ قاری کو زنگارنگ تخلیقات اور شعری سوز و ساز کا ایک سدا بہار دفتر پڑھنے اور جھوم اٹھنے کو دستیاب ہوتا ہے۔ اس عظیم کارنامے میں نہ صرف تاریخی تسلسل اور واقعات کے حقیقی اظہار کو مدِنظر رکھا گیا ہے بلکہ ہر اس کردار کے ساتھ محبانہ خلوص اور قدر دانی کے رویے کو برقرار رکھا گیا ہے جس نے مادرِ ہند کی آزادی میں کسی نہ کسی مرحلے پر چھوٹے یا بڑے پیمانے پر حصہ لیا۔ اذیتیں اٹھائیں یا جان نثار کی۔ سارے کا سارا رزمیہ اپنی شعری خوبیوں کے اعتبار سے پڑھنے کے قابل ہے اور اردو ادب میں ایک بے نظیر اضافہ۔

ساغر نظامی مرحوم کی اس آخری اور ضخیم تخلیق "مشعلِ آزادی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک کے مشہور دانشور ڈاکٹر تارا چرن رستوگی نے اسے "وطنی شاعری کا نقطۂ عروج" گردانا ہے اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی پر محیط اس منظوم کارنامے کی بدولت ساغر صاحب اپنے شعری سفر میں جذبہ حب الوطنی کے اظہار میں فکر و فن کی معراج تک پہنچ گئے تھے۔

از کلیم راہی

القارعہ

اثر فاروقی کا علامتی افسانہ

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اردو ادب کی تاریخ ولی اور سراج کی سرزمین شہر اورنگ آباد کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

اورنگ آباد نے ہر دور میں اردو ادب کو قابلِ ذکر شعراء، ادباء اور نقاد دیئے ہیں جنہوں نے تحریکِ اردو میں اہم ترین رول ادا کیا ہے۔

ان ہی میں سے ایک ہیں اثر فاروقی۔ اثر فاروقی صاحب نہ صرف یہ کہ اورنگ آباد کے، بلکہ ہندوپاک کے جانے مانے جدید افسانہ نگار، نقاد اور صحافی ہیں۔

اس ضمن میں میں سب سے پہلے ان کے منفرد اور اچھوتے موضوعات پر تحریر کردہ افسانوں کا تذکرہ کروں گا "القارعہ" سونے کی قبر، بھرم کی گرد، دوسرا آسمان، پس قدمی، لفٹ اور مسیحا، ہمسفر، جی کا جنجال اور فٹ پاتھ بکنگ، ان کے قابلِ ذکر افسانے ہیں۔

'القارعہ' حالانکہ ایک مختصر اور علامتی افسانہ ہے جو دہلی سے

اثر فاروقی

جناب گوپال متل کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ "تحریک" میں اور اس کے بعد سہ ماہی رسالہ "اوراق" لاہور میں شائع ہوا جس کے مدیر ڈاکٹر وزیر آغا ہیں۔

ان دو رسالوں میں چھپنے کے علاوہ یہ افسانہ "تحریک" کے اپنے پچیس سالہ انتخابی نمبر میں بھی خصوصی طور پر شامل کیا گیا نیز پاکستان کے مشہور نقاد اور جدید افسانہ نگار رشید امجد کی پہلی تنقیدی کتاب "نیا ادب" (۱۹۷۹ء) میں افسانوں پر لکھے گئے تنقیدی مضمون میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے ساتھ ہی ساتھ حال ہی میں شائع شدہ "سرسیدین" کے سلسلے کی ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل افسانوی جلد میں بھی جس کی مجلس مشاورت میں رشید احمد، فاروق علی، سید ضمیر جعفری اور ڈاکٹر وزیر آغا جیسی قد آور ادبی شخصیتیں شامل ہیں، 'القارعہ' کا تذکرہ صفحہ ۷۸۹ پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

'القارعہ'۔ اثر فاروقی کے اس افسانے کا مرکزی کردار عدم تحفظ کا شکار ہے۔ اس عدم تحفظ کا احساس اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے منطقے سے ہجرت پر تیار نظر آتا ہے۔ اس کا یہ سفر ایک محدود دائرے سے ابھرتے لامحدود خلا کا آغاز یہ ہے۔ وہ اس جاری وجود سے ابھر کر بے کنار وسعتوں کو چھوتا ہے۔ اس سفر کے دوران اسے جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ اسے TIME اور SPACE کی حدود سے باہر نکال لاتا ہے اور وہ چیزوں کو ان کے مکمل بے ڈھنگے پن اور ان کی اندرونی خباثتوں کی روشنی میں دیکھنے لگتا ہے۔ چیزوں کو اصل روپ میں دیکھنے کی یہ سچائی اسے خوشی اور مسرت بخشنے کے بجائے تاسف، افسوس اور ایک نہ ختم ہونے والے غم کی کیفیت سے دوچار کرتی ہے۔ یہی اس کردار کا المیہ ہے۔ اثر فاروقی کے اسلوب میں بڑی شگفتگی ہے، ان کی علامتیں گہری ہیں۔ وہ بہت چھوٹے کینوس پر بڑی بات کرتے ہیں جس سے لطف اندوز ہونے کے لئے آنکھ کے ساتھ ساتھ اندرونی آنکھ بھی کھلی رکھنا پڑتی ہے۔"

جیسا کہ میں نے اوپر تحریر کیا ہے اثر فاروقی صاحب جدید افسانہ نگار اور نقاد کے علاوہ صحافی بھی ہیں اور اس میدان میں بھی انہوں نے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

انہوں نے اورنگ آباد سے اپنا پہلا ہفت روزہ اخبار "قومی محاذ" جاری کیا جو پندرہ سال تک بڑے طمطراق کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ اب بھی ہوتا ہے لیکن لگتا ہے کہ ان دنوں

(باقی صفحہ پر)

قومی راج

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں رجسٹری سے روانہ فرمائیں۔

تبصرہ

تبصرہ نگار
علاؤالدین جیناباڑے
۶۳۷، شانتی نگر، جمہور، بمبئی ۲۴

سوزِ غم

سوزِ غم دلدار ہاشمی کے تیس سالہ شعری کاوشوں کا انتخاب ، جو پونے سے شائع ہوا ہے۔ پونے مراٹھی شعر و ادب کا مرکز ۔ یہاں دلدار اور اس کے چند ساتھیوں نے اردو شاعری ـفل کو کچھ ایسی خوبصورتی سے سجا رکھا ہے کہ اس کا شہرہ دور ـتک پہونچا ہوا ہے ، خصوصیت کے ساتھ مہاراشٹر اور کرناٹک ، علاقوں میں ۔

دلدار کے شاعر ، نہ محاسن کا تعارف ڈاکٹر عصمت جاوید زبانی سنئے۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے اُن کی تصویر کے ساتھ پوش کے صفحۂ اول پر اندر کی جانب یوں درج ہے ۔

"دلدار ہاشمی کا پورا کلام پڑھ جائیے۔ آپ اس پُر اعتماد سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ ان کی مثبت شخصیت ہی خود اعتمادی کبھی ان کے لہجے طوفانی گھن گرج پیدا کرتی ور کبھی پر وقار لہجہ ! ـــ دلدار ہاشمی کی غزلوں میں ایک پُر ر اپنائیت پائی جاتی ہے۔ ان کے اشعار پڑھ کر یا سن کر یہ ـس نہیں ہوتا کہ کوئی اپنے آپ سے محوِ کلام ہے بلکہ ہمیشہ یہی ـس ہوتا ہے کہ سنانے والا آپ سے مخاطب ہے جو خود ہیں بلکہ آپ کے زخموں پر انگلی رکھتا ہے ۔ آپ کے غموں کو ـکے مسائل کو ، آپ کی اذیتوں کو ، اپنے غم اپنے مسائل اور اپنی ـسمجھتا ہے ۔ وہ اپنے غم اپنے دُکھ آپ میں تقسیم کر کے آپ کو اپنا ـغم بنانا نہیں چاہتا بلکہ آپ کے دکھوں میں برابر کا شریک ہوتا ـرِ اسی وجہ سے سننے والوں کو اُن کے لہجے میں اپنائیت محسوس کرتا ہے۔"

دلدار کا سارا کلام پڑھ جائیے مذکورہ رائے کی صداقت واضح ہو جائے گی۔
نمونۂ کلام ملاحظہ ہو :-

دباؤ اور نہ اب مجھ کو بارِ احساں سے
نوشتی تو لوٹ لی ، لوٹو نہ زندگی میری

محبت میں بہت گنجائشِ تشکیک ہوتی ہے
کہ ہر ایک بات اس کی بال سے باریک ہوتی ہے

اٹھو ! ظلمتِ شب کے پروردگار دو
گجر بج چکا ہے ، سحر آ گئی ہے !!

مری خستہ حالی کا عالم نہ پوچھو
مری زندگی ، مجھ سے شرما گئی ہے

نکل پڑے تو چلے اپنی اپنی راہوں پر
کسی نے تیری گلی کی طرف نہیں دیکھا

سارے کلام میں ایک شعر ، صرف ایک ہی ، ایسا ہے جس میں عدلیہ کو ملوث کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ شاعر کو ان نازک موقعوں پر محتاط رہنا چاہئے۔ شعراء بوئے گل ، نالۂ دل ، دودِ چراغِ محفل جیسی پُر معانی اور گہرائی و گیرائی کی حامل تمثیلوں سے کام لیتے ہیں ۔ ویسے دلدار نے اس فنکاری کو بھی خوب برتا ہے :-

پھول پتھر پر کھلانے دیجئے
کچھ لہو دل کا بہانے دیجئے

آندھی جو ابرِ باد کی آ کر گذر گئی
گلشن کی شاخ شاخ کو برباد کر گئی

کلی کلی کو عطا کی شگفتگی میں نے
خزاں نصیب چمن کو بہار دی میں نے

دلدار کا لہجہ ویسے مزدور کے ہتھوڑے کی طرح ٹھیٹ ہے جو اس کی فنکارانہ چابکدستی کے باعث کبھی شعلہ ہے اور کبھی شبنم۔

سراج

حیات و موت کی یہ کشمکش! ارے توبہ!
نہ آج تک کبھی دیکھی خوشی میں نے

ستم ہزار و غم روزگار نے توڑے
مگر نہ پائی تیری چاہ میں کمی میں نے

کبھی کبھی میں ہوا خود ہی اپنا دیوانہ
فریب کھایا ہے خود سے کبھی کبھی میں نے

اب احتیاج کسی شے کی بھی نہیں مجھ کو
غموں سے کر لی ہے دلدار دوستی میں نے

جناب کالیداس رضا گپتا نے "حرفے چند" اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں لکھ کر شاعر اور اس کے کلام کو متعارف کیا ہے علاوہ ازیں نذیر فتحپوری، ایڈیٹر اسباق پونے، یوسف ندیم ایم۔ اے۔ بی ایڈ۔ اور عتیق احمد عتیق، مدیر سہ ماہی توازن مالیگاؤں نے بھی شاعر اور اس کے کلام کو قارئین سے روشناس کرانے کی سعی بلیغ کی ہے اور خود شاعر نے بھی "اظہار تشکر" میں اپنا کچھ تعارف پیش کر دیا ہے ان سب کی تصاویر کتاب یا گرد پوش پر موجود ہیں۔ تاہم شاعر کے تعارف میں تشنگی رہ جاتی ہے کیوں کہ جیسا کہ بتایا گیا ہے وہ نہ اردو پڑھ سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں۔

وہ ایک مزدور پیشہ انسان دھاروار (کرناٹک) کا رہنے والا ہے اور پونے میں پلا بڑھا ہے۔ پھر بھی یہ روانی، فصاحت و بلاغت اس کے کلام میں کیسے آئی؟ اس کی درسی یا خانگی تعلیم کیا ہے؟ کیا وہ کنڑ یا مراٹھی یا ہندی سے واقف ہے اور یہ زبانیں لکھ پڑھ سکتا ہے؟ اس کی شخصیت تدریجی طور پر پروان چڑھتے ہوئے کن کن مراحل سے گذری۔ کلام کو جو غزلوں، نظموں اور قطعات پر مشتمل ہے پڑھنے پر اس وہبی شاعر سے متعلق مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہ بات اس کے کامیاب شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

کتابت و طباعت صاف ستھری ہے۔ بیس روپئے میں ۱۱۲ صفحات کی مجلد گرد پوش سے آراستہ اور تصویروں سے مزین کتاب مہنگی نہیں بلکہ قاری کے شعری ذوق کی سیرابی کے لئے ضروری ہے۔

دلدار یا ساجد ہاشمی ۴۲ ایروڈا، پونے ۶ نیز دفتر سہ ماہی توازن نیا پورہ مالیگاؤں یا نذیر فتحپوری ۱۲ نیا پارک ایروڈا پونے ۶ سے مل سکتی ہے۔

[illegible] بچّوں کا

تسنیم فاروقی (ایم اے)
تلسی داس مارگ۔
نزد اسپتال ۳ نکھنؤ ۴

ہے سارے جہاں سے پیاری
مرے دیش کی یہ پھلواری
یہ گنگا کا آنگن ہے — جمنا اس کا درپن ہے
بادل بادل ساون ہے — پانی پانی کنچن ہے
اس دیش کی کیاری کیاری
ہے نیل گگن پر بھاری
ہے سارے جہاں سے پیاری
مرے دیش کی یہ پھلواری
ہے اس میں کرشن کا سرگم — دھن۔ رام اشوک اور گوتم
یہ تصویروں کا البم — ہندو مسلم کا سنگم
ہیں اس کی ہوائیں نیاری
آزاد ہیں سب نر ناری
ہے سارے جہاں سے پیاری
مرے دیش کی یہ پھلواری
یہ کہتے ہیں سب آگاہی — دشمن ہو کوئی کتنا ہی
سب تن دھرتی کے راہی — لوہے کے ویر سپاہی
ہر موڑ پہ ہے بیداری
ہر گام پہ ہے تیاری
ہے سارے جہاں سے پیاری
مرے دیش کی یہ پھلواری

کھو گئے جانے کہاں خواب سہانے میرے

سید شان معراج

تاریں ٹولی
شاہ جہاں پور ۲۴۲۰۰۱ (یوپی)

کیا دیکھتا ہے حال کے منظر ادھر بھی دیکھ
ماضی کے نقش یاد کی دیوار پر بھی دیکھ

دیکھے ہیں میرے عیب تو میرا ہنر بھی دیکھ
سودا ہے جس میں اپنی انا کا وہ سر بھی دیکھ

لے کام مجھ سے سخت اڑانوں کا تو مگر
پہلے مری نگاہ مرے بال و پر بھی دیکھ

چہرے کے رنگ و نور کو میرا ہنر سمجھ
مجھ کو مری نظر سے کبھی جھانک کر بھی دیکھ

اک بار زیست کے اور زمانے کی آنکھ سے
ہوں دیکھنے کی چیز تو بارِ دگر بھی دیکھ

عارف نجمی

۲۴ اے، کٹرہ ابوتراب خاں۔ لکھنؤ ۳

کھو گئے جانے کہاں خواب سہانے میرے
آنکھ لگتے ہی جھنجھوڑے گئے شانے میرے

تیری یادیں کسی رہزن کی طرح تھیں جاناں
لوٹ کر لے گئیں آنکھوں کے خزانے میرے

پاؤں میں ڈھول تھی میرے نہ مسائل سر پہ
کیا زمانے تھے وہ کالج کے زمانے میرے

میں سمجھتا تھا جنھیں اپنے لیے جائے پناہ
آج مقتل کی طرح ہیں وہ ٹھکانے میرے

یہ زمانہ تو مجھے آج اذیت دے گا
کل کی تاریخ میں لکھے گا فسانے میرے

جن کی تخئیل میں تم ہو مری تنہائی ہے
کتنے مقبول ہوئے ہیں وہ ترانے میرے

خواب میں دیکھ لیا گنبدِ خضریٰ نجمی
نیند آئی تھی مقدر کو جگانے میرے

کلیم ضیا

پلاٹ نمبر ۲۲، روم نمبر ۱
شیواجی نگر۔ گوونڈی۔ بمبئی ۴۰۰۰۴۳

یہ کس نے مرے جسم کو چپکے سے چھو
تو ہے، تری آواز ہے یا لمسِ ہوا

آئینۂ احساس سے دل پوچھ رہا
وہ شخص مجھے دیکھ کے کیوں آج

یہ کس کے لیے شہر میں کہرام مچا
کس شخص نے فٹپاتھ پہ دم توڑ دیا

ہر لفظ لپکتے ہوئے شعلوں کی رِدا
یہ میری غزل میری امیدوں کی چتا

احساس کی گرمی سے ہر انسان ہے
یہ آگ جو بجھ جائے تو انسان میں کیا

سب لوگ سنیا فن کو مرے دیکھ رہے
شاید مرے اشعار میں فنکار چھپا

شری آر۔ جی پاتھرکر

شری آر۔ جی پاتھرکر نے ڈائریکٹر برائے اطلاعات و
[رابط]ۂ عامہ میں ڈائریکٹر برائے اطلاعات و رابطۂ عامہ کی حیثیت
[سے] ۸ اکتوبر ۱۹۸۴ء سے چارج لے لیا ہے۔

شری پاتھرکر ناگپور یونیورسٹی کے سائنس اور لا گریجویٹ
[...]اؤتی اور ناگپور کے نامور جریدوں میں کام کرنے کے بعد
۱۹[...] سے حکومتِ مہاراشٹر کے محکمۂ اطلاعات و رابطۂ عامہ
[میں] شریک ہوئے۔

طالب علمی کے زمانے میں آپ سماجی اور ادبی سرگرمیوں
[میں] نہایت جوش و خروش سے حصّہ لیتے رہے اور ایک
[ا]چھے ابھرتے ہوئے قلمکار کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔
[آ]پ نے مراٹھی، ہندی اور انگریزی کے مختلف رسائل
[کے] لئے بکثرت مضامین لکھے۔ آپ نے دو کتابیں شائع
[کی ہ]یں۔ آپ کی شائع کردہ ایک کتاب بنام "ہروی شتی جے"
[ب]ہترین چھپائی کے لئے اول انعام دیا گیا تھا۔

شری پاتھرکر نے مہاراشٹر میں مختلف مقامات
اور مختلف حیثیتوں سے پبلسٹی محکمہ میں کام کیا ہے اور
[آپ] کو ۱۹۶۷ء سے سینئر پوزیشن حاصل ہے۔ بحیثیت
[ڈائ]رکٹر آف انفارمیشن کے عہدے کا چارج لینے سے
[پہ]لے آپ ڈپٹی ڈائریکٹر (انفارمیشن) ناگپور تھے۔

[...] راج

صفحہ نمبر ۶۲ سے آگے المقارعہ

فاروقی صاحب اس پر پوری توجہ نہیں دے پا رہے ہیں۔
نہ جانے کیوں؟ بہرحال "قومی محاذ" کے ذریعے انہوں نے
نہ صرف یہ کہ عوام کو سیاسی، قومی، سماجی اور ثقافتی مسائل
سے روشناس کروایا بلکہ بڑے ہی فکر انگیز اداریے اور
مضامین بھی تحریر کئے۔

اثر فاروقی صاحب نے اپنے اس دورِ صحافت میں کئی
نوجوان لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں صحافت کے
رموز و نکات سمجھائے۔ یہ نوجوان آج ادبی اور صحافتی میدان
میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ کرے
زورِ قلم اور زیادہ۔

ہم آپ کے استفسار کا جواب دیں گے

قارئین سے ہمارے آپ کے سوالات ہمارے جوابات
کیلئے ریاست کی ترقیاتی سرگرمیوں کی بابت استفسار
مطلوب ہیں۔ ہم اپنی حتی الامکان کوشش اور علم کے
مطابق آپ کو معلومات فراہم کرنے اور آپ کے
مسائل کو حل کرنے میں خوشی محسوس کریں گے۔ اس
سلسلہ میں آپ کی جانب سے پرجوش تعاون ہمارے
لئے باعث فخر ہوگا۔

ایڈیٹر قومی راج پندرہ روزہ
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک
ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر،
۱۵ واں منزلہ۔ نیو ایڈمنسٹریٹیو بلڈنگ،
مقابل منترالیہ، بمبئی ۴۰۰۰۳۲۔

ایم۔اے۔خلیل۔ پرنکہ سیوادل، کانگریس (آئی)
محلہ گلشن باغ۔ پربھنی (مہاراشٹر)

قومی راج، ۱۰ر جولائی ۱۹۸۶ء بدست ہوا۔ مکمل پرچے کا مطالعہ کیا۔ آپ حضرات نے اس پرچے میں مختلف معلومات کا خزانہ بھر دیا ہے۔ عالیجناب سوشیل کمار شندے (وزیرمالیات) نے سال ۸۷-۱۹۸۶ء کا بجٹ بتلاکر عوام کی معلومات میں اضافہ کیا۔ ٹیکس انکوائری اور صحافیوں کے لئے جو اعلان ہے قابل قدر اقدام ہے۔ پرچہ نہایت ہی خوبصورت ہے۔ رنگین تصاویر دیکھ کر اور دیگر مضامین پڑھ کر مسرت ہوئی اور یہ دیکھا جارہا ہے کہ آئے دن قومی راج کی شہرت اور اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔

○

تنویر اعجاز صدیقی
۵۲۵۔ رسول آباد۔ احمد آباد ۳۸۰۰۲۸

'قومی راج' کا تازہ ترین شمارہ نظرنواز ہوا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ مجاہدین آزادی کے حالات زندگی پڑھ کر دل میں حب الوطنی کی امنگ میں اضافہ محسوس کیا۔ اس اختصار اور جامعیت کے ساتھ مواد کی پیش کش کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ نظمیں اچھی لگیں لیکن غزلوں کے انتخاب میں سختی کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر اختر نظمی کی غزل پسند آئی۔

○

عبدالمنان (مدرس) اردو پرائمری اسکول، سلوڑ،
ضلع اورنگ آباد (مہاراشٹر)

'قومی راج' میرا پسندیدہ رسالہ ہے جو ہر ماہ برقت دستیاب ہو رہا ہے جس کا میں بصد شوق مطالعہ کرتا ہوں۔ 'قومی راج' کے خوبصورت اوراق پر ادبی و جامع مضامین و

مرصع غزلیں کافی پسندیدہ نگاہوں سے پڑھتا ہوں۔ واقعی 'قومی راج' اردو ادب میں آپ اپنا جواب ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ دن بدن اس کی ترقی ہو۔

○

رشید الدین ایم۔اے (عثمانیہ)
مکان اے/۱/۱۹۱-۳-۱۰ ہمایوں نگر، حیدرآباد ۵۰۰۰۲۸

'قومی راج' برسہا برس سے پابندی سے چل رہا ہے اور اب کچھ اور سج اور سنور گیا ہے۔ خصوصاً اس میں رنگین تصویروں کی شمولیت نے اسے بہت جاذب نظر بنا دیا ہے۔ اس کی کتابت بھی اب بہت اچھی ہوگئی ہے۔
اس وقت میرے پیش نظر ۱۰ر اگست کا قومی راج ہے جو یوم آزادی کے موقع پر خصوصی نمبر کے طور پر شائع کیا گیا ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ دو مضامین بہت اچھے ہیں اور محنت اور توجہ سے لکھے گئے ہیں۔ پہلا پروفیسر م۔ رخ۔ شاذلی کا مضمون "ہمارا قومی ترانہ" اور دوسرا احمد عثمانی کا "۱۹۴۲ء کے مجاہدین آزادی مالیگاؤں"۔ خصوصاً دوسرا مضمون آپ نے بڑے اہتمام سے باتصویر شائع کیا ہے اور یہ مضمون اس کا حق دار بھی تھا۔ میری طرف سے دونوں ادیبوں کو مبارکباد پہنچا دیجئے جو اتفاق سے شخصی طور پر بھی مجھ سے متعارف ہیں۔
ریاض احمد خاں صاحب کے تبصرے بھی اچھے جا رہے ہیں

○

محمد اشفاق راہی
ڈی لکس پرنٹرس۔ جلال پورہ۔ کھام گاؤں ۴۴۴۳۰۳

'قومی راج' کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ قومی راج دل موہ لینے والی نرالی آن بان کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور خوب سے خوب تر ہوتا جارہا ہے۔
ریاستی سرکاری اسکیموں اور پروگراموں، ریاستی معلومات غزلوں اور ادبی مضامین سے بھرپور قومی راج میں نکھار آرہا ہے۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ قومی راج کے تمام معاونین کی عمریں دراز کرے اور قوم و زبان اور ادب کی ترقی ہو۔

شائع کردہ، شری پرمود ملنے، ڈائرکٹر جنرل، ڈائرکٹوریٹ جنرل آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز، گورنمنٹ آف مہاراشٹر، منترالیہ، بمبئی۔ مطبوعہ، گورنمنٹ سنٹرل پریس بمبئی ۴۰۰۰۰۴

ہی میں راج بھون ممبئی میں
نقدہ "قومی یکجہتی کانفرنس" میں
تاحی تقریر کرتے ہوئے گورنر ڈاکٹر
نکر دیال شرما۔ موصوف کے ساتھ
صویر میں گروسنی سرناحی، بسنی دیہ
یثیں تھا راشری پرم جیت سنگھ اور
پروفیسر جاوید خاں۔

وزیر اعلیٰ شنکر راؤ چوان شریمتی
انو تائی واگھ کو زاد بیاسی سیرک"
کا ریاستی ایوارڈ پیش کرتے ہوئے۔

وزیر صنعت شری سکھ شیل کمار شندے
برآمد کرنے والی صنعتی یونٹ کو چاندی
کا میڈل اور امتیازی سرٹیفکیٹ
عطا کرتے ہوئے۔ مہاراشٹر میں چھوٹے
پیمانے کی صنعت کی ترقی کے سلسلے
نیتی نگم (بورڈ) کے مینیجنگ ڈائریکٹر
شری یشونت بھاوے ایوارڈ حاصل
کرتے ہوئے تصویر میں دکھائی دے
رہے ہیں۔

ıUMIRAJ : Regd. No. MH-BY South-544 *Licence No. 89 for without prepayment of postage*